



ﷺ
صلی اللہ علیہ وسلم

اُردو میں میلادِ ابراہیمی

تحقیق ○ تفتیح ○ تاریخ

محمد منظر عالم جاوید صدیقی

حسن سہانی گھڑی حمیر کا طیبہ کا چاند

اُن دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
مولانا احمد رضا خان

مندرجات

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
45	قد مولد النبی	17	آیت شکار
47	نبی کریم کی ولادت باسعادت	25	یہ سب باب
47	حضور کی ولادت کا سال	25	سید کے شیدی مباحث / موضوع و فن
49	ماہ ولادت نبی کریم	27	میلاد کے مناجات
49	تاریخ ولادت	27	آیت شیدی میں ماہ ولد (ول) کا استعمال
50	دوم ربیع الاول	28	حادثہ نبوی میں لفظ میلاد و مولد کا استعمال
50	چشم ربیع الاول		(ول) کے محلات میں ماہ ولد (ول) و
50	ہشتم ربیع الاول	29	سے حد تک صحابہ
50	نہم ربیع الاول	31	فائل تہات میں لفظ میلاد
52	دہم ربیع الاول	31	لہذا روایت میں لفظ میلاد
52	دوازدہم ربیع الاول	33	استغاثہ مقیم
55	سترہ ربیع الاول	34	آیت شیدی اور لحاظ موضوع دوسری تصانیف
55	انوار اور پاکس ربیع الاول	35	آیت شیدی
56	ولادت باسعادت کا دن	35	آیت شیدی
57	وقت ولادت	36	آیت شیدی
57	اسم مبارک محمد کی تشریح	36	آیت شیدی
58	سلسلہ نسب پاک حضرت محمد رسول اللہ	36	آیت شیدی
58	حضور کے آباؤ اجداد کے فضائل	36	آیت شیدی
59	آپ کا نسب نامہ	36	آیت شیدی
60	شجرہ رسول اکرم	37	آیت شیدی
60	آپ کی والدہ ماجدہ کا نسب نامہ	37	آیت شیدی
61	آپ کا مختصر شجرہ نسب	37	آیت شیدی
62	آپ کا وضاحتی و تفصیلی شجرہ نسب	37	آیت شیدی
63	آپ کا شجرہ طیبہ والدہ مطہرہ کی طرف سے	39	آیت شیدی
64	نبی کریم کی حیات طیبہ کے چند نمایاں پہلو	39	آیت شیدی
66	شق صدر کا واقعہ	39	آیت شیدی
66	حضرت خدیجہ سے نکاح	40	آیت شیدی
66	کعبہ کی تعمیر نو	41	آیت شیدی
67	بعثت و نبوت	41	آیت شیدی
68	ہجرت مدینہ	41	آیت شیدی

102	مضامین میلاد پر مقامی تمدنی اثرات
103	میلاد کے قرن پر ہندی اثرات
104	قدیم و جدید اسلوب میلاد
105	میلاد بلحاظ حقیقت
106	میلاد بلحاظ مشابہت
106	میلاد بلحاظ باقی محفل
107	میلاد بلحاظ مولود خواں
107	میلاد بلحاظ سامعین
107	میلاد بلحاظ استدلال
111	میلاد بلحاظ عقیدہ
114	قیام میلاد بلحاظ عمل و استدلال
118	تواپ محفل میلاد
119	ممنوعات محفل میلاد
119	میلادی روایات کا تجزیہ
124	میلاد ناموں کا مخصوص لب و لہجہ
126	میلاد ناموں کی بیبتوں کا تنوع
127	میلاد بلحاظ ہیئت
127	موضوعاتی لحاظ سے
127	اسالیبی لحاظ سے
129	مشہوری
129	مسدس
130	مخمس
130	رباعی
131	قطعہ
131	مثبت
131	ترجیع بند
132	مستزاد
132	حمد
133	نعت
133	منقبت
134	دعا
135	قصیدہ
135	مرثیہ
	درد و سلام

68	پدر سے فتح کہ تک کے حالات کا
69	مرسری جائزہ
69	غزوہ اُحد
70	جنگ احزاب یا غزوہ خندق
71	فتح مکہ
72	جنت البودان
73	وقات مبارکہ
75	معراج شریف
76	معجزات نبویؐ
78	اخلاق و عادت
79	تعلیمات و ارشادات
84	میلاد ناموں کے موضوعات
84	میلاد ناموں کا فن
84	مقتضیات فن
85	زبانت موضوع
85	حفظ مراتب اور حدود شریعت
86	حقیقت نگاری
87	میلاد ناموں کے انداز
87	میلاد ناموں کے مختلف آہنگ
87	میلاد ناموں کے اجزاء
87	میلاد ناموں کے فنی عناصر
91	سرپا نگاری
92	کرور نگاری
94	واقعات نگاری
94	محاکات نگاری
94	تأخیر و روانی اور سامعین کی دلچسپی
94	تحقیق واقعات کی بجائے تأخیر و تأثر پر توجہ
95	محاسن شعری
96	میلاد اور سیرت
96	میلاد اور نعت
97	میلاد اور پیر و پیغمبرؐ
97	میلاد میں درد و سلام
100	میلاد میں استدلال و استنتاج کا انداز
101	

	آپ نے نور نبوت سے ہمارے لیے کیا
164	اور قلوب و ارواح کو منور کیا
164	حضور تمام انبیاء میں سب سے افضل ہیں
	اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر
165	دنیا و آخرت میں بلند کیا
165	معراج شریف حضور کا ایک جلیل القدر معجزہ
	اسلام بھی منسوخ نہ ہو گا
166	اور قیامت تک باقی رہے گا
166	حضور سرایا رحمت ہیں
	آپ کی رسالت عالمہ تمام
167	جن و انس کو شامل ہے
	دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں ہو
167	قرآن شریف میں مذکور نہ ہو
	محفل میلاد مبارک کی اصل
167	قرآن وحدیث سے ثابت ہے
168	حضور کی بعثت نعمت عظیمہ ہے
168	ذکر میلاد شریف سنت الہیہ ہے
168	نورانیت مصطفیٰ
171	قرآن مجید میں حضور کے اساتذہ مبارک
172	احادیث نبوی
174	صحاح ستہ
178	کتب سیر و مخازی
179	سیر و مخازی کی کامل ذکر کتب
180	کتب تفسیر القرآن
182	کتب تاریخ
182	کتب شامک
183	کتب دلائل
184	اسماء الثانی الکریم
	الہامی صحائف اور مذہبی کتب میں
189	حضور کی بشارات اور عجیب انداز میں ذکر
191	تورات
194	زبور
195	انجیل
196	انجیل متی

136	قادی یا مصلوہ
137	سہ
138	تخصیص
138	تیت
141	باب
141	عزالت و ماخذ / عربی قادی پس منظر
143	میلاد کے محرکات
143	حقیقت و محبت کا اظہار
144	احیاء رسول کا جذبہ
146	استعداد و شفاعت ظہنی
148	حق تعالیٰ اور حصول ثواب
150	سلسلہ میں حضور کی تشریف آوری
152	صحابہ کی محافل میلاد میں دلچسپی
155	حکمت بریلی اور مجالس میلاد
155	مجلس اعراس کی تقاریب
156	لی لہ قیام پر محفل میلاد کا انعقاد
156	بیت انجیلی کے جلسے اور مشاعرے
156	مجمع المدینہ عالمہ
159	مجمع المدینہ کے ماخذ
	آج کل کے جدید میں نبی کریم کے فضائل
159	مجموعہ سے متعلق مقالات
162	مجمع المدینہ کی احیاء ہی احیاء خدا ہے
	مجمع المدینہ پر درود و سلام
162	مجمع المدینہ ہے
162	مجمع المدینہ کی کہتے کہتے ہیں وہ وہی الہی ہوتی ہے
	مجمع المدینہ اللہ تعالیٰ کے دیوار کا
162	مجمع المدینہ کا
163	مجمع المدینہ کے حقیقہ ہیں
163	مجمع المدینہ کے حضور کی محافت اپنے اپنے ذمہ لی
163	مجمع المدینہ کا سید
164	مجمع المدینہ کا باب و احرام
	مجمع المدینہ کے کہتے کہتے ہیں
164	مجمع المدینہ
164	مجمع المدینہ

223	حضرت حسان بن ثابت	196	انجیل لوقا
224	حضرت عبداللہ بن رواحہ	196	انجیل مرقس
225	حضرت کعب بن مالک	196	انجیل یوحنا
225	حضرت عباس بن مرداس	199	انجیل یثناپاس
225	ام مہاجر	203	رسولوں کے اعمال
226	عبد مالک صحابہ کی مدحت خیر الانام	201	غزل الغزوات (اشیاء الانشاء)
226	علامہ ابو سیدی	204	ذر شتی مذہب اہل رسیوں کا مذہب
227	شیخ عبدالرحیم البرقی	205	گوتم بدھ
228	عبدالرحمن بن قلدون	206	وید اور پران
228	احمد شوقی	206	پران اور بشارت مصطفیٰ
229	میلاد ناموں اور مجالس	207	پرتھک اوتراٹان
235	میلاد کے باقاعدہ آغاز کا تعین	208	دھرم اوتراٹھنڈ
236	علی موالید کا سرسری جائزہ	208	سام وید
236	مولد النبی	209	اتھروید
236	مولد العہدوس	210	مہاجرات
236	استبیر فی مولود الراج المیر	210	حضرت کعب کا ایک خطبہ
236	انوار و مقناح السور والافکار	210	حضرت کنانہ کی پیش گوئی
236	فی مولد النبی المختار	211	حضرت عبدالمطلب کا خواب
236	المستقی فی مولد المصطفیٰ	211	سینف بن ذبی یثان کی مبارکیاں
236	القبول فی اختصار سیرۃ الرسول	211	اور پوٹش خبری سلسلہ بحث نبوی
237	مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	216	میلاد ناموں کا عربی / فارسی
237	مولود النبی	216	پس مقرر
237	المورد النبی فی مولد النبی	217	علی میں میلاد کی روایت
237	جامع الاطراف فی مولد النبی المختار	217	عرب شعراء کا ذوق مدح
238	الدعالمستظم فی مولد النبی	217	بحث سے قبل آپ کی
238	مولود النبی (حافظ السیوی)	217	مدحت و ستائش کے نمونے
238	مولود النبی منظوم	219	نبی کریم نے اپنا میلاد خود بیان فرمایا
238	مولود النبی	220	حضرت آدمؑ کا میلاد یہ قصیدہ
239	مولود النبی	221	لیلیٰ شیماء کے میلاد یہ اشعار
239	انعتی الکبریٰ علی العالم بمولد سید آدم	222	ردبار نبوی کے شعراء کا
239	مورد الصفا فی مولد المصطفیٰ	222	آپ کے مناقب بیان کرتا
239	المولود النبوی لئلا یحسی	222	حضرت ابو طالب کے میلاد یہ اشعار
240	مولد البرزنجی نثر	222	حضرت عباس کے میلاد یہ اشعار
240	مولد شرف الانام	223	حضرت کعب بن ذہیر

269	و دیگر اصناف کا اجمالی جائزہ	241	مولد الدردیہ
270	شاہ علی محمد جیو کلام وحشی	241	بلوغ الرام لایان الفاظ مولد سید الانام
271	شاہ بہان الدین جام	241	المولود ابنوی للشیخ المغزی
271	قلام مصطفیٰ احمد آبادی	242	النظم البدیع فی مولد الشیخ منقوم
272	محمد تقی قطب شاہ	242	مولد الہدیٰ منقوم
273	عبدالمالک بھروچی	242	مولد النبی (احمد بن قاسم)
275	ملک غوثنود	245	قاری میں مولد کی روایت
277	عبدالرسول	247	فتح شباب الدین نجفی سرودوی
278	سید بلاقی حیدر آبادی	247	مآقانی شروانی
282	ملا اسد اللہ وجہی	248	قاری محموی
283	سید شاہ حسین قوی	250	نادر فرید الدین عطار
283	عبداللطیف	251	مولد حسن الدین دکنی
284	محمد حقار	252	مولد حسن الدین
288	نصرتی	252	مولد حسن الدین
291	شاہ امین الدین اعلیٰ	253	مولد حسن الدین
292	عالم کجراتی	254	مولد حسن الدین
295	پیر مشائخ	254	مولد حسن الدین
295	شیخ احمد کجراتی	255	مولد حسن الدین
296	محمد الدین قناری		مولد حسن الدین
299	جنوری کجراتی	255	مولد حسن الدین
299	محمد امین کجراتی		مولد حسن الدین
302	امامی دکنی	256	مولد حسن الدین
303	علی	256	مولد حسن الدین
303	کسٹر	257	مولد حسن الدین
304	سید میراں شاہ باغی بھاپوری	257	مولد حسن الدین
306	صاحبان عثمان	257	مولد حسن الدین
306	شاکر	258	مولد حسن الدین
309	علی بخش دریا	258	مولد حسن الدین
311	محمد حسین معقم قادری بھاپوری	259	مولد حسن الدین
313	شریف	259	مولد حسن الدین
314	عبدالحمد ترین	263	تیسرا باب
316	میرزا ایک غیر مصروف شاعر	263	مولد حسن الدین
317	اعظم دکنی	265	مولد حسن الدین
318	منقوم حسینی		مولد حسن الدین

370	قاسم مری	319	سیدی
374	کبیر خاں افغان	319	عتایت شاہ قادری
374	امام بخش عاصی	322	میر ولی فیاض دہلوی
375	مکرم علی	325	کریم الدین سرمست
376	مولوی منصور علی	326	غریب اللہ
376	مفتی محمد عبدالرحمن	327	محمد بن عتیقی صدوی
376	محمد نوح	327	شاہ ابوالحسن قلبی
379	نواب علی محمد خاں فاروقی	329	راحت
381	عبد المجید قادری	329	القسمی
383	معصوم علی بیدار	330	نواز شہ علی شیدا
384	شاہ رفیع الدین دہلوی	335	شاہ کمال الدین
384	میر قدرت اللہ خاں قاسم	336	غلام امراز الدین نامی
387	مولوی حکیم فیاض الحق صدیقی	338	مولانا محمد باقر سنگھ
389	قاضی عبدالغفور	342	غلام محمود حسرت
390	مولوی احمد یار خاں رامپوری	343	جان محمد عاجز
392	الطاف	347	سید امیر الدین حسین
393	کرامت علی شہیدی	349	محمد خاں
395	شاہ رؤف احمد رافت	349	فضل رسول
397	مرزا حسن علی	350	نامور
397	مولوی محمد عباس	351	طالب دکنی
398	سید منیر الدین نقشبندی	351	برہان الدین
398	محمد قاضی	352	بخشی ہند میلاو ناموں کا مجموعی جائزہ
401	امام بخش ناخ	359	چوتھا باب
408	سید بدایت علی		شملی ہند میں میلاو ناموں کی
412	حافظ شاہ غلام علی شاہ جمالی پوری	359	روایت کا جائزہ ارتقا
408	نیر الدین گویا موی	361	سیاسی اور تمدنی پس منظر
410	سر سید احمد خاں	364	اسٹیل امروہوی
413	غلام امام شہید	365	قصیر
429	میر مظفر حسین ضمیر	365	مراد ٹاپیہا
432	مولوی محمد حیات	365	محمد کریم اللہ
434	محمد کفایت علی کافی مراد آبادی	366	محیوب عالم
439	سید فضل علی	368	محمد خالد
439	محمد علی خاں لطف بریلوی	369	محمد عبدالجلیل
445	سید اسٹیل حسین منیر	369	حافظ عزیز احمد

507	میر عباس	447	مولوی سید احمد مشتاق
507	احمد خان صوفی اکبر آبادی	448	محمد علی
510	کریم بخش پدر	449	محمد حسین
512	مولانا عبدالحکیم قرنگی علی	449	شاہ احمد سعید مجددی
512	مولانا تقی علی خاں بریلوی	451	حافظ عفت علی
513	پدرالدین عرف غلام و بکیر قادر	452	قلندر علی
513	مولوی عبد الرحیم ہادی	452	حسن بخش کاکوروی
515	مولانا نجم الدین عباسی	453	مولانا آل حسن موہانی
516	شیخ محمد عنایت علی	454	امیر محتاجی
516	مقرب علی خاں	459	سید محمد حسن کاکوروی
516	خواجہ محمد اشرف علی	471	شہلی ہند کے میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ
516	مولوی عبدالمسیح بیدل رامپوری	477	پانچواں باب
518	محمد غلام اکبر خاں		میلاد ناموں کا دور جدید
518	قبول رسول خاں	477	1857ء تا 1947ء
518	محمد محمود		حصہ اول
518	نواب نیاز احمد خاں	479	(1857ء تا 1900ء)
519	سید وزیر حسین رضوی		دور جدید کی تمدنی "سیاسی" تبدیلی
521	محسن الملک سید صدیقی علی	479	اور ادبی صورت حال کا جائزہ
521	قاضی غلام علی مری	483	شیخ جان محمد
523	میر مظفر علی امیر	484	مشتی عنایت احمد کاکوروی
523	سید واجد علی تنخیر	486	مہتاب کرامت علی جونپوری
523	محمد ناصر علی غیاث پوری	488	حافظ حسین
523	شاہ محمد امین الدین قیصر	489	سہری معصوم علی سکا فتح پوری
523	محمد نصر اللہ خاں	490	باب احمد یار خاں
523	شیخ اسلم	491	شیخ حسرت کرولی
524	مولانا حافظ عبدالحی محمد رازی	492	محمد سدی واصف
524	عزیز الرحمن عرشی قادی پوری	493	احمد اللہ کھٹکی
525	مولانا احمد رضا خان بریلوی	495	نور احمد صلیب حسین حالی
532	مولوی عبدالحفیظ کاکوروی	498	مولوی عبد الرحیم
533	علی انور شاہ	498	مولانا محمد صاحب علی خاں مارہروی
534	مولوی غلام حیدر گویا موی	500	مولانا محمد علی خاں سعید
535	مولوی مجیب اللہ کھٹکی	504	مولانا محمد علی خاں
538	مولوی محمد تلوار علی تلوار	505	مولانا محمد علی خاں
539	حافظ مولوی ابراہیم علی خاں غلیل	507	مولانا محمد علی خاں

589	میلاد ناموں کا دور جدید (2)	541	احمد حسین خان ماسک
	1901ء _____ 1947ء	541	خواجہ محمد مرتضیٰ بقا
590	دور جدید کا سیاسی، تمدنی	542	سید بیان الدین احمد
	اور مذہبی پس منظر	543	علی انور قلندر شاہ
595	حافظ محمود حسین خاں نازاں	543	شیخ عباد اللہ بادل کانپوری
596	مصصام الدین محمد	545	نواب صدیق حسن خان
596	حافظ محمد امین	546	خواجہ شمس الدین
597	محمد دولت خاں	548	محمد سران الحقین
597	شاہ محمد عبداللہ نقشبندی	549	میر اعظم علی خاں شائق
598	مولانا حسن رضا خاں حسن	549	محمد عبدالواحد خاں
600	مولانا محمد حسین عطار اکبر آبادی	550	سید جواد حسین خیم امروہوی
603	حاجی غلام محمد ہادی علی خاں	550	حکیم محمد حسن میرٹھی
604	مولوی محمد انداوا علی	552	شیخ محمد متقی اوراک
604	خواجہ محمد سلامت اللہ سوئی پٹا	553	میر ممدی بخوج
604	حافظ محمد عبدالحمید	554	مفتی محمد سعادت حسین تھیرہ ایوانی
605	خواجہ محمد حافظ علی	555	حکیم امیر الدین عطار اکبر آبادی
606	سید جعفر اللہ حسینی صادق	557	سید محمد علی بیدل بریلوی
607	محمد یحییٰ کانپوری	563	حافظ محمد اسلم
609	مولوی محمد حبیب اللہ	563	محمد سلطان حاکم دہلوی
610	مولوی محمد ابراہیم بناری	564	حافظ محمد فیض اللہ بیک
610	مولوی محمد انوار اللہ	565	مفتی محمد حافظ اللہ چشتی
612	محمد عبدالغفار ملیح	566	مولوی ظلیل الرحمن داعی سارنپوری
614	مولوی محمد عظیم	569	شیخ عبداللطیف قادری
616	مولوی محمد ابراہیم دہلوی	571	مولوی محمد اکبر علی گرو اسپوری
616	مولوی سید محب الحق	571	محمد جعفر علی ملیح آبادی
618	محمد رکن الدین الوری	572	مولوی عاشق حسین بھروی
619	حسن علی خاں	576	محمد نذر الدین راستہ پوری
622	خواجہ تقی الدین اکبر آبادی	576	مفتی ابراہیم ثابت
623	قاضی ذکیر الدین	577	مولوی ممدی علی پروانہ
625	محمد جمیل الرحمن خاں	578	محمد عبدالرزاق راج
629	شاہد حسین خاں	579	سید عبدالفتاح اشرف علی
630	مولانا عبدالکلیم شرر	579	غلام محمد
633	حافظ محمد انوار اللہ شہید	583	دور جدید کے میلاد ناموں کا جائزہ
635	مولوی عبدالسمان	589	چھٹا باب

690	محمد بدیع الدین خاں	635	محمد احمد خاں امیر بدایونی
691	مولانا مفتی محمد شفیع دہلوی	636	قاضی عید اللہ
692	حافظ محمد اسحاق افسر صابری چشتی	636	مفتی گوہر علی خاں گوہر رامپوری
693	عزیز الدین احمد قادری	639	محمد سراج الدین اکبر آبادی
694	مولوی عبدالستار جالندہری	639	حاجی رحیم بخش
694	مولانا حبیب الرحمن خان شروانی	640	خواجہ حسین شاہ جامپوری
697	خلیق احمد	641	مفتی محمد غلیل
697	آرزو کھٹوئی	642	سید محمد بشیر الدین احمد
697	علامہ سیلاب اکبر آبادی	642	مولوی محمد کریم بخش
705	مولانا اخلاق حسین	643	خواجہ محمد احمد بخش اکبر آبادی
706	خواجہ محمد اکبر خاں وارثی	643	مفتی محمد احسن خن بھاری
714	مولانا شاہ عبدالعظیم صدیقی سیرھی	646	سید زید ار علی شاہ
715	عزیز	646	منا محمد بادی عزیز کھٹوئی
716	خواجہ حسن نظامی	648	محمد راشد الخیری
719	مفتی محمد فضل الکریم فضل	652	محمد قمر الدین
721	مناظر احسن گیلانی	653	محمد محمد عباس
722	صوفی امداد حسین نصرت	655	محمد امجد الدین نقشبندی
723	مولانا ابوالکلام آزاد	656	سید ساجد رامپوری
726	سید علی نقی	656	قاضی قلندر علی
726	ابوالحسنات سید محمد احمد قادری	657	مفتی احمد علوی
728	مفتی انتظام اللہ شبلی	659	شیخ عبدالصمد صدیقی
730	فیض محمد قادری	660	محمد ابرار ذوق ندوی
731	غلام مصطفیٰ کوثر امجدی بلیاوی	661	امجد محمد اشرف علی تھانوی
732	مفتی غلام معین الدین	663	سید محمد یارثی
733	ناصر الدین محمد	663	مفتی غلام رسول
733	درو کاکوروی	665	قاضی حبیب عالم
734	سید ایوب احمد صبر شاہ جامپوری	666	محمد احسن چشتی ٹھکرائی
737	احرام الدین شاعلی	670	محمد امجد علی تھانوی
739	بہزاد کھٹوئی	678	محمد امجد علی تھانوی (2)
740	صوفی محمد شریف غیرت قادری	681	مفتی محمد باب
740	عبدالغنی		محمد امجد علی تھانوی
741	احمد علی		
742	میاں علی محمد خان چشتی نظامی فخری	681	محمد امجد علی تھانوی (995ء)
743	خواجہ محمد شفیع دہلوی	684	محمد امجد علی تھانوی
		687	محمد امجد علی تھانوی

809	غیر مسلم شعراء کی میلادیہ منظومات	744	حقیقہ جالندہری
	دنیا کے اسلام میں جشن ہائے	749	حافظ محمد رحیم دہلوی
818	عید میلاد النبیؐ کا انعقاد	751	مولانا محمد شفیع اوکاڑوی
818	کمہ سکرہ میں میلاد النبیؐ	751	نثار احمد محشر رسول مگھری
819	مدنہ منورہ میں عید میلاد النبیؐ	754	علامہ سید احمد سعید کاشمی
820	بغداد میں میلاد النبیؐ	756	علامہ حامد الودائی
820	جنوبی افریقہ میں عید میلاد النبیؐ	759	اشفاق حسین قریشی
821	شہر اریل میں عید میلاد النبیؐ	761	مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں
821	مصر میں عید میلاد النبیؐ	766	مولانا کوثر نیازی
823	بکین اور شام میں عید میلاد النبیؐ	767	سید محمود احمد رضوی
823	تھمان میں عید میلاد	772	عصر حاضر کے میلاد ناموں کا جائزہ
824	لیبیا میں عید میلاد النبیؐ	775	میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ
825	دکن میں محافل میلاد	781	آٹھواں باب
826	دور محبوبی اور دور حقانی میں عید میلاد	783	مترقات
827	عہد شاہ جہاں میں عید میلاد النبیؐ	783	خواتین کے میلاد ناموں کا جائزہ
827	دہلی، آگرہ، لکھنؤ وغیرہ میں عید میلاد النبیؐ	784	میونہ گور کھوری
828	برصغیر میں جشن اور محافل میلاد	784	حجستہ اختر پالو سرور دیہ
830	لندن میں جشن عید میلاد النبیؐ	784	نور بیگم بدایونی
830	پاکستان میں عید میلاد النبیؐ	785	بیگم شمس
833	حواشی	785	زابدہ خاتون
835	حواشی: پہلا باب	786	میونہ سلطان بیگم
854	حواشی: دوسرا باب	786	کبیر النساء بیگم شفیق
876	حواشی: تیسرا باب	786	انیس قاطرہ خوش گزرمی
886	حواشی: چوتھا باب	788	مشقی عباد الرحمن
897	حواشی: پانچواں باب	790	ام نذیر
904	حواشی: چھٹا باب	790	سیدہ قاطرہ الزہرا بکراچی
909	حواشی: ساتواں باب	793	نامعلوم مصنفین کے میلاد نامے
915	حواشی: آٹھواں باب		اور منظومات

انتساب

میں یہ تحفہ ناچیز تاجدار انبیاء و مرسلین، خاتم المرسلین،
فخر دو جہاں، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے مقدس و طہر نام نامی کے ساتھ معنون کرتا ہوں جن کے میلاد
مبارک پر یہ مشتمل ہے۔

اور

اس کاوش کے توسل سے اپنے والدین مرحومین کی بخشش
اور بلیندی درجات کے لئے معدن الجود و الکرم کے
حضور صدق دل سے التجا کرتا ہوں۔

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ (الضحیٰ: ۳۰)

خاکپائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مظفر عالم حب اویہ صدیقی

حرف آغاز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ بِمَا لَمْ تُخَبِّرْ بَيْنَ يَدَيْهِ

۱

تجدار اتقاء و مرسلین، حبیب رب العالمین، خاتم المرسلین، رحمتہ للعالمین، ہادی راہ ہدئی، قبلہ اہل
صحت و صفا، کعبہ اعضاء و اتقاء، علم کل مختار کل، تلویح کل، نور کل، رازدار اسرار کبریا، مہر و القس
صلی و الیل اذا تجلی، شاہد و مشہود کائنات، شان کائنات، جان کائنات، داعی الی اللہ باقہ و سر اجا منیر،
حق است کفر مغفلہ، مخزن جو و عطا، سیدنا و مرشدنا و ہادینا، رسولنا و کولمنا و رحمتنا و شفیعنا احمد مجتبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم کی ذات مقدس و مطہر کے اوصاف و
صفات بیان کرنے کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اس ذات اقدس کے سرالاسرار اور قدرت کے
شعور و پوشیدہ راز حقیقت کو کون جان سکتا ہے جس پر غیرت الہیہ کے ستر بزار پر دے پڑے ہوئے ہوں۔
تو یہ حدیث میں آپ کی صورت و سیرت اور خصائل و شمائل کے ذکر و بیان کا حصر بھی ہم اپنے فکر و
شعور، قوت فہم و ادراک کے مطابق ہی کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کبھی ظ و یمن اور کبھی نون
القرآن کے خطاب فرمایا ہے۔ ان کے مفہوم و مطالب خدائے بزرگ و برتر یا آپ خود جانتے ہیں باقی جمیع
ذات باطناس ہے۔

۲

اس کائنات ارضی پر ظاہر اور غائب ہونے کے باوجود آپ کی صورت و سیرت کے بے شمار پہلو اہل
صحت و بصیرت کی نگاہوں سے مشہور ہیں۔ اس کے باوجود آپ کی سیرت مقدسہ کے ہر اس پہلو کو نمایاں
کرنے کے لئے جو انسانی شعور کی حدود و قیود میں آ سکتا تھا۔ آپ کی سیرت مقدسہ کے بارے میں
مذہب سے تفریق سے آج تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے انسان پر اتنا کچھ نہیں
لکھا جاتا۔ یہ بھی آپ کی سیرت مبارکہ کا اعجاز ہے۔ سیرت مبارکہ پر دنیا کی ہر زبان میں اتنا بڑا ذخیرہ موجود
ہے کہ ایسا کہانی اس کو پوری زندگی میں بھی پڑھ کر ختم نہیں کر سکتا۔ میں اس مقالہ کو وصف نبی کے بحر

خار میں شامل کر رہا ہوں تاکہ صاف قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریہ ہو جائے۔

۳

اردو میلاد ناموں میں آپؐ کی ولادت مقدسہ، برکات نور محمدیؐ، ولادت باسعادت سے پہلے اور بعد کے شاید، نسب مبارک، علیہ مبارک اور ولادت و اتصال کے احتمالی و تفصیلی احوال کا بیان ہے۔ آپؐ کے خصائل و شمائل، معجزات و کمالات، تعلیمات و ارشادات، عادات و معمولات، استدعا و شفاعت، طلبی اور درود و سلام کو موضوع بنایا گیا ہے۔ میلاد ناموں میں ان موضوعات کی بوقلمونی اور رنگارنگی بہ آسانی دیکھی جاسکتی ہے۔

۴

ہزار بار بشویم دہن زلفک و گلاب
ہنو نام تو کشتن کمال ہے اومیت

میری پرورش خاندان کے مذہبی ماحول کے زیر اثر ہوئی جس میں دن رات نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ اور بزرگان دین کی کرامات کا تذکرہ رہتا۔ والد محترم محمد شریف ارشد صدیقی علیہ الرحمۃ (م ۱۹۷۸ء) کی صورت و سیرت میں فقیری و درویشی اور تصوف کو آنکھوں کے سامنے چلتے پھرتے دیکھا۔ اپنے اس مخصوص خاندانی پس منظر کے تحت اور اپنی بے بضاعتی اور کم استطاعتی کے یقین کامل کے باوجود اس کام کو توشہ آخرت سمجھ کر پوری جانفشانی اور خلوص و عقیدت سے مکمل کرنے کا ارادہ کیا۔

۵

۳۱ اردو میں میلاد النبیؐ ”آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں میلاد کے تمہیدی مباحث بیان کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلے میلاد کے مادہ ولد (ولاد) کے قرآن مجید اور احادیث نبویؐ میں استعمال اور عربی، فارسی اور اردو لغات میں اس کے مختلف معانی کی وضاحت کی گئی ہے۔ اصطلاحی طور پر اردو زبان و ادب میں نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے تذکرے اور تذکیر کا نام میلاد ہے اور یہی اس کا موضوع ہے۔ میلاد نامے اور لحاظ موضوع دوسری تصانیف نور نامے، معراج نامے، وفات نامے اور شمائل نامے وغیرہ نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ کے بعض مخصوص پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

حضورؐ کی ولادت مبارکہ کے بعد اولین میلاد کی نشاندہی سیرت ابن اسحاق کی روشنی میں کی گئی ہے۔ آپؐ کی ولادت مقدسہ کے بعد سید عبدالمطلب آپؐ کو کعبہ کے اندر لے گئے۔ اس وقت انہوں نے آپؐ کی ولادت باسعادت پر اللہ کی عطا کا شکریہ ادا کیا اور آپؐ کی تعریف میں اشعار پڑھے۔ ولادت کے موضوع کی نسبت سے تخلیق آدم پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد نور محمدیؐ کی روایات کا جائزہ، قبہ مولد النبیؐ، نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کا سال، ”مینہ“ تاریخ، دن اور وقت کو موضوع بنایا گیا ہے۔

شوق کی خدمات کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔
 میلاد ناموں اور مجالس میلاد کے باقاعدہ آغاز کے تعین کے سلسلہ میں ابو عبد اللہ محمد بن الواقدی (م ۷۵۰ھ) کی کتاب مولد النبیؐ اس موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ ذکر میلاد النبیؐ زمانہ صحابہ اور خیر القرون سے چلا آ رہا ہے البتہ ملک مظفر شاہ اربل (۵۳۹ھ - ۶۳۲ھ) کے زمانہ سے محافل میلاد کی عام ترویج ہوئی۔ مزید برآں عربی موالید کا سرسری جائزہ لیا گیا ہے۔ اسی طرح فارسی میں میلاد کی روایت کے ضمن میں معروف شعراء حکیم کسائی مروزی، حکیم سنائی، شیخ شهاب الدین سروردی، خاقانی، نظامی، گنجوی، خواجہ فرید الدین عطار، سہوانا جلال الدین رومی، سعدی شیرازی، اوسدی مراغی اور قاضی وغیرہ کے میلاد پر اشعار اور فارسی میں میلاد پر کتب کے مخطوطات کا جائزہ لیا گیا ہے اور اختصار سے برصغیر میں فارسی میلاد کی روایت کا ذکر کیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں ہنوی ہند میں میلاد ناموں کے آغاز و ارتقاء کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس باب کے آغاز میں دکنی دور کے پس منظر میں یہاں کے سیاسی، تمدنی اور لسانی امور کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اردو زبان و ادب میں سب سے پہلے اردوئے قدیم کے میلاد ناموں کا سراغ لگایا گیا ہے اور ہنوی ہند کے پہلے دور کے میلاد نگاروں شاہ علی محمد جیوگام وحشی سے یہاں دکنی تک کے میلاد ناموں کا تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ ہنوی ہند کے ان شعراء کی میلاد پر منظومات اور نثری نمونوں کی مثالیں دی گئی ہیں۔ اردو روایت کے ماخذ و مراجع دکنی دور کی ایک منظومات ہیں، جن کا مقصد حصہ مثنوی کی ہیئت میں ہے۔ آخر میں ہنوی ہند کی میلاد نگاری کا مجموعی جائزہ اس دور کے میلاد ناموں کے تبلیغی، اصلاحی اور مقصدی اثرات کے تحت لیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں شمالی ہند کے اثرات و ثمرات سے بحث کی گئی ہے۔
 چوتھے باب میں شمالی ہند سے متعلق میلاد ناموں کی روایت اور ارتقاء کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس میں اس عہد کے معروف میلاد نگاروں نواب علی محمد خاں قادری، میر قدرت اللہ خاں قاسم، حکیم فیاض الحق صدیقی، مولوی احمد یار خاں رامپوری، کرامت علی شہیدی، شاہ رؤف احمد راقی، سر سید احمد خاں، امام بخش تاج، غلام امام شہید، میر مظفر حسین عمیر، لطف بیگوی، شاہ احمد سعید مجددی، حسن بخش کاکوروی، امیر جتائی اور حسن کاکوروی وغیرہ کے میلاد ناموں اور میلاد پر کلام کا بطور خاص تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس دور میں میلاد کے مخصوص موضوعات ولادت، باسعادت، سراپا مبارک، رضاعت، بچپن، جوانی، معراج، وفات مبارک اور تعلیمات و ارشادات کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اس دور کی میلاد نگاری کے ابتدائی نمونے صوفیائے کرام کے تصنیف کردہ ہیں۔ ان خاقانی اردو کے نمونوں کو بطور تکرار شامل کیا گیا ہے۔ ان میں تصوف اور عقیدت کا رنگ بڑا گہرا ہے۔ صوفیاء کی میلاد پر منظومات میں ہندی طرز کے گیت اور دوہے ہندی تصرف اور مخلوط معاشرت کے زیر اثر آ گئے ہیں۔ اس دور کے میلاد ناموں میں مجموعی طور پر موضوعاتی اور اسلوبی لحاظ سے تنوع موجود ہے۔ اس دور کے میلاد نگاروں نے جملہ اصناف شاعری اور جہتوں کو استعمال کیا ہے۔ نیز شاعری کے مخصوص داخلی اسالیب سلام، سرے اور لوریاں بھی میلاد ناموں میں داخل اور کثرت سے ملتی ہیں۔

اس دور کے میلاد نگاروں نے تہذیبی و عصری اثرات کو قبول کر کے میلاد ناموں میں ضمنی طور پر منہاج اعلیٰ بیت کو بھی شامل کر لیا۔ میلاد نگاروں کے خصوصی اہتمام اور موضوع کے تقدس کی وجہ سے اسلامی شاعری کے عناصر نسائیت اور ابتذال وغیرہ سے میلاد یہ منظومات کا دامن پاک ہے۔ ان منظومات میں بحور کا تنوع، قافیوں اور ردیفوں کی رنگینی سے مذہبی شاعری کے دامن میں وسعت پیدا ہوئی۔ ان بحوروں کی بجائے فارسی یا عربی بحرین رائج ہوئیں۔ فارسی اسلوب میں جدت طرازی کی بدولت زبان و سب میں شکوہ الفاظ، تنوع اور بلند پروازی و مضمون آفرینی پیدا ہوئی۔ اس لحاظ سے اس دور کے نمایاں موضوعات، میلانات اور زبان و ادب پر اثرات کا ذکر کیا گیا ہے۔

پانچویں باب میں میلاد ناموں کے دور جدید پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ دور جدید انگریزوں کے تسلط اور ہندوستانی ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کے زمانے پر محیط ہے۔ اس دور کے میلاد ناموں کی اشاعتوں کی کثرت کو مد نظر رکھ کر اسے دو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پانچواں باب حصہ اول ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۰ء تک کے زمانے پر مشتمل ہے۔ اور چھٹا باب حصہ دوم ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۷ء تک کے میلاد نگاروں کے احوال و تبصروں کے بارے میں ہے۔

متذکرہ بالا پانچویں باب میں میلاد ناموں کا ہندوستان کی سیاست، تہذیب، مذہب، سماجی رویوں اور ادبی و فکری پہلوؤں کو مد نظر رکھ کر جائزہ لیا گیا ہے۔ اس دور کی سماجی و سیاسی انقلابی تبدیلیوں کی وجہ سے فکر و فکر کے رنگ و اسلوب میں نمایاں فرق پڑا۔ اس دور کے میلاد ناموں میں مروج موضوعات میلاد کے بیان سے علاوہ ان میں قریاء، استمداد اور شفاعت طلبی کے مضامین کا بطور خاص اضافہ ہوا۔

اس دور میں عیسائیوں، مسلمانوں اور ہندوؤں کو اشاعت و تبلیغ کے بے شمار مواقع میسر آئے۔ ان تین مذاہب کے پیروکاروں نے مذہبی و سیاسی اور تہذیبی بقاء کو مد نظر رکھ کر مختلف مذاہبات اور چارہائے اقدام کئے۔ عیسائیت کے پرچار کے اثرات زائل کرنے کے لئے سرسید احمد خاں اور ان کے رفقاء نے اہل تحریک و تقریر سے اسلام کی مدلل مدافعت کی۔ سرسید اور ان کے رفقاء کی تحریک کی بدولت میلاد ناموں میں استدلال اور عقلیت پسندی کا رجحان غالب آنے لگا۔ اس عقلیت پسندی کی وجہ سے آپ کے اخلاق و سیرت اور شخصی خوبیوں کو بحیثیت انسان کامل اور خیر البشر کے بیان کو فروغ حاصل ہوا۔ اثرات میلاد کے سلسلہ میں علمائے اہلسنت نے کئی کتابیں تالیف کیں۔ فقہ قادریانیت کے رد کے سلسلہ میں میلاد ناموں میں آپ کا ذکر خیر بطور خاتم النبیین اور خاتم المرسلین ہونے لگا۔ مزید برآں مخصوص سیاسی و سماجی تہذیبی اور دینی حالات کے پیش نظر ہندوستان کی فضا سے بیزاری، روضہ رسول پر حاضری کی شدت سے تڑپ، مدینہ منورہ میں آنے کی آرزو اور جنت البقیع میں دفن ہونے کی شدید آرزو کا اظہار ملتا ہے۔

اس دور کے میلاد نگاروں میں مولانا کرامت علی جوہوری، نواب احمد یار خاں، سلامت اللہ شہنشاہی، حالی، محمد صاحب علی خاں، مولوی محمد علی خاں سعید، مولوی عبدالمسیح بیدل رامپوری، محسن الملک، قاضی محمد علی مہدی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مولوی ابراہیم علی خاں قلیل، بادل کانپوری، عطار اکبر آبادی، محمد رفیع، ولعل سارنپوری اور مولوی مہدی علی پروان وغیرہ کے میلاد ناموں کی ترتیب و تدوین سے ان

کے والہانہ ذوق و شوق کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس دور کے قریباً ہر میلاد نگار نے اثبات میلاد کے سلسلہ میں فضائل محفل میلاد اور فضائل درود و سلام کو موضوع بنایا ہے۔

چھٹے باب میں ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۳ء تک کے میلاد نامے شامل ہیں۔ اس دور کے میلاد ناموں میں برصغیر کے مخصوص سیاسی اور سماجی حالات کے زیر اثر مسلمانوں کی زبوں حالی، آشوب زمانہ کے مختلف انداز اور مخصوص سماجی و تمدنی رویوں کی جھلک ملتی ہے۔ اس دور کے میلاد ناموں میں مناجاتی انداز کی کثرت، استقامت و استہداد کے مضامین میں اضافہ اور ہندوستان سے ہجرتی دراصل مسلمانوں کے عصری کرب کا واضح ثبوت ہے۔ اسی دور میں برصغیر کے مسلمانوں میں شوکت اسلام کے اظہار کے سلسلہ میں جشن عید میلاد النبیؐ پورے مذہبی جوش و خروش اور عقیدت و احترام سے منانے کے سلسلہ میں مولوی ممتاز علی، سید جماعت علی شاہ، علامہ اقبال اور دیگر اکابرین ملت نے ملک گیر تحریک چلائی۔

اس دور کے میلاد نامے جدید افکار و نظریات کی روشنی میں مرتب ہوئے ان میلاد ناموں کے ذریعے سے مسلمانوں کے اصلاح احوال اور قومی تشخص کے فروغ کے لئے جو کوششیں ہوئیں، انہیں مثالوں سے واضح کیا گیا ہے۔ اس دور میں نبی کریمؐ کے بنی نوع انسان پر احسانات اور آپؐ کے بشری پسلوں کا خاص طور پر ذکر ملتا ہے۔ اس دور کے میلاد نگاروں میں مولانا حسن رضا خاں، خواجہ محمد حافظ علی، محمد یقین کاکھڑی، مولوی محمد انوار اللہ، سید محب الحق، محمد رکن الدین الوری، عبدالحلیم شرر، گوہر رامپوری، سراج الدین اکبر آبادی، مولوی محمد کریم بخش، سخن ہماری، راشد الثیری، شیخ محمد ابراہیم نقشبندی، قاضی قلندر علی، عبد الرزاق ندوی، مولانا اشرف علی تھانوی، خواجہ محبوب عالم اور علامہ نور بخش توکلی وغیرہ نے اپنے میلاد ناموں سے سیرت کے موضوعات کی ترویج و اشاعت کے علاوہ سماجی اور تمدنی اصلاح کا شعور عطا کیا۔ ان میلاد نگاروں نے نبی کریمؐ کے اسوۂ حسنہ میں تمام تحریکوں، مسائل اور نظریات کا شافی حل پیش کیا اور مذہبی و تمدنی انفرادیت کا احساس بیدار کرنے میں اپنے میلاد ناموں سے بہت موثر کام لیا۔

ساتویں باب میں عصر حاضر یعنی قیام پاکستان کے بعد سے ۱۹۹۷ء تک کے میلاد ناموں کا جائزہ شامل ہے۔ قیام پاکستان کے وقت مساجد، اپنا بیشتر علمی و ادبی اور مذہبی سرمایہ ہندوستان چھوڑ آئے تھے۔ مجلس ضروریات کے تحت مولود، شہید اور مولود اکبر وغیرہ کئی بار چھپے اور کئی نئے میلاد نامے لکھے گئے۔ اس دور کے میلاد نامے نے تقاضوں اور احوال و مسائل کو مد نظر رکھ کر مرتب کئے گئے۔ اس بدلے ہوئے ماحول و معاشرت کے باوجود میلاد ناموں میں حضورؐ کی عظمت، ختم نبوت اور مناقب صحابہ کبارؓ کے موضوعات، قومی و ملی اشارے اور تاریخی واقعات بھی نظر آتے ہیں۔ اس دور کے میلاد نامے زیادہ مستند اور معتبر حوالوں سے مزین کئے گئے ہیں۔ ان میلاد نگارشات پر عصری تحریکوں کے اثرات کی وجہ سے استدلال اور معقولیت کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ اس دور کے میلاد نگاروں میں عزیز الدین احمد قادری، مولانا حبیب الرحمن، سیلاب اکبر آبادی، اکبر وارثی میرٹھی، شاہ عبدالحلیم صدیقی، ابوالحسنات قادری، مفتی انتظام اللہ شہابی، فیض محمد قادری، درو کاکوروی، سید ایوب احمد صبر شاہ جہانپوری، میاں علی محمد خاں پیشی، خواجہ محمد شفیع دہلوی، حفیظ جالندھری، حافظ محمد رحیم دہلوی اور حامد الوارثی وغیرہ کے میلاد ناموں میں آپؐ کی تعلیمات، نوع

اسات پر آپ کے احسانات اور ختم نبوت کے تذکار اور سیرت مقدسہ کے نقوش ایسے انداز میں اجاگر کئے گئے کہ جس سے عصر حاضر کے انسان کو افسردگی و مایوسی سے بچا کر روشن زندگی کی راہ پر گامزن کر دیا۔ اس دور کے میلاد ناموں میں سنجیدگی و متانت کے ساتھ ساتھ عقلی و تاشی کی نہیں ہے۔ اس دور میں میلاد و سماع کی محفلوں سے لے کر سیاسی مجلسوں تک میں آپ کے اسوۂ حسنہ کا ذکر خیر ہونے لگا ہے۔ قسم کے میلاد ناموں کی بدولت دین میں فکر اور تدبیر کی روایت فروغ پذیر ہوئی ہے۔ انھیں باب میں متفرقات کے عنوان کے تحت خواتین کے میلاد ناموں، مظلوم مصنفین کے میلاد ناموں اور غیر مسلم شعراء کی میلاد یہ منکومات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز دنیائے اسلام میں جشن ہائے عید میلاد النبی کے انعقاد کو موضوع بنایا گیا ہے۔

مقالہ میں میلاد ناموں کی قدیم امام کا انداز اکثر و بیشتر برقرار رکھا گیا ہے تاکہ تدریجی ارتقاء کا اندازہ ہو سکے۔ میلاد ناموں کی شاعری میں اہتمام عقیدت کی فراوانی سے البتہ شاعری کی سطح عمومی طور پر ٹھیک نہیں ہے۔ کتب کی غلطی یا میلاد نگاروں کی عدم موزونیت طبع کے باعث کئی مصرعوں میں کئی نظر آتی ہے تاہم شعرا جس طرح متن میں تھے ان کی اصلاح یا رد و بدل کرنے کی بجائے انہیں جو ہو نقل کیا گیا ہے۔ عید نگاروں کی عبارات یا نمونہ کلام اس قدر ضرور پیش کیا گیا ہے کہ جن سے ان کی قدر و قیمت کا بخوبی اندازہ ہو سکے۔

۶

برصغیر پاک و ہند میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر یہ پہلی تحقیقی کاوش ہے۔ اس میں زیادہ میلاد ناموں پر کام کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسانی طاقت کی کیا حیثیت ہے کہ اس قدر حق ادا کر سکے۔ اہل علم و دانش، صاحبان بصیرت، بزرگان دین، اساتذہ کرام اور صاحبان ذوق کو اپنی فروگزاشت نظر آئے تو اس سے مطلع فرمائیں۔ اس سلسلہ میں ہر اصلاح و تجویز کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا جائے گا۔

۷

اس مقالہ کی تحقیق کے سلسلہ میں ڈاکٹر شفیق احمد، شجہ اردو و اقبالیات، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور سے ہر مرحلے پر میری رہنمائی کی۔ ان کی پر خلوص معاونت کے بغیر اس وسیع کام کو سینہ بڑا مشکل تھا۔ ان علاوہ دیگر بزرگوں میں قاتل احرام اور محسن جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (حیدر آباد)، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر جمیل چلیسی، جناب مشفق خواجہ، ڈاکٹر وحید قریشی، حکیم محمد موسیٰ امرتسری، ڈاکٹر احمد حسین احمد، سنی تھواری اور حکیم شریف احسن کا شکریہ مجھ پر واجب ہے۔ ان کرمراؤں نے بھی کئی کنھن مرحلوں میں رہنمائی فرمائی ہے۔

میلاد خاتم المرسلین کی نسبت سے، خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت نے کرہ ارض پر اپنی

اسات پر آپ کے احسانات اور ختم نبوت کے تذکار اور سیرت مقدسہ کے نقوش ایسے انداز میں اجاگر کئے گئے کہ جس سے عصر حاضر کے انسان کو افسردگی و مایوسی سے بچا کر روشن زندگی کی راہ پر گامزن کر دیا۔ اس دور کے میلاد ناموں میں سنجیدگی و متانت کے ساتھ ساتھ خشکی و تاخیر کی کمی نہیں ہے۔ اس دور میں میلاد و سماج کی محفلوں سے لے کر سیاسی مجلسوں تک میں آپ کے اسوۂ حسنہ کا ذکر خیر ہونے لگا ہے۔ قسم کے میلاد ناموں کی بدولت دین میں فکر اور تدبیر کی روایت فروغ پذیر ہوئی ہے۔ انھیں باب میں متفرقات کے عنوان کے تحت خواتین کے میلاد ناموں، نامعلوم مصنفین کے میلاد ناموں اور غیر مسلم شعراء کی میلاد یہ منظومات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز دنیا نے سلام میں جشن ہائے عید میلاد مسیح کے انعقاد کو موضوع بنایا گیا ہے۔

مقالہ میں میلاد ناموں کی قدیم اہماء کا انداز اکثر و بیشتر برقرار رکھا گیا ہے تاکہ تدریجی ارتقاء کا اندازہ ہو سکے۔ میلاد ناموں کی شاعری میں اظہار عقیدت کی فراوانی سے البتہ شاعری کی سطح عمومی طور پر ٹھیک نہیں ہے۔ کاتب کی غلطی یا میلاد نگاروں کی عدم موزونیت طبع کے باعث کئی مصرعوں میں کمی نظر آتی ہے تاہم شعراء جس طرح متن میں تھے، ان کی اصلاح یا رد و بدل کرنے کی بجائے انہیں ہو بہو نقل کیا گیا ہے۔ میلاد نگاروں کی عبارات یا نمونہ کلام اس قدر ضرور پیش کیا گیا ہے کہ جن سے ان کی قدر و قیمت کا بخوبی اندازہ ہو سکے۔

۶

برصغیر پاک و ہند میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر یہ پہلی تحقیقی کاوش ہے۔ اس میں اردو سے زیادہ میلاد ناموں پر کلام کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن پھر بھی انسانی طاقت کی کیا حیثیت ہے کہ اللہ حق ادا کر سکے۔ اہل علم و دانش، صاحبان بصیرت، بزرگان دین، اساتذہ کرام اور صاحبان ذوق کو اپنی فروگزاشت نظر آئے تو اس سے مطلع فرمائیں۔ اس سلسلہ میں ہر اصلاح و تجویز کا گرم جوشی سے خیر ختم کیا جائے گا۔

۷

اس مقالہ کی تحقیق کے سلسلہ میں ڈاکٹر شفیق احمد، شعبہ اردو و اقبالیات، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔ جو مرحلے پر میری رہنمائی کی۔ ان کی پر خلوص معاونت کے بغیر اس وسیع کلام کو سمیٹنا بڑا مشکل تھا۔ ان کے علاوہ دیگر بزرگوں میں قاتل احرام اور محسن جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (حیدر آباد)، ڈاکٹر قرمان فتح پور، ڈاکٹر جمیل جالبی، جناب مشفق خواجہ، ڈاکٹر وحید قریشی، حکیم محمد موسیٰ امرتسری، ڈاکٹر احمد حسین احمد علی تھاروی اور حکیم شریف احسن کا شکریہ مجھ پر واجب ہے۔ ان کرمفرماؤں نے بھی کئی کٹھن مرحلوں میں رہنمائی فرمائی ہے۔

سید فاطمہ المرسلین کی نسبت سے، قائم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت نے کربہ ارض پر اپنی

لافانی نورانی کرنوں سے اسلام کا ابدی و دائمی پیغام پہنچایا ہے۔ یہ مرقع ملک کی معروف آرٹسٹ، ماہر علوم
فتوان لطیفہ، پروفیسر کوثر جہاں، شعبہ فائن آرٹس، فیڈرل گورنمنٹ کالج برائے خواتین، راولپنڈی صدر کی
خصوصی کاوش کا مظہر ہے۔ میں ان کا اس سلسلہ میں دل کی گہرائیوں سے سپاس گزار ہوں۔
میری امیدہ رخصانہ اسلم نے میرے اس کلام کے مختلف صبر آزما مسائل و مراحل میں میرے ساتھ
بھرپور تعاون کیا۔ اس کی حوصلہ افزائی بھی اس کلام میں یقیناً مدد و معاون ثابت ہوئی ہے۔
قلوب احمد خان اور رانا عبدالرحمن نے بڑی محنت شائد اور خلوص و عقیدت سے اس مینو اور ضخیم
دستاویز کی اشاعت کا شاندار اہتمام کیا ہے۔ وہ اس کار خیر کی ترویج پر باعث صد مبارکباد ہیں۔
ان سب کرمبرہوں کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعا نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں فلاح دارین سے
نوازے۔ (آمین)

وہنا نقبل منا انک انت السميع العليم وصلى الله تعالى على سيدنا وحبينا محمد وعلى اله واصحابه
اجمعين۔

غلام غلامان آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمد منظور عالم جاوید صدیقی

۱۸ دسمبر ۱۹۹۷ء

۶-۱۳ بی، سیتلر کالونی

فیصل آباد

پہلا باب

میلاد کے تمہیدی مباحث / موضوع و فن



تمہیدی مباحث

میلاؤ کے مفہیم

(الف) نقوی — قرآن مجید، احادیث نبوی، عربی، فارسی اور اردو لغات میں۔
 (ب) اصطلاحی مفہوم، میلاؤ نامے اور ملحوظ موضوع دوسری منظومات، حضور نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے سلسلہ میں لفظ میلاؤ و مولد کا اولین استعمال، میلاؤ اول، تخلیق آدمؑ، نور محمدی کی روایات کا جائزہ، قبہ مولد النبیؐ، نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت، سلسلہ نسب پاک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نبی کریمؐ کی حیات طیبہ کے چند نمایاں پہلو، بچپن کے مختصر احوال، بعثت و نبوت، ہجرت مدینہ، بدر سے فتح مکہ تک کے حالات کا سرسری جائزہ، حجت الوداع، وفات مبارکہ، معراج شریف، معجزات نبویؐ، اخلاق و عادات، تعلیمات و ارشادات۔

میلاؤ

میلاؤ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مادہ ولد (ول و) ہے۔ میلاؤ عام طور پر وقت ولادت کے معنوں میں مستعمل ہے۔ میلاؤ اسم ظرف زمان ہے۔

قرآن مجید میں مادہ ولد (ول و) کا استعمال

قرآن مجید میں مادہ ولد کل ۹۳ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور کل مولود تین مرتبہ آیا ہے۔ (۱) وَ عَلٰی الْمَوْلُودِ لَهُ يَرْزُقُهُنَّ وَيُكْفِيْنَهُنَّ بِالْمَحْرُوفِ اور دورہ پالنے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمہ ہو گا۔ "۲۳۳-۲۳۴"۔ لغات القرآن میں ہے کہ مولود اسم مفعول مغزو مذکر کے طور پر بھی آیا ہے۔ لَا تَضَارُّوْا وَالِدَهُ وَلَا مَوْلُودَهُ بِوَلَدِهِ نہ تو ماں کو اس کے بچے کے سبب نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے "۲۳۳-۲۳۴"۔ لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جُلُوٌّ نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے "۲۳۳-۲۳۴" (۲) قرآن مجید میں اس مادہ ولد کا استعمال متنوع مقامیں اور مختلف معانی میں نظر آتا ہے۔ اس کی وضاحت میں المام راغب اسمعانی یوں رقم طراز ہیں۔ "فَلَنْ تَكُنْ لَهُ وَلَدٌ" اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو "اِنَّهُ يَكُوْنُ لَهُ وَلَدٌ" اس کے اولاد کہاں سے ہو "۲۴۰-۲۴۱" ولد کا لفظ جنسی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ قرآن میں ہے۔ اَوْ تَخْلُجْهُ وَلَدًا یا ہم اسے بیٹا بنا لیں "۲۴۱-۲۴۲" وَ وَلَدٌ وَمَا وَلَدٌ اور باپ "یعنی آدم" اور اس کی اولاد کی قسم

یہاں والد گرامی اور اس کے بعد اس مولود کی قسم کھائی جس کی ولادت کی خاطر ساری کائنات تحقیق کی گئی۔
 "۳-۴" وَالسَّلَامُ عَلٰی يَوْمٍ وَّلَيْتُ اور جس دن میں پیدا ہوا مجھ پر سلام "اور رحمت" ہے۔ "۱۹-۳۳"
 وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ اور جس دن وہ پیدا ہوئے ان پر سلام و رحمت ہے "۱۵-۱۹" باپ کو والد اور ماں کو
 والدہ کہتے ہیں اور دونوں کو والدین کہا جاتا ہے چنانچہ قرآن میں ہے رَبِّ اَعْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ اے میرے
 پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو معاف کرنا "۴۱-۲۸" يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِجَابًا اُس دن سے (کیونکر بچے
 گئے) جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا "۵۳-۵۴" ولد کی جمع اولاد آتی ہے چنانچہ قرآن میں ہے اِنَّمَا اُمُوكُمْ وَ
 اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ تَهْمَارَا مال اور اولاد بڑی آزمائش ہے "۸-۲۸" اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَنَّا لَكُمْ
 تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں "۳۳-۱۳" مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالًا وَ وَلَدًا جِنُّ کو
 ان کے مال اور اولاد نے سوائے نقصان کے کچھ فائدہ نہیں دیا "۴۱-۳۱" (۳) "مزدہ برآں قرآن مجید میں
 فصل ماضی معروف اور فعل ماضی مجہول کے لحاظ سے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (اور اس نے نہیں جتنا اور اسے نہیں
 جنا گیا) بھی استعمال ہوا ہے۔

احادیث نبویؐ میں لفظ میلاد و مولد کا استعمال

احادیث نبویؐ میں ملکہ ولد (دل و) بے شمار مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اس کی وضاحت الْمُعْجَمُ
 الْمُشْتَبِهَاتُ لَا لَفْظًا الْحَدِيثِ النَّبَوِيِّ میں موجود ہے۔ (۳) لفظ میلاد کا سراغ لگانے میں ہمارا اولین مرجع
 احادیث ہی قرار پاتا ہے۔ یہ لفظ دو بار واضح طور پر ترمذی شریف میں ملتا ہے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی نے
 ابواب المناقب میں ایک باب بعنوان "مَا جَلَّهُ فِي مِيلَادِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" بنایا ہے اور اس باب
 میں "وَأَنَا أَقْلَمُ بَنَدًا فِي الْمِيلَادِ" کا ذکر ملتا ہے۔ (۵) اس لحاظ سے حدیث پاک میں لفظ میلاد کے اولین
 استعمال کی طرف نشاندہی ہو جاتی ہے۔ مصنف المعجم لا لفظ الحديث النبوي کے مطابق احادیث
 میں لفظ مولد کا استعمال بھی سات بار ہوا ہے۔ مَوْلَاهُ بِمَكَّتِهِ آپؐ کی جائے پیدائش مکہ میں ہے (واری
 مقدمہ ۲) يَلَيْتَ مَاتَ فِي غَيْرِ مَوْلَاهُ کاش کہ وہ ایسی جگہ پر ہوتا جہاں وہ پیدا نہیں ہوا تھا (نسائی جتناز
 ۸-۳۰) اِنَّ الرَّجُلَ اِنَّمَا مَاتَ تَوَلَّى فِي غَيْرِ مَوْلَاهُ وہ آدمی جب مرا تو ایسی جگہ پہ فوت ہوا جو اس کی جائے
 پیدائش نہیں تھی (مسند احمد بن حنبل ۲-۷۷) اَنْ يَغْفِرَ لَهُ بِأَجْرًا وَمَاتَ فِي مَوْلَاهُ اللہ اسے بخشے اور اس
 سے بھرت کی اور وہ فوت ہوا جہاں وہ پیدا ہوا تھا (نسائی جہاد ۱۸) قَبَسَ لَهُ مِنْ مَوْلَاهُ اِلَى سَفْعِ اَثَرِهِ فِي
 النَّجْتِ جب اپنے وطن کے سوا کہیں اور مرنے کو تو اس کو جنت میں زمین دی جاتی ہے پیدائش کی جگہ
 سے لے کر اس کے آخری پاؤں کے نشان تک یعنی مرنے کی جگہ تک (ابن ماجہ جتناز ۱۱-۳۵) فَتَحَى وَلَدَانِ
 وَلَدًا مَوْلَانَا وَلَحِنًا ہم بچے ہیں ہم ایک ہی جگہ پیدا ہوئے (مسند احمد بن حنبل ۲-۷۷) وَأَعْرَفَ مَوْلَاهُ وَ
 أَمَّنْهُ الْآنَ میں اس کی جائے پیدائش کو جانتا ہوں اور اس بات کو بھی کہ اب وہ کہاں ہے؟ (مسلم فتن
 ۹۱-۶) اس کے علاوہ مسند احمد بن حنبل میں ہے۔ وَلَيْتَ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِمَ الْفَيْلُ
 میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں مکہ میں پیدا ہوئے (مسند احمد بن حنبل ۲-۷۷) (۷)

کلمہ مولود بھی حدیث میں آیا ہے۔ **الْمَوْلُودُ لِي الْجَنَّةِ** جھوٹا بچہ جہشت میں رہے۔ **كُلُّ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يَحْمِلُ عَلَى قَفْظَةٍ** ہر بچہ فطرت الہی کے موافق پیدا ہوتا ہے۔ (۸)

عربی کے لغات میں مادہ ولد (ول و) کے مفایم و مطالب

ولد مادہ کی مختلف معنوی تعبیریں تفصیلی طور پر "تاج العروس" کے مصنف نے بیان کی ہیں۔ ان مستحکات کی اصل ایک ہی رہتی ہے لیکن ان کے لفظی تغیرات کی وجہ سے معنی میں قدرے فرق پیدا ہوتا جاتا ہے۔ وہ الولد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ زواج کے قول کے مطابق واحد استعمال ہوتے ہیں۔ زبان نے اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں فرا کے شعر کا حوالہ دیا ہے۔

وَلَقَدْ رَأَيْتُ مُعَلَّماً قَدْ تَمَرَّوْا مَلَأَ وَ وَلِئَا

ولد واحد اور جمع استعمال ہوتا ہے۔ ابن سیدہ نے کہا ہے کہ یہ واحد جمع، مذکر اور مؤنث کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ بہت سارے علماء کا کہنا ہے کہ الولد کی جمع اولاد ہے۔ ولدة اور الولدہ بھی جمع کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ ولید کا معنی مولود ہے اور مولود کا معنی جنا گیا ہے۔ ولید مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ چھوٹے بچے کے لئے بولا جاتا ہے کیونکہ وہ ولادت سے قریب ہوتا ہے۔ ولید ولادت کے زمانہ بعید کے لئے بڑے بچے یا آدمی کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔ ولید جب پیدا انٹی غلام کے معنوں میں استعمال ہو تو اس کی مؤنث ولیدہ ہوتی ہے اور اس کی جمع ولائد اور ولائدان ہے۔ ولیدہ کا لفظ بوی عمر کی لونڈی کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ التمام اور التمام کے مطابق ولیدہ کا لفظ یعنی مولودہ پیدا شدہ (مؤنث) کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور ولید کا لفظ بچے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ابو جہشم نے ما ہے "ولادت سے بلوغت تک ولید، جوان خادم اور الولائد، جوان کنبزوں کے لئے بولتے ہیں۔ اہل جنت کے غلام ہمیشہ ولید رہیں گے کیونکہ ان کی عمر میں تغیر نہیں ہو گا۔ صافحانی سے روایت کے مطابق ام الولید برقی کی کنیت ہے۔ عربی کماوت ہے، **بِمَ لِي أُمُّ لَبَانِي وَلَيْكُ** یہ کماوت اس وقت بولتے ہیں جب کچھ ایک نیکی یا برائی کے کام میں اس قدر شہمک اور مشغول ہو جائیں کہ اگر کوئی بچہ اپنا ہاتھ ان کی کسی قیمتی چیز پر بھی ڈالے تو وہ اس کو ڈانٹتے تک نہیں ہیں اور دوسری کماوت میں احمی اور ابو عبیدہ کا قول ہے۔ **هَوَالِدُ لَبَانِي وَلَيْكُ** وہ بڑا اہم معاملہ ہے اس میں بچوں کو نہیں بلایا جاتا بلکہ بیویوں کو دعوت دی جاتی ہے۔

وَلَدَتِ الْمَرْأَةُ ماضی کے لئے وَلَدَ وَلَدًا اور وَلَدَتْ مَضَارِعَ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مضارع کی صورت **تَلِدُ وَلَدًا** اور وَلَدَتْ لَی وَاوَرُ زَرْعًا زیادہ فصیح ہے۔ ولادۃ کی واو کو ہمز سے بدل کر الْاَدَّة بھی بولتے ہیں۔ ولیدہ اور مولدہ بھی عدۃ و موعدا کے وزن پر آتا ہے۔

تکلم میں ہے **وَلَدَتْ اِسْتِ وَلَدًا وَلَدَتْ اِسْتِ** کی صورت میں ماں والدہ ہے، نسبت کے لحاظ سے اور والدہ ہے اصل کے لحاظ سے۔ اغلب نے عورت کے بارے میں بیان کیا ہے **"كُلُّ حَمْلٍ تَلِدُ"** (ہر حمل دالی عورت ہوتی ہے) منہ کی جمع مولید و موالدہ ہے۔ الْاَدَّة کا معنی ہے، جو ایک ہی وقت میں پیدا ہوں۔ اس کی جمع

لِدَات ہے۔ جوہری نے اس کی جمع لِدُونَ بھی نقل کی ہے۔ لِدَات سے اسم تفعیل وَلِدَات اور لِدُونَ سے وَلِدُونَ ہے۔ اَللْدَّة کا معنی وقت ولادت بھی ہے مَوْلَد اور مِلَاد کی طرح۔ بہت سارے آئمہ لغت نے مَوْلَد اور مِلَاد کا ذکر کیا ہے لیکن اَللْدَّة کا ان معنوں میں استعمال عبری و یونانی میں نہیں پایا جاتا۔
 اللِّسَانُ الْمُتَعَكَّمُ التَّهْنِيبُ الْأَسْلَسُ الْفَضَّاحُ اور الْمَصْبَاحُ میں ذکر ہے کہ مَوْلَد الرِّجُل سے مراد آدمی کی ولادت کا وقت اور ولادت کی جگہ ہے۔ اور مِلَادُ الرَّجُل سے وہ وقت مراد ہے جس میں وہ پیدا ہوا

ہو۔ اَلْمَوْلَدَةُ اس لڑکی کو کہتے ہیں جو عربی نسل سے نہ ہو لیکن عرب میں پیدا ہو۔ عَرَبِيَّةٌ مَوْلَدَةٌ اور وَجَلْ مَوْلَدٌ وہ ہوتا ہے جو خالص عربی نہ ہو۔ ابن شُمیل نے اس کی صراحت یوں کی ہے کہ مَوْلَدَةٌ وہ لڑکی ہے جو کسی ایسی سرزمین میں پیدا ہوئی ہو جس سے اس کے باپ کا تعلق ہو یا ماں کا، دونوں کا اس علاقہ سے تعلق نہ ہو اور اَلْمِلَادَةُ وہ عورت ہے جس کا باپ اور اس کے متعلقین کسی دیگر علاقے سے ہوں اور اس کی ماں کسی اور جگہ سے تعلق رکھتی ہو۔

مُجَارِيَّةٌ مَوْلَدَةٌ سے مراد وہ لڑکی ہے جو عربوں میں پیدا ہو اور عربوں کے بچوں کے ساتھ پرورش پائے اور وہ اپنے بچوں کی طرح اسے غذا دیں اور اپنے بچوں کی طرح اپنا علم و ادب سکھائیں۔ اس طرح اَلْمَوْلَدَةُ مِنَ الْعَبِيدِ سے مراد وہی غلام ہے۔ مَوْلَدَةٌ سے مراد ہر چیز کا نیا روپ ہے۔ اسی سے لفظ مَوْلَدُونَ ان شاعروں کے لئے استعمال ہوتا ہے جو عربی النسل نہ تھے لیکن انہوں نے عربی میں شاعری کی۔ اَلْمَوْلَدُ سے مراد دایہ ہے۔ اَلْوَلَدُیَّة سے مراد بچپن ہے۔ ابن بَرَزَج نے اَلْوَلَدِیَّة کا معنی درشت مزاجی اور نرم رویہ کی کمی بیان کیا ہے۔ اس سے مراد جہالت بھی ہے۔

اَلتَّوَلَدِیَّة سے مراد تربیت ہے۔ اسی مفہوم میں حضرت عیسیٰ سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اَنْتَ نَبِیٌّ وَاَنْتَ وَلَدٌ تَحْکَ (تو میرا نبی ہے اور میں نے تیری تربیت کی ہے) لیکن نصاریٰ نے اس میں تحریف کر کے اَنْجِل میں یوں لکھ دیا۔ اَنْتَ نَبِیٌّ وَاَنْتَ وَلَدٌ تَحْکَ (تو میرا بیٹا ہے اور میں نے تجھے جتا ہے) مُخَاذُ اللّٰہِ! اللّٰہ تعالیٰ اس سے میرا ہے۔ فَیْسَہ مَوْلَدَةٌ اس دلیل کو کہا جاتا ہے جو غیر تحقیق شدہ ہو۔ اسی طرح کتاب مَوْلَد، کَلَام مَوْلَد اور حدیث مَوْلَد سے مراد وہ ہیں جن کی زبان اصلی و حقیقی نہ ہو۔ (9)

عربی کے لغات میں مَوْلَد اَلْمَوْلُوْد، مِلَاد اور عِیدُ الْمِلَاد کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔ مَوْلَد (مصدر ہے) اس کی جمع مَوَالِد ہے اور اس کا معنی جائے ولادت یا وقت ولادت ہے۔ (اَلْمَوْلُوْدُ) اسم مفعول ہے اس کی جمع مَوَالِید ہے اور اس سے مراد چھوٹا بچہ ہے) مِلَاد (پیدائش کا دن) پیدا ہونے کا وقت، سالگرہ کا دن) اور عِیدُ الْمِلَاد (عِیدُ وِلَادَتِ السَّیِّدِ الْمَسِیْحِ) بڑا دن، کرسمس، بچہ، جشن ولادت) (10)

عربی لغت نگاروں کے مفہیم بالا سے جو بات سامنے آتی ہے۔ ان میں مِلَاد سے مراد پیدا ہونے کا وقت، پیدائش کا دن یا سالگرہ کا دن ہے۔ لیکن عید المیلاد کے معنی حضرت عیسیٰ کے پیدا ہونے کا دن، بڑا دن یا کرسمس، ولیم نامن ورنے بات (مصنف معجم العربیہ) یا لوہس مفلوف (مصنف المنجد) نے صرف اپنے مسکئی عقائد اور روایات کی وجہ سے بیان کئے ہیں۔

فارسی زبان میں لفظ میلاد

فارسی لغات میں میلاد کا لفظ پیدائش کا دن اور پیدا ہونے کا وقت کے معنوں میں آیا ہے۔ لغات فارسی میں میلاد کے معنی وقت ولادت۔ پیدائش کا وقت۔ ایک شہر کا نام ہے اور ایران کے ایک پہلوان کا نام بھی ہے۔ عام طور پر اس مجلس کو کہتے ہیں جس میں مرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا ذکر ہوتا ہے۔ (۱) فرہنگ آموزگار میں میلاد کے معنی روز تولد۔ ہنگام زائیدہ شدن اور مولود۔ معنی زائیدہ شدہ۔ بدینا۔ تولد کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ (۲) فرہنگ آئندہ راج کے مصنف نے لفظ میلاد کے ضمن میں ولادت و وقت زادن کہہ کر فرہنگ آموزگار ہی کے مفہوم کو دہرایا ہے۔ (۳) دکترا عباس آریان پور لسانی اور دکترا منوچہر نے عید میلاد کے معنی

Celebration of the anniversary of the prophet's

Born, Begotten, generated یا تولد شدہ، تولد یافتہ

a son, a male child, nativity, Birth, Birth Day

Anniversary or celebration بیان کئے ہیں۔ (۴) معروف فارسی شاعر قاضی نے مولود بجائے مولد و

عید کے استعمال کیا ہے۔

روز مولود شہنشاہ ست در روزے چنیں

ہر کہ غمگین ست ہرے زندگی پادا حرام

(۱۵)

میلاد لغوی مفہوم کے اعتبار سے آج تک فارسی زبان میں پیدائش کا دن اور رسول پاک کے یوم ولادت منانے کے لئے مستعمل ہے اور انہیں معنوں کی تائید دیگر فارسی لغات سے بھی ہوتی ہے۔ (۱۶)

اردو زبان میں لفظ میلاد

تور اللغات میں لفظ میلاد۔ مولود۔ مولد کے یہ معانی درج کئے گئے ہیں :

(۱) میلاد (ر) پیدا ہونے کا زمانہ۔ پیدائش کا وقت۔

ہے فضل جہاں پر خدا کا

میلاد ہے شاہ انبیاء کا

(امیر)

(۲) مولود: جنا ہوا۔ زائیدہ وہ بچہ جو پیدا ہوا ہو۔ پیدا ہونے کا وقت۔ پیدائش کا دن۔ میلاد۔ جنا۔

جنت۔ وہ مجلس جس میں پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یا سعاد کا بیان کیا

جس میں پیغمبر صاحب کی ولادت کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ مولود خواں وہ شخص جو رسول

مقبول کے میلاد کا بیان حاضرین مجلس کو سنائے۔ مولود شریف، میلاد کا بیان۔ میلاد شریف۔ وہ مجلس جس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کا حال بیان کیا جائے۔ مولودی، مولود خواں۔ مولود پڑھنے والا۔

(۳) مولد: زمان ولادت۔ جائے ولادت۔ پیدا ہونے کی جگہ۔ وطن، وقت ولادت۔ وہ کتاب جس میں پیغمبر صاحب کی ولادت کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ پیدائش، ولادت۔

روز مولد سے نہیں عیش و طرب قسمت میں
رمز یہ ہے کہ بشر ہوتے ہیں گریاں پیدا
نارخ (۱۷)

ڈاکٹر ایس۔ ڈبلیو۔ فیلن نے مولود شریف کے معنی

Celebration of the anniversary of Muhammad's Birth

لکھے ہیں۔ (۱۸) فرہنگ عامہ (۱۹) اور دیگر لغات (۲۰) سے بھی میلاد کے معنی ذکر پیدائش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوں کی تائید ہوتی ہے۔
مال گنداری کی اصطلاحات میں ایچ، ایچ، ولسن نے مولود کے درج ذیل معنی بیان کئے ہیں۔

Verses Chanted before the hier of a deceased person when carried out to be buried, a dirge, a burial Service.

”کسی میت کو دفن کرنے سے پہلے لے جاتے ہوئے اس کے تابوت یا جنازہ کے آگے آگے جو اشعار خوش الحانی سے پڑھے جائیں یا الفاظ دیگر اسے ماتمی راگ، نوہ، مرثیہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ یا نماز جنازہ کے الفاظ سے بھی مولود مراد لیا جاسکتا ہے۔“ (۲۱) چیٹ۔ جھنگ۔ مٹان وغیرہ کے شہروں میں عرصہ پہلے یہ باقاعدہ ایک رسم تھی کہ جنازہ کے آگے مولود خواں ایک ٹولی کی صورت میں میلاد یہ اشعار خوش الحانی سے پڑھتے جاتے تھے۔ غالباً ولسن نے بھی یہی رسم مراد لی ہے۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی نے بھی اسی قسم کی رسم کی نشاندہی کی ہے۔ ”یو۔ پی میں ہر مصیبت کے وقت کسی کے انتقال کے بعد میلاد شریف کرتے ہیں۔ کاضیاواڑ میں خاص شادی کے دن، میت کے ایصال ثواب کے لئے رسم سوگم۔ دسویں۔ چالیسویں کے دن میلاد کرتے ہیں۔“ (۲۲) لغات نظامی کے مصنف نے میلاد کے معنی رسول پاک اور اہل بیت اطہار کی تاریخ ہائے ولادت کی محفل بیان کئے ہیں۔ (۲۳) یہ واحد لغت ہے جس میں مصنف نے میلاد کے معنوں میں ”اہل بیت اطہار کی تاریخ ہائے ولادت کی محفل“ کے الفاظ کا استناد کیا ہے۔ ”مولد، مولود، پیدائش، تولد، لفظ میلاد کے مترادفات ہیں۔ عربی، فارسی اور اردو لغات میں مولد و میلاد کا لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یا سعادت کی خوشی میں محفل اور وہ کتاب جس میں آنحضرت کی ولادت کا ذکر ہو، کے لئے مخصوص ادبی و شعری اصطلاح کے طور پر مروج ہے۔ اسی مناسبت سے اردو کی جدید لغات میں اس کے اصطلاحی معنی ہی درج ہیں۔“

خطباتی مفہوم

میلاد کے لغوی مفہوم میں اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے کہ اردو زبان میں اب یہ لفظ ایک خاص رسوم کی وضاحت و صراحت اور ایک مخصوص اصطلاح کے طور پر نظر آتا ہے۔ حسن شئی ندوی لکھتے ہیں۔ حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے تذکرے اور تذکیر کا نام محفل میلاد ہے۔ اس تذکرے اور تذکیر کے ساتھ ہی آکر دلوں میں مسرت و خوشی کے جذبات گہوت لیں۔ یہ شعور بیدار ہو کہ کتنی بڑی نعمت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سرفراز کیا اور اس کا اظہار بھی شتم الرسولؐ کی محبت و حاجت اور خداوند بزرگ و برتر کی حمد و شکر کی صورت میں ہو اور اجتماعی طور پر ہو تو یہ عید میلاد النبیؐ ہے۔ (۲۳)

عید منانے کے سلسلہ میں مسلمانوں کا ایک واضح تصور موجود ہے۔ اس کا ایک نمایاں پہلو شوکت عام کا اظہار ہے۔ محمود شکاری لکھتے ہیں۔ ”عید نام ہے اس اجتماع کا جو ایک معادہ طریقے پر بار بار آتا ہو خواہ یہ سال کے بعد اونسے خواہ ہفتے کے بعد اور خواہ مہینے کے بعد یا اسی طرح کسی اور طریقے پر لہذا عید کا لفظ کسی ایک امور پر شامل ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ ایک لوٹ کر آنے والا دن ہے مثلاً یوم الفطر اور یوم الجمعہ، دوسرے اس دن کا اجتماع اور تیسرے وہ اعمال جو اس کے تابع ہوں مثلاً عبادات اور عادات۔ بعض اوقات عید ایک معین جگہ کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی عام ہوتی ہے ان میں سے ہر ایک کو عید کہا جاتا ہے۔ زمانے کی مثال نبی کریمؐ کا یہ فرمان ہے۔ اِنَّ هَذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللّٰهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ عِيْدًا اللّٰہ نے اس دن کو مسلمانوں کے لئے عید بنایا ہے اس سے آپ کی مراد جمعہ کے دن سے ہے۔ اس لحاظ سے ہر قوم میں ایک نہ ایک دن ایسا ہے جس میں وہ اپنے آپ کو آراستہ کرتی ہے اور پھر خوب حج کر شراب پیتے یا ہر جاتی ہے اور یہ ایک ایسی رسم ہے جس سے کوئی قوم بھی خالی نہیں خواہ عربی ہو خواہ غنمی۔“

اسب والوں کا کوئی نہ کوئی میدان ہوتا ہے جہاں وہ اپنی شان و شوکت کے اظہار اور کثرت تعداد جتانے کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ عید کے موقع پر تمام مسلمانوں کا یہاں تک کہ بچوں، عورتوں، پروردہ تینوں اور حاند عورتوں کا بھی نکلنا مستحب قرار دیا گیا۔ مگر حاند عورتیں نماز گاہ سے الگ رہیں گی اور دعا میں شامل ہوں گی۔ اسی لئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس راستے سے جاتے تھے اس راستے سے واپس آتے تھے تاکہ دونوں راستوں کے کینوں کو مسلمانوں کی شوکت کا پتہ چل جائے اور چونکہ عید کا اصل مقصد سعادت ہے لہذا خوبصورت لباس پہننا، دھن بجانا، راستہ بدل کر واپس آنا اور نماز گاہ کی طرف گھروں سے نکل کر جانا مستحب قرار پایا۔ (۲۵)

عید میلاد النبیؐ منانے کے سلسلہ میں مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں :

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات وجہ تکوین کائنات اور سرچشمہ برکات ہے۔ اس دنیا سے آب و گل میں آنحضورؐ کی آمد کا دن سعادتوں اور رستوں کے نزول کا اور آنحضورؐ کی امت کے لئے خوشیوں اور مسرتوں کے آغاز کا دن

ہے۔ اس یوم مبارک پر ہم جتنی بھی خوشیاں منائیں بجا اور جتنی بھی مسرتوں کا اظہار کریں زیبا ہے چنانچہ دنیا بھر کے مسلمان اس یوم سعید پر مسرت و اہتاج کا اظہار کرتے ہیں۔ مسرت اور اہتاج کے کئی انداز اور کئی اسلوب ہیں۔ میلاد کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ جلسے کئے جاتے ہیں جن میں آنحضورؐ کی سیرت مبارکہ پر تقاریر کی جاتی ہیں۔ نعت خوانی کی محفلوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، قرآن خوانی اور صلوٰۃ و سلام کی مجلسیں ہوتی ہیں۔ ذکر حبیبؐ کے لئے خواتین علیحدہ مجالس سجاتی ہیں، پرہوش رضاکار کھلی گلی اور کوچے کوچے نعت خوانی کرتے ہوئے گزرتے ہیں۔ ہمارے ہاں بڑے بڑے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ جن میں بچے، بوڑھے اور جوان سبھی شامل ہوتے ہیں اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔" (۲۶)

اس لحاظ سے آنحضرتؐ کی ولادت کے دن ان کے محلہ جلیلہ اور محامن جلیلہ کے بیان کرنے اور سننے کے لئے مسلمانوں کے اجتماع کا نام محفل میلاد ہے۔ (۲۷) محفل میلاد یا میلاد شریف کی اصطلاح صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کے ساتھ مخصوص ہے۔ صحابہ کرامؓ اور ائمہ اہل بیتؑ میں سے کسی کے بھی یوم ولادت کو میلاد شریف کے نام سے نہیں پکارا جاتا یا ایسا کہنے کو سوتے اوب اور گستاخی سمجھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ تمام مسلمان حضرت علیؑ کے لئے لفظ ولادت استعمال کرتے ہیں تاکہ اصطلاحات میں بھی فرق مراتب ملحوظ رہے۔ (۲۸) علمائے کرام نے محفل میلاد شریف میں ذکر شہادت امام حسینؑ سے منع فرمایا ہے کہ وہ مجلس سرور ہے ذکر حزن مناسب نہیں۔ میلاد خوانوں کے ساتھ امور شامل نہیں ہونا چاہئے نیز میلاد شریف پڑھنے کی اجرت مقرر کرنا منع ہے۔ (۲۹) اس لحاظ سے "محفل میلاد کے انعقاد اور کتب میلاد کی تالیف کے کئی محرکات بیان کئے جاتے ہیں لیکن ان میں بڑا اور قیمتی سبب ذکر رسولؐ کے ذریعے حصول ثواب کی خواہش ہے۔ مجالس مولود میں نبی اکرمؐ کی فضیلت بیان کرنے کے لئے پہلے پہل زبان سے اور پھر تحریر سے کلام لیا گیا۔ یوں کتب میلاد لکھنے کی ابتداء ہوئی۔" (۳۰)

میلاد نامے اور بلحاظ موضوع دو سری تصانیف

اردو زبان و ادب میں میلاد نامے، تولد نامے، مولود نامے، پیدائش نامے، پیغمبر نامے، مولد نامے اور ولادت نامے ہم موضوع میلاد پر تصانیف ہیں جبکہ نور نبوی، معراج النبی، شمائل رسولؐ اور آپؐ کے معجزات، ارشادات، اور تعلیمات کے ساتھ جزوی طور پر میلاد کا بیان نور نامے، معراج نامے، شمائل نامے اور ارشاد نامے وغیرہ تصانیف میں ملتا ہے۔ وفات نامے اور درد نامے میں حضورؐ کی وفات مبارکہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

"اردو میں "نامہ" کے لفظ کے ساتھ ترکیب پا کر نام حاصل کرنے والی تصانیف نظم و نثر و غیر اصناف کی طرح فارسی اثرات کا نتیجہ ہیں۔ اس قسم کے نامے مثلاً پند نامہ، شاہنامہ، سیاست نامہ وغیرہ فارسی میں عام تھے۔ ان سے متاثر ہو کر برصغیر پاک و ہند کے شعراء نے بھی نامہ، لوری نامہ، پنگھا نامہ، وھول نامہ،

چند نامہ، قیامت نامہ، ماں باپ نامہ، فقر نامہ، عبرت نامہ، ظفر نامہ، وصیت نامہ، فالنامہ، خواب نامہ، میلاد نامہ، معراج نامہ، شامک نامہ، وفات نامہ اور نور نامہ وغیرہ کے نام سے نظمیں لکھیں، جن میں سے بیشتر تاریخی موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں۔ شمالی اور جنوبی ہند میں اس قسم کے نامے مختلف زبانوں میں کثرت سے لکھے گئے ہیں۔ اور اردو کا دامن بھی ان سے خالی نہیں۔

اردو میں میلاد نامے، معراج نامے، وفات نامے، شامک نامے اور نور نامے وغیرہ آنحضرتؐ کی حیات مقدسہ اور سیرت طیبہ کے بعض مخصوص پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ بیشتر نامے مثنویوں کی شکل میں ہیں، لیکن خالصتا نثر میں بھی ہیں۔ بعض ”ناموں“ میں نثر اور نظم کا امتزاج ہے۔

دکن میں کثرت سے میلاد نامے، معراج نامے، وفات نامے، شامک نامے اور نور نامے وغیرہ لکھنے کا رواج مذہبی عقیدت مندی کی وجہ سے ہوا۔ نئی کرم کی زندگی کے واقعات مسلمانوں کے لئے نمونہ کامل کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس اسوۂ حسنہ کی تقلید میں ان کی دنیا بھی ستورقی تھی اور آخرت بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں یہ نامے کثیر تعداد میں لکھے گئے۔ انہیں پڑھنے کے لئے گھر گھر محفلیں منعقد ہوتی تھیں، شرفاء محفل میں شیرینی تقسیم ہوتی تھی اور ختمیں ملنی جاتی تھیں۔ سنت پوری ہونے پر میلاد اور معراج نبویؐ کے بیان کی محفلیں شعراء کے لئے محرک بن جاتیں اور وہ ثواب کے حصول کی خاطر ان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ میلاد نامے اور معراج نامے وغیرہ لکھنے کے لئے ان کے سامنے فارسی شاعری کی مثال موجود تھی۔ بعض فارسی مثنویوں میں حمد و نعت کے علاوہ ولادت نبویؐ اور معراج نبویؐ کے مستقل عنوانات بھی ہوتے تھے۔ قدیم اردو (دکنی) کی اکثر مثنویاں یا تو فارسی سے ترجمہ کی گئی تھیں یا ان سے ماخوذ تھیں، اس لئے دکنی شعراء نے نہ صرف ان کو اردو نظم میں منتقل کیا، بلکہ باقاعدہ طبع زاد مثنویاں بھی لکھیں، جنہیں موضوع کی مناسبت سے مولود نامہ، معراج نامہ، وفات نامہ، شامک نامہ یا نور نامہ کا نام دیا گیا۔

مولود نامہ

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت یا سعادت کا حال قلمبند کیا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر تو یہ صنف حضور اکرمؐ کی پیدائش کے لئے وقف ہے لیکن بیشتر مولود ناموں (یا میلاد ناموں یا تولد ناموں) میں آپؐ کی ولادت سے لے کر وفات تک کے حالات بیان کئے گئے ہیں گویا مولود نامہ منظوم سیرت رسولؐ کا دوسرا نام ہے۔

معراج نامہ

اس میں آنحضرتؐ کی زندگی کے ایک مہمیزا عقول واقعہ ”معراج“ کا حال بیان کیا جاتا ہے۔ جب آپؐ نے راتوں رات مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کا طویل سفر طے کیا اور براق پر سوار ہو کر حضرت جبرئیلؑ کی امداد میں آسمانوں کی سیر کر کے واپس تشریف لائے۔ اکثر معراج ناموں میں اس مہتمم پاشان واقعہ کو پوری صراحت و صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔

وفات نامہ

اس میں آنحضرتؐ کے سانحہ ارتحال کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں۔ آنحضرتؐ کے دنیا سے رخصت ہونے کا واقعہ اتنا اندوہناک تھا۔ اور آپؐ کے اہل خانہ اور صحابہ کرامؓ نے اسے اتنی شدت سے محسوس کیا کہ وہ شعراء کی طبع آزمائی کے لئے ایک زبردست محرک ثابت ہوا۔ وفات ناموں میں آنحضرتؐ کی آخری حالات، شدت مرض، وفات، غسل اور تجہیز و تکفین کا تفصیلی تذکرہ کیا جاتا ہے۔

شماں نامہ

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری جسم الطہر کی صفات بیان کی جاتی ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں شامل شماں نبویؐ کی احادیث کے علاوہ امام ترمذیؒ کی اس موضوع پر باقاعدہ کتاب (شماں ترمذی) تمام منظوم اردو شماں ناموں کا ماخذ ہے۔ شماں ناموں میں حضور اکرمؐ کے حلیہ مبارک کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں اور جسم الطہر کے ہر عضو کی تعریف کی جاتی ہے۔ شکل و صورت کے علاوہ حضور اکرمؐ کی عادات و خصائل اور اخلاق عالیہ کا تذکرہ بھی شماں ناموں کا ایک اہم جزو ہے۔

نور نامہ

اس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کی تخلیق سے پہلے اپنے نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پیدا کیا۔ نور محمدیؐ کے بیان کے لئے عام طور پر احادیث و روایات کا سارا لیا جاتا ہے۔ (۳۱) اور یہ تمام تذکرہ بالا موضوعات نظم و نثر دونوں میں بے حد مقبول ہیں۔

جکریاں، ذکریاں

ڈاکٹر جمیل جالبی جکری کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جکری، ذکر کی محکمی شکل ہے۔ (۳۲) لیکن ”جو“ کی جگہ ”ج“ کا استعمال محض گوجری ہی سے مختص نہیں بلکہ اس کا چلن بہت سی زبانوں میں ملتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی مزید لکھتے ہیں کہ جکری میں بنیادی طور پر ذکر خدا، ذکر رسولؐ، ذکر چہرہ و مرشد، ذکر تجربات باطنی و واردات روحانی اس طور پر ایسے اوزان اور ایسے عالم فہم الفاظ میں لکھا جاتا تھا کہ اسے گایا جاسکے اور سازوں پر بجایا بھی جاسکے۔ جکری کی حیثیت مختصر گیت یا راگ راگینوں کے ان بولوں کی طرح تھی جنہیں گا بجا کر لوگوں کے اندر عالم وجد و سرور پیدا کیا جاسکے۔ اس میں عشق و محبت کے جذبات بھی ہوتے تھے اور ایسے ہامانہ مضامین بھی جن سے مریدوں اور طالبوں کی ہدایت ہو سکے۔ (۳۳) بہاؤ الدین باجن نے اپنی جکریوں کے متعلق کہا ہے کہ ہندوستان کے قوال ان کو سرود کے پروں میں نوازتے اور گاتے ہیں۔ (۳۴) جکریوں کو کلیان، دیوگری، بھاکرہ، دھنا سہری، ٹوڈی، سیام برادری، ساواری، ویساکھ، کنڈ، بلاول اور پورنی وغیرہ میں ڈھالا اور گایا جاسکتا ہے۔ (۳۵)

در اصل ”ذکر“ اہل تصوف کی بڑی اہم اصطلاح ہے اور غالباً اسی اصطلاح کے زیر اثر ہونے والی

و ا رو ات قلمی کی کیفیات کے بیان کے لئے مخصوص شاعری کو ”ذکر نبی“ کہا گیا اور بعد ازاں اس میں ذکر خدا اور ذکر رسول مقبول اور دیگر عناصر شامل ہوتے گئے۔ ڈاکٹر احسن زیدی اس طرز فکر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”مسلمان صوفیاء و فقراء جہاں ہر سانس کو ذکر بتانا چاہتے تھے وہاں انہیں ہر ذکر میں جذب و مستی اور ذوق و شوق پیدا کرنے کا خیال بھی تھا۔“ (۳۶)

نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے سلسلہ میں لفظ میلاد و مولد کا اولین استعمال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے احوال کے اظہار و برکات کے سلسلہ میں لفظ میلاد کا اولین استعمال جامع ترمذی میں ہے۔ جامع ترمذی صحاح ستہ میں سے ہے۔ اس میں ایک باب بعنوان ”مِلْعَاءُ فِي مِيلَادِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ ہے۔ اس بات سے لفظ میلاد کے اولین استعمال کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ اس باب میں بیان ہے کہ قیس بن مخزوم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میلاد النبیؐ کا ذکر بیان فرمایا ہے: ”وَلِدْتُ لَنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّ الْفَيْلُ (پیدا ہوا میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس سال میں قصہ اصحاب لیل کا واقع ہوا) اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیس بن اشیم صحابی سے پوچھا: أَنْتَ أَكْبَرُ أَمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ سو انہوں نے فرمایا: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْبَرُ مِنِّي وَأَنَا أَقْدَمُ مِنْهُ فِي الْمِيلَادِ (تم بڑے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو انہوں نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بڑے ہیں لیکن پیدائش میں میں مقدم ہوں۔) (۳۷) ابن سعد ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے روایت کی ہے، امام ابی جعفر صادق محمد بن علیؑ سے کہ انہوں نے فرمایا: كَانَ قَعْدُومُ أَصْحَابِ الْفَيْلِ لِيَتَصَفَّ مِنْ الْحَرَمِ فَبَيْنَ الْفَيْلِ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُمْسٌ وَحَصُونٌ كَلْبَتُهُ (تھا آٹا اصحاب فیل کا نصف حرم کو پس فاصلہ درمیان اس قسم کے اور پیدا ہونے رسول پاکؐ کے پچیس رات کا تھا) اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت امام ابی جعفر صادقؑ نے مولد رسول اللہ کا لفظ حضورؐ کی ولادت پاک کے لئے استعمال فرمایا ہے۔ (۳۸)

میلاد اول

حضورؐ کی ولادت مبارکہ کے بعد سب سے پہلا میلاد

نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے بعد حضرت عبدالملک آپ کو کعبہ کے اندر مہل کے پاس لے گئے اور اللہ سے دعا کرتے اور اللہ کی اس عطا پر اس کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے کھڑے رہے اور انہوں نے یہ شعر پڑھے:

الحمد لله	الذي	اعطاني
هنا الغلام	الطيب	الأردان
قد ساد في	المهد على	الغلمان
أعينه بالله	ذي	الأركان

حتى	يكون	بلند	الفتيان
حتى	اراه	بالغ	البيان
اعينه	من	كل	شيطان
من	حلمد	مضطرب	الغنان
ذی	همد	ليس	عينان
حتى	اراه	رائع	اللسان
انت	النبي	سميت	الفرقان
لي	كتب	ثابت	العشاني
احمد	مكتوبا	على	اللسان

(۳۵)

(ترجمہ) : تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے مجھے سرمنی ماکل گورے رنگ کا یہ پاکیزہ لڑکا عطا فرمایا۔
یہ بچپن ہی میں لڑکوں کا سردار ہے، میں اسے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں جو اس مستحکم کناروں والے گھر کا مالک ہے یہاں تک کہ وہ بھرپور جوانی کو پہنچ جائے اور میں دیکھوں کہ اس کے جوڑ بند مضبوط ہو چکے ہیں۔
میں اسے ہر دشمن کی دشمنی سے اللہ کی پناہ میں دیتا اور ٹھوکریں کھانے والے اندھے اور بوڑھے حاسد کے حسد سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں یہاں تک کہ میں اسے خطیب اور زبان آور دیکھوں تو وہ ہے کہ جس کا نام فرقان میں اور دوسری آسمانی کتب میں احمد رکھا گیا ہے جو زبان زد خلقت ہے۔
میلاد النبی کے بارے میں سید عبدالمطلب ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں : بیٹے کی اولاد باعث طہائیت قلب ہے۔

الاحمد	للخالق	لا	العباد
لما	رای	جدی	اجتهادی
وانی	سولہ		بالمعاد
والعبد	ان	العبد	ذو
نوح	عنی	کریمہ	انقواد
ونال	بنی	لنہ	المفادی
للدنہ	عبداللہ	من	تلادی
ان	البنین	فلذ	الاکباد
سماہ	کا	لقرع	للقواد
اوم	و	حمر	تلاہ
قلت	للعجس	لہا	ذواد

هل	منكم	من	صيت	بناتى
الابل	نهب	بن	اهل	الوانى
لتركوها	وهى	فى	عصواد	
			(۳۰)	

(ترجمہ): تعریف کے سزاوار بندے نہیں ہیں بلکہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے مجھے تشویش کی حالت میں صبح رائے کا تلاش کرنے والا پایا اور میری رہنمائی فرمائی۔ بے شک میں اپنے عہد و جان کو پورا کرنے والا ہوں اور درحقیقت عہد کے بارے میں جواب دہی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کے غم و الم کو دور کر دیا اور میرے بیٹے کا فدیہ قبول فرمایا۔ میں نے عبد اللہ کا فدیہ اپنے مال سے عطا کیا۔ بے شک میںے جگر کے قیمتی ٹکڑے ہوتے ہیں۔ بیٹے کی اولاد باعث طہائیت قلب ہے میرے ہاں گندم کون اور سرخ رنگ والے سبھی ہیں۔ شریف النسل اونٹوں کا گھڑ موجود ہے۔ میں نے کہا: کیا تم میں سے کوئی گھڑ آواز والا ہے جو یہ ندا دے کہ اہل داؤی نے اونٹوں کو غارت مگری اور لوٹ مار کا مال بنا لیا ہے اور یہ ذی بد اخلاق ہے پس انہوں نے اونٹوں کو چھوڑ دیا۔

تخلیق آدم

اللہ تعالیٰ نے تخلیق و پیدائش آدم کے سلسلہ میں اپنی شان ربوبیت کا اظہار بڑے نادر انداز میں فرمایا

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق بغیر ماں باپ کے

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور باپ کے تخلیق فرمایا اور آدم کو مٹی سے بنایا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ **وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حُمَٰءٍ مُّسْوٰۤیَةٍ** (احقر: ۲۸) اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں مکھنکھائی مٹی سے۔

حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش آدم کی پائیں پسی سے

قرآن شریف میں حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش کے سلسلہ میں ارشاد خداوندی ہے: **وَاللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْاِنِّیْ خَلَقْتُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَ خَلَقْتُمْ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَنَیْتُمْ مِنْهَا رِجَالًا وَ نِسَاۗءً** (سورہ: احقر: ۲۸) اے اللہ تو کو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا۔ ان دونوں سے بہت سے مود و عورت پھیلا دیئے۔ قصیر ابن کثیر میں اس آیت کی وضاحت میں تحریر ہے: **مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ** اس کا ایک ہی شخص یعنی حضرت آدم سے پیدا کیا ہے ان کی بیوی یعنی حضرت حوا علیہا السلام سے ہی انہی سے پیدا کیا۔ آپ سوئے ہوئے تھے کہ پائیں طرف کی پسی کی پچھلی طرف سے حضرت

ان سے (یکساں) منتظم کرے گا اور نیکو کاموں میں ہوگا۔ مریم نے کہا۔ پروردگار میرے ہاں بچہ کیونکر ہو گا۔ کسی انسان نے مجھے ہاتھ تو لگایا نہیں۔ فرمایا کہ خدا اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ اسباب کا محتاج نہیں ہے۔ (۳۳)

۴۔ مرد و عورت کے اختلاط سے پیدائش

یعنی نوع انسان کی عام تخلیق و پیدائش کا یہی دستور ہے کہ بچوں کی ولادت مرد و زن کے یاہمی اختلاط سے ہوتی ہے۔ اس میں مباح عام مروج طریقہ نکاح ہے۔

۵۔ ٹیسٹ ٹیوب سے پیدائش

ٹیسٹ ٹیوب سے پیدائش کا طریقہ ان لوگوں کے لئے جو بے اولاد ہوں۔ عصر حاضر میں سائنس کا ایک عجیب کرشمہ ہے۔ بعض علماء نے اس طریقہ کو تولید کو حرام قرار دیا ہے اور بعض علماء نے اس کے بارے میں یہ رائے دی ہے کہ اگر ڈاکٹر مسلمان اور صحیح العقیدہ ہو اور مکمل احتیاط و ذمہ داری سے متکلف مرد و زن سے براہِ رحم و بیضہ کو لے کر مایوس ماں کی گود ہری کرنے کا باعث بن جائے تو ان کے نزدیک اس میں شرعی حرج نہ ہوگا۔ یہ معاملہ علماء کے نزدیک حلال و حرام کی نسبت سے متنازع فیہ ہے۔

تخلیق آدم کے سلسلہ میں یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے اور بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا۔ حضرت حوا کو آدم کی پائیں پٹلی کی پچھلی طرف سے تخلیق کیا۔ حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا فرمایا۔ یہ طریقہ ہائے ولادت خوارق میں سے ہیں۔

حضور نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ عام دستور کے مطابق مرد و زن کے یاہمی اختلاط اور نکاح سے ہوئی۔ سرور کی ولادت مقدسہ خوارق میں سے نہیں وگرنہ آپؐ کی عظمت کو اس طرف منسوب کر دیا جاتا۔ اس وجہ سے آپؐ کی ولادت مطہرہ بھی آپؐ کا اعجاز ہے۔ "علیؑ طبرانی، ابو نعیم اور ابن عساکر، حضرت علیؑ بن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا۔ "حضرت آدمؑ سے لے کر میرے ماں باپ کے مجھے پیدا کرنے تک میرے نسب میں سب نکاح سے پیدا ہیں، کہیں بھی جاوے گی کوئی بدکاری نہیں ہے۔" (۳۴) آپؐ کی ولادت باسعادت کے بارے میں کوئی ناقابل یقین کمائی منسوب نہیں ہے۔ آپؐ کی ولادت بھی اسی طرح ہوئی جس طرح کوئی اور پیدا ہوتا ہے۔ (۳۵)

نور محمدیؐ کے سلسلہ میں روایات کا جائزہ

سیارہ فکروں کے مخصوص موضوعات میں سے ایک موضوع نور محمدیؐ کا بیان ہے۔ اس سلسلہ میں معتبر روایات کے ساتھ بہت سی روایات موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بلا واسطہ نبی کریمؐ کا نور پیدا کیا اور پھر اسی نور کو خلق عالم کا واسطہ بنایا۔ اس طرف علیؑ قنونیؒ لکھتے ہیں۔ "حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ سب

سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز پیدا کی۔ آپؐ نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبیؐ کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح و قلم نہ بہشت و دوزخ نہ آسمان و زمین نہ چاند اور سورج اور نہ ہی فرشتہ و جن اور نہ انسان تھا اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور پھر ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش اس سے آگے طویل حدیث ہے۔ اس حدیث سے نور محمدیؐ کا اول الخلق ہونا ثابت ہوا۔ (۳۶) نبی کریمؐ ساری مخلوقات سے پہلے پیدا فرمائے گئے۔ مخلوق میں سے کوئی چیز نبی کریمؐ سے پہلے پیدا نہیں کی گئی۔

حضرت عیاض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

”بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیینؐ ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام بنو اپنے خیمہ ہی میں پڑے تھے۔ (یعنی ان کا پتا بھی تیار نہیں ہوا تھا)۔ اس حدیث پاک کی رو سے آنحضرتؐ کا موجد ہونا آدم سے قبل نبی ہونا خاتم النبیین کے منصب پر فائز ہونا اور آپؐ کی حقیقت کا نور ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔“ (۳۷)

حضرت علی المرتضیٰؓ سے منقول ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: میں آدمؑ کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ اس کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس عدد میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نہیں، اگر زیادتی کی روایت نظر آئے تو شبہ نہ کیا جائے۔ (۳۸) امام نجم الدین عمر نسفیؒ نے لکھا ہے کہ نور نبیؐ آخر الزماں تمام موجودات سے ستر ہزار سال قبل عالم وجود میں تھا۔ (۳۹)

آپؐ کے جسم اطہر کا مادہ بھی لطیف ترین تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو پیدا کرنا چاہا تو کعبہ مکرمہ کی زمین کے وسط سے ایک ذرہ کو منتخب کر کے اس کو پشترہ تنیم کے پانی سے دھو کر بہشت کی سنوئوں میں غوطہ دے کر مصفیٰ و مزی کیا۔ آسمانوں اور زمینوں میں اس کو گھمایا یہاں تک کہ سفید موقی کی مانند اس کے پرتو سے تمام کائنات روشن ہو گئی۔ (۴۰) یہاں تک کہ تمام فرشتوں نے آپؐ (روح انور و مادہ اطہر) کو آدمؑ کی پیدائش سے پہلے پہچان لیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو اس نور کو ان کی پشت مبارک میں بطور ودیعت رکھا۔ اس نور کے انوار ان کی پیشانی میں یوں نمایاں تھے جیسے آفتاب آسمان میں اور چاند اندھیری رات میں۔ اور ان سے عہد لیا گیا کہ یہ نور انور پاک پشتوں سے پاک رحوں میں منتقل ہوا کرے۔ اس طرح سے یہ نور اطہر پاکیزہ انداز سے منتقل ہوتا ہوا حضورؐ کے والد ماجد حضرت عبداللہؑ تک پہنچا اور پھر آپؐ کی والدہ ماجدہ کے رحم پاک میں منتقل ہوا۔ اسی نور کو پاک و صاف رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کے تمام تباہ و امہات کو شرک و کفر کی نجاست اور زنا کی آلودگی سے پاک رکھا ہے۔ (۴۱)

نبی کریمؐ کا نور مقدس اللہ تعالیٰ کے نور کا عل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کا نور اس وقت پیدا فرمایا جب اس کائنات میں ”ہو“ کے سوا کچھ نہ تھا اور پھر اس نور محمدیؐ کے طفیل کائنات کی ہر چیز وجود میں آئی۔ کائنات کی تخلیق مکمل ہونے کے بعد پیغمبروں نے نبی کریمؐ کے طفیل اکتساب نور کر کے اس خالکدان

کو منور کیا پھر سب کے بعد اس نورِ اولیٰ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیینؐ کا لقب دے کر بھجھا اور شاہِ خداوندی ہے: **قَدْ جَلَّاهُمْ مِنْ نُّورِ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ** (تحقیقِ تسمیاء) اس آیت مبارکہ کی تصریح قربانی ہے کہ نور سے مراد نورِ ایک روشن کتابِ آئی (۵۲) تمام مفسرین نے اس آیت مبارکہ کی تصریح قربانی ہے کہ نور سے مراد نورِ محمدیؐ اور کتابِ مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔ (۵۲)

اس آیت مبارکہ کی وضاحت میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں:

”حق تعالیٰ در شان حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ آمدہ نیز ہشما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین۔ مراد از نور ذات پاک حبیب خدا است و نیز اللہ تعالیٰ فرماید کہ اے نبیؐ ترا شاہد مبشر و نذیر و داعی الی اللہ و سران منیر فرستادہ ایم و منیر روشن کنندہ نور دہندہ را گویند پس اگر کسے را روشن کردن از انسان محال بودے اس ذات پاک را ہم اس امر میسر نیامدے کہ اس ذات پاک از جملہ اولاد آدم اند مگر اس حضرت ذات خود را چنان مظاهر فرمودند کہ نور خالص گشتند و یہ تواتر ثابت است کہ اس حضرت عالی سایہ تعلقتند و ظاہر است کہ بغیر نور ہمہ اجسام محل می دارند۔“ (۵۴)

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے اس اقتباس سے نبی کریمؐ کا سرلیپا نور ہونا بدیہی کلام پاک ثابت ہے۔ آدم علیہ السلام سے لے کر حضورؐ تک وہ نور درخشاں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ جب نبی کریمؐ رونق فرائے عالم ہوئے، تو آپؐ کا سایہ نہ ہوا، آپؐ کے سرلیپا نور ہونے کی دلیل ہے۔ سایہ کا قتل مادے سے ہے، نور سے نہیں۔

حقیقت نور کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک پوری سورت نازل فرمائی جس کا نام سورہ نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ لَهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجْجَةٍ الزُّجْجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيئُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارُ نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَبَضْرُبِ اللَّهِ الْأَمْثَالِ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ“ (۵۵) (اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ روشن ہوتا ہے مبارک درخت زیتون سے جو نہ مشرقی ہے اور نہ غربی، قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ اس کو آگ نہ لگے نور پر نور ہے، اللہ ہدایت فرماتا ہے اپنے نور کی جس کو چاہتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور وہ سب کو جانتا ہے)۔

آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کو خود سمجھایا ہے لیکن تنبیہ و استعارہ سے کلام لیا ہے۔ اس کی تفسیر علامہ قاضی ناصر الدین الی سعید عبداللہ ابن عمر شافعی لکھتے ہیں :

”معلوۃ سے مراد آنحضورؐ کا سینہ زجاجہ (فانوس) سے مفہوم آپؐ کا قلب“
 مصباح (تواضع) سے مراد نبوت کے ہیں یعنی نور محمدیؐ کی روشنی اور چمک ایسی ہے کہ
 اگر آپؐ اپنے نبی ہونے کو بیان نہ بھی فرمائیں تو بھی لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا شرعی
 اور غیبی استعارہ یسودی و نصاریٰ کے لئے ہے۔“ (۵۶)

کلام پاک کی آیات مقدسہ اور تفسیری روایات سے یہ بات صراحتاً ثابت ہے کہ آنحضورؐ نور ہیں اور
 اس نور کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے بلا واسطہ پیدا فرما کر کائنات کی پیدائش کا سبب قرار
 دیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ سے پوچھا۔ تمہاری کتنی
 عمر ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ خدا کی قسم میں سوائے اس کے نہیں جانتا کہ حجاب رابع میں
 ایک ستارہ ہر ستر ہزار سال کے بعد ظاہر ہوتا تھا جس کو میں نے ہستہ ہزار مرتبہ ٹپکتے دیکھا۔ نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرئیل! مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم وہ ستارہ میں ہی تھا۔ (۵۷)
 کلام پاک یا احادیث میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کے نور کو اپنا نور بتایا، وہاں لفظ اللہ استعمال
 کیا ہے یعنی نور کی ضمیر اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اللہ اسم ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کا نور
 اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے یہ نور صفاتی نہیں ہے اور نہ ہی حضور اکرمؐ کا نور مبارک اللہ تعالیٰ کے نور کا
 کوئی ٹکڑا یا حصہ ہے کیونکہ مضاف یا مضاف الیہ میں مغایرت شرط ہے جیسے روح اللہ سے یہ ثابت نہیں
 ہوتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں تو اللہ تعالیٰ کی روح کا کوئی حصہ یا ٹکڑا تو نہیں ہو سکتا۔ اللہ

کی روح تقسیم ہونے سے بری ہے۔ ”اَنَا مِنْ نُورِ اللَّهِ وَالْحَقُّ كُلُّهُ مِنْ نُورِي“ یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور
 نبی کریمؐ کا ارشاد ہے۔ ”اَسْءَلُكُمْ اَنْ تَعْلَمُوْا اَنَّ نُبِيَّكُمْ اِنَّمَا هُوَ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنْتُمْ وَرَبُّكُمْ فَخُذُوا حِذْرًا“
 ساری مخلوق میرے نور سے ہے۔ اُس سے مراد ہے کہ نبی کریمؐ اپنی ذات مقدسہ کی حیثیت سے آفتاب
 وجود ہیں اور کل مخلوق اس آفتاب وجود سے فیضان وجود حاصل کر رہی ہے۔ جس طرح ظاہری آفتاب کی
 شعائیں کل کرہ ارض میں جمادات، نباتات، معدنیات، حیوانات کے حقائق لطیفہ اور ان میں مختلف قسم کے
 خواص و اوصاف کا اضافہ کر رہی ہیں اور کسی اچھی یا بری خاصیت کا اثر ان شعاعوں پر نہیں پڑتا اور کسی
 بھی چیز کے مثبت یا منفی اثرات سورج کے لئے کسی قباحت یا نقصان کا باعث نہیں بنتے۔ اسی طرح عالم
 اجسام کی کسی بھی کیفیت یا نفس چیز کا اثر نبی کریمؐ کی ذات مقدسہ پر نہیں پڑ سکتا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور جب ان کو الہام فرمایا تو انہوں نے عرض کیا
 کہ ”اے پروردگار تو نے میری کنیت ابو محمدؐ کیوں رکھی“ خداوند کریمؐ نے فرمایا کہ اے آدمؑ سر اٹھاؤ۔
 انہوں نے اپنا سر اٹھایا تو ان کو عرش کے پایوں پر نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نظر آیا۔ عرض کیا کہ ”اے
 پروردگار یہ نور کیسا ہے۔“ ارشاد ہوا یہ نور تمہاری اولاد میں سے اس نبی کا ہے جس کا نام آسمانوں میں احمدؑ
 اور زمینوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ نور نہ ہوتا تو میں نہ تمہیں اور نہ آسمانوں اور زمینوں کو
 پیدا کرتا۔ (۵۸)

یہ نور مصطفویٰ کی عظمت و کرم تھی کہ تمام فرشتے سجدے میں جھک گئے شیطان ہزاروں سال عبادت کرتا رہا مگر اس کا ملعون ہونا ظاہر نہ ہوا۔ اس کا اظہار نبی کریمؐ کی تعظیم کے وقت ہوا۔ اس لحاظ سے محض عبادت مقبولیت کی علامت نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ دل و جان سے تعظیم مصطفیٰ لازم ہے اگر شیطان دیدہ بصیرت سے نور محمدیؐ کی چمک اور تابانی آدمؑ کے چہرے میں دیکھ لیتا تو فرشتوں سے پہلے سجدہ و ریز ہو جاتا کیونکہ معلم الملکوت تھا۔ ظاہر ہوا کہ نور مصطفویٰ کے دیکھنے کے لئے چشم بصیرت کی ضرورت ہے جن آنکھوں میں نور بصیرت نہیں ہوتا ان کو یہ نور نظر نہیں آتا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، فرمایا۔ میں بیٹھی سوت گات رہی تھی اور نبی کریمؐ اپنا ہوتا ہی رہے تھے، آپؐ کی پیشانی مبارک پر پینہ آ رہا تھا اور پینہ مبارک سے نور ظاہر ہوتا تھا۔ (۵۹) ظاہر ہے کہ فوری جسم کا ہی پینہ نور ہو سکتا ہے۔

”حضورؐ نے فرمایا کہ میرے لئے براق لایا گیا تو میں اس پر سوار ہوا۔“ (۶۰)

برق کے معنی بجلی اور براق مشتق ہے برق سے، تو براق آسمانی جلیوں کا مجموعہ ہوا اس مجموعہ برق پر سواری کرنا بشری طاقت نہیں۔ ارضی بجلی کو کوئی ہاتھ لگا لے تو جان نکل جاتی ہے۔ ارضی بجلی جس پر پڑے وہ جل کر خاک ہو جاتا ہے تو براق کی سواری تو اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ اس پر سواری کرنے والا اس سے اعلیٰ نور ہو۔ لہذا اس سے ثابت ہوا کہ آپؐ نور محض تھے۔

سورہ غم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”ثُمَّ كُنَّا تَحُلُكُنَّ فَكُلْنَا قُلُوبَ قَوْمَيْنِ وَأَوَّحَيْنَا (پھر حضور قریب ہوئے۔ نب کریمؐ نے استقبال کیا تو وہ کمالوں کے گوشے کی مقدار یا اس سے بھی کم) اس آیت شریفہ سے حضورؐ کا عرض معلیٰ کے قریب ترین پہنچ جانا ثابت ہے۔ (۶۱) اللہ نے اپنے قریب سے قریب تر آنے کی بشارت دی۔ نور کو نور ہی اپنے پاس بلا سکتا ہے۔ یہ بھی حضورؐ کے سراپا نور ہونے کی دلیل ہے۔

”مَوْلَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“

لغات کھانی میں آپؐ کے مولد مقدسہ کی نشاندہی اس طرح کی گئی ہے۔ ”یہ مقام مکہ مکرمہ میں جبل ابوقیس کے ساتھ ساتھ شمالی جانب سڑک پر چلتے جائیں تو دائیں ہاتھ بالکل سڑک پر ہی نظر آتا ہے۔ اسی مقام پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ورو مسجود اس دنیا میں ہوا۔ اس مقام کی نشانی یہ ہے کہ اس سے بالکل متصل سوق لیل کی تختی لگی ہوئی ہے۔“ (۶۲) ابو بکر جابر الجعازی لکھتے ہیں:

”آپؐ کا مولد مکانی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان ہوں) ابو یوسف کا مکان ہے۔ محل آج کل بیگ لاہوری مکہ مکرمہ میں قائم ہے۔“ (۶۳) ملک عرب کی مقدس بستی مکہ کو رسول اکرمؐ کے شم ولادت ہونے کا لازوال شرف حاصل ہے۔ مکہ مکرمہ دنیا کا واحد قدیم ترین شہر ہے جو آج تک آباد رہا ہے۔ یہ امر کم و بیش متفق علیہ ہے کہ اس شہر کی بنیاد کوئی چار ہزار سال پیشتر (ذوالحجۃ ہزار سال قبل مسیح میں) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام نے رکھی تھی۔ مکہ شہر طویل عرصہ تک اود عرض بلد ۷۸ درجہ اور ۷۳ درجہ میں واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مکہ شہر دنیا کے مرکز میں

واقع ہے۔ مکہ کے کئی نام ہیں جن میں سے بلد امین، بلحا، ام لقری، مقدسہ، قادسیہ وغیرہ ہیں جو کسی نہ کسی صفت کے باعث مشہور ہوئے۔ مکہ ایک نشیبی بستی میں واقع تھا جو شمال سے جنوب کی جانب پھیلتی جاتی تھی۔ اس کے مغربی جانب پہاڑیوں کا ایک سلسلہ تھا اور مشرق کی جانب سنگ خارا کی اونچی اونچی چٹانیں اپنی مرکزی عمارت یعنی کعبہ اپنے باترتیب اور پتھر کے گلی کوچوں، اپنے قطعہ بند مکانوں اور اپنے دارالندوہ کی بدولت یہ شرف و شہائی اور مضبوطی کا ایک غیر معمولی منظر پیش کرتا تھا۔ مکہ مکرمہ میں زمین کا وہ حصہ جس کی قسمت میں مولد النبیؐ ہونے کی سعادت لکھی تھی، شعب بنی عامر میں واقع ہے، راست پتھر کا ہے جو عام سطح زمین سے ڈیڑھ کلو میٹر کے قریب بلندی پر ہے، جسے لوگ زینہ کے ذریعے طے کرتے ہیں، اس کے بعد ایک دروازہ تک جو شمالی سمت میں کھلتا ہے، رسائی ہوتی ہے۔ پھر ایک مستطیل صحن آتا ہے۔ جس کا طول بارہ میٹر اور عرض چھ میٹر کے قریب ہے۔ اس صحن کی مغربی دیوار میں ایک دروازہ ہے۔ جس کے ذریعے قبر مولد النبیؐ میں داخل ہوتا ہے۔ جہاں ایک حبرک مقصورہ کے اندر سنگ مرمر کا ایک تختہ نصب ہے، جس کے وسط میں کسی قدر گہرائی ہے۔ (۶۳) یہی مقام ولادت گاہ خیر الانام ہے۔ قبر مبارک اور صحن کی اراضی تقریباً ۸۰ مربع میٹر ہے۔

حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے بعد یہ مکان رسول اکرمؐ نے عقیل بن ابی طالب کو بیسہ کر دیا۔ یہ مکان بنو امیہ کے ابتدائی دور تک عقیل کی اولاد میں رہا۔ اس کے بعد حجاج کے بھائی محمد بن یوسف ثقفی نے اسے خرید لیا، اور اپنے ذاتی مکان کا حصہ بنا لیا، یہ مکان چونکہ سفید چوٹے سے تعمیر کیا گیا تھا، اور اس پر پستری بھی سفید چوٹے کا تھا۔ اس لئے اس کو "البيضة" کہا جانے لگا۔ (۶۵) یہ ایک عرصہ تک "نوار امین یوسف" کے نام سے بھی مشہور رہا۔ عرصہ دراز تک یہی حالت رہی۔ "جب غلیفہ ہارون الرشید کی والدہ محترمہ ملکہ خزران (م ۷۴۳ھ) حج کو آئیں تو انہوں نے دوبارہ پھر اس مکان کو خرید اور دار ابی یوسف سے اس حصہ کو علیحدہ کر کے اپنی سابقہ اصل حالت پر تعمیر کروایا اور وہاں مسجد تعمیر کرا دی۔ بعض روایات کے مطابق ابو یوسف کے مکان سے مولد النبیؐ کا حصہ الگ کر کے وہاں مسجد کی تعمیر ہارون الرشید کی رفیقہ حیات زبیدہ خاتون نے کرائی۔" (۶۶) یہ بھی ممکن ہے وہاں پہلے مسجد تعمیر کرانے کا شرف خزران نے حاصل کیا ہو پھر زبیدہ خاتون مکہ مکرمہ آئی ہو تو اس نے اس مسجد کو از سر نو شایان شان طریقے سے تعمیر کیا ہو۔ ایک طویل عرصہ تک یہ حالت قائم رہی۔ ابن جیبہ (م ۶۶۶ھ) کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں انفرادی رسوم کے علاوہ ایک عام جشن میلاد بھی منایا جاتا تھا۔ (۶۷)

"تذکرہ" نے تجاویز پر اپنے دور حکومت کے دوران رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے لے کر آپؐ کے وصال تک ہر لمحے سے وابستہ ہر جسمانی، روحانی، تاریخی اور جمالیاتی کیفیت کو آئندہ نسلوں کے واسطے محفوظ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ عثمانی حکومت کی جانب سے اس کمرے کے بارے میں، جہاں آپؐ کا ظہور ہوا تھا، واضح طور پر انکسار تھا۔ حضرت عبدالمطلب کے گھر میں واقع اس شمالی کمرے کے اندر پہلی ربیع الاول کو سفید رنگ کیا جائے، رنگ ملاز حافظ قرآن ہوں اور پھر ربیع الاول کی اس

رات کہ جب آپؐ کا ظہور ہوا، معصوم بچے اس کمرے کے اندر آئیں اور قرآن کی تلاوت کریں۔ اگلی صبح پرندے آزاد کرنے کا حکم اور رواج تھا۔“ (۶۸)

پھر حالات نے پلٹا دکھایا اور ایک اندوہ گیس حادثہ ظہور پذیر ہوا کہ ایک والہ حکومت نے ہر روز دو شنبہ عاشورہ محرم ۱۸ھ میں قرۃ مولد النبیؐ کو منہدم کر دیا۔ مگر عرصہ دراز نہ گزرنے پایا تھا کہ اس کے بعد محمد علی پاشا خدیو مصر نے اپنی نگرانی میں اس کی تعمیر نو کرائی۔ (۶۹)

سعودی حکمرانوں کے دور میں پھر شورش برپا ہوئی۔ اب اس کمرے کے شمال کی جانب ایک روشن دان ضرور موجود ہے مگر اس سے اب آپؐ شمال کا ستارہ نہیں دیکھ سکتے کہ متعدد منزلوں کی ایک بد وضع عمارت راستے میں حائل ہے۔ اور رہے پرندے، تو ان کے آزاد کرنے کا رواج تو اس شہر میں کبھی کا ختم ہو چکا ہے۔ مولد النبیؐ میں پہلے سعودی حکمرانوں نے دارالحدیث بنایا۔ آج کل یہاں ایک لائبریری قائم ہے جو کبھی کبھار کھلتی ہے۔ اور اب اس گھر میں جہاں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تھا، شکرانے کے قفل پر صحن بھی مشعل ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

میلاد ناموں کی ترتیب و تدوین اور تصنیف و تالیف کے مجلسی محرکات محافل میلاد النبیؐ ہیں۔ اس مناسبت سے میلاد ناموں کا بنیادی موضوع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مقدسہ، نور نبویؐ، معراج النبیؐ اور آپؐ کے دیگر محملہ جلیلہ و محاسن جلیلہ کا بیان ہے۔ حضورؐ کی تشریف آوری کے سلسلہ میں ’ان‘، ’سج‘، ’میت‘ اور ’سال‘ کے تعین کے سلسلہ میں مختلف آراء ملتی ہیں۔

حضور کی ولادت کا سال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سال ولادت میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ محمد حسین بیگلر لکھتے ہیں : ’’اصل سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپؐ کی ولادت واقعہ فیل کے چند سال (تین سال سے ستر سال) بعد قرۃ میں آئی۔“ (۷۰) لیکن یہ بات بالکل غلط ہے تاریخ کی کسی بھی مستند کتاب سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ تہذیب شریف میں روایت ہے۔ قیس بن خزیمہؒ نے فرمایا۔ ”میری اور رسول اللہ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ ہم دونوں ہم عمر ہیں۔“ (۷۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا : میری ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ (۷۲)

مفسرین کرام نے سورہ فیل کی تفسیر میں یہ بات نقل کی ہے۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر (۷۳) احمد مصحح ام ابی (۷۴) مفتی محمد شفیع (۷۵) مولانا عبد الماجد دریا آبادی (۷۶) عبد اللہ یوسف علی (۷۷) اور پیر شاہ (۷۸) نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضور کی ولادت اسی سال ہوئی جس سال واقعہ فیل پیش

آیا۔ مورخین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ آپؐ کی ولادت عام الفیل میں ہوئی چنانچہ ابن اسحاق (۷۹)۔

ابن ہشام (۸۰)، ابن کثیر (۸۱)، عبدالرحمن جلال الدین سیوطی (۸۲)، ابن جوزی (۸۳)، احمد بن حجر (۸۴)، علامہ عثمانی (۸۵)، قاضی محمد سلیمان منصور پوری (۹۰)، مولانا اشرف علی تھانوی (۹۱)، شیخ عباس قمی (۹۲)، اور قاضی نواب علی (۹۳) نے عام الفیل کو نبی کریم کی ولادت کا سال قرار دیا ہے۔ عبدالرحمن چشتی (۱۰۱) نے لکھا ہے۔ "اہل سیر کی اکثریت اس پر متفق ہے کہ حضور اکرم کی ولادت پاک سال الفیل میں ہوئی۔" (۹۴) جلیل القدر محدث و مفسر اور مورخ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: "ہمور کے نزدیک یہی قول مشہور ہے کہ نبی کریم کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔" (۹۵) اور ابراہیم بن منذر کہتے ہیں کہ اس بات میں کسی عالم کو بھی شک و شبہ نہیں، نبی علیہ السلام عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ (۹۶) اس لحاظ سے ہمیں اس بات پر محدثین و مورخین کا اتفاق ثابت ہوتا ہے کہ حضور کی ولادت مبارکہ کا سال عام الفیل ہے۔

حضور کی ولادت مبارکہ کا سال عام الفیل مد نظر رکھتے ہوئے سنہ عیسوی کے لحاظ سے آپ کا سال پیدائش ۵۷۱ عیسوی بنتا ہے۔ اس سلسلہ میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تحقیق کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بنتی ہے۔ انہوں نے تاریخ کے سلسلہ میں وضاحت فرمائی ہے۔ ۲۲ اپریل مگر گورین دول کے مطابق ہے۔ جس پر ستمبر ۱۷۵۲ء سے انگریزی تقویم کا حساب شروع ہوا ہے لیکن قاعدہ قدیم کے مطابق ۹ ربیع مطابق ۱۹ اپریل ۵۲۸۳ جولین کے تھی اور گریگورین نے اس ۱۹ کو ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بروئے حساب قدیم قرار دیا۔ (۹۷)

محمود شکاری آکوسی نے لکھا ہے۔ "آپ کی ولادت رومیوں کے مہینوں کے مطابق میں شباط (فروری) کو ہرمزین نوشیرواں کی حکومت کے بارہویں سال ہوئی۔ ابو جعفر طبری نے بیان کیا ہے کہ آپ کا سال ولادت نوشیرواں کی حکومت کا بیالیسواں سال تھا۔" (۹۸) سنہ عیسوی کو مد نظر رکھتے ہوئے سال ۳۰ نوشیروانی بنتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ بات غلط ثابت ہوتی ہے۔ مولانا حبیب الرحمن نے نظریہ علوی کی روشنی میں ۹ دسمبر ۵۶۹ جولائی مطابق ۱۱ دسمبر ۵۶۹ گریگوری تاریخ ولادت لکھی ہے۔ (۹۹) اس کا بھی کسی مستند کتاب سے حوالہ نہیں ملتا۔ عام طور پر انسائیکلو پیڈیا کے حوالہ جات کو قیاس سمجھا جاتا ہے۔ ان میں اور انگریزی کتب سیرت میں اکثر و بیشتر آپ کا سال ولادت ۵۷۰ عیسوی دیا گیا ہے۔ (۱۰۰) ان میں صرف ایک انسائیکلو پیڈیا نے بعید از قیاس تاریخ ولادت لکھی ہے۔ (۱۰۱) اور ایک میں سال ۵۷۰-۵۷۱ دونوں دیتے گئے ہیں۔ (۱۰۲)

انگریزی زبان میں لکھی گئی کتب سیرت میں سال ولادت جہاں ۵۷۰ عیسوی ملتا ہے۔ (۱۰۳) وہاں چند کتابوں میں آپ کی تاریخ ولادت ۲۹ اگست ۵۷۰ بھی ملتی ہے۔ (۱۰۴) جو درست نہیں ہے۔ محی الدین قادری الرزاقی (۱۰۵)، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم (۱۰۶)، ڈاکٹر حمید الدین (۱۰۷) اور قطب الدین عزیز (۱۰۸) نے آپ کی تاریخ ولادت ۲۰ اپریل ۵۷۱ عیسوی بیان کی ہے۔ پرانی تقویم کو مد نظر رکھتے ہوئے اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تحقیق کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت ۲۲ اپریل ۵۷۱ عیسوی بنتی

وہی ہے جس نے ان کو پیدا کیا اور ان کو پھر زندہ کرے گا۔

الاول سے لے کر ۱۸۔ ربیع الاول تک کوئی گیارہ تاریخوں کا ذکر کیا ہے۔ صحیح تاریخ ۸ اور ۱۲۔ ربیع الاول کے درمیان بتائی ہے۔ (۱۷۷) مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے متعلق سات قول ہیں۔ دو آٹھ، دس، بارہ، سترہ، اٹھارہ اور پانچس۔ (۱۸۸) اس لئے درست اور صحیح تاریخ ولادت کی وضاحت کے لئے مختلف تاریخوں پر باری باری بحث کرنی ضروری ہے۔

دوم ربیع الاول

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ ابو معشر نخبہ الدینی کہا کرتے تھے: ربیع الاول کی دو راتیں گذری تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو شعبہ کے روڈ پیدا ہوئے۔ یہ روایت محمد بن سعد (الموتوفی ۲۴۰ھ) نے طبقات میں نقل کی ہے۔ حافظ مغلطائی نے دوسری تاریخ کو اختیار کر کے دوسرے اقوال کو مرفوع قرار دیا ہے۔ (۱۸۹) دو ربیع الاول اختیار کرنے والے مورخین کی بنیاد ابو معشر نخبہ کی روایت ہے جو مدینہ پاک میں رہتے تھے اور جبکہ حضورؐ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ اس روایت کو سب سے پہلے محمد بن سعد نے نقل کیا جو ۲۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۳۳۰ھ میں وفات پائی۔ جب آپؐ کی ولادت ہوئی اس وقت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں الگ الگ کیلنڈر رائج تھے۔ مدینہ والوں کا سال ۱۲ ماہ کا ہوتا جبکہ مکہ والے اپنی مرضی سے ۱۳ یا ۱۴ ماہ کا سال بھی بنا لیا کرتے تھے۔ قرآن پاک میں مکہ والوں کو ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے دو ربیع الاول کی روایت کسی طرح درست نہیں ہے۔ (۱۹۰)

پنجم ربیع الاول

امیر الدین نے سیرت طیبہ میں لکھا ہے۔ ”قول مختار یہ ہے کہ آپ پانچ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔“ (۱۹۱) لیکن کسی بھی مورخ نے یہ تاریخ نہیں لکھی اور نہ ہی کسی صحابی یا تابعی نے پانچ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا ہے۔

ہشتم ربیع الاول

ابوالحسن علی بن حسین بن علی المسعودیؒ نے حضور کا یوم ولادت آٹھ ربیع الاول قرار دیا ہے۔ (۱۹۲) علامہ حافظ ابن قیمؒ (الموتوفی ۷۵۰ھ) نے لکھا ہے کہ جمہور کا قول یہ ہے کہ آٹھ ربیع الاول کو حضورؐ کی ولادت ہوئی۔ (۱۹۳) علامہ راشد الخیری (۱۲۴) اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی (۱۲۵) نے آنحویس ربیع الاول کو یوم میلاد قرار دیا لیکن اس کی بنیاد کسی صحابی یا تابعی کے قول پر نہیں۔ یہ ان کا اپنا خیال ہے۔ جس کی کوئی سند نہیں ملتی۔

نہم ربیع الاول

شرح سلطان المحدثین میں ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ ۹۔ ربیع الاول شریف کو محبوب میں تقسیم فرماتے تھے کہ یہ نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کا دن ہے۔ (۱۹۶) مولانا شبلی نعمانی نے سیرۃ النبیؐ میں لکھا ہے۔

”تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا قلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ کی ولادت ۹- ربیع الاول بروز دو شنبہ ہوئی۔ حاشے میں مولانا شبلی نعمانی نے مزید وضاحت فرمائی ہے کہ تاریخ میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفقہ طریقہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دو شنبہ کا دن تھا اور تاریخ ۸ سے ۱۲ تک پر منحصر ہے ربیع الاول مذکور کو ان تاریخوں میں دو شنبہ کا دن نویں تاریخ کو پڑتا ہے۔ اسی لئے ۹- ربیع الاول ہی تاریخ ولادت ہے۔ (۱۲۷) قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ لکھتے ہیں۔ ”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسم بہار میں دو شنبہ کے دن ۹- ربیع الاول ۱۱ عام الفیل مطابق ۳۲- اپریل ۵۷۰ء مطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ بکری کو مکہ مکرمہ میں بوم از صبح صادق و قبل از طلوع نیر عالم تاج پیدا ہوئے۔“ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ نے اس صفحہ پر حاشے میں مزید تحریر فرمایا ہے۔ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں دو شنبہ کا دن خصوصیت رکھتا ہے ولادت، نبوت، ہجرت، وفات سب اسی دن ہوئی ہیں۔ اس سے مختلف تاریخوں کی تصحیح میں بڑی مدد ملتی ہے تاریخ ولادت میں مورخین نے اختلاف کیا ہے طبری و ابن خلدون نے ۳- تاریخ اور ابوالخداء نے ۱۰ کلم ہے مگر سب کا اتفاق ہے کہ دو شنبہ کا دن ۹- ربیع الاول کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں لکھتا اور لئے ۹- ربیع الاول ہی صحیح ہے۔“ (۱۲۸) تاریخ دول العرب والاسلام میں محمد طلعت نے بھی ۹ تاریخ ہی صحیح قرار دیا ہے۔ یکم جیٹھ کے بارے میں بھی لکھتے ہیں۔ ”ششی سال کی صحیح مقدار ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۸ منٹ ۳۶ سیکنڈ ہے مگر سمت ہروشہہ کے جاری کرنے والوں نے ۳۳ منٹ ۲۳ سیکنڈ کی مقدار اس سے زیادہ جوڑ کی۔ اس زیادتی کی وجہ سے سمت ہروشہہ سن عیسوی کے مقابلہ میں ۲۳ منٹ ۲۳ سیکنڈ کی تاخیر سے شروع ہوتا ہے۔ سمت ہروشہہ ۱۱ کا آغاز یوم یکشنبہ مطابق ۱۳- مارچ ۶۳۵ء جولین ہوا تھا یعنی اعتدال ۱۱- مئی سے ۹ یوم پہلے مگر سمت ۶۲۸ ہروشہہ کا آغاز ۲۲- مارچ ۵۷۰ء کو ہوا تھا یعنی اعتدال ۱۱- مئی سے ایک یوم بعد اور ہمارے زمانہ میں سمت ۱۹۷۲ ہروشہہ ۱۳- اپریل ۱۹۹۵ء کو شروع ہوا ہے یعنی اعتدال ۱۱- مئی سے ۲۳ یوم بعد۔ آئندہ بھی سمت ہروشہہ میں اسی تناسب سے یہ فرق بڑھتا رہے گا یعنی ۱/۲ سال کے بعد سمت کا شروع ایک دن موخر ہوتا رہے گا۔ غرض سمت ہروشہہ میں جو قطعی متعلق سال ششی کے ابتداء کا کسی سمت مذکور سے موجود ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سمت ہروشہہ کا یکم جیٹھ مطابق ۲۲- اپریل ۵۷۰ء سمت ہروشہہ کا یکم جیٹھ مطابق ۱۳- مئی ۱۹۲۵ء کے ہے۔“ (۱۲۹)

مولانا ابوالکلام آزاد (۱۳۰) مولانا حفصہ الرحمن سید عاروی (۱۳۱) چوہدری افضل حق (۱۳۲) غلام احمد (۱۳۳) شاہ معین الدین احمد ندوی (۱۳۴) مولانا محمد میاں (۱۳۵) عبدالکریم شمر (۱۳۶) فقیر سید وجہ الدین (۱۳۷) عبدالحمید (۱۳۸) اور ڈاکٹر اسرار احمد (۱۳۹) نے ۹- ربیع الاول ہی تاریخ ولادت لکھی ہے۔ سید قازم حسین حید انور لکھتے ہیں:

”آپ ۹- ربیع الاول کی ۹- تاریخ کو پیدا ہوئے۔ مسیحی سن ۳۲- اپریل ۵۷۰ء اور بکری سمت یکم جیٹھ ۶۲۸ تھی۔ دن دو شنبہ پیر کا تھا۔ پیدائش اور وفات کے سال کا حساب کر کے بغیر اسلام ۲۲۳۰۳ دن ۶ گھنٹے قیام فرما رہے۔ آپؐ نے آٹھ ہزار ایک

سو عین دن فرائض نبوت ادا کئے۔ دنیا بھر کے عیوں میں کسی نبی کی زندگی پاک کا ایسا صحیح حساب کس مذہب والے کے ہاتھ میں نہیں ہے۔" (۱۳۰)
 محمد حسین بیگل نے چار تاریخ کا ذکر کیا ہے۔
 "ماہ ربیع الاول میں ولادت مبارک کے موبدین اس ماہ کی تاریخ میں ۳، ۴، ۵ اور
 ابن اسحاق کی روایت میں ۱۲ ہے" (۱۳۱)
 محمد بدرالدین خان "تختہ ربیع الاول" میں رقم طراز ہیں۔
 "ربیع الاول کی یاربہوں اور بعضوں کی رائے میں ربیع الاول کی نویں تاریخ
 تھی۔" (۱۳۲)

فیروز سنزارو انسانیکو پیدیا کے مطابق "حضور کی پیدائش ۹ ربیع الاول کو ہوئی مگر ۱۲ ربیع الاول پر
 علامہ کرام کا اتفاق ہے۔" (۱۳۳) سیرت طیبہ محمد رسول اللہ میں مولانا عبدالمقتدر نے بڑی وضاحت سے
 باب ولادت با سعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس وقت کی مروجہ تقاویم کے لحاظ سے ہر کیلنڈر کی
 تاریخ تحریر فرمائی ہے۔ وہ ولادت کی تاریخ لکھتے ہیں۔

"۹ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل" ۱۸۔ دس نو شہر زوان ۳۰، ۳۱ اپریل ۵۷۱ عیسوی، یکم
 جیٹھ ۶۳۸ مکرری شمس، ۲۰ نیساں ۸۳۲ سکندری، ۱۸۔ توت ۱۳۱۹ بخت نصری، یکم جیٹھ
 ۳۶۷۵ کل جگ، ۱۰۔ ایار ۳۳۳۱ یودی عبرانی، ۱۱۔ شش ۳۶۷۵ طوقانی۔" (۱۳۴)

نبی کریم کی حیات مقدسہ میں دو شنبہ کے دن کی بڑی خاص اہمیت ہے۔ آپ کی ولادت، وحی کا نزول،
 حجر اسود کو مہبودہ جگہ پر رکھنا، مکہ سے ہجرت، مدینہ منورہ میں داخلہ اور آپ کا وصال صبح پیر کے دن ہوا۔
 برصغیر پاک و ہند میں صدیوں پرانی یہ روایت چلی آ رہی ہے کہ بارہ ربیع الاول کو بارہ وفات کے نام سے بھی
 موسوم کیا جاتا ہے۔ بارہ ربیع الاول کو آپ کا وصال مبارک ہوا اور اس دن بھی دو شنبہ تھا اور آپ کی
 ولادت مبارکہ دو ازہم ربیع الاول کو بھی دو شنبہ کا دن تھا۔

دھم ربیع الاول

چند مورخین نے ۱۰ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا ہے۔ محمد بن سعد نے "طبقات ابن سعد" میں
 لکھا ہے۔ "ماہ ربیع الاول کی دس راتیں گندری تھیں کہ دو شنبہ کے دن آپ پیدا ہوئے۔" (۱۳۵) علامہ
 ابن جوزی نے ۱۲ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا ہے لیکن ایک روایت یہ بھی لکھی ہے "آپ کی
 ولادت سوموار کے دن عام الفیل میں دس ربیع الاول کے بعد ہوئی۔" (۱۳۶) انہوں نے دس کے بعد کی
 تاریخ کا واضح قصین نہیں کیا۔ اس لحاظ سے یہ روایت دس ربیع الاول کے حق میں نہیں تیز دس ربیع الاول
 کسی بھی برصغیر پاک و ہند کے سیرت نگار نے نہیں لکھی ہے۔

دو ازہم ربیع الاول

درج ذیل اصحاب نے آپ کی ولادت مبارکہ ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے: حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ (۱۳۷)

محمد بن اسحاق (۱۳۸) ابن ہشام (۱۳۹) علامہ ابن حجر عسقلانی (۱۵۰) محمد الغزالی (۱۵۱) ذاکر محمد عبدہ بمانی (۱۵۲) سید جمال حسین (۱۵۳) الشیخ مصطفیٰ الخلاعی (۱۵۴) شیخ محمد رضا مصری (۱۵۵) قواد فخر الدین (۱۵۶) شاہ عبدالحق محدث دہلوی (۱۵۷) مولانا احمد رضا خان بریلوی (۱۵۸) مولانا نعیم الدین مراد آبادی (۱۵۹) پیر محمد کریم شاہ (۱۶۰) مولانا نقی علی خان بریلوی (۱۶۱) حکیم سید ابوالحسنات (۱۶۲) مولانا اشرف علی تھانوی (۱۶۳) مولانا عبدالمجید دریا آبادی (۱۶۴) مولانا احتشام الحق تھانوی (۱۶۵) علامہ نور بخش تونکی (۱۶۶) قاضی نواب علی (۱۶۷) سید ابوالاعلیٰ مودودی (۱۶۸) علامہ حکیم محمد عالم آسی (۱۶۹) نواب محمد صدیق حسن خان (۱۷۰) سید محمود احمد رضوی (۱۷۱) مولانا عبدالحلیم شرر (۱۷۲) مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی (۱۷۳) ابوبکر جابر الجبازی (۱۷۴) مفتی عنایت احمد کاکوروی (۱۷۵) سر سید احمد خان (۱۷۶) مفتی محمد شفیع (۱۷۷) سید ابوالحسن علی ندوی (۱۷۸) سیرت انسائیکلو پیڈیا (۱۷۹) اورٹی۔ بی۔ بیوڈ (۱۸۰) وغیرہ۔

بارہویں ربیع الاول کے بارے میں علماء کرام کے متعدد اقوال ہیں۔ امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں :

وَلِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ عَشْرَةَ لَيْلَتِهِ خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَجَبِ الْاَوَّلِ.

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سوموار کے دن ربیع الاول شریف کی بارہویں تاریخ کو عام الفیل میں ہوئی۔“ (۱۸۱)

معروف سیرت نگار علامہ ابن ہشام (م ۲۴۳ھ) اولین سیرت نگار امام محمد بن اسحاق کے حوالے سے رقمطراز ہیں :

وَلِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ عَشْرَةَ لَيْلَتِهِ خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَجَبِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِيلِ.

”رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوموار پارہ ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔“ (۱۸۲)

علامہ ابن خلدون جو فلسفہ و علم تاریخ کے ماہرین میں سے ہیں وہ عجم کریم کی تاریخ ولادت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں :

وَلِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ عَشْرَةَ لَيْلَتِهِ خَلَتْ مِنْ رَجَبِ الْاَوَّلِ لَارْبَعِينَ سَنَةً بَنِي سُلَيْمَانَ الْاَوْسِيِّ وَآلِهِ.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت عام الفیل کو ماہ ربیع الاول کی پارہ تاریخ کو ہوئی۔“ (۱۸۳)

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوروی اپنی کتاب اعلام النبوة میں لکھتے ہیں :

وَلِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ عَشْرَةَ لَيْلَتِهِ خَلَتْ مِنْ رَجَبِ الْاَوَّلِ.

”اسحاب فیل کے پچاس روز بعد اور آپ کے والد کے انتقال کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے۔“ (۱۸۴)

محمد اسحاق ابراہیم عربون دور حاضر کے معروف سیرت نگار ہیں وہ اپنی کتاب ”محمد رسول اللہ“ میں

تجزیہ کرتے ہیں:

وَقَدْ صَحَّ مِنْ طَرَفٍ كَثِيرَةٍ أَنَّ مُحَمَّدًا عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَجَبِ الْاَوَّلِ عِلْمَ الْفَيْلِ فِي زَمَنِ كَثَرَى اَنُوشِيرَوَانُ وَيَقُولُ اَصْحَابُ التَّوَلُّفَاتِ التَّارِيخِيَّةِ اَنْ ذَلِكَ يَوْمَ الْيَوْمِ الْمَكْمُلِ لِلْعَشْرَيْنِ مِنْ غَيْرِ اَعْتِطِلَ سَنَهُ ٥٥٠ م بَعْدَ مِيلَادِ الْمَسِيحِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

”کثیر التعداد و تاریخ سے یہ بات صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروز دو شنبہ بارہ ربیع الاول عام الفیل کسری نوشیرواں کے عہد حکومت میں تولد ہوئے۔ اور ان علماء کے نزدیک جو مختلف سمتوں کی آپس میں تطبیق کرتے ہیں انہوں نے عیسوی تاریخ میں ۵۵۰ اگست ۵۵۰ء بیان کی ہے۔“ (۱۸۵)

علامہ ابن جوزی نے نبی کریم کی ولادت باسعادت کے بارے میں لکھا ہے:

وَلَدَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ عَشَرَ خُلُونِ مِنْ رَجَبِ الْاَوَّلِ عِلْمَ الْفَيْلِ وَقِيلَ لِلْبَلْتَيْنِ خُلْتَا بِهِ قَالَ اَبْنُ اسْحَاقَ وَلَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ عِلْمَ الْفَيْلِ لِاِثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَجَبِ الْاَوَّلِ۔

”حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بروز سوموار دس ربیع الاول کو عام الفیل میں ہوئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ تھی اور امام ابن اسحاق فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ روز دو شنبہ بارہ ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی۔“ (۱۸۶)

عیون الاثر کے مصنف امام الحافظ ابوالفتح محمد بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن سید الناس الشافعی

الاندلسی لکھتے ہیں:

وَلَدَ سَيِّدُنَا وَلِيِّنَا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ عَشْرَةَ لَيْلَةً مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَجَبِ الْاَوَّلِ عِلْمَ الْفَيْلِ قِيلَ بَعْدَ الْفَيْلِ بِخَمْسِينَ يَوْمًا۔

”ہمارے آقا اور ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوموار کے روز بارہ ربیع الاول شریف کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ بعض نے کہا ہے کہ واقعہ فیل کے پچاس روز بعد حضور کی ولادت ہوئی۔“ (۱۸۷)

حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے بھی ۱۲۔ ربیع الاول کی تاریخ روایت کی ہے:

رَوَاهُ اَبْنُ اَبِي شَيْبَةَ فِي مَصْنُوعِهِ عَنْ عَفَّانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَيِّئَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هَاجِرٍ وَلَيْدٍ مَاتَ وَمَعْنَاهُ الْمَشْهُورُ عِنْدَ الْجَمْهُورِ وَاللَّهُ اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ۔

”حضرت جابرؓ اور ابن عباسؓ دونوں سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام الفیل روز دو شنبہ بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور اسی روز حضور کی بعثت ہوئی۔ اسی روز معراج ہوا اور اسی روز ہجرت کی۔ اور جمہور اہل اسلام کے نزدیک یہی تاریخ بارہ ربیع الاول مشہور ہے۔“ واللہ اعلم بالصواب۔ (۱۸۸)

آپؐ کی ولادت مبارکہ کے بارے میں جمہور کی رائے یہی ہے کہ ولادت مقدسہ بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔ اہل مکہ کا عمل بھی اسی پر شاہد ہے کیونکہ وہ بارہ ربیع الاول کی رات کو جائے ولادت نبی کریمؐ کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ اور محافل میلاد کا انعقاد کرتے چلے آئے ہیں۔ اہلحدیث مشہور عالم نواب محمد صدیق حسن خان نے بھی لکھا ہے کہ ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر روزِ دو شنبہ شبِ دوازدهم ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی۔ (۱۸۹) نیز علماء دیوبند کے مفتی اعظم مولانا محمد شفیع نے سیرت خاتم الانبیاء میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ بارہ ربیع الاول ہی لکھی ہے۔ (۱۹۰) نیز مرفوع روایت کی موجودگی میں کسی ماہر تعلقات یا مورخ کی اس رائے سے ہرگز اتفاق نہیں کیا جاسکتا کہ بارہ ربیع الاول تاریخ ولادت نہیں ہے۔ دراصل نبی کریمؐ کی تاریخ ولادت کے سلسلہ میں ۱۲ ربیع الاول کی بجائے کسی دیگر تاریخ کے تعین کا موجودہ سلسلہ بھی صیہونی سازش کا ایک حصہ ہے تاکہ اجماع امت میں اختلاف پیدا کر کے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب منانے کے سلسلہ میں ابہام پیدا کر دیا جائے۔

متذکرہ بالا قدیم سیرت نگاروں 'محمد ثین'، 'مفسرین'، تابعین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ارشادات سے ثابت ہو گیا کہ نبی کریمؐ بارہ ربیع الاول عام الفیل ہجر کے دن صبح کے وقت اس دنیا میں تشریف لائے۔

سترہ ربیع الاول

شیخ عباس قتی نے لکھا ہے۔ "شیعہ علماء میں یہ مشہور ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سترہ ربیع الاول کو ہوئی۔" (۱۹۱) ڈاکٹر مسعود رضا خاکی نے اپنے مضمون "چہارہ معصومین" میں لکھا ہے۔ "تاریخ ولادت عام مسلمانوں میں ۱۲ ربیع الاول تسلیم کی جاتی ہے کوئی ۹ اور کوئی ۱۰ عادتاً ہے لیکن فقہ جعفریہ کے علماء کے نزدیک طے شدہ تاریخ ولادت سترہ ربیع الاول ہے۔ سن ولادت پر سب کا اتفاق ہے کہ عام الفیل ہے۔" (۱۹۲) ان دونوں کی آراء کے برعکس علامہ محمد باقر مجلسی نے لکھا ہے۔ "محمد بن حنفیہ نے کہا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت جب ہوئی تو ماہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں۔" (۱۹۳) اور یہی روایت "جلائعین" میں ہے۔ (۱۹۴) اس لحاظ سے ان کے مقابلے میں عصر حاضر کے شیعہ یورہین کی بات کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

انوارہ اور یائیس ربیع الاول

علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔

"کہا گیا ہے کہ نبی کریمؐ ربیع الاول کی انوارہ راتیں گزرنے کے بعد پیدا ہوئے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ربیع الاول کے آٹھ دن باقی رہتے تھے کہ آپؐ پیدا ہوئے۔

یہ دونوں قول بالکل غیر صحیح ہیں۔" (۱۹۵)

علامہ قسطلانی نے خود ان کو غیر ثقہ قرار دیا ہے۔ نیز کسی اور سیرت نگار نے ان تاریخوں کا ذکر تک

نہیں کیا۔ لہذا یہ بالکل غلط ہیں۔

ولادت باسعادت کا دن

اس بات پر تمام محدثین، مورخین، قدیم و جدید سیرت نگار متفق ہیں کہ نبی کریمؐ کی ولادت دو شعبہ (ہجری) کے دن ہوئی۔ اور اس کا ثبوت احادیث مبارکہ سے بھی ملتا ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ ”حضور نبی کریمؐ سے سوال کیا گیا کہ آپؐ ہجری کے دن روزہ کیوں رکھتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس دن پیدا ہوا اور اس دن مجھ پر وحی کی ابتداء ہوئی۔ مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ”تمہارے نبی دو شعبہ کو پیدا ہوئے۔ دو شعبہ ہی کو ان کی بعثت ہوئی۔ اسی دن ہجرت کی ماور دو شعبہ ہی کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔“ (۱۹۶)

حضرت عبداللہ بن العاصؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ کی ولادت باسعادت دو شعبہ کی صبح صادق کے طلوع کے وقت ہوئی۔“ (۱۹۷)

حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل ابن کثیر القرطبی اللہ مشفق فرماتے ہیں:

”وَهَذَا نَأَلَا خِلَافَ قَوْلِهِ اَنَّهٗ وَلِدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ ثُمَّ الْجَمْعُورُ عَلَى اَنَّ فَكَّكَ كَانَ فِي شَهْرِ رَجَبِ الْاَوَّلِ (اس امر پر ذرا اختلاف نہیں ہے کہ حضور دو شعبہ (ہجری) کے دن پیدا ہوئے پھر جمہور کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔“ (۱۹۸)

علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ امام صحیحی نے ذکر کیا کہ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب ابو لب مرگیا تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بت برے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تم سے جدا ہونے کے بعد مجھے کوئی راحت نہیں ملی۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ہجری کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں۔

”یہ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہجری کے دن ہوئی۔ اور توبہ نے ابو لب کو آپؐ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو ابو لب نے اس کو اس خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔“ (۱۹۹)

علامہ عبدالرحمن ابن جوزی لکھتے ہیں:

”علماء کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل کے ماہ ربیع الاول میں ہجری کے روز اس دنیا میں بطورہ فرما ہوئے۔ اس تاریخ ولادت میں اختلاف ہے اور اس میں چار قول ہیں۔ دو، آٹھ، دس اور بارہ ربیع الاول۔“ (۲۰۰)

مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں۔

سب کا اتفاق ہے کہ ماہ ربیع الاول تھا۔ سب کا اتفاق ہے کہ عام الفیل تھا

بقول صحیحی اس قصہ سے پچاس دن بعد اور بقول میاطلی پچیس دن بعد۔“ (۲۰۱)

مورخ یعقوبی نے حضرت بن عمرؓ کی سند پر دو شعبہ کی بجائے جمعہ کو یوم ولادت قرار دیا ہے۔“ (۲۰۲)

بالطریق غلط ہے اور اسی طرح سید نبی الدین اولیائی نے لکھا ہے۔ ”حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم در روز جمعہ یہ رنگام طلوع آفتاب متولد گردید۔“ (۲۰۳) دو شنبہ کے یوم ولادت ہونے کے بارے میں اللہ راویوں کی روایت کی موجودگی میں مورخ یعقوبی اور سید نبی الدین اولیائی کا جمعہ کو یوم ولادت قرار دینا کسی طرح درست نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ ”اس پر کلی اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن پیدا ہوئے۔“ (۲۰۴)

اس بحث سے نتیجہ یہ نکلا کہ اس بات پر تمام محدثین اور مورخین کا اتفاق ہے کہ حضورؐ کی ولادت مبارکہ دو شنبہ (پیر) کے دن ہوئی۔

وقت ولادت

وقت ولادت کے بارے میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری فرماتے ہیں:

”آپؐ بعد از صبح صادق و قبل از طلوع شمس عالمتاب پیدا ہوئے نیز جاہلیہ میں وضاحت فرماتے ہیں کہ یوم ولادت باسعادت کو مکہ مکرمہ میں صبح صادق کا طلوع ۳ بج کر ۲۰ منٹ (دھوپ گھڑی کے گھنٹوں کے حساب سے) ہوا تھا۔ اور آفتاب اس وقت برج حمل سے ۳۱ درجہ ۲۰ دقیقے پر تھا۔“ (۲۰۵)

حضرت عبداللہ بن العاصؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ کی ولادت باسعادت صبح صادق کے طلوع کے وقت ہوئی۔ (۲۰۶) دیگر مورخین کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ آپؐ کی ولادت صبح صادق کے وقت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ (۲۰۷)

شاید متذکرہ بالا سے یہ بات قرین قیاس ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت مکہ مکرمہ میں صبح صادق کے وقت دو شنبہ (پیر کے دن) بتاریخ بارہ ربیع الاول ۱۰ عام الفیل کو ہوئی۔

مسلم ہیئت دانوں نے ہجری قمری تقویم کی رو سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ۱۰ ایام کا حساب بھی مرتب کیا ہے۔ اس کی رو سے آپ علیہ السلام اس دنیا میں ۳۲۳۳ دن اور چھ گھنٹے ۱۰ منٹ فرما رہے ہیں۔ ان میں سے رسالت و نبوت کی تبلیغ کے ایام ۸۵۶ شمار کئے گئے ہیں۔

اسم مبارک محمدؐ کی تشریح

نبی کریمؐ کے دادا جان نے اسم مبارک محمدؐ تجویز کرنے کے سلسلہ میں آپؐ کے حقیقہ کے دن اپنے بھائی کے لوگوں کے استفسار پر یوں وضاحت فرمائی:

”وقت ان بحملہ اللہ فی السملہ خلقہ فی الارض (میں نے اس لئے یہ نام تجویز کیا ہے تاکہ آسمانوں کے لئے توفیق اور زمین میں اس کی مخلوق اس مولود مسعود کی حمد و ثناء کرے)۔“ (۲۰۸)

اس بحث کے نزدیک جو ہستی تمام صفات خیر کی جامع ہو اسے محمدؐ کہتے ہیں۔ امام محمد ابو زہرہ اسم محمدؐ کی حقیقت سے ہوتے لکھتے ہیں:

”مفعیل کا حیفہ کسی فعل کے بار بار واقع ہونے اور لمحہ بہ لمحہ وقوع پذیر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اس میں استمرار پایا جاتا ہے یعنی ہر آن وہ نئی آن بان سے ظاہر ہوتا ہے اس تشریح کے مطابق محمدؐ کا مفعول یہ ہو گا کہ وہ ذات جس کی بصورت استمرار ہر لمحہ ہر گھڑی نو بنو تعریف و ثنا کی جاتی ہو۔“ (۲۰۹)

علامہ سیبلی بھی اس نام پاک کی تشریح میں رقم طراز ہیں:

”یعنی لغت میں محمدؐ اس کو کہتے ہیں۔ جس کی بار بار تعریف کی جائے کیونکہ مفعول کے وزن میں اس فعل کا تکرار مقصود ہوتا ہے۔ مضرب اور مخرج ان کا وزن بھی مفعول ہے اور ان کے معنی میں بھی تکرار ہے۔“ (۲۱۰)

سلسلہ نسب پاک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضورؐ کے نسب کی شرافت اور آپؐ کے شہرہ جائے پیدائش کی عظمت محتاج بیان و دلیل نہیں ہے۔ اور نہ اس میں کوئی اشکال و اختلا ہے کیونکہ آباؤ اجداد کے لحاظ سے فخر و عالم تمام بنی ہاشم بلکہ قریش میں ممتاز اور سارے عرب میں شریف النسب اور معزز ترین ہیں۔ آپؐ کا نسب اس قدر باکرامت ہے کہ اس کے تمام اجزاء پاکیزہ ہیں اصل سے بھی، فرع سے بھی اور آپؐ کے سبب جنس بشر کو شرف حاصل ہو گیا ہے۔ آپؐ کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے جس کو اللہ کے نزدیک سب شہروں پر برتری، عظمت اور فوقیت حاصل ہے۔

حضورؐ کے آباؤ اجداد کے فضائل

آنحضرتؐ عرب کے معزز ترین گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپؐ کے بزرگوں میں سب کو قیادت و سرداری حاصل تھی جو عربوں میں بہت اعلیٰ مقام اور بلند مرتبہ کے حامل تھے۔ ان کی دانشمندی و دانائی، بہادری و دلیری اور جود و سخا، شہرہ آفاق تھے۔ معد، میدان اور چھاپہ مار جنگوں کے ہیرو تھے اور ہر معرکہ میں کامیاب و کامران واپس آتے تھے۔ نزار، حسن و جمال اور عقل و دانش میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے، اسی طرح معز کا حسن بھی بے مثال تھا اور بہت خوش الحان تھے۔ الیاس، اپنی قوم میں حضرت لقمانؑ کی حیثیت کے حامل سمجھے جاتے تھے۔ فہر، ان پر قریشی نسب کی اتنا ہوتی ہے، ان سے اوپر جو ہے وہ قریشی نہیں بلکہ کنانی کہلاتا ہے۔ ان کا لقب قریش تھا اور بہت کریم النفس تھے۔ کعب، اٹھویں پشت میں حضرت عمر بن خطابؓ کے جد اعلیٰ تھے۔ عرب جمعہ کے روز ان کے پاس جمع ہوتے تھے اور یہ انہیں پیر و نصائح کرتے اور حضورؐ کی بعثت کی خوشخبری سناتے اور آپؐ کی اجازت کی ہدایت کیا کرتے تھے۔ مرہ، چھٹی پشت میں آنحضرتؐ اور ابوبکر صدیقؓ کے جد اعلیٰ تھے۔ کلاب، حضورؐ کے والد محترم اور والدہ محترمہ کا نسب ان پر جا کر مل جاتا ہے۔ ان کا نام حکیم ہے بعض کے نزدیک عروہ ہے۔ شکاری کتوں سے شکار کھیلنے کی وجہ سے ان کا لقب کلاب پڑ گیا۔ قصی، قریباً ۳۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ قریش میں وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے حضرت

ابراہیمؑ کے بعد کعبہ کو اڑس نو تعمیر کیا تھا۔ بیت اللہ کی کلید برداری، قبا کے لئے فراہمی تب اور ان میں شریکی تقسیم اور عام مہمان داری کے اہم فرائض ان کے سپرد تھے۔ عبد مناف، انہیں حسن و جمال کی وجہ سے بطحا کا چاند بھی کہا جاتا تھا۔ سخاوت کی وجہ سے فیاض کے نام سے موسوم تھے وہ چوتھی پشت میں حضرت آدمؑ کے جد اعلیٰ تھے۔ ہاشم، ان کا نام عمرو بن مناف تھا۔ انہوں نے شدید قحط کے دنوں میں ملک شام سے آنا وغیرہ لا کر اور بہت سے اونٹ ذبح کر کے لوگوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔ ان کا دسترخوان ہر حال میں سب سے اعلیٰ اور عام رہتا تھا۔ اپنے دور کے صاحب ثروت تاجر تھے اور نیکہ کے محصولات جمع کرتے تھے۔ عبد المطلب، ان کا نام شہبہ الحمد تھا۔ ان کے دسترخوان سے یرغلوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والے لوگوں تک کو غذا پہنچائی جاتی تھی۔ وہ مصائب میں قریش کے کام آتے۔ وہ پہلے شخص تھے جو غار حرا میں مہمانت کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ہی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے کنوئیں زمزم کا پتہ لگایا اور اس کی رہائی کا اہتمام کیا۔ عبد اللہ، آپ آنحضرتؐ کے والد محترم تھے۔ عبد المطلب کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ رمضان کا پورا مہینہ شہر کے مساکین و فقراء کو کھانا کھلاتے اور اسی ماہ میں حرا پہاڑ پر لوگوں سے یکسو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال پر غور و فکر کرتے۔ (۲۸)

یہ کتاب نامہ

یہ کاتب نامہ امین ہشام نے محمد بن اسحاق کی روایت سے درج ذیل بیان کیا ہے : محمد بن عبد اللہ
بن الحارث (اصل نام شیب) بن ہاشم (اصل نام عمرو) بن عبد مناف (اصل نام المضر) بن قصی بن
کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فھر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ (اصل نام
دھاب) بن ایس بن معصر بن زرارہ بن معد بن عدنان بن اؤ بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن شارب بن
عابر بن یاسج بن اسماعیل بن ابراہیم غلیل الرحمٰن بن تارخ (اصل نام آذر) بن تامور بن ساروح بن
فالح بن عیر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح بن لاك بن متوشلح بن اخنوخ (بعض کے
مطابق اور ہیں۔ واللہ اعلم۔ نبی آدم میں یہ پہلے شخص ہیں جنہیں نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور
اس کا نام استعمال کیا) بن یروہ بن میل بن قین بن انوش بن شیث بن آدم ابو البشر علیہ السلام۔
اس باب کے مطلق محمد بن محمد بن عبد الحمید ازہری لکھتے ہیں :

میں نے کسی روایت ہے کہ ہمیں کسی ایسے شخص کے بارے میں معلوم نہیں جو عدنان اور حضرت اسماعیلؑ کی قسمی گزلیوں کو جانتا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ عدنان اور حضرت اسماعیلؑ ایک ہی اجداد ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ہمارا انتساب عدنان تک اس سے اوپر کے سلسلے کو ہم نہیں جانتے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ یہ معلوم ہے کہ آنحضرتؐ نے صرف عدنان تک انتساب کیا ہے بلکہ ابن عباسؓ کی سند سے یہ ثابت ہے کہ جب آپؐ عدنان تک پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ علماء انساب کا بیان جھوٹ سے مبرا ہے۔ اور علماء کی ایک جماعت نے اس بات کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے کہ کوئی شخص اپنا نسب

حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرے کیونکہ عدنان سے اوپر کا شجرہ نسب کوئی حتمی چیز نہیں ہے جس پر اختلاف کیا جاسکے بلکہ قبیلات کی قبیل سے ہے۔ مزید برآں مذکور اسلام کی علماء میں بھی کثیر اختلاف پایا جاتا ہے۔ (۲۱۳) حضور جب اپنا نسب بیان فرماتے تو جناب عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختمی فرماتے اور اس پر زیادہ نہ کرتے۔ (۲۱۴)

امام یوسف بن اسماعیل نعمانی فرماتے ہیں کہ آپ کے نسب شریف کے بارے میں تمام آئمہ سیر و اہل نسب کا عدنان تک اتفاق و اجماع ہے۔ پھر اس کے بعد کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ (۲۱۵) آپ کے نسب کے بیان میں بعض نے فیسی سلسلہ کو کچھ کم اور بعض نے زیادہ واسطوں کا سہارا لیا ہے۔ بعض نے ناموں میں تقدیم و تاخیر کی ہے لیکن سلسلہ فیسی میں اس بات پر اتفاق ہے کہ اسماعیل و ہود و نوح و ادریس و شیت علیہم السلام حضور کے اجداد میں سے ہیں۔ (۲۱۶) آل اسماعیل کی ایک شاخ قریش مکہ تھے۔ ۶۳۹۸ کے قریب قبیلہ پیدا ہوا اس کی پانچویں پشت میں حضور پیدا ہوئے۔

شجرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی کریم کے مختصر شجرہ مبارک کے بعد اگلے صفحہ پر آپ کا وضاحتی و تفصیلی شجرہ نسب بھی قصی سے شروع کر کے دیا گیا ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نسب نامہ

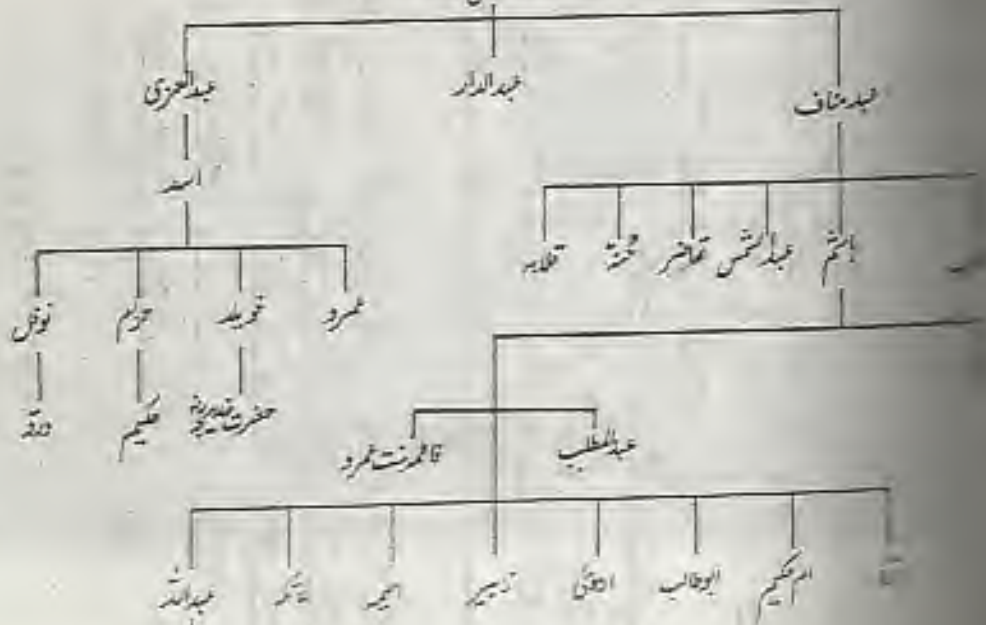
آنحضرت کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رہتی تھیں عسنا قریش کے قبیلہ بنی زہرہ کے سردار کی بیٹی تھیں۔ آپ کا والدہ ماجدہ کی طرف سے نسب شریف درج ذیل ہے: یعنی حضرت محمد مصطفیٰ بن آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب رضی اللہ عنہ بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ الی آخرہ۔ (۲۱۷) اس طرح سے آپ کے پردی اور مادری دونوں نسب کلاب پر جا کر مل جاتے ہیں۔

جناب آمنہ کی والدہ کا نام برہ ان کی والدہ ام حبیبہ ان کی ماں قلاوہ (۲۱۸) اور قلاوہ کی ماں کا نام امینہ اور ان کی والدہ کا نام زب اور ان کی والدہ کا نام عاتکہ بیٹی بنت عوف تھیں۔ (۲۱۹)

حضور نبی کریم کا نسب تمام انساب میں اشرف و اعلیٰ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان سب میں افضل بنایا۔ پھر قبائل میں انتخاب کیا تو مجھے سب سے اعلیٰ قبیلہ میں پیدا کیا۔ پس میں شخصی اور گھرانہ ہر دو کے اعتبار سے سب انسانوں سے افضل ہوں۔ (۲۲۰) واقد بن اسحق سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے

مختصر شجرہ نسب اس طرح ہے (۲۱۶) :

شجرہ رسول اکرم ﷺ



خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ سے اللہ علیہ وآلہ وسلم



مرکز بنو حشر است آمد یعنی المدینه مقام البواب

حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں حضرت اسماعیلؑ کو برگزیدہ فرمایا پھر ان کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو اور بنو کنانہ سے قریش کو منتخب فرمایا پھر قریش میں بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں مجھے منتخب فرمایا۔ (۲۲۲) طبرانی، ابو نعیم اور ابن عساکر حضرت علیؑ ابن ابی طالب سے نقل کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا: حضرت آدمؑ سے لے کر میرے ماں باپ کے مجھے پیدا کرنے تک میرے نسب میں سب نکاح سے پیدا ہیں۔ کہیں بھی جاہلیت کی کوئی بدکاری نہیں ہے۔ (۲۲۳)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: بے شک یہ قریشی نبیؐ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے بارگاہ خداوندی میں نور تھا، یہ نور اللہ کی تسبیح بیان کرتا تو فرشتے بھی اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح بیان کرتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا تو یہ نور ان کے حلب میں رکھ کر زمین پر اتارا پھر حلب نوحؑ میں، حتیٰ کہ صلب ابراہیمؑ میں ڈالا۔ پھر اللہ تعالیٰ اصحابِ کریمہ اور ارحامِ طاہرہ میں منتقل فرماتا رہا حتیٰ کہ مجھے میرے والدین کریمین سے پیدا فرمایا۔ میرے آباؤ اجداد کبھی زنا کے نزدیک بھی نہیں پہنچے۔ (۲۲۴) اس حدیث کی صحت اس قصیدے سے بھی واضح ہوتی ہے جو حضرت عباسؓ نے حضورؐ کی تعریف و توصیف میں پیش کیا تھا۔ (۲۲۵)

ابن سعد، کبھی سے، وہ ابو صالحؓ سے اور وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: اہل عرب میں سب سے بہترین مضر ہیں اور ان میں بہترین بنو عبد مناف اور عبد مناف کی اولاد میں بہترین بنو ہاشم ہیں۔ اور بنی ہاشم میں بہترین عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے جہاں بھی خاندان تقسیم کیا۔ مجھے ان میں بہترین شاخ میں فرمایا۔ (۲۲۶)

نبی کریمؐ کی حیات طیبہ کے چند نمایاں پہلو

میلاد نگاروں نے نبی کریمؐ کی حیات مقدسہ کے چند نمایاں اور مخصوص پہلوؤں نور محمدیؐ، ولادت مبارکہ، بچپن کے احوال، معراج، معجزات، وفات مبارکہ، اخلاق و عادات، خصائل و شمائل اور تعلیمات و ارشادات کے بیان کو خاص اہمیت دی ہے۔ ان موضوعات کو حاضرینِ مجلس کے سامنے ایک دو ٹکٹہ کی نشست میں بیان کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے میلاد ناموں میں ضمنی طور پر سیرت طیبہ کا بیان اختصار سے شامل ہے۔ دراصل نبی کریمؐ کی سیرت پاک ایسا آفتابِ ہدایت ہے جس کی روشنی تا قیامت دلوں کی تاریکیوں میں نور کی تابانی پیدا کرتی رہے گی۔ حضورؐ کی سیرت از ولادت تا وصال کا ہر گوشہ ذاتی و معاشرتی زندگی، عبادات، مواظبت و ارشادات، خطبات، غزوات، تبلیغ و دعوت کی جدوجہد کا ہر مرحلہ، اخلاق و عادات، اسلامی معاشرے کی تاسیس و تنظیم، نبوت و رسالت کی ذمہ داری کی آوازیں، صداقت، امانت، شجاعت، پہلی اسلامی حکومت کی سربراہی، معاملہ قحطی، بالغ نظری، نکتہ دہی، خصومات اور تنازعات کے حل کی غیر معمولی قدرت غرضیکہ ایک ایک شعبہ زندگی کے تفصیلی حالات مغیر اسناد کے ساتھ آج دنیا میں موجود ہیں اور اس میں کوئی دوسرا شخص آپؐ کا شریک نہیں ہو سکتا۔ (۲۲۷)

بچپن کے مختصر احوال

حضور کی ولادت یا سعادت سے چند مہینے پہلے آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رحلت فرما گئے۔ آپ کی ولادت سے پہلے کئی عجائبات ظہور میں آئے۔ اس سال قریش میں سخت قحط سالی تھی۔ آپ کے نور کی برکت سے زمین پر جا بجا روئیدگی کی ٹہلی چادر نظر آنے لگی۔ درختوں نے اپنے پھل جھکا دیئے اور مکہ میں اس قدر فراخ سالی ہوئی کہ اس سال کو **سنة الفتح والانتہاج** کہنے لگے۔ بادشاہوں کے تحت اور بت اوندھے گر پڑے۔ مشرق و مغرب کے چرند پرند اور دریائی جانوروں نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی۔ تولد شریف سے ۵۵ دن پہلے واقعہ اصحاب قبل پیش آیا۔ (۲۳۸)

آپ کی ولادت کے قریبی زمانے کے شواہد کاہنوں اور راہبوں کی پیش گوئیاں اور دیگر خفی و بلی اشارات کی تفصیل بشارات کے ضمن میں بیان کی جائے گی۔

جب آپ پیدا ہوئے۔ دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے۔ اور آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے (جیسے آپ اپنے عالی مرتبہ کی طرف اشارہ فرما رہے ہوں) بدن بالکل پاکیزہ اور تیز پوستوری کی طرح خوشبودار، فتنہ کئے ہوئے، ناف بریدہ، چہرہ اقدس چودہویں رات کے چاند کی طرح نورانی، آنکھیں قدرت الہی سے سرکیں، دونوں شانوں کے درمیان مہربوت و رخشاں، آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے دادا جان عبدالملک کو جو اس وقت خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے بلا بھیجا۔ وہ حضرت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بیت اللہ شریف میں لے جا کر آپ کے لئے صدق دل سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کیا۔ آپ کے چچا ابو لب کی لونڈی ثویبہ نے ابو لب کو تولد شریف کی خبر دی۔ (۲۳۹) تو اس نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا: ثویبہ میں نے تجھے نومولود (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش کی خوشی میں آزاد کر دیا۔ (۲۴۰)

تولد شریف کے وقت غیب سے عجیب و غریب اور خارق عادت امور ظاہر ہوئے۔ فلسطین میں بحیرہ طبریا کا ایک خشک ہو گیا۔ فارس کا آتش کدہ بجھ گیا، جس کی ایک ہزار سال سے ایک لمحہ کو بھی آگ نہ بجھی تھی۔ شہاب ثاقب کے ذریعے آسمان کی خبریں شیطانوں کو سننے سے روک دیا گیا۔ (۲۴۱)

نبی کریم کو آپ کی والدہ ماجدہ نے کئی دن دودھ پلایا۔ پھر ثویبہ نے چند روز ایسا ہی کیا بعد ازاں خولہ بنت منفزام امین، بنی سعد کی ایک خاتون اور پھر حلیمہ سعدیہ نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی۔ حضرت حلیمہ کا یہ ہے کہ جب وہ بنو سعد کی عورتوں کے ساتھ مکہ مکرمہ آئیں تو بھران کے دوسری خواتین کو بچے دودھ پلانے کے لئے مل گئے۔ ان کا اپنا بچہ بھی شیر خوار تھا مگر دودھ کا ایک قطرہ تک نہ ٹپکتا تھا اور ان کا بچہ بھوک کی شدت سے روتا رہتا تھا۔ اور نہ اونٹنیوں کے تھنوں میں دودھ ہوتا تھا کہ وہی پلا دیتیں۔ جب آپ کو لے کر قافلہ میں آئیں اور اپنی دائیں چھاتی سے لگایا تو دودھ نے جوش مارا۔ حضرت نے پیا اور بچہ چھاتی جموڑ دی جس سے حلیمہ کے بچے نے پیا۔ اس کے بعد بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ یہ بدل آپ کی خدمت کا نتیجہ تھا۔ بنو سعد میں ان دنوں سخت قحط تھا مگر حضور کی برکت اور فیضان سے حلیمہ کے مہیشی سیر کرتے اور خوب دودھ دیتے۔ اس طرح حلیمہ کی تنگ دستی دور ہو گئی۔

ایک دن حضرت اپنی رضائی بہن شیماء کے ساتھ دوپہر کے وقت بھینٹوں کے ریوڑ میں تشریف لے

مئے۔ حلیہ سعیدہ سلاش میں نکلی اور آپ کو شیماء کے ساتھ پایا تو کہنے لگی: اتنی گرمی میں؟ شیماء نے کہا میرے بھائی نے گرمی محسوس نہیں کی۔ بادل آپ پر سایہ کرتا تھا۔ جب آپ چلتے تو بادل بھی چلتا۔ یہی حال رہا یہاں تک کہ ہم اس جگہ پہنچ گئے ہیں۔

شق صدر کا واقعہ

ایک روز حضور اپنے رضائی بھائی عبداللہ کے ساتھ بھیڑوں کے روڑ کے ساتھ تھے کہ آپ کا بھائی روڑ تا ہوا آیا اور کہنے لگا میرے اس قریبی بھائی کے پاس دو مھنص آئے جن پر سفید کپڑے ہیں۔ انہوں نے آپ کو پہلو کے بل لٹا کر پھر ان کا پیٹ چاک کر کے اس میں کوئی چیز ملا دی اور چلے گئے۔ یہ سنتے ہی میں اور میرا خاوند دوڑے گئے۔ دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں اور چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ پوچھا بیٹا! تجھے کیا ہوا۔ آپ نے پورا واقعہ بیان فرمایا تو پھر حلیہ اس واقعہ کے بعد آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لائی اور حقیقت حال بیان کی تو آپ کی والدہ نے فرمایا: اللہ کی قسم ان پر شیطان کو ہرگز قدرت نہیں ہو سکتی۔ میرے اس فرزند کی شان ہی نرالی ہے۔

آپ کی عمر چھ سال ہوئی تو حضرت آمنہ انتقال فرما گئیں۔ اس کے بعد آپ کے دادا حضرت عبدالملک آپ کی پرورش کرتے رہے۔ جب آپ کی عمر آٹھ سال ہوئی تو وہ بھی وفات پا گئے تو پھر آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی کفالت کو بہت اچھی طرح انجام دیا۔ آپ نے بارہ سال کی عمر میں ابو طالب کے ہمراہ شام کا سفر کیا۔ جس میں آپ کی آئندہ عظمت کی چند نشانیاں بھی ظاہر ہوئیں۔ (۲۳۲)

حضرت خدیجہ سے نکاح

جب آپ کی عمر پچیس سال کی ہوئی تو اس وقت آپ کے صدق و امانت کا شہرہ دور دور تک ہو گیا تھا۔ حضرت خدیجہ نے آپ کو مال تجارت دے کر ملک شام کی طرف بھیجا۔ اس تجارت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت نفع دیا۔ سیدہ خدیجہ نے کسی کو بھیج کر آپ سے عقد کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے منظور فرمایا۔ جب آپ نے ان سے نکاح کیا تو آپ کی عمر اس وقت پچیس سال اور سیدہ خدیجہ کی چالیس سال تھی۔ حضور کی تمام اولاد حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے ہوئی۔ صرف ایک ساجزادے جن کا نام ابراہیم تھا۔ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے سن آٹھ ہجری میں پیدا ہوئے اور سن دس ہجری میں انتقال فرما گئے۔

کعبہ کی تعمیر نو

کعبہ کی از سر نو تعمیر کے موقع پر حجر اسود مقررہ جگہ پر نصب کرنے کا اعزاز ہر قبیلہ اور اس کا سردار حاصل کرنے کا آرزو مند تھا۔ اس سے قبائل میں جھگڑا پیدا ہوا اور اسی کشمکش میں چار دن گزر گئے اور کواہوں تک نوبت پہنچ گئی۔ یہ طے پایا کہ کل جو شخص سب سے پہلے اس مسجد کے باب بنی شیبہ سے حرم میں داخل ہو وہ حالت قرار دیا جائے۔ دوسرے روز سب سے پہلے داخل ہونے والے آقائے تبار تھے۔ انہوں نے آپ سے یہ معاملہ ذکر کیا تو آپ نے ایک چادر بچھا کر اس میں حجر اسود کو رکھا اور تمام سرداران

قبائل کو مقررہ جگہ تک اونچا اٹھانے کے لئے فرمایا اور پھر اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب فرمادیا۔ اس طرح بعثت سے پہلے ہی حضورؐ نے اپنی بصیرت و ذہانت سے ایک عظیم فتنہ کا سدباب کر دیا۔ (۲۳۳) اسی وجہ سے اہل مکہ اور قرب و جوار کے لوگ آپؐ کی اعلیٰ اخلاقی خوبیوں اور خوش معاملگی سے متاثر ہو کر الصادق الامین کے لقب سے پکارنے لگے تھے۔

بعثت و نبوت

نبی کریمؐ بعثت سے سات سال پہلے کوہ حرا کے غار میں جا بیٹھے اور عبادت کیا کرتے تھے۔ اس مراقبہ میں نور و فکر اور تحمید و تقدیس الہی کا ذکر بھی شامل تھا۔ ۹۔ ربیع الاول سن ۴۱ میلادی (مطابق ۵۳ قمری ۶۱۰ء) کو روح الامین خدا کا حکم نبوت لے کر آنحضرتؐ کے پاس آئے۔ (۲۳۴) اس وقت آپؐ غار حرا میں تھے اقرا باسم ربک الذی خلق پڑھ کر آپؐ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے سارا قصہ بیان فرمایا۔ وہ آپؐ کو اپنے چچا زاد بھائی و رقتہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو عیسائی اور تورات و انجیل کا ماہر تھا۔ اس نے یہ ماجرا سن کر کہا: یہ وہی ناموس و فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ (۲۳۵) اللہ کی توحید اور اس کی یکتائی کا تصور جب نبی کریمؐ نے اہل مکہ اور ان کی وساطت سے اہل عرب کے سامنے رکھا تو وہ حیران اٹھے اور آنحضرتؐ کی حق و صداقت کی آواز اور رسالت کے فرض کی آوازیں میں مزاحمت کرنے کے لئے تن و احد کی طرح متحد ہو گئے۔ آپؐ نے پیغمبری کا اعلان کیا تو حضرت ابو بکرؓ حضرت خدیجہؓ حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کو قبولیت اسلام کی اولیت کا شرف و امتیاز حاصل ہوا۔ حضورؐ نے تبلیغ اسلام کا سلسلہ بمساعدہ حالات میں بھی جاری رکھا۔ رفتہ رفتہ شجر اسلام میں نئی نئی شاخیں پھونتی رہیں۔ حضرت بلالؓ حبشی، سیدہ روئیؓ عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت عثمانؓ مصعب بن عمیرؓ خیاب بن ارتؓ عمار بن یاسرؓ اور ان کے چچا عرصہ بعد حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے مسلمانوں کی قوت میں اضافہ ہوا۔ ایک طرف مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا تھا اور دوسری طرف حریفوں اور دشمنان اسلام کے مظالم اور آزار تیاں بڑھتی جاتی تھیں۔ جب دشمنان اسلام نے مکہ میں کمزور مسلمانوں پر غرضہ حیات تنگ کر دیا تو سدرہ نے ان مظلوموں کو حبشہ جانے کی اجازت دے دی کیونکہ وہاں کا حکمران نجاشی منصف مزاج تھا۔ یہاں کے پہلے قافلے میں بارہ مرد اور چار عورتیں شامل تھیں۔ نجاشی کے پاس سرداران مکہ نے ان کی واپسی کے لئے ایک وفد بھیجا۔ مسلمان دربار میں بلائے گئے۔ وہاں حضرت جعفر طیارؓ نے اسلام کا اعلان اسلوبی سے تعارف کرایا۔ نجاشی ایمان لے آیا۔ اور آنحضرتؐ کی خدمت عالی میں تحائف ارسال کئے۔ (۲۳۶)

سرداران مکہ نے ہر طرح کی ایذا رسانی اور ظلم و زیادتی کے بعد آل ہاشم کا معاشرتی مقابلہ کیا۔ تین دن تک حضورؐ مع تمام اہل خاندان نبوت کے شعب الہی طالب میں محصور رکھے گئے۔ سن دس نبوی میں یہ دست بچا ابو طالب اور پہلی شریک حیات حضرت خدیجہؓ کی وفات سے آپؐ کو شدید ذاتی صدمہ پہنچا مگر یہ شامت اسلام کا قریبتر مستقل مزاجی سے ادا کرتے رہے۔ آپؐ نے طائف اور مکہ کے درمیان بسنے

والے قبائل کو دعوت اسلام دی۔ طائف کے سردار بری طرح پیش آئے اور اویاشوں سے سک باری کرائی جس سے آپ کا جسم اظہر زخمی ہو گیا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے اسلام لانے کے بعد آپ کا چرچا بڑھتا گیا اور رفتہ رفتہ لوگ اسلام کی طرف آئے گئے۔ (۲۳۷)

ہجرت مدینہ

مسلمانوں پر بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ کے بعد اتنے ظلم و ستم ہونے لگے تھے کہ پیارا وطن ان کے لئے آگ کا پہاڑ بن گیا۔ حضورؐ نے مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ جب نبی کریمؐ کو بھی ہجرت کی اجازت مل گئی تو اپنے بستر پر ابن عم حضرت علیؓ کو ملا کر حضرت ابوبکرؓ کی رفاقت میں تین رات تین دن غار ثور میں پناہ لینے کے بعد مکہ سے مدینہ کا پرخطر سفر کیا۔ جہاں آپؐ کی جان کے پیارے اور سواوٹ کا انعام حاصل کرنے کے متوالے تعاقب کر رہے تھے۔ ۸ ربیع الاول ۳ ہجرت نبوت روز دو شنبہ (۲۳- ستمبر ۶۲۲ء) حضورؐ قبا میں پہنچ گئے۔ وہاں تین دن قیام کر کے اور مسجد کی بنیاد رکھنے کے بعد ۱۲ ربیع الاول ۳ ہجری جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ مدینہ میں داخل ہوئے۔ ہر فرد عورت و مرد، بچہ و بھال، خورد و کلاں دیدار پیغمبر سے قلب و نظر کی تسکین کے لئے سیلاب وار بیتراہ تھا، انصار کی معصوم لڑکیاں اس وقت یہ اشعار گا رہی تھیں۔

طَلَعَ الْبُيُوتُ عَلَيْنَا
وَجِبَ الْجُودُ لَنَا
نَحْنُ جَوْلُ نَبِيٍّ
كَأَحِبِّنا مُحَمَّدًا
مِنْ جِلْدِ
لِللّٰهِ كَأَحِبِّنا
مِنْ جِلْدِ
(۲۳۸)

ترجمہ (جنوب کی جانب پہاڑوں پر سے ہم پر چودھویں رات کا چاند نکل آیا۔ ہم پر شکر واجب ہو گیا جب تک کوئی پکارنے والا اللہ کو پکارے۔ ہم بنو نجار کی کیتریں ہیں۔ حضرت محمدؐ کہتے اچھے ہمارے ہیں۔)

حضورؐ نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان میں قیام فرمایا۔ مدینہ میں آمد کے بعد سب سے پہلے مسجد نبویؐ کی تعمیر کا کام عمل میں آیا۔ ”ہجرت مدینہ کی حقیقی عظمت اور اہمیت کا راز یہی ہے کہ اس کی بدولت مسلمانوں کو ایک خود مختار اور آزاد ریاست مل گئی جو آئندہ دیار اسلام کی شاندار وسعت اور اسلام کی دنیا بھر میں اشاعت کا باعث بنی۔“ (۲۳۹)

بدر سے فتح مکہ تک کے حالات کا سرسری جائزہ

ہجرت کے بعد بھی مسلمانوں کو مدینہ میں آرام سے بیٹھنے کا موقع نہ ملا۔ اور غزوات و سرایا کا سلسلہ جاری رہا۔ ہر موقع پر ابتدا اسلام کے حریفوں کی طرف سے ہوتی تھی اور ہر بار مسلمان نبی کریمؐ کی رہنمائی میں اپنی حفاظت اور دفاع کے لئے ضروری اقدام کرنے پر مجبور ہوتے تھے۔ (۲۴۰) مکہ میں مسلمانوں پر غیر انسانی مظالم کئے گئے تھے۔ اس لئے پہلے ملک حبش کو اور پھر مدینہ کو ہجرت کی اجازت دی گئی۔ اس کے

بلند قریش مکہ پر سرفساد اور آمادہ جنگ ہوئے تو یحیر جہاد کی اجازت ملی۔ ربیع الاول ۱۱ھ میں کربز ابن جابر مدینہ کے باہر سے چرتے ہوئے مویشی لوٹ کر لے گیا۔ قریش نے مکہ اور مدینہ کے درمیان آبلو قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا چنانچہ ان قبائل نے بھی مدینہ آنے جانے والوں پر سختیاں شروع کر دیں۔

غزوہ بدر ۱۱ھ۔ رمضان ۱۱ھ کو قریش مکہ اور مسلمانوں کے درمیان پیش آیا۔ اس میں قریش مکہ کے پیارے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور مسلمانوں کو حق و باطل کے پہلے فیصلہ کن معرکہ میں بے مثال فتح حاصل ہوئی۔ قبائل عرب پر مسلمانوں کی اس فتح کا بہت اچھا اثر پڑا۔ اس سے وہ مسلمانوں کی طاقت سے مرعوب ہو گئے مگر یہود کی آتش حسد اور بھڑک اٹھی اور وہ مسلمانوں کے پہلے سے بھی زیادہ دشمن بن گئے۔ (۲۳۱)

غزوہ احد

بدر کے ستر مقتولوں کا انتقام لینے کے لئے قریش سخت بے تاب تھے چنانچہ اس مقصد کے لئے انہوں نے اڑھائی لاکھ درہم جمع کئے۔ نواحی قبائل میں اشتعال پیدا کرنے کے لئے شعراء بھیجے اور اس طرح تین ہزار افراد کا ایک لشکر تیار کیا۔ یہ لشکر بدھ کے دن پانچ شوال ۱۱ھ احد کے قریب فروکش ہوا۔ حضورؐ کو لمحہ بہ لمحہ خبر مل رہی تھی۔ آپؐ دو دن بعد نماز جمعہ سے فارغ ہو کر ایک ہزار افراد کے ہمراہ مدینہ سے نکلے۔ جب شر کے باہر پہنچے تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تمین سو آدمیوں کو لے کر واپس چلا گیا۔ باقی ہمد حضورؐ کے عزم میں فرق نہ آیا۔ آپؐ نے میدان احد میں پہنچ کر صف آرائی کی۔ حضرت زبیر بن عوامؓ کو سارے کا افسر مقرر کیا۔ پچاس تیر اندازوں کو حضرت عبداللہ بن جہشؓ کی قیادت میں اس چوٹی پر متعین فرمایا جو مسلمانوں کے پیچھے تھی۔ ۱۱ھ شوال کو سب سے پہلے خواتین قریش دف پر اشعار پڑھتی ہوئی آگے آئیں جن میں کشتگان بدر کا ماتم اور انتقام کے رجز تھے۔ ابو سفیان کی بیوی ہندہ سب سے آگے تھی۔ سب صفیں آراستہ ہو گئیں اور جنگ شروع ہو گئی تو مسلمانوں کے تند و تیز حملوں سے قریش کے پاؤں اکھڑ گئے۔ (۲۳۲) مسلمان غالب رہے، مگر احد پہاڑ کے عقب کی طرف جو تیر انداز دست متعین ہوا۔ اس کے دست سے سپاہی کمانڈر کے حکم کے برخلاف اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ اب لڑائی کا نقشہ پلٹ گیا۔ صورت حال سخت نازک ہو گئی۔ مسلمان فوج میں انتشار پیدا ہو گیا۔ نبی کریمؐ کا دائیں طرف کا ایک نچلا دانت شہید ہو گیا۔ خود کے دو حلقے دھنس جانے سے رخسار مبارک پر زخم آیا۔ مگر جانباز رفقاء اطاعت رسولؐ میں جام شہادت نوش کرتے رہے۔ مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوئے اور کفار کے مقتول میں بائیس تھے۔ مسلمانوں کی ثابت قدمی سے دشمن اس طرح پلٹے کہ مڑ کر آنے کی جرات نہ ہوئی۔ (۲۳۳)

جنگ احزاب یا غزوہ خندق: ۵ ہجری ۶۲۷ء

مسلمانوں کی کفار مکہ سے تیسری بڑی لڑائی جنگ احزاب کے نام سے مشہور ہے اس لئے کہ اس میں رسولؐ کی سازش سے مختلف عرب قبائل اور قریش نے مل کر اپنی متفقہ قوت سے مسلمانوں پر حملہ کیا تھا

اور چونکہ اس بار مسلمانوں نے مدینہ کے گرد خندق کھود کر اور محصور ہو کر مقابلہ کیا، اس لئے اسے غزوہ خندق بھی کہتے ہیں۔

قبیلہ بنی نضیر مدینہ چھوڑ کر خیبر میں جا آباد ہوا۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے بہت بڑی سازش کا آغاز کیا۔ ان کے چند سردار قریش مکہ کے پاس جا پہنچے اور انہیں آمادہ کیا کہ خندق ہو کر مسلمانوں کا خاتمہ کریں۔ وہ پہلے ہی تیار بیٹھے تھے اس لئے جھٹ مان گئے۔ پھر عطفان بنو اسد، بنو سلیم، بنو سعید اور چند دیگر قبائل کو ساتھ ملایا اور اس طرح دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ کی طرف بڑھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دفعہ کھلے میدان میں نکل کر لڑنا قرین مصلحت نہ سمجھا اور حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے پر یہ بہتر سمجھا کہ فوج کو محفوظ جگہ اکٹھا کر کے شہر کے گرد خندق کھودی جائے۔ مدینہ کے تین جانب تو مکانات اور نخلستان کی پناہ تھی۔ شام کی طرف کا راستہ زیادہ کھلا تھا۔ چنانچہ خندق کی کھدائی اوھر سے شروع کی گئی۔ تین ہزار جفاکش مسلمانوں نے تقریباً بیس دن میں پانچ پانچ گز گہری خندق کی کھدائی مکمل کر لی۔ نبی کریمؐ اس موقع پر بنفس نفیس دوسرے صحابہؓ کے ساتھ مل کر کام کرتے اور صحابہ کبارؓ کا حوصلہ بڑھاتے تھے۔

جب یہ خندق مکمل ہو گئی تو دشمن بھی آن پہنچا اور اس نے محاصرہ کر لیا۔ محاصرے نے شدت پکڑی تو مدینہ کے بنو قریظہ بھی دشمن کے ساتھ مل گئے قریش نے ہر چند زور مارا کہ وہ خندق کو عبور کر کے آگے نکلیں لیکن تیر اندازوں نے انہیں کامیاب نہ ہونے دیا البتہ ایک جنگ جگہ سے ایک دفعہ چار قریش سردار پار کوڑ گئے لیکن فوراً مارے گئے۔ جب محاصرہ طویل پکڑ گیا اور قریش کے ذخائر رسد ختم ہونے لگے، ساتھ ہی ایک ایسی آندھی چل پڑی جس سے درخت اکھڑ گئے اور قریش کا مال و اسباب اڑ گیا تو وہ گھبرا گئے اور آئیس دن کے بعد واپس چلے گئے۔ اس طرح یہ بلا مسلمانوں کے سر سے ٹلی۔ شرکین کی مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی یہ آخری کوشش تھی، جو رائیگاں گئی۔ اس کے بعد ان کے حوصلے پست ہو گئے اور اسلام کا زور یہاں تک بڑھا کہ اٹھ مسلمانوں نے مکہ کو فتح کر لیا۔ (۲۳۴)

فتح مکہ

۱۰۔ رمضان ۸ھ بمطابق یکم جنوری ۶۳۰ء کو نبی کریمؐ دس ہزار صحابہ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ سرالظہران پہنچ کر لشکر نے پڑاؤ کیا۔ یہ مقام مکہ سے بمشکل ایک منزل کے فاصلے پر تھا۔ اسلامی فوج کی ساری نقل و حرکت اس قدر خفیہ طریقے سے ہوئی کہ قریش کو کانوں کان خبر نہ ہوئی تا آنکہ اسلامی فوج ان کے سر پہ پہنچ گئی۔ رات کو ابو سفیان چند سرداروں کے ساتھ تحقیق کے لئے نکلا اور جب یہاں تک پہنچا کہ ہر طرف آگ روشن دیکھی تو دنگ رہ گیا۔ خیمہ نبویؐ کی حفاظت کے لئے جو دست متعین تھا اس نے ابو سفیان کو دیکھ لیا اور گرفتار کر کے بارگاہ نبویؐ میں لے آئے۔ سارے مسلمان ابو سفیان کے خون کے پیاسے تھے۔ حضرت عمرؓ نے نبی کریمؐ سے اس کا سرا اڑانے کا اذن طلب کیا۔ لیکن نبی کریمؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے جان بخشی کی درخواست کی جسے رحمت عالم نے قبول فرما لیا۔ تاریخ عالم میں یہ اپنی قسم کی واحد

مثال ہے کہ اتنے بڑے دشمن کو کمال فراخ دلی اور عالی حوصلگی سے معاف کر دیا گیا ہو۔

اس سلوک کا ابوسفیان پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ صبح نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لے آیا۔

لشکر اسلام قاتحانہ انداز میں قبیلہ دار الگ الگ مکہ کی جانب بڑھا۔ اور مختلف دروازوں سے مکہ میں داخل ہو گیا۔

عام معافی کا اعلان کر دیا گیا اور منادی کرا دی گئی کہ جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا، ہتھیار ڈال دے گا، دروازہ بند کر لے گا یا ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ اس کو ایمان دی جائے گی۔ تھوڑی دیر میں سارے شہر نے اطاعت قبول کر لی۔ نبی کریمؐ نے حضرت بلالؓ کو فتح مکہ کے دن کعبہ کی چھت پر چڑھ کر ظہر کی اذان دینے کا حکم دیا۔ یہ کعبہ میں پہلی اذان تھی۔ پھر شہر میں منادی کرائی گئی کہ ہر شخص اپنے گھر کے بتوں کو توڑ ڈالے۔ ساتھ ہی گرد و نواح کے اصنام مثلاً عزیٰ، منات، لات اور سواع وغیرہ کو توڑنے کے لئے مہمات بھیجیں۔ بعد از فتح حضورؐ پندرہ دن اور وہاں رہے۔ (۲۳۵) پھر واپس مدینہ تشریف لے گئے۔

جنت الوداع

جب سارے عرب میں اسلام پھیل چکا اور ایک ایسی جماعت تیار ہو چکی جو سارے عالم کی رہنمائی کرے تو وہی نازل ہوئی ”جب خدا کی مدد آچکی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ خدا کے دین میں گروہ در گروہ آ رہے ہیں تو خدا کی حمد پڑھو اور استغفار پڑھو خدا توبہ قبول کرتے والا ہے۔“ حضورؐ نے جان لیا کہ ان کے کام ختم ہو چکے چنانچہ ماہ میں آپؐ نے آخری ہارِ حج کا تہیہ کیا اور تمام قبائل کو اس کی اطلاع دی۔ اس خبر کے سننے ہی چاروں طرف سے مسلمانوں کا انہو کثیر آئے۔ ۱۲۶ھ بمطابق ۶۳۲ء میں حضورؐ مدینہ سے روانہ ہوئے تو نوے ہزار مسلمان آپؐ کے ہمراہ تھے لیکن راستے میں عرب کے مختلف اطراف سے اور لوگ بھی شامل ہو گئے۔ یہاں تک کہ حج کرتے وقت ایک لاکھ چالیس ہزار کی جمعیت آپؐ کے ساتھ تھی۔ (۲۳۶)

”پھر میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ صیہون کے پہاڑ پر کھڑا ہے اور اس

کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار شخص ہیں۔“ (مکاشفہ یوحنا ص ۱۳)

آپؐ نے عرفات میں وہ مشہور خطبہ دیا جو خطبہ جنت الوداع کے نام سے مشہور ہے فرمایا:

”اے لوگو! شاید میں اس سال کے بعد اس مقام پر آپؐ سے پھر نہ مل سکوں۔ جس طرح آج کا یہ دن اور یہ زمین مقدس ہے۔ اسی طرح تمہارے لئے ایک دوسرے کی جان و مال مقدس ہے۔ تم میں سے کسی کے پاس امانت ہے اسے ادا کرے۔ قرضوں پر سود نہ لو۔ عہد جاہلیت کے مقتولوں کا سلسلہ ختم کیا جاتا ہے۔ اے لوگو! سرزمین عرب میں شیطان اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے تم پر ایمان لائے اور پیروں پر کچھ تمہارے حقوق ہیں جنہیں ادا کرنا ضروری ہے۔ یاد رکھو کہ کسی عربی کو کسی غیر عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ اللہ کے ہاں بزرگ تر وہ ہے جو زیادہ متقی ہو۔ اے

لوگو! کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا۔ آواز آئی کہ ہاں۔ فرمایا اس پیغام کو حاضر عتاب تک پہنچائے۔ (۲۳۷)
حضورؐ ذی الحجہ کو مکہ سے واپس چلے اور دس بارہ یوم کے بعد مدینہ تشریف لے آئے۔

وفات مبارکہ

تجدد الوداع کے مشہور خطبہ میں آپؐ نے فرما دیا تھا کہ میں عنقریب دنیا چھوڑنے والا ہوں۔ شروع ماہ صفر ۱۱ھ میں سرور کائنات نے سفر آخرت کی تیاری بھی شروع کر دی تھی۔ ایک دن حضورؐ نے شدائے احد کے گنج شہیدان پر نماز پڑھی۔ پھر کورستان، بقیع میں آدھی رات کو قدم رنجہ فرمایا اور آسودگان بقیع کے لئے دعا فرمائی۔ ۲۹۔ صفر روزہ و شب آپؐ کو درد سر شروع ہوا پھر شدید بخار ہو گیا۔ ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ جو رومال حضورؐ نے سر مبارک پر باندھ رکھا تھا میں نے اسے ہاتھ لگایا سینک آتا تھا۔ بدن ایسا گرم تھا کہ میرا ہاتھ برداشت نہ کر سکا۔ آپؐ بیماری میں بھی گیارہ یوم تک مسجد میں آکر نماز پڑھاتے رہے۔ بیماری کے کل ۱۳ یا ۱۴ دن تھے۔ (۲۳۸)

آپؐ علالت کے ابتدائی ایام میں حضرت میمونہؓ کے مکان میں تشریف فرما تھے لیکن جب مرض نے شدت اختیار کر لی تو آپؐ نے اپنی تمام افواج مطہرات سے اجازت حاصل کر لی کہ بیماری کی باقی مدت حضرت عائشہؓ کے گھر گزاریں۔ وہاں آکر آپؐ نے حکم فرمایا کہ آپؐ کے جسم پر پانی ڈالا جائے کیونکہ آپؐ کو بخار تھا چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا جو مسموم کھانا خیر میں چکھ لیا تھا میں اب تک اس کی تکلیف محسوس کرتا ہوں۔ (۲۳۹) گھر سے مسجد اور مسجد سے گھر تک آنے جانے سے آپؐ نے تھکن محسوس فرمائی اور اتنی کمزوری ہو چکی تھی کہ آپؐ مسجد میں نماز کی امامت بھی نہ فرما سکے اور اس وقت آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امامت کے لئے فرمایا اور ان کی امامت میں نماز ادا کی۔ آمدہ دو تین دنوں میں آپؐ کو اتنا شدید بخار ہو چکا تھا کہ درجہ حرارت ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔ آپؐ اپنے ماتھے کو پانی سے ٹھنڈا کرتے رہے اور تمارداری کے لئے آنے جانے والوں کو پہچان رہے تھے۔ (۲۴۰) مرض کی حالت یکساں نہ تھی، کبھی شدت ہو جاتی کبھی افادہ نظر آتا۔ ایک دن طبیعت کو ذرا سکون ہوا تو غسل فرما کر حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سارے مسجد میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپؐ کی آہٹ پا کر پیچھے ہٹنے لگے۔ نبی کریمؐ نے اشارے سے منع فرمایا جب نماز ہو چکی تو آپؐ نے ایک خطبہ دیا۔ (۲۴۱) اس میں آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: میری آخری نصیحت یہ ہے کہ آپس میں رحمہ ہو کر رہنا۔ ایک دوسرے پر اعتماد کرنا اور خیر کی کوشش کرنا۔ یہی امور باعث فلاح ہیں۔ ان کے علاوہ سب کچھ فساد ہے۔ (۲۴۲)

رحلت سے ایک یوم قبل آپؐ نے غلاموں کو آزاد فرما دیا۔ گھر میں سات دن رات موجود تھے۔ وہ غریاء میں تقسیم فرما دیئے اور باقی کچھ نہ چھوڑا۔ آخری دن نماز صبح کے وقت نبی کریمؐ نے وہ پردہ اٹھایا جو عائشہ صدیقہؓ کے حجرے کے دروازے اور مسجد طیبہ کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اس وقت نماز ہو رہی تھی تھوڑی

دیر تک حضور اکرمؐ اس پاک نگارہ کو جو حضورؐ کی پاک تعلیمات کا نتیجہ تھا، ملاحظہ فرماتے رہے، اس نگارہ سے رخ انور پر بشارت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس وقت وجہ مبارک ورق قرآن معلوم ہوتا تھا۔ (۲۵۳) اس وقت صحابہ کرامؓ کا شوق اور اضطراب سے یہ حال ہو گیا تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ رخ پر نور نبیؐ کی طرف متوجہ رہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ سمجھے کہ نبی کریمؐ کا ارادہ نماز میں تشریف لانے کا ہے۔ وہ پیچھے ہٹنے لگے تو آپؐ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ یہی اشارہ سب کی تسکین کا موجب ہوا۔ پھر حضورؐ نے پرہ چھوڑ دیا۔ یہ نماز ابوبکر صدیقؓ ہی نے مکمل فرمائی۔

دن چڑھا تو پیاری بیٹی فاطمہؓ بٹول علیہا السلام کو بلایا۔ کان میں کچھ بات کہی، وہ رو پڑیں۔ پھر کچھ اور بات کہی تو وہ فحش پڑیں۔ بٹول پاک سے روایت ہے کہ پہلی بات حضورؐ نے یہ فرمائی تھی کہ اب میں دنیا کو چھوڑ رہا ہوں اور دوسری بات یہ فرمائی تھی کہ اہل بیت میں سے تم ہی میرے پاس سب سے پہلے پہنچو گی (یعنی انتقال ہو گا) پھر حصن و حسین علیہما السلام کو بلایا۔ دونوں کو چما اور ان کے احرام کی وصیت فرمائی۔ پھر ازواج مطہرات کو بلا کر انہیں بھیجیں فرمائیں۔

وفات شریف سے تھوڑی دیر پہلے سرور کائناتؐ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ سہارا دیئے ہوئے پس پشت بٹھکی تھیں۔ پانی کا پیالہ حضورؐ کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ نبی کریمؐ پیالہ میں ہاتھ ڈالتے اور چہرہ پر پھیر لیتے تھے۔ اتنے میں عبدالرحمن بن ابوبکر صدیقؓ آ گئے۔ ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ حضورؐ نے مسواک پر نظر ڈالی تو صدیقہؓ نے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم بنا دیا۔ حضورؐ نے مسواک کی پھر ہاتھ کو بلند فرمایا اور زبان قدسی سے فرمایا: **اللَّهُمَّ لَرَفِيقِ الْأَعْلَى**۔ جسم اطہر سے روح انور نے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کی۔ اللہم صلی علی سیدنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا و مولانا محمد و بارک و سلم۔

وقت چاشت یوم دو شنبہ ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱ ہجری تھا۔ اس وقت عمر مبارک ۶۳ سال قمری پر ۴۰ دن تھی۔ (۲۵۴) ڈاکٹر حمید الدین نے تاریخ وصال سن عیسوی کے مطابق ۸۔ جون ۶۳۲ء لکھی ہے۔ (۲۵۵) اس صدمہ سے صحابہ کرامؓ کا جو حال ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ اللہ کے رسولؐ نے رحلت فرمائی۔ حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں آئے جسم اطہر دیکھا۔ منہ سے منہ لگایا۔ پیشانی کو چوما پھر مسجد میں آئے۔ وفات النبیؐ کا اعلان کیا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نے آپؐ کو غسل دیا۔ نماز جنازہ جہاں وصل شریف ہوا تھا، پہلے اہل بیت، پھر مہاجرین، انصار، مردوں، عورتوں اور بچوں نے ادا کی۔ دس دس شخص اندر جاتے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہو کر باہر آتے پھر اور اندر جاتے۔ یہ سلسلہ لگاتار شب و روز جاری رہا۔ تہذیب کی روایت سے ظاہر ہے کہ نماز جنازہ ادا کرنے کی یہ تجویز حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دی تھی اور حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس سے اتفاق فرمایا تھا۔ جبرہ شریف میں جہاں وصال شریف ہوا تھا۔ شب چہار شنبہ یعنی رحلت سے قریباً ۳۲ گھنٹہ بعد تدفین۔ (۲۵۶)

حاج شریف

۱۰۔ رجب ۱۰ سنہ نبوت کو آپؐ معراج سے سرفراز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ملکوت السموات

والارض کی سیر کرائی۔ پہلے مسجد الحرام سے بیت المقدس تک تشریف لے گئے۔ وہاں امام بن کراخیاء کی جماعت کو نماز پڑھائی پھر آسمانوں کی سیر کی اور انبیاء سے ان کے مقامات پر ملتے ہوئے سدرہ المنتہیٰ اور بیت معصور تک پہنچے اور وہاں سے قرب حضوری خاص حاصل ہوا۔ (۲۵۷)

نبی کریم ﷺ میں سوئے ہوئے تھے۔ آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا کہ آپ کو عرش پر ملاقات کی دعوت دی ہے۔ جبرائیل نے براق کی لگام پکڑی۔ آپ سوار ہو کر بیت المقدس پہنچے پھر براق سے اتر کر مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے۔ یہاں تمام انبیاء اور فرشتوں نے آپ کا استقبال کیا۔ پھر آپ کی امامت میں سب نے دو رکعت نماز ادا کی۔ مسجد اقصیٰ سے باہر نکلے تو جبرئیل علیہ السلام نے آپ کے سامنے دودھ اور شراب کے دو پیالے پیش کئے۔ آپ نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا۔ اس پر جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ نے فطرت کو اختیار کیا۔

بیت المقدس سے آسمان کا سفر شروع ہوا۔ جبرئیل اب بھی ہمراہ تھے پہلے آسمان پر آدمؑ نے استقبال کیا۔ دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ تیسرے پر حضرت یوسفؑ چوتھے پر حضرت اورشیںؑ پانچویں پر حضرت ہارونؑ چھٹے پر حضرت موسیٰؑ ساتویں پر حضرت ابراہیمؑ سے تعارف ہوا مزید آگے بڑھے تو سدرہ المنتہیٰ پر جبرئیل رک گئے اور کہنے لگے کہ میں اس سے ایک پال برابر بھی آگے جاؤں گا تو اللہ کا نور مجھے جلا دے گا۔ آپ اکیلے ہی آگے بڑھتے گئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے درمیان صرف دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ آپ خالق سے ہم کلام ہوئے۔ نور الہی کو دیکھا۔ اس سے باتیں کیں۔ اس موقع پر حضورؐ کو عطیات مرحمت کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی درخواست پر پچاس سے پانچ نمازیں کر دیں اور ثواب پچاس ہی کا رکھا۔ (۲۵۸)

اس سفر میں آپ نے آسمانوں پر حیرت انگیز عجائبات کی سیر کی اور جنت اور دوزخ کا نظارہ بھی کیا۔ معراج سے واپسی پر آپ نے اپنے آپ کو خانہ کعبہ میں پایا۔ آپ نے قبیلہ قریش کے لوگوں کو واقعہ سنایا تو سخت حیران ہوئے۔ انہوں نے آپ سے بیت المقدس کی کئی نشانیاں دریافت کیں تو آپ نے یوں کھول کر بیان فرمائیں جیسے سب کچھ آنکھوں کے سامنے ہو۔ (۲۵۹)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ میرا اعتقاد یہ ہے کہ معراج جسم کے ساتھ اور بحالت بیداری تھی۔ آج کل ٹائم ٹریجن کی طاقت سے ہوائی جہاز اور ان کے اندر آدمی اڑ رہے ہیں۔ اس لئے خداوند کریم کا اپنے نبی کو براق کی سواری پر ملکوت السموات کی سیر کرانا کوئی مشکل یا انوکھی بات نہیں ہے۔ براق برق سے مشتق اور الیکٹریسی کی پوشیدہ طاقت کی جانب واضح اشارہ ہے۔ (۲۶۰) برق کی شرح رفتار ایک لاکھ چھیالیس ہزار میل فی سیکنڈ ہے اور روایات میں کہا گیا ہے کہ براق ایسی تیز رفتار سواری تھی کہ جہاں حد نظر ختم ہوتی تھی وہاں اس کا پہلا قدم پڑتا تھا۔

قرآن میں ہے: **سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ** یا عبد کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ عبد کا اطلاق جسم یا جسم اور روح دونوں کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ صرف روح لو عبد نہیں کہتے۔ واقعات معراج میں آپ کا دودھ پینا، براق پر سوار ہونا اور اس طرح کے دوسرے افعال کا تذکرہ موجود ہے۔ یہ سب جسمانی افعال

تھے، اس لئے معراج بھی جسمانی تھی وگرنہ خواب ہوتا تو اس کی تصدیق کیا مشکل تھی۔ (۲۶۱) نبی کریمؐ کا سرایا نوری جسم، جو شعاع آفتابی سے بھی کئی ہزار گنا زیادہ حرکت نفوذ رکھتا ہے، اس کا صاف شفاف آسمانوں سے گزرنا کونسا باعث تعجب ہے۔

معجزات نبویؐ

اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو معجزات عطا کرتا ہے جو روزمرہ زندگی کا خاصہ نہ ہونے کی وجہ سے عوام الناس کے لئے حیرت کا سبب بنتے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں: آپؐ کے معجزات جو عام آدمی کے نزدیک خارق ہیں وہ بھی دس ہزار سے کم نہیں ہیں۔ ان میں سے سات ہزار سات سو قرآن مجید کے معجزات ہیں۔ محدثین و اہل سیرنے اپنے علم کے مطابق جو معجزات لکھے ہیں ان کی تعداد تین ہزار بنتی ہے۔ ایک ہزار معجزات امام سیوطیؒ نے فصائص کبریٰ میں نقل کئے ہیں۔ (۲۶۲)

آپؐ کے معجزات مختلف عنوانات اور موضوعات پر بے شمار ہیں۔ ان معجزات کو میلاد ناموں میں بیان کیا گیا ہے۔ معجزہ شق قمر، ابتدا آفرینش سے لے کر قیامت تک کے تمام حالات و واقعات اور آثار کا بیان، کلید کعبہ کے بارے میں پیش گوئی، معرکہ بدر میں مسلمانوں کو پیشگی فتح کی بشارت کے علاوہ ستر کفار کے قتل ہونے کی اطلاع دینا، سلطنت کسریٰ کی فتح کی نوید، خسرو پرویز کی سلطنت کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا، مسلمانوں میں مال و زر کی کثرت کی نوید (نوامیہ کے زمانے میں مسلمانوں میں مال و زر کی کثرت کا یہ عالم ہوا کہ صدقہ و خیرات قبول کرنے والا تلاش کرنے سے حیسں ملتا تھا)، حضرت جابرؓ کو کثرت مال و اسباب کی بشارت، اپنی وفات کی اطلاع، خارجیوں کے بارے میں پیش گوئی، حضرت علیؓ کے مصائب اور شہادت کی اطلاع، امام حسنؓ کی مصالحت، امام حسینؓ کے متعلق پیش گوئیاں، سووی نظام اور اس کے ہمہ گیر اثرات، جذبہ جہاد میں کمی، آپؐ کی دعا سے قریش کو قحط سالی سے نجات، حضرت عمرؓ کا اسلام قبول کرنا، مدینہ کی آب و ہوا کا معتدل بننا اور امت مسلمہ کے صبح کے کام میں برکت کی دعا وغیرہ۔

یابی، کھانا اور دودھ جیسی اشیاء میں افراط و کثرت کے لائقہاد معجزات ہیں جیسے پیالے میں حضورؐ نے کھیاں ڈالیں تو پانی فوارے کی طرح بننے لگا جس سے اسی (۸۰) کے لگ بھگ صحابہ کبارؓ نے وضو کیا اور پانی کی قلت محسوس نہ ہوئی، خشک کنواں ابل پڑا، لقیل طعام پر حضرت جابرؓ کے گھر لشکر کی دعوت، چالیس افراد کو ایک پیالہ میں کھانا کھلانا اور ان کا سیر ہو کر کھانا، خشک بکری کا دودھ دینا وغیرہ۔

جسمانی بیماریوں سے شفا، امراض کے بے شمار معجزات ہیں۔ حضرت علیؓ کی آنکھوں کا صحت یاب ہونا، حضرت مسلم بن اکوعؓ کا کھوار کا زخم ٹھیک ہونا، نابینا کو بصارت ملنا، حضرت جریدؓ کا ہاتھ ٹھیک ہونا اور صحت سعد بن ابی وقاصؓ کی صحت یابی وغیرہ۔

آپؐ نے بے شمار غیب کی خبریں دیں۔ اس موضوع سے متعلق بھی ان گنت معجزات ہیں۔ قبروں پر آپؐ کی اطلاع کے واقعات، زہر خوارانی کی پیشگی اطلاع، گم شدہ اونٹنی کے بارے میں خبر، غزوہ موت کے دن کی پیشگی خبر، شاہ حبش کی وفات کی بغیر کسی ظاہری ذریعہ اطلاع کے پیشگی اطلاع اور حضرت علیؓ کو

عورت سے خفیہ خط لانے کا حکم وغیرہ۔ آپ کے بے شمار معجزات ایسے بھی ہیں جن میں جانوروں اور مختلف اشیاء نے آپ کے احکام کی قیصل کی اور آپ کو اپنا دکھ سکھ سنایا، سرائے کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا، احد پہاڑ کا بلنا اور پائے مبارک کی ٹھوکر سے پہاڑ کا ساکن ہو جانا، درختوں کا چلنا، منبر کا بلنا، عکاشہ کی چھڑی کا کھوار بننا، سنگریوں کا شادیت دینا، ستون حنظلہ کا رونا، پہاڑوں اور درختوں کا حضور کو سلام کرنا، وغیرہ۔

تاریخ، سیرت اور احادیث کی کتابوں میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں جن میں ظالموں کو بے ادبی کی سزا مل کر رہتی تھی جیسے ابو لب اور اس کی بیوی کو سزا، ابو جہل کا خوف زدہ ہونا، آپ کی تشکیک کرنے والوں ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور حارث بن قیس وغیرہ کا عبرت ناک انجام ہونا۔

آپ کے ذاتی کردار کا اعجاز ہے کہ دشمن اور کفار بھی آپ کی صداقت، امانت اور دیانت کے معترف تھے۔ قرآن حکیم بذات خود نبی کریم کا سب سے بڑا معجزہ ہے جو ہر زمانے میں لاکھوں مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ رہا ہے اور اسی طرح سینہ بہ سینہ ایک سے دوسری نسل کو منتقل ہوتا رہا اور سو فیصد اسی صورت میں موجود ہے اور قیامت تک ایسے ہی رہے گا۔ اس میں زیر زیر تک کا فرق آیا ہے اور نہ آئے گا۔ (۲۱۳)

اخلاق و عادات

تمام انسانوں میں انبیاء کا مقام سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے مگر سر تاج انبیاء حضور اکرم کی ذات اقدس میں پاکیزہ اخلاق اور اعلیٰ اوصاف اس کمال اور جامعیت کے ساتھ پائے جاتے ہیں کہ آج تک نہ کسی ایک فرد میں جمع ہوئے اور نہ آئندہ ہوں گے۔ جب تک یہ آفتاب و ماہتاب روشن ہیں اور جب تک کائنات کی ہستی کو بقا ہے، حضور اکرم کے مکارم اخلاق کی تابانی اور ضیاء باری بیشہ بیشہ قائم و دائم رہے گی۔ (۲۱۴)

آپ کے اخلاق و محاسن اور صفات و محامد کی چمک ایسی نمایاں ہے جیسے رست میں کندن، مظبوطی و بیچارگی اور قوت و شوکت کی متضاد حالتوں میں یکساں مساوی کے ساتھ زندگی بسر کرنے والا صرف وہی ہو سکتا ہے جس کے دل پر ناموس الہی نے قبضہ کر لیا ہو اور اسے علاقہ دنیاوی سے پاک کر دیا ہو۔ آپ کی حیات مبارکہ کے واقعات ہر ملک اور ہر طبقہ کے افراد کے لئے بہترین نمونہ اور مثال ہیں۔ (۲۱۵)

نبی کریم کی نسبت فریچ پرویسر سیڈو لکھتا ہے:

”آنحضرتؐ خندہ رو، متفہم، اکثر خاموش رہنے والے، تقویٰ سے دور، بیہودہ پن

سے نفور، بہترین رائے اور بہترین عقل والے تھے۔“ (۲۱۶)

انصاف کے معاملے میں سب سے برابری فرماتے، مساکین سے محبت فرماتے، غریبوں میں رہ کر خوش ہوتے، کسی فقیر کو اس کی تنگ دستی اور مفلسی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھتے اور کسی بادشاہ کو بادشاہی کی وجہ سے بڑا نہ جانتے تھے۔ اپنے پاس بیٹھنے والوں کی تالیف قلوب فرماتے۔ باہلوں کی حرکات پر صبر فرماتے۔ کسی شخص سے خود نہ علیحدہ ہوتے جب تک کہ وہ از خود نہ چلا جائے۔ صحابہ سے کمال محبت فرماتے۔ سفید زمین پر (بلا کسی مسئلہ و فرش کے) نشست فرمایا کرتے، اپنے جوتے کو خود گانٹھ لیتے اور اپنے کپڑے کو خود پیوند لگا

لیتے تھے۔ دشمن اور کافر سے بھی کشادہ پیشانی سے ملتے۔ (۲۶۷)

امام غزالی لکھتے ہیں: نبی کریمؐ مولیٰ کو چارہ خود ڈال دیتے، اوتھ باندھتے، گھر میں صفائی کر لیتے، بکری دودھ لیتے، خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے، خادم کو اس کے کام کاج میں مدد دیتے، بازار سے چر خود جدا کر خرید لیتے، خود اسے اٹھا لیتے، ہر اونی و اعلیٰ چھوٹے بڑے کو سلام کرنے میں پھل فرماتے، جو کوئی ساتھ ہو لیتا اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر چلتے، غلام و آقا، حبشی و ترکی میں ذرا تفاوت نہ فرماتے، رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے، کیسا ہی کوئی حقیر شخص دعوت کے لئے کہتا، قبول فرما لیتے۔ جو کچھ کھانا سامنے رکھ دیا جاتا اسے بر غبت تناول فرماتے، کھانے میں سے شام کے لئے بچا کر نہ رکھتے، نیک خو، کریم الطبع، کشادہ رو تھے مگر بہتے نہ تھے اندھ بکلیں تھے، مگر ترش رو نہ تھے۔ متواضع، جس میں دنایت نہ تھی۔ باہمت جس میں ورشتی نہ تھی، یعنی تھے، مگر اسراف نہ تھا۔ ہر ایک پر رحم فرمایا کرتے۔ کسی سے طمع نہ رکھتے۔ سر مبارک کو جھکائے رکھتے تھے۔ (۲۶۸)

جو کوئی شخص نبی کریمؐ کے سامنے یکبارگی آجاتا وہ بہت زود ہو جاتا اور جو کوئی یاس آئینہ تھا وہ فدائی بن جاتا۔ کنبہ والوں اور خادموں پر بہت زیادہ مہربان تھے۔ حضرت انسؓ نے دس سال تک خدمت کی اس عرصہ میں انہیں کبھی اف تک نہ کہا۔ زبان مبارک پر کبھی کوئی گندی بات یا گالی نہیں آتی تھی۔ نہ کسی پر سخت کیا کرتے۔ دوسرے کی اذیت و آزار پر نہایت صبر کیا کرتے۔ مخلوق خدا پر نہایت رحم فرماتے۔ ہاتھ یا زبان مبارک سے کبھی کسی کو شرم نہ پہنچا۔ قوم کی اصلاح و درستی پر توجہ فرماتے ہر شخص اور ہر چیز کی قدر و منزلت سے آگاہ تھے۔ (۲۶۹)

نبی اکرمؐ مطہر کو بشارت دیتے، عاصی کو ڈر سنا دیتے، بے خبریوں کو پناہ دیتے، معافی مانگنے والے کو معاف فرماتے، گنہگار کو بخش دیتے۔ ان کی تعلیم اندھوں کو آنکھیں، بہروں کو کان اور غافل دلوں کے پردے اٹھا دیتی ہے۔ نبی کریمؐ ہر خوبی سے آراستہ، جملہ اخلاق قائلہ سے متصف، سلیک ان کا لباس، نگوئی ان کا شعار، تہملی ان کا ضمیر، حکمت ان کا کلام اور عدل ان کی سیرت ہے۔ ان کی شریعت سراپا راستی، ان کی ملت اسلام اور ہدایت ان کی رہنما ہے۔ وہ ضلالت کو اٹھا دینے والے، گناہوں کو رفعت بخشنے والے، مجہولوں کو ظہور کروانے والے، قلت کو کثرت اور تنگ دستی کو غنا سے بدل دینے والے ہیں۔

آپؐ نہایت شیریں کلام اور بکمال فصیح تھے۔ گفتگو ایسی دل آویز ہوتی تھی کہ سننے والے کے دل و جان پر نقشہ کر لیتی تھی۔ سلسلہ سخن ایسا مربوط ہوتا تھا جس میں لفظاً و معناً کوئی غلط نہ ہوتا۔ الفاظ ایسی سب سے ادا فرماتے کہ اگر سننے والا چاہے تو الفاظ کا شمار کر سکتا تھا۔ (۲۷۰)

آپؐ کبھی کھل کر نہ ہنستے تھے۔ تبسم فرماتا ہی آپؐ کا ہنستا تھا۔ نماز تہجد میں بسا اوقات رو پڑتے۔ کبھی شخص کی وفات پر آبدیدہ ہو جاتے۔ نبی کریمؐ کے فرزند ابراہیم سلام اللہ علیہ شیر خوارگی میں گذر گئے تھے جب انہیں قبر میں رکھا گیا تو حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ (۲۷۱) مریضوں کی عیادت فرماتے، صحت کے وقت مریض کے پاس بیٹھ جاتے۔ بیمار کو تسلی دیتے۔ (۲۷۲) زمین یا منبر پر کھڑے ہو کر یا شتر پر سوار ہو کر خطبہ فرمایا کرتے، ایسے خطبہ جمعہ کے دن ہی پر موقوف نہ ہوتے بلکہ جب ضرورت اور

موقع ہوتا تب ہی کلام پاک سے لوگوں کو مستفید فرما دیا کرتے تھے۔ (۲۷۳) صدقہ کی کوئی چیز ہرگز استعمال نہ کرتے البتہ ہدیہ قبول فرماتے۔ بچوں کے قریب سے گذرتے تو ان کے سر پر ہاتھ رکھتے انہیں گود میں اٹھا لیتے۔ بوڑھوں پر محبت کرتے اور ارباب فضل کی قدر و منزلت فرماتے۔ کسی کی بات کبھی قطع نہ فرماتے۔ مجلس میں کبھی پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے۔ (۲۷۴)

دشمنوں پر بھی رحم فرماتے، مسائل کو کبھی رد نہ فرماتے، غریبوں کی دھیری، ہمسایوں کی خبر گیری، اور حاجت مندوں کی مدد کرتے، جوہ و کرم، شرم و حیا، صبر و حلم، غفو و رحم، صدق و امانت، عدل و انصاف، سکنت و فراست، شجاعت و بسالت، ثبات و استقلال، جنگی قیادت، توکل علی اللہ، صلہ رحمی، زندہ دلی و شگفتہ مزاجی، وقار و متانت، تواضع و انکسار، ایثار و حسن سلوک، حسن معاشرت و خوش خلقی، محبت و شفقت اور ان جملہ خصائص میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ قرآنی تعلیمات کا سب سے مکمل اور اعلیٰ عملی نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تعلیمات و ارشادات

نبی کریم کی تعلیم پاک، اعتقادات، عبادات، معاملات، احسانات وغیرہ کا ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ آپ کی برتری کا مدار اسی تعلیم پر ہے۔ آپ کا فرمان ہے: اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ بنائیں۔ بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ جب وہ اللہ کا حق ادا کریں تب وہ انہیں عذاب میں مبتلا نہ کرے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: خدا نے اس کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے یہ لکھ رکھا ہے: میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو کچھ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ قابل رشک وہ شخص ہے جسے اپنا مال جائز جگہ خرچ کرنے کی توفیق ملی ہو۔

آپ نے ارشاد فرمایا: ابدھا وہ ہے جس کا دل ابدھا ہے۔ حرام چیزیں طیب نہیں اور طیب چیزیں حرام نہیں۔ انسان کا اشرف ہونا ہی رد شرک کی دلیل ہے۔ انسان کو ہر ادنیٰ ہستی سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ بہترین شخص وہ ہے جو نسل انسانی کا خیر خواہ ہے۔ رحمن کے بندے بخیل و سرف نہیں ہوتے۔ اللہ کے نزدیک ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان لائے ہیں اور رب پر توکل رکھتے ہیں۔ گناہوں اور بے حیائی سے پرہیز کرتے ہیں۔ غصے میں درگزر کرتے ہیں۔ اللہ کے احکام کو قبول کرتے ہیں۔ نماز قائم رکھتے ہیں۔ اللہ کے عطا کردہ رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔ دوسرے کی طرف سے حملہ ہونے پر صرف اپنا بدلہ لیتے ہیں۔ دوسرے کی زیادتی معاف کرنے والے کا ثواب اللہ کی قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ نسل انسانی پر ظلم کرنے والے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ بڑی بلند ہمتی ہے جو شخص کسی دوسرے کی زیادتی پر میسر کرتا ہے اور معاف کر دیتا ہے۔ انسان کی ذاتی کوشش ہی کامیابی کے لئے شرجی ہے۔ دنیوی عروج میں آخرت کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ افتراء اور جھوٹ ایمان

کی ضد ہے۔ آپؐ نے قسم کھانے کی ممانعت فرمائی۔ لوگوں کے درمیان صلح کرائے کی تاکید فرمائی۔ حاکمان عدالت کے لئے صاحب علم ہونا ضروری ہے۔ نقص امن کی ممانعت فرمائی۔ ظلم باعث زوال ہے۔ جنگ کے لئے تیار رہنا ہی جنگ سے بچنے کی تدبیر ہے۔ دین کی دعوت دینے والی جماعت کا قیام ضروری ہے۔ آپؐ کا فرمان ہے: مہارت بازی اختیار کرو۔ باہمی محبت کو بڑھاؤ۔ مہمان کی عزت کرو۔ مال و حسن میں کمتر لوگوں کو بھی دیکھو۔ شد زور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو تھام لیتا ہے۔ قیدیوں، مسکینوں، یتیموں سے اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔ اولائے قرضہ کی فضیلت بیان فرمائی۔ شریعت سے مقصود انسان کی تکمیل ہے۔ ہمسایہ کو ایذا دینے کی ممانعت فرمائی۔ حیوانات سے ہمدردی کا حکم دیا۔ موجودات عالم انسان کے قائم کے لئے ہیں۔ درخت لگانا کارِ ثواب ہے۔ بحری تجارت خصوصاً نفع بخش ہے۔ سیاحت سے فہم رہتا ہے اور معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔

نیز آپؐ نے اطاعت والدین کی تاکید فرمائی۔ لونڈیوں کو تعلیم دینے کا حکم دیا۔ غیر مسلم اور زیرِ معاہدہ اقوام کی حفاظت کا حکم دیا۔ وارثوں کے لئے ورثہ چھوڑنے کی فضیلت بیان فرمائی۔ بدگمانی کو عادت بنانے سے منع فرمایا۔ غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہے۔ کسی کو رنگ و نسل کی وجہ سے برتری حاصل نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: معرفت میری اصل پونجی ہے۔ میرے دین کی جز عقل ہے۔ محبت میری بنیاد ہے۔ شوق میری سواری ہے۔ اللہ کا ذکر میرا مونس ہے۔ اعتماد الہی میرا خزانہ ہے۔ بندہ دل میرا رفیق ہے۔ میرا اختیار علم ہے۔ صبر میرا شاندار لباس ہے۔ رضا الہی میری قیمت ہے۔ عاجزی میرا ثمر ہے۔ زہد میرا پیشہ ہے۔ یقین میری روزی ہے۔ صدق میرا ساتھی ہے۔ طاعت کرنا میری عزت ہے۔ جہاد میری خصلت ہے۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ (۲۷۵)

میلاد ناموں کے موضوعات

اساسی اور بنیادی موضوعات: ولادت مقدسہ کا بیان، ثانوی موضوعات: حیات طیبہ کے نمایاں پہلو، اصنافِ عالیہ اور محلہ جلیلہ، تعلیمات و ارشادات، بعثت سے قبل عرب کی حالت، زار و استقلاش و اشتداد، مسیحا، درود و سلام، ربی کریم بطور محسن انسانیت۔

میلاد ناموں کے اساسی اور بنیادی موضوعات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مقدسہ، نور محمدی، ارامات، شب ولادت کے واقعات، تجلیہ، میلاد شریف کی خوشی پر تسبیح و تہلیل، نسب مبارک، شیر، ماری اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے باپ پرورش پانے کا احوال، درود شریف کی برکات اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی شان کا بیان ہیں۔

میلاد ناموں میں ثانوی طور پر آپؐ کی حیات طیبہ کے نمایاں پہلو بچپن، ہوش و تمیز، جوانی، تجارت، آمد، رفت، شادی، احباب، قبل نبوت، قریش کی لڑائی اور قریش کے معاہدے میں شرکت، امین بننا، خانہ کعبہ، حج و عمرہ، غزوات، شجاعت، غار حرا اور وحی کا نزول، اسلام کا ظہور، دعوت و تبلیغ، مخالفت، سفر طائف، حج، ہجرت، غزوات، صلح حدیبیہ، دعوت اسلام کے نامہ و پیام، اسلام کی اشاعت، تکمیل دین، حجتہ الوداع

اور وفات کے احوال کا بیان ہے۔

آپؐ کے اوصاف عالیہ اور مہلہ جلیلہ، آپؐ کے معجزات و معجزات کا تو صیغی انداز میں ذکر، معجزہ رجعت، عرش و شق القمر، منکریوں کا کلہ پڑھنا، حیوانات و نباتات کا بچہ نگرینی کرنا، بتوں کی فریاد اور سر کے بل گزنا اور واقعہ معراج، آپؐ کا طلیہ و سرایا اقدس، آپؐ کے اخلاق حسنہ کی تفصیلی جزئیات مثلاً استقامت عمل، حسن خلق، حسن معاملہ، عدل و انصاف، جود و سخا، ایثار، مہمان نوازی، گد اگری سے نفرت، صدقے سے پرہیز، تجھے قبول کرنا، سادگی اور بے تکلفی، عیب جوئی نہ کرنا، لہارت پسندی اور دکھاوے سے پرہیز، مساوات، تواضع، بے جا تعظیم اور مدح کی ناپسندیدگی، شرم و حیا، اپنے ہاتھ سے کام کرنا، عزم و استقلال، شجاعت، راست گفتاری، ایقانے عہد، زہد و قناعت، عفو و حلم، دشمنوں سے درگزر اور حسن سلوک، کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ برتاؤ، غریبوں کے ساتھ محبت و شفقت، جانی دشمنوں کے حق میں دعائے خیر، بچوں پر شفقت، مستورات کے ساتھ اچھا برتاؤ، حیوانات پر رحم، عیادت و تعزیت، رقتی قلبی، لطف طبع، اولاد سے محبت، ازواج مطہرات کے ساتھ حسن سلوک اور عام محبت و رحمت کو بیان کیا گیا ہے۔

آپؐ کے مقصد نبوت کے باب میں آپؐ کی تعلیمات، خطبات، ارشادات، تحریک اسلامی کا تذکرہ اور تبلیغ و ترویج اسلام کے سلسلہ میں آپؐ کی مساعی جلیلہ، آپؐ کی مجلس کے تحت موضوعات (دربار نبوت)، مجالس ارشاد، آداب مجلس، اوقات مجلس، حوروں کے لئے مخصوص مجالس، طریقہ ارشاد، مجالس میں گفتگو، فیض محبت، طرز بیان، خطبات کی نوعیت، خطبات نبویؐ کی تاثیر اور آپؐ کی عبادات کے تحت موضوعات (نماز اور دعا، روزہ، زکوٰۃ، صدقہ، حج، یاد الہی، میدان جنگ میں یاد الہی، گریہ و بکا، صبر و شکر) وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔

مدح رسولؐ کے بیان میں میلادیہ نعیتیں ہیں۔ ان میلادیہ نعیتوں میں آپؐ کے حسب نسب، خاندانی شرف، نسلی امتیاز و بزرگی، ہمدردی و غم خواری، جمال ظاہری و باطنی، ایقانے عہد، آپؐ کے خصائل و شمائل کی توصیف و ستائش کے علاوہ آپؐ کا باعث تخلیق کائنات ہونا، آپؐ کا نولامن نور اللہ ہونا، آپؐ کا صاحب خلق عظیم ہونا، آپؐ کا خاتم النبیین اور رحمتہ للعالمین ہونا، قرصیکہ آپؐ کے حوالے سے تہذیبی و سلامتی، تمدنی و معاشرتی، معاشی و اقتصادی اور سیاسی و تاریخی بے شمار پہلو اور مباحث در آئے ہیں۔

دوسرے انبیاء کے اخلاق و اوصاف مثلاً آدمؑ کا خلق، شیثؑ کی معرفت، نوحؑ کی شجاعت، ابراہیمؑ کی دوستی، اسماعیلؑ کی زبان، اسحاقؑ کی رضا، صالحؑ کی فصاحت، موسیٰؑ کے معجزات، ایوبؑ کا صبر، یونسؑ کی اطاعت، یوشعؑ کا جہاد، داؤدؑ کی آواز، دانیالؑ کی محبت، الیاسؑ کا وقار، یحییٰؑ کی پاکدامنی اور عیسیٰؑ کے زہد وغیرہ کے مقابلہ میں آپؐ کو مجموعی طور پر سب صفات کا عطا ہونا اور سب انبیاء پر آپؐ کی فضیلت و برتری کو موضوع بنایا گیا ہے۔

میلاد نگاروں نے آپؐ کے تذکار مبارکہ کے سلسلے میں آپؐ کی عادات و معمولات اور تعلقات کے ذرا ذرا سے پہلوؤں کو بھی انتہائی عقیدت و احترام سے میلاد ناموں کا موضوع بنایا ہے۔ آپؐ کی مہربانیت، طلیہ مبارکہ، لباس، خوراک، طریقہ طعام، رفتار، گفتار اور خندہ و تبسم کی جزئیات تک کا ذکر ملتا ہے۔

آپؐ سے والہانہ محبت و شفقتی کے سبب آپؐ کے مناسبات لباس و پوشاک خود و ذرہ، انگوٹھی، عطیں، حجب، پینٹ اور نقش پا کو بھی موضوع بنا کر ان کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ غرضیکہ آپؐ سے تعلق رکھنے والے ہر چیز مثلاً مدینے کی گھیاں اور کوہِ طے، در و دیوار، خاک راہ، سنگان کوچہ و بازار، سنگ در اقدس، روضہ اقدس اور اس کی سنہری جالیاں اور مسجد نبویؐ کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔

شمعی موضوعات میں آپؐ کی بعثت سے قبل عرب کی حالت، تہذیب و تمدن، عادات و معاشرت، سرزمین عرب کا جغرافیہ، پہاڑ، ریگستان، موسم، آب و ہوا، عرب کی تاریخ، اور ان کے قومی و معاشرتی مسائل جس میں بیکاری، کالہلی، جوا، شراب کی عادت، خود ستائی اور دوسری قوموں کی تحقیر، بیت پرستی، توہم پرستی، چتر، درخت، چاند، سورج، دریا، پہاڑ وغیرہ کی پوجا، انسانی حقوق کے لئے کسی ضابطہ کا نہ ہونا، قتل انسانی، رہزنی، جھپٹے بے جا، تصرف ناجائز، مداخلت بے جا، عورتوں کو جبراً بٹکا کر بھگالے جانا، بیٹیوں کو زندہ بیچ دینا، خاک کر دینا، عرب کے عیسائیوں کا مریمؑ کو خدا کی بیوی اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہنا، بیت پرستوں کا لات و عزلی کو موت خدا کہنا، لکھنے پڑھنے سے بے خبر، علوم سے بے بہرہ، فنون سے غاری، تمدن سے ناواقف، ظلم اور دھوکے اور ان جملہ عیوب اور مذہب باطلہ کے مجموعہ افراد و معاشرہ کی حالت زار کا بیان شامل ہے۔

میلاد ناموں کا ایک اہم موضوع نبی کریمؐ کے حضور اپنے آلام و مصائب اور مشکلات و مسائل کا اظہار کر کے آپؐ سے حاجت طلبی ہے۔ آپؐ کے حضور استعاذہ و استمداد اور آپؐ کے حضور مشکل کشائی کے لئے آپؐ کی بارگاہِ رحمت میں سوال، رفع مشکلات، شفاءِ امراض، حصول مقاصد اور مصائب کے مداوا کے لئے رسالتِ ماب سے فریاد اور عرضداشت پیش کرنا، شرمندہ میں حاضری اور زیارت کی ترقی، روضہ رسولؐ پر درود و سلام پڑھنے کی شدت سے تمنا اور آرزو کا اظہار، مدینہ سے دوری کے سبب ہوا کے ذریعے آپؐ تک سلام و فریاد رسانی، اپنے حسیاں پر ندامت کا اظہار، شفاعت طلبی، مدینہ میں دفن ہونے کی شدید خواہش اور خواب میں دیدار کی آرزو جیسے مضامین موجود ہیں۔

آپؐ پر درود و سلام بھیجنا حکمِ خداوندی اور مقبول ترین عبادت ہے۔ قرآن حکیم کے متبع میں مثلاً اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلَائِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اَسَلِّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (احزاب ۵۶: ۵۷) ہے۔ شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو، میلاد ناموں میں صلوات و سلام کو ایک مستقل موضوع کے طور پر حصولِ ثواب اور شفاعت طلبی کے جذبہ کے تحت شامل کیا گیا۔ یہ میلاد میں منقولہ کا نقطہ عروج ہے۔ نبی کریمؐ کی بارگاہِ اقدس میں سلام لکھنے اور پڑھنے کے نئے نئے اسلوب وضع ہوئے۔ حضورؐ کے اوصاف کے ذکر جمیل میں شاعر کا جذبہ عقیدت و محبت درود و سلام کے موضوعات میں بھی کار فرما نظر آتا ہے۔

میلاد ناموں کا موضوع نبی کریمؐ کے محاسن، آپؐ کی صفات و تعلیمات اور خصائل و شمائل کے تذکار تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ اس میں ہر دور کے تہذیبی و معاشرتی، سماجی و ملی اور سیاسی و تاریخی احوال و واقعات بھی شامل کئے گئے۔ اسلام کی شوکت و عظمت اور ادبار و زوال کی داستان کو بھی موضوع بنایا گیا، جیسا کہ ڈاکٹر ریاض مجید نے لکھا ہے:

”آپؐ کی رسالت تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے۔ آپؐ اقوام عالم کے لئے رحمت اور پوری انسانیت کے محسن بن کر آئے لہذا آپؐ کے فیضان رسالت اور پیغام نبوت کو کسی ایک قوم یا زمانے تک محدود نہیں رکھا جا سکتا۔ عصر حاضر میں روشن خیالی، انسانی مساوات، مواخات اور آفاقی تصورات کے جو چرچے ہو رہے ہیں اور انسان ترقی کی جو منزلیں طے کرتا نظر آ رہا ہے۔ اس کے پس منظر میں آپؐ کی اعلیٰ شخصیت اور روشن تعلیمات کا قریبا جس۔“ (۲۷۶)

اس لحاظ سے انسانی زندگی، تہذیب و ثقافت، معاشرت و سیاسیات پر جو خوشگوار اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ان کا عکس میلاد ناموں میں نظر آتا ہے۔ جس موضوع یا مضمون میں بالواسطہ یا بلا واسطہ نبی کریمؐ کی ولادت و سیرت کا کوئی حوالہ آجائے تو وہ میلاد النبیؐ میں شامل ہے۔ میلاد نگاروں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، خلفائے راشدین، اہل بیت اور صحابہ کرامؓ کی منقبت کو بھی ضمنی طور پر موضوع بنایا ہے۔

حضور اکرمؐ کی سیرت مقدسہ نے جس طرح اپنے اصحاب کے ذہن و کردار کو جلاء و نضاء بخشی اور ان کی تہذیب و تربیت کے نتیجہ میں صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین، تبع تابعین، آئمہ کرام اور اولیائے عظام اور بزرگان دین کا ایک لائحہ عمل نظر آتا ہے۔ جن کی شخصیت و کردار کی تحمیل میں کسی نہ کسی صورت میں حضور اکرمؐ کے فیضان تعلیمات اور اسوہ حسنہ کی معجز نمائی اور کار فرمائی واضح طور پر نظر آتی ہے۔ اس سبب سے میلاد ناموں کی ابتداء میں حمد و ثناء، مناجات، خلفائے راشدین، اہل بیت اور دیگر بزرگان دین اور اولیائے کرام کی فضیلت اور منقبت کی جزوی طور پر جھلکیاں مل جاتی ہیں۔ اور ان میں استغاثہ و استدعا کے انداز میں بہر حسنہ و حسینہ اور غوث اعظم محی الدینؒ کے واسطے کے مضامین منقبت مل جاتے ہیں۔

نبی کریمؐ کی مدح میں جمال ظاہری کے مضامین کے علاوہ آپؐ کے معنوی احسانات کا ذکر شعراء نے اس جذبہ کے تحت کیا ہے کہ آپؐ کی ذات گرامی سے محبت و وابستگی حاصل دین، پیمانہ ایمان اور اخلاص و صداقت کا معیار ہے۔ یہ تعلق جس قدر پختہ، گہرا اور راسخ ہوگا، اسی درجہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، توحید میں چٹکی اور ایمان میں ثابت قدمی نصیب ہوگی۔

عصری قاضیوں کے پیش نظر میلاد ناموں کے موضوعات میں رنگا رنگی پیدا ہوئی۔ کسی زمانے میں آپؐ کی سیرت و سوانح کو مجلسی ضروریات کے تحت منظوم کرنے کی سعی بلیغ ہوئی تو کہیں اہل سنت و الجماعت کے میلاد نگاروں نے فورانیت مصطفیٰؐ کے مضامین کو پر زور طریقے سے بیان کیا۔ حالی اور سرسید نے ردائی مذہبی جوش اور جذبہ سے مولود لکھے اور میر شاہ جہان پوری نے حوالہ جات کا پورا اہتمام کیا تاکہ کوئی قول بے سند نہ رہے، کسی زمانے میں سرلیائے اقدس اور خصائل و شمائل کو بیان کیا گیا تو فقہ قادیانیت کے دور میں حضورؐ کے خاتم النبیینؐ ہونے کے پہلو پر زور دیا گیا۔ کسی نے معجزات کو نمایاں طور پر بیان کیا تو کسی نے بشریت کے پہلو کو واضح کیا۔ اس طرح میلاد ناموں کے بنیادی موضوع تو وہی رہے مگر زمانے اور ماحول کے زیر اثر دیگر موضوعات بھی شامل ہوتے رہے۔

میلاد ناموں کے موضوعات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان میں حضور نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے تفصیلی

احوال، آپ کی سیرت طیبہ کے نمایاں پہلو از ولادت تا وصال، معجزات و مبشرات، عادات و معمولات، مسائل و مسائل، تعلیمات و ارشادات، عصیاں پر ندامت اور شفاعت طلبی و خیر جوئی، شرمیہ میں حاضری اور زیارت کی تہذیب، اور درود و سلام جیسے متنوع موضوعات و مضامین کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

میلاد ناموں کا فن

مقتضیات فن، نزاکت موضوع، حفظ مراتب اور حدود شریعت، حقیقت نگاری، میلاد ناموں کے انداز، میلاد ناموں کے مختلف آہنگ، میلاد ناموں کے اجزاء، فنی عناصر، سرلا نگاری، کروار نگاری، واقعات نگاری، محاکات نگاری، تاثیر و روانی اور سامعین کی دلچسپی، تحقیق واقعات کی بجائے تاثیر و تاثر پر توجہ، محاسن شعری، میلاد اور سیرت، میلاد اور نعت، میلاد اور پوچھ گچھا ادب، میلاد میں درود و سلام، میلاد میں استہدو و استغاثہ کا انداز، میلاد ناموں میں مناقب اہل بیت، مضامین میلاد پر مقامی تمدنی اثرات، میلاد کے فن پر ہندی اثرات، قدیم و جدید اسلوب میلاد، میلاد بلحاظ حقیقت، میلاد بلحاظ مشابہت، میلاد بلحاظ بانی محفل، میلاد بلحاظ مولود خواں، میلاد بلحاظ سامعین، میلاد بلحاظ استدلال، میلاد بلحاظ عقیدہ، قیام میلاد بلحاظ عمل و استدلال، آداب محفل میلاد، منوعات محفل میلاد، میلادی روایات کا تجزیہ، میلاد ناموں کا مخصوص لب و لہجہ، میلاد ناموں کی پستوں کا تنوع۔

مقتضیات فن

میلاد نگاری بادی النظر میں بہت آسان اور سہل نظر آتی ہے لیکن اس کی فنی اور موضوعاتی اہمیت پر پوری توجہ مرکوز کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے مقتضیات کو مد نظر رکھنا، لوازمات کو پورا کرنا، موضوع سے عمدہ برا ہونا اور مجلسی تقاضوں کو بھی پورا کرنا اتنا آسان اور سہل نہیں ہے۔ صرف انہیں میلاد نگاری کی اہمیت کا اندازہ ہے جو نبی کریمؐ کے ادب و احرام سے پوری طرح واقف ہیں۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے:

ہزار بار بشویم وہن ز مشک و گلاب
ہنوڑ نام تو کسکفن کمال ہے اویست

نزاکت موضوع

نبی کریمؐ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ جیلہ بشریت سے نہایت بلند اور ارفع ہیں۔ انسان کی طاقت نہیں کہ آپؐ کے محملہ کو صحیح طور سے ادا کر سکے۔ بقول ڈاکٹر اس۔ ڈی نسیم "جس ہستی پر خدا خود درود بھیجتا ہے، انسان کی کیا مجال کہ اس کی تعریف کا احاطہ کر سکے۔" (۲۷۷) میلاد النبیؐ کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم اور وسیع موضوع ہے اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے بقول "اس کی عظمت و وسعت کی حدیں ایک طرف عید سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہیں۔" (۲۷۸) اس لئے ذرا سی لغزش حدود

عمر میں داخل کر سکتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں: ”میلاد لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلواری کی دھار پر چلنا ہے، اگر بدھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کئی کرتا ہے تو تنقیر ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے، اس میں رات صاف ہے۔“ (۲۷۹) اس لئے میلاد نگاروں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ موضوع کی نزاکت اور اہمیت کو مد نظر رکھیں گے۔ میلاد نگاری میں نبی کریمؐ سے والہانہ عقیدت و خستگی کو میلاد کے لوازمات میں اساس اور بنیاد کا درجہ حاصل ہے۔ اس موضوع پر لکھتے ہوئے فصیح و بلیغ، جامع الفاظ اور پاکیزہ زبان و بیان کا سہارا لینا واجب اور امر لازم ہے۔

حفظ مراتب اور حدود شریعت

میلاد نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپؐ کے حفظ مراتب اور ادب و احترام کو ملحوظ رکھے جس کا حکم قرآن نے دیا ہے۔ اور آئمہ نے بھی اسے دہرائی قرار دیا ہے: ”لَا تَوَلُّوْا صَوَانِكُمْ لَوْ كُنْتُمْ اَنْبِيَا“ (الحجرات: ۳۹) ”(اے ایمان والو!) اپنی آواز کو نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو۔“

اس لئے میلاد نگار کو چاہئے کہ وہ توحید و رسالت، الوہیت و عبودیت اور خدا اور رسولؐ کے حفظ مراتب کو کسی طرح نظر انداز نہ کرے۔ سب سے بڑی لغزش الوہیت اور نبوت کی حدود کو سمجھنے میں ہوتی ہے۔ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں:

”اس قسم کی لغزشیں زیادہ تر صحیح اسلامی تصورات سے ناواقفیت اور غلو کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ نبوت و عبودیت کا کمال اس میں نہیں ہے کہ بندے اور نبی کو خدا بنا دیا جائے بلکہ اس کا اصلی کمال یہ ہے کہ نبی جامہ بشریت میں رہتے ہوئے عبودیت اور نبوت کا ایسا کامل نمونہ ہو کہ اس کے بعد کمال کا کوئی درجہ تصور میں نہ آ سکے۔“ (۲۸۰)

میلاد نگاری اس امر کی بھی متقاضی ہے کہ موضوع کے بادل تقاضوں کے مطابق میلاد نگار علم شریعت سے بھی پوری طرح باخبر ہو۔ بظاہر میلاد کا موضوع نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ اور آپؐ کی سیرت طیبہ کے چند روشن گوشوں کو بیان کرنے تک محدود نظر آتا ہے لیکن اس میں پوری سیرت اور سیرت کے توسط سے آپؐ کا حلیہ اقدس، واقعہ معراج و معجزات، شمائل و فضائل، معمولات و عبادات نبوی، اخلاق نبوی، آداب عیاس نبوی اور حسن معاملہ سے لے کر زہد و قناعت، رحم و مروت، شفقت و محبت، عدل و انصاف، عیادت و تعزیت، رحمت و مکرمت، ہمد و ثنا، شرم و حیا، مہمان نوازی و ایقانہ عہد، عزم و استقلال، صفو و حلم اور عطف طبع و لطف سخن تک سلامتی زندگی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں ہے جس کو میلاد نگاروں نے بیان نہیں کیا۔ اسی وجہ سے حدود شریعت کی پوری واقفیت اور پابندی میلاد نگاری کی شرط اولین ہے۔

حقیقت نگاری

میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ، حقیقت محمدی، مقام نبوت و رسالت کے بیان میں شرعی

حدود و قیود اور جزئیات تک کی صحت کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ صداقت مضمون سے سرور
 انحراف مکتا کبیرہ کے زمرے میں آجاتا ہے۔ میلاد نگاری کا اہم لازمہ حقائق کے بیان سے متعلق ہے۔ اس
 میں واقعیت کے خلاف اور اصلیت کے متنافی بیان کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ میلاد یہ شاعری میں بھی مولانا
 محمد یوسف بنوری کے خیال میں ”مبالغہ اگر حدود شریعہ سے تجاوز نہ کرے تو گنجائش ہے“ وہ مبالغہ جو کفر و
 شرک اور صریح جھوٹ پر مشتمل ہو کسی حال میں درست نہیں۔“ (۲۸۱)

میلاد ناموں کے انداز

میلاد نامے نثری، شعری اور مخلوط انداز میں ملتے ہیں۔ دراصل نبی کریمؐ کے شیدائی جب مختلف اصحاب
 و دیار میں پھیلے۔ اس وقت سے آپؐ کے شیدائی آپؐ کے ذکر خیر کو بیان کر رہے ہیں۔ انداز تحریر ہر دور
 کے عصری تقاضوں اور زبان و بیان کے تدریجی ارتقاء کی وجہ سے بدلتا رہا۔ سترہویں صدی عیسوی میں
 برصغیر ہند و پاک کی زبان فارسی تھی۔ اس لئے ولادت رسول اکرمؐ کا بیان فارسی میں ہوتا تھا۔ آہستہ آہستہ
 اردو زبان کے فروغ کے زیر اثر اس دور میں مسیح و مرہز عبارتوں میں میلاد نامے لکھے گئے۔ اس کی غایت
 بھی نبی کریمؐ سے انکھار حقیقت ہے۔ متفق و مسیح انکھار خیال کے بعد ایک ایسا زمانہ آیا جس میں اہل زبان
 نے سلیس اور سادہ زبان کو زیادہ پسند کیا۔ اس دور کے میلاد نامے عام فہم زبان کے آئینہ دار ہیں۔ آسان
 زبان میں میلاد ناموں کی ترویج و اشاعت کی دوسری وجہ یہ بنی کہ عوامی مجالس کے لئے ایسی زبان کی
 ضرورت تھی جس کو ہر شخص آسانی سے سمجھ سکے اور حق تبلیغ بھی اسی صورت میں ادا ہو سکتا تھا جس سے
 زیادہ سے زیادہ عوام الناس سیرت رسول اکرمؐ سے باخبر ہوں چنانچہ میلاد نامے بکثرت ایسی زبان میں ترتیب
 دیئے گئے جس کو ہر کہ وہ بخوبی سمجھ لیتا ہے۔

ان میلاد ناموں کی غرض و غایت مجلسی تھی اس لئے مجلسی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی ابتداء
 میں حمد و نعت کے کچھ اشعار آگئے ہیں۔ اگرچہ ایسے اشعار کا غالب حصہ رسمی انداز کا ہے۔ اس کے علاوہ
 آپؐ کی ولادت مقدسہ۔ معراج اور معجزات کے بیان میں بھی شعری انداز اختیار کیا گیا ہے۔ نثری میلاد
 ناموں میں میلاد شریف سرور عالم (محمد صاحب علی خان مارہروی)، جلاء القلوب بذکر المحبوب (مرید احمد
 خان، مولود شریف (خواجہ الطاف حسین حالی)، آمنہ کا لال (راشد البیڑی)، اور میلاد النبیؐ معہ طریقہ مولد
 شریف (مولانا اشرف علی تھانوی) قابل ذکر ہیں۔ باقی تمام مولود نامے ”قریباً“ مخلوط ہیں۔ ان میں مولود
 شہید (غلام امام شہید)، میلاد اکبر (محمد اکبر خان وارثی میرٹھی)، میلاد گوہر (گوہر علی خان گوہر راسپوری)،
 میلاد مصطفیٰ فی خمس الفضل (مولوی مجیب اللہ)، اور حیات و ذکر (شاہ محمد جمیل الرحمن) خاص طور پر بطور مثال
 گنوائے جا سکتے ہیں۔ منظوم میلاد ناموں میں مولود محمدیہ (روف احمد بھوپالی)، مولود نامہ (عبدالمطیف)، مولود
 نامہ (مختار)، تولد نامہ (امین سیکرائی)، معراج نامہ (سید میراں ہاشمی)، وفات نامہ (نصرت علی)، شاکل النبیؐ
 (عبدالمحمد ترین)، معجزات رسالت (مخدوم حسینی)، خیر الایکار فی ذکر سید الاخیار (غلام محمد بادی علی خان)، صبح
 تجلی، چراغ کعبہ (محمد محسن کاکوروی)، مربایہ نجات (معصوم علی بیدار)، اور مولود طیش (طیش گورکھپوری) وغیرہ

میلاد ناموں کے مختلف آہنگ

میلاد نامے خطاب، تشبیہ اور بیانیہ انداز میں ملتے ہیں۔ جس زمانے کا میلاد نامہ ہے۔ اس دور کی تمام مروجہ اسٹاف و اسالیب کی اس میں بحال موجود ہے۔ اس لحاظ سے میلاد ناموں میں نثر اور نظم کے تمام اسالیب جمع ہیں۔ اور ان پر عربی و فارسی کے ساتھ ہندی اثرات بھی نظر آتے ہیں۔ دراصل سیرت کی کتابوں کا تعلق قارئین کے ساتھ ہے۔ ان میں حاضرین کا تصور مقبوض ہے جبکہ میلاد فنی اعتبار سے ایک ایسی صنف ہے جس میں حاضرین کا وجود ضروری ہے۔ جس طرح ڈرامہ نگار اپنے ارد گرد کی صورت حال کو PRE-VIEW کرتا ہے۔ اسی طرح ایک میلاد نگار کے ذہن میں اس کے سامعین موجود ہوتے ہیں۔ اور ان مجلسی تقاضوں کے تحت میلاد نگار کو روایات، ضروریات، مناسبات، مضمرات اور تحقیقات کو مد نظر رکھنا پڑتا ہے اور اسی وجہ سے میلاد ناموں میں خطاب، تشبیہ، بیانیہ، مکالماتی، وصفیہ اور ڈرامائی انداز کار فرما نظر آتا ہے۔ خاص طور پر معراج کے بیان میں بہت دلچسپ اور ڈرامائی انداز اپنایا گیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ میلاد ناموں میں موقعہ محل کی مناسبت سے لب و لہجہ اور آہنگ بدل جاتا ہے۔ پائیں بعد طرزِ اظہار و بیان میں شائستگی اور خوش سلیقگی ضروری ہے جو نبی کریمؐ کے ولی اوب و احترام کی منظر ہو۔

میلاد ناموں کے اجزاء

میلاد کے اجزاء میں حمد و نعت، آداب، محفل میلاد شریف، کثرت درود خوانی کے فیوض و برکات کا ذکر، نور محمدی کا بیان، ولادت رسول پاکؐ سے وفات مبارکہ تک کے حالات مع معجزات، آپؐ کے اوصاف حمیدہ، خصائل پاکیزہ کا بیان دوسرے انبیائے کرامؑ پر آپؐ کی فضیلت اور برتری کا ذکر، میلاد کی نسبت سے مقبولات، اہل خانہ و منتظمین محفل کے لئے دعا، اور طلبِ عضو و رحمت شامل ہیں۔ بیشتر میلاد نگاروں نے عشق رسولؐ کے جذبات کے تحت شہرِ مدینہ کی حاضری اور وہیں دفن ہونے کی خواہش کا اظہار بھی کیا ہے۔

میلاد نامے کے فنی عناصر

میلاد نامے کے فنی عناصر میں سرایا نگاری، کردار نگاری، واقعات نگاری، محاکات نگاری، تاثیر و روانی اور سامعین کی دلچسپی، تحقیق واقعات کی بجائے تاثیر و تاثر پر توجہ اور دوسرے محاسن شعری شامل ہیں۔

سرایا نگاری

میلاد نگاروں نے نبی کریمؐ کی سیرت و زندگی کے بیان کے سلسلے میں زیادہ نور سراپا کے بیان میں صرف کیا ہے۔ نبی کریمؐ کے جسم مطہر و منور، ملیوسات اور ان کے لوازمات کا ذکر میلاد ناموں میں بڑی کثرت سے ملتا ہے۔ شاعروں اور ادیبوں نے قرآن کریم کے متن سے بعض اچھی اور عمدہ تراکیب کو چن کر انہیں نبی کریمؐ کے علیہ مبارک کی تصویر کھینچنے کے لئے استعارہ اور کنایہ کی شکل میں پیش کیا ہے۔ حضرت علی

المرتضى نے آپ کا سراپا بیان کرتے ہوئے فرمایا :

”تغیر علیہ الصلوٰۃ والسلام باہمیت تھی جو آپ کو دور سے دیکھتا تھا، اس پر خوف طاری ہو جاتا تھا مگر نزدیک تر آتا تھا تو اس کے دل میں سکون اور راحت پیدا ہو جاتی تھی۔ آپ بشارت دیتے تھے۔ آپ کے چہرہ پر نور چمکتا تھا۔ آپ دراز قامت تھے۔ آپ کا سر گول تھا۔ گھونگھریالے بال بن گوش تک آتے تھے۔ کھینچنے سے کدھے تک آ جاتے تھے مگر چھوڑنے سے پھر اپنی جگہ چلے جاتے تھے۔ آپ قرآن پیشانی، کشادہ ابرو تھے۔ آپ ہنسا ہوتے تو ابرو کے درمیان رگ نمایاں ہو جاتی۔ آپ باریک بینی، باریک لب، اور کشادہ دندان تھے۔ بالوں کا رنگ سیاہ تھا۔ آپ سپید عارض، زیبا گردن اور معتدل اندام تھے۔ آپ کی پشت و شکم راست اور سینہ فراخ تھا۔ سینے سے ناف تک چھوٹے چھوٹے بالوں کا ایک ایسا خط تھا کہ گویا مو قلم سے بنایا گیا ہے۔ بازو لمبے، ہتھیلیاں کشادہ، انگلیاں باریک لمبی، اور کشادہ تھیں۔ ناخن لمبے تھے۔ آپ اکثر اپنی نظر زمین کی طرف رکھتے تھے۔ آپ میں آہستگی تھی ترش روئی نہ تھی۔ آپ سننے کے بغیر شامیں طبع تھے۔ آپ کا حکم عدل، آپ کی گفتار حکمت تھی۔ آپ سخاوت پیشہ، نرم دل، نرم گو تھے، تند خونہ تھے۔ گناہ کار کا گناہ معاف کر دیتے تھے۔ آپ کے جسم مطہر سے بوئے مشک کی مانند خوشبو آتی تھی۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔“ (۲۸۲)

نبی کریم کے سراپا کے بارے میں چند میلاد ناموں سے نمونے ملاحظہ ہوں۔
امیر مٹائی رقم طراز ہیں :

دل کفار میں پڑتے ہیں اگر داغ حسد
ہم وہ پتھر ہیں ترے نقش قدم جانتے ہیں
تیرے گیسو سے ہے پیرائیں کعبہ آگاہ
تیری آنکھوں کو غزالان حرم جانتے ہیں
بلبلو نور سقید اور کوئی کیا جانے
تیرے گیسو ترے عارض کی قسم جانتے ہیں
(۲۸۳)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے اشعار ملاحظہ ہوں :

سرتا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دھن پھول تن پھول بدن پھول
نبی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

جن کے آگے چراغِ قمر جھللائے
 ان عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام
 ریش خوش معتدل، مرہم ریش دل
 ہالہ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام
 پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
 ان لیوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
 جس سے تاریک دل جگمگائے گئے
 اس چمک والی رحمت پہ لاکھوں سلام
 (۲۸۳)

مولوی خلیل الرحمن واعظ سارنپوری سراپا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تم سنو اے مومنان باسقا
 اب سراپائے نبی دوسرا
 مغزونِ اصرار و ہم جامع صفات
 معدنِ علم و فضیلت نیک ذات
 نورِ پیشانی سے روشن دو جہاں
 مطلعِ انوارِ نیش دو جہاں
 روئے انور غیرتِ ماہِ کمال
 لوحِ پیشانی زبے چھو جمال
 مہرِ خبرِ بارِ شاہِ نامور
 جن سے ہے عالمِ معطر سرِ ہر
 پھول سے رخسار اور فنجِ دھن
 تھے تجلِ جن سے یہ نسرین نسرین
 سرگمیں آفتابیں عجب رشکِ غزال
 ابروئے شہار سے ٹادمِ ہلال
 تہی درِ دنداں کی وہ ٹادر جھلک
 چشمِ انجم دیکھ کر جائے جھپک
 قدرتِ حق کا نشان سبِ ذوق
 دیکھ کر ہو دور سب رنج و محن
 ریشِ زبیا اوس پہ شباب کا ظہور
 نور پہ تھا نور کا گویا دُور

وہ صراحی وار گردن ہے مثال
صاف ظاہر جس سے شان لایزال
ہر دو ساعد اور بازو آفتاب
با حفا ہموار عضو آہنیاب
ہاتھ ایسے دست قدرت سے بنے
دست موسیٰ دیکھ کر حیرت کرے
اون پہ مونوئی انگشتاں کے بند
جیسے دریا سے رواں ہوں جوئے چند
واہ واہ سینہ مبارک پر عفا
مخزن اسرار و عرفان الہ
موسے تن باریک اور ٹاڑک کمر
رنگ کھائے دیکھ کر تار نظر
ساق سیمیں صاف قدرت کا نشان
ہر دو پا بوسہ کی لائق ہے گماں
تھا معطر وہ پیوستہ آپ کا
مشک سے تھی جس کی خوشبو بس سوا
ہے عقل پر گز اور تیرا در
یا نبی اللہ ترم کی نظر
(۲۸۵)

سرپا کے بیان میں چند شعر "میلاد راحۃ العاشقین فی ذکر ولادت سید المرسلین" سے بھی دیکھئے :

جسم نوری تھا وہ کس طرح سے سایہ ہوتا
تھا بھی سایہ تو سرخلق پہ تھا سایہ قلن
رنگ تھا جلد مور کا بہت سرخ و سفید
صاف ظاہر تھا کہ ہے مہر تہ چراہن
وہ سر پاک جغیر وہ دماغ اقدس
تھا خیالات میں اسرار خدا کا مخزن
تھی مہ تو سے جو ابو تو جبین قرص قمر
دونوں رخسارے کہ دو مہر برابر روشن
آپ کے گیسو کے بال وہ گھونگر والے
جن کے حلقوں میں دل اٹل ولا کا مسکن

(۲۸۶)

سو تھی دانتوں میں جیسیر کے کہ اللہ اللہ
 صودہ ہونے کے لئے آتی تھی خود در عدل
 آپ کے گوش مبارک بھی تھے اعجاز نما
 دور و نزدیک کے سنتے تھے برابر وہ سخن
 کیا تھنی ریش مقدس تھی کہ سبحان اللہ
 وصف میں جس کے کسی کو بھی نہیں جائے سخن

(۲۸۷)

محسن کاکوروی کے اشعار میں سرایا نگاری کا انداز ملاحظہ ہو :

پیشانی ہے جزو مصحف رو
 اس پارت کے دو رکوع ایرو
 واللیل کا ترجمہ ہے گیسو
 تفسیر اذا بھی ہے گیسو
 بیداری بخت چشم ایجاد
 سیارہ رخ کی ہے سورہ صاد
 کیا ذکر تجمیم نمی ہے
 گل کی گلشن میں تو نبی ہے
 کانوں کی سنی ہے کیا روایت
 جو سر دینے خطیب کی ولایت
 جوہر کا بھرا ہوا خزینہ
 آئینہ بے مثال سینہ
 اسرار نہ آسمان نظر میں
 ڈوبے ہوئے ہفت بحر و ہر میں
 اس گردن صاف کی بلندی
 تجسیم فریضہ صبح کی
 رعنائی قامت مناسب
 روزے میں اذان وقت مغرب

(۲۸۸)

میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ اور کردار و اخلاق کے ممتاز پہلوؤں اور روشن واقعات، جمال ظاہری و باطنی، اخلاق حمیدہ، صداقت، امانت، سخاوت، حلم، حیا، احسان اور رحمت وغیرہ کی تعریف اور نبی نوع انسان پر آپؐ کے احسانات کے حوالے سے آپؐ کی مدح بیان کی جاتی ہے۔ جس طرح ہر دور کے موثر نقائص ساتھ ساتھ چلتے ہیں، اسی طرح میلاد میں سیرت کے مخصوص پہلو بھی عصری نقائص کے تحت بیان ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جس طرح آجکل سیرت کافرئیں میں آپؐ کے انسانیت پر احسانات بیان کئے جاتے ہیں اور اس طرح سے آپؐ کے کردار کی عظمت و بلندی کو بطور محسن انسانیت بیان کیا جاتا ہے۔

واقعات نگاری

میلاد ناموں میں تمام واقعات کو نظم و نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ میلاد کا تعلق صرف موضوع سے ہے کسی حیثیت سے مخصوص نہیں، اس لئے واقعات نگاری میں تمام مروجہ بیعتوں کو اختیار کیا گیا ہے۔ میلاد ناموں میں آپؐ کی سیرت و سوانح کا واقعاتی انداز میں ذکر کیا جاتا ہے۔ اس بیان میں نہ صرف آپؐ کے میلاد و سیرت سے متعلق اہم واقعات کو موضوع بنایا گیا ہے بلکہ آپؐ کے دور کے دیگر اہم واقعات کا بیان بھی ملتا ہے۔ رفتہ رفتہ تاریخی و عمرانی شعور کے تحت آپؐ کے میلاد و سیرت کے واقعات کو تاریخی پس منظر میں لکھنے کا رواج ہوا۔ راشد الخیری، حالی، نواب محسن الملک، شاہ احمد سعید دہلوی، مولانا عبد المجید بدایونی، عبدالعزیز محدث دہلوی، مولانا اشرف علی تھانوی، اور خلیل الرحمن واعظ سارنپوری کے میلاد ناموں میں جدید تاریخی انداز کار فرما نظر آتا ہے۔ شمالی ہند کے میلاد ناموں میں شیخ مسک کے زیر اثر میلاد یہ اسلوب میں ایک واضح فرق نظر آتا ہے اور ان میلاد ناموں میں آپؐ کی سیرت و میلاد کے واقعات کے ساتھ اہل بیت کی تعریف کا غالب رجحان ملتا ہے۔ شاہ سلامت اللہ دہلوی، مولوی محمد الیاس رضوی، مرزا قربان علی بیگ سالک، میر مظفر حسین ضمیر، علی نواز (قلندر شاہ) اور سید وزیر حسین رضوی اور دیگر میلاد نگاروں کے ہاں یہ پہلو نمایاں ہے۔ مولوی محمد علی خاں سعید کے میلاد سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

”ہجوم محشر میں غیب سے آواز آئے گی کہ اے میدان حشر کی مرد اور عورتو! اپنی اپنی آنکھیں بند کر لو۔ مقام ادب ہے کہ ہمارے محبوب کی بیٹی فاطمہ زہراؑ، علیؑ شیر خدا کی بی بی، حسن مجتبیٰؑ اور حسینؑ شہید کربلا کی والدہ اور نسیبہؑ مصیبت زدہ کی ماور آتی ہے۔ حالانکہ عورتوں سے عورت کا پردہ کچھ ضروری نہیں مگر وہ اس طرح سے آنکس گی کہ عورتیں دیکھنے کی متمحل نہ ہوں گی۔ یہ آواز سنتے ہی سب اپنی اپنی آنکھیں بند کر لیں گے اور حضرت شاہ مرداں علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا خون آلود علمدہ دست راست میں لئے اور کمرہ زہر آلود حضرت امام حسنؑ کا ایک کندھے پر ڈالے اور حضرت امام حسینؑ کا پیراہن خون آلود دوسرے شانے پر رکھے زار زار روئی درگاہ النبی میں فریاد کرتی ہوئی تشریف لائیں گی اور عرش پروردگار کا پایہ پکڑ کے یوں کہیں گی۔“

عرش کا پایہ پکڑ کے یوں کہیں گی فاطمہؑ

اے خدا فریاد ہے میری تو عالیشان ہے
 داو دے میرے شہیدوں بیکسوں مظلوم کی
 صاحب انصاف ہے تو ہی مرا رحمان ہے

اور عرض کریں گی کہ اے رب میرے وہ حسین جن کے واسطے جبرائیل امین جنت سے پیرائیں لایا کرتے تھے۔ آہ! وہ حسین دوش رسول کے راکب جن کے گلے کو رسول اللہ چناتے تھے۔ ان کو حجر سے شہید کیا۔ خدا میرے فرزند حسین نے ہر حال میں صبر کیا اور اپنے وعدے کو وفا کیا اور وہ جس وقت تھامی اور بے کسی کے مارے گھبراتے تھے تو عینہ منورہ کی طرف رخ کر کے اپنے تانا جان سے کہتے تھے:

سینے کو جو تیروں سے جفاکشوں نے چھانا
 چلائے کہ گرتا ہوں سنبھالو مرے تانا
 تانا مرا گھر لوٹ کے سب شاد ہوئے ہیں
 آمادہ مرے قتل پہ جلاو ہوئے ہیں
 اک بوند دم نقشہ لبی وہ نہیں دیتے
 دم ہونٹوں پہ ہے اور مجھے پانی نہیں دیتے
 دنیا کے لئے خانہ ذہرا کو اجازا

آباد کیا شہم کو بٹھا کو اجازا
 خدا میرے حسین کو ڈیڑھ سو خط بھیج کے بلایا پھر وہ وہ سلوک کہنے کہ خیمہ تک جلا یا اور ریگستان گردا
 میں بھوکا پیاسا حجر سے شہید کیا تو ہی انصاف کر کہ میرے بچے کا کیا قصور تھا۔ آپ کے بیان سے فرشتے
 آسمان کے روتے روتے بے ہوش ہو جائیں گے اور پیغمبر منبروں سے گر پڑیں گے۔ قاطعہ ذہرا عرض کریں

فریاد ہے خدا سے یہ بی بی بتول کی
 دے داو میری لٹ عتی بی بی رسول کی
 بیٹی ترے حبیب کی فریاد لائی ہے
 مارا ہے میرے دل کو سولا دھائی ہے
 کس کا تھا باغ میں نے جہاں سے لٹا دیا
 حجر گلے پہ کس کے تھا میں نے چلا دیا
 کیوں کوفیوں نے لوٹ لیا میرے باغ کو
 کیوں شامیوں نے میرے بجھایا چراغ کو

(۲۸۹)

میلاد ناموں میں واقعات نگاری کے ضمن میں شہدائے کربلا کے مصائب کا بیان اور اس سے متعلق
 اہل شیعہ مسلک اور لکھنؤ کی مرثیہ خوانی کے بڑھتے ہوئے رجحان کے زیر اثر شامل ہوتے گئے۔

محاکات نگاری

کسی چیز یا کسی حالت کو اس طرح بیان کیا جائے کہ اس سے اس شے کی تصویر آنکھوں میں پھر جائے اور پھر اس میں قوت تخیل شامل ہونے سے اس کی آب و تاب اور حسن و جمال بڑھ جائے، محاکات نگاری کے ذمے میں آتا ہے۔ اس لحاظ سے تخیل اور محاکات شعر کے ترکیبی عناصر ہیں۔ جدت و ندرت شعری روح ہے اور مبالغہ کی رنگ آمیزی کے بغیر شعر بے کیف ہو کر رہ جاتا ہے۔ میلاد نگاری شعری حد بندیوں، سلاست زبان، موزونیت الفاظ اور پاکیزگی خیال کے ساتھ نبی کریمؐ کے احوال کا بیان ہے۔ میلادیہ مضامین کے بیان میں صداقت بیان اور حسن محاکات کے سوا اس میں مزید تخیل کی مینا کاری کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

تأثیر و روانی اور سامعین کی دلچسپی

سامعین کے اذہان پر حزن و ملال اور رنج و غم کی کیفیت و اثرات مرتب کرنے کے لئے جس طرح مرثیہ خوانوں نے مبالغہ آرائی کر کے مجلسی تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھا۔ اسی روش کے زیر اثر میلاد خوانوں نے بھی اکثر و بیشتر روایات کے بیان میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا۔ جس سے سامعین کی دلچسپی برقرار رہے۔ اور محفل میلاد کے شرکاء کے قلوب پر سیرت نبویؐ کے اثرات زیادہ سے زیادہ ہوں۔ نظم و نثر میں قلوب میلاد ٹامے بھی انہی تقاضوں کے تحت مرتب کئے گئے تاکہ درمیان میں یا اول و آخر بھی میلادیہ منظومات سے لوگ متاثر ہوں۔ ان منظومات کو میلاد خواں اچھی آواز سے مل کر پڑھتے۔ یہی وجہ ہے کہ میلاد ناموں میں منطقی ربط کی بجائے زیادہ نور سلاست و روانی پر دیا جاتا ہے۔ نیز میلاد ناموں کی ضخامت بھی اتنی ہی درکار تھی جو ایک نشست میں پڑھے جاسکیں اور زیادہ طویل نہ ہوں۔ نبی کریمؐ کا ذکر ولادت موجب فرحت و سرور اور خیر و برکت ہے اس لئے محافل میلاد میں آراستگی محفل، بخورات، معبر، تقسیم شیرینی بطور تہنک، استعمال عطریات وغیرہ کو محفل کے تقدس کی نسبت سے ضروری سمجھا جاتا ہے۔

تحقیق واقعات کی بجائے تأثیر و تاثر پر توجہ

مسلمانوں کے دور انحطاط کے میلاد ناموں میں نہ روایات کے بیان کے سلسلہ میں صحت کا خیال رکھا گیا اور نہ زبان و بیان کی تفصیلی ملحوظ خاطر رہی۔ میلاد خوانوں کی جماعتیں بکثرت بن گئیں جنہوں نے میلاد خوانی کو بطور پیشہ اپنا لیا۔ اس لحاظ سے صرف وہی جماعت زیادہ کامیاب ہوئی جنہوں نے مترنم سلام، میلادیہ منظومات اور عقائد کی بہتات و شدت کے ساتھ روایات جمع کر لیں۔ اس طرح میلاد خوانی کے مجلسی انداز بھی عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے بدلتے رہے۔ کچھ نثر جس میں کسی روایت کا بیان ہوا پھر کوئی میلادیہ نظم جو اس نثر سے خشک ہو جائے یا پھر کوئی ایسی منظوم روایت جس کے اثر و تاثر کو مولود خوانوں کا زور ترنم اور لہن وادوی زیادہ موثر بنا دے، میلاد خوانی کا عمل بن گیا۔ اس طرح سے مولود نگار مدح و ستائش کے جوش میں اس حقیقت کو بھول گئے کہ جو واقعات وہ بیان کر رہے ہیں، ان کی حقیقت کیا

ہے۔ اس طرح سے بے شمار ضعیف روایات کی بھی میلاد ناموں میں بھرمار ہو گئی۔ مولود ٹنگا روایوں کی کتب والنکس سے اخذ کی گئی روایات کے بارے میں سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:-

[illegible]

سید سلیمان ندوی نے دوسرے آئینہ اور روشن پہلو کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے کہ ان میلاد ناموں نے ہر دور کے عائداتس کی مجلسی ضرورتوں کو پورا کیا ہے۔ اور ان میلاد ناموں نے شہم خواندہ عوام میں آپ کے میلاد و میرت کے بیان سے نبی کریم کی ذات ستودہ صفات سے روحانی و دینی رشتہ استوار کرنے، روح کی طہارت، خیال و عقیدہ کی پختگی، دل و فکر کی مسلمانی اور جذبات کی صحت و صداقت کا شعور و آگہی عطا کرنے میں بے مثال اور اہم کردار ادا کیا ہے۔ انہی میلاد ناموں کی بدولت پورے برصغیر پاک و ہند میں آپ کی ولادت مقدسہ، حسب نسب، خاندان، بعثت، ہجرت، وفات، معجزات، بالخصوص معراج، مبشرات، اوصاف و شامک اور اخلاق و کردار کے بارے میں معلومات عام ہوئیں۔ اور انہی مجالس میلاد کے فضیل و ہل میں عشق مصطفوی کی شمع روشن ہوئی۔ اور ہر کہ و مد انہی کی بدولت نبی کریم کی دل آویز شخصیت اور ابدی پیغام سے آگاہ ہوا۔ اسی وجہ سے کتب میلاد تمام حلقوں میں مروج و مقبول ہوئیں۔

محاسن شعری

میلادیہ منظومات میں تشبیہ و استعارہ اور صنائع لفظی و معنوی کے استعمال میں موضوع کے ادب و حسن کو ملحوظ رکھ کر اس قسم کے محاسن شعری سے گریز کیا گیا ہے جس سے پاکیزگی و تقدس متاثر ہو۔ مکالمہ گفتگو، جذبات نگاری، منظر نگاری اور تخیل و محاکات میں اسلوب بیان کی مینا کاری بھی حسن تشبیہ اور

رہنمائی استعارہ تک محدود ہے۔ میلاد نگاری میں عشق و محبت رسالت ماب میں کئی نازک مقام و محسوسات سے گزرتا پڑتا ہے۔ وہاں عام قسم کی شعر گوئی کام نہیں آتی اور میلاد نگار اپنے کمال فن کے باوجود اپنے بحر کا اعتراف کرنے میں ہی عافیت سمجھتا ہے۔

کس طرح مجھ سے نعت رسول خدا کی ہو
طاقت کہاں ہو مدح شدہ دوسرا کی ہو
دعویٰ ہے کس کو نعت رسالت ماب کا
دریا کو طے کرے نہیں یارا حباب کا
روز ازل سے مدح کرے جس کی ذوالجلال
اس کی ثنا بشر سے ہو اتنی کہاں مجال
(۲۹۱)

اور مولوی محمد علی خان سعید لکھتے ہیں :

ایسے بے مثل کی لکھے کوئی کیوں کر صفت
وہم و ادراک سے بھی جس کی ہو باہر تعریف
(۲۹۲)

میلاد اور سیرت

سیرت کے اصطلاحی معنی نبی کریم کے حالات زندگی اور اخلاق و عادات کا بیان ہے۔ (۲۹۳) جبکہ میلاد میں حضور اکرم کی ولادت مقدسہ کے واقعات کا بیان ہوتا ہے۔ اس میں خاص طور پر ان برکات و معجزات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس دنیا میں آپ کی تشریف آوری سے رونما ہوئے۔ (۲۹۴) حضور کی ولادت کے دن بالخصوص اور سارا سال بالعموم آپ کے مخلص و محسن جلیلہ کے بیان کرنے اور سننے کے لئے مسلمانوں کے اجتماع کا نام محفل میلاد ہے۔ اس لحاظ سے میلاد میں حضور کی سیرت مقدسہ کا بیان جزوی طور پر ہوتا ہے۔ میلاد ناموں کے حوالے سے جب مختلف موالید کا جائزہ لیتے ہیں تو اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ تمام موالید میں واقعات کی ترتیب، نوعیت اور ضخامت ایک جیسی نہیں۔ آپ کی ولادت، معراج، اور وفات کے واقعات قریباً سب موالید میں موجود ہیں۔ دراصل یہ سب ایک ہی شجر کی مختلف شاخیں ہیں۔ کسی نے معراج و معجزات پر زیادہ زور دیا ہے اور کسی نے دیگر فروعی اور ضمنی واقعات مثلاً واقعات کربلا کو بھی بیان کیا ہے۔ کسی نے ولادت، معراج اور وفات کے بنیادی موضوعات کے اعتبار سے وفات کے واقعات کو نمایاں کر کے بیان کیا ہے اور کسی نے نور محمدی اور شانک نبوی کو وضاحت و صراحت سے بیان کیا ہے جبکہ کتب سیرت میں زمینی ترتیب کو مد نظر رکھ کر آپ کے تمام احوال کو تاریخی اعتبار سے بیان کیا گیا ہے۔

میلاد اور نعت

ایسی تمام منظومات جن میں نبی کریمؐ سے محبت و عقیدت کا اظہار کیا جائے یا آپؐ کے شامل و خصائل سے جائیں۔ نعت کے زمرے میں آتی ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نعت کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اصولاً آنحضرتؐ کی مدح سے متعلق شعر اور نظم کے ہر نکلے کو نعت کہا جائے گا لیکن اردو اور فارسی میں جب نعت کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے عام طور پر آنحضرتؐ کی منظوم مدح مراد لی جاتی ہے۔“ (۲۹۵)

نعت کی تعریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ میلاد اور نعت میں ایک نازک سی حد قائل ہے۔ میلاد کی تحصیل حضور اکرمؐ کی ولادت مقدسہ سے متعلق احوال و برکات کا بیان اور اس سے حصول ثواب و سعادت ظہنی اور خیر جوئی مقصود ہوتا ہے۔ نعت آپؐ کی پوری سیرت پر محیط ہے۔ میلادیہ منظومات میں بھی رسولؐ یا مناسبات و تعلقات رسولؐ میں سے کسی پہلو کو زیب عنوان بنایا جاتا ہے۔

نعت کے موضوع کا دائرہ میلادیہ منظومات کی نسبت بہت وسیع ہے اور اس میں آپؐ کی تمدنی و سماجی زندگی سے انسانی زندگی کے مختلف النوع سماجی، سیاسی، تہذیبی اور ثقافتی پہلو بھی نعت کے موضوع میں آئے ہیں۔

میلاد اور پروپیگنڈا ادب

مذہبی ادب میں میلاد ایک ایسی شاخ ہے۔ جس میں میلاد نگار براہ راست نبی کریمؐ کے واقعات و ولادت کے حقائق کا ذکر کرتا ہے۔ اس کا مقصد قاری کے دل میں اطاعت رسولؐ اور حب رسولؐ کا جذبہ بیدار کرنا ہے۔ اگر مذہب کی قدر و منزلت بڑھنے سے خیالات و جذبات کی پاکیزگی میں اضافہ ہو۔

لی۔ ایس۔ ایلٹ کے نزدیک مذہبی شاعری میں شاعر اپنا سارا کلام مذہبی رنگ میں بیان کرتا ہے اور جذبات کو نظر انداز کرتا ہے۔ جنہیں لوگ اعلیٰ جذبات کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ (۲۹۶)

عظیم ادب میں مذہبی شاعری کو اعلیٰ انسانی جذبات کی ترجمان نہ ہونے کی وجہ سے نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس میلادیہ منظومات میں صرف نظریاتی تبلیغ نہیں ہوتی بلکہ اس میں باعث تکوین و تربیت سے بچی تربت اور ملی خلوص و عقیدت سے بھرپور اظہار عقیدت ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ شاعری میں اعلیٰ انسانی جذبات کے بیان کی پوری گنجائش موجود ہے۔

میلادیہ منظومات کو ذہنی ادب میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ میلاد نگاروں نے ایسی شاعری قلب و ضمیر کو متاثر کرنے کے لیے جو مذہبی ہونے کے باوجود اپنے اندر شعر کی ساری خوبیاں سموئے ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے میلادیہ منظومات کو پروپیگنڈا ادب میں کسی طرح شامل نہیں کیا جاسکتا۔

میلاد اور دود و سلام

میلادیہ منظومات کے مخصوص آہنگ میں دود و سلام کی لے محو کن و جہدانی کیف پیدا کرتی ہے۔ اس میں عظیم احمد لکھتے ہیں:

”وہ نظمیں جن میں حضور سرور کائناتؐ کی تعریف کی جاتی ہے اور جن میں لفظ سلام ہوتا ہے۔ وہ ہی سلام کہلاتی ہیں۔“ (۲۹۷)

دروود و سلام کی اہمیت کے بارے میں شیخ عبدالعزیز بن باز لکھتے ہیں :

”یہ نہایت ہی بابرکت عمل اور نیک کام ہے اور ہر وقت ہی مشروع ہے اور ہر نماز کے بعد اس کی تاکید کی گئی ہے۔ آخری تشہد میں علماء کی اکثریت کے نزدیک واجب ہے۔ اذان کے بعد جمعہ کے دن اور رات کو اور جب بھی آپؐ کا نام مبارک لیا جائے اور اس کے دیگر مواقع پر خصوصیت کے ساتھ درود و سلام پڑھنا چاہئے۔“ (۲۹۸)

مولانا شبلی نعمانی نے سلام کے آغاز پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے :

”میلاد نگاروں اور شعراء نے غزل کی طرح سلام ایجاد کیا۔ سلام کی بحر و بی ہوتی ہے جو غزل کی ہوتی ہے۔ غزل کی طرح مضمون کے لحاظ سے ہر شعر الگ الگ ہوتا ہے۔ سلام کی خوبی یہ ہے کہ طرح ثقافت اور نئی بندش، سادہ اور صاف، مضمون درود انگیز اور پر تأثیر ہو۔“ (۲۹۹)

سلام کا واحد مقصد نبی کریمؐ کے حضور درود و سلام بھیجنا اور آپؐ کے فضائل و کمالات کا بیان ہے۔ اس کے لئے غزل کی عروضی ہیئت کا استعمال ضروری نہیں تھا۔ محققین کے میلاد ناموں میں مثلث، مربع یا خمس میں بھی سلام موجود ہیں۔ عام طور پر درود و سلام کے الفاظ شروع یا آخر میں یا ٹیپ کے بندوں میں تکرار کے ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں، اس لئے انہیں اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ درود و سلام سلام کی محفلیں کے اختتام پر بیت، خضوع و خشوع سے پڑھا جاتا ہے۔ بزرگان دین کی برسی پر عرس کی محفلیں آراستہ کی جاتی ہیں۔ ان میں مختلف سلاسل سے وابستہ صوفیا و مشائخ اسلام کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرتے ہیں۔ ان اعراس کی اختتامی تقریب میں درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری درود و سلام پڑھنے کے بارے میں رقم طراز ہیں :

”دروود و سلام کی نظمیں ہر جگہ اور ہر موقع پر پڑھی جا سکتی ہیں اور پڑھی جاتی ہیں لیکن میلاد شریف یا سیرت کے جلسوں میں درود و سلام عام طور پر پیدائش کے ذکر کے ساتھ اور مناجاتیں یا عموم جلسے کے اختتام پر پڑھی جاتی ہیں۔“ (۳۰۰)

آج کل سلام عام طور پر محفل میلاد کے اختتام پر پڑھے جاتے ہیں۔ سلام کی اثر انگیزی کے بارے میں ڈاکٹر احسن زبیدی لکھتے ہیں :

”سلام میں الفاظ و تراکیب کا حسن انتخاب موسیقی کا سماں باندھتا ہے۔ کلام میں

جذب و مستی اور کیف و سرور کی فضا سننے والے کو مسحور کر دیتی ہے۔“ (۳۰۱)

خیر جوتی اور خیر ظلی کے جذبہ کے تحت ان سلاموں میں شعرا نے حضورؐ کے اوصاف جلیل کے تذکرے کے ساتھ ساتھ اسوہ حسنہ کے مختلف پہلوؤں کو بھی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی

نے اپنے سلام میں نبی کریمؐ کا سراپا بیان لیا ہے۔

جہاں تک سلام کی ہیئت کا تعلق ہے اس میں بحر کی کوئی قید نہیں ہے لیکن عام طور پر اس کے لئے ایسی بحر منتخب کی جاتی ہے جو سلام کی مقدس فضا کے لئے مناسب ہوتی ہے۔ اور اس کے سننے والوں کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم نبی کریمؐ کے حضور دست بستہ کھڑے ہیں لہذا اس میں ہر حالت تقدس و متانت کا رنگ غالب رہتا ہے۔ سلام گوئی کا لطف یہی ہے کہ اس کی ترکیب شونی و رنجینی کے باوجود غزل سے منفرد نظر آئے۔

صوفی اکبر میر خلی وارثی کا درج ذیل سلام محافل میلاد میں آج بھی ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے:

اَیُّ نَبِیِّ سَلَامٍ عَلَیْكَ
اَیُّ رَسُوْلٍ سَلَامٍ عَلَیْكَ
اَیُّ حَبِیْبٍ سَلَامٍ عَلَیْكَ
اَیُّ صَلَوةٍ اَللّٰہِ عَلَیْكَ

(۳۰۲)

صلی اللہ علیہ وسلم روایف بنا کر قریباً سب میلاد و نعت گو شعراء نے سلام لکھے ہیں۔ کبھی سلام کے ہر مصرعہ کا آغاز ہی سلام سے کیا ہے۔ جیسے ماہر القادری کا سلام:

سلام اس پر کہ جس نے بیکیوں کی دھجیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
(۳۰۳)

حقیق جان دھری کے سلام کے ہر مصرعہ کا آغاز بھی سلام سے ہوتا ہے۔

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی
(۳۰۴)

مولانا احمد رضا خان کے سلام میں ہر شعر کا اقیام لفظ سلام پر ہوتا ہے اور سلام کو بطور روایف استعمال کیا ہے:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شیخ برزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
(۳۰۵)

سلام و صلوة کے موضوع پر میلادی ضروریات کو مد نظر رکھ کر مختلف شاعروں نے سلاموں کے گلدستے مرتب کئے ہیں۔

میلاد میں استاد اور استغاثہ کا انداز

موالید کے آخر میں نبی کریمؐ کے حضور شغائے امراض، مدینہ میں حاضری کی تربت، مشکل کشائی و حاجت روائی اور مصائب و مسائل سے نجات کے لئے قریاد، سوال، استغاثہ اور استاد طلبی کے لئے التجائیں ہیں۔ مولود پسند کے چند شعر دیکھئے:

کہوں کس سے قریاد اے داو دس
تمہارے سوا یا شفیع الوری
کہاں جائے اے شاہ در سے ترے
ترا یہ گدا یا شفیع الوری (۳۰۶)
مدینے میں مولیٰ یہ جا کر مرے
غلام آپ کا یا شفیع الوری
مری گور میں بھی مدد کیجیو
مرے مصطفیٰ یا شفیع الوری (۳۰۷)

مولوی احمد خاں صوفی لکھتے ہیں:

یا شہ دین صوفی بے کس حزیں
خست ہے اب ہند میں اندوہ گیں
اس کو مدینے میں بلا لیجئے
روضہ پر نور دکھا دیجئے
ایک نظر بہر خدا کیجئے
فکر دو عالم سے جدا کیجئے
مر نظر ازراہ عنایت کئی
جملہ مہمات کفایت کئی
(۳۰۸)

مولوی عاشق حسین بابہ بیکوئی کے اشعار ملاحظہ ہوں:

ای فخر انبیائے جہاں شافع ام
عاشق کے حال پر بھی ذرا سمجھئے کرم
فرقت میں آپ کی وہ نہایت ہے خست حال
اس ملک ہند میں اسے جینا ہے اب محال
پتھاب ہوں بہت مرے دل کو نہیں قرار
تسکین ہو جو خواب میں دیکھوں میں ایکبار

میلاد ناموں میں مناقب اہل بیت

میلاد ناموں میں اہل بیت اطہارؑ کے مناقب کا بیان ضمنی طور پر موجود ہے۔ اس کی غرض و غایت بھی اطاعت رسولؐ ہے کیونکہ قرآن مجید اور احادیث مقدسہ میں ان کے فضائل کا ذکر کئی جگہ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”آپؐ کہہ دیجئے کہ میں اس پر (تبلیغ اسلام پر) اجر کا سوال نہیں کرتا سوائے محبت ذوی القربیٰ کے۔“ (الشوریٰ: ۲۳)

حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ تو صحابہ کبارؓ نے دریافت فرمایا۔ یا رسول اللہ! آپؐ کے قربات دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر فرض کی گئی ہے؟ فرمایا! علیؓ، فاطمہؓ اور ان کے دونوں بیٹے۔ اس طرح اہل بیت اطہار کے فضائل و مناقب کا بیان کتب احادیث میں جا بجا ملتا ہے۔ چنانچہ میلاد ناموں میں ضمنی طور پر آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ کے حوالے سے اہل بیت کے حضور ان کے مناقب بیان کر کے نذرانہ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ مولود نامہ ”راحت العاشقین فی ذکر ولادت سید المرسلینؐ“ کے اشعار ملاحظہ ہوں:

ہو اہل بیت پاک سے الفت مجھے مدام
اصحاب سے بھی ان کے محبت ہو لا کلام
ایمان کے ہو قول پر عاشق کا خاتمہ
چھوٹے نہ مجھ سے دامن اولاد فاطمہؓ
(۳۱۰)

میلاد شریف ”آئینہ شفاعت“ میں قیامت کے حوالے سے مناقب اہل بیت اطہار دیکھئے:

ہے آج اختیار سفارش حسینؑ کو
دیدہ کلید دوزخ و جنت حسینؑ کو
دیکھو تو ابن فاطمہؓ کے فیض عام کو
اعلیٰ بہشت دیویکا اپنی غلام کو
پھر پتھن کو حق کی بھی آویگی یہ صدا
جس میں خوشی تمساری وہی مرضی خدا
نعت نبیؐ جو لکھی ہے اس کا ہے یہ سبب
دربار پتھن میں تو پل تیری ہے طلب
تعریف جن کی تو نے لکھی وہ بلاتے ہیں

تجھے صلے میں غلہ کے منکوائے جاتے ہیں
(۳۰)

معراج نامہ ”مکدست فیضان رسول“ کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

اوس شمر جفا کار پہ اللہ کی لعنت
پانی سے تری آل جو ترسائے محمدؐ
پانی علی اکبرؑ علی اصغرؑ نے شہادت
زندہ وہ مدینے کو نہ پھر آئے محمدؐ
جس غم سے بلا حضرت زہراؑ کا بکھیہ
اوس درج سے کیوں چرخ نہ بلجائے محمدؐ
کیوں بعد فنا غلہ میں گھر ہو نہ جلالی
میں عاشق حسین ہوں شیدائے محمدؐ
(۳۱)

مضامین میلاد پر مقامی تمدنی اثرات

میلاد کے مضامین پر ہندوستانی طرز و باش کے اثرات مرتب ہوئے اور اس کے زیر اثر ہندو دیوالا اور انعام پرستی کے بعض غیر مشروع عناصر بھی شامل ہو گئے۔ دیوتاؤں کی مدح میں درجات و مراتب کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا اور فوق العادۃ عناصر کو بڑے اشتیاق سے پیش کیا جاتا ہے۔ کچھ میلاد نگاروں نے انہی عقائد و نظریات سے متاثر ہو کر الوہیت اور نبوت کے مدارج، مقام اور فرق کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا۔ آپؐ کو احمد بے میم کہہ کر آپؐ میں خدا کی جلوہ گری دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ محسن کا کوردی کا ایک شعر دیکھئے:

کہاں اب جبہ سائی کچھ بن نہیں پڑتا
احمد کو کچھ یا احمد بے میم کو سجدہ
(۳۲)

وید، رامائن اور مہا بھارت میں دیوتاؤں کی عظمت و طاقت کے مرعوب و مسحور کن فوق العادۃ واقعات کی بھرمار ملتی ہے۔ ہندو مت کے زیر اثر میلاد نگاروں نے بھی خلوص نیت اور اشاعت و فروغ اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو کر آپؐ کے معجزات کے ضمن میں سارا زور بیان صرف کر دیا۔ مقامی روایات اور ہندو تہذیب و تمدن کی سحر کاری کو باطل کرنے کے لئے یہ ضروری بھی تھا۔ معجزات کے بیان میں زور اور شدت کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ مقامی آبادی میں سے لاکھوں لوگ مسلمان ہو گئے کیونکہ ان

قبولت میں آپ کو عظیم ترین انسان اور پیغمبر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ان مقامی تقاضوں کا دوسرا اثر یہ ہوا کہ میلاد ناموں میں بعض ضعیف روایات بھی شامل ہو گئیں۔ مثلاً فرشتوں کے عرش پر استقبالیہ گیت اور ولادت مقدسہ کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کے خواب وغیرہ۔

میلاد کے فن پر ہندی اثرات

ہندوستان کی تمدنی و معاشرتی زندگی کے دیگر اثرات کی طرح میلاد نگاری کے فن پر بھی ہندی اثرات ہیں۔ راگ، بھجن، گیت اور دوہا کے انداز اور ان سے متعلقہ رموز و علامت اور تشبیہات و استعارات کا استعمال میلاد پر موضوعات میں ہونے لگا۔ چند میلاد ناموں سے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

مولود سعیدی:

سدا لے موری موہے سرتاجا
سدا لے کل راجن کے راجا
سدا لے موری جبرئیل کے سائیں
اے بجن کے لاج گو سائیں
سدا لے موری علی جی کے بیجا
کالی ککیا والے کنیا
اے صدیق کے راج دلارے
عمر عثمان کے یار پیارے
فاطمہ بی بی کے بابا پیارے
حسن حسین کے پالن ہارے
سدا لے بی بی خدیجہ کے بلم
(۳۱۳)

سید الازکار یعنی میلاد احمد مختار:

تورے ہجر میں حق کے پیارے نبی
مورا چین گیا موری نیند جی
اب در پہ تھمارے آن پڑی
مورا چین گیا موری نیند جی
(۳۱۵)

مولود طیش:

صدقے ہوں وصل کی راتن کے قربان ہوں وائی باتن کے

واری ہوں میں وا کی چتون کے بلوا تو عربستان میں
(۳۲۶)

قصیدہ لامیہ (محسن کاکوروی):

دیکھئے ہوگا سری کرشن کا کیونکر درشن
سینہ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بیکل
راکھیاں لے کر سلونوں کے برہمن نکلیں
تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل
اب کی سیلا تھا ہندوئے کا بھی گرواب بلا
نہ پچا کوئی محبت نہ کوئی رتھ نہ بھل
(۳۲۷)

بہار شرب:

یہ کالی بھنیور تھنصور گھٹا مورے جی کو بلحاوت ہے بھنی
کوئی کالی سکلیا والا پیا موھے یاد ولایت ہے بھنی
(۳۲۸)

مندرجہ بالا میلادہ منظومات میں مضامین و اظہار کے حوالے سے ہندوستانی تصدیق و معاشرت اور
ماحول کے اثرات واضح اور نمایاں ہیں۔ ان میں نبی کریمؐ کے لئے سرتا جا، راجا، سائیں، راج گسائیں، کنیا،
راج دلارے، پالن ہارے، پالم اور پیا وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں لیکن ان ہندی اثرات کے باوجود
اظہار حقیقت میں سلیقہ و احترام کا جذبہ موجود ہے۔

قدیم و جدید اسلوب میلاد

قدیم اسلوب میلاد قریباً انیسویں صدی کے وسط تک لکھے جانے والے میلاد ناموں میں مروج رہا۔ اس
دور تک میلاد نگاروں کی توجہ زیادہ تر نور محمدیؐ اور ولادت نبی کریمؐ کے اذکار اور معجزات کے بیان کی طرف
رہی۔ قدیم دور کی فنی خصوصیات کے لحاظ سے ان میں زیادہ تر مثنوی، قصیدہ اور غزل کے روایتی علائم و
رموز اور تشبیہ و استعارہ کا رنگ نمایاں ہے۔ اس دور میں آپؐ کے بشری تقاضوں کا ذکر کم ملتا ہے۔ اس
قسم کے قدیم اسلوب کے نمونے جنگ آزادی سے قبل لکھے گئے میلاد ناموں میں بکثرت ملتے ہیں۔

جدید اسلوب میلاد کا آغاز ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد برصغیر کے مخصوص سیاسی و سماجی حالات
میں تغیر و تبدل کی بناء پر ہوا۔ آپؐ کے میلاد و معجزات کے بیان میں آپؐ کی بشری خصوصیات، نئی نوع
انسان پر آپؐ کے احسانات، پیغام رسالت اور مقصد رسالت کے تذکار پر خصوصی توجہ دی گئی۔ اس دور

میں آپ کی سیرت و سوانح کو صحت مند روایات کی روشنی میں مستند حوالوں سے قلمبند کیا جانے لگا۔
آپ کے میلاد و معجزات کے بیان میں قدیم و جدید دونوں ادوار میں یکساں مجلسی انداز عیاں اور ان کے لوازمات بعد عقیدت و احرام ملتے ہیں۔

میلاد و لحاظ حقیقت

نبی کریمؐ کے میلاد اور ان ایام کے عجائبات و ظہور خرابات اور دیگر حالات و معجزات رسالت مآبؐ از
ابتداء تا انتہا مجمل یا مفصلاً بیان کرنے کا سلسلہ نبی کریمؐ زمانہ صحابہ و خیر القرون سے چلا آتا ہے۔ (۳۱۸)
مروجہ مجلس میلاد کی حقیقت کے بارے میں چند بزرگان دین کی وضاحت و صراحت درج ذیل ہے:
علامہ ابن حجرؒ نے عربی میں لکھا ہے اور اسی مضمون کو مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے فارسی میں بیان فرمایا
ہے:

”ذکر مولد عبارت است از یک ذکر آیت از آیات قرانیہ یا حدیثی از احادیث
نبویہ تلاوت کردہ در شرح آل قدرے از فضائل نبویہ و معجزات احمدیہ از احوال ولادت
و نسب نبوی و خوارق کہ بوقت ولادت و قبل ازاں ظاہر گردیدند و احتمال آئنا بیان
سازد۔“ (۳۲۰)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے بھی تذکرہ بالا مضمون کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے:
”میلاد شریف دراصل ایک ایسی تقریب مسرت ہوتی ہے جس میں لوگ جمع ہو
کر بقدر سہولت قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور نبی کریمؐ کے ظہور کے سلسلے میں
جو خوشخبریاں احادیث و آثار میں آئی ہیں، کچھ معجزات جو ولادت کے وقت واقع ہوئے،
بیان کئے جائیں، پھر دست خوان پچھلایا جائے، لوگ کھانا کھائیں اور چل دیں۔ میلاد
النبیؐ کی یہ تقریب بدعت حسنہ ہے۔“ (۳۲۱)
مولانا محمد سلامت اللہ لکھتے ہیں:

”حقیقت این عمل خیر خیر ازین نیست کہ در شر ربیع الاول یا شرعے دیگر مشہور
از مسلمانان از علماء و فضلا و صلحا و فقہاء و اغنیاء بدعت مسلمانے در مکاتے جمع شوند و
خواص و عوام اہل اسلام باذن عام فراہم آید و دریں مجلس بعضی از آیات قرآن
محتوی بر فضائل و نشر کمالات آن سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ و التحیۃ مذکور شوند و چندے
از احادیث صحیحہ متضمن معجزات و حالات سعادت آیات و ولادت پاکرامت در رضاع
مقدس و حلیہ منظر آل افضل البشر معرض عیاں آید و ہمیں کتب ایں تذکرہ بہرکت تذخیر
بیایاں رسد حفاظ حاضرین مجلس کرم بقرات آیات محدثہ از قرآن شریف مشرف شدہ
نظم ایں ذکر خیر بقاقتہ نمایند بعد ازاں ما حضرت بقدر میسر از طعام و شیرینی ہرچہ باشد
تقسیم بخاضرین کنند بعد ازاں ہر کس بجائے خود رود۔“ (۳۲۲)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے بھی حقیقت میلاد کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

”جس قدر ہو سکے لوگ جمع کئے جائیں اور انہیں ذکر ولادت باسعادت سنایا جائے۔ اسی کا نام مجلس میلاد ہے۔“ (۳۲۲)

مولوی محمد عرفان علی نے حقیقت میلاد کے بارے میں لکھا ہے:

”ولادت پاک کا ذکر کرنا، چند آدمیوں کا آواز ملا کر میلاد یہ منظومات پڑھنا، عمدہ قرش بچھانا، روشنی کرنا، گلدستوں اور مختلف قسم کی آرائشوں سے ان محافل کو آراستہ کرنا، خوشبو لگانا، گلاب پاشی کرنا، شیرینی کا تقسیم کرنا، منبر بچھانا، قیام کرنا وغیرہ مجلس میلاد کے لوازمات میں سے ہے۔“ (۳۲۳)

مولوی عبدالسیح نے ایک موقع پر لکھا ہے:

”محفل میلاد شریف میں کچھ نہیں سوائے خیرات و حسنات کے، معجزات کا پڑھنا، اطعام طعام یا تقسیم حلویات و شہر وغیرہ اور کثرت درود و سلام و تعظیم اور مدائح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔“ (۳۲۵)

حقیقت میلاد کی ان آراء کی روشنی میں وضاحت ہوتی ہے کہ میلاد میں قرآن مجید کی تلاوت اور مدائح نبوی (نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت، حلہ پاک، رضاعت و بچپن کے احوال و دیگر فضائل و معجزات، میلاد یہ منظومات اور کثرت درود و سلام) شامل ہیں۔ علاوہ ازیں آرائشی محفل، خوشبو لگانا، گلاب پاشی کرنا اور دعوت طعام یا شیرینی تقسیم کرنا اس کے ضروری لوازمات ہیں۔

میلاد بلحاظ مشابہت

محافل میلاد اور ان کے انعقاد کو کئی مخالفین نے دوسری چیزوں سے تشبیہ دی ہے۔ مثلاً جس طرح نصاریٰ دھوم دھام سے ہر سال عید میلاد مسیح مناتے ہیں، اسی طرح ہم بھی ترک و اعتقاد سے ہر سال عید میلاد النبیؐ کرتے ہیں، میلاد النبیؐ یا رمضان المبارک میں چراغاں کو مجوسیوں کی رسم قرار دیا ہے کیونکہ آگ نبیؐ کا مبدع ہے۔ اس قدیم محبت کی بنیاد پر آگ کو چراغاں کی صورت میں اسلام کا شعار قرار دیا ہے۔ اسی نے محفل میلاد کو اہل تشیع کی مجلس سے تشبیہ دی ہے۔ اس قسم کی تشبیہ اور مشابہت کے رد اور تبہ۔ مولوی عبدالسیح نے لکھا ہے:

”اہل سنت و الجماعت کا شرب نہایت صاف اور تشبیہات کفریہ سے بالکل پاک

ہے۔ انہی تشبیہ دینے اور محفل ذکر پاک سیدالابرار کو اس قسم کی اہانت اور استحقار

کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔“ (۳۲۶)

اس لحاظ سے میلاد کو تشبیہ یا نصاریٰ، تشبیہ بالروافض اور تشبیہ بالجوس قرار دینا سراسر غلط ہے اور اس قسم کی ناپاک نسبت، اہانت و استحقار بعید از انصاف ہے۔

میلاد بلحاظ باقی محفل

مختل میلاد میں میلاد کرنے والوں کے لحاظ سے بھی بہت سی تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ ابتداء میں لوگ تنہا شرکت غیرے میلاد کی مجالس کا اہتمام و انتظام کرتے تھے۔ اب اہل محلہ یا بھی اشتراک اور چندہ اکٹھا کر کے میلاد کرنے لگے ہیں۔ اس قسم کے اشتراک یا بھی سے محفل میلاد کا انعقاد عام طور پر مساجد میں ہو رہا ہے۔ پہلے میلاد کرنے والے حاضرین کو دعوت طعام دیتے تھے۔ فقراء و مساکین کو دل کھول کر صدقہ و تحریات بھی دیتے تھے۔ اب صرف اختتام میلاد پر شیرینی تقسیم ہوتی ہے البتہ خال خال خیاض و متحول لوگ اب بھی حاضرین کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں۔

میلاد بلحاظ مولود خواں

ابتداء میں بالعموم میلاد خواں اہل علم و فضل ہوتے تھے اور میلاد کو بطور پیشہ نہیں پڑھتے تھے۔ برصغیر ہندو پاک میں کچھ لوگوں نے مولود خوانی کو بطور پیشہ اپنا لیا۔ ان میں تنہا پڑھنے والے تو بلا شرکت غیرت حضرت وصول پاتے اور ٹولی والے آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔ پیشہ ور مولود خواں عموماً بالی محفل اور حاضرین محفل کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر ان کی مرضی کے موافق بیان کرتے تھے۔ آج کل مولود خوانی کا فریضہ عام طور پر اہلسنت والجماعت کے رہنما علماء انجام دے رہے ہیں۔ صوفیاء و مشائخ کے اعراس میں مولود خوانی کا فریضہ عام طور پر صوفیاء کے خلفائے کبار انجام دیتے ہیں۔

میلاد بلحاظ سامعین

میلاد کی محفلوں میں ازمنہ قدیم میں بڑے بڑے علماء و مشائخ اور صوفیاء شامل ہوتے تھے۔ ان کی خدمت نامور واعظین، شعراء اور حفاظ بھی کشاں کشاں چلے آتے۔ سامعین میں بلا تخصیص اعراء و غریبا بھی بے خصوص و خشوع سے شمولیت کرتے تھے۔ اب بادلت پرستی کی اندھی دوڑ اور مشاغل و معمولات کی غلطی نے اعراء و رسامہ کو اس قسم کی مقدس و بی محافل میں شمولیت سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اب زیادہ تر غریب عوام کی ہوتی ہے اور ان میں بھی روح بالی کم اور زیادہ تر شیرینی یا طعام کے لالچ سے چلے ہیں۔

میلاد بلحاظ استدلال

اب میلاد محافل میلاد کے مجلسی تقاضوں کے پیش نظر لکھی گئی ہیں۔ اور ان محافل کا انعقاد تبلیغ و ترویج دین کا بہترین ذریعہ ہے۔ میلاد کے اجتماعات میں قرآن شریف کی تلاوت، نبی کریم کی ولادت مقدسہ سے متعلق جو خوشخبریاں احادیث و آثار میں آئی ہیں اور جو خوارق عادت اور نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں، صحت و بحیثین، معراج شریف و دیگر معجزات، اوصاف و خصائل، شامک و فضائل اور وفات کے فضائل بیان ہوتا ہے۔ درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔ اور آخر میں شرکائے محفل ماحضر تناول کرتے ہیں یا شرعی تقسیم کی جاتی ہے اور پھر دعائے خیر کر کے لوگ اپنے اپنے گروں کو لوٹ جاتے ہیں۔

اس محفل میں نبی کریمؐ کی تعظیم و شان بیان کی جاتی ہے اور آپؐ کی ولادت باسعادت پر فرحت و انبساط کا اظہار پایا جاتا ہے اس لئے اس کے شرکاء اور منتظمین کو اجر و ثواب ملے گا۔
یہ بات مسلم ہے کہ نبی کریمؐ کی ذات با برکات اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ (۳۲۷) اور اللہ تعالیٰ نے فضل و رحمت کے حصول پر خوشی اور جشن منانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:
قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ لَبِئْسَ لَكُمُ اللَّفْظُ (۳۲۸) (اے نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت پر خوشی منایا کرو۔

اس لحاظ سے نبی کریمؐ کی آمد پر خوشی منانا اور جشن کرنا عین منشاء خداوندی ہے۔
حدیث مبارکہ میں یوم میلاد پر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرنے کی تلقین خود نبی کریمؐ نے فرمائی ہے کیونکہ آپؐ ہر سوموار روزہ رکھتے تھے۔ جب ابو قتادہؓ نے آپؐ سے اس روزہ کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

فِيهِ وُلِّيتُ وَلِيَّةُ قَوْلٍ (۳۲۹) میری اسی میں ولادت ہوئی اور اسی روز مجھ پر اللہ کا کلام نازل ہوا۔
قرآن و حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ تمام انبیاء کرام نے اپنے اپنے زمانے میں نبی کریمؐ کی آمد کی خوش خبری دی ہے اور تمام انبیاء نے اپنی امتوں کے سامنے نبی پاکؐ کے فضائل و صفات کا ذکر فرمایا ہے۔ اس لحاظ سے میلاد سنت انبیاء کبار بھی ہے۔

آپؐ کا ذکر ولادت باعث نجات و فلاح دارین ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ایک دن ایک قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضورؐ کے واقعات ولادت بیان کر رہے تھے اور اظہار مسرت کر کے اللہ کا شکر بجالا رہے تھے اور نبی کریمؐ پر صلوة و سلام بھیج رہے تھے۔ ناگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپؐ نے فرمایا۔ تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہو گئی۔ اور حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ میرا نبی کریمؐ کے ہمراہ حضرت عامر انصاریؓ کے مکان کی طرف گذر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت عامرؓ اپنے کنبہ والوں اور بیٹوں کو نبی کریمؐ کے واقعات ولادت سکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا، یہی دن تھا یعنی حیر کا دن تھا (یعنی حیر کے دن آپؐ اس دنیا میں رونق افروز ہوئے) آپؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ بے شک اللہ نے تمہارے واسطے رحمت کے دروازے کھول دیے اور سب فرشتے تمہارے واسطے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جو شخص بھی تمہارے جیسا کام کرے گا، نجات پائے گا۔ (۳۳۰)

محفل میلاد رسالت مآبؐ کا مطلب نبی کریمؐ کی ذات اقدس سے خوشی و سرور اور فرحت حاصل کرنا ہے۔ خوشی و مسرت کا اظہار کرنے سے ایک کافر نے فائدہ اٹھایا اس پر درج ذیل واقعہ ملاحظہ ہو:
جب نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ ہوئی تو ابو لبابؓ کو اس کی لوندی توبہ نے اطلاع دی کہ تیرے بھائی عبداللہ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے تو اس نے فقط اس خوشی میں کہ بتیجا پیدا ہوا ہے۔ لوندی کو آزاد کر دیا۔ بخاری شریف میں ہے:

”كَلَّمَا مَكَتَ أَبُو لُبَابٍ لَوْ يَدُ بَعْضِ أَهْلِهِ بِشَرِّ بَيْتِهِ قَالَ لَهُ مَاذَا قِيتَ قَالَ أَبُو لُبَابٍ لَمْ أَقِ
بَعْدَ كُمْ غَيْرَ أَنِّي سَقِيتُ لِي هَنِيئًا لِمَاتِنِي فَوَيْتُهُ“ (۳۳۱)

ترجمہ: (ابو لب کے مرنے کے بعد اہل خانہ میں سے بعض لوگوں نے اسے خواب میں یہی حالت میں دیکھا اور اس سے پوچھا کیا حال ہے؟ اس نے کہاں یہاں میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں کبھی اس سے راحت نہیں ہوتی۔ ہاں تمہارا سایہ راب کیا جاتا ہوں اس لئے کہ میں نے (حضور کی ولادت کی خوشی میں) ثوبہ کو آزاد کر دیا تھا۔

اس واقعہ کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام سہیلی کے حوالے سے یوں لکھا ہے:

"أَنَّ الْعَبَّاسَ قَالَ لِمَا مَاتَ أَبُو لُبَيْبٍ رَأَتْهُ لِي سَلْبِي بَعْدَ حَوْلٍ لِي شَرَّ حَالٍ لَقَدْ مَلَأَتْ بَعْدَ كُمْ رَأَتْهُ إِلَّا أَنَّ الْعَذَابَ يَخَفُّ عَنِّي كُلَّ يَوْمٍ اثْنَيْنِ" (۳۳۲)

ترجمہ: (حضرت عباسؓ فرماتے ہیں۔ ابو لب مر گیا تو میں نے اس کو ایک سال بعد خواب میں بت بر۔ میں دیکھا اور یہ کہتے ہوئے پایا کہ تمہاری جدائی کے بعد آرام نصیب نہیں ہوا بلکہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں لیکن سوموار کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔

حضرت عباسؓ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ كَلَّتْ ثُوبَةُ بِشَرِّ مَا لُبَيْبٍ بِمَوْلَاهُ فَأَعْتَقَهَا" (۳۳۳)

ترجمہ: (عذاب میں تخفیف کی وجہ یہ تھی کہ اس نے سوموار کے دن نبی کریمؐ کی ولادت کی خوشی میں اپنی بیوی ثوبہ کو آزاد کر دیا تھا لہذا جب سوموار کا دن آتا تو اللہ تعالیٰ اس خوشی کے صلہ میں عذاب میں تخفیف فرما دیتے)

اسی روایت کا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ترجمہ: "یہ روایت میلاد کے موقع پر خوشی اور مال صدقہ کرنے والوں کے لئے دلیل اور سند ہے۔ ابو لب جس کی مذمت میں قرآن میں آیت نازل ہوئی۔ جب وہ نبی کریمؐ کی ولادت کی خوشی میں لونڈی آزاد کر کے عذاب میں تخفیف حاصل کر لیتا ہے۔ تو اس مسلمان کا کیا مقام ہو گا، جس کے دل میں محبت رسالت مابؐ موجزن ہو اور ایسے موقع پر خوشی کا اظہار کرے ہاں بدعات مثلاً رقص، غیر اعظمی اعمال وغیرہ سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ ان کی وجہ سے انہماک ہرکات میلاد سے محروم ہو جاتا ہے۔" (۳۳۴)

اس مضمون کو بے شمار علمائے دین نے بیان فرمایا ہے۔ محدثین و علماء کا ثوبہ کے واقعہ سے استدلال اس کی صحت پر بھی دلالت کرتا ہے۔ (۳۳۵)

صحابہ انبیؑ کے چھوٹے بچے اجتماعیت معاشرتی و سماجی لحاظ سے باہمی محبت و اخوت اور مساویات کو سمجھتے ہیں۔ اور ذکر میلاد، انسائیت کو طبقاتی علاقائی، نسلی اور لسانی اختلافات و تفاوت سے آزاد و مطلق ہے۔ یہ جنتی و اتحاد کا درس دیتا ہے کیونکہ ذکر رسولؐ سب مسلمانوں میں قدر مشترک ہے۔

ت و سیرت کے واقعات سے نبی کریمؐ کی اطاعت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے اور اسوہ حسنہ پر عمل پیرا

ہونے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔

نبی کریمؐ سابقہ و گزشتہ اہم دینی واقعات کے ساتھ ارتباط و تعلق کو ملحوظ خاطر رکھتے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ جب نبی کریمؐ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو آپؐ نے دیکھا کہ یسود عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ تمپؐ نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: اس دن اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرما دیا تھا کہ ہمارے دشمن فرعون کو غرق کر دیا تھا اور ہمارے پیغمبر موسیٰؑ کو نجات فرمائی۔ آپؐ نے یہ سن کر فرمایا کہ موسیٰؑ سے ہمارا تعلق تم سے زیادہ ہے۔ لہذا آپؐ نے خود روزہ رکھا اور صحابہؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

”اس روایت نے واضح کر دیا کہ ہر اس معین دن میں جس میں نعت کا حصول

ہوا ہو اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرنا اور اسی دن ہر سال یاد منانا جائز ہے اور یہ شکر یہ

بصورت عبادات، روزہ، صدقات اور تلاوت ہونا چاہئے اور میلاد کے دن نبی کریمؐ کی

صورت میں جو نعت اس کائنات کو ملی ہے اس سے بڑھ کر کوئی نعت نہیں لہذا اس کا

تقاضا یہ ہے کہ اس پر سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا جائے۔“ (۳۳۶)

علماء نے لکھا ہے کہ میلاد کی محفل میں ذکر و نعت شریف نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ محفل میلاد شریف کی

خوشی میں منعقد ہوتی ہے اس میں ذکر غم جانکاہ ناگزیر ہے اور حرمین شریفین میں بھی ہرگز عادت ذکر قصہ

وفات کی نہیں ہے۔ (۳۳۷) اور پھر آپؐ کا وصال ایسا نہیں جو امت سے آپؐ کا تعلق ختم کر دے بلکہ

آپؐ کا فیضان نبوت تا قیامت جاری ہے۔ آپؐ کی برزخی زندگی کے بارے میں ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے:

”لَمْ يَمُتْ هُنَا كَمُوتٍ وَلَا لَوْثَ بَلْ اِنْتَعَلَ مِنْ حَلِيِّ اَللّٰهِ“ (۳۳۸)

(کہ یہاں نہ موت ہے نہ وفات بلکہ ایک حال سے دوسرے کی طرف منتقل ہونا)

(ہے)

اس لئے آپؐ برزخی زندگی میں دنیاوی زندگی سے بڑھ کر حیات کے مالک ہیں۔

نبی کریمؐ کے حقوق جو امت پر واجب ہیں اسی طرح ادا ہو سکتے ہیں کہ محفل میلاد کے ذریعے سے

آپؐ کے اوصاف کاملہ اور اخلاق فاضلہ کو اجاگر کرنے کی سعی کریں۔

محفل میلاد کا مقصد نبی کریمؐ کے احوال مقدسہ کا بیان ہے جس سے طبیعت آپؐ کی جانب زیادہ سے

زیادہ مائل ہو۔ آپؐ سے محبت کامل ایمان کی علامت ہے۔ میلاد کی محفلوں سے آپؐ کا ذکر پاک زندہ ہے۔

ہے اور اسلام میں واقعات کی یادگاریں نہایت مشروع اور محبوب ہیں جیسے صفا مرودہ کے درمیان دوڑنا، چار

کی قربانی کرنا، کنکر مارنا وغیرہ فی الواقعہ گزشتہ و سابقہ واقعات ہیں جن کی اس صورت میں تجدید کرتے ہیں۔

اور تذکار میلاد النبیؐ بھی اسی زمرے میں شامل ہیں۔

محافل میلاد میں درود و سلام پڑھا جاتا ہے اور اس طرح یہ محافل ”صلو علیہ و سلمو تسلیما“ کے حکم

تحلیل کی عملی شکل ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ مل کر اجتماعی طور پر درود بھیجے

انداز بھی اختیار کیا جاتا ہے۔ صلوٰۃ و سلام کے فضائل و ثمرات بے حد و بے شمار ہیں۔ ارشاد نبویؐ ہے:

”جو بندہ بھی مجھ پر درود بھیجے گا۔ اس کی آواز مجھے پہنچے گی چاہے وہ کہیں بھی

ہو۔“ (۳۳۹)

فضائل درود شریف کے بارے میں مولانا محمد سعید شبلی رقم طراز ہیں:

”اکثرت سے درود و سلام پڑھنے والے کو رسول کریمؐ کی زیارت بیداری میں ہونے لگتی ہے۔ (۳۴۰) درود و سلام عبادت ہے اور اللہ کے نزدیک تمام اعمال سے زیادہ محبوب ہے۔ (۳۴۱) درود شریف کی مجلس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت چھا جاتی ہے اور جو بھولا بھٹکا بھی اس مجلس میں شامل ہو جائے وہ بھی برکات سے محروم نہیں رہتا۔ جس مجلس میں درود و سلام پڑھا جائے، اس مجلس والوں پر قیامت کے روز کوئی حسرت نہیں ہوگی۔“ (۳۴۲)

محافل میلاد میں خضوع و خشوع، محبت و عقیدت اور دلی اواب و احترام کے ساتھ درود و سلام پڑھنے سے اجتماعی انداز میں صلوٰۃ و سلام بھیجنے کی سنت پر عمل ہو جاتا ہے۔ (۳۴۳) متذکرہ بالا دلائل کے علاوہ دیگر بے شمار دلائل علماء و بزرگان دین نے میلاد کے جواز میں تحریر فرمائے ہیں۔ میلاد و قیام کے سلسلہ میں علمی مباحث و مسائل پر مشتمل بے شمار کتابیں موجود ہیں۔

میلاد و لحاظ عقیدہ

محفل میلاد کے انعقاد کے متعلق متعدد عقائد ہیں۔ ان کے بارے میں تفصیلی بحث محرکات میلاد کے ضمن میں ہوگی۔ یہاں صرف چند عقائد کو اختصار سے بیان کرتا ہوں۔

(۱) محفل میلاد میں نبی کریمؐ تشریف لاتے ہیں:

بریلوی عقائد کے علماء کے نزدیک یہ حق و واقعہ ان کے ایمان کا ایک حصہ ہے۔ اس ضمن میں حاتی امداد اللہ مابرج کیؒ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”دہا یہ عقیدہ کہ مجلس مولود میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز

ہوتے ہیں، اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھتا ہے کیونکہ یہ امر ممکن ہے

عقل اور نقلاً اور بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے۔“ (۳۴۴)

حاتی امداد اللہ مابرج کیؒ کے اس بیان سے بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے کہ نبی کریمؐ کا جسم و جسمانیات کے ساتھ محفل میلاد میں تشریف لے آنا عقلاً اور نقلاً ممکن ہے۔ علماء نے حیات النبیؐ کے بارے میں کئی واقعات اور احادیث مع دلائل کلمی ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے جذب القلوب، مکتوبات شریف، اخبار الاختیار اور مدارج النبوت، مولانا عبدالرحمن جامیؒ نے منہاج النبوت، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے سورہ اشقاق کی تفسیر میں، مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تشریح الایمان، مولانا غلام احمد انیسویؒ نے ابن قاطع، مولانا عبدالسمیع رامپوریؒ نے انوار ساطعہ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے المسند، مولانا حسین احمد مدنیؒ نے شباب الثاقب اور مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے فضائل درود شریف میں نبی کریمؐ اور بزرگوں کے

بعد از ممات تصرفات اور مشغل ہو کر آ جانے کے بے شمار واقعات ان کے عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ لکھے ہیں۔ ایسے بیانات کی موجودگی میں حیات النبیؐ تصرف روح نئی اور محفل میلاد یا کسی دوسری جگہ پر نبی کریمؐ کے مثالی یا جسمانی صورت میں جلوہ گر ہونے یا دور بیٹھے ہوئے اہل محفل کو دیکھنے یا اہل محفل اور نبی کریمؐ کے درمیان درمیانی تجلیات اٹھ جانے کے متعلق کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

(۲) مجلس میلاد سے خیر و برکت ہوتی ہے :

اس میں کسی کو شک و شبہ نہیں ہے کہ آپؐ کے دیگر اذکار کی طرح ذکر میلاد النبیؐ بھی موجب خیر و برکت ہے۔ اور اس سے ثواب اجر فضائل و ثمرات اور برکات حاصل ہوتی ہیں۔

میلاد کی وجہ سے اللہ کے فضل عظیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے اور میلاد شریف کرنے سے دلی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ ابن جوزیؒ نے اپنے رسالہ مولد شریف میں لکھا ہے کہ مجلس میلاد کرنے والے :

”يَنْتَلُونَ بِذَلِكَ أَجْرًا جَزِيلًا“ وَلَوْ لَا ”عَظِيمًا“ وَشَا جَزَبٌ عَنْ فَلَكٍ اَللّٰهُ وَجَدَ لِيْ فَلَكَ اَلْعِلْمُ كَثْرَةُ الْخَيْرِ وَالْبِرْكَةُ مَعَ السَّلَامَةِ وَالْعَالِيَةِ وَوُسْعَةُ الرِّزْقِ وَازْدَادَ اَلْاَمْنُ وَالْاَوْلَادُ وَالْاَحْفَادُ وَنَوَامُ الْاَمْنِ فِي الْبِلَادِ وَالْاَحْصَاوُ وَالسَّكُونُ وَالْاَقْرَابُ فِي اَلْبُيُوتِ وَالنَّارُ بِرُكْنِهِ مُوَلَّدَ النَّبِيِّ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ (۳۳۵)

ترجمہ : (اس سے اجر بڑھتا ہے اور فوز عظیم کو پہنچتے ہیں اور مجرب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مولد کی برکت سے اس سال میں خیر و برکت و سلامت و عافیت فراخی رزق و زیادتی مال و اولاد اور شہروں میں امن و امان اور گھروں میں سکون و قرار پایا جاتا ہے۔ یہ برکت مولد شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے)

محدث ابن جوزی کے علاوہ شمس الدین ابن جزریؒ نے بھی لکھا ہے کہ :

”وَالْمَجْرُبُ مِنْ خَوَاصِدِ اَللّٰهِ اِنَّ تَلَّمَ فِيْ فَلَكَ اَلْعِلْمُ وَبَشَرِي تَحْمِيلٌ نَبِيلٌ مَا يَنْبَغِيْ وَتَوَلَّيْ“ (۳۳۶)

ترجمہ : (عمل مولد کے مجرب خاص سے یہ بھی ہے کہ اس سال بلاؤں سے امن امان رہتا ہے اور مقصود کے جلد حاصل ہونے کی بشارت ہوتی ہے)

محفل میلاد سے حصول مقاصد کے لئے مولوی عبد السمیع نے لکھا ہے :

”جو کوئی یہ محفل کرے گا“ بلاؤں سے نجات اور حصول مراد کا ثمرہ پائے گا“ اپنے اخلاص کے موافق یعنی عامی عام طور پر اور خواص خاص طور پر نفع اٹھائیں گے۔“ (۳۳۷)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بھی ”مَا قُبِلَتْ اَلسُّنَّةُ“ میں قریباً یہی کچھ لکھا ہے۔ (۳۳۸) مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی ”کھٹکھٹ“ اور ”حُصْحُصُ“ کے عمل سے حصول امر و نیاوی کے سلسلہ میں لکھتے ہوئے ”برکات میلاد کے بارے میں بھی اظہار خیال فرمایا ہے :

”پس اسی طرح میلاد شریف سے حصول خیر و برکت کے سلسلہ میں ابو سعید

پورنی و سخاوی و علی قاری و غیرہم نے برکات کثیرہ کا حاصل ہونا بیان کیا ہے کہ حصول
مناہج دینی و دنیوی کے لئے اہل اسلام کرتے ہیں۔ (۳۳۹)

(۳) میلاد سے ثواب ملتا ہے :
مولوی محمد اعظم نے میلاد کے مندوب و مستحسن ہونے کے بارے میں کئی علماء کے اقوال نقل کر کے
لکھا ہے :

”پس ان اقوال علماء اعلام و فقہائے کرام سے محفل میلاد کا مندوب و مستحسن
ہونا مکمل خوبی سے ثابت ہوتا ہے اور بسبب ہونے اتفاق و اجتماع جمہور علماء مذاہب
اربعہ حرمین شریفین و اکثر علمائے بلاد اسلام میلاد شریف کو خوب ترین سمجھتا چاہئے
کیونکہ اجتماع جمہور علماء کی واجبات سے ہے۔“ (۳۵۰)

(۳) میلاد میں رحمت خداوندی کی بارش ہوتی ہے اور وہاں رحمت کے فرشتے آتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ
محدث دہلوی اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں :

”میلاد کے دن مکہ مکرمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش پر
حاضر ہوا کہ وہاں کے حاضرین لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ
رہے تھے اور وہ معجزات بیان کر رہے تھے جو اہل انبوت سے پہلے ظہور میں آئے تھے
میں نے دیکھا کہ ایک باری اتوار ظاہر ہوئے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ فقط روح کی
آنکھوں سے دیکھا یا جسم کی آنکھوں سے دیکھا خدا جانے کیا امر تھا۔ پس جب غور کیا
تو معلوم ہوا کہ نور ان فرشتوں کا ہے جو ایسی پاکت مجالس اور مشاہد پر موکل اور
مقرر ہیں اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ فرشتوں کے اتوار اور رحمت خداوندی کے انداز
آئیں میں ملے ہوئے ہیں۔“ (۳۵۱)

(۵) میلاد سے عذاب میں کمی ہوتی ہے :
ابو لب کے تخفیف عذاب کا واقعہ اتنا مہتمم پاشان ہے کہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔ اس واقعہ کو
ابن جزری نے عرف التعریف بالمولد الشریف میں ابن ناصر الدین دمشقی نے مسود الصاوی فی مولد المادی
شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں اور اسی طرح دیگر بزرگان دین نے بیان کیا ہے۔ آپ کا
موسم غلام جو آپ کی ولادت سے مسرور ہو کر آپ کی محبت میں بقدر طاقت خرچ کرتا ہے تو اس لحاظ سے
اللہ تعالیٰ یقیناً اسے اپنے فضل عظیم سے نوازے گا۔ (۳۵۲)

(۶) شب میلاد شب قدر سے بھی افضل ہے :

شب قدر حضور کو عطا کی گئی جبکہ یلدا میلاد نفسِ خود آپ کے ظہور کی رات ہے۔ اور ظاہر
ہے کہ جس رات کو ذات اقدس سے شرف ملا وہ اس رات سے ضرور افضل ہوگی جو آپ کو دیئے جانے
کی وجہ سے افضل ہے اور اس میں کوئی نزاع نہیں ہے لہذا شب میلاد شب قدر سے افضل ہوئی۔ اس
تکثر کا اہتمام بہت سارے علمائے کرام اور صوفیاء نے کیا ہے۔ (۳۵۳)

(۷) میلاد سے شفاعت نبوی حاصل ہوتی ہے :
 نبی کریمؐ نے میلاد پاک کی محفل سجانے والوں کو اپنی شفاعت کی خوش خبری دی ہے۔
 ”عَنْ اَبْنِ عَبَّاسٍ كَانَ يَحْتَفِلُ يَوْمَ لَيْلَةِ وَقْلَانِجٍ وَلَادَتِهِ يَوْمَ لَيْسُرُونَ وَيَحْتَفِلُونَ لَيْلَةَ
 حَجَّاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَلَّتْ لَكُمْ شَفَاعَتِي“ (۳۵۳)

(۸) میلاد سے محبت رسول اکرمؐ بڑھتی ہے :
 محافل میلاد میں نبی کریمؐ کی ولادت و سیرت طیبہ اور شان مصطفویٰ کا بیان ہوتا ہے اور یہ ایک فطری بات ہے کہ انسان کو جس چیز سے زیادہ محبت ہو۔ اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ حدیث نبویؐ ہے : مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرُهُ (جو چیز کسی کو محبوب ہو وہ کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے) اس لحاظ سے محافل میلاد نبی کریمؐ سے شدت تعلق کا اظہار بھی ہیں اور محبت رسالت ماب کو دلوں میں فزوں تر کرنے کا ذریعہ بھی بنتی ہیں۔

قیام میلاد بالمحافظہ عمل و استدلال

ذکر ولادت کی طرح قیام میں بھی کسی کا اختلاف نہیں بلکہ سب کا اتفاق ہے کہ جائز ہے۔ مولانا غلیل احمد صاحب مدنی لکھتے ہیں :
 ”مطلق ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نفس قیام جائز ہے کوئی اس کا منکر

نہیں۔“ (۳۵۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے آپؐ کی ولادت مقدسہ کا ذکر سن کر لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس قیام میں آپؐ کی تعظیم پائی جاتی ہے اکثر علماء اس پر عمل کرتے ہیں اور عام لوگ ان کی پیروی و تقلید کرتے ہیں۔ طحطا نے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ کثیر علماء کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو رسالت مابؐ کی مدح سرائی میں مصریؒ کے یہ شعر پڑھے گئے :

قَلِيلٌ لِمَدْحِ الْمُصْطَفَى الْخَطْبُ بِالنَّسَبِ
 عَلَى وَرَقٍ مِنْ خِطِّ أَحْسَنَ مِنْ كُتُبِ

وَإِنْ تَهَيَّئِ الْأَشْرَافَ عِنْدَ سَمَاعِهِ
 قَلِيلًا مَقُولًا أَوْ حَبْسًا عَلَى الرُّكْبِ

(نبی کریمؐ کی تعریف اگر نہایت خوبصورت خط میں سونے کے ساتھ کافز پر تحریر کی جائے تو بھی کم ہے اور بے شک جب ان کا ذکر سنتے ہیں تو اشرف قیام کرتے ہیں اور محض بتا کر کھڑے ہو جاتے یا سوار یوں پر بٹک جاتے)۔

اس شعر کے ساتھ ہی امام شافعیؒ و دیگر حاضرین مجلس اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور انہیں اس مجلس اور میلاد منانے سے بڑا کیف و سرور حاصل ہوا۔ (۳۵۶)
 مولانا اشرف علی تھانویؒ نے محفل میلاد میں قیام کے بارے میں لکھا ہے :

چیز کو مسلمان بہتر سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے۔“ (۳۳۳)

اثبات قیام کے سلسلہ میں مشہور تفسیر ”محدث عثمان بن حسن و میاطی شافعی“ فرماتے ہیں :
 ”مستور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا ایک ایسا امر ہے جس کے مستحب و مستحسن و مندوب ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور قیام کرنے والے کو ثواب کثیر اور فضل کبیر حاصل ہو گا کیونکہ یہ قیام تعظیم ہے کسی کی اس نبی کریم صاحب خلق عظیم علیہ التوحید و الصلیم کی جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمیں ظلمات کفر سے ایمان کی طرف لایا اور ان کے سبب سے ہمیں دوزخ جہنم سے بچا کر بہشت معرفت و یقین میں داخل فرمایا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں خوشنودی رب العالمین کی طرف دوزخ ہے اور قوی ترین شعار دین کا آشکار کرنا اور جو تعظیم کرے شعار خدا کی تو وہ دلوں کی پرستگاری سے ہے اور خدا کی حرموں کی تعظیم کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر ہے۔“ (۳۳۳)

قیام میلاد کے مستحسن ہونے کے بارے میں امام سید جعفر برزنجی قدس سرہ العزیز نے اپنے رسالہ ”عقد الجواہر“ میں لکھا ہے :

”بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا ان اماموں نے مستحسن سمجھا جو صاحب روایت و درایت تھے اس شخص کو مبارک ہو جس کا مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔“ (۳۳۳)

بحث اثبات قیام میلاد کے سلسلہ میں مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں :
 ”اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت اور اس کی برائی پر دلیل شرعی مطلق وہی تو ممنوع و مذموم ہے باقی سب چیزیں جائز و مباح رہیں گی خواہ ان کا ذکر جواز قرآن و حدیث میں منصوص ہو یا ان کا کچھ ذکر نہ آیا ہو۔“ (۳۳۵)

قیام میلاد کے بارے میں مولوی عبدالمسیح بالکل صاف فرماتے ہیں :
 ”پس جبکہ نہی ثابت نہ ہوئی تو موافق قواعد مقررہ علماء فقہ کے جن کو علامہ شامی اور محقق ابن ہمام وغیرہ لکھتے ہیں کہ جمود حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ یہ قیام مباح امر ٹھہرا۔“ (۳۳۱)

متذکرہ بالا علماء و بزرگان دین کے علاوہ امام علامہ دہلوی، امام صرصر ضیائی، عبد اللہ بن محمد المرغنی، حسین ابن ابراہیم مفتی مالکیہ، محمد عمر ابن ابی بکر مفتی شافعیہ، محمد بن یحییٰ مفتی حنبلیہ (۳۶۷) اور بے شمار دیگر علماء و صوفیاء کا اجماع و اتفاق ہے کہ قیام میلاد مستحسن ہے۔ نیز ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ قیام مباح اور فریقین کے نزدیک جائز ہے۔

میلاد میں قیام کی ابتداء کے بارے میں مولانا عبدالحق محدث الدہلوی نے لکھا ہے کہ علامہ تقی

الدین سکی شافعیؒ (۶۸۳ھ - ۷۷۹ھ) کی ذات سے قیام کی ابتداء ہوئی۔ (۳۶۸) اور مولوی عبدالمسیح نے بھی اپنی تقریظ میں لکھا ہے:

”صحیح حلبی و دیگر اکابر سلف (اللہ ان پر رحم کرے) لکھتے ہیں کہ اقتداء امام سکیؒ کا کافی حجت ہے، مستحسن ہونے قیام میں۔“ (۳۶۹)

قیام میلادِ ملاحظہ حقیقت اس قدر ہے کہ اس میں کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھا جاتا ہے۔ اور یہ آپؐ کی تعظیم کے واسطے ہے۔ مولود سعیدی کا شعر ملاحظہ ہو:

اب راحت قلوب کا ذکر ظہور ہے
دعویٰ ہے عاشقی کا تو اٹھنا ضرور ہے
(۳۷۰)

انہی جذبات کا اظہار ”مولود کحل البصر“ میں کیا گیا ہے:

اب راحت قلوب کا ذکر ظہور ہے
تعظیم کا مقام ہے اٹھنا ضرور ہے
(۳۷۱)

میلادِ خواں میلادِ اکبر کا یہ شعر پڑھ کر قیام کرتے ہیں:

کھڑے تھے ملک وہ ہی تقلید اب ہو
کہ خوش جس سے روح رسول عریب ہو
نکل جائے محفل سے جو بے ادب ہو
اٹھو اب کہ تعظیم محبوب رب ہو
میلادِ صوفی وارثی میرٹھی کا شعر دیکھئے:

اٹھیں ہر تعظیم شاہِ امام اب
پڑھیں سب ادب سے درود و سلام اب
(۳۷۲)

مولوی احمد خاں صوفی نے مولود شریف جدید میں لکھا ہے:

اٹھو وقت تعظیمِ احمدؐ ہے یہ
بیان ظہور محمدؐ ہے یہ
(۳۷۳)

علامہ عبدالمسیح بیدل رامپوری کے اشعار قیام ملاحظہ ہوں:

خدا کا شکر نعمت ہے، نبی کی شانِ رفعت ہے
یہ دونوں کی اطاعت ہے، قیامِ محفلِ مولد

حصول فیض رحمت ہے نزول خیر و برکت ہے
 وصول مشق حضرت ہے قیام محفل مولد
 اٹھے جب صف بہ صف محفل کھڑا ہو تو بھی اے بیدل
 ادب کی خاص صورت ہے قیام محفل مولد
 (۳۷۴)

آداب محفل میلاد

درج ذیل چند آداب محفل میلاد کے لئے استثنائی ضروری ہیں:

- (۱) انعقاد محفل یہ حسن نیت خالصتاً "لوجہ اللہ برائے ادائے شکر نعمت عظمیٰ اور نصیحت و تبلیغ اہل اسلام ہونا چاہئے (۲) اس کے بدلہ اخراجات مال حلال سے کئے جائیں (۳) جہاں تک ممکن ہو سکے روایات صحیحہ پر ہی جائیں۔ ضعیف روایات ہرگز بیان نہ کی جائیں (۴) حاضرین محفل جب بھی آپ کا نام پائی، اسم گرامی آئے، شوق و محبت سے درود شریف پڑھیں (۵) اس محفل فرحت و سرور میں ذکروقات شریف نہیں ہونا چاہئے (۶) محفل کی آراستگی میں بھی پاکیزگی ملحوظ خاطر رہنی چاہئے۔ (۷) خلاف شرع اور ممنوع باتوں سے بچنا چاہئے (۸) سامعین نبی کریمؐ کے فضائل و خصائل کو اتباع سنت کی نیت سے سنیں۔ (۹) جس مقام پر یہ محفل شریف ہو، وہ مقام بدو و نجاسات سے بہت پاک صاف ہونا چاہئے۔ حقہ و سگریٹ نوشی، کچی پیاز کھا کر آنا، مولیٰ کھا کر آنا، یہ سب بدو وار چیزیں ہیں۔ ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اس لحاظ سے محفل میلاد محرمات و منکرات سے پاک ہونی چاہئے۔ (۱۰) خوشبو لگانا، گلاب چھڑکنا، شیرینی تقسیم کرنا غرضیکہ خوشی کا اظہار جائز طریقہ سے باعث برکت ہے۔

میلاد النبیؐ کی محافل سجانے کے سلسلہ میں ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے چند حدود و قیود مقرر کی ہیں جبکہ اس سلسلہ میں انہوں نے اس امر واقعی کو قطعی قراموش کر دیا ہے کہ ان محافل کے انعقاد کی توفیق صرف اہل حسن و محبت اور انہی لوگوں کو ملتی ہے، جن کے دل حسب رسالت مابہ میں سرشار ہیں۔ قلب سقیم کو نہ اس کی آرزو ہوتی ہے اور نہ یہ سعادت ان کے حصہ میں آتی ہے۔ موصوف کی رائے ملاحظہ فرمائیے:

"میلاد بلاشبہ محبت رسولؐ کے اظہار کا ایک حسین طریقہ ہے، لیکن میلاد کی محفلیں سجانے کے صاحب اسرار مسلمان ہی سزاوار ہیں۔ اس سے مراد آپؐ کے سچے پیروکار ہیں جو زندگی کے ہر شعبے میں آپؐ کے نقش قدم پر چلتے ہیں، جو آپؐ کی انقلاب انگیز تحریک اسلام میں فعال کارکنوں کی طرح حصہ لیتے ہیں، جو شرک و بت پرستی نیز وقت کے فرعونوں، ہامانوں اور قارونوں کے خلاف مسلسل جہاد کرتے اور آپؐ کی طرح معاشرے کی تشکیل و تعمیر میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں جو آپؐ کی طرح اخوت و مساوات کے دلدادہ ہیں، اور آپؐ کی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم اتفاق بالضمیر عمل کرتے ہیں اور جن کے عمل میں حسن اور عبادت میں احسان ہے الغرض

جو اہل حسن و محبت اور مرہا رحمت ہیں۔ حرف آخر یہ ہے کہ حب رسول کی تحین
 غلامتیں ہیں: حب الہی، حب ذات اور حب انسانیت۔ (۳۷۵)

ممنوعات محفل میلاد

(۱) نام و نمود اور شہرت و تفاخر کے لئے محفل میلاد کرنا (۲) میلاد میں رشوت، چور بازاری غصب
 وغیرہ کا مال حرام صرف کرنا (۳) امراء کی تواضع کرنا اور فقراء و مساکین سے بے اعتنائی برتنا (۴) کسی بڑے
 آدمی کے انتظار میں محفل کو طول دینا (۵) روشنی و دیگر امور میں اسراف کرنا (۶) آلات موسیقی کا استعمال
 کرنا (۷) مولود خواں کا جاہل اور غیر دیندار یعنی فاسق ہونا (۸) تقم و نثر میں خدا و رسول اور فرشتوں کی
 گستاخی کرنا (۹) حکایات وفات یا شہادت بیان کرنا (۱۰) روایات موضوعہ کا بیان کرنا (۱۱) سلمان کا غیر طیب ہونا
 (۱۲) میلاد کے پڑھنے کی اجرت لینا (۱۳) مولود خواں کے ساتھ امر و کا پڑھنا (۱۴) طوائف کے ہاں مولود ہونا
 پڑھنا یا سننے جانا (۱۵) سامعین کا خلاف شرع، غیر مذہب اور بد اعتقاد ہونا وغیرہ۔ (۱۶) یہ اسباب میلاد کے
 ممنوعات اور ناجائز ہونے کے سلسلہ میں اختصار سے نمونہ کے طور پر لکھے گئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ خلاف
 شرع امور سے پوری طرح اجتناب ضروری ہے مثلاً باج، کھیل کود، ناچ، بھنگوا اور دیگر لغویات حرام ہیں۔
 اس محفل میں حرام کام کرنا سخت جرم اور گناہ ہے۔

میلادی روایات کا تجزیہ

میلاد ناموں میں بیان کی گئی روایات ممکن ہے عصر حاضر کی مابیت پرستی میں انسانی فہم و شعور کے
 معیار پر پوری نہ اتریں لیکن آج بھی اس کائنات کے بے شمار سرپرست راز انسانی اور اک سے بالاتر ہیں تو
 پھر قدرت کے جملہ اسرار و رموز کا احاطہ عقل انسانی کیونکر کر سکتی ہے۔ محافل میلاد کا مطلق نظر جب
 خالصتاً تبلیغ و ترویج دین قرار پایا تو پھر اس دور میں اس امر کی طرف توجہ دی گئی کہ اس قسم کے حالات و
 واقعات ترتیب دیئے جائیں جن کو سمجھنے میں عامۃ الناس کو کوئی دشواری پیش نہ آئے اور ہر ذی شعور بلا
 پس و پیش ان کو قبول کر سکے۔ اس کے باوجود میلاد ناموں میں روایات کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم ہو گیا۔
 ان روایات کا بظاہر نہ کوئی ماخذ ہے نہ مہداء، سینکڑوں روایات ایسی ہیں جن کی صحت کو پرکھنے اور درایت
 کی کسوٹی پر کسے کے لئے بے شمار کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔ بے شمار ایسی روایات بھی ہیں جو سینہ بہ
 سینہ منتقل ہوتی چلی آئی ہیں۔ بالاس ہمدیشتر میلاد ناموں میں ضعیف بلکہ وضعی روایات کی بھرمار ہے۔ ان
 میلاد نگاروں نے کتب دلائل سے استفادہ کیا ہے اور ان کتب دلائل کے بارے میں سید سلیمان ندوی لکھتے
 ہیں:

”یہی کتابیں ہیں جنہوں نے معجزات کی جھوٹی اور غیر مستند روایتوں کا ایک انبار

لگا دیا ہے اور انہیں سے میلاد و فضائل کی تمام کتابوں کا مرہایہ میا کیا گیا ہے۔ خوش
 اعتقادی اور عجائب پرستی نے ان غلط معجزات کو اس قدر شرف قبول بخشا کہ ان کے

محض جھوٹ، کذب اور گستاخی و بے ادبی ہے۔

(۳۱) شب معراج میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرش پر مع طہن جانا، محض جھوٹ اور موضوع ہے۔

(۳۲) شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے والدین کا عذاب دکھایا جانا، پھر آپ کو والدین یا امت میں سے ایک کو بخشوانے کا اختیار ملنا، آپ کا والدین کو چھوڑنا اور امت کو اختیار کرنا محض جھوٹ، افترا اور کذب و بہتان ہے۔

(۳۳) جس رات امتہ خاتون حاملہ ہوئیں، وہ سو عورتیں ریشک و حسد سے مرگئیں اس کی صحت معلوم نہیں، البتہ چند عورتوں کا یہ تمنائے نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرجانا ثابت ہے۔ (۳۸۰)

تمام علماء نے اس قسم کی روایات موضوعہ کے بیان کی بڑی شدت سے مخالفت کی ہے۔ (۳۸۱) پچھلے چند سال سے علامہ ابن حجر کی تصنیف (م ۹۳۷ھ) کے نام سے ایک کتاب "نعت الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم" دیکھنے میں آ رہی ہے۔ اس میں نبی کریم کے فضائل و محاسن کے بیان کے علاوہ میلاد شریف منانے کے فضائل بھی بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں خلفائے راشدین کے حوالے سے میلاد کے فضائل اس طرح مرقوم ہیں:

۱۔ جس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پڑھنے پر ایک درہم خرچ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۲۔ جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی تعظیم کی اس نے اسلام کو زندہ کیا (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۳۔ جس شخص نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف پڑھنے پر ایک درہم خرچ کیا گویا وہ غزوہ بدر و حنین میں حاضر ہوا (حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

۴۔ جس شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی تعظیم کی اور میلاد کے پڑھنے کا سبب بنا۔ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ جائے گا اور جنت میں حساب کے بغیر جائے گا (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کے علاوہ حضرت حسن بصری، جنید بغدادی، معروف کرخی، امام رازی، امام شافعی، نسری متقی وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشادات منقول ہیں۔

اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ اقوال دسویں صدی ہجری کے بعد تیار کئے گئے ہیں۔ نہ اس زمانے میں درہم خرچ کرنے کی ضرورت تھی اور نہ ہی میلاد النبی کی محافل بیچ الاول کے مہینے سے مخصوص تھیں۔ علامہ یوسف بن اسماعیل بخاری نے ابن حجر کی تصنیف کے اصل رسالہ "نعت الکبریٰ علی العالم بمولد سید ولد آدم" کی تحقیص نقل کی ہے۔ (۳۸۲) جو خود علامہ ابن حجر کی تصنیف کے اصل کتاب میں ہر بات سند کے ساتھ بیان کی گئی تھی۔ اس میں خلفائے راشدین اور دیگر بزرگان دین کے بارہ بالا اقوال کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ ایک جعلی کتاب ہے جو علامہ ابن حجر کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔

میلاد ناموں کی بیان کردہ روایات کا جائزہ لینے کے لئے درج ذیل چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

۱۔ ”راوی لکھتا ہے کہ جس رات آمنہؓ حاملہ ہوئیں، دو سو عورتیں رشک و حسد سے مرگئیں۔ اس رات کو آسمان کے فرشتوں نے غلط شہوانی کا زمین تک پہنچایا اور اہل زمین نے غلط کامرائی کا آسمان کو سنایا۔ جبرائیل علیہ السلام نے علم سبز خانہ کعبہ پر نصب کیا، مبارکباد دی۔ فرشتوں نے ارباب زمین کو دروازے بہشت کے مفتوح کر دیئے۔ عالم، عالم انوار اقدس سے معمور ہو گیا۔ اہلس پناہوں میں جا چھپا، چالیس شبانہ روز صحرا اور دنیا میں سرگرداں رہا۔ بت روئے زمین کے سرنگوں ہوئے۔ حیوانات قریش کے بولنے لگے اور بشارت دی چرند پرند کو کہ آج آمنہؓ خاتون حاملہ ہوئیں، اب زمانہ خیرا بشر، ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا نزدیک آیا۔“ (۳۸۳)

۲۔ ”روایت ہے کہ ہجوم محشر میں عیب سے آواز آئے گی کہ ”اے میدان حشر کی مرد اور عورتو! اپنی اپنی آنکھیں بند کر لو۔ مقام اوب ہے کہ ہمارے محبوب کی بیٹی فاطمہ زہراؓ علیٰ شہر خدا کی بی بی، حسن مجتبیٰؓ اور حسینؓ شہید کر بلا کی والدہ اور زینبؓ مصیبت زدہ کی ماور آتی ہے۔“ حالانکہ عورتوں سے عورت کا پردہ کچھ ضروری نہیں، مگر وہ اس طرح سے آوے گی کہ عورتیں دیکھنے کی متمثل نہ ہوں گی۔ یہ آواز سنتے ہی سب اپنی اپنی آنکھیں بند کر لیں گے اور علامہ مبارک حضرت شاہ مرداں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون آلود دست راست میں لئے، اور کہتے زہر آلود حضرت امام حسنؓ کا ایک کندھے پر ڈالے اور حضرت امام حسینؓ کا پیڑ، بن خوں آلود دوسرے شانے پر رکھے زار زار روتی اور درگاہ الہی میں قریاد کرتی ہوئی تشریف لائیں گی اور عرش پر دروگاہ کا پایہ پکڑ کریں کہیں گی ”خدا یا! میرے حسین کو ڈیڑھ سو خط بھیج کے بلایا، پھر وہ سلوک کئے کہ خیمے تک کو بلایا اور ریگستان کر بلا میں بھوکا پیاسا خنجر سے شہید کیا۔ تو ہی انصاف کر کہ میرے بچے کا کیا قصور تھا۔ آپ کے بیان سے فرشتے آسمان کے روتے روتے بیہوش ہو جائیں گے اور خیمہ مہربوں سے مگر پڑیں گے۔“ (۳۸۴)

۳۔ جب سدرائے آسمان نے آگے چلے کا قصد کیا، جبرائیلؑ نے کہنے ہو کر کہا:

اگر یک سرے موئے برتر پریم

فروغ تجلی بسوزد پریم

حضرتؑ نے فرمایا: اے جبرائیل! ایسے مقام پر مجھ کو تنہا چھوڑے جاتے ہو، ندا آئی: ”ہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم لا تنظر الی جبرئیل“ وہاں سے ایک ہاتھ نکلا اور اندر حجاب کے لے گیا۔ ستر حجاب نور و عظمت کے اس طرح ملے ہوئے کہ موٹائی ہر حجاب کے پانچ سو برس کے راہ اور مسافت ایک سے دوسرے کی پانچ سو برس کا فرق۔ وہاں پر براق رفتار سے باز رہا۔ دُرف سبز ظاہر ہوا کہ نور اوس کا آفتاب و مانتاب پر غالب تھا۔ اس پر بیٹھ کر ستر بزار حجاب اور ملے کئے۔ ہر پردہ ستر بزار برس کی راہ، دُرف نے سب پردوں سے گذارنا۔ ایک پردہ درمیان عرش اور حضرت کے باقی تھا کہ دُرف غائب ہو گیا۔ (۳۸۵)

۴۔ ”صفیہ بنت عبدالمطلب سے روایت ہے کہ شب ولادت آنحضرتؐ بجائے والی قابلہ کے میں خدمت گزار تھی کہ جب آپؐ پیدا ہوئے، میں نے چاہا کہ غسل دوں، ایک نور ظاہر ہوا کہ آفتاب کو اس

سے کچھ نسبت نہ تھی۔ ایک آواز بلند آئی کہ ”اے سفید! غسل اس مولود کو نہ دے کہ ہم نے پاک و
پیر کر کے بھیجا ہے۔ حاجت غسل کی نہیں ہے“ میں نے گود میں لیا تو معاند کیا کہ پشت مبارک پر لا الہ
الا اللہ محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہے۔“ (۳۸۷)

”حضرت آمنہ خاتون فرماتی ہیں کہ بعد ولادت سرور عالم، تین فرشتے آسمان سے اترے، ایک کے
اتھ میں آفتاب نقرئی، دوسرے کے ہاتھ میں طشت زمردیں، تیسرے کے ہاتھ میں جامہ سفید تھا۔ انہوں نے
حضرت خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طشت میں سات بار غسل دیا، پھر اس جامہ سفید کو آپ کے
ایب جسم اطہر کیا اور کہا ”جو اب چار گانہ دنیا میں آپ کو اختیار فرمانروائی مرحمت ہوا ہے۔ حضرت سرور
عالم نے دست مبارک وسط طشت میں رکھا، غیب سے ندا آئی، ”آپ نے وسط دنیا یعنی مقام بیت اللہ پسند
لیا“ اس وجہ سے ہم نے اس کو مسکوہ خلائق فرمایا۔“ (۳۸۷)

”حضرت عبدالمطلب نے جب خبر پائی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے کمال خوشی سے دیکھنے
اور ارادہ کیا۔ آمنہ خاتون نے فرمایا کہ تم حضرت کو ہرگز نہ دیکھ سکو گے اس لئے کہ جب حضرت پیدا ہوئے
ایک شخص آیا اور کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان سے باہر نہ نکالنا اور تین روز تک کسی کو نہ
نکالنا۔ عبدالمطلب کو یہ سن کر غصہ آگیا۔ اور تلوار کھینچ کر مکان میں جانے لگے ایک فرشتہ بڑی عظمت والا
حق تلوار ہاتھ میں لئے سامنے آیا اور کہا ہٹ جاؤ، جب تک تمام فرشتے آسمانوں کے نبی کریم کی زیارت
سے شرف نہ ہو لیں گے اور سلام نہ کر چکیں گے کسی کو دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔ جب فرشتے زیارت نبی کی
کر چکے تب عبدالمطلب نے حضرت رسول کریم کو دیکھا۔ بہت خوش ہوئے۔“ (۳۸۸)

ان متذکرہ بالا چند مثالوں کے علاوہ میلاد ناموں میں بے شمار حیرا معقول روایات بیان کی گئی ہیں۔ کئی
محققین نے ایسی روایات کو صاف طور پر غلط قرار دیا ہے۔ حافظ عبداللہ کلثومری نے ایسی روایات کے
بارے میں لکھا ہے:

”مولود کی اکثر کتابوں میں جھوٹی روایتیں لکھی ہیں۔ انہوں نے بعض وضعی
روایات کی مثالیں بھی دی ہیں اور واضح طور پر کہا ہے کہ ایسی باتیں کفر میں داخل
ہیں۔“ (۳۸۹)

میلاد ناموں میں لکھی گئی روایات کے بیان کے ضمن میں سید سلیمان ندوی نے سات اسباب پر بحث
کی ہے۔ (۳۹۰) ان کے نزدیک ان روایات کے پیدا ہونے کی بڑی وجہ ایسے مولود خواں ہیں جن کی دسترس
میں صحیح روایات نہیں تھیں اور علم سے محروم تھے۔ انہوں نے اپنی خدا داد ذہانت اور قوت انتزاع سے
ان واقعات کو لطائف صوفیانہ اور مضامین شاعرانہ میں بیان کیا مگر سننے والوں نے انہیں روایت کی حیثیت
سے دی یا بعد میں ان بیانات نے روایت کی صورت اختیار کر لی۔ اس طرح سے واقع میلاد میں وضعی
روایات آگئیں اور انہی روایات کو واعظوں اور میلاد خوانوں نے امر واقعہ سمجھ لیا اور اسے بطور معجزہ پیش
کر دیا۔ سید سلیمان ندوی نے قریباً تیس (۳۰) روایات کی نشاندہی کی ہے جو ان کے نزدیک وضعی ہیں
مگر اہل سیر اور دیگر مصنفین نے انہیں فضائل نبوی میں شمار کیا ہے۔ (۳۹۱)

میلاد ناموں میں بیان کی گئی روایات کا تذکرہ کرتے ہوئے، ڈاکٹر انور محمود خالہ لکھتے ہیں:

”اردو میلاد ناموں میں کئی روایات محض العقل ہیں، مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کرنے سے نو لاکھ برس پہلے نور محمدی پیدا کیا، پھر لوح و قلم، کرسی و عرش، زمین و آسمان، ارواح اور قرشتے و غیرہ اسی نور سے پیدا ہوئے یا یہ کہ ولادت کے بعد ابر کا ایک ٹکڑا آیا اور آپ کو اٹھا کر لے گیا اور غیب سے آواز سنائی دی کہ محمد کو ملکوں ملکوں پھراؤ اور سندروں کی تنوں میں لے جاؤ یا یہ روایت کہ جب آپ گوارہ میں تھے تو آپ چاند سے اور چاند آپ سے باتیں کرتا تھا اور انگلی سے آپ اس کو جدھر اشارہ کرتے تھے وہ اُدھر جھک جاتا تھا، معراج کی شب عرش پر عیسیٰ سمیت جانا، جیسی روایات بھی ان میلاد ناموں میں درج ہیں۔ جن کو تسلیم کرنے میں تامل ہوتا ہے۔“ (۳۹۲)

میلاد ناموں کے مصنفین و شعراء نے عام طور پر اپنے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا بلکہ صرف نقل ہے۔ روایت ہے۔۔۔ اہل سیر نے لکھا ہے۔۔۔ ارباب تواریخ رقم طراز ہیں۔۔۔ مفسرین نے لکھا ہے۔۔۔ کتب شامل میں ہے، وغیرہ جملوں سے آغاز کر کے روایت نقل کر دیتے ہیں جبکہ ان میلاد نگاروں نے قرآن مجید، احادیث نبوی، سیرت، تاریخ اور تفسیر کی مستند کتابوں سے بھی مواد حاصل کیا ہے۔ ان کا عمومی ماخذ کتب شامل و دلائل ہیں۔ بعض میلاد نگاروں نے اپنے ماخذ کے حوالے دیئے ہیں مثلاً مولوی مجیب اللہ نے اپنے میلاد نامہ ”شمس الضعیفی میلاد مصطفیٰ“ میں ان کتابوں کی نشاندہی کی ہے، جن سے روایات لی گئی ہیں:

مدارج النبوت، معارج النبوت، الشفاء (قاضی عیاض)، مواہب اللدنیہ، روضۃ الاحباب، جامع ترمذی، سنن نسائی، تفسیر کبیر، (امام رازی) تفسیر شاہ عبدالعزیز دہلوی، شفاء الصدور، تاج القصص، کشف الاسرار، میلاد الرسول، ابن ہوزی (۳۹۳)

اسی طرح کئی دیگر میلاد نگاروں نے کتب حوالہ جات کا ذکر کیا ہے۔ اور ان میں بیشتر ایسی روایات مذکور ہیں جو معتبر کتب سیرت میں پائی جاتی ہیں۔ غیر معتبر روایات شاعرانہ رنگ آمیزی اور مجلسی تقاضوں کی وجہ سے آگئی ہیں اور اس قسم کی بیان کردہ روایات کو مستند فضائل و برکات کے ذخیرہ کثیرہ سے الگ کرنا، کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ فی الحقیقت یہ انہی میلاد ناموں کی عطا ہے کہ ان کے ذریعہ سے عام الناس میں میلاد و سیرت کے مضامین کی بھرپور ترویج و اشاعت ہوئی ہے اور تبلیغ دین کا موثر اور اہم ذریعہ ثابت ہوئے ہیں۔

میلاد ناموں کا مخصوص لب و لہجہ

میلاد نامے سبزی، شعری اور مخلوط انداز میں سادہ، آسان اور عام فہم زبان میں لکھے گئے ہیں اور ان میں بعض بہت پر تکلف اور پر شکوہ زبان میں تحریر کئے گئے ہیں۔

میلاد کے موضوع کے اعتبار سے میلاد نگار کی سیرت طیبہ پر گہری نظر، تعلیمات رسالت سے قلبی تعلق، خیال و عقیدہ کی پختگی، زبان و فن پر عبور اور اس کی مناسبت سے الفاظ کے انتخاب میں بھی ایک پاکیزگی اور شائستگی کا احساس کارفرما رہنا چاہئے۔ میلاد و سیرت کے بیان میں کئی نازک مقامات و محسوسات سے گزرتا پڑتا ہے، وہاں عام قسم کی شعر گوئی کام نہیں آتی۔ اس میں کسی بھی ایسے لفظ کے استعمال سے اجتناب ضروری ہے جس سے بازاری زبان، عامیانہ یا سوقیانہ پن کا اظہار ہوتا ہو۔ نیز موضوع کے تقدس و احترام کی نسبت سے عام قسم کی شاعرانہ تزیینات و استعارات سے بھی گریز لازم ہے۔

میلاد ناموں کی شاعری خالصتاً "موضوعاتی شاعری" ہے۔ اس میں ہمیں اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس نظم میں کیا بیان کیا جائے گا۔ اس لحاظ سے ایسی موضوعاتی شاعری میں جدت و ندرت اور زبان و بیان کی چاشنی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ میلاد ناموں کی اس قلیل کی وصفیہ، خطابیہ اور بیانیہ شاعری کا دائرہ اثر اہمیت و وسع ہے۔ اس کی غالب وجہ بھی ان کا دلکش، محترم اور مخصوص پاکیزہ لب و لہجہ ہے۔ جس میں روزمرہ کی چاشنی، الفاظ و تراکیب کا حسن، محترم قوانین و روایات، مقبول بحرین اور زمیں پوری فنی صلاحیت اور قوت کے ساتھ استعمال کی گئی ہیں۔ ان فنی صلاحیتوں کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

"فنگار کی خوش ذوقی، فنی مہارت، بلیغ نظری، بھالیاتی احساس، روایات کا پاس، مشاہدات و تجربات کا تنوع، قادر الکلامی، اور ندرت فکر و خیال ایسی چیزیں ہیں جن کی بدولت ہر موضوع شاعری میں اہم بن جاتا ہے۔ شاعر کی جذباتی صداقت، اپنے موضوع سے پورا لگاؤ اور عقیدہ و اخلاص جو اسے کسی موضوع کو شعر کا قالب دینے پر مجبور کرتا ہے۔ از حد ضروری ہے۔ اس کے بغیر نہ موضوع کی اہمیت محسوس ہوتی ہے اور نہ فن کی عظمت۔" (۳۹۳)

اس جذبہ محبت و تعظیم کا والہانہ اظہار بے شمار میلاد نگاروں نے کیا ہے مثال کے طور پر نوازش علی شیدا، کفایت علی کافی مراد آبادی، حسن کاکوروی، امیر میثاقی، طلیل الرحمن واعظ سہارنپوری، غلام امام شہید، محمد اکبر خان وارثی میرٹھی، گوہر علی خاں گوہر رامپوری، طیش گورکھپوری، بیہم وارثی اور سیماب اکبر آبادی کی میلادیہ منظومات میں خلوص و اثر کی جملہ کیفیات پوری آب و تاب سے جلوہ گر نظر آتی ہیں۔

میلادیہ منظومات میں بے ساختگی، سلاست اور روانی بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ میلاد نگار قدرتا اور فطرتاً ہی کریم کے جذبہ محبت و احترام سے معمور ہیں۔ مثلاً

امیر میثاقی۔

چل مدینے وقت تو نے بند میں کھویا بست
رات اب تھوڑی ہے جاگ اے بے خبر سویا بست
جس روز مدینے کی طرف گھر سے چلیں گے
آنکھوں سے دواں ہوں گے سمجھی سر سے چلیں گے

مولانا احمد رضا خان بریلوی۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی
جس کو شایان ہے عرش خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
(۳۹۶)

میلاد نگاروں نے زبان و بیان کی پابندیوں کے باوجود اپنے مخصوص لب و لہجہ میں اپنے جذبہ بے اختیار کو بھی بیان کیا ہے۔ یہ ایسا جذبہ ہے جو انسان کے اپنے بس میں نہیں۔ اس پر نہ ضبط سے قابو پایا جاسکتا ہے اور نہ کوشش سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ عشق کی ایسی آگ ہے کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے۔ اس جذبہ بے اختیار کو قاری محسوس کرتا ہے۔ میلاد یہ منظومات میں سوز دل کی اس آج نے کیف آور اور وجدانی کیفیات پیدا کر دی ہیں۔
امیر مٹائی۔

جب مدینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں
میں کون روضہ پر نور رہا کتنی دور
ساتھ والے کہیں اب آتا ہے اب آتا ہے
(۳۹۷)

مولانا احمد رضا خان بریلوی۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں وہ عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد
(۳۹۸)

میلاد نگاروں نے پاکیزہ و متین اور مخصوص لب و لہجہ میں جو کچھ کہا ہے وہ جذب و روں سے مجبور ہو کر کہا ہے اور نبی کریمؐ سے والہانہ محبت و شفیقتی کو قلب و روح کی گہرائیوں میں اتار کر اور احساس و جذبہ کی پوری شدت و صداقت سے کہا ہے۔ اسی کا اثر ہے کہ میلاد یہ شاعری نسبت محمدیؐ کے طفیل انہیں بھی حیات جاویداں عطا کر گئی ہے۔

میلاد ناموں کی بیستوں کا تنوع

میلاد کا تعلق موضوع سے ہے، کسی مخصوص حیرت سے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میلاد ناموں میں تنوع و انظم کے تمام اسالیب موجود ہیں۔ جس زمانے کا میلاد نامہ ہو گا، اسی زمانے کی تمام موجودہ اصناف و اسالیب

ان میں اپنے مخصوص انداز میں جھلکتی نظر آتی ہیں۔ شعری انداز بیان میں میلاد کا اپنا کوئی عروضی بیان نہیں ہوتا۔ میلاد یہ منظومات یا منظوم میلاد نامے ہستی اعتبار سے مثنوی، قصیدہ، مخمس، مسدس، رباعی، قطعه، ثلث، ترجیع بند، ترکیب بند اور مستزاد وغیرہ ہر مستعمل بیئت میں لکھے جاسکتے ہیں اور ان کی مثالیں موجود ہیں۔ موضوعاتی لحاظ سے حمد، نعت، منقبت، قصیدہ، مرثیہ، دعا و مناجات اور اسالیب کو مد نظر رکھتے ہوئے اردو و سلام، لوری، جگجوری، سرا اور گیت وغیرہ جیسی متنوع بیستوں میں لکھی گئی ہیں۔ اس لحاظ سے میلاد نگاری میں اصناف شعر کو ہم عروضی اور موضوعی دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ عروضی اصناف کا اپنا ایک خاص عروضی ڈھانچہ موجود ہے جبکہ موضوعاتی و اسالیبی اصناف میں ان کے موضوعات ہی ان کا امتیازی صنف ہیں اور انہیں کسی بھی عروضی پیکر میں ڈھالا جاسکتا ہے۔ اس لحاظ سے میلاد یہ منظومات موضوعات و مضامین کی کثرت، تشبیہات و استعارات، تلمیحات، صنائع لفظی و معنوی اور تہذیبی و سماجی مناظر کی جھلکیاں اسے ایک امتیازی شان اور مخصوص رنگ و آہنگ بخشتی ہیں۔

مسلمانوں کے مذہبی تصورات نے ابتدائی اردو شاعری کے اسالیب پر گہرا اثر ڈالا۔ ان منظوم و مخلوط اصناف میں حمد و مناجات اور میلاد و نعت کے مضامین کار ثواب سمجھ کر اور ان میں قرآنی آیات و احادیث اور بھی مکمل یا جزوی طور پر پابند ہونا اسی سبب سے ہے۔

میلاد یہ منظومات میں وصف کے عمدہ سے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ اس طرح سے بدعت رسالت مابین وصف نگاری، جزئیات نگاری اور بیانیہ نگاری کی صورتیں نکل آتی ہیں۔

میلاد یہ شاعری میں تہذیبی و سماجی اور ہندوستانی اثرات کے زیر اثر فارسی، اردو اور ہندی کی مختلف شکلیں موجود ہیں۔ سرا ہندی سے بیان معراج کے سلسلہ میں نبی کریمؐ کے سرے، اور دیگر ہندی اثرات سماجی عوامل کے تحت دوہے، گیت اور لوریاں بھی لکھی گئی ہیں۔

میلاد نامے جزوی طور پر سیرت اور تاریخ ہیں اور شرعی روایت کا حصہ ہیں لیکن فنی پہلو کے لحاظ سے یہ منفی اظہار ہے۔

میلاد بلحاظ بیئت

قصیدہ و مرثیہ، نظم، مثنوی، مسدس، مخمس، مسدس، رباعی، قطعه، ثلث، ترکیب بند، ترجیع بند اور

اور

موضوعاتی لحاظ سے

حمد، نعت، منقبت، دعا، مناجات۔

اسالیب کے لحاظ سے

اردو و سلام، لوری، جگجوری، فریاد، سرا، گیت اور سابق نامہ وغیرہ۔

میلاد نگار کسی بھی ہستی یا موضوعاتی پیکر کو استعمال کرے لیکن میلاد کے موضوع کے احرام میں

ضروری ہے کہ نپے سے الفاظ، حسن خطاب اور حسن بیان کے ساتھ عقیدے کی تفصیلات اور پارکیوں کو صحت کے ساتھ لے کر چلے کیونکہ تعمیل کی پرواز میں صادق الہیائی پر حرف نہیں آنا چاہئے کیونکہ جس بارگاہ میں با آواز بلند گفتگو بھی سونے اوپر قرار پائے اس بارگاہ کے آداب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ (۳۹۹)

میلاد کی محفلوں اور مجلسوں میں ترنم سے پڑھنے کے لئے بالعموم غزل کی ہیئت زیادہ مقبول رہی۔ غزل میں سامع پرودہ کی کیفیات بستر طور پر پیدا ہوتی ہیں۔ میلاد کے مضامین کے اظہار کے لئے دوسری مقبول صنف قصیدہ رہی ہے۔ اس میں میلاد نگاری کی ایک طویل روایت موجود ہے۔ قصیدے کی مقبولیت کی غالب وجہ اس میں شوکت الفاظ، زور بیان، مضمون آفرینی، ترکیب کا طعطرانہ اور اظہار علم و فضل ہے۔ غزل و قصیدہ کے بعد مثنوی کا کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ اس میں کسی واقعہ کو تسلسل سے بیان کرنے اور فطری مناظر کو برقرار رکھنے کے لئے جداگانہ ردیف و قافیہ کی آزادی موجود ہے۔ میلادیہ منظومات کا ابتدائی دور کا سرمایہ مثنوی کی صورت میں تخلیق ہوا۔ دکنی دور کے میلاد نامے مثنوی کی ہیئت میں لکھے گئے ہیں۔

میلاد نگاری کے سلسلہ میں دیگر عروضی و موضوعاتی اصناف شاعری کو بھی استعمال کیا جاتا رہا ہے مگر تعداد کے لحاظ سے دیگر تمام ہیئتوں کا استعمال غزل قصیدہ اور مثنوی کی نسبت کم ہے۔ میلاد نگاروں نے سدس، مثنی، رباعی، مثلث، ترجیع بند، ترکیب بند اور مستزاد وغیرہ ہیئتوں کو بھی استعمال کیا ہے اور ان کے علاوہ دیگر موضوعاتی و داخلی اسالیب حمد، نعت، منقبت، دعا، مناجات، درود و سلام، فریاد، لوری، سہرا، اور ساقی نامہ وغیرہ کے نمونے بھی میلاد ناموں میں داخل اور جانچا جاتے ہیں۔ ہندی اثرات کے تحت گیت، راگ اور دوہے کی ہیئت کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے میلاد نگاروں نے شرو، نظم کی مروجہ اصناف مستعمل ہیئتوں اور متنوع اسالیب کو اپنے موضوع کے بیان کے لئے استعمال کیا ہے اور ان تمام اصناف سخن کی خوبیوں اور خصوصیات سے فائدہ اٹھایا ہے۔

میلاد ناموں میں آپ کے میلاد و سیرت کے جملہ چلوں کو تاریخی پس منظر میں نظم کیا گیا اور انہی منظومات سے متاثر ہو کر دور جدید میں روایت و درایت اور صحت و واقعات کو ملحوظ رکھ کر حقیقت جانندہ مری اور محشر رسول ہمگری وغیرہ نے آپ کی سیرت کو مربوط انداز میں نظم کیا ہے۔

میلادیہ منظومات میں اصلاحی روش بھی اختیار کی گئی ہے اور ان کا بنیادی مقصد عقائد میں پختگی، اسوہ حسنہ اور ذکر نبی کو عام لوگوں تک پہنچانا ہے۔ محمد باقر گکھ نے بہشت بہشت اور نوازش علی شیدا نے اعجاز حسنہ اور ذکر نبی کو عام لوگوں تک پہنچانا ہے۔ محمد باقر گکھ نے بہشت بہشت اور نوازش علی شیدا نے اعجاز احمدی صحت روایات کا لحاظ رکھ کر اور غلط عقائد کی اصلاح کے لئے لکھی ہیں۔

آپ کے توہمینی انداز میلاد میں آپ کی سیرت مبارکہ کی صفت و ثناء، جمال ظاہری، اخلاق حمیدہ، معجزات اور پیغام نبوت کو بیان کیا گیا ہے۔ عشقیہ انداز میلاد میں میلاد نگاروں نے آپ کی ذات اقدس سے بھرپور والہانہ الفت و عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ اور آپ کے متعلقات (لباس، پیچ، مٹکین مبارک وغیرہ) روضہ رسول پر آپ سے ووری اور مجھری کی وجہ سے حاضری کی ترب، روضہ اقدس پر درود و سلام کا وید آفرین منظر اور دیگر احوال کو قلبی جذبات و احترام کے ساتھ بیان کیا ہے۔ میلاد نگاری میں والہانہ فیضی، جذبہ و انداز کم و بیش ہر میلاد نگار کے ہاں نظر آتا ہے مگر نوازش علی شیدا، کفایت علی کافی مراد آبادی، ش

سنت اللہ لکھنوی، غلام امام شہید، صوفی احمد خاں اکبر آبادی، محمد اکبر خان وارثی میرٹھی اور بیدم وارثی
انہی کی منظومات میں کافی نمایاں اور موثر ہے۔

دروود و سلام کی منظومات میں شفاعت طلبی اور حصول ثواب کے لئے کیف و اثر کے عناصر خاص تاثر
پہنچاتے ہیں۔

میلاد ناموں میں سے بستی و موضوعاتی اور مختلف اسالیبی لحاظ سے ان کی چند مثالیں درج ذیل ہیں :

مثنوی

مثنوی الہی مسلسل نظم ہے جس کا ہر شعر مختلف قافیہ میں ہوتا ہے لیکن ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم
قافیہ ہوتے ہیں۔ اس میں ہر قسم کے واقعات و معاملات بیان کئے جاتے ہیں۔ محسن کا کوہی کی صبح بخلی اور
چرخ کعبہ و گچہپ اور پر تاثیر مثنویاں ہیں۔ دور حاضر میں حقیقہ جالندھری کا ”شاہنامہ اسلام“ ایک طویل
مثنوی ہے۔ غلام امام شہید نبی کریم کے جسم مقدس کا سایہ زمین پر نہ پڑنے کا معجزہ بیان کرتے ہوئے لکھتے
ہیں :

محمدؐ کے مابعد جبک میں نہیں
ہوا ہے نہ ایسا نہ ہو گا کہیں
یہ شہی رمز جو اس کے سایہ نہ تھا
کہ رنگ دوئی واں سایا نہ تھا
نہ ہونے کا سایہ کے تھا یہ سبب
ہوا فرش پوشش میں کعبہ کی سب
جہاں تک کہ تھے یاں کے اہل نظر
سمجھ مایہ نور کحل البصر
سموں نے لیا پتلیوں پر اٹھا
نہیں ہے نہ سایا کو کرتے دیا
سایا کا پتلی کے ہے یہ سبب
وہی سایہ آنکھوں میں پھرتا ہے اب
(۳۰۰)

مسدس

مسدس میں پہلے چار مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں اور پانچواں : چھٹا مصرعہ ہم قافیہ اور ہم
ردیف ہوتے ہیں۔ طویل اور مسلسل منظومات کے لئے اس کا استعمال بہت ہوا ہے۔ مولانا حالی کا مسدس
”ہجر اسلام“ بھی اس کا مشہور نمونہ ہے۔ مولود عطار سے نمونہ ملاحظہ ہو :

جس جا پہ پڑھی جاتی ہے نعت شہ ابرار
واں لاتے ہیں تشریف شریف احمد مختار
آتے ہیں ملک دیکھنے اس بزم کا دیدار
اور پڑھ کے درود آل محمد پہ وہ سو بار
کہتے ہیں، سنے سب نے دربار ہے محفل
کیا خوب لکھی تو نے یہ عطار ہے محفل
(۳۰۱)

خمیس

پانچ پانچ مصرعوں کا بند جس میں چار مصرعے ہم قافیہ اور پانچواں خلاف قافیہ ہوتا ہے، کبھی ہر بند کا
پانچواں مصرعہ مکرر آتا ہے۔ اس کے لئے کسی خاص مضمون، وزن یا بندوں کی تعداد کی قید نہیں ہے۔ اکثر
میلادیہ موضوعات کے بیان کے لئے شعراء نے یہ بیان اختیار کیا ہے۔

اسے پر وہ نہیں کہتے کہ پر وہ ہے یہ کیا پر وہ
کہ پر وہ نام کا اک رہ گیا سب اٹھ گیا پر وہ
جو پر وہ ہے تو اتنا ہے نہیں اس کے سوا پر وہ
احمد میں اور احمد میں فقط ہے میم کا پر وہ
جسے پہچاننا آتا ہے وہ پہچان جاتا ہے
(۳۰۲)

رباعی

بتاؤٹ کے لحاظ سے پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرعہ لازماً ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔ تیسرا مصرعہ اس
قید سے آزاد ہوتا ہے۔ ان چار مصرعوں میں ایک مکمل مضمون ادا کیا جاتا ہے۔

ہوش رہا ستم گرا ماہ لقا تو کون ہے
میر و قرار لے گیا جج جج جتا تو کون ہے
کی جو نگاہ چار سو دیکھا اسی کو روید
کوئی نظر تمہیں پڑا تیرے سوا تو کون ہے
(۳۰۳)

مطلع کی قید سے آزاد اور اشعار کی تعداد کی پابندی سے مبرا ہوتا ہے۔ ہر شعر کا دو سرا مصرعہ قافیہ و ریف سے مزین ہوتا ہے۔ قطعہ کا ایک وصف خاص حقیقت نگاری ہے۔ میلاد نگاروں نے اسی وصف کی بدولت مذہبی و اخلاقی موضوعات کو بیان کیا ہے۔

عرش کا پایہ پکڑ کے یوں کہیں گی فاطمہ
اے خدا فریاد ہے میری تو عالیشان ہے
داو دے میرے شہیدوں بیکسوں مظلوم کی
صاحب انصاف ہے تو ہی مرا رحمان ہے
(۳۰۴)

مثالث

اس میں پہلے تین مصرعوں کا ایک قافیہ ہوتا ہے باقی بندوں میں دو دو مصرعوں کا قافیہ علیحدہ اور تیسرے مصرعے میں پہلے بند کا قافیہ ہوتا ہے۔

تسلی دیجئے دوش نبی کے شہسواروں کو
جب حضرت حسنین دوتوں ماہ پاروں کو
ذرا تو پوچھئے پیاروں سے کیا حالت تمہاری ہے
(۳۰۵)

ترجیع بند

مخمس اور سدس کے انداز میں بھی ملتے ہیں۔ اس میں پہلے بند کے بعد آنے والا ٹیپ کا مصرعہ یا شعر ہر بند کے بعد بینہ دہرایا جاتا ہے۔

ذکر رسول پاک ہے فخر زمان انس و جن
روح کو اس سے ہے سرور قلب ہے اس سے مطمئن
ولولہ دل بیوان ہے قوت خاطر من
سنئے اگر بہ مکوش ہوش درد ملک ہے رات دن
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
(۳۰۶)

اس میں مصرعے کے بعد ایک ٹکڑے کا اضافہ ہوتا ہے اور قافیہ و ردیف اسی اضافہ شدہ جزو میں ہوتے ہیں۔ نعت کے اعتبار سے نزل سے مختلف لیکن موضوع کے اعتبار سے ہمنوا صنف ہے۔ مثال دیکھئے :

روکے صدیق یہ کہتے تھے نہیں جینے کے ہم — چشم گریاں کی قسم
ایک دریا ہے کہ آنکھوں سے ہے جاری اس دم — جوش طوقاں کی قسم
(۳۰۷)

حمد

حمد میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور بزرگی و برتری بیان کی جاتی ہے۔ پاکیزہ زبان، شستہ و رنقہ الفاظ کا انتخاب اور استثنائی مودب لہجہ اختیار کرنا چاہئے۔ قدیم و جدید تمام میلاد ناموں کی ابتداء میں حمدیہ اشعار ملتے ہیں۔

حمد کے لائق وہی ہے ذوالجلال
جس نے عالم پر کیا لطف و نوال
کیا عیاں ہو قدرت ایزد تعال
ہے بشر کی اس جگہ عاجز مقال
ہیں اسی کی یاد میں ہر صبح و شام
جتنے عالم کے ہیں ذرے بس تمام
لم یزل ہے نور کی اوسکی ضیا
ابتداء جس کی نہیں اور انتہا
(۳۰۸)

نعت

نعت میں نبی کریمؐ کی مدح پاک بیان کی جاتی ہے۔ ہر میلاد نگار نے حمد و مناجات کے بعد آپؐ کی نعت لکھی ہے۔ نعت کے اجزائے ترکیبی میں اپنے درپیش مصائب و آلام کا اظہار کر کے نبی کریمؐ کے حضور فریاد، مشکل کشائی، حاجت روائی اور استدعا طلبی بھی شامل ہے۔ محسن کاکوروی، امیر مینائی، احمد رضا خاں بریلوی، بیدم وارثی اور یمنزاد لکھنوی وغیرہ کا نعتیہ کلام بہت وسیع ہے۔

دعویٰ ہے کس کو نعت رسالت مآب کا
دریا کو طے کرے نہیں یارا حباب کا
روز ازل سے مدح کرے جس کی ذوالجلال

اس کی ثنا بشر سے ہو اتنی کہاں مجال
مشکل کشائے جن و بشر دافع الم
حاجت روئے ہر دو جہاں واسع الم
کوہ وقار کلن سقا سید الم
جاری جس کی ذات مقدس کا فیض عام
ای شجر انبیائے جہاں شافع الم
عاشق کے حال پر بھی ذرا سمجھ کریم
(۳۰۹)

منقبت

جن اشعار میں صحابہ کبار یا بزرگان دین کی تعریف کی گئی ہو، منقبت کہلاتے ہیں۔ محمد باقر آگاہ، 'نسخہ'
شاہ رونق احمد رافت، 'کافی مراد آبادی'، امیر میثقی، 'احمد رضا خاں بریلوی اور محمد اکبر خان وارثی میرٹھی کے
میلاد ناموں میں بکثرت مناقب کے اشعار ملتے ہیں۔

یو بکر ہے ابر سقا بحر عطا عادل عمر
عثمان ہے حنچ گوہر کان جواہر ہے علی
یو بکر طوٹی کا شجر اور شافع ہے اس کی عمر
عثمان برگ سبز ہے اور میوہ تر ہے علی
یو بکر ہے سرو سہی مگر تو قد شمشاد ہے عمر
عثمان بہار بوستان بارخ منور ہے علی
یو بکر ہے بوئے عود مگر تو بوئے صندل ہے عمر
عثمان بوئے مشک ہے اور بوئے عنبر ہے علی
(۳۱۰)

وعا

دعا میں براہ راست اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ میلاد ناموں اور قصائد کے آخر میں دعا کے
بعد دعا کی ایک طویل روایت موجود ہے:

الحی بانی محفل سلامت
رہے باعافیت جب تک جہاں ہے
ترے محبوب کی محفل میں اس دم

جو حاضر کو دک و چر و بوال ہے
 مرادیں سب کی حاصل ہوں خدایا
 ترے در تک رجوع بندگاں ہے
 دعا سے دعا ہوتا ہے حاصل
 تو ایسا کارساز دو جہاں ہے
 (۳۱۷)

کفایت علی کافی کی مناجات کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یا الہی حشر میں خیرالورا کا ساتھ ہو
 رحمت عالم جناب مصطفیٰ کا ساتھ ہو
 یا الہی یہی دن رات میری التجا
 روز محشر شافع روز جزا کا ساتھ ہو
 یا الہی آئے جس دن گرمیوں پر آفتاب
 اس سزاوار خطاب والضحیٰ کا ساتھ ہو
 (۳۱۸)

قصیدہ

قصیدہ اپنی ہیئت اور اسلوب دونوں کے اعتبار سے عربی اور فارسی سے ماخوذ ہے۔ اس کی بحر شروع سے آخر تک ایک ہی ہوتی ہے۔ پہلے شعر کے دونوں مصرعے اور باقی اشعار کے آخری مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں۔ "شمیدیہ قصائد میں چاروں اجزا تشبیب، مدح، گریز اور دعا ہوتی ہے جبکہ مدحیہ قصائد میں تشبیب اور گریز کے بعد براہ راست مدح شروع ہو جاتی ہے۔" (۳۱۳) میلادیہ قصائد میں کم و بیش یہی اجزاء موجود ہیں۔ ملک خوشنود، نصرانی، کفایت علی کافی، شاہ سلامت اللہ لکھنوی، محسن کاکوروی اور امیر مینائی کے ہاں مختلف النوع میلادیہ قصائد ملتے ہیں۔ شمدیدی کے ایک قصیدہ کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

ہے سورہ والشمس اگر روئے محمدؐ
 واللہ کی تفسیر ہوئی موسیٰ محمدؐ
 جب روئے محمدؐ کی نظر آئی تجلی
 سمجھا میں شب قدر سے کیونے محمدؐ
 گلست گلستان پہ پڑھو صل علی تم
 ہر پھول کی پتی میں رہی بوئے محمدؐ
 (۳۱۴)

مرثیہ

منظوم وفات نامے مرثیہ (ELEGY) کے زمرے میں آ جاتے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں اس سے مراد اظہار غم کی مختصر نظم ہے جس کی وجہ تخلیق کسی محبوب یا قابل احترام ہستی کی وفات ہو۔ (۳۱۵) منظوم وفات ناموں اور دیگر مرثیوں نے اردو میں بیانیہ شاعری کی ساری کئی کو دور کر دیا ہے۔ مرثیہ نگاری میں توح اور حقیقت نگاری ضروری ہے۔

جہاں میں شور محشر کسی قدر ہے
قیامت رطت - خیر البشر ہے
ملک جن و بشر ہیں زار و تالاب
زمین و آسمان بھی نوحہ کر ہے
اندھیرا کیوں نہ ہو سارے جہاں میں
چھپا پروے میں وہ رشک قمر ہے
(۳۲۱)

درد و سلام

قریباً ہر میلاد نامے میں شفاعت طلبی اور حصول ثواب کے لئے ایک مستقل عنوان کے تحت درد و سلام لکھے گئے ہیں۔

درد و شریف پڑھنے کے بارے میں مولود عطار اور مولود آئینہ شفاعت سے دو نکلے بطور نمونہ ملاحظہ

ہوں:

مولود عطار:

جب مجھ سے نام محمدؐ سنو درد پڑھو
نہ بیٹھو چپکے یہاں اے مومنو درد پڑھو
عزیزو میرا یہ کہنا کرو درد پڑھو
تمام جسم میں خوشبو ملو درد پڑھو
دلخ جاں کو معطر کرو درد پڑھو
(۳۱۷)

مولود آئینہ شفاعت:

مولود مصطفیٰ کا بیاں ہے پڑھو درد
ہر سو خدا کا نور عیاں ہے پڑھو درد
آلہ رسول جہاں ہے پڑھو درد

خوش خوش ہر اک ہر د ہواں ہے پڑھو درود
جس دم پڑھا درود معطر دھن ہوا
ذکر رسول پاک سے وہ گھر چین ہوا
(۳۱۸)

مجلسی و میلادی ضروریات اور اہمیت کی وجہ سے درود و سلام کے موضوع پر بے شمار گلدستے مرتب ہوئے ہیں۔

لوری یا جھولنا

لوری کی مثالیں دنیا کی مختلف زبانوں میں موجود ہیں۔ کئی اور دیگر شعراء کے میلاد ناموں میں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ میلاد گوہر اور میلاد صوفی وارثی میرٹھی سے دو مثالیں ملاحظہ کیجئے۔
میلاد گوہر، حلیمہ سہیلؒ یہ کہہ کر سلاتی ہیں:

تجھے دے رہی ہوں لوری تجھے کر لوں پیار سو جا
کہ تو جاگتا ہے راتوں مرنے ہو شیار سو جا
میری سحر کا قبیلہ ہوا باغ باغ تجھ سے
مرا دودھ پینے والے گل نوہار سو جا
تری چاند سی جبین پر مری روح ہو تھنق
تری مست آنکھوں پر مری جان بٹار سو جا
(۳۱۹)

میلاد صوفی وارثی میرٹھی:

سو جا سو جا پیارے محمدؐ میں تجھ پر بلہاری
گورے گورے مکھڑے پہ صدقہ خدائی ساری
کالی کالی زلفوں والے تجھ پہ حلیمہ واری
سو جا سو جا
(۳۲۰)

جھولنے کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

جھولتے تھے جو نور خدا جھولنا
تھا وہ اک نور کا خوشنما جھولنا
قدسیوں نے ہلا کر کہا جھولنا
جھولو جھولو حبیب خدا جھولنا

چاند سورج تعلق ہوئے آپ پر
چاند سے آپ تھے چاند سا جھولنا

(۳۲۱)

اور جب جبرئیل امین معراج کے لئے بیگانا چاہتے ہیں تو ایسے موقعوں پر شعراء نے جگہ جگہ لکھی ہیں۔
ایک جگہ دیکھئے:

شب معراج ہے اے دین کے سرور جاگو
طالب دید ہے خود خالق اکبر جاگو
ہیں کھڑے آپ کی خدمت میں فرشتے اتنے
اور حاضر ہے براق آپ کے در پر جاگو
منہر آپ کا ہے عرش چہ خلاق جہاں
وقت سونے کا نہیں شافع محشر جاگو
آسمانوں کو بہت شوق ہے پیابوسی کا
فلک ارفع کے اے ماہ منور جاگو
(۳۲۲)

سرا

یہ اردو میں خاصے کی چیز ہے۔ اس نظم میں شادی کے وقت رشتہ داروں کو مبارکباد دی جاتی ہے اور دولہا کی شان و شوکت کا حال بیان کرتے ہیں۔ معراج النبی کا ذکر قریباً سب میلاد ناموں میں موجود ہے اور ان واقعات معراج کو الگ طویل نظموں کی صورت میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ شعراء نے معراج کے بیان کی ابتداء میں عرش بریں پر تشریف لے جانے کی نسبت سے آپ کے سرے لکھے ہیں۔
ایک سرے سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

معراج کی شب بن سخن کے چلا محبوب دلارا خوب بنا
جبرئیل پکارے صل علی رمن کا دل آرا خوب بنا!!
والعس کا عاذہ رخ پہ ملا واللیل کی سکتھی زلف میں کی
آنکھوں میں لگا مازغ کا سرمہ احمد پیارا خوب بنا!!
تن چھین لیو من موہے لیو اے کالی کملیاں والے بنا
کہتے تھے ملک خوش ہو ہو کر محبوب پیارا خوب بنا
جب عرش پہ اس کا جلوہ ہوا اور پاؤں دفنی تندی پہ رکھا
پردے سے نکل یہ حق نے کما محبوب ہمارا خوب بنا!!

تضمین

میلاد ناموں میں اکثر کسی دو سرے شاعر کے مصرع یا شعر پر مصرع لگا کر تضمین کی گئی ہے۔ اس کی چند صورتیں ہیں، ایک مصرع پر ایک مصرع، ایک بیت پر ایک مصرع یا ایک مصرع پر شعر لگا کر مثلث کرنا، مطلع پر مطلع لگانا، بیت پر تین مصرعے لگا کر خمس کرنا، بیت پر چار مصرعے لگا کر سدس کرنا، شعر پر متعدد اشعار لگا کر قطع بند کرنا۔ معراج نامہ، اکبر وارثی میرٹھی سے تضمین پر شعر سعدی کی ایک مثل درج ذیل ہے:

وہ حبیب حق شد نیک خو کہ یہ دین جس کا ہے چار سو
گیا ہر سیر مقام حو رہا کوئی پردہ نہ دوید
یہ مزے مزے کی تھی گفتگو کہ ہے خوش پیارے حبیب تو
ہوئی پوری وصل کی آرزو یہ صدا بلند تھی کو بہ کو !!

بَلَّغِ الْعَالَمِ بِكَلِمَةٍ كَشَفَ الْحُجَى بِصَلَاةٍ
حَسَنَتْ جَمِيعُ خِصْلَةٍ صَلَّوْا عَلَيْكَ وَالِدِ
(۳۲۳)

گیت

گانے کی چیز کو گیت کہتے ہیں۔ اس میں سرآل کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور اس کا موسیقی سے گہرا رہا ہے۔ میلاد ناموں میں بھی ہندی زبان و بیان اور سلتی و معاشرتی عوامل کے تحت میلاد ناموں میں بھی گیت لکھے گئے ہیں۔

تورے ہجر میں حق کے پیارے نبی
مورا چین گیا موری نیند گئی
اب در پہ تمہارے آن پڑی
مورا چین گیا موری نیند گئی
(۳۲۵)

مولود سعیدی:

سدا لے موری موہے سرآجا
سدا لے کل راجن کے راجا
(۳۲۶)

میلو طیش :

مدتے ہوں وصل کی راتن کے قریاں ہوں واں کی پاتن کے
 واری ہوں میں واں کی چتون کے بلوا لو عربستان میں
 (۳۲۷)

دوسرا باب

محركات و ماخذ / عربی، فارسی پس منظر

میلاد کے محرکات

عقیدت و محبت کا اظہار، اطاعت رسولؐ کا جذبہ، استدعا و شفاعت طلبی، خیرِ بھائی اور حصولِ ثواب، مولود میں حضورؐ کی تشریف آوری، صوفیاء کی محافل میلاد میں دلچسپی، علمائے بریلی اور مجالس میلاد، سالانہ اعراس کی تقاریب، نجی خوشی پر محفل میلاد کا انعقاد، سیرت النبیؐ کے جلسے اور مشاعرے ذرائع ابلاغ عامہ۔

مجالس میلاد کے انعقاد اور کتب میلاد کی تصنیف و تالیف کے کئی محرکات ہیں۔ اس کے اساسی محرکات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کا اظہار، اطاعت کا جذبہ، استدعا و شفاعت طلبی، خیرِ بھائی اور حصولِ ثواب کے علاوہ یہ عقیدہ بھی شامل ہے کہ مولود میں حضور رسالت مآبؐ تشریف لاتے ہیں۔ ثانوی محرکات میں محافل میلاد و مولود کی ترویج و فروغ، سیرت نگاری کا شوق، شعراء و صوفیائے کرام کا مجالس میلاد کی طرف خصوصی رجحان، میلادیہ و نعتیہ مشاعرے اور درود و سلام کی محافل، سیرت النبیؐ کے جلسے اور ذرائع ابلاغ عامہ میں اخبارات و رسائل کی خصوصی اشاعتیں نیز ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی محافل میلاد نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

عقیدت و محبت کا اظہار

میلاد نگاری کے اساسی محرکات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکار کے ذریعے عقیدت و محبت، دلی وابستگی اور والہانہ شغفگی کے پاکیزہ جذبات کا اظہار ہے۔ اس محبت و عقیدت میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی خراج عقیدت پیش کرنے میں کبھی ہٹل اور کبھوسی سے کام نہیں لیا۔ دراصل نبی کریمؐ کی ذاتِ اقدس ہر زمانے میں ہر مذہب کے اہل فکر و دانش کے لئے انتہائی موثر اور جاذبِ نظر رہی ہے۔ میلاد نگاری کا تعلق دینی اساس، صدق و اخلاص اور عشق رسولؐ سے ہے۔ سید عالمؑ خدائے بزرگ و برتر کے نور کی اولیں جھلک ہیں۔ اس تصور نے بھی عقیدت مندی کے جذبات کو گہرائی عطا کی۔ ختمی مرتبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ارشادات، اسوہ حسنہ، اور عملی زندگی اس عرصہ آب و گل کو ستوارنے اور نکھارنے کا موجب بنی۔ اس لحاظ سے اس حسنِ کائنات و انسانیت کی تشریف آوری تمام دنیا کے انسانوں پر احسانِ عظیم ہے۔ آپؐ کی فضیلت و بزرگی کا اظہار میلاد نگاری کا اولین محرک ہے۔

”آپؐ کی ذاتِ اقدس سے محبت و وابستگی مسلمانوں کے لئے حاصلِ دین، پیمانہ ایمان اور اخلاص و صداقت کا معیار ہے۔ نبی کریمؐ سے ربط و تعلق جتنا پختہ گہرا اور راسخ ہو گا اسی درجہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، شریعت اسلامیہ سے وفاداری، عقیدہ توحید میں پختگی اور ایمان میں ثابت قدمی نصیب ہو گی۔“ (۱) اسی کی بناء

پہلے اللہ تعالیٰ نے بھی نبی کریمؐ سے عشق و محبت کو جزو ایمان قرار دیا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے: بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لئے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہیں۔ (۲) قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہے: سب لوگوں کو سنا قرآن دیجئے کہ اگر تم کو ماں باپ، بیٹے بیٹیاں، بہن بھائی، زن و شوہر اور مال جو تم نے جمع کیا اور تجارت جس کے خسارے کا تم کو ڈر لگا رہتا ہے اور وہ محل جن میں تم کو بستا اچھا معلوم ہوتا ہے (وہ سب) زیادہ پیارے ہیں، خدا اور رسول سے اور راہ خدا میں جہاد کرنے سے، تب تم متحیر رہو کہ خدا تمہارے لئے اپنا کوئی حکم بنا دے۔ (۳)

امام مسلمؒ نے، مومن وہی ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبت ہو، کے عنوان سے صحیح مسلم شریف میں ایک باب قائم کیا ہے اور دو احادیث نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ: کوئی بندہ یا کوئی شخص مومن نہیں ہو گا جب تک کہ میں اس کے نزدیک تمام متعلقین، مال و اسباب اور تمام آدمیوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور دوسری حدیث میں متعلقین اور مال و اسباب کی جگہ ماں باپ، بیوی، اولاد، دوست آشنا اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں (۴) مراد لیا گیا ہے۔ اس ضمن میں حضور اکرمؐ کے ارشادات بھی مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہیں کہ: ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ (۵) جو کوئی مجھ سے محبت رکھتا ہے، وہ میرے ساتھ جنت میں ہو گا (۶) جس کسی کو جو کوئی چیز پیاری ہوتی ہے، وہ اس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے۔ (۷)

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ جس قدر مسلمانوں نے نبی کریمؐ سے والہانہ عشق و محبت اور تعلق و وابستگی کا اظہار اپنے قول و عمل سے کیا ہے۔ کسی امت نے بھی اس قدر اپنے نبی سے اس طرح لوث کر محبت نہیں کی۔ صحابہ کبارؓ کے زمانے سے لے کر آج تک مسلمانوں نے جب رسولؐ کو ہر چیز پر مقدم و برتر گردانا ہے۔ میلاد نگاری اور محافل میلاد اسی جذبہ عقیدت و محبت اور عشق رسولؐ کے مظاہر ہیں۔

اطاعت رسول کا جذبہ

میلاد نگاری کا ایک اور بڑا محرک اطاعت رسول مقبول کا جذبہ قراواں ہے۔ یہ جذبہ عشق و رسالت ماب کا عملی اظہار ہے کیونکہ خالص توحید کی یافت اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس راہ کے سالار کارواں کا اتباع کامل نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد بار آپؐ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ آپؐ کی اطاعت کرنے والے سے انعام کا وعدہ اور عہدہ اور حکم عدولی اور نافرمانی پر درد ناک عذاب سے ڈرایا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

”اے نبی لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو“

(آل عمران: ۳۱)

”اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو“ (الاحزاب: ۳۳ و محمد: ۳۳)

”جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے“

استداد و شفاعت طلبی

میلاد نگاری کا ایک اور بڑا محرک استداد طلبی، توسل و استغاثہ اور شفاعت طلبی ہے۔ آنحضرتؐ کے حضور استداد طلبی، توسل و استغاثہ اور شفاعت طلبی انبیاء و مرسلین و حقدہین اور متاخرین بزرگوں کا فعل ہے۔ آپؐ کے عالم وجود میں آنے سے پہلے یا اس کے بعد حیات دنیویہ ہو یا عالم برزخ، یا میدان قیامت ہو الغرض ہر مقام پر حضورؐ ہی رحمت کے انوار سے مستفیض فرمائیں گے اور ان سب مقامات پر آپؐ سے استداد طلبی کے سلسلہ میں بت سے آثار وارد ہوئے ہیں۔

صحیح مسلم شریف، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ اور معجم کبیر طبرانی کی حدیث میں ہے کہ حضرت ربیعہ بن کعب السلمیؓ سے حضورؐ نے فرمایا: سل (مانگ) اور حضرت ربیعہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ سرکارؐ نے فرمایا کچھ اور؟ حضرت ربیعہؓ نے عرض کیا۔ ”میری مراد تو صرف یہی ہے۔“ اس کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے تحریر کیا ہے: سوال کو مطلق فرماتے سے کہ فرمایا۔ مانگ کو، کسی خاص چیز سے مخصوص کر کے متعین نہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ حضورؐ ہی کے کریمانہ ہاتھوں میں ہے جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں کیونکہ دنیا اور اس کی شادابی آپؐ ہی کی سخاوت سے ہے اور لوح و قلم آپؐ کے علوم کا ایک حصہ ہیں۔ اگر دنیا و آخرت کی بھلائی مقصود ہے تو حضورؐ کے آستانے پر آکر جو چاہو مانگ لو۔ (۱۲)

ایک حدیث حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے اور علامہ حدیث نے اس کو صحیح کہا ہے کہ جب آدمؑ سے خطا سرزد ہوئی تو توبہ کے لئے کہا: یا رب اسماںکے تیری محمد ان خفلی (اے میرے رب میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ یہ طفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مجھ کو بخش دے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ابھی ان کے جوہر روح کو صدق جسمانیت میں تمیں رکھا، تم نے حضورؑ کو کیسے پہچانا تو آدمؑ نے کہا کہ میرے قالب بشری میں جب روح پھونگی مٹی اور میں نے مراٹھایا تو عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ اس دن میں نے پہچان لیا کہ وہ تیرے نزدیک کل مخلوقات میں محبوب ترین اور تیرے دربار کے مقرب ترین ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریمؐ کو وسیلہ مغفرت ٹھہرانے پر آدمؑ کے گناہ معاف کر دیئے اور فرمایا اے آدمؑ! اگر تھوڑے ہوئے تو تم کو بھی پیدائش نہ کرتا۔ بعض روایات کے مطابق جو کلمات آدمؑ نے اللہ تعالیٰ سے سیکھے تھے وہ توبہ و مغفرت کا ذریعہ بنے تھے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے: فَتَلَقَىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (پس سکھ لیں آدمؑ نے اپنے رب سے چند باتیں پس رجوع کیا۔ اس پر) وہ کلمات یہ تھے: اَللّٰهُمَّ بِحُرْمَتِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ اغْفِرْ لِي۔ اس لحاظ سے حضورؑ کا توسل اختیار کرنا جائز ہے جو اللہ کے محبوب اور محبوب ہیں۔ (۱۳)

نبی کریمؐ سے استداد طلبی اور توسل و استغاثہ کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانویؒ سنن ابن ماجہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ایک شخص عذیبہؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور معروض ہوا کہ وہ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے۔ آپؐ نے فرمایا اگر تو چاہے تو اس کو ملتی رکھوں اور یہ زیادہ بہتر

ہے۔ اگر تو چاہے تو دعا کروں۔ اس نے عرض کی دعائی کیجئے۔ آپؐ نے اس کو حکم دیا کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت پڑھے اور یہ دعا کرے: اے اللہ میں آپؐ سے درخواست کرتا ہوں اور آپؐ ہی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ محمدؐ تیری رحمت کے۔ اے محمدؐ میں آپؐ کے وسیلے سے اپنی اس حاجت کے ساتھ۔ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں کہ پوری ہو جائے۔ اے اللہ آپؐ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ (۱۳)

اس روایت پر مولانا اشرف علی تھانویؒ تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اس سے صراحت تو تسلیم ثابت ہو گیا ہے کہ جس طرح توسل کسی کی دعا کا جائز ہے اسی طرح توسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے۔“ (۱۵) حاجت مندوں کا نبی کریمؐ کے توسل اور استدعا سے کشادگی رزق، حصول اولاد اور نزول بارش چاہنا اور اس میں شاد کام و کامران ہونا، بکثرت احادیث سے ثابت ہے۔ اسی طرح آپؐ کی وفات کے بعد استدعا و توسل کے سلسلہ میں بھی حدیثیں وارد ہیں۔ قاضی حیاض مالکی اندلسی کتاب الشفاء میں بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ کی حرمت وفات کے بعد بھی مثل اس حرمت کے ہے جیسی آپؐ کی حیات میں تھی اس کے علاوہ میدان قیامت میں آپؐ کے توسل پکڑنے کی متواتر حدیثیں موجود ہیں۔ اس لحاظ سے آپؐ سے استدعا و طلبی اور توسل عالم جسمانیات میں آنے سے پہلے حیات دنیوی میں قیامت تک اور آخرت کے دن تک طلب کرنا جائز ہے۔ (۱۶)

آپؐ کے شافع محشر ہونے کی وجہ سے شفاعت طلبی کے مضامین بھی میلاد نگاری کی تخلیق و فروغ کا باعث بنے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواد کا شعر ہے:

أَنْتَ النَّبِيُّ مَنْ يَحُومُ شَفَاعَتُهُ
يَوْمَ الْحِسَابِ لَقَدْ أَوْرَى بِهِ الْقَتَرُ

آپؐ وہ نبی ہیں جن کی شفاعت سے قیامت کے روز اگر کوئی محروم رہا تو اس کی تقدیر نے اس کو تباہ کر دیا یعنی ایک محروم اور بد قسمت شخص ہی آپؐ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ (۱۷)

تویر فی مولدا لمرآج المنیر میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ایک دن ایک قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضورؐ کے واقعات و ولادت بیان کر رہے تھے اور انھما سرسرت کر کے اللہ کا شکر بجا لا رہے تھے اور آنحضرتؐ پر صلوة و سلام بھیج رہے تھے۔ ناگاہ آنحضرتؐ تشریف لے آئے اور آپؐ نے فرمایا: تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہو گئی اور حضرت ابو ورواء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا آنحضرتؐ کے ہمراہ حضرت عامر انصاریؓ کے مکان کی طرف گذر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت عامرؓ اپنے کنبہ والوں اور بیٹوں کو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات و ولادت بیان کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا (یعنی پھر کا دن جس میں حضورؐ اس عالم میں رونق افروز ہوئے) آپؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا بے شک اللہ نے تمہارے واسطے رحمت کے دروازے کھل دیئے اور سب فرشتے تمہارے واسطے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور ان شخص بھی تمہارے جیسا کام کرے گا، نجات پائے گا۔ (۱۸)

امام شہاب الدین احمد بن حجر المہندی الشافعیؒ کی کتاب "النعمة الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم" میں سلسلہ میلاد النبیؐ خلفائے راشدین اور بزرگان دین کے اقوال دیئے گئے ہیں۔ (۱۹)

امام احمد بن حنبلؒ ۱۵ ربیع الاول کو کعبہ میں تقسیم قرأت تھے کہ یہ نماز کرم کی ولادت یا سعادت کا دن ہے۔ (۲۰) سیدنا امام اعظمؒ و امام محمد باقرؒ و امام جعفر صادقؒ حضورؐ کی ولادت کے دن سو اور کعبہ میں تقسیم کرتے تھے۔ (۲۱) امام ابن جریرؒ لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ "مگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہوتا تو میں اسے بھی میلاد مصطفیٰؐ کی تذر کرتا۔ انہوں نے اس ضمن میں حضرت جعید بغدادیؒ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ "جس شخص نے حضورؐ کے مولود کی تقریب میں احترام و عقیدت سے حاضری دی، ضرور وہ اپنے ایمان میں کامیاب نکلا۔ (۲۲) اسی طرح حضرت معروف کرخؒ نے فرمایا: جس شخص نے میلاد النبیؐ کی تعظیم کے لئے لوگوں کو جمع کیا، کھانا کھلایا، چراغ لگایا، نئے کپڑے زیب تن کئے اور خوشبو لگائی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے نبیوں کی رفاقت عطا کرے گا اور اس کا مقام اعلیٰ ملین ہو گا۔ (۲۳) ترمذی امام جزریؒ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ میلاد سے اللہ کے فضل عظیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ (۲۴)

آپؐ سے استمداد طلبی، توسل و استعاذہ اور شفاعت طلبی کے سلسلہ میں ہر شخص نے حتی المقدور تحریر و تقریر سے کام لیا۔ اور آپؐ کی سیرت مقدسہ سے عوام کو روشناس کرانے اور اسوۂ حسنہ کی پیروی و تقلید کی ترغیب دلانے کے لئے بعض نے مفکرانہ تقریریں اور عالمانہ خطبے یادگار چھوڑے۔ بعض نے سیرت نبویؐ پر بلند پایہ کتابیں تالیف کر دیں اور بعض نے نذرانہ عقیدت کے طور پر اعلیٰ درجے کے تہذیبی تصدیق اور دوسری نظمیں کہہ ڈالیں لیکن ایسے کاموں کے لئے عقیدت و محبت کے ساتھ ساتھ وسیع مطالعہ اور تخلیقی صلاحیتیں بھی درکار تھیں۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص میں یہ صلاحیتیں نہ تھیں۔ اس لئے اس کی آسان صورت یہ تھی کہ جو لوگ تھوڑی بہت قوت تحریر رکھتے تھے، انہوں نے سیرت نبویؐ پر چھوٹی موٹی کتابیں لکھ دیں یا نظم و نثر کو ملا کر مولود شریف کی محفلوں کے لئے کتابچے مرتب کر دیئے۔ (۲۵) کئی ناشرین نے بھی شفاعت طلبی کے جذبہ کے تحت کتب میلاد کی اشاعت و طباعت میں حصہ لیا۔ توسل و استعاذہ، استمداد طلبی و شفاعت کے حصول کی کوشش میلاد یہ کتب کی اشاعت اور محافل میلاد کا ایک بڑا محرک بنی۔

خیر جوئی اور حصول ثواب

خیر جوئی اور حصول ثواب کا جذبہ بھی میلاد نگاری کا ایک بڑا محرک ہے۔ آپؐ کے ولادت یا وفات مبارک کے احوال کا بیان اور آپؐ پر درود و سلام ذریعہ نجات و بخشش ہے۔ اسی جذبہ کے پیش نظر صلوة و سلام مخصوص انداز و اسلوب کے ساتھ میلاد ناموں میں موجود ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الاحزاب: ۵۶)

"یہ شک خداوند تعالیٰ اور اس کے (تمام) فرشتے نبیؐ پر درود و سلام بھیجتے رہتے ہیں (ہذا) اے ایمان والو تم بھی ان پر درود و خوب سلام بھیجتے رہا کرو۔" (۲۶)

مسلمانوں نے اس حکم کی متابعت میں درود شریف کو اپنی روزمرہ زندگی میں عبادات و وظائف کا ایک اہم جزو بنا لیا ہے۔ احادیث نبویؐ میں بھی درود و سلام کے بے شمار فوائد اور برکات کا ذکر کر کے اس کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

آپؐ کا ارشاد ہے۔ جو شخص مجھ پر درود پڑھے، قیامت کے دن میں اس کا سفارشچی بنوں گا (رواہ ابوبکر صدیقؓ) (۲۷) جو شخص مجھ پر صبح و شام دس مرتبہ درود شریف پڑھے، اس کو قیامت کے روز میری شفاعت پہنچ کر رہے گی (رواہ ابو الدرداء) (۲۸) جو شخص میرے اوپر درود پڑھنے میں سب سے زیادہ ہو گا وہ مجھ سے قیامت کے دن سب سے زیادہ قریب ہو گا۔ (رواہ ابو امامہ) (۲۹)

درود شریف کی کثرت کے بارے میں حضرت ابی بن کعبؓ کی یہ روایت بھی بہت اہمیت کی حامل ہے کہ انہوں نے نبی کریمؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میں آپؐ پر درود کثرت سے بھیجتا چاہتا ہوں تو اس کی مقدار اپنے اوقات دعا میں سے کتنی مقرر کروں؟ نبی کریمؐ نے فرمایا! ”جتنا تمنا ہی چاہے۔“ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک چوتھائی! حضورؐ نے فرمایا۔ ”حقے اختیار ہے اور اگر اس پر اور بڑھا دے تو تیرے لئے بہتر ہے۔“ تو میں نے عرض کیا: نصف کر دوں؟ حضورؐ نے فرمایا حقے اختیار ہے اور اگر اس سے بڑھا دے تو تیرے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر میں اپنے سارے وقت کو آپؐ کے درود کے لئے مقرر کرتا ہوں۔ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اس صورت میں تیرے سارے فکروں کی اقلیت کی جائے گی اور تیرے گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے۔“ (۳۰) ان احادیث مقدسہ سے درود و سلام کے مقام و مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ درود و سلام کی بے شمار علیحدہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں درود شریف کے فضائل، مسائل، اقسام اور پڑھنے کے آداب و اوقات اور اجر و ثواب کو بیان کیا گیا ہے۔ (۳۱) شاہ ولی اللہ کے رسالہ القول الجلیل میں کیسٹ اور محقق کے عمل کے حوالے سے مولوی عبد المسیح انوار ساہوگر میں میلاد سے حصول ثواب کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ”پس اس طرح مولد شریف ایک عمل ہے واسطے حصول خیر و برکت وغیرہ کے۔ چنانچہ ابو سعید بوری و بخاری و طبری وغیرہم نے اس عمل کرنے سے برکت کثیرہ کا حاصل ہونا بیان کیا ہے کہ حصول منافع دینی و دنیاوی کے لئے اس عمل کو بہت اہل اسلام بلاد اسلامیہ میں کرتے ہیں۔“ (۳۲)

خیر جوئی کے سلسلہ میں مولود سعیدی کے مصنف نے لکھا ہے کہ ”معتقول ہے کہ بزرگی، مولود شریف کی حد سے زیادہ ہے، جہاں تک لکھی جائے کم ہے۔ اہل عرب کا دستور ہے کہ اگر کوئی نیا مکان بنائے یا کوئی مسافر باہر سے آئے یا شادی و نکاح ہو یا کوئی اور کام ہو، تو مجلس میلاد شریف ضرور کرتے ہیں، یہی سبب ہے کہ ان کے کاموں میں برکت اور تجارت میں نفع ہوتا ہے۔“ (۳۳)

خیر جوئی کے سلسلہ میں محدث ابن جوزیؒ اپنی کتاب مولد النبیؐ میں لکھتے ہیں کہ ”عرب کے شرق و غرب، مصر و شام اور تمام آبادی اہل اسلام میں، بالخصوص حرمین شریفین میں مولد النبیؐ کی مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ ماہ ربیع الاول کا ہلال دیکھتے ہی خوشیاں کرتے ہیں، قیمتی کپڑے پہنتے ہیں، قسم قسم کی زینت کا اظہار کرتے ہیں۔ خوشبو اور سرمہ لگاتے ہیں۔ اور اس کے عوض میں خدا کی طرف سے بڑی کامیابی اور

خیر و برکت حاصل کرتے ہیں۔ (۳۳) ملا علی قاری، مسرور الروی کے دیباچے میں فرماتے ہیں۔ ”بیٹھ سے اٹھ
اسلام ہر سال محفل میلاد منعقد کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد خوانی کرتے ہیں۔ جس کی
برکت سے ان پر فضل خداوندی کی بارش ہوتی ہے۔“ (۳۵) حضرت مجدد الف ثانیؑ نے فرمایا: ہم نے نیاز
نبویؐ کے لئے قسم قسم کے کھانے پکانے اور ایک محفل مسرت قائم کرنے کو کہا۔ (۳۶)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ ”میرے والد نے مجھے بتایا کہ میں میلاد کے دنوں میں حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں کھانا پکواتا تھا ایک سال بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ آیا تو وہی
لوگوں میں تقسیم کر دیئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ بھنے ہوئے چنے آپ کے رو برو
پڑے ہیں اور آپ بہت ہی مسرور و خوش ہیں۔ (۳۷)

میلاد النبیؐ پر فرحت و انبساط کا اظہار دنیاوی کھفتوں سے آزادی اور عذاب اخروی سے نجات کا
موجب ہے۔ ان خیر جوئی اور حصول ثواب کے محرکات نے میلاد نگاری کو فروغ دیا۔

مولود میں حضورؐ کی تشریف آوری

انبیاء کی حیات و زندگی کا ثبوت علماء امت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں اس لئے
کہ انبیاء کی زندگی شہدا اور مجاہدین کی زندگی سے زیادہ کامل اور قوی ہے۔ ان کی زندگی معنوی اور اخروی
ہے مگر انبیاء کی زندگی حسی اور دنیاوی زندگی ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد ہے: ”انبیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ زندہ باقی اور متصرف ہونے میں کلام نہیں ہے۔“ (۳۸)
مسک المہنت بھی یہی ہے کہ حضورؐ کو یہ قوت حاصل ہے کہ قبر شریف سے تعلق رکھتے ہوئے جہاں
چاہیں تشریف ارزانی فرما سکتے ہیں۔ اس عقیدہ کے بارے میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: ”اگر یہ
کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضورؐ کے جسم پاک کو ایسی حالت و قدرت بخشی ہے کہ جس جگہ چاہیں تشریف
لے جائیں خواہ بیچہ اس جسم سے یا جسم مثالی سے، خواہ آسمان پر یا زمین پر یا قبر میں یا کہیں اور، تو درست
ہے، قبر سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔ (۳۹)

امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ میلاد النبیؐ کے دن جائے ولادت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ
شریف جاتا ہوں اس سے یہ برکات حاصل ہوتے ہیں کہ ہماری محفل میں میرے نانائے پاک صلی اللہ علیہ
وسلم جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ ہم زیارت کرتے ہیں نیز فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد جس
جگہ کیا جائے، دل کے اعتقاد کے ساتھ وہاں معیت اور یناری نہیں آتی۔ (۴۰)

صاحب تفسیر طبری فرماتے ہیں کہ میں صاحب خزانۃ القواف (امام محمد باقر) کا شاگرد ہوں اور امام محمد
بن اسماعیل بخاریؒ بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ ہم دونوں اپنے استاد صاحب خزانۃ القواف کے ہمراہ ہر سال
ربیع الاول شریف میں مکہ مکرمہ میں سرکار دو عالم کی جائے ولادت پر جایا کرتے تھے۔ وہاں مجموعہ جعوم کر
و عطا کیا کرتے تھے اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کبھی ہم اس محفل پاک میں دیکھا کرتے تھے اور
ہم یہ کہتے کہ کیا خوب بات ہے کہ میلاد نبی کریمؐ کا ہے اور منائے والے آپؐ کا نواسہ ہے۔ یہی قول امام

آوردی نے اسلام الرجال کے صفحہ ۴۵۲ جلد ۳ کے اس حاشیہ پر بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب سے مجھے روایت ابو لبابہ والی ملی ہے تو اس وقت سے میں ہر سال صاحب خزینۃ القرآن کے ساتھ حضورؐ کی جائے عبادت پر جاتا ہوں۔ (۳۱) محفل میلاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بارے میں حاجی امداد اللہ مہاجر کی ”شہنام امدادیہ“ میں فرماتے ہیں: ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں، جب صورت جواز کی موجود ہے، پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اجتماع حرمین کافی ہے، البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے اگر احتمال تشریف آوری کیا جائے مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق عقیدہ زمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ات بابرکات کا بعید نہیں۔ (۳۲) دنیا میں بے شمار مقامات پر محافل میلاد منعقد ہوتی ہیں لیکن کسی محفل میں بھی حضور اکرمؐ کا قدم رنجہ فرمانا حضرت مہاجر کیؒ کے نزدیک بعید نہیں۔ اور حضورؐ کی تشریف آوری کا خیال کرنا بھی شرعاً کوئی مضائقہ نہیں رکھتا۔ نیز فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں: اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ (۳۳)

محفل میلاد و درود و سلام میں حضورؐ کی تشریف آوری کے نظریہ کے پیش نظر ان محافل میں رقتِ شہداء مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ محفل میلاد کے ادب و احترام کے بارے میں ایک دوسرے مقام پر شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں۔ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرو اور ان پر درود بھیجو اور حالتِ قرین میں ایسے رہو کہ حضور حالتِ حیات میں تمہارے سامنے ہیں اور تم ان کو دیکھتے ہو۔ ادب، اجلال اور تعظیم و محبت و حیا سے رہو اور جانو کہ حضور علیہ السلام تمہیں دیکھتے اور تمہارے کلام کو سنتے ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام صفاتِ الہی سے موصوف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔“ (۳۴)

شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ (م ۱۰۵۲ھ) نے اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرُحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ کے بارے میں وضاحت فرمائی ہے: ”بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب یعنی التیمات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہہ کر سلام عرض کرنا اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر فرد میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کی ذاتوں میں موجود اور حاضرین تو چاہئے کہ نمازی اس نکتے سے باخبر اور نگاہ رہے تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے فیضیاب ہو۔“ (۳۵)

ابن المبارک نے حضرت سعید بن المسیبؓ سے روایت کیا ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی کریمؐ کے حضور آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔ (۳۶)

نبی کریمؐ کے احوال عالم سے باخبر اور مرقہ منور سے نسبت باقی رکھتے ہوئے ہر جگہ تشریف ادا کرتے ہیں۔ بارے میں اہلسنت والجماعت کے مستحکم فکری موقف کی بناء پر یہ عقیدہ اس سے بھی زیادہ غالب ہے کہ حضور محفل میلاد و درود و سلام میں تشریف لاتے ہیں (دم بہ دم پڑھو درود حضرت بھی ہیں یہاں

موجود یعنی محمد مصطفیٰ صلی علیہ وسلم اس عقیدہ کی بناء پر میلاد نگاری اور محافل میلاد کو فروغ حاصل ہوا۔ یہ میلاد عاموں اور محافل میلاد کا نقطہ عروج ہے اور یہ اس لحاظ سے اساسی محرکات میں سے ایک محرک ہے۔

صوفیاء کی محافل میلاد میں دلچسپی

میلاد کے اساسی محرکات نے ایک بنیاد کا کام کیا ہے۔ ان اساسی محرکات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب، غم اور برصغیر کے مسلمان ایک ہی فکری روایت کا حصہ ہونے کی وجہ سے یکساں ذہنی وحدت رکھتے تھے۔ اور ان کی تخلیقی سرگرمیوں کے چشمے بھی ایک تھے لہذا دنیا بھر کے مسلمان ان تخلیقی سرچشموں سے اپنی شناخت کرتے ہوئے انہیں لسانی سرمایے میں منتقل کرتے رہتے تھے۔ ثانوی اسباب و عوامل میں بزرگان دین اور صوفیائے کرام کا مجالس میلاد میں خصوصی شفع اور رتقان ہے۔ مختلف روحانی سلاسل سے وابستہ صوفیاء و مشائخ و اہل خانہ شیعہ اور خصوصاً توحید سے میلاد خوانی اور درود و سلام کے خصوصی اجتماعات کا اہتمام کرتے چلے آئے ہیں۔ دراصل ان اہل تصوف کے نزدیک نبی کریمؐ کا فیضان اور مرتبہ و مقام عام مسلمانوں کے خیال و احساس سے بہت اعلیٰ و ارفع اور منفرد اہمیت و حیثیت کا حامل ہے۔ ”ان کے ہاں ذات محمدی کا اور اک کتب سیر و مغازی اور مجموعہ ہائے احادیث کے مطالعہ کے علاوہ ان روحانی و باطنی واردات و مشاہدات پر مبنی نظر آتا ہے۔ جن سے آنحضرتؐ کے عام سیرت نگاروں کی تحریریں نا آشنا ہیں۔ ان روحانی کیفیات کی اگرچہ کوئی خارجی سند ہمارے پاس موجود نہیں مگر صوفیائے کرام کے مختلف سلاسل سے وابستگان کے ملفوظات و نگارشات میں آپؐ کی تجلیات و انوار اور فیوض و برکات کا جو انداز کیفیت اور اثر ملتا ہے وہ انہیں کا خاصا ہے۔ (۳۷)

صوفیاء کے زیر اثر اس قسم کی مجالس میلاد مقامات معرفت و سلوک کے مختلف درجات کے لئے زینت روح کی پالیدگی اور تزکیہ باطن کا ذریعہ بنیں۔ اس طرح میلاد نگاری کی تحقیق اور ترویج کے رتقان کو صوفیاء کی بدولت فروغ نصیب ہوا۔ ابن عربیؒ، جامیؒ، شاہ عبدالحقؒ، شاہ ولی اللہؒ، مولوی گل حسنؒ، توکل شاہؒ، انبالوی جیسے صوفیاء کی تحریریں اس ضمن میں قابل ذکر ہیں۔

میلاد کی ضرورت و اہمیت کے مد نظر دنیا بھر کے مشائخ کرام نے مولود ناموں کی تصنیف و تالیف کو مد نظر رکھا ہے۔ پھر نثر نگار نے اپنی کتاب ”نبی صوفی آرڈرز ان اسلام“ میں اس موضوع پر بڑی وضاحت سے بحث کی ہے۔ ”(۳۸) اس کتاب کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ صوفیائے کرام کے ہاں میلاد خوانی کی روایت منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ خصوصاً عرب، مصر، ترکی، سوڈان، الجزائر اور مغرب کے علاقے میں اگر میلاد خوانی کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو برصغیر پاک و ہند کی مجالس مولود سے مختلف فضا کا احساس ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام کے مختلف سلسلوں میں کون کون سے میلاد مقبول و مروج رہے؟ ان سلسلوں میں میلاد خوانی کا کیا انداز تھا اور بحیثیت مجموعی صوفیاء کی مخصوص نشستوں اور حلقوں میں میلاد خوانی کی غرض و غایت اور اس سے پیدا ہونے والی کیفیات و اثرات کا ”نثر نگار“ نے خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ انہوں نے مختلف سلسلوں کے بانی صوفیاء، ان کے حلقوں میں پڑھے جانے والے موالید، قصائد اور نعتیہ منظومات اور ان کے

پڑھنے کے اسلوب و اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ جن میں سے بعض سلاسل ان کے مولود نگار اور مقبول عام میلاد درج ذیل ہیں:

ابو بدین شعیب بن الحسن (۱۱۲۶-۱۱۹۸ھ) کا نام بارہویں صدی کے صوفیاء میں بہت مشہور ہے۔ جن کے سلسلے کی ایک شاخ مصر میں بہت پھیلی، اس شاخ کے شاعر ابو الحجاج یوسف کا مولود (خصوصاً مصر کے بالائی علاقے میں) بہت مقبول ہوا۔ ابوالحسن علی شانلی بھی (جن سے شانلیہ سلسلے کا آغاز ہوا) ابو بدین بنی کے خاص پیروکار تھے۔ جن کے بڑے گہرے اثرات شمالی افریقہ کی نہ صرف مذہبی بلکہ معاشرتی و سیاسی زندگی پر بھی مرتسم ہوئے۔

ترکی میں "سلمان جلیبی" (م ۱۱۳۲ھ) کا مولود بہت مشہور ہوا۔ ان کا تعلق خلوتی سلسلہ تصوف سے تھا۔ یہ مولود صوفیہ کے حلقوں کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کے سلسلے میں منعقد ہونے والی سرکاری تقریبات میں بھی پڑھا جاتا رہا۔ خلوتی سلسلہ ترکی سے مصر اور پھر وہاں سے تاجرانہ مغرب میں پھیلا۔ خلوتیہ بنی کی ایک شاخ "دُر ویر" "کملائی" جس کے بانی "احمد بن درویش" (۱۷۸۶-۱۷۸۵ھ) کا شری مولود بہت مشہور ہوا۔

ترکی سہروردیہ سلسلے کی ایک کڑی "زینتہ" "کملائی" جس کے بانی "حسن الدین محمد ابن حمزہ" (۱۳۹۰-۱۴۵۹ھ) کے صاحبزادے حمد اللہ جلیبی حملی کا مولود بہت مشہور ہوا۔ نقشبندیہ سلسلے سے متاثر ہونے والوں میں محمد عثمان المرقانی کے مولود "مولود المرقانی" کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس مولود کے آغاز میں محمد عثمان مرقانی نے مولود کی شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ مولود لکھنے کے لئے خواب میں کہا۔

قدریہ صوفیاء کے حلقوں میں امام برزنجی (م ۱۷۶۱ھ) کا مولود الہی بڑے شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ ان کے ہاں مولود کی شش "یلید" (فارسی ہاں "شینہ" کی طرح جس میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے) "کملائی" ہیں۔ "یلید" میں مولود کے ساتھ ذکر اور دوسری مدحیہ منظومیت بھی پڑھی جاتی ہیں۔ علوی (حضری) طریقہ میں "علی ابن محمد الحشیشی" کا مولود "سمہ الدرر" پڑھا جاتا ہے جو "مولود الحشیشی" کے نام سے مشہور ہے۔

"تجانی" طریقے کے بانی کا اپنا کوئی مولود نہیں۔ اس لئے تجانیہ سلسلہ میں مولود کی جگہ "جوہرۃ الکمال" کا ورد مقبول و مستقل رہا۔ اس سلسلہ کے معتقدین کے نزدیک اگر جوہرۃ الکمال کو اس کے ضروری لوازمات، شرائط اور احتیاط کے ساتھ سات بار پڑھا جائے تو اس کی ساتویں قرأت کے دوران خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محفل میں تشریف لاتے ہیں۔ (۳۹) بعد میں اسی سلسلہ کے محمد بن الحجاز دوالعالیہ (م ۱۸۸۳ھ) نے "مولود انسان الکمال" کے نام سے ایک مولود لکھا۔

مغرب میں صوفیاء کی مجالس میں میلاد خوانی نے قصیدہ خوانی کی شکل اختیار کر لی۔ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف میں قصاید کی صورت میں اظہار عقیدت و محبت کا رواج ہوا اور قصیدہ پڑھنے والوں کی ایک جماعت یہ قصیدے ترنم و لحن کے ساتھ پڑھتی۔

میلاد النبیؐ کے علاوہ رجب کی ستائیسویں رات کو آنحضرتؐ کی معراج کی یاد میں صوفیاء کے ہاں معراجیہ نظمیں (معراج نامے) پڑھنے کا رواج ہے۔ ان نظموں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر معراج کی تفصیلات کا ذکر اور صوفیاء و سالکین پر اس ذکر سے پیدا ہونے والے روحانی اثرات و کیفیات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ (۵۰) ان مواقع پر وہ مولد بھی پڑھے جاتے ہیں جن میں خاص طور پر واقعہ معراج کا بھی تفصیلی ذکر ہے مثلاً سلیمان چلبی کا مولد، امام برزنجی کا مولد، نجم الدین الغنی (م ۱۵۷۶ء) کا "قصہ معراج الکبریٰ"، اس ضمن میں ترکی میں غنی زاوے نادری "نالی عثمان دیدے" اور بھنگی کے معراج نامے بھی قائل ذکر ہیں۔

نثر محکم نے مغرب، سوڈان، مراکو، الجزائر، لیبیا، مصر، ترکی حتیٰ کہ روس کی ایشیائی مسلم ریاستوں (۵۱) میں صوفیاء کے اثرات کے ضمن میں خلوتیہ، شاذلیہ، قادریہ، سنوسیہ، اور نقشبندیہ طریق کی مختلف شکلوں، اجتماعات ذکر اور مذہبی منظومات خصوصاً حضور اکرمؐ کی سیرت و سوانح اور مدح و توصیف میں لکھے گئے "میلاد پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔

جن مولائد و منظومات کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ وہ صوفیائے کرام کے مختلف طریقوں اور سلسلوں سے تعلق رکھنے والے سالکین کی خاص مجلسوں میں پڑھی جاتیں۔ یہ مجلسیں "محضر" کہلاتیں اور ان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تذکار مبارک سے حاضرین کی روحانی تطہیر اور تزکیہ نفس کا کام لیا جاتا اور یہ مجالس انتظام اور مقاصد کے اعتبار سے ان میلادی مجلسوں سے مختلف ہوتیں جو عام لوگوں کے لئے صوفیاء کے اعراس یا دوسرے مواقع پر سرعام منعقد ہوتیں۔ (۵۲)

اردو میلاد نامے جو مذہبی اجتماعات میں مقبول و مروج رہے ان کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچتی ہے۔ ذیل میں کچھ ایسے میلاد ناموں کے نام درج کئے جاتے ہیں جن میں سے چند ایک بار بار چھپے اور بعض کے ایڈیشنوں کی تعداد بھی شمار سے باہر ہے۔ وہ عرصہ دراز کے بعد آج بھی اسی ذوق و شوق سے پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ اور ان کی مقبولیت کا آج بھی وہی عالم ہے مثلاً مولود شہیدی (مولوی غلام امام شہید) مولود سعیدی (مولوی محمد علی خان سعید) زیور ایمان (۵۳) (مولوی محمد علی خان سعید لکھنؤی) مولود اکبر (خواجہ محمد اکبر وارثی میرٹھی) مولود طیش (سید چراغ علی طیش) میلاد نامہ (خواجہ حسن نظامی) میلاد مقبول (کیف المسلمی الامرونی) میلاد گوہر (نشی گوہر علی خان گوہر رامپوری) تحفۃ الرسول (شاہ محمد مصطفیٰ الدین احمد قریدی آرومی) میلاد یغیر (درد کاکوردی) آتش کالال (راشد الخیری) وغیرہ انیسویں صدی عیسوی کے آخر اور بیسویں صدی کے پہلے ربع میں تصنیف و شائع ہوئے اور ان میں نظم کے ساتھ نثر میں بھی نبی کریمؐ کی سیرت و سوانح، اوصاف حمیدہ، فضائل پاکیزہ، غزوات و معجزات اور تعلیمات کا ذکر بڑے موثر اور دلنشین انداز میں کیا گیا ہے۔ ان سے میلاد نگاری کا شوق عام ہوا اور میلاد نامہ کی روایت کو بہت فروغ ہوا۔ (۵۴)

صوفی شعراء یا وہ صوفی جو کسی روحانی و باطنی صوفیانہ مسلک سے وابستہ تھے ان کی مدح و میلادیہ منظومات پر تصوف کے اثرات کی گہری چھاپ ہے، رومی، جامی، عطار، سنائی، عراقی، خسرو، محمد باقر آکا، نوازش علی شیدا، شاہ رؤف احمد رافت، کافی مراد آبادی، مولانا گل محمد خان، عبدالعزیز محدث دہلوی، احمد رضا

خان بریلوی، خواجہ محمد اکبر خاں وارتی اور بیہیم وارتی کے میلادِ کلام میں صوفیانہ جذب و مستی کا رنگ غالب ہے۔ صوفیائے کرام کے ان حلقوں سے میلادِ خوانی ان کے زیر اثر ارادتمندوں، مریدوں اور پیروکاروں میں پھیل گئی۔ میلادِ خوانی کا حلقہ وسیع ہوا اور اس طرح صوفیاء کے رجحان کے زیر اثر میلادِ نگاری کو فروغ اور مقبولیت حاصل ہوئی۔

علمائے بریلی اور مجالس میلاد

بریلوی کتب فکر نے عصرِ حاضر میں میلادِ خوانی کے حلقوں کو وسیع کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ علمائے بریلی کے اس ذوق و شوق اور گہری دلچسپی کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں:

”میلاد یا مولود شریف کی محفلیں پہلے بکثرت منعقد ہوتی تھیں۔ آج ان میں کچھ کمی واقع ہو گئی ہے۔ علمائے دیوبند اور ان کے حلقوں سے یہ محفلیں اٹھ چکی ہیں اور اشقی جا رہی ہیں لیکن علمائے بریلوی کے حلقوں میں یہ محفلیں آج بھی مقبول ہیں اور ان کی محفلوں میں درود و سلام بھی بڑے جوش و خروش سے یا آواز بلند پڑھا جاتا ہے۔“ (۵۵)

سالانہ اعراس کی تقاریب

برصغیر پاک و ہند میں مختلف سلاسل سے وابستہ صوفیاء و مشائخ کے اعراس ان کے مزارات اور خانقاہوں میں منائے جاتے ہیں۔ عام ڈائریوں میں خاص خاص اعراس کی تاریخ کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ تقویم دار الاحسان (مرتبہ: صوفی برکت علی) ۱۹۹۱ء کے مطابق اعراسِ المیلاد مبارک کی تعداد ۱۳۵ بنتی ہے جو ہر سال منعقد ہوتے ہیں۔ ان میں عیدِ میلادِ النبیؐ، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کبارؓ، صوفیاء و مشائخ، بزرگانِ دین اور دیگر مذہبی و ملی شخصیات کی نشان دہی کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ ہزاروں اولیائے کرام اور صوفیاء موجود ہیں جن کا اس تقویم میں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ ان کا سالانہ عرس مقامی سطح پر منایا جاتا ہے۔ جن ویسات اور قصبات میں ان کے مزارات ہیں۔ اس طرح پورے سال میں شاید ہی کوئی ہفتہ ایسا ہو گا جس میں کسی بزرگ کے عرس کی تقریبات نہ ہوں۔ ان محافلِ اعراس میں ایصالِ ثواب، سماع، درود و سلام اور میلادِ خوانی سرفہرست ہوتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں سیاسی اثرات اور حکومت کی پابندیوں کے تحت ترکی اور مصر میں میلادِ خوانی کی مجلسوں میں قدرے کمی واقع ہو گئی ہے۔ پھر بھی ہزاروں افراد ان اجتماعات میں اکٹھے ہوتے ہیں، خصوصاً مشائخات میں ہزاروں لوگ آج بھی صوفیاء کے مختلف سلاسل سے وابستہ ہیں اور ثواب و برکت کے حصول کے لئے وہ ان اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت کرنے جاتے ہیں اور وہاں منعقد ہونے والے میلاد میں شرکت کرتے ہیں اور روحانی فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔ (۵۶)

صوفیاء کے چند سلاسل میں بالعموم اور سلسلہ چشتیہ کی محافلِ اعراس میں بالخصوص محفلِ سماع منعقد

ہوتی ہے۔ ان میں نقیہ و میلادیہ کلام بڑے سوز و گداز کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ سماع کے حق میں اور رد میں سینکڑوں رسائل لکھے گئے ہیں۔ ان فقہی مسائل سے قطع نظر سماع ہر دور میں مرغوب و پسندیدہ رہا ہے۔ ان محافل سماع کے حوالے سے منظوم میلاد ناموں کو بہت شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔

نجی خوشی پر محفل میلاد کا انعقاد

مولود شریف ہر دور میں مسجدوں اور گھروں میں پڑھے جاتے رہے ہیں۔ مذہبی تقریبات کے علاوہ گھر میں کسی خوشی کے موقع پر مثلاً کسی منت کے پورا ہونے پر، نئے گھر میں رہائش اختیار کرنے پر، بچے کا نام رکھنے، رسم بسم اللہ، تختہ، عقیدہ، بیماری سے صحت یابی، سفر سے بخیر و خوبی واپسی وغیرہ پر بھی محافل میلاد منعقد ہوتی ہیں۔ صاحب استطاعت باعث خیر و برکت سمجھ کر صدقات و خیرات تقسیم کرتے ہیں۔ مساکین کو کھانا کھلاتے ہیں اور شیرینی بانٹتے ہیں۔

سیرت النبیؐ کے جلسے اور مشاعرے

سیرت النبیؐ کے جلسے اور مشاعرے دراصل میلاد شریف کی موجودہ مجلسی صورت ہے۔ ذکر رسولؐ کی ہر محفل خواہ اسے جلسہ عید میلاد النبیؐ، جلسہ سیرت النبیؐ، سیرت کانفرنس، سیرت سیمینار، میلادیہ و نقیہ مشاعرے یا درود و سلام کی محافل کا نام دے دیں۔ ان میں تقاریر و مضامین کے علاوہ میلاد و سلام پڑھنے کا خصوصی التزام بھی کیا جاتا ہے۔ اسلامی تہواروں کی مناسبت سے کالجوں اور یونیورسٹیوں کی سطح پر میلاد النبیؐ کی تقاریب کے انعقاد کی روایت بھی چلی نکلی ہے۔ یہ تبلیغ دین اور نبی کریمؐ سے محبت بڑھانے کا سبب بنتی ہیں۔ خواندہ لوگ تو کتابوں سے استفادہ کر لیتے ہیں۔ ناخواندہ لوگوں میں نبی کریمؐ کے احوال، اسوہ حسنہ، تعلیمات و ارشادات کثرت سے بیان کرنے سے ذہن میں نقش ہو جائیں گے، اس طرح یہ مجالس مذہبی اقدار کے فروغ اور دین کی تبلیغ کا ذریعہ بنتی ہیں۔

ذرائع ابلاغ عامہ

پرانے زمانے میں آجکل جیسی ذرائع ابلاغ عامہ کی سولتیں میسر تھیں نہیں اور نہ ہی لاکھوں کی تعداد میں چھپنے والے اخبارات و رسائل موجود تھے۔ اور نہ ہی ریڈیو، ٹیلی ویژن جو انسانی آواز کو پوری دنیا میں نشر کر دیتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کو پھیلانے اور فکر و نظر کو مضبوط دینی بنیاد فراہم کرنے میں اخبارات و رسائل کی عمومی و خصوصی اشاعتوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ سالانہ سال سے ہمارے قومی سطح کے اخبارات و رسائل نے رجب الاول کے مہینے میں خصوصی اشاعتوں کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ ان میں عید میلاد النبیؐ، سیرت نمبر، تحت نمبر اور ایسے کئی دوسرے ناموں سے شائع ہونے والے خاص نمبروں کی وجہ سے میلاد کی ترویج و تشہیر کا دائرہ عمر حاضر کی نسل تک بھی پہنچ گیا ہے۔

ان خاص نمبروں میں ماہنامہ ”طریقت“ لاہور میلاد نمبر جنوری ۱۹۷۷ء، ماہنامہ ”القریش“ امرتسر اپریل ۱۹۷۸ء، ماہنامہ ”العزیز“ بنالہ میلاد نمبر ۱۹۷۹ء، ماہنامہ ”نظام المشائخ“ دہلی ۱۹۸۰ء، ماہنامہ ”انجم“ لکھنؤ میلاد نمبر

۱۹۳۰ء مہنامہ "قصوف" لاہور میلاد نمبر ۱۹۳۲ء مہنامہ "تلخ" حیدر آباد وکنن میلاد نمبر ۱۹۳۳ء مہنامہ "سیرت" امرتسر رسول نمبر اکتوبر ۱۹۳۳ء مہنامہ "پیشوا" دہلی رسول نمبر ۱۹۳۹ء مہنامہ "۱۱ لقیہ" امرتسر میلاد نمبر ۱۹۳۲ء مہنامہ "۱۱ توار صوفیہ" سیالکوٹ میلاد نمبر جولائی ۱۹۳۲ء مہنامہ "مولوی" دہلی رسول نمبر ۱۹۳۳ء مہنامہ "۱۱ السواد الاعظم" مراد آباد ۱۹۳۳ء "۱۱ الحسات" رامپور رسول نمبر ۱۹۵۰ء مہنامہ "ہستانتہ" دہلی رسول نمبر دسمبر ۱۹۵۳ء مہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی سیرت نمبر دسمبر ۱۹۵۵ء مہنامہ "قاران" کراچی سیرت نمبر جنوری ۱۹۵۶ء مہنامہ "سہلک" راولپنڈی میلاد نمبر ۱۹۵۸ء مہنامہ "جلوہ طور" مٹان جنوری ۱۹۵۸ء مہنامہ "آئینہ" لاہور سیرت نمبر اکتوبر ۱۹۵۹ء مہنامہ "مسلم" لاہور میلاد نمبر ۱۹۶۱ء مہنامہ "ترجمان القرآن" لاہور منصب رسالت نمبر ستمبر ۱۹۶۱ء مہنامہ "خاتون پاکستان" کراچی ستمبر اکتوبر ۱۹۶۲ء مہنامہ "معارف اسلام" لاہور میلاد نمبر ۱۹۶۲ء مہنامہ "مسلمہ" لاہور عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۶۲ء مہنامہ "ترجمان حقیقت" لاہور میلاد نمبر اگست ۱۹۶۳ء مہنامہ "ماہ نو" کراچی سیرت رسول نمبر جولائی۔ اگست ۱۹۶۳ء مہنامہ "عوام" کراچی میلاد النبیؐ نمبر جون ۱۹۶۵ء مہنامہ "سیارہ دانش" لاہور عید میلاد النبیؐ نمبر جولائی ۱۹۶۵ء مہنامہ "ماہ طیبہ" کوئٹہ لوہاراں ضلع سیالکوٹ عید میلاد نمبر ۱۹۶۶ء مہنامہ "بصیر" کراچی عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۶۳ء مہنامہ "محبوب" لاہور میلاد نمبر ۱۹۶۳ء مہنامہ "۱۱ فہم اسلامیہ میگزین" کراچی رسول نمبر مئی ۱۹۶۳ء مہنامہ "اردو دانش" لاہور سیرت النبیؐ نمبر اپریل ۱۹۶۳ء مہنامہ "مرحمت" لاہور عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۶۳ء مہنامہ "الوارث" کراچی میلاد نمبر اپریل ۱۹۶۳ء مہنامہ "الحاجہ" محمدی شریف (جنگ) میلاد نمبر نومبر ۱۹۶۳ء مہنامہ "شام و سحر" لاہور عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۶۵ء مہنامہ "آستانہ" لاہور میلاد نمبر ۱۹۶۵ء مہنامہ "قیسے حرم" لاہور میلاد النبیؐ نمبر مارچ ۱۹۶۵ء مہنامہ "۱۱ اوقاف" اسلام آباد سیرت نمبر ۱۹۶۵ء مہنامہ "شمس الاسلام" بھیرہ میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۶۵ء مہنامہ "محدث" لاہور رسول مقبول نمبر ۱۹۶۶ء مہنامہ "ندائے دین" کراچی اتوار نبوت نمبر ۱۹۶۵ء مہنامہ "نور الحبيب بصیر پور" میلاد نمبر ۱۹۶۸ء "حریہ خامہ" مجلہ شعبہ اردو جامعہ سندھ نخت نمبر ۱۹۶۸ء مہنامہ "سلطان العارفین" کھٹو میلاد نمبر ۱۹۶۸ء مہنامہ "الرشید" مایہوال سیرت نمبر ۱۹۶۹ء مہنامہ "اقتدار" کراچی سیرت نمبر ۱۹۶۹ء مہنامہ "فکر و نظر" اسلام آباد سیرت نمبر ۱۹۸۰ء "گورنمنٹ ایم۔ اے۔ او کالج لاہور سیرت کوئٹہ" "مجلہ ملک" "گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ ۱۹۸۰ء" "۱۱ قرآن" "گورنمنٹ ایم۔ اے۔ او کالج لاہور سیرت نمبر ۱۹۸۰ء" "پاکستان ٹیٹ آئل ریویو" کراچی خصوصی سیرت نمبر جنوری ۱۹۸۰ء مہنامہ "۱۱ بشر" لاہور ہادی انسانیت نمبر فروری ۱۹۸۰ء مہنامہ "امیس اہل سنت" فیصل آباد عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۸۱ء مہنامہ "محفل" لاہور خیر البشر نمبر مارچ ۱۹۸۱ء "شاہین" "اولیٰ مجلہ گورنمنٹ زمیندار ڈگری کالج گجرات سیرت نمبر دسمبر ۱۹۸۱ء" "مجلہ سیرت النبیؐ"۔ جشن عید میلاد کنفی کراچی جنوری ۱۹۸۱ء مہنامہ "سلسیل" لاہور سیرت مصطفیٰؐ نمبر اکتوبر ۱۹۸۱ء "نقوش" لاہور رسول نمبر ۱۹۸۲ء "قاران" "اولیٰ مجلہ اسلامیہ کالج سول لائسنز لاہور سیرت نمبر ۱۹۸۳ء مہنامہ "الوارث" کراچی رسول کریمؐ نمبر فروری ۱۹۸۳ء مہنامہ "تاجدار حرم" کراچی میلاد نمبر ۱۹۸۳ء مہنامہ "۱۱ توار القرید" مایہوال عید میلاد النبیؐ نمبر ۱۹۸۳ء مہنامہ "صوت الاسلام" فیصل آباد سیرت

رسول نمبر ۱۹۸۵ء "منہاج القرآن" لاہور میلاد النبیؐ نمبر نومبر ۱۹۸۷ء "ماہنامہ" "نعت" لاہور میلاد النبیؐ نمبر اکتوبر ۱۹۸۸ء وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے بیشتر رسائل بڑے اہتمام سے ہر سال ربیع الاول میں اپنے خاص نمبر شائع کر رہے ہیں۔ ہفت روزہ "چٹان" لاہور، ہفتہ وار "ہلال" راولپنڈی، ہفت روزہ "سواد اعظم" لاہور، ہفت روزہ "الہام" بہاولپور، پندرہ روزہ "رضوان" لاہور، دینی مدارس کے جرائد اور ملی و قومی اخبارات کی ہفتہ وار خصوصی اسلامی ایڈیشنوں کی اشاعت کا سلسلہ اس کے علاوہ ہے۔

مگر امیون کمپنیوں نے ریکارڈوں کی صورت میں (۵۷) اور موجودہ زمانے میں ٹیپ ریکارڈ کیسٹس نے درود و سلام اور میلادِ نبویہؐ مقدمات کو فروغ دیا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے محافل میلاد کی خصوصی نشریات نے میلاد کی روایت اور اسلوب کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کر دیا ہے۔ عید میلاد النبیؐ کے پروگراموں کی تفصیلات پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کے تعارفی کتابچوں میں گلے بہ گلے چھپی رہتی ہیں۔ پندرہ روزہ "آہنگ" کراچی بھی ان کی تفصیلات شائع کرتا ہے۔ ان میں "ذکر نبیؐ" جشن میلاد النبیؐ ۱۹۷۷ء، ریڈیو پاکستان لاہور کے پروگرام کا تعارفی میگزین ہے۔

میلا و ناموں کے ماخذ

میلا و ناموں میں نور محمدیؐ ولادت مقدسہ، معجزات، معراج، وفات، شامک و خصائل اور تعلیمات و ارشادات کے تذکار کے اہم عربی و دیگر ماخذ درج ذیل ہیں:

- ۱۔ قرآن مجید
- ۲۔ احادیث نبویؐ
- ۳۔ کتب سیر و معاذی
- ۴۔ کتب تفاسیر القرآن
- ۵۔ کتب تاریخ
- ۶۔ کتب شامک
- ۷۔ کتب دلائل
- ۸۔ اسماء النبی اکرمؐ
- ۹۔ الہامی صحائف اور دیگر مذہبی کتب میں حضورؐ کی بشارات اور مدحیہ انداز میں ذکر۔

قرآن مجید میں نبی کریمؐ کے فضائل و مناقب سے متعلقہ مقامات

اردو میں میلا و النبیؐ کے موضوع کی مناسبت سے حضورؐ کے میلا و، نور نبویؐ، معراج، معجزات و بشارات، اور فضائل و مناقب کے حوالے سے قرآن مجید سب سے اولین، مستند اور اہم ماخذ ہے۔ "دین اسلام کی طرح جغیر اسلام کی سیرت طیبہ اور خصائل حمیدہ کا اولین مرجع بھی یہی کتاب میں ہے۔ اگرچہ اس میں آنحضرتؐ کے سوانحی حالات اور عادات و کردار کا ذکر مربوط اور مرتب شکل میں نہیں تاہم جگہ جگہ ایسے بلیغ اشارے اور حوالے موجود ہیں جن کے مطالعہ سے حضور اکرمؐ کی سیرت و کردار کا ایک موثر تصور اور گہرا نقش ہمارے ذہن میں ابھرتا ہے۔ قرآن میں آپؐ کی بشریت و رسالت، مقصد بعثت، کار نبوت میں آپؐ کی بے غرض راست روی، اخلاق کریمانہ، آپؐ کے غزوات و معجزات، اللہ تعالیٰ کے آپؐ پر احسانات، اور بنی نوع انسان پر آپؐ کے فیوض و برکات کے بارے میں بنیادی نوعیت کی وہ تمام معلومات مل جاتی ہیں جن پر آپؐ کی سیرت طیبہ کی تعمیر و تشکیل عبارت ہے اگرچہ حضور اکرمؐ کے ہر سیرت نگار نے اپنی تحریروں میں جگہ جگہ قرآن سے رجوع کیا ہے تاہم کچھ کوششیں خالصتاً اس انداز میں بھی ہوئی ہیں جہاں سیرت رسولؐ کے تمام خدوخل قرآن پاک کی آیات و نجات ہی سے اخذ کرنے کی جستجو ملتی ہے۔" (۵۸)

نبی کریمؐ کی سیرت و کردار اور فضائل و مناقب کے بارے میں اولین سرچشمہ قرآن پاک ہے۔ غیر

مسلسلوں نے بھی اس کی اہمیت و افادیت کو محسوس کیا ہے۔ سر ولیم میور لکھتے ہیں کہ ”محمدؐ کی سیرت اور اسلام کی ابتدائی تاریخ جاننے کے سلسلہ میں قرآن کی اس خصوصیت میں فی الحقیقت کوئی مبالغہ نہیں کہ اس میں تمام بنیادی ماخذ موجود ہیں اور محمدؐ کی زندگی کے تمام وہ پہلو جن پر تحقیق اور جنہیں جاننے و سمجھنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اس (قرآن) کے ذریعے صحت کے ساتھ جانچے جاسکتے ہیں، چنانچہ ہمیں محمدؐ کی عام روزمرہ زندگی کے افعال و معمولات، دینی و مذہبی خیالات اور ان کی فہمی زندگی سے متعلق تمام مواد قرآن میں مکمل طور پر میسر آ جاتا ہے محمدؐ کی سیرت پاک اور ان کا کردار معلوم کرنے کے لئے قرآن ایک ایسا روشن و شفاف آئینہ ہے جس میں ہمیں سب کچھ وضاحت و صراحت سے صاف صاف نظر آ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں یہ بات ضرب المثل کے طور پر زبان زد خلایق تھی کہ آپؐ کی سیرت قرآن ہے۔“ (۵۹)

حضورؐ کی سیرت و حیات مبارکہ کے جاننے کے سلسلہ میں قرآن کریم کے بارے میں پروفیسر سید نواب علی لکھتے ہیں کہ: ”مغازی و میر کا یہ سب سے پہلا ماخذ (قرآن) رسول اللہؐ کی حیات ہی میں ۲۳ سال کے اندر حفظ اور تحریر دونوں ذریعوں سے محفوظ کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ آپؐ کی وفات کے ایک سال بعد حضرت ابو بکرؓ نے پورا قرآن مجید ایک کامل نسخے میں قلم بند کر لیا، جس کی چھ نقلیں حضرت عثمانؓ نے ۳۵ھ میں بلاد اسلامیہ میں بھیج دیں۔ پچاس سال تک یہی قرآن تھا جس میں سیرت رسول اللہؐ کا مطالعہ ان آنکھوں سے ہوتا رہا جنہوں نے اس پیکر قدسی کو اس عالم رنگ و بو میں چلتے پھرتے دیکھا تھا۔ (۶۰)

قرآن مجید میں ایک طرف آپؐ کی زندگی کے اہم پہلو واضح کئے گئے ہیں، دوسری طرف آپؐ کے عہد کے بعض وقائع پر بحث کی گئی ہے اور تیسری طرف آپؐ کے کردار کی تمام خصوصیات گنوائی گئی ہیں۔ ”ان سب کا تذکرہ کتب احادیث، کتب مغازی و سیر اور کتب تاریخ کی طرح مفصل و مرتب نہیں، بلکہ مختصر و مجمل ہے اور کوئی نہ کوئی اخلاقی سبق دینے کے لئے ہے، کیونکہ قرآن مجید موجودہ توریت کی طرح نہ محض تاریخ ہے اور نہ موجودہ انجیل کی طرح محض سوانح عمری۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ صحیفہ ہدایت ہے جو آنحضرتؐ کے ذریعے بنی نوع انسان تک پہنچا۔ حضورؐ ایک خاص ملک، ایک خاص عہد، اور ایک خاص معاشرے میں مبعوث ہوئے، لیکن آپؐ کو قرآن کی شکل میں جو پیغام ملا، وہ ساری دنیا، سارے زمانوں اور سارے معاشروں کے لئے تھا، چنانچہ جہاں قرآن مجید کی عام تعلیمات انسانوں کے لئے دستور حیات ہیں، وہاں صاحب قرآن کی زندگی ان کے لئے قابل عمل نمونہ اسوہ حسنہ ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی سیرت و کردار کو مومنوں کے لئے ایک اعلیٰ مثال کے طور پر پیش کیا ہے اور اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ پیغمبر کی اطاعت کو لازم قرار دیا ہے کیونکہ آنحضرتؐ محض حامل قرآن نہ تھے بلکہ سرِ اپا قرآن تھے۔“ (۶۱)

اسلام کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل خود آپؐ کی ذات اقدس ہے جو لوگ آپؐ کی حمد و صفت موصوف ذات بابرکات اور باکمال ہستی کو دیکھ کر ہدایت قبول نہیں کرتے انہیں کوئی دلیل یا کوئی مجرہ کیونکر رام ہدایت دکھا سکتا ہے:

فَاَوْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ (البقرہ: ۱۱۹) بے شک (اے محمد) ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اہل دوزخ کے بارے میں تم سے سوال نہ ہو گا (کہ وہ کیوں ایمان نہ لائے اس لئے کہ آپؐ نے اپنا فرض تبلیغ پورے طور پر ادا فرما دیا)۔ (۶۲)

رَبَّنَا وَابْعَثْ لِهَيْمٍ رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (البقرہ: ۱۲۹)

اے پروردگار ان (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیجو جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے۔ بیشک تو غالب اور صاحب حکمت ہے۔ اس کی وضاحت میں مولانا فتح محمد لکھتے ہیں۔ ”جن پیغمبر کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔ جیسی کی بشارت ہوں۔ اپنی والدہ کا خواب ہوں۔ اسی حدیث سے حلی نے اس بیت کا مضمون اخذ کیا ہے۔

”ہوئے پہلے آمنے سے ہویدا

دعائے خلیل اور نوید مسیح“ (۶۳)

اس آیت کی تفسیر سید غلام حسین لکھتے ہیں۔

”نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اسماعیلؑ کی اولاد اہل عرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کی دعا کو قبول فرمایا اور ان کی اولاد میں اہل عرب سے برابر اللہ تعالیٰ کو ماننے والے چلے آئے جیسے میرے دادا عبدالمطلب اور ہاشم دین ابراہیمی پر قائم تھے۔ اللہ کو ایک جانتے تھے اور شرک نہ کرتے تھے نہ کراتے تھے۔ امام رازی نے بھی اسی بات کو لکھا ہے یس حدیث سے ثابت ہوا جب عبدالمطلب اور ہاشم دین ابراہیمی پر قائم تھے تو حضورؐ کے والد اس دین سے کیسے خارج ہوئے جبکہ ان کی پشت میں نور محمدیؑ موجود تھا یا حوالہ کفال اب ثابت ہو گیا کہ نبی پاکؐ آؤم سے لے کر جن جن نفوس قدسیہ سے تشریف لائے وہ شرک اور کفر سے پاک تھے۔“ (۶۴)

كَمَا أَوْسَلْنَا لَكُمُ رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيكُمْ لَعَلَّكُمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (البقرہ: ۱۵۱)

جیسا کہ ہم نے تمہارے پاس رسولؐ تم میں سے پڑھ کر سناتا ہے تمہیں ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں اور سکھاتا ہے تمہیں کتاب اور حکمت اور تعلیم دیتا ہے تمہیں ایسی باتوں کی جنہیں تم جانتے ہی نہیں تھے۔ اس کی تفسیر پیر محمد کرم شاہ لکھتے ہیں۔ ”تفسیر کعبہ کے وقت ہو دعا حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے کی ان میں ان صفات والا رسول مبعوث فرمایا جائے اب بتایا جا رہا ہے کہ وہ دعا مقبول ہوئی اور وہ

رسول کریمؐ ان تمام صفات سے متصف ہو کر تشریف فرما ہو گیا۔" (۶۵) معلم کی تفسیر قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔ معلم کا فعل دوبارہ ذکر کیا جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تعلیم پہلی کتاب و حکمت کی تعلیم سے الگ نوعیت کی ہے اور شاید اس سے مراد علم لدنی ہے جو قرآن کے باطن اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منور و روشن سینہ سے حاصل ہوتا ہے اور اس کا حصول مروجہ تعلیم و حکم سے نہیں بلکہ انعکاس ہے یعنی آفتاب قرآن کی کرنیں اور ماہتاب نبوت کی شعاعیں دل کے آئینہ پر منعکس ہوتی ہیں۔" (۶۶)

رسول اللہ کی اطاعت ہی اطاعت خدا ہے

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ جَاهِدْ جُنْدٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَلِّفِينَ فِيهَا (النساء: ۱۳) اور جو حکم ماننے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے۔

حضور نبی کریمؐ پر درود و سلام بھیجنا واجب ہے

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الاحزاب: ۵۶) شکر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ خزانہ العرفان میں ہے۔ "درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریمؐ کی تکریم ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب درود بھیجے والا مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ بخیر وہ ہے جو میرا نام سنے اور جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ درود نہ بھیجے۔" (۶۷)

حضورؐ جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی الہی ہوتی ہے

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ (النجم: ۳-۴)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مکر و حی جو انہیں کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضائل کثیرہ نہایت کر کے تمام خلق پر آپؐ کو افضل فرمایا:

لَا أَفْضَلُكَ الْكَوْثَرُ (الکوثر: ۱) اے محبوب بے شک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ اس کی تفسیر میں مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں۔ "حسن ظاہر بھی دیا، حسن باطن بھی، نسب عالی بھی، نبوت بھی، کتب بھی، حکمت بھی، علم بھی، شفاعت بھی، حوض کوثر بھی، مقام محمود بھی، کثرت امت بھی، اہدائے دین پر غلبہ بھی، کثرت فتوح بھی اور بے شمار نعمتیں اور فضیلتیں جن کی نہایت نہیں۔" (۶۸)

نبی کریمؐ نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شرف حاصل کیا

مَلَأَغُ الْبَصَرُ وَمَا طَفَى (النجم: ۷۷) (نہ در ماندہ ہوئی چشم مصطفیٰ) اور نہ (حد اوب سے) آگے بڑھی (حضور) دیدار الہی سے مشرف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دولت سرمدی سے آپ کو نوازا اور فضل و احسان سے عزت افزائی فرمائی۔ (۶۹)

حضور خلق عظیم کے مالک ہیں

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ (القلم: ۴) اور بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔ حضور کی ذات تمام کمالات کی جامع ہے۔ وہ کمالات جو پہلے نبیوں اور رسولوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے، وہ مجموعی طور پر اپنی تمام جلوہ سالانوں اور اپنی جملہ رحمتیوں کے ساتھ اس ذات اقدس و اطہر میں موجود ہیں۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا واری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تما واری

شاہ خوباں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف خود ہی ہر کمال اور ہر جمال کے پیکر رحمت اور تصویر جمیل نہ تھے بلکہ اپنے نیاز مندوں کو بھی ان نعمتوں سے مالا مال کر دیا ان کی ایسی تربیت فرمائی کہ آنے والی نسل انسانی کے لئے وہ ایک دکھ نمونہ بن گئے۔ جب اس عبد کریم کا مرنی اور معلم خود رب العالمین ہے تو پھر اس تمکیز ارشد کے حسن اوب، حسن تربیت اور کمال علم کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ (۷۰)

اللہ تعالیٰ نے حضور کی محافظت اپنے ذمہ لی

وَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (المائدہ: ۵: ۶۷) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔ بے شک خدا منکروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

دشمنان رسول آپ کی جان کے درپے تھے۔ جانثاران رسالت ماب راتوں کو پہرہ دیا کرتے تھے۔ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد آپ نے پہرہ ختم کرنے کا حکم صادر فرمایا کیونکہ اللہ خود نگہبان ہے تو پھر اور کسی کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ (۷۱)

حضور نبی کریم کا وسیلہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدہ: ۳۵) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (۷۲) وسیلہ تلاش کرنے کی ضرورت اس لئے ہے جس کی بدولت ہمیں اس کا قرب حاصل ہو۔ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے قریب ترین ہستی حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہم گنہگار انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے حکم کے مطابق وسیلہ ڈھونڈنے کے لئے رحمتہ اللعالمین کی ذات سے اور کون بہتر ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کی بابت اشارہ فرما دیا ہے۔ ہمارے لئے ضروری ہے

کہ رضائے الٰہی کے لئے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ تلاش کریں۔ (۷۳)

در بار رسالت کا ادب و احترام

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ
 أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (الحجرات: ۲) اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبیؐ کی (اس غیب
 بتانے والے نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں چلاتے ہو کہ کہیں
 تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تمام اشیاء کے علوم عطا فرمائے

عَلِمَ الْغَيْبُ فَلَا يُلْهِهُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۖ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يُسَلِّكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَيَمْنُ خَلْفَهُ
رَصْدًا“ (الجن: ۲۷-۳۱) غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر (اپنے غیب خاص پر جس کے ساتھ وہ منقولہ
ہے) کسی کو مسلط نہیں کرتا (اطلاع کامل نہیں دیتا جس سے حقائق کا کشف تام اعلیٰ درجہ یقین کے ساتھ
حاصل ہو) سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (تو انہیں غیب پر مسلط کرتا ہے اور اطلاع کامل اور کشف تام
عطا فرماتا ہے اور یہ علم غیب ان کے لئے معجزہ ہوتا ہے۔ سید الرسل خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
وسلم مرتضیٰ رسولوں میں سب سے اعلیٰ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اشیاء کے علوم عطا فرمائے) کہ ان
کے آگے پیچھے پورا مقرر کر دیتا ہے ”فرشتوں کو جو ان کی حفاظت کرتے ہیں۔“ - (۷۴)

سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (العائدہ: ۱۵) بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا (آپ کو نور فرمایا گیا کیونکہ آپ سے تاریکی کفر و رد ہوئی اور راہ حق واضح ہوئی) اور روشن کتاب یعنی قرآن شریف۔ (۷۵)

آپؐ نے نورِ نبوت سے ضمائر و بصائر اور قلوب و ارواح کو منور کیا

وَقُلْنَا عِمَّا۟ إِلَى اللّٰهِ بِإِثْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّبِينًا۔ (الاحزاب: ۴۶) اور اللہ کی طرف اس کے ستم سے بلانا
یعنی خلق کو طاقت الہی کی دعوت دیتا اور چمکا دینے والا آفتاب (درحقیقت ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی
آپ کے نور نبوت نے پہنچائی اور کفر و شرک کے ظلمات شدیدہ کو اپنے نور حقیقت افروز سے دور کر دیا۔
اور خلق کے لئے معرفت و توحید الہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح کر دیں اور ضلالت کی وادی
تاریک میں راہ گم کرنے والوں کو اپنے انوار ہدایت سے راہ یاب فرمایا۔ حقیقت میں آپ کا وجود مبارک
ایسا آفتاب عالم تاب ہے جس نے ہزار ہا آفتاب بنا دیئے۔ (۷۶)

حضور تمام انبیاء میں سب سے افضل ہیں

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَلِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَقُوا

وَقَدْ لَئِن لَّمْ يَكُنْ لَّكَ آيَاتُ الْكُرْسِيِّ لَكُنْ لَّكَ آيَاتُ الْكُرْسِيِّ (آل عمران: ۸۱) اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول یعنی سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے (اس طرح کہ ان کے عقائد و احوال اس کے مطابق ہوں جو کتب انبیاء میں بیان فرمائے گئے ہیں) تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور ان کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی ان سے سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عہد لیا اور ان انبیاء نے اپنی قوموں سے عہد لیا کہ اگر ان کی حیات میں نبی کریمؐ مبعوث ہوں تو آپؐ پر ایمان لائیں اور آپؐ کی نصرت کریں۔“ (۷۷)

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند کیا

وَوَعَدْنَا لَكَ ذِكْرًا (الم نشرح: ۴) اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ ”حدیث شریف میں ہے، سید عالمؐ نے حضرت جبریلؑ سے اس آیت کو دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپؐ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے میرے ساتھ آپؐ کا بھی ذکر کیا جائے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اذان میں، تکبیر میں، تشہد میں، منبروں پر، خطبوں میں، تو اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے ہر بات میں اس کی تصدیق کرے اور سید عالمؐ کی رسالت کی گواہی نہ دے تو یہ سب بیکار و کافری رہے گا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ آپؐ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے آپؐ پر ایمان لانے کا عہد لیا۔“ (۷۸)

معراج شریف حضورؐ کا ایک جلیل القدر معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے

سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي لَوْ كُنَّا حَوْلَهُ لَنَبُذَرَهُ مِنْ أَيْنَمَا (ہی اسرائیل: ۱) (ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرانی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، بابرکت بنا دیا ہم نے جس کے گرد و نواح کو ناکہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیں۔ (۷۹) معراج سے حضورؐ کا وہ کمال قرب ظاہر ہوتا ہے جو مخلوق الہی میں آپؐ کے سوا کسی کو میسر نہیں۔ مکہ مکرمہ سے حضورؐ کا بیت المقدس تک شب کے چھوٹے حصہ میں تشریف لے جانا، نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازل قرب میں پہنچنا احادیث صحیحہ مستندہ سے ثابت ہے جو حدِ قواٹر کے قریب پہنچ گئی ہیں، اس کا منکر گمراہ ہے۔ معراج شریف بحالت بیداری جسم و روح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی۔ یہی جمود اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ نصوص آیات و احادیث سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔ حضرت جبریلؑ کا براق کے ساتھ حاضر ہونا، سید عالمؐ کو غایتِ اکرام و احترام کے ساتھ سوار کر کے لے جانا، بیت المقدس میں سید عالمؐ کا انبیاء کی امامت فرمانا، پھر وہاں سے سیر سموات کی طرف متوجہ ہونا، جبریلؑ امین کا ہر آسمان کے دروازہ کا کھلوانا، ہر آسمان پر صاحب مقام انبیاء عظیم

السلام کا شرف زیارت سے مشرف ہونا اور حضور کی تشریف آوری کی مبارکیاں دینا حضور کا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سیر فرمانا وہاں کے عجائب دیکھنا اور تمام مقربین کی نہایت منازل سدرہ المنتہی کو پہنچنا جہاں سے آگے بڑھنے کی کسی ملک مقرب کو بھی مجال نہیں ہے۔ جبریل امین کا وہاں معذرت کر کے رہ جانا پھر مقام قرب خاص میں حضور کا پہنچنا کہ جس کے تصور تک خلق کے اوہام و افکار بھی پرواز سے عاجز ہیں۔ وہاں مورد رحمت و کرم ہونا اور انعامات الہیہ اور خصائص نعم سے سرفراز فرمایا جانا اور پھر اپنی جگہ واپس تشریف لانا۔ (۸۰) تفسیر ضیاء القرآن میں ہے۔ "بیت المقدس بملہ انبیاء سابقین حضور کے لئے چشم براه تھے حضور کی اقتداء میں سب نے نماز ادا کی۔ اس طرح جو عہد روز ازل ارواح انبیاء سے لیا گیا تھا کہ تم میرے محبوب پر ضرور ایمان لانا کی تکمیل ہوئی۔ (۸۱)"

اسلام کبھی منسوخ نہ ہو گا اور قیامت تک باقی رہے گا

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ: ۳) آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ "دین کامل کرنے کے معنی اسلام کو غالب کرنا ہے جس کا یہ اثر ہے کہ جتنے الوداع جب یہ آیت نازل ہوئی، کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ حج میں شریک نہ ہو سکا۔ ایک قول یہ ہے کہ میں نے تمہیں دشمن سے امان دی۔ ایک قول یہ ہے کہ دین کا اکمال یہ ہے کہ وہ پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہو گا اور قیامت تک باقی رہے گا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے، اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم روز نزول کو عید مناتے، فرمایا! کوئی آیت اس نے یہی آیت الیوم اکملت لکم دینکم پر مبنی ہے۔ آپ نے فرمایا میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی تھی اور اس کے مقام نزول کو بھی پہچانتا ہوں وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا۔ آپ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارے لئے وہ دن عید ہے۔ تفسیر شریف میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ آپ سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا۔ آپ نے فرمایا۔ جس دن یہ نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں جمعہ و عرفہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی منانا جائز اور صحابہ سے ثابت ہے ورنہ حضرت عمرو ابن عباس صاف فرما دیتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور اس روز کو عید منانا ہم بدعت جانتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ عید میلاد منانا جائز ہے۔ کیونکہ وہ اعظم نعم الہیہ کی یادگار و شکر گزاری ہے۔ (۸۲)

حضور سر لیا رحمت ہیں

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانجاء: ۱۰) اور میں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سر لیا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے محبوب جو کتاب مجید، دین حنیف، شریعت بیضا، خلق عظیم، دلائل قاہرہ، آیات بینات اور معجزات ساحلہ غرضیکہ جن ظاہری اور باطنی، دنیائی اور روحانی

مستول سے ملا مال کر کے ہم نے آپؐ کو مبعوث فرمایا ہے۔ اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ آپؐ سارے جہانوں کے لئے سارے جہان والوں کے لئے، انہیں اور بیگانوں کے لئے، دوستوں اور دشمنوں کے لئے، خیرِ رحمت بن کر ظہور فرمائیں۔ اس آیت کریمہ میں جو جامعیت ہے، اس نے اس کو دیگر آیات سے ممتاز کر دیا ہے جو کمالات اور صفات عالیہ منتشر تھیں ان سب کو یہاں یکجا کر دیا ہے۔ اس آیت میں حسنِ محمدیؐ اور جمالِ احمدیؐ کی ساری رعنائیاں اور دلربائیاں بکمال لطافت جلوہ نما ہیں۔ یہ تو عالمِ ماسوت میں حضورؐ کی گونا گوں رحمتوں کا ظہور ہے لیکن صرف یہاں ہی نہیں بلکہ عالمِ ملکوت میں بھی حضورؐ کی رحمت کا پرچم لہرا رہا ہے اور حضورؐ کا دستِ شفقت گل افشانی کر رہا ہے۔ وہاں رحمتِ محمدیؐ کے ظہور میں جو دلربا انداز ہے اور بحرِ کرم میں جو مٹھاس اور روانی ہے، اس کا حال تو فقط وہ نفوسِ قدسیہ ہی جانتے ہیں جنہیں اس عالم کی سیاحت ارزانی ہوئی ہو۔ حضورؐ وہ رحمت ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بطور تحفہ عطا فرمائی۔ سچ تو یہ ہے کہ اس آفتاب کی نور افشانی کا رنگ ہی نرالا ہے جو نہ زبان پر لایا جاسکے اور نہ قلم سے لکھا جاسکے۔ (۸۳)

آپؐ کی رسالت عامہ تمام جن و انس کو شامل ہے

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَلِمَةً نَّبِيًّا ۖ وَنُفِثُوا ۖ وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (سبا: ۲۸) اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دینا اور ڈر سنانا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔ حضورؐ سید عالم کی رسالت عامہ ہے۔ تمام انسان اس کے احاطہ میں ہیں۔ حضورؐ تمام خلق کے رسول ہیں جو تمام جن و انس کو شامل ہے۔ (۸۳)

دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن شریف میں مذکور نہ ہو۔ اور حضورؐ کو علمِ غیب ہے

وَنُفِثْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا ۖ لِكُلِّ شَيْءٍ (النحل: ۸۹) اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ حضورؐ نے پیش آنے والے قتل کی خبر دی۔ صحابہ نے ان سے خلاص کا طریقہ دریافت کیا۔ فرمایا کتاب اللہ میں تم سے پہلے واقعات کی بھی اور تمہارے مابین کا علم بھی، جو علم چاہے وہ قرآن کو لازم کرے۔ اس میں اولین و آخرین کی خبریں ہیں۔ غرض یہ کتاب جامع ہے جمع علوم کی جس کسی کو اس کا جتنا علم ملا ہے، اتنا ہی جانتا ہے۔ (۸۵)

محفلِ میلادِ مبارک کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (التوبہ: ۱۲۸) بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان، مہربان۔ اس آیت کی تفسیر میں سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں۔ ”محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عربی قرشی جن کے حسبِ نسب کو تم خوب پہچانتے ہو کہ تم میں سب سے عالی نسب ہیں اور تم ان کے صدق و امانت، زہد و تقویٰ“

طہارت و تقدس اور اخلاق حمیدہ کو بھی خوب جانتے ہو۔ اس آیت مقدسہ میں حضورؐ کی تشریف آوری یعنی آپؐ کے میلاد مبارک کا بیان ہے۔ تفسیر کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ حضورؐ نے اپنی پیدائش کا بیان قیام کر کے فرمایا۔ مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ محفل میلاد مبارک کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاکؐ کو اپنے دو ناموں سے شرف فرمایا۔ یہ کمال حکیم ہے۔ (۸۶)

حضورؐ کی بعثت نعت عظیمہ ہے

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران: ۱۰۳) بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔

”سنت نعت عظیمہ کو کہتے ہیں اور بیشک حضورؐ کی بعثت نعت عظیمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریمؐ ان میں مبعوث فرما کر انہیں گمراہی سے رہائی دی اور حضورؐ کی بدولت انہیں بیٹائی عطا فرما کر جہل سے نکالا اور آپؐ کے صدقہ میں راہ راست کی ہدایت فرمائی اور آپؐ کے فضیل میں بے شمار نعمتیں عطا کیں۔“ (۸۷) بعثت اور ولادت آپؐ میں مترادف ہیں۔ قرآن مجید نے ولادت سے افضل لفظ بعثت استعمال کیا ہے جو ولادت کے بغیر بے متعدد ہو جاتا ہے لہذا بعثت مشن اور ولادت بعثت کے سب کو ظاہر کرتی ہے۔ ذکر میلاد شریف سنت الہیہ ہے

قرآن شریف کی درج ذیل آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ذکر میلاد شریف سنت الہیہ ہے: قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ (النساء: ۱۷۳) تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی۔ ”واضح دلیل سے سید عالمؐ کی ذات گرامی مراد ہے۔“ (۸۸) هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَبِالنُّورِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا (التوبہ: ۳۳) وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دنیوں پر غالب کرے۔ ”رسول سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔“ ”حدیث میں ہے کہ سید عالمؐ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں اسلام کے سوا ہر ملت ہلاک ہو جائے گی۔“ (۸۹)

وَمُبَشِّرًا يُرْسِلُ بَاتِي مِّن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف: ۶) اور ان رسول کی بشارت سنانا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔“ (۹۰)

نور انیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، مِثْلُ نَوْرِهِ كَمِثْكَوَةِ نَبِيهَا مَصْبَاحٌ فِي زُجْجَتِهِ، الزُّجْجَةُ كَلْبَةٌ كَوُكْبٍ نُّورِي يُوَلِّدُ مِنْ شَجَرَةٍ مَبْرُكَةٍ زَيْتُونَةٍ (النور: ۳۵) اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا، اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو اس میں چراغ ہو وہ چراغ شیش کے (ایک فانوس) میں ہو۔ وہ فانوس

گویا ایک ستارہ ہے جو موتی کی طرح چمک رہا ہے جو روشن کیا گیا ہے برکت والے نبیوں کے درخت سے۔ (۹) ”یہ تمثیل نور حضورؐ کی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کعب احبارؓ سے فرمایا کہ اس آیت کے معنی بیان کرو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بیان فرمائی۔ روشندان (طاق) تو حضورؐ کا سینہ شریف ہے اور فانوس قلب مبارک اور چراغ نبوت کہ شجر نبوت سے روشن ہے اور اس نور محمدی کی روشنی اس مرتبہ کمال ظہور پر ہے کہ اگر آپؐ اپنے نبی ہونے کا بیان بھی نہ فرمائیں جب بھی غفلت پر ظاہر ہو جائے۔“ (۹۴)

قرآن مجید کی وہ آیات مبارکہ جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت، شان و رفعت درجات، معراج و معجزات، آسمانی صحائف میں بشارات، رحمت و علق عظیم، ظاہری و باطنی علوم، تعظیم و تکریم اور اطاعت کے احکام جامعاً وضاحت و صراحت سے بیان کئے ہیں۔ زیر بحث موضوع (میلاد النبیؐ) کی جان ہیں :

قرآن میں آپؐ کی اولین جھلک بعد از خدا بزرگ توتی کے حوالے سے رحمت اللعالمین (۹۳) خاتم النبیین (۹۴) برحان ربانی (۹۵) معلم کتاب و حکمت (۹۶) اور مودع ملائکہ (۹۷) نظر آتی ہے۔

قرآن مجید میں کہیں آپؐ کی حیات مقدسہ کا ذکر ہے (۹۸) کہیں آپؐ کے مولد (۹۹) کا کہیں آپؐ کے حسن و جمال کے چرچے ہیں (۱۰۰) کہیں آپؐ کے مزاج اقدس کا (۱۰۱) کہیں آپؐ کے رنج و الم کا ذکر ہے (۱۰۲) اور کہیں آپؐ کی خوشنودی کا (۱۰۳) کہیں آپؐ کے اخلاق عالیہ (۱۰۴) کا ذکر ہے اور کہیں آپؐ کی تعلیمات (۱۰۵) کا کسی جگہ آپؐ کی نبوت کے اعلیٰ درجات پر سرفرازی کا ذکر ہے اور کہیں اس سرفرازی پر خوشیاں منانے کا بیان ہے۔ (۱۰۷) کہیں آپؐ کے منازل و مقامات کا ذکر ہے (۱۰۸) اور کہیں آپؐ کی محبوبیت اور اقرانیت کا (۱۰۹) کہیں آپؐ کے علم و فضل کا ذکر ہے (۱۱۰) اور کہیں آپؐ کی حکمت و دانائی کا بیان ہے (۱۱۱)۔ کہیں آپؐ کی حقیقت و ماہیت کا ذکر ہے (۱۱۲) اور کہیں بزرگان کائنات کا (۱۱۳) کہیں معراجِ جاوات (۱۱۴) اور ہجرت کا ذکر ہے تو کہیں بیعت (۱۱۵) کا کہیں غزوات (۱۱۶) کا ذکر ہے اور کسی جگہ فتوحات (۱۱۷) کو موضوع بنایا گیا ہے۔ کہیں انبیائے سابقین کا آپؐ کے طفیل فتح و نصرت کی دعائیں مانگنے کا بیان ہے۔ (۱۱۸) اور کہیں آپؐ کے انعام و اکرام کی تفصیل ہے۔ (۱۱۹) کہیں آپؐ کی رحمت عام کا ذکر ہے۔ (۱۲۰) اور کہیں آپؐ کی تعظیم و توقیر (۱۲۱) کا بیان ہے۔ کہیں آپؐ کی شفقت و رحمت (۱۲۲) کا ذکر ہے۔ اور کہیں آپؐ کے انصاف و عدالت (۱۲۳) کا کہیں آپؐ کی عبادت و دریافت (۱۲۴) کا ذکر ہے اور کہیں آپؐ کے اخلاص عمل کا (۱۲۵) کہیں آپؐ کی مصومیت (۱۲۶) کا ذکر ہے اور کہیں آپؐ کی بے داغ (۱۲۷) سیرت کو بیان فرمایا ہے۔ کہیں آپؐ کی مجلس کے آداب (۱۲۸) کا ذکر ہے اور کہیں آپؐ کی دلپذیر و دلنشین باتوں (۱۲۹) کا کہیں آپؐ کی اطاعت و فرمانبرداری (۱۳۰) کا ذکر ہے اور کہیں اس محبت کا بیان ہے کہ دنیا کی ساری محبتیں اور چاہتیں اس کے سامنے بچ نظر آنے لگیں۔ (۱۳۱) کہیں آپؐ کی رفعت و بلندی (۱۳۲) کا ذکر ہے اور کہیں انشراح صدر کا کہیں آپؐ کو عطائے خاص (۱۳۳) کا ذکر ہے اور کہیں فضل و کمال (۱۳۴) کو موضوع بنایا ہے۔ کہیں ازواجِ مطہرات (۱۳۵) کا ذکر ہے اور کہیں آپؐ کے دمساز

رفیقوں (۱۳۶) کا تذکرہ ہے۔ کہیں فرشتوں کے آنے جانے (۱۳۷) کا بیان ہے اور کہیں جنوں کے قبول اسلام (۱۳۸) کا بیان ہے۔

آپؐ کی رسالت احسان عظیم ہے (۱۳۹) حضورؐ تمام انسانیت کے رسول ہیں (۱۴۰) حضورؐ کی رسالت کا خود خدا گواہ ہے (۱۴۱) آپؐ کی حیات مقدرہ سچائی کی روشن دلیل ہے (۱۴۲) اس کے علاوہ آپؐ کی رسالت کی دلیل (۱۴۳) اور بعثت کے مقاصد کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ (۱۴۴)

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے درجات کو بلند فرمایا (۱۴۵) اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے حضورؐ پر ایمان لانے اور نصرت کرنے کا وعدہ لیا (۱۴۶) حضورؐ اور حضورؐ کے پیروکار حضرت خلیل کے جائز وارث ہیں (۱۴۷) آپؐ کو ویدار الہی ہوا (۱۴۸) حضورؐ کے مدارج کی ترقی غیر متناہی ہے (۱۴۹) حضورؐ کے تسکین قلب کے لئے پیغمبروں کے حالات بیان کئے گئے (۱۵۰) اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا (۱۵۱) آپؐ سب بنی نوع انسان کے رسول ہیں (۱۵۲) انبیاء کے ذکر میں حضورؐ کو مقدم کیا کیونکہ حضورؐ اول تخلیق ہیں (۱۵۳) حضورؐ اول المسلمین ہیں (۱۵۴) آپؐ ہدایت مستقیم پر ہیں (۱۵۵) آپؐ کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ (۱۵۶)

حضورؐ کا معراج پر تشریف لے جانا (۱۵۷) معجزہ شق القمر (۱۵۸) عقیدہ حیات النبیؐ (۱۵۹) یا ہا الزل سے خطاب (۱۶۰) یا ہا الدثر کا خطاب (۱۶۱) رخ الور کی قسم (۱۶۲) گیسوئے عنبریں کی قسم، ہم نے آپؐ کے ذکر کو بلند کر دیا (۱۶۳) آپؐ کا دشمن ابتر ہے۔ (۱۶۴)

آسمانی صحائف میں آپؐ کی تشریف آوری کے بارے میں واضح اشارات و بشارات موجود ہیں۔ قرآن حکیم میں ان آسمانی صحائف کی بشارات کے بارے میں کئی مقامات پر واضح طور پر نشان دہی کی گئی ہے۔ جیسے حضورؐ کی بشارت انا نبیل میں (۱۶۵) تورات میں حضورؐ کے کمالات کا ذکر (۱۶۶) اہل کتاب کو حضورؐ کی صداقت کا یقین تھا (۱۶۷) اہل کتاب حضورؐ کو خوب پہچانتے ہیں (۱۶۸) حضورؐ کی بعثت کے لئے دعائے خلیل۔ (۱۶۹)

حضورؐ کی رحمت واسعہ (۱۷۰) حضورؐ کی بعثت سے اتفاق و محبت کی فضاء (۱۷۱) یہود سے حضورؐ کو درگزر کرنے کا حکم (۱۷۲) حضورؐ کی تشریف آوری سے اوس و خزرج میں لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی (۱۷۳) بنی ہوازن کے امیروں کی واپسی اور ان پر رحمت عظیم (۱۷۴) ابو سفیان کا حاضر ہو کر بارش کے لئے دعا کرنا اور مین کا برسا (۱۷۵) قہرائے امت پر آپؐ کی نگاہ شفقت (۱۷۶) قراء سے حضورؐ کی محبت (۱۷۷) اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو درگزر کرنے کی تلقین فرمائی (۱۷۸) اپنی امت کی معفرت کے لئے دعائیں۔ (۱۷۹)

حضورؐ کو حروف مقطعات کا علم (۱۸۰) غیب بذریعہ وحی بتانا (۱۸۱) حضورؐ کو علم غیب سکھایا گیا (۱۸۲) جن انبیاء و رسل کا قرآن مجید میں ذکر نہیں، حضورؐ کو ان کا بھی علم تھا (۱۸۳) حضورؐ اپنی امت کے ہر فرد کو اس کے چہرہ اور اعمال سے پہچانتے ہیں (۱۸۴) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اپنے حبیب کو خود پڑھایا ہے (۱۸۵) حضورؐ کو علوم عطا فرمائے گئے (۱۸۶) حضورؐ کے علم لدنی کی کیفیت (۱۸۷) روح کا علم (۱۸۸) قیامت کا علم (۱۸۹) تعلیم الہی سے علوم کے سمندر موجزن ہو گئے (۱۹۰) حضورؐ کی تعظیم اور توقیر کا حکم (۱۹۱)

کہ رسالت میں یسوع کی بے ادبیاں (۱۹۳) یسوع کی دل آزاری اور اللہ تعالیٰ کی دلجوئی (۱۹۴) مجاہد غالب آسنے یا قتل ہو جائے اسے اجر عظیم ملے گا۔ (۱۹۴)

حضورؐ کی اطاعت کا قرآن مجید میں جگہ جگہ حکم ہے۔ نبی کریمؐ کی اتباع محبت الہی کی نشانی ہے (۱۹۵) جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا (۱۹۶) جو نافرمانی کرے گا وہ جہنم میں جائے گا (۱۹۷) جو رسولؐ کا مطیع ہے وہی اللہ تعالیٰ کا مطیع ہے (۱۹۸) حضورؐ کی نافرمانی کا نتیجہ توفیق الہی سے محرومی ہے (۱۹۹) جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتا ہے اس کے لئے شدید عذاب ہے۔ (۲۰۰) حضورؐ کے نافرمان روزِ حشرِ نہامت سے ہاتھ کاٹیں گے (۲۰۱) اللہ اور رسولؐ کا قربان نہ ماننے والا کھلا گمراہ ہے۔ (۲۰۲)

آج تک جتنے میلادِ ثانیے لکھے گئے ہیں۔ ان سب کا اولس مرجع و ماخذ قرآن شریف ہے۔ حضورؐ نبی کریمؐ کی بعثت اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان، انعام اور رحمت ہے۔ ”قرآن کی ہر آیت اور ہر واقعہ حضورؐ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی تصدیق کرتا ہے اور بالواسطہ یا بلا واسطہ انہی سے اس کا تعلق ہے۔ مولانا مانی نے صحیح فرمایا تھا کہ: ”ہم قرآن در شان محمدؐ“ اس لحاظ سے نور محمدیؐ ”میلادِ الہی“ معراجِ نبویؐ، ”معجزات و مبشرات“، ”شمائل و فضائل“، ”اوصاف و خصائل“، ”اسوہ حسنہ اور حضورؐ کے مقام و منصب کی عظمت کے بیان میں قرآن مجید کے حوالہ جات سب سے ذیق ہیں۔

قرآن مجید میں حضورؐ کے اسمائے مبارکہ

قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی محمدؐ اور احمدؐ کا ذکر ملتا ہے۔ ان دو ناموں سے علاوہ آپؐ کو فضائل و شمائل کی نسبت سے صفاتی ناموں سے پکارا گیا ہے جبکہ باقی تمام بیغیبوں کو ان اصل ناموں سے مخاطب کیا گیا ہے۔

حضورؐ کے اسمائے مقدسہ کو جمع کرنے کی ابتداء قرآن شریف سے ہوئی۔ آپؐ کے اسمائے مبارکہ کے سبب و احرام اور تعظیم و تکریم کے حوالے سے مفسرین، محدثین اور دیگر علماء و مشائخ نے اس موضوع پر مستقل کتابیں، رسائل اور ابواب تحریر کر کے نجاتِ اخروی کا سامان تیار کیا ہے۔ ان کتابوں میں اسمائے مبارکہ کی تشریح، معانی اور ان کے احوال و وظائف کے اثرات و ثمرات کا ذکر کر کے ہر دور میں حقیقت و حجت کے حسین گلدستے پیش کئے ہیں۔ درج ذیل اسمائے مبارکہ کا حوالہ قرآن مجید میں ملتا ہے:

محمد (فتح: ۲۹) احمد (صف: ۶) مصطفیٰ (آل عمران: ۳۳) محبتی (آل عمران: ۱۵۹) مبین (ملئین: ۱) ذوالقلم (۱: ۱) مزمل (۱: ۱) مدثر (مدثر: ۱) نبی امی (اعراف: ۱۵۷) نور (نور: ۱۵) شہید (احزاب: ۳۵) ذوالنورین (سبا: ۳۸) ن (قلم: ۱) القلم (قلم: ۱) داعی الی اللہ (احزاب: ۳۶) ہادی و منذر (رعد: ۱) روشن چراغ (احزاب: ۳۶) مزیٰ نفوسِ انسانی (آل عمران: ۱۴۳) معلم کتاب و حکمت (آل عمران: ۱۴۳) تاریکیوں سے نکلنے والے (ابراہیم: ۱) غلط بندھنوں سے نجات دلانے والے ہیں (اعراف: ۱۵۲) صاحبِ قول فیصل ہیں (احزاب: ۳۶) سرپا ہدایت ہیں (نمل: ۲۷) سرپا رحمت ہیں (انبیاء: ۱۰۷) حامل

صدق ہیں (زمرہ: ۳۳) مرکز حق ہیں (نساء: ۱۷۰) برہان ہیں (نساء: ۱۷۱) حاکم برحق ہیں (نساء: ۱۷۵) روف و رحیم ہیں (توبہ: ۳۸) صاحب خلق عظیم ہیں (قلم: ۵) تمہارے گواہ ہیں (حج: ۷۸) خاتم النبیین (احزاب: ۴۰) اول المؤمنین ہیں (بقرہ: ۲۸۵) اول المسلمین (انعام: ۲۲۳) عبد (کامل) ہیں (نبی اسرائیل: ۱) صاحب کوثر ہیں (کوثر: ۱) ایمان والوں کی جان سے بھی زیادہ عزیز اور پیارے (احزاب: ۶)۔ (۲۰۵) قرآن مجید کے جن چند ارشادات کی نشاندہی کی گئی ہے، ان میں نبی کریمؐ کے فضائل و مناقب بیان کئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے میلاد ناموں میں حضورؐ کی ذات یا برکات کے احوال کے سلسلہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، ان سب کا اولین ماخذ قرآن مجید ہے۔

احادیث نبوی

میلاد نامے احادیث کے سرمایہ سے بھی ماخوذ ہیں۔ اس لحاظ سے قرآن مجید کے بعد ان کتب کا درجہ بڑا ماخذ حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کتب حدیث دراصل ایک ایسا آئینہ ہے، جس میں عصمت نبوت کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے نیز یہ آئینہ نبی کریمؐ کی حیات مقدسہ اور اخلاق جلیلہ کی عکس نمائی کرتا ہے۔ (۲۰۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور تقریر کا نام حدیث ہے اور ایسے واقعات جو آپ کے سامنے پیش آئے اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی، وہ بھی اسی زمرے میں شامل ہیں۔ (۲۰۷) حدیث کے مفہوم کے لئے اثر، خبر اور سنت کے الفاظ بھی مستعمل ہیں۔ مصطفیٰ المسماعی نے سنت اور حدیث ایک ہی چیز قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔ ”محدثین کی اصطلاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو قول فعل، تقریر، جسمانی یا اخلاقی صفت اور سیرت قبل یا بعد از ولادت منقول ہو، اس کو سنت کہتے ہیں۔ (۲۰۸) محدثین نے بے حد تلاش و جستجو، نیک نیتی و خلوص اور چھان بین کرنے کے بعد مجموعہ ہائے احادیث مرتب کر کے حضورؐ کی سیرت کو کمال جامعیت سے محفوظ کر لیا۔ اور یہ ان کا بے نظیر کارنامہ ہے۔ ”شامل متن (امام ابو عیسیٰ ترمذی) کے علاوہ کسی اور محدث نے کوئی خاص کتاب حضورؐ کی زندگی کے حالات میں نہیں لکھی، لیکن تمام محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں ان حدیثوں کو بھی بیان کیا ہے، جو آنحضرتؐ کی زندگی کے حالات سے منطبق ہیں۔ پس وہی حدیث کی کتابیں ہیں، جن سے کم و بیش آنحضرتؐ کی زندگی کے حالات درست اور صحیح طور پر دریافت ہو سکتے ہیں اور جن کو معقول طرح سے ترتیب دینے سے اور صحیح کو حد سے تمیز کرنے سے ایک مستند و معتبر تذکرہ آپؐ کی زندگی کا جمع ہو سکتا ہے۔“ (۲۰۹)

نبی کریمؐ کو خود حدیث کی حفاظت مطلوب تھی، آپؐ چاہتے تھے کہ آپ کے ارشادات وضاحت صراحت سے امت مسلمہ تک پہنچ جائیں۔ اسی وجہ سے آپؐ جب گفتگو فرماتے تو آہستہ آہستہ اور غماز وضاحت کے ساتھ الفاظ ادا فرماتے تاکہ سننے والا آپؐ کا مفہوم پوری طرح ذہن نشین کر کے آپؐ کے اقوال کو یاد رکھ سکے۔ ضروری باتوں کو آپؐ تمین تمین مرتب بھی دہراتے تاکہ حاضرین انہیں اچھی طرح یاد لیں۔ آپؐ نے روایت حدیث کی ترغیب دلاتے ہوئے مختلف مواقع پر ارشادات فرمائے: فَلْيُتْلَعْ النَّاسُ

الْحَسْبُ (جو موجود ہیں وہ غیر موجود لوگوں کو پہنچا دیں) 'تَسْمَعُونَ وَبَسْمِعُكُمْ وَبَسْمِعُ مِنْ بَسْمِعِكُمْ' (جو سنے سہ سنے ہو، دوسرے لوگ تم سے سنیں گے اور پھر ان سے اور لوگ سنیں گے) 'نُصْرَاللّٰہِ اَمْرًا' (میں نے میری بات سنی اور یاد رکھی، یہاں تک کہ وہ بات اس شخص کے چہرے کو رونق و تابندگی عطا کرے) آپ نے صحت حدیث برقرار رکھنے کے لئے خبردار فرمایا: جس نے دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھا وہ جگمگے دونوں میں ملے۔ (۲۱)

حدیث نبویؐ کی ترتیب و تدوین کا کام آنحضرتؐ کی حیات مبارکہ میں شروع ہو گیا تھا۔ ابتداء میں صورت نے اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں قرآن مجید اور احادیث نبویؐ میں التباس نہ ہو صرف قرآن مجید سے کی اجازت دی اور جب قرآن مجید کا بیشتر حصہ صحابہ کرامؓ نے حفظ بھی کر لیا تو پھر آپؐ نے حدیث کی تکمیل کھلا اجازت دے دی تھی۔ سرور کائناتؐ نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا۔ قلمبند کر کے علم کو محفوظ کر لو۔ (۲۲) اس کے بعد پوری امت کتابت حدیث کے جواز پر یک زبان ہو گئی۔ اس لحاظ سے ان میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (۲۳) دراصل آپؐ کے ان اقوال و احوال اور سیر و سوانح کے حلق پستلا مستند حوالہ دہی صحابہ و صحابیات ہیں جنہوں نے آپؐ کے ارشادات سنے اور ان افعال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور پھر اسے ذہن میں یا کلمہ پر محفوظ کر لیا۔ احادیث کے راویوں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ تھی ہے۔ اس ذخیرہ احادیث میں صحیح، قوی، ضعیف اور موضوع احادیث سب الگ الگ ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان قدر کثیر التعداد احادیث جن کی جمع و تالیف مختلف زمانوں میں ہوئی، یہ ممکن نہیں کہ ان سب کے صدور ہر لحاظ سے ہم رنگ و ہم آہنگ ہوں۔ (۲۴)

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: "ان لوگوں کو جو آنحضرتؐ کے اقوال، افعال اور تعلقات زندگی کی روایت، تحریر اور تدوین کا فرض انجام دیتے ہیں، راویان حدیث و روایت یا محدثین اور ارباب سیر کہتے ہیں۔ جن میں صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور بعد کے چوتھی صدی ہجری تک کے اشخاص داخل ہیں۔ سب تمام سرمایہ روایت تحریری صورت میں آگیا تو ان تمام راویوں کے نام و نشان، تاریخ زندگی اور اخلاق و عادات کو بھی قید تحریر میں لایا گیا، جن کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے، اور ان سب کے مجموعہ احوال کا نام 'اسماء الرجال' ہے۔ مشہور جرمن ڈاکٹر اسپرنگر (اصلی فی احوال الصحابہ کے انگریزی مقدمہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۷ء تا ۱۸۶۳ء میں) لکھتے ہیں: "کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری، نہ آج موجود ہے، جس نے مسلمانوں کی طرح "اسماء الرجال" کا عقیم الشان فن ایجاد کیا، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ محضوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔"

صحابہ کرام کی تعداد حیات نبویؐ کے آخری سال جنتہ الوداع میں تقریباً ایک لاکھ تھی، ان میں گیارہ ہزار آدمی ایسے ہیں جن کے نام و نشان آج تحریری صورت میں تاریخ کے اوراق میں جو خاص انہی کے حالات میں لکھے گئے ہیں، اس لئے موجود ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جن میں سے ہر ایک نے کم و بیش آنحضرتؐ کے اقوال و افعال اور واقعات میں سے کچھ نہ کچھ حصہ دوسروں تک پہنچایا ہے، یعنی جنہوں نے روایت کی

خدمت انجام دی ہے اور یہی سبب ان کی تاریخی زندگی کا ہے۔" (۲۱۵)

صحابہ اور تابعین نے اپنے قوی حافظہ کی بدولت ایک ایک واقعہ اور ایک ایک حدیث کو زبانی من اس طرح یاد کیا جیسے آج مسلمان قرآن مجید یاد کرتے ہیں۔ ایک ایک محدث کئی ہزار اور کئی کئی لاکھ حدیثیں زبانی یاد کرتا تھا اور یاد رکھتا تھا اگرچہ بعد میں لوگ اپنی یادداشت کے لئے لکھ بھی لیتے تھے مگر جب تک وہ زبانی یاد نہ رکھتے اہل علم میں ان کی عزت نہیں ہوتی تھی۔ (۲۱۶) لیکن اس پوری احتیاط کے باوجود خود عہد نبوی میں اخبار و سیر اور احکام سنن کا تحریری سرمایہ جمع ہونا شروع ہو چکا تھا۔ (۲۱۷) بعض صحابہ صحابیات کا سراغ ملتا ہے جنہوں نے حدیث کے اپنے اپنے مجموعے حیات مبارکہ میں ہی تیار کر لئے تھے۔ قرآن کی رو سے ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ مسلمان اللہ اور اس کے رسول کے دل و جان سے اطاعت نہ کرے۔ آپ کے اسوہ حسنہ کی پیروی و اتباع تمام مسلمانوں کی ہدایت کے لئے ضروری ہے۔ انہی وجوہ کی بناء پر احادیث نبوی کو ہر مسلمان کی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ احادیث مقدسہ میں تمام دینی مسائل، دنیاوی معاملات، قرآن کی تشریح و توضیح، اخلاق و معاشرت، حضور کے فکر اور احوال، اقوال اور اعمال غرضیکہ ان سب معاملات کی مکمل تفصیلات احادیث میں ملتی ہیں۔ اس سے حدیث کا سرمایہ آپ کی سیرت و کردار اور خصائل و شمائل کے بیان میں بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ احادیث نبوی پر مشتمل صحائف جو حیات طیبہ میں تیار ہوئے تھے، انہیں بڑی دیر تک مقبولیت حاصل رہی اس کے بعد ان صحائف کے چیدہ چیدہ حصے بعد کے مستند مجموعوں میں ضم ہو گئے۔ حدیث کی باقی تدوین کی تحریک سے بے شمار مجموعے مرتب ہوئے اور ان کی تفصیلی شروح بھی لکھی گئیں۔ اس طرح حدیث کے چھوٹے بڑے مجموعوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے۔

صحاح ستہ

احادیث کے مجموعوں میں چھ اہم کتابیں ہیں۔ ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ ان کے مرتب کرنے والوں کو صحیح العقیدہ مسلمانوں نے عام طور پر مستند مانا ہے۔ یہ کتابیں احادیث کے بہترین انتخاب مشتمل ہیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:-

۱۔ الجامع الصحیح (امام بخاریؒ ۲۵۵ھ - ۳۵۶ھ)

۲۔ صحیح مسلم (امام مسلمؒ ۲۶۱ھ - ۳۴۱ھ)

۳۔ سنن ابوداؤد (امام ابوداؤدؒ ۲۴۸ھ - ۳۲۸ھ)

۴۔ جامع ترمذی (امام ترمذیؒ ۲۷۱ھ - ۳۲۰ھ)

۵۔ سنن نسائی (امام نسائیؒ ۳۱۵ھ - ۳۸۳ھ)

۶۔ سنن ابن ماجہ (امام ابن ماجہؒ ۲۴۱ھ - ۳۰۶ھ)

احادیث کی مندرجہ بالا کتب قرآن مجید کے بعد دوسرے درجے کی نص تصور ہوتی ہیں۔ یہ سب سب تیسری صدی ہجری میں تالیف ہوئیں۔ صحاح ستہ سے پہلے کتب احادیث میں صحیح، حسن اور ضعیف

حکم کی احادیث جمع کر دی گئی تھیں اور ان میں سے مستند روایات کی تلاش خاصاً و شوار کام تھا نیز کسی ایک موضوع پر احادیث کو یکجا کر کے ترتیب نہیں دیا گیا تھا۔ اس کی غالب وجہ یہ ہے کہ پہلے دور کے حدیث کے جامعین کے نزدیک سب سے ضروری امر احادیث نبوی کی حفاظت تھی جس میں وہ بحسن و خوبی کامیاب ہوئے۔ صحاح ستہ کے مرتب کرنے والوں نے اس سارے ذخیرے کی چھان بین کر کے فقہی ابواب کی صورت میں سارا مواد یکجا کیا اور نہ صرف ایسی احادیث جمع کرنے کا اہتمام کیا جن کی اسناد صحیح تھیں بلکہ اس ذخیرے کو فقہ و سیر اور تفسیر وغیرہ کے مختلف ابواب میں منقسم کیا۔ (۲۷۸) امام بخاری اور امام مسلم کے مجموعے خاص طور پر معتبر ہیں۔ ان میں صرف ان حدیثوں کو بیان کیا گیا ہے جو بالکل صحیح تسلیم کی جاتی ہیں۔ باقی چار مؤلفین کی احادیث سنن سے متعلق ہیں۔ اس لئے ان کے مجموعے عام طور پر ملا کر سنن اربعہ کے نام سے موسوم ہیں۔ صحاح ستہ میں بعض علماء نے ابن ماجہ کی بجائے موطا امام مالک کو شامل کیا ہے۔ ابن الاثیر اور محدث ذریں مکی رائے دیتے ہیں البتہ حافظ ابن حجر عسقلانی و آرنی کو صحاح ستہ میں شامل کرتے ہیں۔ **الکتاب المغصہ** (پانچ کتب) کی اصطلاح سے مراد صحاح ستہ ماسوائے ابن ماجہ مراد لی جاتی ہیں۔ (۲۷۹) اور جب احادیث کے بیان میں **رواہ المغصہ** لکھا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کی۔ (۲۸۰)

ڈاکٹر مہجی صلیح لکھتے ہیں۔ ”کتاب صحاح ستہ میں سے ہر کتاب اپنی الگ خصوصیت رکھتی ہے جو شخص تفسیر بننا چاہے وہ صحیح بخاری کا مطالعہ کرے جو قلت حقیقات (بے سند حدیث کو تطبیق کہتے ہیں) کا خواہاں ہو وہ صحیح مسلم کاہو رہے۔ جو علم حدیث میں زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہو وہ جامع ترمذی کا مطالعہ کرے۔ احادیث احکام کے لئے ابو داؤد کا مطالعہ مفید ہو گا۔ جو فقہی ابواب کی حسن ترتیب کا شائق ہو وہ ابن ماجہ پڑھے۔ جہاں تک نسائی کا تعلق ہے۔ اس میں بخاری و مسلم کے بعد سب سے کم ضعیف حدیثیں پائی جاتی ہیں۔ (۲۸۱)

کتب احادیث میں بالعموم اور صحاح ستہ کی احادیث میں بالخصوص اسلامی عقائد و نظریات، ارکان اسلام اور ان سے متعلق احکام، دینی فرائض، اسلامی تعزیرات، غسل و طہارت، طعام و لباس، آداب و اخلاق اور سحاشی و سماجی معاملات سے متعلق بے شمار موضوعات و مضامین کو احادیث میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ ان میں کچھ احادیث جزا و سزا، جنت و دوزخ، قیامت، وحی، فرشتوں اور انبیائے کرام سے متعلق ہیں۔ احادیث کا ایک بڑا حصہ آپ کی ولادت مبارکہ، سب و نسب کی بلندی، سیرت و سوانح، نور محمدی، خصائل و شمائل، غزوات و معجزات، معراج، وفات، ازواج مطہرات اور صحابہ کبار سے آپ کے تعلقات و معاملات کے بیان پر مشتمل ہے۔

احادیث میں آپ کے فضائل و کمالات کے بعض عنوانات یہ ہیں: نبوت، رسالت، اسراء، وحی، شفاعت عاصیاں، وسیلہ، درجات رفیعہ، مقام محمود، براق، معراج، ساری کائنات کی طرف بعثت، انبیاء کے ساتھ امام بن کر نماز پڑھنا، انبیائے کرام اور ان کی امتوں پر شاہد ہونا، بنی آدم کی سروراری، بشارات، مالک، مرث و فرش کا قرب خاص، ساری کائنات کے لئے رحمت، اطاعت، امانت، ہدایت، عطیہ رضا، حوض کوثر،

کلام الہی کا سننا، اتمام نعت، انگوں پچھلوں کی مغفرت کے باعث، شرح صدر، مخلوق کا بوجھ ہلکا کرنے والا، رفعت ذکر، تائید ایزوی سے سرقرآن، صاحب سیکنہ، تائید ملائکہ، صاحب کتاب و حکمت و وسیع مثانی و قرآن عظیم، امت کا تزکیہ کرنا، مخلوق کو خالق کی طرف بلانا، اللہ اور فرشتوں کا صلوة بھیجنا، لوگوں کے درمیان حکم الہی سے حاکم و منصف ہونا، امت محمدیہ سے اگلی امتوں والی سختیوں کو ہٹانے والا، خدا نے اس کے نام (حیات) کی قسم کھائی، اجابت دعا، عبادات کا آپ سے کلام کرنا (حالانکہ وہ زبان سے محروم ہیں)۔ مردوں کو زندہ کرنا، بیروں کو سنانا، انگلیوں کے اندر سے پانی کے چشمے بہا دینا، تھوڑے طعام کو زیادہ کروینا، چاند کو شمس کرنا، سورج کو لوٹانا، قلب اعیان، رعب کے ذریعے مدد کیا جانا، غیوب پر مطلع کیا جانا، ابر کا سایہ کرنا، سنگریلوں کا تسبیح پڑھنا، رنج و الم کا دور کیا جانا، لوگوں کے شر سے محفوظ ہونا، وغیرہ ایسے کمالات ہیں جن کا کسی سے احاطہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں یہ طاقت ہی نہیں کہ کمالات مصطفویہ کا احاطہ کر سکے۔ آخرت میں آپ کے لئے اعلیٰ منزل، مقدس درجات اور سب سے بلند و بالا مردادی کے مراتب بیان کئے گئے ہیں۔

احادیث میں آپ کے شامل، حسن و جمال اور تناسب اعضا میں آثار مجیدہ کثرت بیان ہوئے ہیں۔ آپ کا رنگ اجلا تھا، آنکھیں سیاہ، گہری اور قدرے سرخی مائل تھیں، رنگ ایسا سفید تھا جو سرخی کی جانب مائل ہو، ناک مبارک لمبی اور منور تھی۔ سامنے والے دانت ایک دوسرے سے جدا تھے، چہرہ مبارک کسی قدر گول، پیشانی کشادہ، ریش مبارک بھاری جو سینہ اقدس کو دھانپ لیتی تھی، سینہ بے کینہ اور شکم مبارک برابر رہتے تھے، صدر انور کشادہ، اور بڑے جوڑ موٹے تھے، بازو، کلائیوں اور پٹلیاں بھاری، ہاتھ بیروں کی انگلیاں موٹی اور لمبی تھیں، جسم پر بال بہت کم تھے، چھاتی اور شکم اطہر بالوں سے خالی، بازوؤں اور کندھوں پر بال تھے، سینہ فیض مجتہد سے ناف مبارک تک بالوں کی ہلکی سی دھاری تھی، قد میانہ تھا یعنی نہ بہت لمبے تھے اور نہ بہت قد لیکن لمبے قد والا آدمی بھی اگر آپ کے ساتھ چلتا تو دیکھنے والے کو آپ ہی اونچے محسوس ہوتے تھے۔ بال مبارک شکن وارتے، جب تقسیم فرماتے تو بجلی کی روشنی یا بادلوں کی چمک کے مانند دھن مبارک کھٹکا، گیسوئے مبارک گھٹے تھے، جب کلام فرماتے تو سامنے والے اوپر اور نیچے کے دندان مبارک سے نور کی شعاعوں کے چشمے پھوٹ نکلتے تھے، گرون حسین ترین تھی جو زیادہ لمبی اور بہت چھوٹی نہ تھی، آپ زیادہ فریہ نہ تھے، جسم پھر پھلا اور کم گوشت تھا، کالوں کی نو تک بال، قریب یا دور ہر حالت میں حسین و جمیل نظر آتے تھے، جس راستے سے گزرتے جسم اطہر فضاؤں کو معطر کر جاتا، تمام انسانوں سے عظمیٰ جس طرح آگے کی چیزوں کو دیکھتے، پیچھے کی چیزیں بھی اسی طرح آپ کو نظر آتی تھیں، چلنے میں تیز رفتار یوں لگتا جیسے زمین آپ کے لئے سمنی چلی جاتی تھی، چلنے وقت قدرے آگے کو جھکے رہتے، تیز بھی چلتے تو بڑے آرام سے چلتے تھے۔ (۲۲۲)

احادیث میں آپ کے خصائل و فضائل کو بھی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ سب لوگوں سے زیادہ وسیع القلب، متفکر میں سچے، نرم طبیعت والے، حسن سلوک کرنے والے، بندہ نواز، عاجت روانی میں بہ مثال، مجبور رحمت، شفقت میں بے عدیل، صلہ رحمی کرنے والے، عاجزوں کے سر کا بوجھ ہلکا کرنے والے

تو یہ کو مال و دولت مرحمت فرماتے والے تمام لوگوں سے زیادہ متواضع اور مہمان نواز، علالت درجہ ممکن ہے حساب، کریم النفس، تیز چلنے والی ہوا سے زیادہ بخشنے والی، حسن ادب اور دلجوئی میں لامتناہی، ظالم کو خوف کرنے والے، اخلاق حسنة کے زیور سے پیدا کی ہوئی طور پر مزین، بتوں اور شاعری سے پیدا کی ہوئی طور پر نفرت کرنے والے، سب سے زیادہ یاحیا، حلیم و بدبار، شجاعت و استقلال، صبر و تحمل، غصہ و کرم میں بے مثال، جاد و جلال کی دولت سے مالا مال، طب، ریاضی وراثت، میراث، انساب و غیرہ علوم و فنون میں بے شمار معجزات کے مالک، غیر محدود علوم و معارف، الہی الہی، فصیح البیان، کم گو، شیریں کلام، عدل، امانت، عفت صداقت کی صفات سے مزین، اموال دنیا کی طرف مائل نہ ہوتے جو میر آقا و بی کپڑا میں لیے، اکثر اوقات آپ کا لباس عمامہ کھردری چادر اور موٹا تھوٹا جبکہ دوسرے لوگوں کو ریشم کی قمیصیں تقسیم فرماتے رہتے تھے جن کے اندر سونے کی تاریں ہوتی تھیں، شکم سیر ہونے سے فائدہ زیادہ عزیز تھا، تمام لوگوں سے زیادہ باوقار نظر آتے، عمامہ طور پر خاموش رہتے اور ضرورت کے بغیر کلام نہیں فرماتے تھے، نبی بھی صرف تبسم کی حد تک محدود رہتی، آپ کی مبارک محفل حلم و حیا اور خیر و خوبی کا مرقع ہوتی، کسی کی دل آزاری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، آپ کو خوشبو مرغوب تھی، قلب رہتا بیدار سوئی تھی آنکھیں۔

آپ کو عدم المثال حسب و نسب کی شرافت و بلندی، قدر منزلت، اور رسالت میں استثنائی عز و شرف کا منصب حاصل ہے۔ آپ کا فرمان ہے: ”محرف میرا سرمایہ، عقل میرے دین کی بنیاد، محبت بڑا شوق میری سواری، ذکر الہی میرا مونس، وثوق میرا خزانہ، غم میرا رشتہ، علم میرا ہتھیار، صبر میری چادر، رضا میری غنیمت، عاجزی میرا فخر، زہد میرا پیشہ، یقین میری قوت، صدق میرا سفارشی، احکام الہی کی اطاعت میرا حسب، جہاد میری عادت ہے۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ ذکر الہی میرے دل کا پھل ہے۔ میرا غم اپنی امت کے لئے ہے۔ اور میرا اشتیاق اپنے پروردگار کی جانب ہے۔“ (۲۳۳) اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب سے اچھی صورت اور اچھی آواز سے نوازا۔ لگاؤں عموماً بچی رکھتے تھے۔ جو بھی ملتا اسے پہلے خود سلام کرتے، نعت کی قدر کرتے اگرچہ قلیل ہوتی۔

احادیث میں آپ کے معجزات کو تفصیلی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ معجزہ شق القمر، معجزہ جس جسٹس انگشت ہائے مبارک سے پانی جاری ہونا، کھانے میں برکت، پانی کا جاری کرنا، درختوں کا کلام کرنا، گواہی دینا اور حکم بجا لانا، مسجد نبوی کے ستون کی گریہ و زاری، کنکریاں گلہ پڑھتی ہیں، پہاڑ کا چنے لگا، آپ کی میت سے ہر بیت قہر قہرا کر گر گیا، سرشام میں کوئی درخت اور پتھر ایسا نہ تھا جو سجدہ نہ کرتا ہو، حضور کی مر نبوت، بھڑیا، غنڈو کرتا ہے، بت بول اٹھے، اونٹ سجدہ کرتا ہے، ہر بی کی ضمانت، مردے زندہ کئے، مردوں سے کلام کیا، شیر خوار بچوں کا کلام کر کے آپ کی نبوت کی گواہی دینا، بیماروں کو شفا اور مصیبت زدہ لوگوں کو مصیبت سے نجات دلانا، جس چیز کو ہاتھ لگاتے اس چیز کی قسمت بدل جاتی، قرآن کا اپنا اسلوب غریب اور جب تک دنیا باقی رہے گی، قرآن بھی رہے گا، مخفی امور پر آپ کو مطلع فرمایا گیا، لوگوں کے شر اور فساد سے محفوظ، فرشتوں اور جنات کا آپ کی مدد کرنا، وقت ولادت کے معجزات، ایوان کسریٰ پر زلزلہ طاری ہو جانا، اس کے سنگروں کا گر جانا، بحیرہ طبریہ کا خشک ہو جانا، فارس (ایران) کی اس آگ کا بجھ جانا جو ایک ہزار

سال سے جل رہی تھی، آپؐ کی برکت سے حلیمہ سعدیہؓ کی اونٹنی کا دودھ بڑھ گیا اور ان کی بکریاں چہ اگاد سے سیر شکم ہو کر آنے لگیں، سفر کے دوران پاؤں کا آپؐ پر سایہ کرنا، آپؐ کے جسم اقدس کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا تھا اور نہ چاندنی میں، درخت خزاں خوردہ کے نیچے جلوہ افروز ہوئے تو وہ ہرا بھرا ہو گیا، حضورؐ کے معجزات کو تمام انبیاء کے معجزات پر ہر لحاظ سے فوقیت حاصل ہے۔ (۲۲۳)

آپؐ کے سواعظ حسنہ، خطبات، ارشادات، اخلاقی تعلیمات اور دعائیں بھی احادیث میں ملتی ہیں۔ ۴۴ احادیث کے باطن میں آپؐ کی ہمہ گیر شخصیت چمکتی جاگتی اور چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔ آپؐ کے سرایا مبارک سے لے کر آپؐ کے اوصاف حمیدہ، آپؐ کا انزواج مطہرات سے سلوک، صحابہ کرام کی آپؐ سے محبت، آپؐ کی ہجرت، غزوات، معجزات سب کچھ آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے علاوہ انہیں آپؐ کے عہد اور معاشرت و تمدن کی بے شمار جھلکیاں، تاریخ و تہذیب کے لاتعداد پہلو بھی مجموعہ پائے احادیث میں سمٹ آئے ہیں لہذا آپؐ کی شخصیت کے قریبی اور تفصیلی مطالعہ کے لئے قرآن کے بعد سب سے بڑا ماخذ حدیث رسول اکرمؐ ہی ہے۔ (۲۲۵)

احادیث کا وہ حصہ خاص طور پر میلاد نگاروں کی توجہ کا مرکز رہا ہے جس میں آپؐ کے فضائل و شمائل اور مناقب و فضائل کا ذکر ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں فضائل سید المرسلینؐ کے عنوان سے ایک مستقل باب ہے۔ سنن ترمذی میں مناقب النبیؐ پر ایک باب موجود ہے۔ شمائل ترمذی کے عنوان سے امام ترمذیؒ نے ایک علیحدہ مجموعہ احادیث مرتب کیا ہے جس میں آپؐ کے سرایا مبارک، اشیاء استعمال، لباس و خوراک، عبادات و عادات، طریق نشست و رفتار، آپؐ کے نطق، پیمانہ، موئے مبارک، مہربوت اور اسلئے مبارک کی توصیف و فضیلت بیان کی گئی ہے۔

میلاد نگاروں کی تحریک و تخلیق کا بڑا ماخذ ایسی ہی احادیث ہیں جن کے مطالعہ سے آپؐ کے مقام و مرتبہ کا ادراک، آپؐ کی بزرگی و برتری کا احساس، اور آپؐ کی تہذیب و بیرونی کافراں جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ آپؐ کی ولادت سے وفات تک کے احوال، فضائل و شمائل اور پیغام و تعلیم سے لے کر آپؐ کی ذات ستورہ صفات کے جملہ قیوس و برکات کے بیان کے سلسلہ میں میلاد ناموں کے جملہ موضوعات کا ماخذ احادیث نبویؐ ہی ہیں۔

کتاب سیر و مغازی

قرآن مجید اور احادیث نبویؐ کے بعد میلاد ناموں کا تیسرا بڑا ماخذ و منبع کتب سیر و مغازی ہیں۔ جنہ جگہوں میں آپؐ خود شریک ہوئے انہیں غزوات کہتے ہیں لیکن اس اصطلاح کا اطلاق حضورؐ کی پوری سیرت مقدسہ کے تذکرے پر محیط ہے۔ اس وجہ سے ان کتابوں کو مغازی بھی اور سیرت بھی کہا جاتا ہے۔ کتب سیرت و مغازی کے ابتدائی نقوش حضرت عمر بن عبد العزیز (متوفی ۱۰۱ھ) کے زمانے سے پہلے بھی ملتے ہیں۔ ان کے حوالے کتب سیرت میں چاہے ملتے ہیں۔ دراصل نبی کریمؐ کی سیرت و سوانح پر ہر دور میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان سیرت نگاروں میں ابان بن عثمان (متوفی ۸۶ھ تا ۱۰۵ھ)، عروہ بن الزہری (متوفی ۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ) اور

۹۳ھ) شریک بن سعد (م ۱۲۳ھ) وحب بن منہ (م ۱۱۰ھ) عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم (م ۱۳۰ھ) عاصم بن عمر (م ۱۱۹ھ) ابن شہاب الزہری (م ۱۲۴ھ) موسیٰ بن عقبہ (م ۱۳۱ھ) معمر بن راشد (م ۱۵۳ھ) محمد بن اسحاق (م ۱۵۱ھ) ابو مسر اسندی (م ۱۷۰ھ) الواقدی (م ۲۰۷ھ) ابن ہشام (م ۲۱۳ھ) اور محمد بن سعد (م ۲۲۰ھ) وغیرہ زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کی کتابوں کو اہل کتب کا درجہ حاصل ہے کیونکہ باقی کتابیں ان کے بعد لکھی گئی ہیں اور ان میں مذکور واقعات و احوال کم و بیش انہی ابتدائی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔ آپ کے محاسن و محامد کے بیان میں صحابہ کبار اور ابتدائی دور کے شعراء کے اشعار بھی انہی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ان کتابوں میں مذکور روایات اور واقعات کو میلا و ناموں اور منظوم سیرتوں میں کثرت اور تسلسل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح ان کتب سیرت سے بطور خاص استفادہ کیا جاتا رہا۔ مولوی محمد باقر آگاہ نے بہت بہت کے لئے جن کتب سیرت کو ماخذ بنایا انہوں نے اس کا حوالہ اپنے دیباچہ میں دیا ہے۔

سیر و مغازی کی درج ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں

ابن شہاب زہری (۱۵۱-۱۲۳ھ) کی کتاب المغازی (آپ نے یہ کتاب غالباً حضرت عمر بن عبد العزیز کی فرمائش پر لکھی) (۲۲۹) ابو الاسود محمد بن عبد الرحمن بن نوفل (م ۱۳۱ یا ۱۳۷ھ) کی کتاب المغازی، موسیٰ بن عقبہ بن ربیعہ بن ابی عیاش الاسدی (۵۵۵-۱۳۱ھ) کی کتاب المغازی، معمر بن راشد (۹۶-۱۵۰ھ) کی کتاب المغازی (۲۲۷) محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار (۸۵-۱۵۱ھ) کی کتاب المغازی والیسر (۲۲۸) ابن ہشام (۱) ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن الیوب الحمیری م ۲۱۳ کی سیرت رسول اللہ (محمد بن اسحاق کی کتاب کی ترمیم شدہ شکل ہے) ابو محشر السندی (م ۱۷۰ھ) کی کتاب المغازی (۲۲۹) ابو عبد اللہ محمد بن عمر الواقدی (۱۳۰-۲۰۷ھ) کی التاریخ و المغازی والمبعث اور اس کے علاوہ ازواج النبیؐ وفات النبیؐ السیرۃ وغیرہ (۲۳۰) محمد بن سعد بن منہ الزہری (۱۲۸-۲۲۰ھ) کی طبقات الکبیر، طبقات الصغیر، تاریخ اسلام، کتاب اخبار النبیؐ (۲۳۱) ولید بن مسلم القرشی (م ۱۹۵ھ) کی کتاب المغازی، عبد الرزاق بن ہمام النافع الحمیری (م ۲۱۱ھ) کی کتاب المغازی، ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم (م ۲۸۵ھ) کی کتاب المغازی، حافظ ابو سعید عبد الملک نیشاپوری (م ۳۰۶ھ) کی شرف المصطفیٰ (آٹھ جلدوں پر مشتمل سیرت رسول ہے) امام ابو عمرو یوسف بن عبد البر (م ۳۶۳ھ) کی الدرر فی اختصار المغازی والیسر (۲۳۲) قاضی ابوالفضل عیاض بن عمرو (م ۳۳۳ھ) کی الشفا، تحریف حقوق المصطفیٰ، ابوالقاسم عبد الرحمن السبکی (م ۵۸۱ھ) کی الروض الاف (دو جلدوں میں سیرت ابن ہشام کی شرح ہے) حافظ عبد الرحمن ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) کی شرف المصطفیٰ (۲۳۳) شیخ ظہیر الدین علی بن محمد بن مسعود گازرونی (م ۶۹۳ھ) کی المستفی فی سیرۃ المصطفیٰ (سیرت گازرونی کے نام سے معروف ہے) محب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری (م ۶۹۶ھ) کی خلاص السیر (سیرت نبوی کی بارہ مختلف کتابوں کا انتخاب ہے) حافظ عبد المؤمن الدمیاطی (م ۷۰۵ھ) کی المختصر فی سیرۃ سید البشر (۲۳۴) (سیرت دمیاطی کے نام سے مشہور ہے) ابوالفتح محمد بن محمد بن سید الناس اندلسی (م ۷۳۳ھ) کی عیون الاثر فی قیون المغازی والیسر، علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن بکر بن الیوب سعد زرعی

دشقی (ابن قیم جوزیہ م ۷۵۱ھ) کی زاوالعاد فی حدی خیر العباد (۲۳۵) سیرت اور خصائل و شمائل کے موضوع پر تحقیقی کتاب ہے۔ حافض ابن کثیر (م ۷۷۳ھ) کی والسیرۃ النبویہ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ حافض ابراہیم بن محمد البرہان العلوی (م ۸۴۱ھ) نے تورا تیراس فی سیرۃ ابن سید الناس کے نام سے عیون الاثر کی شرح لکھی ہے (۲۳۶) علاؤ الدین مظہری (م ۷۷۳ھ) کی سیرۃ مظہری کے نام سے مشہور ہے۔ شیخ احمد بن محمد بن ابی بکر الخلیل القطانی (م ۹۲۳ھ) کی سیرت پر المواہب اللدیۃ بالمخ المملیۃ فی السیرۃ النبویہ (۲۳۷) محدث محمد بن یوسف الشافعی (م ۹۳۲ھ) کی کتاب سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد (۲۳۸) سیرت شامیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتاب میں حضور کے فضائل و احوال شروع سے آخر تک سب تحریر کئے گئے ہیں۔ کتب سیرت میں اکثر اس کے حوالے موجود ہیں۔ علامہ نور الدین علی بن برہان الدین العلوی (م ۱۰۲۳ھ) کی کتاب انسان العیون فی سیرۃ الایمن المامون (سیرت علیہ کے نام سے مشہور ہے) محمد بن عبد الباقی الزرقانی (م ۱۱۲۲ھ) نے آٹھ جلدوں میں المواہب اللدیۃ (مظہری) کی شرح لکھی ہے۔ اور علامہ سید احمد الدہلوی الہکی (م ۱۳۰۳ھ) کی کتاب السیرۃ الدہلویہ معروف کتابیں ہیں۔

منظوم کتب سیرت بھی لکھی گئی ہیں۔ محمد بن ابراہیم المعروف فتح الدین بن الشہید (م ۷۹۳ھ) حافض زین الدین عراقی (م ۸۰۶ھ) نے منظوم سیرت بعنوان الفیہ (ہزار اشعار) کے لئے مواد سیرت مظہری سے اخذ کیا۔ الشمس الباعونی الدمشقی (م ۸۷۱ھ) نے بھی سیرت مظہری کو نظم کیا ہے۔ (۲۳۹) کئی علماء نے نبی کریم کے مولد کو مستقل موضوع بنایا ہے۔ صرف میلاد کے حوالے سے ابوالقاسم البستی کی "الدول المعظم فی المولد المعظم" بہت مشہور کتاب ہے۔ اس موضوع پر بیشتر نام "الاعلان بالتوہج لمن ذم اهل التورخ" میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ (۲۴۰) "وقاات النبی" اور "درو و سلام کے موضوع پر باقاعدہ تصانیف موجود ہیں۔ آنحضرت کے عظیم مبارک پر ابوالحسن عبدالحمید بن عبد الوہاب (م ۶۸۶ھ) کی کتاب موجود ہے۔ غرضیکہ مصنفین نے سیرت رسول کے مختلف پسلووں پر بھی باقاعدہ الگ الگ کتابیں تحریر کی ہیں۔

کتب تفسیر القرآن

میلاد ناموں کا ایک اور اہم ماخذ قرآن مجید کی کتب تفسیر ہیں۔ قرآن مجید کے ایضاح و تشریح کا نام تفسیر ہے۔ (۲۴۱) نبی کریم کے شمائل و خصائل، معجزات و مبشرات اور جملہ احکام و مسائل آیات قرآنی کی تشریح و توضیح سے بخوبی معلوم ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید کے اولین مفسر و ترجمان خود نبی کریم ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے: اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ اسے لوگوں کے لئے واضح کر دیں۔ (النحل - ۱۰۴)۔ تفسیر کا سب سے بیش قیمت سرمایہ تفسیری روایات ہیں جو مختلف کتب حدیث میں منقول ہیں۔ امام بخاری نے انہی احادیث کو یکجا کر کے "کتب تفسیر القرآن" کے نام سے صحیح بخاری میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ (۲۴۲)

تفسیر قرآن کا سلسلہ صحابہ کرام کے زمانہ ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ سیوطی لکھتے ہیں: صحابہ کرام کے گروہ میں سے دس مشہور مفسر صحابہ کے نام حسب ذیل ہیں:-

(۱) حضرت ابوبکرؓ (۲) حضرت عمرؓ (۳) حضرت عثمانؓ (۴) حضرت علیؓ (۵) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۷) حضرت ابی بن کعبؓ (۸) حضرت زید بن ثابتؓ (۹) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور (۱۰) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ۔ (۲۳۳)

عہد صحابہ کی تفاسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس (م ۷۸ھ) اور حضرت ابی بن کعب انصاریؓ (م ۷۹ھ) اور عہد تابعین کی کتب تفاسیر میں مجاہد بن جبر مخزومیؓ (۲۱۱ھ - ۱۱۴ھ) عطاء بن ابی رباحؓ (۷۷ھ - ۱۱۳ھ) طاؤس بن کسبان الیمانیؓ (۱۰۶ھ) سعید بن جبیرؓ (شہادت ۹۵ھ) ملقم بن قیسؓ (م ۷۱ھ) اسود بن یزیدؓ (م ۷۵ھ) مسروقؓ (م ۷۳ھ) ابو العالیہؓ (م ۹۰ھ) ابو عبداللہ عکرمہ بربریؓ (م ۱۰۳ھ) زید بن اسلمؓ (م ۱۰۴ھ) حسن بصریؓ (م ۱۱۰ھ) علمہ شعبیؓ (م ۱۰۹ھ) کی تفاسیر بہت ممتاز ہیں۔ ان کے بعد عہد تابعین کی تفاسیر میں درج ذیل مفسرین نے شہرت پائی: سفیان بن عیینہؓ (م ۱۹۸ھ) وکیع بن الجراحؓ (م ۱۹۷ھ) آدم بن ابی ایاسؓ (م ۲۲۰ھ) روح بن عبادہؓ (م ۲۸۵ھ) ابوبکر بن ابی شیبہؓ (م ۲۳۸ھ) وغیرہ۔

اب تیسرے مرحلے پر تفسیر حدیث نبویؐ سے الگ ہو گئی اور اس نے ایک جداگانہ علم کی حیثیت اختیار کر لی اور قرآنی ترتیب کے مطابق ہر ہر آیت کی تفسیر مرتب کی جانے لگی۔ (۲۳۵) جن علماء نے تفسیر کی باضابطہ کتابیں تصنیف کیں: ان میں ابن ماجہؓ (م ۷۷ھ) ابن جریر طبریؓ (م ۳۱۰ھ) ابوبکر بن منذر نیشاپوریؓ (م ۳۱۸ھ) ابن ابی حاتمؓ (م ۳۲۷ھ) ابوالشیخ بن حبانؓ (م ۳۶۹ھ) امام حاکمؓ (م ۴۰۵ھ) ابوبکر بن مردودہؓ (م ۴۱۰ھ) اور دیگر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

متاخرین کا دور عصر حاضر تک پھیلا ہوا ہے۔ قبل ازیں تفسیر کا انحصار منقول روایات پر تھا۔ اس دور میں عقل و نقل میں امتزاج و اختلاط کا آغاز ہوا۔ صرف و نحو اور عربیت سے متعلق علوم مدون ہوئے۔ فقہی مسائل منظر عام پر آئے اور کلامی مسائل نے سر نکالا۔ مختلف اسلامی فرقے اپنے مخصوص افکار و عقائد کی دعوت دینے لگے۔ منطق و فلسفہ سے متعلق کتب کا یونانی سے عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ سب علوم تفسیر کے ساتھ گھل مل گئے جو شخص کسی علم و فن میں کمال رکھتا تھا۔ اس کی تفسیر اسی علم تک محدود رہ گئی۔ (۲۳۶) دور متاخرین کے مفسرین میں امام فخر الدین رازیؓ (م ۶۰۶ھ) ابوالفدا سلیمان المعروف ابن کثیرؓ (م ۷۷۳ھ) ابو زید عبدالرحمن ثعلبیؓ (م ۸۷۶ھ) جلال الدین سیوطیؓ (م ۹۱۱ھ) علامہ بیضاویؓ (م ۷۸۵ھ) علامہ عبداللہ بن احمد بن محمدؓ (م ۷۹۱ھ) امام نظام الدین حسن نیشاپوریؓ (م ۷۲۸ھ) ابوالسعود تنوکیؓ (م ۹۸۲ھ) شیخ شافعی جوہریؓ (م ۱۳۵۸ھ) سید محمد رشید رضاؓ (م ۱۳۵۳ھ) اور شیخ محمد مصطفیٰ الراجھیؓ (م ۱۹۳۵ھ) وغیرہ بہت معروف ہیں۔

عربی کے علاوہ دیگر زبانوں میں جو تفاسیر لکھی گئی ہیں، ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ اور جن میں سے بعض بڑی ضخیم تفسیریں ہیں۔ کشف الظنون (حاکمی خلیفہ) الفہرست (ابن ندیم) زیباچہ تفسیر ماجدی المدیجہ دریا یادی وغیرہ میں ان تفاسیر کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ تفسیر روح المعانی آلوسیؓ، تفسیر طبریؓ، تفسیر کبیر رازیؓ، تفسیر ابن کثیرؓ، تفسیر بیضاویؓ، تفسیر جلالینؓ، تفسیر فتح القدیر شوکانیؓ، تفسیر کشافؓ، تفسیر ابن عربیؓ، تفسیر جوہریؓ اور تفسیر قرطبیؓ زیادہ مشہور ہیں۔

کتاب تاریخ

میلاد ناموں کا ایک اور اہم ماخذ اسلامی کتب تاریخ ہیں۔ قدامہ کی ان کتب تاریخ میں نبی کریمؐ کے سوانحی حالات اور کارناموں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ان میں اکثر وہی روایات ہیں جو کتب سیرہ معاذی میں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود ان تاریخی کتابوں میں کچھ نہ کچھ نیا مواد بھی پیش کیا گیا ہے اور ایسی روایات بھی موجود ہیں جو صرف انہی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ان مسلم مورخین میں امام بخاریؒ، طبریؒ، مسعودیؒ، ابن جوزیؒ، ابن الاثیرؒ، ابوالفداءؒ، قسیمیؒ، ابن کثیرؒ، ابن خلدونؒ، مقریزیؒ، بلاذریؒ، ابن حزم دقینہؒ خاص طور پر مشہور ہیں۔

کتب آثار و اخبار بھی کتب تاریخ کے زمرے میں آتی ہیں۔ ان کتابوں میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بارے میں تاریخی، تمدنی، سلتی اور تمدنی معلومات ملتی ہیں۔ اور ان میں اس دور کے پس منظر کی بھٹک دکھائی دیتی ہے۔ ان کتب آثار و اخبار کے بارے میں سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ وہ کتابیں جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے حالات میں ہیں جن میں ان شہروں کے عام حالات کے علاوہ آنحضرتؐ کے مقامی حالات اور ان مقامات کے نام و نشان ہیں جن کو آپؐ سے کوئی تعلق ہے۔ اس موضوع پر قدیم کتابوں میں علامہ ازرقی (م ۳۲۳ھ) کی اخبار مکہ، عمر بن شہبہ (م ۳۶۲ھ) کی اخبار مدینہ، فاکہی کی اخبار مکہ اور ابن زبائہ کی اخبار مدینہ ہیں۔ (۲۴۷) اس موضوع پر محمد عبدالعبود نے امام تقی الدین فاضل (م ۸۳۲ھ) کی عقد الشہین علامہ قطب الدین (م ۹۸۲ھ) کی اعلام الاعلام، شیخ محمد ابراہیم رنعت پاشا مصری کی مراۃ المرحومین، علامہ محمد طاہر کندی کی تاریخ التعمیم وغیرہ جیسی مبسوط و مفہم کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ (۲۳۸) شیخ نور الدین علی بن احمد مسعودی (م ۹۹۰ھ) نے مدینہ منورہ کی تاریخ "۱۳ قطار الوفا" کے نام سے لکھی۔ فارسی زبان میں شیخ عبدالحمید محدث دہلوی نے اس کتاب کا ترجمہ "جذب القلوب الی دیار المحبوب" کے نام سے ۱۰۰۰ھ میں مکمل کیا۔ اب اس کتاب کا اردو ترجمہ حکیم سید عرفان علی نے "تاریخ مدینہ" کے نام سے کیا ہے۔ (۲۳۹)

کتب شامل

میلاد ناموں میں بالعموم اور شامل ناموں میں بالخصوص آپؐ کے شامل و خصائل کو بیان کیا گیا ہے۔ شامل کا تعلق نبی کریمؐ کی شخصیت مبارکہ کے حسن ظاہر سے ہے۔ شامل حضورؐ کے بیان کا مدعا یہ ہے کہ حضورؐ کی ذات والا صفات سے عشق و محبت کے والہانہ جذبات اہل ایمان کے دلوں میں فروغ پائیں۔ کیونکہ محبت رسولؐ میں والہانہ پن ہی ایمان کا حقیقی کمال اور اطاعت و اتباع کی صحیح بنیاد ہے۔ (۲۵۰) شامل نبویؐ کا بیان احادیث صحاح ستہ کی بعض کتابوں میں علیحدہ ابواب کی صورت میں موجود ہے۔ صرف شامل نبویؐ کے موضوع پر سب سے پہلی اور سب سے مشہور کتاب اہم ترقی (م ۷۷۹ھ) کی کتاب الشامل ہے، جس کی بڑے بڑے علماء نے بیسیوں شرحیں لکھی ہیں۔ شامل النبیؐ پر سب سے بڑی کتاب قاضی عیاض اندلسی کی "کتاب الشفاء بہ تعریف حقوق مصطفیٰ" ہے، جس کی شرح شاب الدین نے تسیم الریاض کے نام سے لکھی ہے۔ اس قرن پر ابوالعزیز مستغفری (م ۸۳۲ھ) کی شامل النبیؐ ابن المقرئ غزالی (م ۵۵۲ھ) کی شامل

نور الساطع اور محمد الدین فیروز آبادی (م ۱۸۷۷ھ) کی سزا سعادہ ہیں۔ (۲۵۹) شیخ یوسف بن اسماعیل البہانی (م ۱۳۵۰ھ) نے ”وسائل الوصول الی شاکل الرسول“ کے عنوان سے کتاب لکھی جس کا اردو ترجمہ محمد میاں صدیقی نے ”شاکل رسول“ کے نام سے کیا ہے۔

متذکرہ بالا کتب شاکل سے عبدالمحمد ترین، عبدالرزاق طبع آبادی، کفایت علی کافی، محسن کا کوروی، ذاب صدیقی حسن، محمد اکبر خان واری، انتظام اللہ شہابی اور خواجہ محمد شفیع دہلوی وغیرہ نے اپنے شاکل ناموں میں استفادہ کیا ہے۔

کتب دلائل

میلاد ناموں اور معجزات ناموں کا ایک اہم ماخذ کتب دلائل بھی ہیں جن میں نبی کریم کے معجزات اور روحانی کارناموں کا ذکر ہے۔ سید سلیمان ندوی نے خطبات مدراس میں معجزات اور روحانی کارناموں پر مبنی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ ”ان کتب دلائل میں ابن قتیبہ (م ۳۷۶ھ) کی دلائل النبوت، ابو اسحاق حنبلی (م ۲۵۵ھ) کی دلائل النبوت، امام ابوبکر بیہقی (م ۴۵۰ھ) کی دلائل النبوت، ابو نعیم اصفہانی (م ۳۴۰ھ) کی دلائل النبوت، امام مستغفری (م ۳۳۲ھ) کی دلائل النبوت، ابوالقاسم اصفہانی (م ۵۳۵ھ) کی دلائل النبوت اور اس فن میں سب سے زیادہ مبسوط کتاب امام سیوطی (م ۹۱۱ھ) کی ”خصائص الکبریٰ فی معجزات خیر الدینی“ ہے۔ (۲۵۲) علامہ بلیغی (م ۸۲۲ھ) نے معجزات النبی کے عنوان سے کتاب لکھی ہے۔ (۲۵۳) اس موضوع پر علامہ بلیغی کے ہم عصروں میں علامہ سراج الدین عمر بن علی الملقین (م ۸۹۴ھ)، یوسف بن موسیٰ الجزای قطب تقیری، محدث ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۳ھ) نے بھی کتابیں تالیف کی ہیں مگر ان سب میں جامعیت کا شرف صرف خصائص الکبریٰ کو حاصل ہے۔ (۲۵۴) سیوطی نے خصائص الکبریٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ معتبر اسانید سے منقول احادیث سے لبریز ہے اور نبی کریم کی خصوصیات نبوت اور حیرت انگیز معجزات پر مشتمل ہے۔ اس کی تدوین کے سلسلہ میں موضوع احادیث کی چھان بین اور اسانید پر تبحر و تحقیق کر کے ہر احادیث کو مربوط اور سلسلہ دار ابواب میں منضبط کرنے سے بے انتہا مقید، مصدق اور مکمل بن گئی ہے۔ (۲۵۵) اس موضوع کی مناسبت سے نور الدین عبدالرحمن جانی (۸۱۷ھ - ۸۹۸ھ) کی شواہد النبوت، ملا معین واعظ الکاشفی (م ۹۹۷ھ) کی معارج النبوت، امام یوسف بن اسماعیل البہانی (م ۱۳۵۰ھ) کی ”جواہر البحار فی فضائل النبی المختار“ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مدارج النبوت میں خصائص و معجزات پر ہزاروں اشارات موجود ہیں جو یقیناً وجدان کے ورثے واکر دیتے ہیں۔

ان کتب دلائل کے حوالے معظم بیجا پوری، سید بلاتی حیدر آبادی، امین گجراتی، مولیٰ گجراتی، محمد یاقر آکاف، جان محمد عاجز، شفیق اورنگ آبادی، شاہ کمال الدین، نصرانی، حکیم محمد احسن امروہوی، ابوالحسن، قدرت اللہ، لطف لکھنوی، معصوم علی بیدار، لطف بریلوی، کرامت علی، عبداللہ فرنگی، علی، ظہیر الدین، بکرامی، مروان علی شاہ، بیدل بریلوی، عبدالحق الدہلوی، طیش گورکھپوری، محمد تقی خان بریلوی، صوفی احمد خان اکبر آبادی اور سید چراغ علی وغیرہ کے میلاد ناموں، معجزات ناموں، اور معراج ناموں میں ماخذ کی حیثیت رکھتے

ہیں۔

اسماء النبی الکریم

نبی کریمؐ کے اسمائے مبارکہ کا ذکر میلاد ناموں اور منظوم سیرتوں میں موجود ہے۔ یہ اسماء و القاب مستند ترین بنیادی مآخذ ہیں جو قرآن مجید، احادیث نبویؐ، قدیم اسلامی صحائف اور کتب سیرت میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ اسمائے مقدسہ ایسے آئینے ہیں جن کے اندر حضورؐ کی مکمل حیات پاک منعکس ہے اور ان القاب میں سے ہر لقب کو واقعات و شئائل کے چوکھٹے میں محکم رکھا جاسکتا ہے۔ آپؐ کے ذاتی و صفاتی اور مدحیہ اسمائے مبارکہ کے فیوض و برکات کا بیان کتب احادیث، کتب سیر و مغازی اور اوراد و وظائف کی بے شمار کتابوں میں ملتا ہے۔ آپؐ کے ان ناموں کے مطالب و مفاہیم کی شروح اور ان کے اثرات و صفات کے بیان میں بے شمار کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔

قرآن مجید وہ پہلا مستند مآخذ ہے جس میں آپؐ کے بے شمار صفاتی نام بیان کئے گئے ہیں۔ بیعتی فرماتے ہیں کہ علماء نے وہ اسمائے مبارکہ بھی جمع کر دیے ہیں جو قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ مثلاً رسول، امی، نبی، شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ، باذنہ، سراج، منیر، روف، رحیم، رحمت، نعمت اور ہادی وغیرہ۔ (۲۵۶) قرآن مجید کے حوالے سے ڈاکٹر سید محمد عبداللہ نے چھیالی اسمائے قرآنیہ کا ذکر کر کے انہیں باعتبار حروف حچی ترتیب دیا ہے۔ (۲۵۷)

قرآن مجید کے علاوہ احادیث نبویؐ میں بھی آپؐ کے صفاتی ناموں کو بیان کیا گیا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: میرے کئی ایک نام ہیں۔ (۲۵۸) محدثین نے ان ناموں کو یکجا کر کے الگ ابواب کی صورت میں مستند کتب احادیث میں بیان کیا ہے۔ (۲۵۹) ترمذی شریف میں ”باب ما جاء فی اسماء رسول اللہ“ کے عنوان سے موجود ہے۔ اس میں آپؐ کے اسماء و القابات کا ذکر خیر موجود ہے۔ (۲۶۰) ان میں مذکور آپؐ کے صفاتی نام مثلاً ماجی، حاشر، عاقب، نبی التوبہ، نبی رحمت، نبی ملاح، قارح اور حاتم احادیث ہی سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ محمود ہے اور آپؐ محمد ہیں۔ (۲۶۱) آپؐ کے اسمائے مبارکہ میں سب سے افضل نام محمدؐ ہے۔ (۲۶۲) علامہ یوسف بن اسماعیل البیہقی تحریر فرماتے ہیں: حضرت انسؓ نے روایت کی ہے کہ خدائے برورگ و برتر نے تحقیق کائنات سے دو ہزار سال قبل آپؐ کا نام مبارک محمدؐ رکھا۔ قاضی محمد عاقل لکھتے ہیں کہ یہ اسم علم ہے اور اسم مفعول بیان کیا گیا ہے جس کے معنی بہت ہی تعریف کیا گیا ہے۔ مولانا ذکریا محدث سارسپوری نے اس کے معنی یوں بیان فرمائے ہیں: ”محمدؐ حمد کا مبالغہ ہے۔ جس کے معنی ہیں بہت حمد کیا گیا۔“ لغات الحدیث میں وحید الزماں لکھتے ہیں: ”ایک عجیب امر یہ ہے کہ حضرت محمدؐ سے پہلے عرب میں کسی کا نام محمدؐ نہیں ہوا تھا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ لوگوں کو کسی اور کے پیغمبر موعود ہونے کا اشتباہ نہ ہو۔“ قاضی عیاض اپنی کتاب ”الاشفا“ میں فرماتے ہیں: ”آج تک دنیا میں کسی شخص نے اپنی اولاد کا یہ نام نہیں رکھا۔ واضع قدرت نے ازل سے یہ نام حبیبؐ کی ذات کے لئے مخصوص فرما دیا تھا۔“ (۲۶۳) حضورؐ نے ارشاد فرمایا: میں محمد ہوں اور احمد

اس اور نبی رحمت ہوں اور نبی توبہ ہوں اور تمام انبیاء کے آخر میں آنے والا ہوں اور میں حاشریہوں اور
کی جملہ ہوں۔ قاضی محمد عاقل نے شیخ ابن حجر کے حوالے سے لکھا ہے: حضورؐ کے اور بھی بہت اسماء
ہوں کہ ہیں۔ صرف ان اسماء کو اس لئے بیان کیا گیا ہے کیونکہ اہم سلیقہ کو حضورؐ کے یہ نام اپنی کتابوں اور
اپنے علماء سے معلوم تھے۔ (۲۶۳)

اسمائی نبی کریمؐ کا تیسرا بڑا ماخذ سلیقہ الہامی صحائف ہیں۔ ابو نعیم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت
کی ہے کہ حضورؐ کے نام قدیم کتابوں میں احمدؓ، محمدؓ، حاجیؓ، مقفیؓ، نبی الملاحمؓ، عطایاؓ، فار قلیطؓ اور ماز ماز بیان
کئے ہیں۔ (۲۶۵)

حضورؐ کے اسمائے مبارکہ قرآن مجید، احادیث، اور صحائف مقدسہ سے اخذ کر کے کتب میلاد و سیرت
اور شمائل و خصائل میں بیان کئے گئے ہیں۔ مختلف مرتب کرنے والوں نے اپنی جستجو کے مطابق منصوص
اسماء کو اکٹھا کرنے کی سعی یلیخ کی ہے۔ قاضی عیاضؒ، قسطلانی اور زرقلانی وغیرہ نے ان ناموں کو یکجا کرنے
کے لئے بڑی جانفشانی سے کام لیا۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں میں سے تیس نام
نبی کریمؐ کے لئے خاص کئے ہیں اور وہ یہ ہیں: اکرمؓ، امینؓ، اولؓ، آخرؓ، بشرؓ، جبارؓ، حقؓ، خیرؓ، ذوالقوۃؓ،
دؤفؓ، رحیمؓ، شہیدؓ، شکورؓ، صادقؓ، عظیمؓ، عفوؓ، عالمؓ، عزیزؓ، قاضؓ، کریمؓ، مبینؓ، مومنؓ، مبینؓ،
مقدسؓ، مولیٰؓ، نورؓ، ہادیؓ، طہؓ، سلیمؓ، علامہ سیوطیؒ نے ان کے علاوہ چالیس نام مزید بیان کئے ہیں
جو قرآن مجید میں ملتے ہیں۔ (۲۶۶) کئی علماء نے اسمائے الہی کے موافق آپؐ کے شانوائے نام جمع کئے ہیں۔
آپؐ کے شانوائے اسماء کی شرح کے موضوع پر غلام محمد ایں، حضورؐ کی سندھی زبان میں لکھی ہوئی کتاب کا
بار الامن نے ”شرح اسماء الہی“ کے نام سے ترجمہ کیا ہے۔ اس میں نصوص صحیحہ اور احادیث صحیحہ کی
دستی میں آپؐ کے حاملہ و محاسن کو بیان کیا گیا ہے۔ ایک ایک اسم کی شرح سے عشق رسولؐ کی مکمل آتی
ہے۔ (۲۶۷) علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے تین سو چالیس نام قرآن و سنت اور قدیم کتابوں سے
جمع کئے ہیں۔ (۲۶۸) ان کی کتاب کا نام ”البحر السید فی الاسماء النبویہ“ ہے۔ ابن عساکر نے اپنی کتاب
تاریخ دمشق کے ایک باب میں حضورؐ کے بہت سے ناموں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں سے بعض نام مبارکہ
بخاری شریف اور مسلم شریف میں آچکے ہیں اور باقی دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں۔ مواہب اللندیہ
(قسطلانی) میں قریباً ساڑھے سات سو اسمائے مبارکہ کا ذکر ہے۔ اور انہیں حروف حجبی کے اعتبار سے ترتیب
دیا گیا ہے۔ (۲۶۹) قاضی ابوبکر بن عربیؒ نامی اپنی کتاب انوادی شرح تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
کے ہزار نام ہیں۔ اور نبی مختارؐ کے بھی ہزار ہی نام ہیں۔ (۲۷۰) اللہ تعالیٰ کے اسماء تو ہزار کے عدد میں
صور نہیں ہو سکتے لیکن حضورؐ کے صفاتی نام بھی بے شمار ہیں۔ ان سے مراد آپؐ کے اوصاف ہیں اور ہر
صفت سے اسم نکلا ہے۔ (۲۷۱) اس کی وضاحت میں قسطلانی فرماتے ہیں۔ ”ایک ہزار اسمائے مبارکہ سے
مراد آپؐ کے اوصاف حمیدہ ہیں۔ آپؐ کے جتنے اسماء مذکور ہیں، وہ آپؐ کی مدحہ صفتیں ہیں، اسی طرح آپؐ
کی ہر صفت کے لئے ایک نام ہو گیا، تو جیسے آپؐ کے اوصاف بے شمار ہیں، ایسے ہی اسمائے گرامی بھی بے
شمار ہیں۔“ (۲۷۲)

مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ایک استخار کے جواب میں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے پاک بھی بکثرت ہیں۔ آٹھ سو سے زیادہ مواہب و شرح مواہب میں ہیں۔ اور فقیر نے قریباً پودہ سو پائے اور مصر نامکون، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲۷۳)

اسمائے حضور کی تدوین کے سلسلہ میں کئی دوسرے نام بھی ذیل ذکر ہیں۔ علامہ یوسف اسماعیل التہلانی نے "الولات الواضحات" میں اسمائے رسول کی ایک طویل فہرست دی ہے۔ انہوں نے اس موضوع پر ایک جداگانہ کتاب "صاحبہ الطرف فی القدمات العربیہ" میں آپ کے دو سو معروف ناموں کو بیان کیا ہے۔ سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد (محمد بن یوسف الصالحی الثانی) اس سلسلے میں ایک عمدہ کتاب ہے۔ یہ کتاب ۱۳ جلدوں میں ایک ہزار ابواب پر مشتمل ہے۔ قاہرہ میں دکتور مصطفیٰ عبدالواحد نے ۱۹۷۳ء میں چھپوائی ہے۔ اس ضخیم کتاب کی پہلی جلد کے آخر میں ایک باب حضور کے اسماء و القاب کے بارے میں ہے۔ ان اسماء کو حروف حقی کے اعتبار سے مرتب کر کے تشریح کی گئی ہے اور اس سے قبل ایک فصل میں پانچ خاص اسمائے مبارکہ (محمد، احمد، مہدی، حاشم، عاقب) کا تذکرہ اور تشریح ہے۔ فارسی میں "کامن دعوات مقبول مع اسماء اللہ و اسماء الرسول" (مولوی ابوالحسن) نے اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسہ کے ساتھ ساتھ حضور کے اسمائے مبارکہ بھی جمع کئے ہیں۔ عقل مدار (سلطان باہو) منتخب و دل پذیر اسلامی نام (ذلیل الرحمن مظاہری) اسمائے نبوی (سید آل احمد رضوی) اسمائے رسول (ابراہیم سیالکوٹی) میں حضور کے معروف ناموں کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس موضوع کی مناسبت سے اس دور کی سب سے وسیع اور اہم کتاب اسماء النبی الکریم صوفی محمد برکت علی (۲۷-۳۷ اپریل ۱۹۱۱ء - ۳۶-۳۷ جنوری ۱۹۹۷ء) نے مرتب کی ہے۔ اس کتاب کی بڑے سائز کی پانچ جلدیں ہیں جو ۲۱۳۳ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان میں حروف حقی کے اعتبار سے (۱۳۳۸) اسمائے نبی کریم بیان کئے گئے ہیں۔ مرتب نے اس ضخیم اور مبسوط کتاب میں قرآن و حدیث اور کتب سیر و مغازی کے حوالے نقل کر کے اسے مستند بنا دیا ہے۔ حضور کے اسماء میں سیدنا خیر مولود کے بارے میں لکھتے ہیں: آمنہ و خروہب حضور اقدس کی والدہ کا بیان ہے۔ وہ بیان کرتی تھیں کہ جب حضور اقدس میرے پیٹ میں تھے تو مجھے خواب میں آواز آئی کہ تو نے جہان کے سردار کو حمل میں اٹھایا ہے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو یہ کہنا کہ میں تجھے ایک اللہ کی پناہ میں دیتی ہوں ہر حد کرنے والے کے حسد سے بچھ آپ کا نام محمد رکھنا اور جب وہ حاملہ تھیں تو ان سے ایک روشنی نکلی جس سے اس نے ہماری کے محل دیکھے تو شام کے علاقے میں تھے۔ (الروض الانف للصحیح ج ۱ ص ۱۸۰) (۲۷۳) اسی طرح طاب طاب کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ اسم حضور اقدس کا قورات میں موجود ہے۔ اس کا معنی ہے پاک اور کما گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کا ذکر پاک لوگوں کے ورد زبان ہو۔ (سبل الہدی ج ۱ ص ۵۹۸) (۲۷۵) حضور کے درج ذیل اسمائے صفات میلاد ناموں اور دیگر کتب شامل و خصائل وغیرہ میں اکثر ملتے ہیں۔ (۲۷۶) محمد، احمد، حلد، محمود، قاسم، عاقب، فاتح، خاتم، مانع، داع، سراج، رشید، منیر، بشیر، نذیر، بادی، رسول، بنی، طہ، یحییٰ، مزمل، مدبر، شفیق، خلیل، حکیم، حبیب، مصطفیٰ، مرتضیٰ، مجتبیٰ، مختار، ناصر، قاسم، منصور، حافظ، شہید، عادل، حکیم، نور، امین، صادق، مصلح، باطن، واعظ، صاحب، مومن، برہان، مکی، مدنی، عربی، ہاشمی، قریشی، شکور

”حبیب“ ”نبی“ ”طیب“ ”مبین“ ”حق“ ”اول“ ”آخر“ ”ظاہر“ ”باطن“ ”رحمت“ ”مبلغ“ ”مستند“ ”رؤف“ ”رحیم“ ”غنی“ ”جبار“ ”قادر“ ”ظاہر“ ”مظہر“ ”خطیب“ ”فصح“ ”متقی“ اور امام۔ ان ناموں کے علاوہ چند القاب مبارکہ بھی ملتے ہیں: اہل سنت کے نزدیک آپ کا اسم گرامی عبدالکریم ہے اور اہل دوزخ کے نزدیک عبدالجبار، اہل عرش کے نزدیک عبدالجید، تمام فرشتوں کے نزدیک عبدالحمید، انبیاء کے نزدیک عبد الوہاب، شیاطین کے لئے عبدالقہار، جنت کے نزدیک عبدالرحیم، پناہوں میں عبدالخالق، صحراؤں میں عبدالقادر، سمندروں میں عبدالمکین، زندوں کے نزدیک عبدالقدوس، حشرات الارض کے نزدیک عبدالغیاث، جنگلی جانوروں میں عبدالرزاق، درندوں میں عبدالسلام، چوپایوں میں عبدالمومن، پرندوں میں عبدالغفار، تورات میں موسیٰ، انجیل میں طالب، زبور میں فاروق، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ط و یسین، مومنین کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کثرت ابو کاسم ہے۔ (۲۷۷)

نبی کریمؐ کے معروف القابات درج ذیل ہیں: سید ابرار، احمد مختار، عفی تاجدار، حبیب عفا، محبوب ستار، خاصہ کوہگار، شافع یوم قرار، صدر انجمن کمال و نمار، آفتاب نوہار، سرور عالم، مونس آدم، قبلہ عالم، کعبہ اعظم، جان مجسم، نور مجسم، فخر دو عالم، مرسل خاتم، خیر مجسم، صدر مکرم، نور مقدم، نیر اعظم، مرکز عالم، وارث زمزم، مبداء کائنات، مخزن کائنات، مشتائے کائنات، مقصود کائنات، سید کائنات، سرور کائنات، مقصد حیات، منبع فیوضات، افضل الصلوات، خلاصہ موجودات، صاحب آیات، صاحب معجزات، باعث تخلیق کائنات، جامع صفات، اصل کائنات، فخر موجودات، ادفع الدرجات، اکمل البرکات، واصل ذات، صاحب الحاج، صاحب المعراج، صاحب المحضر، سید البشر، صاحب الرزق والعلم، صاحب لوح و قلم، سید عرب و عجم، صاحب بنو و کرم، وجہ یاران کرم، شمس الضحیٰ، عشق نور خدا، بدر الدقیق، آفتاب ہدیٰ، صدر العلیٰ، نور الہدیٰ، کشف الوریٰ، صاحب بخود سقا، خیر الوریٰ، خواجہ دوسرا، بحر وجود سقا، ابر لطف و عطاء، اعتماد شفاء، پیکر تسلیم و رضا، محرم اسرار خرا، سید و آقا، کعبہ اصفیاء، قبلہ انبیاء، مجسم روح افزاء، سرور انبیاء، حسن صبر و رضا، نسیا خوش اوا، شمع قار خرا، راس عدل و قضاء، دست عطاء، نیسان سقا، بے غرض بے ریا، یامضاء، پارسا مصطفیٰ، سر فرار رضا، تاجدار غنا، مدبرہ المستفی، صاحب رشد ہدیٰ، مظہر رب نور العلیٰ، وجہ تخلیق ارض و سماء، جلوہ حق نما، سید الانبیاء، نور راہ ہدیٰ، مطلع دل کشا، مقطع جال فزا، جان صبح سماء، سرور انبیاء، راہبر اولیاء، روح ارض و سماء، شارح لا الہ، خاتم الانبیاء، چشم امواج بقاء، روفی منبر نبوت، چشمہ علم و حکمت، نازش شد لمانت، غنچہ راز وحدت، جوہر فرد عزت، ختم دور رسالت، محبوب رب العزت، مالک گوثر و جنت، سلطان دین و ملت، شمع برہم ہدایت، مخزن اسرار ربانی، مرکز انوار رحمانی، مصدر تجویض یزدانی، خاتم برکات حمدانی، دانش برہانی، سابر و شاکر، مدثر و منزل، منزل و مرسل، امتنائے کمال، مستہائے جمال، منبع خوبی و کمال، بے نظیر و بے مثال، فخر جہاں، عرش مکاں، شاہ شہاں، نیر رخشاں، انجم تاباں، ماہ فروزاں، صبح درخشاں، نور بد اماں، جلوہ سماں، مونس دل شکست گاہاں، راحت قلوب عاشقاں، نور دیدہ مشتاقاں، صورت صبح درخشاں، پشت پناہ قنکاز، موجب ناز عارفاں، باعث فخر صدوقاں، رحیم بے کساں، حب غریباں، شاہ جہاں، جان جہاں، قبلہ ذہراں، کعبہ قدسیاں، ہدم نوح، رہبر خضر، رہبر موی، ہادی عینی، شان کرمی، طلق غلیلی، تعلق کبیری، زہد

سجنا، مفت مریم، حسن مجتہ، دولت سرمد، ساقی کوثر، شافع محشر، نور مقطر، بدر منور، حامی مقطر، روح مصور،
مرسل داور، زلف حنبر، اشرف و اکمل، احسن و اجمل، احمد مرسل، مقطر اول، قلب مجلی، مہر تبت، مہر
رسالت، مہر جلالت، عین عدالت، خضر و دلالت، نسیم و نسیم، رؤف و رحیم، مہر صداقت، ظلیل
و حکیم، حامل قرآن، باطن قرآن، مظهر رحمت، مصدر راحت، مخزن شفقت، عین عنایت، مظهر الوار حق،
مصدر اسرار حق، ہادی روشن ضمیر، خواجہ یکس نواز، بشری القوی، خیر الوری، محب الوری، صادق البیان،
آخر الزمان، جمیل الشیم، شفیع الامم، منبر جود و الکرم، شہار حرم، صاحب کرم، مہر کرم، کبج فہم، شاہ امم،
سید الطریق، خطیب النین، امام المتقین، امام العالمین، اول المسالین، محبوب رب العالمین، سید المرسلین،
خاتم النبیین، نور مبین، طہ و یحییٰ، رجعت للعالمین، مظهر اولین، جنت آخرین، آہوئے زمین، اکرم الاکرمین،
مراد المشتاقین، شمس العارفین، سید العارفین، سراج السالکین، مصباح المقربین، محب الفقراء والغریاء
والمساکین، امام المتقین، وارث غلام اولین و آخرین، مورث کمالات آخرین، صادق و امن، مفسر قرآن
سین، روشن جبین، سلطان دین، سید الثقلمین، نبی المہرین، و سید فی الدارین، صاحب قالب توسلین،
سید الکونین، سرور کونین، نور رب رحمن، حبیب رب المشرقین و المغربین، محبوب رب ووجہاں، قاسم علم و
عرفاں، راحت قلوب عاشقان، سرور کشوراں، راحت عاصیاں، فخر کون مکان، شفقت یکراں، چارہ گر چارہ
گراں، رہبر افس و جاں، تاب جاں، ہادی گرہاں، شافع عاصیاں، حامی بے کساں، راحت قلب و جسم و جاں،
شاہ دوراں، ہادی جہاں، قرار بے قراراں، تمکسار دل فکاراں، انیس بے کساں، چارہ گر آرزوگاں، سکون درد
منداں، راحت دل خستگان، پناہ بے پناہاں، نگاہ بے نگاہاں، وساز غریباں، خیر الناس، بشیر و نذیر، سراج المنیر،
روح بزم سخن، ہمار گلشن صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم۔ (۲۷۸)

درد و سلام کی منکومات میں بھی حضور کے اسمائے صفات کو بیان کیا گیا ہے۔ اسمائے رسول مقبول، ہر
دور کے میلاد ناموں میں موجود ہیں۔

خاص محبوب خدا	ختم رسالت	یہ سلام
عین رحمت شافع	روز قیامت	پر سلام
(۲۷۹)		
السلام	اے	رحمت للعالمین
السلام	اے	سرور دنیا و دین
السلام	اے	مظهر ذات خدا
السلام	اے	ہادی راہ خدا
السلام	اے	واقف اسرار کمال
السلام	اے	سرور شاہ رسول
(۲۸۰)		
توکل	جوئے	بحر فیض عیم

شفیع مطاع نبی کریم

(۲۸۱)

یا الہی حشر میں خیر الورا کا ساتھ ہو
رحمت عالم جناب مصطفیٰ کا ساتھ ہو
یا الہی ہے یہی دن رات میری التجا
روز محشر شفیع روز جزا کا ساتھ ہو
یا الہی آئے جس دن گرمیوں پر آفتاب
اس سزا وار خطاب والضحیٰ کا ساتھ ہو

(۲۸۲)

جو پردہ ہے تو اتنا ہے نہیں اس کے سوا
احد میں اور احمد میں فقط ہے ہم کا پردہ

(۲۸۳)

عامیو شفیع امت ہے رسول عربی
مومنو آؤ کہ رحمت ہے رسول عربی

(۲۸۴)

الہامی صحائف اور مذہبی کتب میں حضور کی بشارات اور مدحیہ انداز میں ذکر

قرآن مجید اور کتب احادیث کے علاوہ میلاد ناموں کے بنیادی اور ذیلی موضوعات ولادت مبارکہ،
بشارات اور شامک و خصائل وغیرہ کے بیان کے سلسلہ میں الہامی صحائف تورات، زبور، انجیل اور دیگر
مذہب کی کتب مقدسہ ایک اہم ماخذ ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف کاتبوں کی روایات بھی ہیں۔ ان میں آپ کی
تشریف آوری کی بشارات اور آپ کے شامک و خصائل کو مدحیہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ان میں آپ
کی بحیثیت پیغمبر آخر الزمان بعثت کی پیش گوئیاں کی گئی ہیں۔ ان میں آپ کو ایسے مدحیہ انداز میں سراہا گیا
ہے کہ آپ سے پہلے کسی اور پیغمبر کے لئے یہ اسلوب اختیار نہیں کیا۔ ان میں آپ کو ایسے توہمینی
اسماء سے بھی یاد کیا گیا ہے جو آپ سے پہلے کسی دوسرے پیغمبر کے لئے بیان نہیں کئے گئے۔ ان تمام
بشارات کی وضاحت و صراحت سے ایسی جامع شہادتیں ملتی ہیں کہ جن کے مصداق نبی کریم ہی قرار پاتے
ہیں۔ قرآن و حدیث سے بھی ان بشارات کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔

میر ابراہیم الہامی صحائف میں آپ کے بشارات کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”کتبہ سابقہ میں آپ کا مولد، آپ کا وطن و مقنن، آپ کا لجر، آپ کے جنگی
اور اسلامی کارنامے، آپ کے معجزات و برکات، آپ کے صحابہ کی نمایاں علامات و
نشانات غرض سب کچھ نہایت وضاحت سے مکتوب، مذکور ہے اور باوجود عہد بہ عہد کی

تحریفات لفظیہ و معنویہ کے ان جواہر ربڑوں پر پردہ نہ پڑ سکا اور آپ کے معجزات ظہور قدسی نے ان تحریفات کی غلطیوں کو دور کر دیا۔ (۲۸۵) اس کے علاوہ اگر ان دعویوں کے انکار ہی یہود و نصاریٰ کے لئے کوئی گنجائش ہوتی تو بغیر ایک لحد کے توقف کے سبھی یہود و نصاریٰ نبی عربی کے پاس دوڑ کر آتے اور پہنچ دیتے کہ یہ ہے تورات و انجیل دکھاؤ کمال، تمہارا ذکر ہے۔ اور اہل اسلام کو لاجواب کرنے کا سنہری موقعہ ہاتھ آ جاتا لیکن علماء و فضلاء اور تورات و انجیل کے مدرس و مفسر اس نبی امی کے دعویٰ کو جھٹلانے لگے بلکہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور حضرت کعب احبارؓ وغیرہ خوش بخت لوگوں کی شہادت سے حضورؐ کی حقانیت و صداقت کو واضح کر دیا۔ (۲۸۶)

قرآن مجید میں بڑے واضح الفاظ میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ حضورؐ کی بعثت کی بشارات تورات اور انجیل میں موجود ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: **الرَّسُولَ النَّبِيُّ الْأُمِّيَّ يُجْلُوهُ نُكُتُوهُ عَنَّا** **فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ**۔ وہ رسول نبی امی جس کو اہل کتاب تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (الاعراف: ۱۵۷)

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی امت کو نبی کریمؐ کی بشارت دی۔ قرآن میں ہے: **وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَحْيَىٰ إِسْرَٰءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ** اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ نے کہا کہ اے نبی اسرائیل میں تمہارے پاس خدا کا بھیجا ہوا آیا ہوں (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آچکی ہے (یعنی) تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہو گا ان کی بشارت سناتا ہوں (السف: ۶) مکی اور مقامات پر بھی قرآن نے آپؐ کی تشریف آوری کی تورات اور انجیل کے حوالے سے نشان دہی کی ہے مثلاً سورۃ البقرہ آیات ۵۵، ۵۶، ۳۳، ۸۹، المائدہ ۶۶، ۶۸ اور الاعراف ۱۷۱ وغیرہ۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ لیا کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے۔ پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اٹھا لیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ۔ سب نے عرض کی۔ ہم نے اقرار کیا (اللہ نے) فرمایا۔ تو گواہ رہنا اور تمہارے ساتھ میں گواہوں میں سے ہوں (آل عمران: ۸۱) ابن ابی حاتم نے سہدی سے اس آیت کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کے بعد جو بھی نبی بھیجا اس سے یہ میثاق لیا کہ وہ محمدؐ پر ایمان لائے اور ان کی مدد کرے۔ (۲۸۷) حضرت علی المرتضیٰؑ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے پختہ وعدہ لیا کہ اگر اس کی موجودگی میں حضورؐ خاتم الانبیاءؐ تشریف لائیں تو اس نبی پر لازم ہے کہ وہ حضورؐ کی رسالت پر ایمان لا کر آپؐ کی امت میں شمولیت شرف حاصل کرے اور ہر طرح سے حضورؐ کے دین کی نصرت و تائید کرے اور اسی طرح تمام انبیاءؑ نے یہ عہد اپنی اپنی امتوں سے لیا۔ (۲۸۸) اس میثاق کے مطابق یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہر پیغمبر نے اپنے

اپنے عہد میں حضورؐ کی آمد کی خیر اپنی امت کو دی اور انہیں حضورؐ کی تشریف آوری پر ایمان لانے کی تاکید کی۔ قدیم صحائف تحریف اور رد و بدل کی بیعت چھ چکے ہیں۔ تورات، زبور اور انجیل میں آپؐ کے نبوت ہونے کی بشارات موجود ہیں۔

احادیث نبویؐ میں بھی الہامی صحائف میں مذکور بشارات کا ذکر ملتا ہے۔ آپؐ کی بڑی مشہور حدیث ہے۔ یہ روایت خالد بن محمد ان الکفائی کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا اور عیسیٰؑ کی بشارت ہوں۔ (۲۸۹) حدیث میں ہے، ابن مسعودؓ جویر سے اور وہ شحاک سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: میری آمد کی میرے باپ ابراہیمؑ نے اس وقت دعا مانگی جب وہ بیت اللہ کی بنیادیں رکھ رہے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی۔ ایک اور جگہ حدیث میں مذکور ہے۔ ابن مسعودؓ عبادہ بن صامتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ سے کہا گیا کہ آپؐ اپنے بارے میں بتلایئے، فرمایا ہاں، میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا ہوں اور میری آمد کی بشارت سب سے آخر میں عیسیٰؑ بن مریمؑ نے دی ہے۔ (۲۹۰) ابو نعیمؒ نے (علیہ) میں حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی فرمائی جو شخص محمدؐ کا منکر ہو گا میں اسے جہنم میں ڈالوں گا حضرت موسیٰؑ نے استفسار فرمایا: محمدؐ کون ہیں؟ فرمایا محمدؐ وہ ہیں، مخلوقات میں جن سے بستر کوئی نہیں ہے۔ جن کا نام زمین و آسمان کی پیدائش سے قبل ہی میں نے عرش پر لکھ دیا اور جنت میں کوئی اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خود اور ان کی ساری امت داخل نہ ہو جائے۔ حضرت موسیٰؑ نے پوچھا۔ ان کے امتی کیسے لوگ ہیں؟ فرمایا۔ یہ لوگ خدا کی بہت حمد کرنے والے ہیں۔ ہر بلندی اور یستی پر خدا کی تعریف کرتے ہیں۔ درمیان میں حمد باندھتے ہیں۔ وضو کرتے ہیں۔ دن کو روزے رکھتے ہیں رات کو عبادتیں کرتے ہیں۔ میں ان کے کم سے کم درجے کے اعمال بھی قبول کر لوں گا اور انہیں صرف لا الہ الا اللہ کی گواہی پر جنت میں داخل کروں گا۔ حضرت موسیٰؑ بولے، مجھے ان لوگوں کا نبی بنا دیجئے۔ ارشاد ہوا، ان لوگوں کا نبی انہیں میں سے ہو گا۔ حضرت موسیٰؑ بولے تو پھر مجھے اس نبی کا امتی بنا دیجئے، فرمایا! وہ نبی بعد میں آئیں گے البتہ تم جنت میں ان کے ساتھ رہو گے۔ (۲۹۱)

بشارات آنحضرتؐ کے سلسلہ میں صحائف آسمانی اور دیگر مذہبی کتب مقدسہ میں سے پیچیدہ پیچیدہ بشارات کی ہر صحیفہ کے نام کے عنوان کے تحت نشاندہی درج ذیل ہے :

تورات

تورات حضرت موسیٰؑ علیہ السلام پر ۱۴۵۰ ق م کے لگ بھگ نازل ہوئی۔ تورات۔ زبور اور انجیل ان تینوں کتابوں کا ذکر قرآن مجید میں جا بجا ملتا ہے اور ان کے ماننے والوں کو اہل کتاب کا خطاب دیا گیا ہے۔ تورات آج کل بائبل میں شامل ہے۔ تورات کے پانچ حصے ہیں جن کو پانچ کتابیں کہا جاتا ہے۔ ان میں سے پانچویں کتاب استواء میں ہے : جَلَّهَ الْوَابُ مِنْ سَيِّئِهِ لَشَرُّ لَنَا مِنْ سَلْعِهِ اسْتَعْلَنَ مِنْ جُبِلْ كَلْوَانُ۔ (۲۹۲) (آیا رب پہاڑ سینا سے اور روشن ہوا ساجیر سے اور ظاہر ہوا فاران کے پہاڑ سے) اس شیت میں عین جلیل القدر تنبیہوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ پر کوہ سینا میں تورات اتاری، ساجیر پہاڑ پر حضرت

عیسیٰ کو انجیل ملی اور فاران کے پہاڑ پر حضور پر نزول قرآن ہوا۔ یہ پہاڑ مکہ معظمہ کے قریب ہے جس میں غار حرا واقع ہے۔ فاران یا پاران۔ (۲۹۳) اس پہاڑی کا نام ہے جو مکہ کے نزدیک ہے۔ (پیدائش ۲۱: ۱۹ تا

(۴)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا: ”میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی بپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہو گا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا، نہ سنے گا، تو اس کا حساب اس سے لوں گا۔“ (۲۹۳) یہ بشارت بالکل واضح ہے بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسماعیل کے سوا اور کون ہو سکتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بنی اسماعیل میں ہو گا اور تجھ سا ایک نبی سوائے نبی کریمؐ اور کسی پر صادق ہی نہیں آ سکتا کیونکہ تورات خود اس کی گواہی دے رہی ہے کہ بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کے مانند ہوا ہی نہیں۔ ”پھر قائم نہ ہوا کوئی نبی بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند جس نے پہچانا ہو اللہ کو دوبارہ۔“ (۲۹۵) نبی کریمؐ اور حضرت موسیٰؑ کئی لحاظ سے ایک جیسے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کی کتاب میں ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰؑ سے باتیں کیں۔ قرآن میں حضورؐ کے متعلق ہے۔ ”نہ ہی محمدؐ اپنی مرضی کے مطابق کچھ بولتے ہیں وہ کوئی اور بات نہیں کرتے مگر سوائے اس وحی کے جو انہیں پہنچائی جاتی ہے۔“ (انجیم: ۳-۵) فرعون نے حضرت موسیٰؑ کا حکم نہ مانا لہذا اسے اس کی فوج کے ساتھ دریا میں غرق کر دیا گیا جبکہ حضورؐ کے دشمن لڑائیوں میں تباہ و برباد ہو گئے اس لئے اس سے مراد سوائے نبی کریمؐ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

تورات میں ایک اور جگہ مذکور ہے: ”اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو یہ کہہ کر بلوایا کہ تم سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ تاکہ میں تم کو بتاؤں کہ آخری دنوں میں تم پر کیا گزرے گی۔ اے یعقوب کے بیٹے! جمع ہو کر سناؤ اور اپنے باپ اسرائیل کی طرف کان لگاؤ۔ یہوداہ کی سلطنت ہمیں چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل سے حکومت کا عصا موقوف ہو گا۔ جب تک شلواہ نہ آئے پھر لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے۔“ (۲۹۶) شلواہ یا شلواہ کے معنی میں لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ اس آیت کی وضاحت سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی بادشاہت کے بعد حضرت محمدؐ تشریف لائیں گے اور ان دونوں پیغمبروں کے بعد جو اس دنیا میں کتاب و قانون لائے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اشیاء کی صحیح تورات باب ۴۱ میں مذکور ہے: ”اے جزیرے والو! خاموش ہو جاؤ اور سب قبیلے اپنی اپنی قوت کی ازسرنو تنظیم کر لیں اور باہم مل جائیں پھر اس بارے میں مشورہ کریں کہ ہم سب مل کر فیصلہ کے لئے اس ہستی کے سامنے پیش ہو جائیں جو مشرق سے نمودار ہوگی اور فتح و نصرت اس کے قدم چومے گی۔ اس کے سامنے دوسری قومیں پیچ ہو جائیں گی۔ دنیا کے بادشاہوں پر اس کا غلبہ ہو جائے گا۔ وہ انہیں اپنی کموار سے کاٹ کر مٹی میں ملا دے گا اور اپنے تیر و کمان سے شکست دے کر خشک گھاس کی طرح کر دے گا۔ وہ انہیں اپنی راہ سے ہٹا دے گا اور خود اس راستے سے صحیح و سالم گذر جائے گا جس پر کوئی دوسرا نہ چلا ہو گا۔ وہ ابتدائی انسانی نسلوں کے سامنے اس کا مدعی ہو گا کہ میں ہی پہلا رب ہوں اور بعد کو آنے والی نسلوں سے کہے گا کہ میں وہی پہلے آنے والا ہوں۔“ اس میں قبائل سے مراد عرب کے قبائل ہیں اور

تبار و مکان والے حضرت محمدؐ میں اس لئے کہ حضرت عیسیٰؑ نے کبھی کسی سے جنگ ہی نہیں کی۔ (۲۹۷)
 حضرت عبداللہ بن سلامؓ راوی ہیں کہ تورات میں آپؐ کا وصف اس طرح مذکور ہے: اے نبی! ہم نے آپؐ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ آپؐ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپؐ کا نام حلال رکھا ہے۔ آپؐ نہ ترش روی ہیں اور نہ سخت مزاج ہیں اور نہ بازاروں میں پھرنے والے ہیں۔ آپؐ اپنی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ درگزر فرما دیتے ہیں اور معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو اس وقت تک نہیں اٹھائے گا، یہاں تک کہ آپؐ کی تعلیم سے امت درست نہ ہو جائے اور وہ سب لا الہ الا اللہ نہ کہہ لیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کے ذریعے سے اندھی آنکھوں کو دیکھنا، بے سہارے کاتوں کو سنبھالنا اور تالے پر پڑے ہوئے دلوں کو کھولنا ہے۔ (۲۹۸) اس روایت کو اسی طرح بخاری، عطا بن یسار اور وہ محمود بن العاص سے بھی بیان کرتے ہیں۔ (۲۹۹)

تورات میں حضورؐ کے وصف کے بارے میں داری، ابن سعدؒ اور ابن عساکرؒ نے ابو فرودہ سے اور حبیب احبارؒ سے حضرت ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے کہ اس طرح مذکور ہے: محمدؐ بن عبداللہ مکہ میں پیدا ہوئے اور مدینے کی جانب ہجرت کریں گے، آپؐ کی مملکت شام تک ہوگی۔ آپؐ بازاروں میں پھرنے والے نہیں ہوں گے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے بلکہ معاف کر دیں گے اور درگزر فرما دیں گے۔ آپؐ کی امت اللہ کی ہمت تعریف کرنے والی ہوگی اور ہر مسرت کے موقع پر خدا کی حمد کرے گی اور اس کی بڑائی بیان کرے گی۔ یہ لوگ اپنے ہاتھ پاؤں دھوئیں گے اور اپنی کمر پر تھم باندھیں گے۔ نمازوں کے لئے ایسے صف بنائیں جیسے جنگ کے لئے بنائی جاتی ہے۔ مساجد میں ان کی دعاؤں اور تلاوت کی آوازیں اس طرح گونجتی ہیں جیسی شہد کی مکھیاں کی گونج ہوتی ہے۔ ان کی دعائیں آسمانوں میں سنی جائیں گی۔ (۳۰۰)

تورات نے حضرت جبریلؑ کے اس بیان کی تصدیق کی ہے کہ پروردگار فاران کی پہاڑیوں سے قوت کے ساتھ آیا تو نام احمدؑ کی تسبیح سے آسمان معمور ہو گئے اور اس کی امت کا سمندروں پر تصرف ایسا ہی ہو گا جیسا جنگی پر۔ وہ ایک ایسی نئی کتاب لے کر آئے گا جس کا تعارف بیت المقدس کی تقریب کے بعد ہو گا۔ (۳۰۱) اور حضرت سلیمانؑ نے تورات میں حضورؐ کی آمد کی پیش گوئی ان الفاظ میں فرمائی: اثر سلفہ لمحرة واسمہ احمد یعنی مرغیوں ان کی پشت پر ہوگی اور ان کا نام احمدؑ ہو گا۔ (۳۰۲)

تورات میں آپؐ کے دارا ہجرت کا ذکر موجود ہے اور اس کے آثار وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں: جب حضرت موسیٰؑ ارکان حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اس سفر میں بنی اسرائیل کی کثیر جماعت آپؐ کے ہمراہ تھی۔ حج سے لوٹنے وقت ان لوگوں کا گذر مدینہ طیبہ کی زمین پر ہوا اور اس مقام میں وہ تمام آثار و اوصاف موجود دیکھے جو نبی آخری الزماں کے وطن میں تورت کی پیش گوئی کے مطابق ہونا چاہئے تھے تو ان میں سے ایک گروہ نے حضرت موسیٰؑ کی ہمراہی ترک کرنے کے متعلق مشورہ کیا اور جدا ہو کر اسی مقام پر مقیم ہو گئے۔ (۳۰۳)

حج نے جب مدینہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو اس وقت یہود کے بعض علماء اس کے سامنے آئے اور

کہا کہ یہ شر حفاظت الہی میں محفوظ ہے اس کو کوئی ٹھنص برباد نہیں کر سکتا۔ ہم نے اپنی کتاب میں اس کے اوصاف پڑھے ہیں اور اس کا نام طیبہ ہے۔ یہ پیغمبر آخر الزماں کا دارالہجرت ہے جو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے ہوں گے۔ آپ اس کی ویرانی کے ارادہ سے باز رہیں۔ علماء یہود کی باتوں سے اس نے نصیحت پکڑ لی اور چار سو علماء توریت نے اسے چھوڑ کر مدینہ منورہ میں نبی آخر الزماںؐ کی صحبت کے لئے اقامت اختیار کی۔ تنج نے ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک ایک مکان تعمیر کرا دیا اور مال کثیر دے دیا اور ایک کتاب لکھی جس میں اپنے اسلام لانے کی شہادت کا اظہار کیا۔ یہ کتاب مہر کر کے اس جماعت کے سب سے بڑے عالم کو سپرد کر کے وصیت کر دی کہ اگر وہ نبی آخر الزماںؐ کا زمانہ پائے تو وہ یا پھر ان کی اولاد اسی طرح آگے نکل کرتی رہے۔ اس کتاب میں دیگر اشعار کے علاوہ یہ شعر بھی ہے:

فَهِلْتُ عَلَى مَنْ
رَسُولٌ مِنَ اللَّهِ الْكَافِي
أَكْبَدُ أَكْبَدُ

(ترجمہ) گواہی دیتا ہوں میں اوپر احمد کے کہ بے شک۔ وہ رسول ہیں اللہ کی جانب سے وہ اللہ جو پیدا کرنے والا ہے روجوں کا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اس نے حضورؐ کے لئے بھی ایک مکان تعمیر کرایا تاکہ تشریف آوری کے وقت اس میں نزول فرمائیں۔ علماء یہود میں سے ایک کو اس کا متولی بنا دیا۔ حضورؐ جب مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان میں قدم رنجہ فرمایا اور یہ ابو ایوب انصاریؓ اسی عالم کی اولاد میں سے ہیں۔ اہل مدینہ میں سے جن لوگوں نے حضورؐ کی مدد کی وہ انہی علماء کی اولاد میں سے تھے۔ (۳۰۳)

زبور

زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر ۱۰۰۰ ق م کے قریب نازل ہوئی۔ زبور کا باب ۳۵ آپؐ کی توصیف سے عبارت ہے۔ اس میں آپؐ کی شان بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آپؐ کے بارے میں کثرت سے پیش گوئیاں کی گئی ہیں۔ ”تو بنی آدم میں سب سے حسین ہے۔ تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے۔ اس لئے خدا نے ہمیشہ تجھے مبارک کیا۔ اے زبردست تو اپنی کموار کو جو تیری حشمت و شوکت ہے۔ اپنی کمر سے جمائل کر اور سچائی اور حلم اور صداقت کی خاطر اپنی شان و شوکت میں اقبال مندی سے سوار ہو اور تیرا دامنا ہاتھ تو تجھے میب کام دکھائے گا۔ تیرے تیرے ہیں۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگے ہیں۔ اشمیں تیرے سامنے زیر ہوتی ہیں۔ اے خدا! تیرا تخت ابد الابد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ تو نے صداقت سے محبت رکھی اور بدکاری سے نفرت۔ اسی لئے تیرے خدا نے شادمانی کے تیل سے تجھ کو تیرے ہمسرؤں سے زیادہ مسح کیا ہے۔ تیرے ہر لباس سے مروا، عود اور تاج کی خوشبو آتی ہے۔ تیری معزز خواتین میں شاہزادیاں ہیں۔ تیرے بیٹے تیرے باپ دادا کے جانشین ہوں گے۔ جن کو تو تمام روئے زمین پر سردار مقرر کرے گا۔ میں تیرے نام کی یاد کو نسل در نسل قائم رکھوں گا۔ اس لئے اشمیں ابد الابد تیری شکر

کھاری کریں گی۔ (۳۰۵) اس پیش گوئی میں حضورؐ کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے :
 آپؐ کا حسین و جمیل ہونا، قوی اور طاقتور ہونا، تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہونا، مجاہد اور غازی ہونا، مخلوق
 کا آپؐ کے تابع اور فرمانبردار ہونا، کمپنوں سے منگھک و غبر سے بڑھ کر خوشبو آنا، بادشاہوں کی بیٹیاں ان کے
 گھرانہ میں ہونا، اولاد کا سردار ہونا، تمام لوگوں کا انہیں یاد کرنا، ان کا ذکر ہمیشہ جاری و ساری رہنا۔ یہ تمام
 اوصاف آپؐ کے سوا کسی اور پیغمبر میں موجود نہ تھے۔ اس لئے یہ بشارت آپؐ کے علاوہ کسی اور کے متعلق
 سرگز نہیں ہو سکتی۔

حضرت داؤدؑ نے آپؐ کے نزول کی خبر دی اور وحی الہی کے تحت اس شہر کا بھی تعین کر دیا، جہاں
 حضورؐ مبعوث ہونے والے تھے۔ زبور میں حضرت داؤدؑ فرماتے ہیں : مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں بستے
 ہیں، وہ سدا تیری حمد کریں گے۔ وہ بکہ کی وادی سے گذرتے ہوئے ایک کنواں بناتے ہوئے۔ (۳۰۶) یہاں
 بکہ سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ مارگولیوٹھ (MARGOLIUTH) نے بھی گواہی دی کہ زبور کا بکہ عرب
 کے مکہ مکرمہ کے سوا اور کوئی جگہ نہیں۔ (۳۰۷) گھر سے مراد خانہ کعبہ ہے۔ اس میں ایک کنواں ہے جو
 چاہ زم زم کے نام سے مشہور ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے حضرت وہب بن منبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو خوش
 خبری دی۔ ”اے داؤد تمہارے بعد ایک نبی آئے گا۔ جس کا نام احمدؑ اور محمدؑ ہو گا۔ جس سے میں کبھی
 ناراض نہیں ہوں گا۔ اور وہ کبھی میری نافرمانی نہیں کرے گا۔ میں نے محمدؑ اور ان کی امت کو تمام امتوں پر
 فضیلت دی ہے۔“ (۳۰۸)

امین ابی حاتم نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداءؓ نے کہا کہ میں نے زبور کے ایک نسخے میں ایک سو
 بیچاسی سورتیں دیکھیں جن کی چوتھی سورت میں یہ الفاظ تھے۔ اے داؤد ستو! اور سلیمان سے کہہ دو کہ
 لوگوں کو بتادیں کہ زمین میری ہے میں اس کا وارث محمدؑ اور ان کی امت کو بتاؤں گا۔ (۳۰۹)
 زبور کے حوالے سے حضرت مسیحؑ اسرائیلیوں کو فرما رہے ہیں۔ ”کیا تم نے کتاب مقدس میں نہیں
 پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کوئے کے سرے کا پتھر ہو گیا یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور
 ہماری نظر میں عجیب ہے“ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس
 قوم کو جو اس کے پھل لائے، دے دی جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ہو جائیں گے“
 مگر جس پر گرے گا“ اسے پس ڈالے گا۔ (۳۱۰) معماروں یعنی اسرائیلیوں نے جس پتھر کو رد کیا تھا وہ
 اسمعیل ہی تھے، کوئے کے سرے کا جو پتھر ہوا یعنی نبوت جس کو سب سے آخر زمانہ میں ملی وہ بنی اسماعیل ہی
 کا ایک فرد تھا اور یہود و نصرائی جو بھی اس سے ٹکرائے، وہ پاش پاش ہو کر رہ گئے یا پس کر رہ گئے۔

انجیل

انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ۵۵ سال پہلے
 نازل ہوئی۔ انجیل مقدس پانچ انجیلوں کی صورت میں ملتی ہے :

(۱) متی کی انجیل (۲) لوقا کی انجیل (۳) مرقس کی انجیل (۴) یوحنا کی انجیل (۵) برناباس کی انجیل۔
 سبکی برادری یہی چار انجیلوں کو مانتی ہے مگر وہ برناباس کی انجیل کو تسلیم نہیں کرتی بلکہ اسے جعلی اور وضعی
 خیال کرتی ہے۔ (۳۱۱) آج کل قدیم ترین انجیل چوتھی پانچویں صدی کی ملتی ہے وہ بھی یونانی زبان میں ہے
 جبکہ حضرت عیسیٰ اور ان کے حواریوں کی زبان آرامی تھی۔ (۳۱۲)

انجیل متی

انجیل متی میں حضرت یوحنا (بچہ) کی زبانی اس طرح مرقوم ہے:
 (الف) ”میں تو تم کو توبہ کے لئے پانی سے بہتہ دیتا ہوں (۳۱۳) لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ
 سے زور آور ہے میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں وہ تم کو روح القدس اور آگ سے بہتہ دے
 گا۔ (۳۱۴) (ب) ”حضرت مسیح نے ان بارہ (رسولوں) کو بھیجا اور ان کو حکم دے کر کہا۔ غیر قوموں کی
 طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے
 پاس جانا اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔“ (۳۱۵) یہ آسمان کی بادشاہی سے
 مراد نبی کریمؐ کی بعثت تھی یعنی ”یہ لوگ اندھیرے میں بیٹھے تھے انہوں نے بڑی روشنی دیکھی اور جو موت
 کے ملک میں بیٹھے تھے ان پر روشنی چمکی۔“ (۳۱۶) یہی وجہ ہے کہ آج حضورؐ کا ابدی پیغام بنی نوع انسان
 کے لئے مشعل راہ سے بڑھ کر ہے۔

انجیل لوقا

”انجیل لوقا میں انجیل متی کی پہلی بشارت حرف بحرف موجود ہے۔“ (۳۱۷) اس کے علاوہ بھی انجیل
 لوقا نبی کریمؐ کی آمد کی گواہی دے رہی ہے: ”اور دیکھو جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہے میں اس کو تم پر
 نازل کروں گا۔“ (۳۱۸)

انجیل مرقس

مرقس کی انجیل میں بھی نبی کریمؐ کی عظمت کا اقرار انجیل متی اور انجیل لوقا کی متذکرہ بالا پہلی بشارت
 کے حوالے سے پہلے ہی باب میں موجود ہے۔ ”اور یوحنا اونٹ کے بالوں کا لباس پہنے اور چمڑے کا پٹا
 اپنی کمر سے باندھے رہتا۔ ٹڈیاں اور جنگلی شہ کھاتا تھا اور منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آئے والا
 ہے جو مجھ سے زور آور ہے۔ میں اس لائق نہیں کہ جبکہ کر اس کی جوتیوں کا قسم کھولوں میں نے تم کو
 پانی سے بہتہ دیا مگر وہ تم کو روح القدس سے بہتہ دے گا۔“ (۳۱۹)

انجیل یوحنا

یوحنا کی انجیل حضورؐ کے مبعوث ہونے کا اعلان کر رہی ہے۔ درج ذیل پیش گوئیاں حضرت عیسیٰؐ نے
 نبی کریمؐ کی بابت کی ہیں:

۱۔ ”اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ جہان کا سروار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔“ (۳۲۰)

۲۔ ”مجھے تم سے اور بھی بہت سے باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ (میرا) یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی مرضی سے نہ کہے گا لیکن وہ کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔“ (۳۲۱)

۳۔ ”لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ (مدگار) تسلی دینے والا) تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ (مدگار) دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔“ (۳۲۲)

۴۔ ”تمام مخلوق مسیح کے بعد حضور نبی کریمؐ کی شہر تھی چنانچہ یوحنا کی گواہی یہ تھی جبکہ یہودیوں نے یروشلیم سے کاہنوں اور کاویوں کو بھیجا کہ اس سے پوچھیں کہ ”تو کون ہے اور اس نے اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں۔“ (۳۲۳) تب انہوں نے اس سے پوچھا تو اور کون ہے؟ کیا تو الیاس ہے؟ اس نے کہا: میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ (۳۲۴) انہوں نے اس سے سوال کیا اور کہا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ الیاس اور نہ وہ نبی۔ پس پتھر کیوں دیتا ہے؟ (۳۲۵) ”وہ نبی سوائے نبی موعود رسول شہر خیرا بشر کے سوا اور کون مرا ہو سکتا ہے؟“

خدا کی مخلوق شہر تھی دلوں میں تھا اشتیاق پیدا
ازل سے آنکھیں ترس رہی تھیں وہ کنز خفی دکھائی دیتا

۵۔ ”تمہارے درمیان میں ایک شخص کھڑا ہے جسے تم نہیں جانتے یعنی میرے بعد آنے والا۔ میں جس کی بوقت کا تمہارے کھولنے کے لائق نہیں۔“ (۳۲۶)

۶۔ ”لیکن جب وہ مدگار آئے گا۔ جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔“ (۳۲۷)

۷۔ حضرت یوحنا فرماتے ہیں: ”پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے اور اس پر ایک سوار ہے جو سچا اور برحق کہلاتا ہے اور وہ راشی کے ساتھ انصاف اور لڑائی کرتا ہے اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں اور اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔“ (۳۲۸)

۸۔ ”اگر مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں وہ سارا مدگار بخشے کہ اب تک تمہارے ساتھ رہے۔“ (۳۲۹)

۹۔ یوحنا لاہوتی کی کتاب الرؤیا ص ۱۹ ف ۵۱ میں مذکور ہے: ”اور اس کے منہ سے تیز کائنات والی تلوار نکلے گی تاکہ وہ اس سے دوسری قوموں کو یہ تیغ کر سکے وہ لوہے کے ڈنڈے سے ان پر حکومت کرے

گا۔ وہ نچوڑی ہوئی شراب کو جو خدا نے قاور کے غضب و ناراضی کا باعث ہو گی اپنے پیروں تلے روند ڈالے گا۔" اس قول سے مراد کہ اس کے منہ سے نکوار نکلے گی قرآن کریم مراد ہے اور آنحضرتؐ کا نچوڑی ہوئی شراب کو پاؤں تلے روندنے سے یہ مراد ہے کہ آپؐ نے اسے قطعی حرام قرار دے دیا۔ (۳۳۰)

یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ بنی اسرائیل کی زبان آرامی کی ایک شاخ عبرانی (HEBREW) تھی۔ حضرت مسیحؑ کی پیدائش سے دو دہائی سو برس پہلے سلتوق اقتدار کے زمانے میں اس علاقے سے عبرانی رخصت ہو چکی تھی اور سریانی (SYRIAC) نے اس کی جگہ لے لی تھی۔ یہی سریانی اہل فلسطین کی عام آدمی کی بولی تھی۔ سلطنت روم کی سرکاری زبان یونانی تھی۔ اہل فلسطین یونانیوں سے مغلوب ہوئے تو سرکاری زبان یونانی کے مقابلہ میں سریانی زبان بھی مغلوب ہو گئی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ موجودہ انانجیل سریانی کی بجائے یونانی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ ان کے مترجم اور مولف بھی یونانی بولنے والے تھے جو حضرت عیسیٰؑ کے براہ راست شاگرد نہ تھے انہوں نے ناموں کا بھی ترجمہ کر دیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے الفاظ انجیل یوحنا میں ملاحظہ ہوں :

"He that hateth me hateth my father also 23 if I had not done among them the works which none other did they had not had sin: but now have they both seen and hated both me and my father 25, But this cometh to pass that the word may be fulfilled that is written in their law, they hated me without a cause 26 But when the comforter (Paraclete) is come whom I will send unto you from the Father, even the spirit of truth, which proceedeth from the Father, he shall bear witness, because ye also bear witness because ye have been with me from the beginning. These things I have spoken unto you, that ye should not be caused to stumble". (331)

اس عبارت کا حوالہ سیرت ابن ہشام میں بھی موجود ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے مورخ محمد بن اسحاق کا ایک بیان نقل کیا ہے جو اس انگریزی اقتباس کا عربی میں لفظی ترجمہ ہے۔ اور اس عبارت کا انہوں نے عنوان "صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الانجیل" بنایا ہے۔ (۳۳۲)

ابن ہشام نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ انجیل میں حضورؑ کے بارے میں حضرت عیسیٰؑ کا اہل انجیل نے یہ عہد لکھا ہے : جس نے مجھ سے دشمنی کی، اس نے پروردگار سے دشمنی کی اور اگر میں ان کے سامنے ایسے کام نہ کرتا، جو مجھ سے پہلے کسی نے نہیں کئے تو ان کی کچھ خطا نہ ہوتی، لیکن وہ آج سے

ترانے لگے ہیں اور انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ وہ مجھ پر اور پروردگار پر بھی غلبہ حاصل کر لیں گے مگر جو بات ناموس میں ہے اس کا پورا ہونا ضروری ہے۔ انہوں نے مجھ سے ناحق بغض کیا۔ پس کاش منمننا آگئے ہوتے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ تمہاری طرف پاک روح کے ساتھ بھیجے گا۔ یہ وہ ہو گا جو رب کے پاس سے نفاذ اور میرا گواہ ہے اور تم بھی میرے گواہ ہو کیونکہ تم قدیم سے میرے ساتھ رہے رہو۔ میں نے تم سے یہ بات کہہ دی ہے تاکہ تم شک میں نہ رہو (تمہیں عدم تبلیغ کی شکایت نہ رہے) اور منمننا سریانی زبان میں اللہ کا نام معنی ہے اور رومی زبان میں بر قلیطس (فار قلیط) کا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (۳۳۳)

انگریزی اقتباس میں جہاں لفظ (PARACLETE) یعنی (COMFORTER) ہے۔ اس کے مقابلے میں محمد بن اسحاق نے وہ لفظ المنمننا استعمال کیا ہے اور منمننا بالکل لفظ محمد یا احمد کا حروف ہے یعنی تعریف کیا گیا جبکہ (PARACLETE) یا (PARACLETUS) کا معنی معاون وکیل۔ استاد۔ شفیع یا تسلی دینے والا کیا گیا ہے لیکن اصل لفظ (PERICLYTOS) تھا۔ جس کا معنی ہے تعریف کیا گیا اور محمد کا بھی یہی معنی ہے۔ (۳۳۴) اور محمد بن اسحاق کے عہد میں بھی یہی لفظ تھا اور یہی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تحقیق ہے۔ (۳۳۵) بعض عبرانی نسخوں میں اب تک نام مبارک "احمد" موجود ہے۔ اس لفظ کے بارے میں سر سید احمد خان نے بھی طویل بحث کی ہے اور ان کے نزدیک یونانی میں پیر۔ کلو طاس (PERICLYTOS) معنی احمد ہی درست ترجمہ ہے۔ (۳۳۶)

انجیل یوحنا کی آیات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور کی نشانیاں اس میں بڑے واضح الفاظ میں بیان ہوئی ہیں۔ مثلاً سفید گھوڑا سے مراد دلدل (براق) ہے۔ لوہے کے ڈھٹے سے مراد آپ کی قوت مدافعت اور جذبہ جہاد ہے۔ سر پر بہت سے تاج سے مراد آپ کے القابات ہیں۔ مثلاً سید المرسلین، خاتم النبیین، امام الانبیاء، شفیع المذنبین اور اس طرح کے بے شمار القابات ہیں۔ اس کا ایک ہم لکھا ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا سے مراد آپ کا اسم گرامی احمد ہے۔ جس کی خبر حضرت عیسیٰ نے دی ورنہ عرب میں یہ نام کوئی نہ جانتا تھا۔ حضور نے بتایا کہ میرا ایک نام احمد بھی ہے۔ سچائی کا روح سے مراد آپ کے مشہور القابات امین اور صادق ہیں۔ صداقت اور عدالت آپ کے اوصاف ہیں۔

انجیل برناباس

انجیل برناباس ۳۲۵ء تک مستند انجیل تسلیم کی جاتی رہی۔ ۳۹۶ء میں بابائے گلا کیس اول نے اور بہت سی کتابوں کی طرح برناباس کو گمراہ کن قرار دے کر عیسائیوں کے لئے اس کو اپنے پاس رکھنا جرم ٹھہرایا۔ رفتہ رفتہ یہ کتاب غائب ہو گئی۔ (۳۳۷) ۳۸۳ء میں پوپ نے اس کا ایک نسخہ حاصل کر کے اپنی لائبریری میں محفوظ کر لیا۔ اطالوی زبان میں لکھا ہوا نسخہ ۱۷۱۳ء میں شتراوے یوگین نے بچے۔ ایف کہ بر سے حاصل کیا جو وی آتا کے شاہی کتب خانے میں ۱۷۳۸ء میں منتقل ہوا اور یہ مسودہ اب بھی وہاں محفوظ ہے۔ ۱۹۰۷ء میں اس کا انگریزی ترجمہ آکسفورڈ کے کلیئرٹن پریس سے چھپا۔ اس کا عربی ترجمہ مصری عیسائی عالم ڈاکٹر علیل سعادت نے ۱۹۰۸ء میں کیا۔ عربی ترجمہ کو محمد حلیم انصاری نے اردو میں منتقل کر کے ۱۹۱۰ء میں لاہور

سے شائع کیا۔ ۱۹۷۳ء میں انگریزی ترجمہ قرآن کو نسل آف پاکستان کراچی سے دوبارہ شائع ہوا۔ (۳۳۸) یہ انجیل برناباس بڑی حد تک تحریف سے محفوظ ہے۔ (۳۳۹) اس میں حضرت عیسیٰؑ کی زبانی حضورؑ کے بارے میں کئی بشارات درج ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ مبارک ہو خدا کا پاک نام جس نے تمام قدوسیوں اور نبیوں کے سرنام یعنی خدا کے آخری رسول کو تمام مخلوقات سے پہلے پیدا فرمایا تاکہ اسے دنیا کی نجات کے لئے بھیجے جیسا کہ اس نے اپنے بندے داؤد کی زبانی فرمایا کہ ستارہ صبح سے پہلے قدوسیوں کی تابانی میں میں نے تجھے پیدا کیا۔ مبارک ہو خدا کا نام جس نے فرشتے پیدا کئے تاکہ وہ اس کی خدمت کریں۔ (۳۴۰)

ADAM, having sprung up upon his feet, saw in air a writting that shone like the sun, which; there is only one God, and Muhammad is the messenger of God, where upon Adam opened his mouth and said: I thank thee O,LORD my God, that thou hast designed to create me but tell me I pray thee what meanth the message of those words. Munammad is messenger of God. Have there been other men before me. (341)

(ترجمہ): جب آدم اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا تو اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی جس کی عبارت تھی۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا میں تمرا شکر ادا کرتا ہوں۔ اے میرے پروردگار! اے میرے خدا میں تمرا شکر گزار ہوں کہ تو نے میری تخلیق فرمائی لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان الفاظ کا کیا مطلب ہے (محمد رسول اللہ) کیا مجھ سے پہلے اور بھی انسان ہوئے ہیں۔

۳۔ خدا نے کہا۔ مرحبا اے میرے بندے آدم میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جسے میں نے پیدا کیا اور وہ جسے تو نے دیکھا ہے۔ تمرا بیٹا ہے۔ جو دنیا میں اب سے ست سال بعد آئے گا اور میرا رسول ہو گا جس کے لئے میں نے تمام چیزیں پیدا کی ہیں۔ جب آئے گا تو دنیا کو نور بخشے گا جس کی روح ہر شے پیدا کرنے سے ساٹھ ہزار سال پہلے ملکوتی شان میں رکھی گئی تھی۔ (۳۴۲)

۴۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تحقیق چاند اس کو اس کے بچپن میں سلائے کے لئے لوریاں دے گا اور جب وہ رسول پیدا ہو گا تو اس چاند کو اپنی دونوں ہتھیلیوں سے پکڑے گا۔ (۳۴۳) یہ عبارت مجرہ شق القمر کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

۵۔ اور آدمی رات کی نماز کے بعد شاگرد یسوع کے قریب آ گئے تب یسوع نے ان سے کہا یہی رات مسیحا رسول اللہ کے زمانے میں سلائے جولی ہو گی جو کہ اس وقت ہر سو برس پر آتی ہے اس لئے میں نہیں

چاہتا ہوں کہ ہم سو رہیں بلکہ یہ کہ ہم سو مرتبہ اپنے سر کو جھکاتے ہوئے نماز پڑھیں۔ اپنے قدیر رحیم محبوب کے لئے سجدہ کریں جو کہ ابد تک مبارک ہے۔ (۳۳۳)

۷۔ ہمیں اللہ کا شکر کرنا چاہئے کہ اس نے ہم کو اس رات میں ایک بڑی رحمت عطا کی ہے کیونکہ وہ اس زمانہ کو پھر واپس لایا جس کا اس رات میں گذرنا لازم ہے۔ اس لئے کہ تحقیق ہم نے یکتائی کے ساتھ رسول اللہ کے ہمراہ دعا مانگی اور تحقیق میں نے اس کی آواز سنی۔ (۳۳۵)

ان دونوں عبارات سے حضرت صبح کے نزدیک شب میلاد رسولؐ کی رفعت اور عظمت نمایاں ہے اور وہ اس رات نیند کو نامناسب سمجھتے ہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ عبادات کر کے برکات و فیوض حاصل کرنے کے درپے ہیں اور اپنے حواریوں کو بھی اسی امر کی تلقین فرماتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ اس رات اور اس دن کو بطور عید میلاد رسولؐ منانے کا علم رکھتے تھے۔ اس سے جہاں آپؐ کا مستقبل میں وقوع پذیر امور غیب پر مطلع ہونا ثابت ہے وہاں اس رات اور دن کو مسرت و شادمانی اور فرحت و خوشی کے اظہار کا پسندیدہ امر ہونا بھی واضح ہوتا ہے۔ نواب صدیق حسن نے بھی وضاحت فرمائی ہے: سو جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے، وہ مسلمان نہیں۔ (۳۳۶)

۸۔ حضرت عیسیٰؑ حضورؐ کی آمد کی واضح بشارت دے رہے ہیں: میں وہ صبح نہیں ہوں جس کا انتظار دنیا کی تمام قوموں کو ہے، جیسا کہ خدا نے ہمارے باپ ابرہام سے وعدہ کیا تھا کہ تیری نسل میں زمین کی تمام قوموں کو برکت دوں گا پھر جب خدا مجھے دنیا سے اٹھائے گا تو اٹھیں ٹاپرہیز گاروں کو یہ یقین دلا کر کہ میں خدا اور خدا کا بیٹا ہوں پھر یہ ملعون فتنہ اٹھائے گا جس سے میرا کلام اور میری تعلیم ٹپاک ہو جائے گی یہاں تک کہ تمیں صاحب ایمان رہ جائیں گے جس پر خدا دنیا پر رحم فرمائے گا۔ اور اپنا رسول بھیجے گا۔ جس کے لئے اس نے سب چیزیں بنائی ہیں جو جنوب سے طاقت کے ساتھ آئے گا اور بتوں کو بت پرستوں سمیت برباد کر دے گا۔ اٹھیں سے وہ غلبہ چھین لے گا جو اسے انسانوں پر ہے۔ وہ اپنے ساتھ خدا کی رحمت ان کی نجات کے لئے لائے گا جو اس پر ایمان لائیں گے اور مبارک ہے وہ جو اس کے کلام پر ایمان لائے گا۔ (۳۳۷)

۹۔ اور جب میں نے اسے دیکھا تو میری روح تسکین سے بھر گئی یہ کہہ کر کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا تیرے ساتھ ہو اور وہ مجھے اس لائق بنائے کہ میں تیری جوتی کا قسم کھول سکوں کیونکہ یہ پاکر میں ایک برائی اور خدا کا قدوس ہو جاؤں گا اور یہ کہہ کر یسوع نے خدا کا شکر ادا کیا۔ (۳۳۸)

'The name of Messiah is admirable, for God himself gave him the name when he has created his soul and placed it in acelestial splendour. God said, "Wait Muhammad, for thy sake, I will to create the paradise, the worlds, and a great multitude of

creatures, I shall send thee into the world. I shall send thee as my messenger of salvation and thy word shall be true, in so much that heaven and earth shall fail, but thy faith shall never fail,
"Muhammad is his blessed name. (349)

اس عبارت میں حضرت عیسیٰؑ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کس قدر واضح انداز میں حضورؐ کی آمد کی بشارت دی ہے: مسیحا کا نام "قابل تہریف" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب ان کی روح مبارک کو پیدا کیا اور آسمانی آب و تکب میں رکھا تو خود ان کا نام رکھا۔ اللہ نے فرمایا: "اے محمدؐ! انتظار کرو۔ میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے۔ ساری دنیا کو پیدا کیا ہے اور بے شمار مخلوقات کو پیدا کیا ہے، جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تو تجھیں نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا۔ تیری بات سچی ہوگی۔ آسمان اور زمین فنا ہو سکتے ہیں لیکن تیرا دین کبھی فنا نہیں ہو سکتا۔" آپؐ نے کہا کہ "محمدؐ" اس کا بابرکت نام ہے۔ اس پر تمام سامعین نے فریاد کرنی شروع کی۔ اے خدا! "اپنے رسول کو ہماری طرف بھیج یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا کی نجات کے لئے جلد تشریف لے آئیں۔"

صرف برطانیس کی انجیل میں ہی حضور اکرمؐ کے بارے میں بشارات کا سراغ لگایا جائے تو آپؐ کی سیرت پاک اور خصائل و شمائل کے بارے میں بہت سی دقیق معلومات ملتی ہیں مثلاً آپؐ کو نبیوں کا سر تاج (باب ۳: ص ۱۰) خدا کا رسول (باب ۳۹ ص ۳۵-۳۶) باعث تحقیق کائنات (باب ۳۹ ص ۳۶) مالک و مختار (باب ۴۱ ص ۴۹) آپؐ کا فضائل میں سے جملہ انبیاء کی نسبت سے چند حصہ وصول فرمانا (باب ۴۴ آیت ۲۸ تا ۳۲ ص ۵۰) رحمت اللطیفین (باب ۴۳ آیت ۱۳ تا ۱۵ ص ۶۸-۶۹) باب ۳۶ آیت ۱۵-۱۶ ص ۲۰۳ اور باب ۴۳ آیت ۳ تا ۱۰ ص ۳۳۳) قیامت کے دن حضورؐ کا ہزار سورج کی طرح چمکنا اور انبیاء و فرشتوں کا ان کے گرد جھرمٹ ہونا (باب ۵۳ آیت ۲ تا ۱۱ ص ۸۳-۸۵) خاتم النبیینؐ کا نسل اسماعیل سے ہونا (باب ۲۰۸ ص ۲۸۹-۲۹۰) باب ۴۳ ص ۶۹-۷۰) حضرت عیسیٰؑ کا اعتراف کہ میں وہ نبی نہیں ہوں (باب ۹۳ ص ۱۳۴-۱۳۵) باب ۸۴ ص ۱۱۳) آدم کے نانشوں پر اسم محمدؐ کا لکھا جانا (باب ۳۹ آیت ۱۳ تا ۲۸ ص ۶۰) اور حضورؐ کا دنیا کی سب چیزوں سے پہلے پیدا کیا جانا (باب ۵۳-۵۴ ص ۵۳-۵۴)۔

عرفان غازی نے انجیل برطانیس کے حوالے سے حضورؐ کی بشارات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور آپؐ کا وعدہ ابراہیمؑ تصدیق عیسیٰؑ، تمویل قبلہ کی بشارت، یسحاق انبیاء، شرح صدر، سراج منیر، رسول مبین، شافع محشر، خاتم النبیینؐ رحمت عالم اور جامع جمیع صفات ہونا ثابت کیا ہے۔ (۳۵۰)

حضورؐ کے اس لئے مبارکہ میں سے "محمدؐ" ایسا نام نامی ہے جسے آپؐ کے بتانے سے پہلے اہل عرب میں کوئی نہ جانتا تھا۔ اس نام کے بارے میں انجیل میں یہ اشارہ موجود ہے: "آپؐ کا ایک نام جسے آپؐ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔" (مکاشفہ یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۱-۱۲) یہ نام نامی حضرت عیسیٰؑ کو بتایا گیا۔ اس کی تصدیق مسند احمد بن حنبل سے ہوتی ہے جب حضرت جعفر طیارؓ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نجاشی شاہ حبشہ کے دربار

میں تشریف لائے تو نجاشی نے کہا۔ ”خوش آمدید ہو آپ کو اور اس کو (نبی کریم) جس کے پاس سے آپ آئے ہیں۔ میں (نجاشی) گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہ وہ ہیں جن کا نام ہم انجیل میں پاتے ہیں اور جن کی بشارت حضرت عیسیٰ ابن مریم نے دی۔“ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ نجاشی جو مذہبی اعتبار سے عیسائی تھا۔ اسے آپ کا نام نامی مظلوم تھا۔ (۳۵۱) مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نے حضور کے اسم گرامی اور دیگر اوصاف کے بارے میں جو انجیل میں موجود ہیں۔ مشہوری میں ارشاد فرمایا ہے:

بود در انجیل نام مصطفیٰ

آں سر پیغمبران بحر صفا

بود ذکر حلیہ با و شکل او

بود ذکر غز و صوم و اکل او

طائفہ نصرانیان سر ثواب

چوں رسیدندے بدان نام و خطاب

یوسہ داوندے برآں نام شریف

رو نمودندے بدان وصف لطیف

(۳۵۲)

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام انجیل میں تھا جو پیغمبروں کے سردار اور صفا کے سمندر ہیں۔ ان کے حلیہ اور شکل کا ذکر تھا ان کے جہاد اور روزے اور کھانے کا ذکر تھا۔ عیسائیوں کی ایک جماعت ثواب کے لئے جب اس نام اور خطاب پر پہنچے اس متبرک نام کو یوسہ دیتے اس پاک تشریف پر منہ رکھ دیتے۔

رسولوں کے اعمال

حضرت عیسیٰ کے بعد ان کے حواری پطرس نے یوں منادی کی۔ ”ضرور ہے آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں۔ جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے۔ جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سنتا اور یوں ہو گا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ (۳۵۳)

غزل الغزلات (نشد الانشار)

یہ حضرت سلیمان کے مقدس صحیفہ کا نام ہے۔ یہ آج کل بائبل عہد نامہ عتیق اور جدید کے مجموعہ میں شامل ہے۔ اصل صحیفہ عبرانی زبان میں تھا۔ اس میں حضرت سلیمان نے حضور کی آمد کی بشارت میں اشاروں کنایوں سے کام لینے کی بجائے صاف طور پر حضور کا اسم گرامی بتایا ہے: خلو محمد ذہ رومی نہ ری (۳۵۴) (وہ ٹھیک محمد ہیں۔ وہ میرے محبوب ہیں میری جان)۔ اسی صحیفہ میں آپ کا اسم گرامی مع حلیہ

مبارک یوں بیان کیا گیا ہے: ”میرا محبوب نورانی، گندم گوں، ہزاروں میں سردار ہے۔ اس کا سر میرے کا سا چمکدار ہے اس کی زلفیں مثل کوئے کی کالی ہیں۔ اس کا چہرہ مثل مانتاب کے، جو ان مانند صنوبر کے، اس کا گلاب نہایت شیریں اور وہ بالکل محمد یعنی تعریف کیا گیا ہے۔ یہ ہے میرا دوست اور میرا محبوب، اسے پیٹیو بروٹلم کی۔“ (۳۵۵) اس کلام میں بین السطور صرف ایک ہی شخصیت ہے اور وہ ہیں سرور کشور رسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ اس میں بعض الفاظ صراحت کے ساتھ آپ ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

دیگر پیغمبروں نے بھی آپ کی تشریف آوری کی واضح الفاظ میں بشارات دی ہیں:

حضرت ادریسؑ نے آپ کے بارے میں درج ذیل الفاظ میں پیش گوئی کی: دیکھو ہمارا آقا اپنے دس ہزار ہمارائیوں (صحابہ کرام) کے ساتھ آ رہا ہے تاکہ سب لوگوں کا انصاف کرے۔ (کتاب یسودہ ۱: ۱۳-۱۵) (۳۵۶)

حضرت نوحؑ نے فرمایا: ”اب میں اپنی کمان کو بادلوں میں رکھ دیتا ہوں ایک زمانہ ایسا آئے گا جب میں زمین کے اوپر ایک بادل کو لاؤں گا جس سے وہ کمان بادلوں میں دکھائی دینے لگ جائے گی۔“ (کتاب پیدائش ۹: ۱۳-۱۴) (۳۵۷)

حضرت شعیبؑ کے کلام میں ہے: ”میں نے دو سوار دیکھے جن کے نور سے زمین روشن ہو گئی۔ ان میں سے ایک فخر سوار تھا اور دوسرا شتر سوار۔“ (فخر سوار سے مراد حضرت یحییٰؑ اور شتر سوار ہمارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) اسی طرح انہوں نے فرمایا۔ ”اے قوم میں نے ایک صورت انور اونٹ پر دیکھی ہے جو اپنی خصوصاتی میں چاند سے مشابہ تھی۔“ (۳۵۸)

حضرت سلیمانؑ نے سلطنت مصطفیٰ کے متعلق یوں بشارت دی۔ ”اس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریائے فرات سے زمین کی انتہا تک ہو گی۔ بیابان کے رہنے والے اس کے آگے جھکیں گے اور اس کے دشمن خاک چاٹیں گے۔ اس کا نام ہمیشہ قائم رہے گا۔ جب تک سورج ہے اس کا نام رہے گا اور لوگ اس کے وسیلہ سے برکت پائیں گے، سب قومیں اس کو خوش نصیب کہیں گی۔“ (فرمودہ ۷۲)۔ (۳۵۹)

حضرت ابراہیمؑ کے صحیفہ میں مذکور ہے۔ ابن سعد نے شعبی سے روایت کیا ہے: ابراہیمؑ کی کثیر اولاد ہو گی۔ یہاں تک کہ ان کی اولاد میں نبی امی اور خاتم النبیینؐ آئیں گے۔ (۳۶۰) حضرت ابراہیمؑ نے رسول اکرمؐ کی بعثت سے کم و بیش تین ہزار سال قبل عالم انسانی کو یہ نوید سنائی۔ ”وہ عربی ہو گا“ اس کا ہاتھ سب کے خلاف ہو گا۔ وہ اپنے سب بھائیوں کے درمیان بود و باش کرے گا۔“ (۳۶۱)

حضرت سلیمانؑ کے جانشین انبیاء میں سے حضرت یسعیہؑ نے اپنے صحیفے میں جو الہامی الفاظ فرمائے ہیں اور حیرت انگیز پیش گوئی کی جو نہایت عظیم الشان طریقے سے حضورؐ کی ذات اقدس میں پوری ہوئی۔ ”ان پڑھ کو کتاب دی گئی کہ اسے پڑھ، وہ کہتا ہے کہ میں ان پڑھ ہوں، پڑھ نہیں سکتا۔“ (۳۶۲)

زرشتی مذہب (پارسیوں کا مذہب)

اسلام کے ظہور سے پہلے اہل ایران کا مذہب آگ کی پوجا تھا۔ اسے زرشتی مذہب یا پارسیوں کا

مذہب بھی کہا جاتا ہے۔ ایران قدیم میں ایک زبردست دینی شخصیت حضرت زر تشت (ZORO ASTOR) نے تقریباً ۱۰۰۰ ق۔م میں جنم لیا۔ اہل میڈیا نے انہیں پیغمبر تسلیم کیا جن پر بقول ان کے "اوستا" نامی الہامی کتاب نازل ہوئی۔ ان کی روایت کے مطابق اوستا ایکس نسلوں پر مشتمل تھی مگر اس کتاب کا ۱/۱۰ حصہ ہی بچ سکا اور باقی ۹/۱۰ حصہ وقت کے بحر ظلمات میں غرق ہو کر ناپید ہو چکا ہے۔ زر تشت کی تعلیمات سے یہ گمان حقیقت کا روپ دھار لیتا ہے کہ شاید وہ پیغمبر ہی ہوں کیونکہ ان کی تعلیمات تعمیری اور جاندار ہیں۔ خود زر تشت نے ایک خدا یعنی "آھورا مزدا" کی پرستش لازمی قرار دی اور نیکی و بدی یا خیر و شر کا تصور بھی دیا۔ پارسیوں نے مرور زمانہ کے ساتھ نیکی و بدی کو دو مستقل خداؤں کا درجہ دے دیا۔ نیکی کے خدا کو یزداں اور بدی کے خدا کو اہرمن (شیطان) کے نام دے دیئے۔ بہر حال زر تشت نے اوستا میں اور باتوں کے علاوہ ایک بیان یہ بھی دیا ہے جسے علامہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنے خطبات بہاولپور میں نقل کیا ہے۔ "میں نے دین کو مکمل نہیں کیا میرے بعد ایک نبی اور آئے گا جو اس کی تکمیل کرے گا اور اس کا نام رحمت اللعالمین یعنی تمام جہانوں کے لئے باعث رحمت ہو گا۔" (۳۶۳) اس اقتباس سے صاف واضح ہے کہ حضرت زر تشت آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دے رہے ہیں۔

حضورؐ کی آمد کی بشارت ٹنڈ اوستا کے دستاویز ۳۲ میں یوں بیان کی گئی ہے۔ "جب اہل فارس اخلاقی طور پر نوزال پذیر ہو جائیں گے۔ ایک شخص عرب میں پیدا ہو گا۔ اس کے پیروکار ان کے مذہب اور تحت و تاب کو ویران کر دیں گے اور ایران کے طاقتور اور مغرور حکمران مغلوب ہو جائیں گے۔ جو گھربٹایا گیا تھا اور جس میں بہت سارے بت رکھے گئے تھے۔ ان بتوں سے پاک ہو جائے گا اور لوگ اس کی طرف اپنا چہرہ کر کے اپنی نمازیں پڑھیں گے۔ اس کے پیروکار پارسیوں کے شرطوس (TUS) اور بلخ اور ان کے اور گرد کے بڑے شہروں پر قابض ہو جائیں گے اور دیگر علاقوں کے دانا لوگ اس کے پیروکاروں سے مل جائیں گے۔" (۳۶۳)

یہ کتاب پارسیوں کے پاس پیش رہی ہے۔ اس میں حضورؐ کا میلاد، کعبہ سے بتوں کا اخراج، آتش فارس کا بجھنا، کعبہ کی طرف منہ کر کے عبادت کرنا، مسلمانوں کا ایران فتح کرنا، اس قدر واضح پیش گوئی ہے جو حضورؐ کے علاوہ کسی اور کے لئے نہیں ہو سکتی۔

گوتم بدھ

ہندوستان کی مقدس کتابوں کے علاوہ مذہبی شخصیات نے بھی بلیغ اشارات میں نبی کریمؐ کی آمد کی بشارت دی ہے۔ گوتم بدھ (۵۶۸ ق۔م۔ ۴۸۸ ق۔م) نے برہمنوں کے سامراجی فلسفے میں دم توڑتی ہوئی انسانیت کو نجات دلانے کی بھرپور کوشش کی۔ جب وہ اپنا مقدس مشن پورا کر کے دنیا سے رخصت ہونے لگے۔ تو انہوں نے اپنی زندگی کے جو آخری الفاظ کہے وہ حضورؐ کی بعثت کے متعلق گواہی پر مشتمل تھے۔ صین اس وقت جب گوتم بدھ کی سانس اکھڑ رہی تھی اور نبضیں ڈوبنے والی تھیں، ان کے ایک شاگرد مندا نے بے قرار ہو کر پوچھا: "آقا آپ کے جانے کے بعد دنیا کو کون تعلیم دے گا۔" اس کے جواب میں گوتم

بدھ نے جو الہامی الفاظ کہے، وہ تاریخ نے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لئے۔ اس عظیم مفکر اور اپنے عہد کے مامور نے جواب دیا۔ ”مندا میں پہلا بدھ نہیں ہوں جو زمین پر آیا۔ نہ میں آخری بدھ ہوں۔ اپنے وقت پر ایک اور بدھ آئے گا۔“ عظیم بدھ کے اس ارشاد پر اس کے شاگرد مندا نے سوال کیا۔ ”ہم اسے کس طرح پہچانیں گے۔“ بدھ نے جواب دیا۔ ”وہ متیریا کے نام سے موسوم ہو گا۔“

متیریا کیا ہے؟ الہ آپاؤ کے مشہور انگریزی اخبار ”لیڈر“ کی ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء کی اشاعت میں ایک بدھ عالم کا مضمون شائع ہوا تھا۔ جس میں اس نے ”متیریا“ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا تھا۔ وہ جس کا نام ”رحمت“ ہے۔ (۳۶۵) متیریا مسکرت کا لفظ ہے۔ اس کے لغوی معنی دوستی، خیر خواہی، رحم والا، محبت والا، شفقت والا، مخلوق کی خیر خواہی کرنے والا اور رحمت والا ہیں اور یہ سب صفات حضورؐ میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ (۳۶۶)

گوتم بدھ کی ایک پیش گوئی ملتی ہے: ”بھائیو! اس وقت دنیا میں ایک اعلیٰ ہستی مبعوث ہوگی اس کا نام برہمچریہ ”متیریا“ ہو گا۔ کامل معرفت والا، حکمت نیکی اور سرور مطلق والا، تمام عالمین کا عالم بے نظیر، ہدایت کے متنی لوگوں کا ہادی، فرشتوں اور انسانوں کا معلم۔ ایک بدھ اعظم جیسا میں اس وقت ہوں وہ کامل طور پر جانے گا اور دیکھے گا۔ اعلیٰ زندگی کی معرفت مع اپنے کمال و صفائی اصلی روح اور الفاظ دونوں کی وساطت سے ظاہر کی جائے گی جیسا کہ میں اب ظاہر کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہزاروں صحابہ کی جماعت ہوگی جیسا کہ میرے ساتھ چند سو کی جماعت ہے۔ (۳۶۷) (چکالوتی سنگھ ناو۔ ستاویں ۷۶:۳)

اس پیش گوئی میں آپؐ کی آمد کے علاوہ صحابہ کبارؓ کی کثیر تعداد کے بارے میں بھی واضح اشارہ موجود ہے۔ فتح مکہ کے وقت آپؐ کے ساتھ دس ہزار اصحاب اور آخری خطبہ حجتہ الوداع کے وقت آپؐ کے سامنے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ کا جم غفیر تھا۔

وید اور پران

ہندوؤں کی دینی تعلیمات کا دار و مدار جن کتابوں پر ہے۔ ان میں چاروں وید (رگ وید، سام وید، یجر وید، اتھرو وید) اہمیت۔ گیتا اور دس پران شامل ہیں۔ ان میں رگ وید کی زبان کو عہد عشق کی وہ زبان کہا جا سکتا ہے جس کی شستہ و رقتہ اور قواعد دانوں کے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق معیاری شکل کا نام مسکرت ہے۔ (۳۶۸)

پران اور بشارات مصطفیٰ

پران کا لفظ اردو میں ”پرانا“ کا ہی مترادف ہے۔ اس کی طرف قرآن مجید میں ایک عجیب و غریب اشارہ ملتا ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت ہے: **وَاللّٰهُ زَلَّزِلَ الْاَوَّلٰیْنَ** (۲۶: ۹۳) اس جیز کا پرانی کتابوں میں ذکر ہے۔ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس آیت کا تعلق پرانوں سے ہے یا نہیں مگر ان دس پرانوں میں سے ایک پران میں یہ ذکر آیا ہے: ”آخری زمانے میں ایک شخص ریگستان کے علاقے میں پیدا ہو گا اس کی ماں کا نام ”قائل احمد“ (آمنہ) اور باپ کا نام اللہ کا غلام (عبداللہ) ہو گا۔ وہ اپنے وطن سے شمال کی طرف

جا کر لےنے پر مجبور ہو گا اور پھر وہ اپنے وطن کو دس ہزار آدمیوں کی مدد سے فتح کرے گا۔ جنگ میں اس کی فتح کو اونٹ کھینچیں گے اور وہ اونٹ اس قدر تیز رفتار ہوں گے کہ آسمان تک پہنچ جائیں گے۔" (۳۶۹) یہ الفاظ اتنی صراحت سے بیان ہوئے ہیں کہ ان سے حضورؐ کی ذات پاک کے سوا اور کوئی دوسرا نبی یا رسول مراد ہو ہی نہیں سکتا۔

بھویشن پران میں ہے: "اے دیوتاؤ! سنیل گرام میں یہ کشب پیدا ہو گا۔ وہ دشتو ایشیاء کے نام سے مشہور ہو گا۔ دشتو کیرتی اس کی چیتی بیوی ہو گی۔" (بھویشن پران حصہ ۳ پر تی مرگ بریاب ۲۵ صفحہ ۱۵۹ شلوک ۸ تا ۱۰) اس سے مراد ہے کہ عرب میں وہ پیغمبر پیدا ہوں گے اور رسول اللہ کے نام سے مشہور ہوں گے۔ ان کی چیتی بیوی کا نام خدیجہ الکبریٰ (دشتو کیرتی) ہو گا۔

کلکی پران ہندوؤں کی معتبر کتاب ہے۔ اس میں دس پیغمبروں کے آنے اور مبعوث ہونے کا ذکر آیا ہے۔ اس میں حضورؐ کی آمد کی بھی پیش گوئی کی گئی ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں لکھا ہوا ہے: "کلکی اوتار ایک پہاڑی میں عبادت کرے گا وہاں خدا اس کو سبق دے گا پھر اس کو اپنے گھر والوں سے تکلیف ہو گی اور یہ مجبوراً جدا ہو کر شمالی پہاڑوں میں چلا جائے گا۔ اس اوتار کے چار بھائی ہوں گے جو اس کے دھرم کو سارے جہان میں پھیلائیں گے۔ اس اوتار کی ایک بیوی بڑی خوبصورت سرخ رنگت کی ہو گی۔ اے لوگو! جب اس اوتار کا ظہور ہو تو تم اس کے قدموں میں اپنے سر رکھ دینا کیونکہ نجات اور ہدایت اسی کے پاس سے ملے گی۔" (۳۷۰) آپؐ نے کوہ حرا میں عبادت کی اور وہیں پر وحی نازل ہوئی۔ چار بھائیوں سے مراد خلفائے راشدین ہیں جنہوں نے اسلام کی اشاعت کی۔ شمالی پہاڑوں میں جانا ہجرت ہے جو مکہ سے مدینہ کو ہوئی۔ سرخ رنگت والی بیوی حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ خواجہ حسن نظامی نے بھی اپنے میلاد نامہ میں کلکی پران کے حوالے سے حضور اکرمؐ کی آمد کی بشارت کا ذکر کیا ہے۔ (۳۷۱)

بھاوشہ پران مسکرت میں ہے۔ اس میں حضورؐ کا اسم گرامی محمد صاف لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ "ایک ملیچھا (کسی غیر ملک کا باشندہ جو اجنبی زبان بولتا ہو) روحانی استاد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ظاہر ہو گا۔ اس کا نام محمدؐ ہو گا۔ راجہ (بھوج) نے اس مہادیو عرب کو (یعنی فرشتہ خصلت عرب کو) گنگا کا پانی اور شیخ گاویہ میں غسل دینے کے بعد (یعنی اسے تمام گناہوں سے پوتر کرنے کے بعد) اپنی مخلص خدمات کا تحفہ پیش کیا تو پھر ہر طرح کا احترام کرتے ہوئے کہا۔ اے فخریٰ نوع انساں! عرب کے رہنے والے میں تیرے حضور میں جھک کر سلام کرتا ہوں۔ تو نے شیطان کو ہلاک کرنے کے لئے بہت بڑی طاقت کو اکٹھا کیا ہے اور آپؐ نے اپنی حفاظت کے لئے عربی مخالفین سے بچاؤ کی خاطر حفاظت کر لی ہے اور تو! جو اس بہت ہی پاکیزہ خدا کی تشبیہ ہے اور وہ خدا سب سے بڑا ہے میں تیرا غلام ہوں۔ مجھے جو تیرے پاؤں کے اوپر پڑا ہوا ہے قبول کر لے۔ (براتی مرگ پرہو نمبر ۳ فقرہ ۵۳ تا ۵۸) (۳۷۲) اس کے علاوہ شلوک نمبر ۱۰ تا ۲۷ میں بھی صاف لفظوں میں پیش گوئی موبود ہے۔ "ان دشمنوں کو رہنمائی کرنے کے لئے بہت ہی مشہور محلہ (محمد) جس کو میں نے ہرما کا لقب دیا ہے۔ ان پشایا لوگوں کو راہ راست پر لانے میں مصروف ہے۔" (۳۷۳)

پو تھک اوتراں

پوتھک اوتران یا پوتھک سگرام ہندوؤں کی مقدس کتاب ہے۔ بیاس جی کی اس مقدس کتاب میں آپ کی پیش گوئی واضح الفاظ میں موجود ہے۔ ”آنے والے زمانہ میں ”مہامت“ پیدا ہو گا۔ اس کی نشانی یہ ہو گی کہ اس کے سر پر بادل سایہ کرتا ہو گا اور اس کے جسم کا کوئی حصہ سیاہ نہ ہو گا وہ دنیا کے لئے کوئی تلاش نہیں کرے گا اس کی تلاش سراسر دین کے لئے ہو گی جو کچھ بھی اس کے ہاتھ آئے گا اسے خدا کی راہ میں دے دیا کرے گا۔ اپنی زندگی میں اس کا طریقہ کم کھانے کا ہو گا۔ عرب کے سرداران اس کے دشمن ہوں گے لیکن وہ خود خداوند تعالیٰ کا محبوب ہو گا۔ قادر اور توانا خداوند تعالیٰ اس کی طرف تمیں کتابیں بھیج دے گا۔“ (۳۷۳) برج بھاشا زبان میں اس پوتھک اوتران کا ترجمہ تسمی داس نے کیا۔ اس کے منظوم ترجمہ کے کاغذ ۲۶ سکینڈ ۲۳ میں ہے: مینا محمد نیا پار نہ ہوئے اور یہ پورا شعریں ہے:

تب لگ سندرم تھم کوئی
بنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پار نہ ہوئی
(۳۷۵)

دھرم اوترا کھنڈ

دھرم اوترا کھنڈ مہلوپو جی (۱۵۲۰ ق م - ۵۳۵ ق م) کے خطبات اور تقاریر پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں لکھا ہوا ہے: وہ مخلوقات سے ڈرتا نہیں ہو گا۔ بہت ہی دلاور اور سمجھدار ہو گا۔ اس کا نام مہامت ہو گا۔ اس مہامت کی اوصاف دیکھنے سے لوگ حیران ہوں گے۔ اس کی قوم اور قبیلہ کے لوگ جس طریقہ سے عبادت کیا کرتے ہیں وہ اس طرح کی عبادت نہیں کرے گا اور اپنی قوم سے کہے گا کہ مجھے اس قدر ذات کی طرف سے جو واحد ہے اور کوئی شریک نہیں رکھتا، یہ حکم ہے کہ اس قسم کی بے معنی عبادت مت کیا کر اور میں سوائے ایک اللہ کی ذات کے دوسرے کسی کی طرف بھی رجوع کرنے والا نہیں ہوں۔ آپ لوگ میری تابعداری کریں۔ اس کی تبلیغ اور دعوت کی وجہ سے اس کی قوم کے سب لوگ اس سے الگ ہو جائیں گے۔ (۳۷۶) مہامت سے مراد حضورؐ کی ذات اقدس ہے۔

سام وید

سام وید چار ویدوں میں سے ایک ہے۔ برہمنوں کے نزدیک اس وید کو باقی ویدوں پر خاص فوقیت حاصل ہے۔ اس میں حضورؐ کے متعلق بہت سی پیش گوئیاں موجود ہیں۔ حتیٰ کہ آپؐ کا اسم مبارک ”احمد“ بھی موجود ہے۔ احمدؐ ہے چوتھو میدھام رشیہ پری جگہ۔ (۳۷۷) (ترجمہ) احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب سے پر حکمت شریعت کو حاصل کیا۔ ایک منتر میں حضورؐ کی بعثت کا اظہار یوں ہے:

”احمدؐ نے اپنے پرہاتما سے سندر آورش اور پرکار سیکھا۔ میں سورج کی طرح روشن ہو رہا ہوں۔“ (۳۷۸) اس اشلوک میں آپؐ کا نام احمدؐ واضح طور پر لکھا گیا۔ آپؐ کی حکمت سے لبریز شریعت کا

کر اور آپ کو سورج کی مانند روشن سراپا" منیرا کے متبادل لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی صفات اس طرح بیان کی گئی ہیں۔ (۳۷۹) وہ ہر مقدس اسم کا مربی، رعد والا، نہایت تعریف کیا گیا۔ قہقروں کو توڑنے والا، جوان، عقل، بے انداز قوت پیدا کیا گیا، انہوں نے دعا کے عجیبوں کے ساتھ اس اندر کی شان بیان کی جو اپنی قوت سے حکومت کرتا ہے جس کے ہزاروں بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ عطیہ آتے ہیں۔

تقرید

اتقرید تینوں ویدوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس میں رگ وید کے مائد، سام وید کے گانے اور یجروید کی عبادت کا ذکر ہے۔ اتقرید صحیفہ ابراہیم کی پٹی حد تک نقل ہے۔ اتقرید میں حضور کی آمد کی بشارت اس طرح دی گئی ہے: اوم جتاہ اپ اشتر نرا شہ اسو شتہ کورم یسم سسہچہ نویم رشمیشوا دو ہے۔ (۳۸۰)

(ترجمہ): اے لوگو یہ (بشارت) احرام سے سنو۔ محمد تعریف کیا جائے گا۔ ساٹھ ہزار اور نوے دشمنوں میں اس ہجرت کرنے والے (امن پھیلانے والے کو) ہم (حفاظت میں) لیتے ہیں۔ نراشت کے معنی ہیں لوگوں میں تعریف کیا گیا۔ ہجرت کے وقت مکہ مکرمہ کی آبادی ساٹھ ستر ہزار تھی جیسا کہ ابن اشتر کامل وغیرہ نے لکھا ہے۔ (۳۸۱)

حضور کے متعلق اتقرید میں چند اشارات اس طرح ملتے ہیں: اے لوگو! بڑے زور و شور سے سنو! مہمت لوگوں میں ظاہر ہو گا۔ ہم ہجرت کرنے والے کو ساٹھ ہزار اور نوے دشمنوں سے پناہ دیں گے۔ اس نے مارج رشی کو سینکڑوں سونے کے سکے، دس حلقے، تین سو عربی گھوڑے اور گائیں دیں۔ (اتقرید کاٹھ ۲۰ سواکت ۳۷ منتر ۳)۔ اس میں مہمت اور مارج رشی سے مراد حضور کی ذات اقدس ہے۔ ماہ یعنی مہماہ معنی بہت زیادہ مع یعنی تعریف کیا گیا۔ زبان اور لہجہ کے اختلاف کی وجہ سے لفظ محمد کو مہمت بنا دیا گیا ہے۔ معنوں اور مضموم کے اعتبار سے اس کا اطلاق حضور کی ذات پاک پر ہوتا ہے۔ ان منتروں سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مہمت رشی (حضرت محمد) پہلے ہجرت کریں گے۔ اور پھر ان کو فتح حاصل ہوگی۔ سینکڑوں سونے کے سکے سے مراد وہ اصحاب کہان ہیں جو مکہ مکرمہ میں آپ کو میسر آئے اور وہ اہل مکہ کی ہر قسم کی سختیاں برداشت کر کے خالص سونے کی طرح قیمتی بن گئے۔ دس حلقے سے مراد عشرہ مبشرہ، تین سو عربی گھوڑوں سے مراد اصحاب بدر اور دس ہزار گائیں سے مراد وہ دس ہزار اصحاب کرام ہیں جو فتح مکہ کے روز حضور کے ساتھ تھے۔ یہی بات حضرت موسیٰ نے فرمائی تھی: وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آئے گا۔ (کتاب استثناء باب ۳۳ آیت ۱) اور حضرت سلیمان نے فرمایا: دس ہزار آدمیوں کے درمیان جھڑنے کی مانند کھڑا ہو گا۔ (غزل الغزلات: باب ۵) (۳۸۲)

اتقرید کے ایک اور منتر میں جنگ احزاب کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے: اے صلواتوں کے رب! تجھے ان سرور دینے والوں نے اپنے بہادرانہ کارناموں اور مستند ترانوں سے دشمن کی جنگ میں مسرور کیا

کہ جب حر کرنے والے نیز عبادت کرنے والے کے لئے تو نے دس ہزار دشمنوں کو بغیر مقابلہ شکست خوردہ کر دیا۔ (۳۸۳)

اتحاد میں حضورؐ کے معراج کے بارے میں بھی واضح اشارہ موجود ہے :
 ”رہجہ کی چوٹی نیچے جھک جاتی ہے کہ وہ مبادا آسمان کے ساتھ چھو جائے۔“ (۳۸۴)
 یہ ساری خوبیاں اور نشانات دنیا کی تاریخی روشنی میں صرف آنحضرتؐ کی سوانح حیات میں ملتی ہیں۔
 ان کی تلیق بجز آپؐ کے کسی دوسرے رشی یا پیغمبر نہیں کی جاسکتی۔

مہابھارت

ہندوؤں کی اس مقدس کتاب میں بھی سرورِ دو عالمؐ کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس میں ایک جگہ درج ہے : کل
 جنگ کے آخر میں کلنگی اوتار پیدا ہونے والا ہے (مہابھارت شانتی پرا و دہائیہ : ۳۴۰) کلنگ سے مراد رہنئی
 قتل و غارتگری، بھوں کی خوشنودی کی خاطر انسانوں کو بھیبت چڑھانا، لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینا، معاشرتی
 انتشار اور ہر آشوب دور مراد ہے اور کلنگی اوتار سے مراد آپؐ کی ہی ذات اقدس ہے۔ بھگوت گیتا
 مہابھارت کا اہم ترین حصہ ہے۔ اس میں سری کرشن کی تعلیمات میں بھی حضورؐ کے متعلق واضح اشارات
 موجود ہیں : جب وھرم کی بانی ہوتی ہے اور اودھرم بڑھ جاتا ہے، تب خدا ایسے شخص کو کھڑا کرتا ہے جو نیک
 لوگوں کی رکشا کرتا ہے اور پاپوں کا تباہ کر کے وھرم کو قائم کر دیتا ہے (گیتا باب چہارم)۔ ان حالات سے
 صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ بین السطور اس سے مراد آپؐ کی ذات گرامی ہے۔

حضرت کعب کا ایک خطبہ

درج ذیل بشارت ان الہامی اور انکات میں سے ہے جن کو عقلیں تصور میں لاتی ہیں اور وہ صحیح ثابت
 ہوتے ہیں۔ کعب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں دوا ہوتے ہیں۔ کعب قریش کو خطبہ دیتے اور
 بعثت حضورؐ کا ذکر کیا کرتے تھے کہ وہ نبی ان کی اولاد میں سے ہو گا چنانچہ انہیں اس نبی کی تابعداری کا حکم
 دیتے اور فرماتے : اپنے حرم کو آراستہ کرو، اس کی تعظیم کرو، عنقریب اس کی بڑی شان ہو گی اور یہاں سے
 ایک نبی کریم نکلے گا پھر چند اشعار پڑھتے۔ ان میں یہ شعر بھی ہے :

عَلَى غُلَّتِهِ نَاتِي النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ

”لَمُخْبِرٍ أَخْبَلُوا“ ”صَلُّوا“ ”خَيْرُهَا“

(نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اچانک آجائیں گے اور وہ خبریں بتلائیں گے جن کا جاننے والا سچا ہے۔)
 (۳۸۵) اس کا ذکر سیرت دہلانیہ میں بھی موجود ہے۔ (۳۸۶)

حضرت کنانہ کی پیش گوئی

حضرت کنانہ بن خزیمہ کے پاس اہل عرب حصول علم و فضل کے لئے آتے تو آپؐ فرماتے ”مکہ مکرمہ
 سے ایک نبی نکلیں گے انہیں احمدؐ کے نام سے پکارا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں گے۔ وہ نیک

اور احسان کا درس دیں گے پس ان کی تابع واری کرنا تمہارے شرف میں اضافہ کا موجب ہو گا۔" (۳۸۷)

حضرت عبدالمطلب کا خواب

ابو علی فیروانی نے اپنی کتاب البستان میں روایت کی ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا کہ ان کی پشت سے چاندی کی زنجیر نکلی جس کا ایک سرا آسمان میں، ایک زمین میں، ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں تھا۔ پھر اس میں سے ایک درخت ظاہر ہوا جس کا ہر پتہ نور کا تھا اور مشرق و مغرب کے رہنے والے جیسے اس کے ساتھ لٹکے ہوئے ہوں۔ آپ کا یہ خواب کاہنہ نے سن کر اس کی یہ تعبیر بتائی کہ آپ کی نسل میں سے ایک ایسی ہستی پیدا ہوگی جس کی مشرق اور مغرب کے رہنے والے اطاعت کریں گے اور آسمان و زمین والے اس کی تعریف بیان کریں گے۔ (۳۸۸) آپ کو ستر کے قریب دو حیرک اور مقدس شخصیتیں نظر آئیں۔ آپ نے ان سے تعارف چاہا تو ایک نے فرمایا میں نوح نبی اللہ ہوں اور دوسرے نے فرمایا میں ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔ جناب ابراہیم نے فرمایا کہ یہ وہ درخت ہے جو تمہارے آباء و اجداد سے تمہیں پہنچا ہے جو ایک قرن (زمانہ) سے دوسرے قرن اور ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل ہوتا آیا ہے اور اب تمہارے صلب سے ظاہر ہوا ہے۔ (۳۸۹)

سیف بن ذی یزن کی مبارکباد اور خوش خبری بسلسلہ بعثت نبوی

سیف بن ذی یزن میری نے جشہ کو فتح کر لیا اور یہ فتح حضورؐ کی ولادت کے بعد حاصل ہوئی تھی تو عرب کے وفود اور معززین قوم اس کی خدمت میں مبارکباد دینے کی غرض سے گئے۔ قریش کے وفد میں آنحضرتؐ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم بھی تھے۔ بادشاہ نے بڑی رازداری سے حضرت عبدالمطلب کو تحلیل میں بتایا یہ بات آپ کے سینہ میں محفوظ اور راز رہنی چاہئے جب تک خود حق تعالیٰ ہی اس کا افشا کا حکم نہ دے دے۔ میں اس مخفی علم اور پوشیدہ کتاب میں جسے ہم نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے اور اپنے سوا دوسروں سے پوشیدہ رکھا ہے، ایک عظیم الشان خبر اور بہت بڑی بلندی و مرتبہ کا ظہور پاتا ہوں جس میں تمام نئی نوع انسان کو حیات میں عظمت و شرف اور موت کے بعد فضیلت و برتری حاصل ہوگی اور آپ کی قوم کو عام طور سے اور آپ کو خاص طور پر یہ شرف حاصل ہو گا۔ وہ راز اور خوشخبری یہ ہے کہ جب تمام (شہرت گرما اور ہوا کے جس کی وجہ سے جس کی حدیں شمال میں حجاز اور جنوب میں یمن سے جا ملتی ہیں) اس علاقہ کا نام تمام رکھا گیا تھا) میں ایسا بچہ پیدا ہو گا جس کے شانوں کے درمیان ابھرے ہوئے گوشت کی مبر ہوگی تو اسے قیامت تک عالم کی سرداری حاصل رہے گی۔ حق تعالیٰ اسے علامیہ مبعوث فرمائے گا۔ اللہ اپنے رحمان کی عبادت کرے گا، بتوں کو توڑ ڈالے گا، وہ تمام ادیان کو باطل قرار دے گا۔ بدائینوں سے منع کرے گا اور خود بھی رکے گا۔ اس کے والدین وفات پا جائیں گے اس کے دادا اور چچا اس کی پرورش کریں گے۔ حضرت عبدالمطلب نے حضورؐ کی ولادت کے جملہ احوال سنائے تو ابن ذی یزن نے کہا کہ اے عبدالمطلب! آپ ہی اس نونوید ہستی کے دادا ہیں۔ اس فرزند کی حفاظت کیجئے خاص طور پر اسے یہودیوں

سے بچائے رکھیے، کیونکہ وہ لوگ اس کے سخت دشمن ہیں لیکن حق تعالیٰ انہیں ہرگز اس پر غالب نہ آنے دے گا۔ یہ اہم تاریخ اسد الغابہ میں بھی مذکور ہے کہ آنحضرتؐ کے دادا نے سیف بن ذی یزن کو آپؐ کے اوصاف کے بارے میں مطلع کیا تھا۔ (۳۹۰)

مولانا عبدالرحمن جامیؒ نے حضورؐ کی ولادت سے پہلے وقوع پذیر ہونے والے تیس شواہد بیان کئے ہیں۔ ان میں قدیم صحائف کے حوالے بھی بیان کئے گئے ہیں۔ ان شواہد میں انہوں نے حضورؐ کی تصویر یودی علماء کے پاس ہونا، شاہ ہرقل کے پاس کئی انبیاء کی تصاویر ہونا، کابنوں کی زبان پر حضورؐ کا ذکر ہونا، یودیوں کے ہاں ذکر میلاد النبیؐ، بخت نصر کے خواب کی تعبیر، سلج کی پیش گوئی، حضرت عبدالملک سے یودی علماء کی گفتگو، حضرت عبداللہ کی پیشانی میں نور مصطفیٰ اور قاطعہ شامیہ کا قصہ، اور واقعہ اصحاب قبل کو بیان کیا ہے۔ (۳۹۱)

قرینہ، نصیر، فداک اور خیر کے یودی آپؐ کی بعثت سے قبل آپؐ کی صفات بتایا کرتے تھے جب آپؐ کی ولادت ہوئی۔ یودیوں کے عالم کہنے لگے۔ اس رات احمد پیدا ہوئے ہیں اور یہ سرخ ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ جب آپؐ کو نبوت عطا ہوئی تو اس کی بھی انہوں نے تصدیق کی۔ یودی آپؐ کا اقرار کرتے اور صفات بیان کیا کرتے تھے اور آپؐ کی مدینہ ہجرت کے بارے میں بھی بتایا کرتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہمارے پاس ثابت بن شہاک نامی ایک نوجوان آیا اور سنانے لگا کہ جو قرینہ کا ایک یودی مجھ سے جھگڑ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ ایک نبی کی آمد کا زمانہ قریب ہے وہ ایسی ہی کتاب لائے گا جیسی ہمارے پاس ہے وہ تم سب کو علو کی طرح تباہ کر دے گا۔ ایک یودی مدینہ کی بلندیوں پر چڑھا ہوا تھا۔ اس کے پاس آگ روشن تھی جب لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے، تو کہنے لگا: ستارہ احمد طلوع ہو چکا ہے۔ یہ ستارہ اسی وقت طلوع ہوتا ہے جب کسی نبی کی آمد آمد ہوتی ہے۔ اور احمدؑ کے سوا اب کوئی نبی باقی نہیں رہا۔ (۳۹۲)

حضرت حمید سعدیہؒ آپؐ کو یودیوں اور کابنوں کے پاس لے جاتے اور ان سے آپؐ کے حالات بیان کرتے تو وہ آپؐ کے احوال و اوصاف سے آپؐ کو پہچان جاتے تھے۔ نیز حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے جو ایک معمر عیسائی عالم تھے، آپؐ کی وحی کی کیفیت سن کر آپؐ کی رسالت کی خبر دے دی تھی۔ (۳۹۳)

کہنے کے گرد قریش کی کئی ایک مجالس تھیں جن میں ان کا اجتماع ہوا کرتا جیسا کہ سیرت ہشامیہ میں لکھا ہے۔ ان مجالس میں وہ اپنے خاص معاملات کے متعلق مذاکرات کیا کرتے تھے۔ عبدالملک کہنے کے سائے میں بیٹھا کرتے تھے۔ وہاں ان کے لئے خاص فرش بچھا دیا جاتا تھا۔ جس پر ان کے احترام اور تعظیم کی وجہ سے کوئی دوسرا نہ بیٹھ سکتا تھا۔ حضورؐ اپنے بچپن میں اپنے دادا کے پلو میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ عبدالملک کسی شخص کو انہیں روکنے کی اجازت نہ دیتے تھے بلکہ فرمایا کرتے تھے: میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا بلکہ ان کے تصور اور ان کی امید سے کہیں بڑھ کر ہوا۔ (۳۹۴)

بھیرا پادری علوم عیسائیت کے قہر عالم تھے انہوں نے نبی کریمؐ کو دیکھتے ہی پہچان لیا تھا اور کتب

احمدؑ کی معلومات کی بناء پر آپؐ کو آپؐ کے رسول ہونے کی اطلاع دے دی تھی کیونکہ سابقہ کتب میں آپؐ کے اوصاف و علامات اور آپؐ کے بعض اہلصاف و معجزات مذکور تھے۔ (۳۹۵) جب حضورؐ بصری کے قریب گھاٹی پر چڑھ رہے تھے تو اس وقت کوئی درخت و پھر ایسا نہ تھا جس نے آپؐ کو سجدہ نہ کیا ہو تو اس وقت بخیرا پادری نے آپؐ کے چچا ابو طالب کو آپؐ کو وہیں سے واپس لے جانے کی تاکید کی تھی۔ (۳۹۶)

شام کے یہودیوں میں سے ابو الیمان نے مکہ میں آکر رہائش اختیار کر لی۔ وہ حضورؐ کی بعثت کے بارے میں یہودیوں کو بتایا کرتا تھا کہ ایک نبی کی بعثت متوقع ہے جس کا زمانہ قریب آچکا ہے پس اے گروہ یہود! یہود کوئی دیگر گروہ آنحضرتؐ کے ظہور پر ایمان لانے میں تم پر سبقت لے جائے۔ آنحضرتؐ کو اس حال میں مبعوث کیا جائے گا کہ آپؐ کو مجبوراً خون ریزی کرنا پڑے گی اور مخالفین کی عورتیں اور ان کی اولادیں آپؐ کے پاس قیدی بن کر آئیں گی اور یہ چیزیں تمہیں آپؐ پر ایمان لانے سے نہ روکیں۔ (۳۹۷)

راہبوں کی پیش گوئی کے بارے میں حضرت سلمان فارسیؑ فرماتے ہیں کہ جب میں دین کی تلاش میں تھا تو راہب یہ کہا کرتے تھے کہ اس زمانے میں سرزمین عرب سے ایک نبی ظاہر ہو گا۔ آپؐ کے شانے پر مہربوت ہو گی چنانچہ راہبوں کی ساری باتیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ (۳۹۸) علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے آپؐ کے بارے میں کاهنوں کی خبریں، عیسائی اور یہودی علماء کے جملہ واقعات جو آپؐ کی بعثت سے قبل پیش آئے، تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ (۳۹۹)

آپؐ کی بعثت مبارکہ کے خفی یا جلی اشارات و بشارات کو ہر دور میں میلاد ناموں، مبشرات ناموں اور کتب سیرت میں بیان کیا گیا ہے۔ ان مبشرات کے بیان کے سلسلہ میں مختلف الہامی صحائف اور مذہبی کتابوں سے حوالے دیئے گئے ہیں۔ میلاد ناموں اور مبشرات ناموں میں ان بشارات کو نظم و نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ ہر دور کے سیرت نگاروں مثلاً ابن اسحاق، ابن ہشام، تہطائی، ابو نعیم، سیوطی، جندی، نیہائی، ملا علی قاری، جوزی، شبلی، سلیمان منصور پوری اور مولانا مودودی نے ان مبشرات کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔ محکم کتب سیرت میں بھی ان کے حوالے موجود ہیں۔

محمد باقر آگاہ نے بہشت بہشت میں من حرن کے عنوان سے آپؐ کی بشارات کو نظم کیا ہے۔ مولود شریف حالی میں بھی ان بشارات کے حوالے موجود ہیں۔ محسن کاکوروی نے مثنوی صبح تجلی میں بھی ان مبشرات کو بیان کیا ہے۔

مولود سعیدی میں ان بشارات کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

تری مدح داؤد گالتے تھے اکثر

زبوروں کے ڈنگے بجا کیے کیے

ترا ذکر موسیٰ کی توریت میں ہے

پتے دے رہا ہے خدا کیسے کیے

بشارت تری ابن مریم نے دی ہے

نشان دے گئے انبیاء کیسے کیے

حفیظ جالندھری نے ان بشارات کا حوالہ دیا ہے:

خلیل اللہ نے جس کے لئے حق سے دعائیں کیں
 ذبح اللہ نے وقت ذبح جس کی التجائیں کیں
 وہ جس کے نام سے داؤد نے نغمہ سرائی کی
 وہ جس کی یاد میں شاہ سلیمان نے گداگی کی
 دل یکنی میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے
 لب بھئی پہ آئے وعظ جس کی شان رحمت کے
 وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے تورات کے وعدے
 خدا نے آج ایفا کر دیئے ہر بات کے وعدے
 مراویں بھر کے دامن میں مناجات زبور آئی
 امیدوں کی سحر پڑھتی ہوئی آیات تور آئی
 نظر آئی بالآخر معنی انجیل کی صورت
 ودیعت ہو گئی انسان کو تکمیل کی صورت
 (۳۰۱)

اسی طرح شفیق جوہوری کے لفظوں میں:

بشارت انبیاء دیتے رہے آدم سے عیسیٰ تک
 نبوت تازہ فرماتی ہے جس پر وہ نما آیا
 (۳۰۲)

ماہر القادری:

سلام اس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
 سلام اس پر ہوا مجروح جو بازار طائف میں
 (۳۰۳)

ان بشارات کے حوالے عصر جدید کے منقوم تراجم میں بھی ہیں:

زمین نے اس دن ایک نیا نام سنا

محمدؐ

ایک نئے چہرے کو دیکھ کر ہر ششدر رہ گئے
 یہودیوں اور عیسائیوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں

عظیم انسان آگیا ہے
 ہجرتِ تورات اور انجیل نے دی تھی
 قدموں کی چاپ عیسیٰ موسیٰ اور داؤد نے سنی تھی
 مسیح و جمیل انسان چپ چاپ ہو لے ہو لے آگیا ہے
 آہستہ آہستہ سورج اور بدرِ کامل طلوع ہوتے ہیں (۳۰۴)

میلاد ناموں کا عربی، فارسی پس منظر

عرب شعراء کا ذوق مدح، بیعت سے قبل آپؐ کی مدحت و ستائش کے نمونے، حضورؐ نے اپنا میلاد خود بیان فرمایا، حضرت آمنہؓ کا میلاد یہ قصیدہ، حلیمہ سعدیہؓ کے میلاد یہ اشعار، بی بی شیماء کے میلاد یہ اشعار، دربار نبویؐ کے شعرا کا آپؐ کے مناقب بیان کرنا، جناب ابو طالبؓ، حضرت عباسؓ، حضرت کعب بن زہیرؓ، حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت عباس بن مرداسؓ، ام مجد، عمد ماجد صحابہ کی مدحت خیر الانام، علامہ یوسف سیوطیؒ، شیخ عبدالرحیم البرقیؒ، ابن نباتہؒ، عبدالرحمن بن خلدونؒ، احمد شوقیؒ، میلاد ناموں اور مجالس میلاد کے باقاعدہ آغاز کا تحقین، عربی موالید، سرسری جائزہ۔

عربی میں میلاد کی روایت

عرب شعراء کا ذوق مدح

عربوں کے نزدیک ایام جاہلیت میں بھی سب سے بڑا علم شعر و شاعری تھا۔ اس لحاظ سے عربوں کو شاعری سے گہری وابستگی رہی ہے۔ ابن رشیق نے لکھا ہے :

”پہلے ان کا سارا کلام نثر میں تھا پھر عربوں کو اپنے مکارم اخلاق، خاندان کی پاکیزگی، اچھے دنوں کے ذکر، دور دراز گئے وطن کے بہادر گھوڑ سواروں اور عجموں کے گیت گانے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ ان کے نفس بھی کار کریمانہ کے لئے حرکت میں آجائیں اور وہ اپنے بیٹوں کی اچھے اخلاق کی طرف رہنمائی کر سکیں لہذا انہوں نے چند عربوں کو اپنے ذہن میں رکھ کر انہیں کلام کے لئے وزن بنا لیا اور جب وزن مکمل ہو گیا تو اس کا نام شعر رکھ دیا کیونکہ انہوں نے اس کا شعور حاصل کر لیا تھا کہ اس فن پر انہیں پورا عبور حاصل ہے۔ ان کی زبان میں مقوم ادا کرنے کے لئے بہت زیادہ وسعت، خیال آفرینی کے لئے مناسب و موزوں ماحول، ان کی طبیعتوں میں پاکیزگی اور قدرت و جذبہ آزادی بدرجہ اتم موجود ہے۔ نیز ان کا جزیرہ ان موانع سے خالی ہے جو ذہن کو غور و فکر کی راہ سے روکیں۔“ (۳۰۵)

عربوں کے اس قسم کے معاشرتی ماحول میں شاعری کی بڑی عزت و توقیر تھی۔ ان کے نزدیک شاعران کی عزتوں کا محافظ اور ان کے کارناموں کو شہرت سے ہمکنار کرتا تھا۔ ”جالی شعرا کسی باحیثیت آدمی یا کسی بادشاہ، وزیر یا سپہ سالار کے اخلاق فائدہ کی دل کھول کر تعریف کرتے تھے۔ یہ اخلاق حمیدہ ان شعراء کے نزدیک سخاوت و کرم، شجاعت و بہادری، پاکدامنی و پاکبازی، عدل و انصاف، وفائے عہد، مہمان نوازی اور صلح و صفائی تھے۔“ (۳۰۶) جن لوگوں میں یہ صفات پائی جاتی تھیں، اس زمانے میں ان کی تحسین شعر و شاعری سے کی جاتی تھی اس طرح شاعری ذرائع ابلاغ عامہ کا کام بھی دیتی تھی۔

بحث سے قبل آپ کی مدحت و ستائش کے نمونے

آپ کی مدحت و ستائش کے اولین نمونے آپ کے عہد ولادت سے پہلے کی روایات اور الہامی صحائف میں مذکور بھڑات کی صورت میں ملتے ہیں۔ لہذا کتب سلوی میں متذکرہ بھڑات کی وجہ سے رہبان و احبار، منجم و کمان اور موجدین و متفہمین اس نئی موعود کے منتظر تھے۔ ان اشعار میں آپ کا زمانہ پانے کی

آرزو اور دیدار کی تمنا کا اظہار ہے۔

حضرت کعب بن لؤی (جو حضورؐ کے جد امجد تھے) نے اپنی قوم کو جمع کر کے کئی بار آپؐ کی عظمت و شان بیان کی (۳۰۷) وہ آپؐ کے میلاد کے بارے میں یوں کہتے تھے:

نَهَلُوا وَلَيْلَ كُلِّ أَوْبٍ تَجَافَبُ
سَوَاءٌ عَلَيْنَا كَلِمَاتُهَا وَ نَهَارُهَا

(دن اور رات کا ہر بار لوٹنا ایک قسم کی کھینچا جاتی ہے۔ ہمارے لئے رات کیا اور دن کیا دونوں یکساں ہیں)

لَوْنَانِ بِالْأَحْلَاتِ حَسْبُنِ تَلَوْنَا
وَبِالْتَّمِ الصَّالِي عَلَيْنَا سَوْرُهَا

(یہ دن اور رات جب دونوں لوٹتے ہیں تو حوادث کے ساتھ لوٹتے ہیں اور ان کے پردوں میں ہمارے لئے کثرت سے نعمتیں آتی ہیں)

صُرُوفٌ وَ أَنْبَاءُ تَقْلُبُ أَهْلَهَا
لَهَا عَقْدَةٌ مَا يَسْتَحِلُّ بِرِجْلِهَا

(یہ دن رات) گردشیں اور خبریں ہوتی ہیں جو دنیا کے لوگوں کو الٹی پٹتی رہتی ہیں۔ ان گردشوں کی گریہوں کو کوئی کھول نہیں سکتا)

عَلَى غُفْلَتِهِ يَأْتِي النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ
فَيُخَبِّرُ أَخْبَارًا صَدُوقًا خَيْرُهَا (۳۰۸)

(نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اچانک آجائیں گے اور وہ خبریں بتلائیں گے جن کا جاننے والا سچا ہو گا) حضرت کنانہ نے آپؐ کے بارے میں پیش گوئی میں فرمایا: ”محمدؐ نبی بن کر آئیں گے اور اپنے خیر کی سچی خبریں دیں گے۔“ (۳۰۹)

یحییٰ و حضرت صحت کے بادشاہ ابا کرب (تج ثانی) نے یرب پر حملہ کیا تھا۔ اہل یرب دن کو لڑتے تھے اور رات کو تیج کی صفائی کرتے تھے۔ اس حسن سلوک سے متاثر ہو کر اس نے صلح کا ہاتھ بڑھایا، صلح نامہ لکھتے وقت ایک یہودی بنیامین قرطبی نے تیج سے کہا کہ تو یرب فتح نہیں کر سکتا کہ یہ بار ایک قریشی نبی کی قیود گاہ بنے والا ہے۔ یہ سن کر تیج نے بے ساختہ یہ اشعار کہے تھے۔

أَقْبَى إِلَيَّ نَصِيحَتُهُ كُنَى أَوْ نَجْرٍ
عَنْ قُرَيْشٍ مَحْجُورَةٍ بِمُحَمَّدٍ
نَهَلَتْ عَلَى أَحْمَدَ لَهْ
رَسُولٌ مِنَ اللَّهِ جَارِي السُّنَنِ

لَوْلَا مَدُّ عُمَرَىٰ إِلَىٰ عُمَرَةَ
لَكُنْتُ وَزِيرًا لِّدَاوُدَ وَلَقَدْ عَمِدَ

اس نے مجھے نصیحت کی کہ میں اس آبادی سے ہٹ جاؤں جو محمدؐ کی وجہ سے محفوظ رکھی گئی ہے۔ میں
کہتا رہتا ہوں کہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اللہ کے رسول ہیں جو جان آفریں ہے۔ اگر میری عمر
اس کی عمر تک لمبی ہو تو میں ضرور اس کا وزیر اور ابن عم ہوں گا۔ (۳۱۶)

قس بن ساعدہ نے حضورؐ کی شان میں عکاظ کے میلے میں شعر کہے تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ وہاں
ہوئے تھے اس کے کلام میں تھا۔ ”مجھے تمہارے اس دین سے جس پر تم ہو“ اللہ کا دین پسند ہے اور یہ نبیؐ
کے ظہور کا وقت ہے اور تمہارا زمانہ اس کے قریب ہے جو ان پر ایمان لائے گا“ اسے ہدایت نصیب ہوگی
جو ان کی مخالفت اور نافرمانی کرے گا“ اس کے لئے ہلاکت ہے۔“ (۳۱۷)

آپؐ کی ولادت مبارکہ کے بعد آپؐ کو حضرت عبدالملک کعبہ کے اندر لے گئے تھے اور اللہ کی اس
طرح پر اس کا شکر یہ ادا کرتے رہے اور آپؐ کی ولادت مقدسہ کے بارے میں اشعار پڑھتے رہے۔ یہ اشعار
سیدہ اولہؓ کے عنوان کے تحت لکھے جا چکے ہیں۔

نبی کریمؐ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہؓ نے جب آپؐ کو حلیمہ سعدیہؓ کے سپرد کیا تو آپؐ یتیم تھے۔ اس لئے
عمرؓ نے تامل کیا تو حضرت آمنہؓ نے فرمایا: يَا ظِلُّ سُلَيْمٍ عَنْ اَبِيكَ لِلَّهِ سَيَكُونُ لَهُ شَانٌ (اے وایہ! اس
بچے سے مطمئن رہو، اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔)
جب حلیمہؓ آپؐ کو لے کر چلیں تو سیدہ آمنہؓ نے یہ شعر پڑھے:

اَعِيذُ بِاللَّهِ ذِي الْجَلَالِ
مِنْ شَرِّ مَا مَرَّ عَلَى الْجِبَالِ
حَتَّىٰ اَوَّلُهُ حَلِيمٌ الْجَلَالِ
وَيَفْعَلُ الْغَرَفُ بِمِي الْقَوْلِ

وَ غَيْرُهُمْ مِنْ حَشْوَةِ الرَّجَالِ

میں اپنے بچے کو خدا کی پناہ میں دیتی ہوں۔ اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے یہاں تک کہ میں اسے شتر
بار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں اور درمائدہ لوگوں کے ساتھ نیک سلوک اور احسان کرنے والا
ہے۔ (۳۱۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا میلاد خود بیان فرمایا

ایک بار آپؐ نے فرمایا:

اَنَا دَعُوَةُ اَبِي اِبْرَاهِيمَ یعنی میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔ (۳۱۹)

ایک اور مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا النَّبِيُّ لَا كُفْبَ لَنَا ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ (۳۲۰)

(میں نبی ہوں، اس میں کوئی دعوٰی گوئی نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں)

مسند حدیث مبارکہ ہے :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : میں نکاح سے ظاہر ہوا ہوں۔ میں ناجائز طریقہ سے ظاہر نہیں ہوا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک جبکہ میرے والد اور والدہ نے مجھے جتنا مجھے زمانہ جاہلیت کی کسی غلط چیز نے نہیں چھوا۔ (۳۱۵)

امام مسلم اور امام ترمذی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ یہ روایت صحیح ہے :
 "والله بن استحق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم سے اسماعیل کو چنا۔ اولاد اسماعیل سے کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھے چنا۔" (۳۱۶)

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا میلاد یہ قصیدہ

ابو نعیم نے زہری کے طریق پر دلائل نبوت میں روایت بیان کی ہے کہ حضرت اسماء بنت رہم نے اپنی والدہ سے روایت کی ہے کہ میں حضور رسالت مآبؐ کی والدہ ماجدہ کی رحلت کے وقت ان کے پاس موجود تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پانچ سال کی عمر مبارک میں ان کے سرہانے کھڑے تھے۔ آپؐ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے چہرہ اقدس کی طرف دیکھا اور پھر فرمایا :

يَا لَوْ كَ اللَّهُ لَكُ مِنَ الْقَلَامِ

يَا لَوْ كَ اللَّهُ لَكُ مِنَ الْقَلَامِ

يَا لَوْ كَ اللَّهُ لَكُ مِنَ الْقَلَامِ

يَا لَوْ كَ اللَّهُ لَكُ مِنَ الْقَلَامِ

يَا لَوْ كَ اللَّهُ لَكُ مِنَ الْقَلَامِ

يَا لَوْ كَ اللَّهُ لَكُ مِنَ الْقَلَامِ

يَا لَوْ كَ اللَّهُ لَكُ مِنَ الْقَلَامِ

يَا لَوْ كَ اللَّهُ لَكُ مِنَ الْقَلَامِ

يَا لَوْ كَ اللَّهُ لَكُ مِنَ الْقَلَامِ

۱۱۷۱ ع: اللہ آپ کو برکت عطا فرمائے۔ آپ اس عظیم باپ کے فرزند ارجمند ہیں جو قوم کے سردار اور شریف تھے جنہوں نے بلند شان کے مالک اللہ تعالیٰ کی نصرت سے نجات حاصل کی اور جن کی زندگی بچانے کے لئے صبح کے وقت تیروں سے قرعہ اندازی ہوئی۔ ان کے بدلہ میں اچھی نسل کے ایک سو اونٹوں

میں نے جو خواب میں دیکھا ہے اگر وہ درست ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام
 اہل بیت پر رحم فرمائے۔ آپ حلت و حرمت کے لئے اسی دن کے ساتھ مبعوث ہوں گے جو دین
 کا سربراہ ہیں علیہ السلام کا ہے اللہ تعالیٰ بتوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا اور آپ کی دوستی
 سے جس ہوگی جو بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا! ہر زندہ کے لئے موت ہے۔ ہر
 مردے کے لئے حیات ہے اور ہر بڑی عمروالے کے لئے فنا ہے۔ میں مر جاؤں گی مگر میرا ذکر باقی رہے گا اس لئے
 اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اور ظاہر کو جنم دیا ہے اور اپنی یاد کے لئے خیر کو چھوڑا ہے۔“ (۳۱۷)

عبد اللہ بن مسعود کے میلاد پر اشعار

ابن جراح کا بیان ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ محمد بن مصلیٰ ازدی کی کتاب الترقیص میں یہ شعر دیکھا
 ہے جس سے وہ آپ کا میلاد بیان کر کے لوری دیتی تھیں:

يَا رَبِّ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ نَفْسَهُ

وَأَعْلَمْنَا إِلَى الْعَالِي وَارْقَهُ
 وَأَدَّ حُضْنُ الْهَلِيلِ الْعَرَى بِحَقِّهِ

اے اللہ جب تو نے آپ کو دیا ہے تو آپ کو باقی رکھ، آپ کو بلند درجے دے اور ترقیاں عنایت کر اور
 آپ کی برکتوں سے باطل پرست دشمنوں کو ذلیل کر دے۔“ (۳۱۸)

بی بی شیماء کے میلاد پر اشعار

آپ کی رضاعی بہن بی بی شیماء آپ کو گود میں لے کر درج ذیل میلاد پر اشعار پڑھا کرتی تھیں:

هَذَا كُنِيَ لَمْ تَلَهُ لَبِي

وَلَسْتُ مِنْ نَسْلِ أَبِي وَصِي

لَدَ زَيْنَتٍ مِنْ عَوَالٍ مَعِي

فَاتَمَّ اللَّهُ لَهَا رَحْمَةً وَ نَفْسِي

(۳۱۹)

اے میرے وہ بھائی ہیں جو میرے ماں جائے تھیں اور میرے والد و چچا کی نسل سے بھی نہیں لیکن میں آپ
 کے اپنے بزرگ ماموں و چچا کو قربان کرتی ہوں اور اے اللہ جیسی کہ تو نشوونما کیا کرتا ہے اس سے زیادہ
 بھی آپ کی نشوونما کر۔“ (۳۲۰)

علاوہ ازیں آپ کی رضاعی بہن شیماء کی لوری ہے:

يَا زَيْنَتُ الْبَقِي لَنَا مُحَمَّدٌ

حَتَّى كَوَّلَاهُ يَا لَعَلُّو مَرُكَا

ثُمَّ كَوَّلَاهُ سَيِّدَا اسْوَدَا

وَأَكْبَتُ أَعْلَادَهُ مَعَالًا لِّحَسَنًا
وَأَعْطَيْتُهُ عِزًّا نُّدُّ وَمُ أَيْنَا

(اے ہمارے پروردگار ہمارے لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو باقی رکھ۔ یہاں تک کہ آپ کو فتح ہو۔
پھر یہ اپنی سرداری اور حکومت دیکھیں اور ان کے دشمنوں کو معاہدہ پکڑے اور انہیں دائمی
عزت عطا فرما) (۳۲۱)

ورقہ بن نوفل نے بھی آپ کی شان میں مدحیہ اشعار کہے ہیں جو الہیات کے نامور عالم اور
میسائی تھے۔ ابن ہشام نے ان کے قصیدہ کے تیرہ اشعار نقل کئے ہیں۔ (۳۲۲)

دربار نبوی کے شعراء کا آپ کے مناقب بیان کرنا

حضرت ابو طالبؑ کے میلاد یہ اشعار

نبی کریمؐ کے شفیق چچا حضرت ابو طالبؑ نے آپ کے اعلان نبوت کے بعد چند پرجوش اشعار
مدح میں کہے ہیں۔ ابن ہشام نے اس قصیدہ کے سات شعریرۃ النبی میں نقل کئے ہیں اس قصیدہ
ابتدائی تین شعر یہ ہیں:

إِذَا اجْتَمَعَتْ بُومًا قُرَيْشٌ لِّمَفْتَحِ
لَعِبْدٍ مُّنَافٍ سِرَّهَا وَ صَبِيْهَا
وَأَنْ حَصَلَتْ أَشْرَافُ عَيْدٍ مُّنَافِهَا
وَفِي هَلْهَلٍ أَشْرَافِهَا وَ قَبِيْهَا
وَأَنْ لَعَزَتْ بُومًا فَلَانَ مُحَمَّدًا
هُوَ الْمُصْطَفَى مِنْ سِرَّهَا وَ كَرِيْهَا
(۳۲۳)

(ان اشعار کا مضمون یہ ہے کہ اگر قبیلہ قریش کے افراد کبھی یہ طے کرنے کے لئے جمع ہوں کہ ان کا
افتخار کیا ہے؟ تو ان کو معلوم ہو گا، ان کے اندر جو عید مناف کی شاخ ہے، وہی اس پورے قبیلہ کی
دواں اور اصل ہے اور عید مناف کے سردار اکٹھا ہو کر جیتو کریں کہ ان کی عظمت کا راز کیا ہے؟
ہاشم میں اپنی سر بلندی اور اصلیت کا سراغ پائیں گے اور ہو ہاشم کسی بات پر فخر کرنا چاہیں تو ان کو معاہدہ
کا کہ محمدؐ ان سب میں منتخب ترین، پسندیدہ ترین اور باعث عظمت و سر بلندی ہیں) ان کے علاوہ ابن
طالب کا ۹۵ اشعار پر مشتمل ایک اور قصیدہ ملتا ہے جس کے اشعار ابن ہشام نے اپنی کتاب میں
ہیں۔ (۳۲۴)

حضرت عباسؑ کے میلاد یہ اشعار

حضورؐ کے دوسرے غم یزرگوار، حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب (م ۳۲ھ) نے بھی آپؐ کی شان میں اشعار کہے ہیں۔ نبی کریمؐ غزوہ تبوک سے مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو حضرت عباسؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ مجھ کو اجازت دیجئے کہ کچھ آپؐ کی مدح کروں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کہو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کو سالم رکھے چنانچہ حضرت عباسؓ نے آپؐ کے سامنے جو اشعار کہے۔ ان میں سے دو شعر یہاں دیئے جاتے ہیں:

وَأَنْتَ لَمَّا وَلَدْتَ أَشْرَقَتِ
الْأَرْضُ وَضَلَّتْ بُيُوتُكَ الْآلِقُ
فَلَحْنٌ لِي فُكِّ ابْنَاءِ وَفِي النُّورِ
سَبِيلُ الرُّشَادِ نَحْتَرِقُ
(۳۲۵)

(اور جب آپؐ پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپؐ کے نور سے آفاق منور ہو گئے۔ پس ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہیں)

حضرت کعب بن زہیر

دربار رسالت کے معروف شاعر کعب بن زہیر اپنے قصیدہ ”بیات سعاد“ کے سبب خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ آنحضرتؐ کی فتح مکہ کے بعد مدینہ واپسی پر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آئے اور پھر انہوں نے اپنا یہ قصیدہ نبی کریمؐ کے روئے پیش کیا، حضرت کعبؓ جب اس شعر پر پہنچے تو نبی کریمؐ نے خوش ہو کر اپنی چادر مبارک شاعر کو عطا کر دی:

إِنَّ الرُّسُولَ لَنُورٌ يَسْتَضَاءُ بِهِ
وَصَلَامٌ مِنْ سَيِّفِ الْهِنْدِ مُسْلُوكٌ

(بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جن سے روشنی اس طرح آنکھوں کے سامنے پھیل جاتی ہے جس طرح نیام سے جب تموار نکلتی ہے تو ایک چمک سی آنکھوں کے سامنے پھیل جاتی ہے۔ (۳۲۶))
ابن اسحق نے اس قصیدہ کے ۵۱ شعر نقل کئے تھے۔ ابن ہشام نے تلاش کر کے ان میں سات اشعار کا اضافہ کر دیا۔ ان ۵۸ اشعار کے اس قصیدہ کی شروح مختلف شارحین نے بے شمار لکھی ہیں۔ شاعر کے طالع کی ارمندی اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضورؐ نے اس قصیدہ کے ایک شعر کو پسند فرما کر اپنا پیر بن مبارک عطا فرمایا۔

حضرت حسان بن ثابت

حضرت حسان بن ثابتؓ (م ۵۳ھ) نے نعت نبویؐ کے ذریعہ اسلام کی پیش برداشت کی ہے۔ ان کا

کلام شوکت الفاظ، بلندی فکر، معنی آفرینی اور جوش و روانی کی خوبیوں سے مزین تھا۔ ان کے لئے سب سے بڑی سرفرازی کی بات یہ ہے کہ نبی کریمؐ نے انہیں یہ اعزاز بخشا کہ مسجد نبویؐ میں ان کے لئے منبر رکھوایا جس پر بیٹھ کر وہ شعر سناتے تھے۔ کفار کی جھوٹ کے جواب میں حضرت حسانؓ کے اشعار کو خود نبی کریمؐ پسند فرماتے تھے۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ اشعار سن کر دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ اِيْدهِ بَرْدِ القَدَسِ (اے اللہ! جبرئیل کے ذریعے سے حسان کی مدد فرما) حضرت حسانؓ صحیح معنوں میں شاعر دربار رسالت تھے۔ ان کے دیوان میں نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف کے علاوہ اسلام کی تائید و حمایت میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ حضرت حسانؓ کے درج ذیل دو میلاویہ شعر بہت مشہور ہیں:

وَأَكْمَلُ	شَيْئَكَ	لَمْ	تَرَوْهُ	قَطُّ	عَيْنِي
وَأَكْمَلُ	شَيْئَكَ	لَمْ	تَلِدْهُ	الْبَشَرُ	الْبَشَرُ
خُلِقْتُ	مِنْ	كُلِّ	عَبْدٍ	عَبْدٍ	عَبْدٍ
كَفَّكَ	قَدْ	خُلِقْتُ	كَمَا	تُصَلِّىٰ	تُصَلِّىٰ

(۳۲۷)

(یاد رہے آقاؐ میری ان آنکھوں نے آپؐ سے زیادہ حسین و جمیل کسی کو نہیں دیکھا اور آپؐ سے زیادہ حسین وجود کو کسی عورت نے جنم نہیں دیا۔ آپؐ ہر نقص اور عیب سے پاک پیدا فرمائے گئے گویا آپؐ جیسا چاہتے تھے ویسے ہی پیدا کئے گئے)

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے کتب سیر و مغازی میں حضرت حسانؓ کے بعد سب سے زیادہ اشعار ملتے ہیں۔ وہ قادر الکلام شاعر ہی نہیں بلکہ تلوار کے وطن بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی تھے۔ نبی کریمؐ کے ہمراہ غزوات بدر، احد، خندق، حدیبیہ، خیبر اور دوسرے معرکوں میں شریک رہے۔ سنہ ۸ ہجری غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ کفار اور مشرکین کی بدگوئی اور بھوکا اپنے اشعار میں ترکی بہ ترکی جواب دیتے۔ کفر اور بت پرستی پر شرم و غیرت دلاتے تھے۔ ان کے درج ذیل اشعار بہت مشہور اور مقبول ہیں:

رَوْحِي	الْبَلَاءُ	لَمِنْ	أَخْلَاقِهِ	شَهْلَتْ
بَلَدًا	خَيْرًا	مَوْلُودٍ	مِنْ	الْبَشَرِ

(میری روح خدا ہو اس پر جس کے اخلاق گواہی دیتے ہیں کہ وہ نئی نوع انسان میں سب سے بہتر فرد ہیں)

عَمَّتْ	لُضَائِلُهُ	كُلَّ	الْعِبَادِ	كَمَا
عَمَّ	قَبْرِتُهُ	ضَوْءُ	النَّجَسِ	وَالْقَمَرِ

”آپؐ کے احسانات تمام لوگوں کے لئے عام ہیں جس طرح آفتاب و مانتاب کی روشنی تمام مخلوقات کے لئے

عام ہے۔ (۳۲۸)

حضرت کعب بن مالکؓ

حضرت کعب بن مالکؓ مدینہ منورہ کے ان پانچ نامور شعراء میں سے ایک ہیں جن کا ”تجدید اشعار العرب“ کے مولف نے بطور خاص ذکر کیا ہے۔ غزوہ تبوک میں جو تین صحابہؓ پیچھے رہ گئے تھے ان میں ایک حضرت کعبؓ بھی تھے۔ ان کی سیاحت کی بناء پر توبہ قبول ہوئی اور سورہ توبہ کی آیت **وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَوْا** ان ہی تین حضرات کی شان میں نازل ہوئی۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ حضرت کعب بن مالکؓ کے ان اشعار سے خوفزدہ ہو کر دوسری قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

فَضِيلاً مِنْ تَهْلِيلِهِ كُلِّ زَيْبٍ
وَ خَيْرِ نَمٍّ أَجْمَعًا السَّوْفَا
تَغِيْرَهَا وَ لَوْ كُنْتُ لَكَلَّتْ
قَوًّا طَعْنٍ : دُوسَا اَوْ ثَقِيْفَا

”جب تمام کی طرف سے ہم فارغ ہو چکے“ اب دشمنوں کا وہاں کھنکا نہیں رہا اور خیبر سے بھی فارغ ہو چکے“ پھر ہم نے اپنی تلواروں کو اکٹھا کیا۔ ہم اپنی تلواروں کو اختیار دیئے ہوئے ہیں“ اگر یہ تلواریں بول سکتیں تو کہیں! کہ اب ان کا نشانہ دوس ہوں گے یا ثقیف۔ (۳۲۹)

حضرت عباسؓ بن مرداس

عباسؓ بن مرداسؓ عرب کی مشہور شاعر و خضاء کے صاحبزادے ہیں۔ فتح مکہ سے تھوڑا عرصہ پہلے اسلام لائے اور فتح مکہ کے بعد ان کے اسلام میں پختگی پیدا ہو گئی۔ ان کے اشعار میں شراب کی مذمت ملتی ہے۔ زمانہ جاہلیت ہی سے وہ اس سے نفور تھے۔ حضورؐ کی مدح میں ان کے چند قصائد ملتے ہیں۔ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی نے ان کے چار بدیعہ اشعار نقل کر کے لکھا ہے کہ ”ان اشعار میں توحید کی وہ روح جھلکتی ہے“ جس کی دعوت دینے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تھے۔ کسی پیغمبر کی سب سے بڑی مدح یہی ہے کہ اس کی تعلیمات کو سراہا جائے“ اور اس کی حقیقت کو بیان کیا جائے۔ (۳۳۰)

ام معبد

سفر ہجرت میں عار ثور سے نکلنے کے بعد پہلے ہی دن آپؐ کا گذر قبیلہ خزاعہ کی ایک سیحان نواز خاتون ام معبد کے خیمہ کی طرف ہوا۔ آپؐ کچھ دیر کے لئے وہاں رکے۔ وہ کمزور اور بد حال بکری جس کے تھن دودھ سے خالی تھے“ آپؐ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا تو دودھ کے دھارے اس تیزی اور کثرت سے اتر پڑے کہ آپؐ نے دودھ خود نوش فرمایا اور دیگر اصحابؓ نے بھی میر ہو کر پیا۔ آپؐ نے دوبارہ اس بکری کو دوبا اور وہ پیالہ ام معبد کے حوالے کر کے روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ام معبد کا شوہر آیا تو اس نے

دریافت کیا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے۔ اس پر ام معبد نے سارا ماجرا سنایا اور ام معبد نے اپنے خاوند سے جن الفاظ میں آپ کی تعریف بیان کی اور آپ کا حلیہ مبارک پیش کیا وہ اگرچہ نثر میں ہے مگر اس کی جامعیت کے سبب اس کا حوالہ اکثر و بیشتر آپ کے شامل و سرایا میں دیا جاتا ہے۔ (۳۳۱)

عہد مابعد صحابہ کی مدحت خیر الانام

علامہ بو صیریؒ

علامہ بو صیریؒ کا پورا نام شیخ شرف الدین ابو عبد اللہ محمد بن سعید ہے، ساتویں صدی ہجری کے ایک مصری شاعر اور طریقہ شاذلیہ کے صاحبِ نسبت و اجازت صوفی بزرگ تھے۔ ان کی ولادت واصل میں ۶۸۸ھ اور وفات اسکندریہ میں ۶۹۷ھ میں ہوئی۔ قصیدہ بردہ کے علاوہ بھی ان کی متعدد نعتیں ہیں۔ بو صیریؒ مداحینِ رسولؐ میں نمایاں بلکہ شہرہ آفاق حیثیت کے حامل ہیں۔

بو صیریؒ کے قصیدہ بردہ کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اسے نہایت کثرت سے پڑھا جاتا ہے۔ اس کی خاص مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ میلاد شریف کی محفلوں اور سیرت کے جلسوں میں اس قصیدے کے بعض کھڑے آج بھی پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ یہ قصیدہ فہراء اور درویشوں کے اوراد و وظائف اور دم و ردو میں شامل ہے۔

بردہ ۱۸۲۔ ایات کا قصیدہ ہے۔ شاعر نے تشبیب کے بعد مدحِ نبیؐ کا مضمون باندھا ہے۔ اس کے بعد آپ کی ولادت، معجزات، اعجاز القرآن اور معراج کا ذکر کیا ہے۔ آخر میں نبی کریمؐ کی شفاعت کی تمنا اور بارگاہِ خداوندی میں مناجات ہے۔ بے پایاں خلوص و عقیدت کے باوجود شاعر نے وصفِ نبیؐ میں حدود سے کہیں تجاوز نہیں کیا۔ مولد النبیؐ کے باب میں فرماتے ہیں:

أَبَانٌ مَوْلَانَا عَنْ طَيْبِ عَنَصْرِهِ
مَا طَيْبٌ مُبْتَلَاءٍ بِتَنْدَرٍ وَ مَخْشَمٍ

”آپ کے زبان ولادت نے آپ کے عنصر کی پاکیزگی اور خوبی کو ظاہر کر دیا۔ سبحان اللہ کیا پاکیزگی ہے اول بھی اور آخر بھی۔“ (۳۳۲)

”قصیدہ بردہ کو مدحِ خواتین رسالت کے تقریباً تمام حلقوں میں بے پناہ شہرت و وقعت حاصل ہوئی۔ یہ قصیدہ اپنی زبان و بیان، حسنِ اسلوب، الفاظ کی شہرہ و شوکت، جذبات کی فراوانی، جوشِ محبت و عقیدت اور سوزِ دروں کی تاثیر کا مرقع ہونے کی بناء پر خود ہی کچھ کم نہ تھا پھر سونے پر ساگہ نبی کریمؐ کے دربار میں اس کی مقبولیت اور شاعر کی فلاح ایسے خوفناک مرض میں معجزانہ شفا یابی نے اسے مقبولِ انام اور مشہورِ خاص و عام کر دیا۔ دنیا بھر میں اس کی شرحیں مختلف زبانوں میں لکھی گئی ہیں۔ اور شاعروں نے اس پر بیسیوں شخصیات لکھ ڈالی ہیں۔“ (۳۳۳)

نکسن نے قصیدہ بردہ کی فصاحت و بلاغت، شعری خصوصیات اور فنی محاسن کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

"The Borda may be read with pleasure on account of its Smooth and elegant style." (۳۳۳)

شیخ عبدالرحیم البرہی

شیخ عبدالرحیم البرہی (م ۸۰۳ھ) یمن کے ایک صوفی عالم تھے۔ صاحب درس تھے۔ شاگردوں اور مریدوں کا بڑا حلقہ رکھتے تھے۔ شیخ اسماعیل الوشلی نے علمائے یمن کی تاریخ "نشر النہال الحسن علی بعض ارباب الفضل والکمال ومن اهل الیمن" کے نام سے لکھی ہے، جس میں شیخ برہی کے علمی کمالات اور کرامتوں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اہل یمن ان کے اشعار کو وحیفہ کی طرح پڑھا کرتے ہیں۔ ان کے اشعار میں حقیقت و محبت اور قدونت و سرشاری کے جذبات موجزن ہیں، درج ذیل دو اشعار ملاحظہ فرمائیے:

وَفَلْکَ خَبْرٌ مِّنْ حَمَلَتِهِ اُمٌّ
وَمِنْ اُسْنِ الْعَمَلَتِ وَالْوَلَدِ

(وہ ذات گرامی جن سے بہتر شخص کو کسی ماں نے جنم نہیں دیا، اور عیاد و عمامہ میں ان سے بہتر انسان کو نہیں دیکھا گیا)

اِنَّ مَدْحَ الْمَنَاحِ اَنْبَابُ عَصْرِ هَمٍّ
مَلَحَتْ النَّفْسُ مِنْ نُوْرِهِ اُكُوْنُ نَبِیِّهِ
(۳۳۵)

ادب شاخوانی کرنے والے اپنے اہل زمانہ کی ثنا خوانی کرتے ہیں، تو اس ذات کی مدح کرتا ہوں جس کے نور سے کائنات روشن ہے)

ابن نباتہ

ابن نباتہ مصری کا پورا نام جمال الدین محمد بن محمد ہے۔ ۶۸۶ھ سال پیدائش اور ۷۶۸ھ سال وفات ہے۔ اپنے وقت کے مشہور عالم، صوفی اور ادیب تھے۔ مدحت خیر الانام ان کی شاعری کا موضوع تھا۔ مدحت سرور کوغنی کا مضمون شروع کرتے ہیں تو نعتاً "قلم میں سنجیدگی و وقار اور ایک طرح کا توازن آ جاتا ہے۔" فرماتے ہیں۔

اَعْلَىٰ بِلْوِ جِلْدِ زَمَانٍ قُرْبِ
بِرَوْضَةِ اَعْلَىٰ بِلْوِ جِلْدِ

(اے امید! پھر ایک بار آپ کے روضہ پاک کی حاضری کی آس دلا دے، اور حضوری کا زمانہ قریب کر

(دس)

عبدالرحمن بن خلدون

۱۔ "رہن بن خلدون عربی ادب کی تاریخ میں ایک مجدد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نفع العیب کے مطالعہ سے چٹا ہے کہ فن تاریخ کا یہ مجدد اور عربی نثر کا مجدد اندر سے خالی نہیں تھا بلکہ حب نبویؐ میں اس کا دل سرشار تھا۔ ابن خلدون کے قصیدہ میں ادبیت زیادہ ہے، الفاظ منتخب، ترکیبیں چست اور فالجے بکلف اور رواں ہیں۔ نعت کا انداز بھی دل نشین ہے۔"

قَصْرَتْ فِي مَلْحَى لَأَنَّ بَيْتَ طَبِيبَا
فَلَمَّا لَذِكْرِي مِنْ رَجَبِ الطَّبِيبِ
(۳۳۷)

(میں نے آپ کی مدح کا حق ادا نہیں کیا اگر کچھ اچھا کہہ گیا ہوں تو وہ صدقہ ہے، آپ کی عطر جیز یاد کا)

احمد شوقی

احمد شوقی (م ۱۹۳۵ھ) کی شاعری پر ہوشِ طبعیت، احساسِ صادقِ ذوقِ سلیم اور قوی روح سے پھوٹ کر نکلتی ہے لہذا اس میں روانی کا انداز اور بندش کی چست پائی جاتی ہے اور وہ ہر قسم کی لغو و حشو اور اضطراب سے پاک صاف ہوتی ہے۔ نادر شعر، ضربِ المثل اور حکمتِ عالیہ نظم کرنے میں وہ مستثنیٰ سے مشابہ ہے۔ شوقی اپنے دین کا پابند اور اپنی زبان و فن کا محافظ ہے۔ اپنے کلام میں جا بجا وہ انبیاء و خلفاء، الہامی کتب و عقائد مقدسہ کا تذکرہ کرتا رہتا ہے۔ وہ اپنی شاعری کے لئے طویل بحرِ منتخب کرتا ہے وہ نومولود اور ان کے بہت کم شعر لکھا ہے۔ (۳۳۷) چار جلدوں پر مشتمل ان کی کلیات کا نام "الشوقیات" ہے۔ اسلامی جذبہ پوری قوت سے ان کے کلام میں موجود ہے۔ نبی کریمؐ کی محبت اور قرآنی تعلیمات و ارشادات ان کی شاعری میں جا بجا ملتے ہیں۔ ان کے تین میلاد یہ قصیدے مشہور ہیں۔ (۱) العزۃ النبویۃ (۲) ذکر المولد اور (۳) ریح البرہۃ۔ مصر میں میلاد النبیؐ کا جشن بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے، میلے لگتے ہیں، دوکانیں بھتی ہیں، اور چھوٹے پیمانے پر جگہ جگہ میلاد کی مجلسیں ہوتی ہیں اور ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ شعراء و ادباء اپنے اپنے طرز پر خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ شوقی نے یہ تینوں قصائد دراصل انہی مواقع کے لئے لکھے تھے۔ قصیدہ ذکر المولد کے چند شعر یہ ہیں:

۱۔ تَعْلَى مَوْلِدُ الْبَلَدِ وَ عَمَّتْ
بُشَيْرَةُ أَجْوَادِي وَالْقَصَا
۲۔ وَأَلَّتْ لِلْبَرِيَّةِ بَيْتُ وَهْبٍ
يَدَا "نُصْلَةٍ" طَوَّقَتْ الرِّقَابَا
۳۔ لَقَدْ وَصَعَتْهُ وَهَاجَا "سُبْرَا"

كَمَا تَلَدُ السَّمَاوَاتِ السَّبْعُ

۳۔ لَقَلَّمْ عَلَى سُلَيْمٍ الْبَيْتَ نُورًا

بُضْبِي جِبَالٍ مَكَّةَ وَالنَّبَا

(۳۳۸)

(۱) ہادی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کا دن آگیا اور اس کی خوشیاں شہر شہر قریہ ہر جگہ پھیل گئیں (۲) بنت وہب (مصور صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب نے سارے عالم پر عظیم احسان کیا اور احسان کا قلاوہ ہر ایک کی گردن میں ڈال دیا اس شعر میں حضرت آمنہ کی طرف اشارہ "بیت وہب" سے کیا گیا ہے۔ وہب کے لفظی معنی عطا کرنے کے ہیں اور یہ (باتھ) سے مقصود احسان و عطا بخشی ہوتا ہے، وہب کا اسم یہ اچھا اولی استعمال ہے۔ اس شعر میں الفاظ کی حسن رعایت ہے (۳) انہوں نے (بنت وہب) حضور کو ایک روشنی بخشے والے آفتاب کی صورت میں جنم دیا جس طرح آسمانوں سے چمکتے ستارے پیدا ہوتے ہیں (۴) بیت اللہ کی چھت پر ایک نور چمکا جس نے مکہ اس کی پہاڑیوں اور ایمان راستوں کو روشن کر دیا۔

میلاد ناموں اور مجالس میلاد کے باقاعدہ آغاز کا تعین

عالم اسلام میں اولین میلاد نامہ کس نے لکھا اور مجالس میلاد کا آغاز کب ہوا؟ اس سلسلہ میں مختلف روایات موجود ہیں۔ میلاد کی اولین کتاب کے بارے میں سید سلیمان ندوی کی رائے ہے کہ "ابن وحید (م ۳۳۳ھ) نے اکتوبر فی مولد سراج المنیر ۴۰۳ھ میں تصنیف کی۔" (۳۳۹) حالانکہ اس سے بہت پہلے ابو عبد اللہ محمد بن الواقدی (سن پیدائش ۳۳۰ھ بمطابق ۷۷۷ء اور سن وفات ۲۰۷ھ ر ۸۲۳ء) کی میلاد النبی کے موضوع پر کتاب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ملتی ہے۔ (۳۴۰) اس لحاظ سے کتب میلاد کی تصنیف و تالیف کی باقاعدہ روایت دوسری صدی ہجری سے ملتی ہے۔

میلاد النبی کے بیان اور مجالس میلاد کے انعقاد کے بارے میں مولوی محمد اعظم لکھتے ہیں:

"زمانہ صحابہ و خیر القرون میں ذکر میلاد النبی اس انداز سے تھا کہ کوئی عالم جب

اس کا جی چاہتا یا لوگ اس سے پوچھتے تو کسی مقام یا مجلس میں حسب مناسبت وقت

آنحضرت کا تولد فرمانا اور ان ایام کے عجائبات و ظہور غرائب و دیگر حالات و معجزات

سرور کائنات از ابتدا تا انتہا مجملًا یا مفصلًا حسب مصلحت وقت کہہ سنانا اور سامعین

بہتوجہ خاطر سنا کرتے اور اپنا ایمان تازہ کرتے۔" (۳۴۱)

مولوی عبدالمسیح نے بھی اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"یہ میلاد النبی کا تذکرہ رواں آسا تو قدیم سے یعنی وقت صحابہ سے چلا آتا تھا بلکہ اصل تذکرہ مولود

شریف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے چلا آتا تھا۔ (۳۴۲) اس ضمن میں "اکتوبر فی مولد

السراج المنیر" میں ہے کہ "حضرت عبداللہ ابن عباس ایک دن ایک قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضور کے

واقعات ولادت بیان فرما رہے تھے اور اہتمام مسرت کر کے اللہ کا شکر بجالا رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیج رہے تھے۔ ناگاہ آنحضرت تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہو گئی۔ ”اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا آنحضرت کے ہمراہ حضرت عامر انصاریؓ کے مکان کی طرف گذر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت عامر اپنے کنبے والوں اور بیٹوں کو نبی کریمؐ کے واقعات ولادت سکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا، یہی دن تھا (یعنی جو دن جس میں حضورؐ اس عالم دنیا میں جلوہ افروز ہوئے) آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ بے شک اللہ نے تمہارے واسطے رحمت کے دروازے کھول دیئے اور سب فرشتے تمہارے واسطے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جو شخص بھی تمہارے جیسا کام کرے گا، نجات پائے گا۔“ (۴۴۳)

حضرت ابو بکر صدیقؓ روز میلادِ نبویؐ میں تقسیم فرماتے۔ (۴۴۴)

عمر صحابہ کبارؓ کے بعد مکہ مکرمہ میں خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ محترمہ خزران نے ولادت گاہ خیر الانام پر مسجد تعمیر کرا دی۔ حج کے لئے آنے والے حجاج کرام ولادت مقدسہ کے مقام کی زیارت کے لئے جاتے اور بصد احترام و عقیدت درود و سلام پڑھتے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر این۔ میری۔ شمل (Anne Marie Schimmel) لکھتی ہیں :-

"In the late eighth century the house in Mecca in which Muhammad had been born was transformed into an oratory by the mother of the caliph Harun ar-Rashid, and pilgrims who came to Mecca to perform the hajj visited it in pious awe. It seems that the tendency to celebrate the memory of Muhammad's birthday on a larger and more festive scale emerged first in Egypt during the Fatimid era (969-1171). This is logical, for the Fatimids claimed to be the Prophet's descendants through his daughter Fatima. The Egyptian historian Maqrizi (d.1442) describes one such celebration held in 1122, basing his account on Fatimid sources. It was apparently an occasion in which mainly scholars and the religious establishment participated. They listened to sermons, and sweets, particularly honey, the Prophet's favorite, were distributed; the poor received alms." (445)

ڈاکٹر ابن میری۔ مثل نے مجالس میلاد کے انعقاد اور میلاد کی ابتداء اور قرون کے بارے میں جو رائے دی ہے اس لحاظ سے یہ سلسلہ چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوا ہے۔ امام ستادیؒ فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کا رواج تین صدی بعد ہوا ہے اور اس کے بعد سے تمام ممالک میں مسلمان عید میلاد النبیؐ مناتے چلے آ رہے ہیں۔ (۳۳۶) مروج مجالس میلاد کے انعقاد کے سلسلہ میں سید سلیمان ندوی اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں: جس نے اس مہینے کو ولادت نبویؐ کی یادگار اور محفل میلاد کا زمانہ بنایا۔ ملک معظم مظفر الدین ابن زین العابدین پہلا شخص ہے جس نے مجلس میلاد قائم کی۔ ابن عثمان نے ملک مظفر شاہ اربل (۵۵۴ھ تا ۵۳۰ھ) کے حال میں لکھا ہے، مولود شریف بڑی دھوم دھام اور ترک و احتشام سے منایا کرتا تھا۔ یہ جنگ صلیبی کا دور تھا۔ اس کے لئے ابن وحید (۵۳۳ھ) نے ۶۰۳ ہجری میں کتاب (۱) تصوفی میلاد السراج المنیر لکھی تھی اور بادشاہ نے اسے انعام و اکرام سے نوازا تھا۔ وہ مشاہیر فضلاء میں سے تھا۔ (۳۳۷) اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے مولوی عبد السمیع بیدل رامپوری لکھتے ہیں کہ مجالس مولود کی باقاعدہ ابتداء چھٹی صدی ہجری کے آخر میں ہوئی۔ (۳۳۸) علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے شاگرد علامہ محمد بن علی یوسف دمشقی شامی نے ”سیرت شامی“ (سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد) میں لکھا ہے کہ: سب سے پہلے مولود عمر بن محمد موصلی نے کیا تھا جو ایک نیک آدمی مشہور تھے اور ان کی بیروی سلطان اربل نے کی۔ (۳۳۹)

سلطان اربل سے بھی پہلے سرکاری مجلس میلاد سب سے پہلے ملک شاہ سلجوقی نے منائی۔ حسن ثقی ندوی لکھتے ہیں: سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ۴۸۵ھ میں ایک مجلس مولود دھوم دھام سے بغداد میں منعقد کی۔ اس کا بڑا چچا ہوا۔ یہ ایک سرکاری اہتمام کی مجلس تھی اس لئے تاریخ کے صفحات میں اس کو جگہ ملی۔ اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ مجلس مولود اور تذکار رسول مقبولؐ کا آغاز یہیں سے ہوا۔ یہ بڑی غلطی ہے جبکہ مسلمان شروع سے ہی تذکار رسولؐ ہی کے دامن کا سارا لیتے تھے۔ (۳۴۰) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجالس میلاد کا رواج عمر بن محمد موصلی اور شاہ اربل سے بہت پہلے موجود تھا۔ اور سلاطین میں اسے سب سے پہلے رواج دینے کا شرف ملک شاہ سلجوقی کو حاصل ہے البتہ ملک مظفر الدین شاہ اربل (۴م) ۵۰ رمضان ۵۳۰ھ) ہر سال ربیع الاول میں جس محبت و عقیدت کے ساتھ مجالس میلاد کا اہتمام کرتا تھا۔ اس کے زیر اثر دیگر سلاطین بھی جشن عید میلاد النبیؐ منایا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ سلطان اربل ابتداءً مجالس مولود کو مروج و مقبول بنانے والے ہیں کیونکہ سلطان کو مجالس مولود سے عشق تھا اور تین لاکھ اشرفیاں اس محفل کے خرچ میں صرف کیا کرتا تھا۔ (۳۴۱)

وہ اخلاق کریمانہ کا مالک، ظاہر و باطن ایک رکھنے والا عالم اور عادل تھا اس کی سیرت اور حکومت قابل تعریف ہے۔ (۳۴۲) اس کے بعد یہ سلسلہ قرون پذیر ہوا چنانچہ عربی، فارسی، ترکی، اردو اور علاقائی زبانوں میں سینکڑوں کی تعداد میں مولود شریف پر کتابیں لکھی گئیں، جن میں طویل و مختصر ہر طرح کی تصانیف شامل ہیں۔ ان رسائل مولود کی ترتیب و تدوین کے بارے میں مولوی عبد السمیع لکھتے ہیں:

”پس اسی طرح وہ روایتیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ

شریف اور وقائع میلاد و بیان رضاعت وغیرہ کی بابت صحابہؓ میں متفرق مندرجہ تھیں، ایک وقت آیا کہ دوسری صدی ہجری کے بعد محدثین نے ان کو ایک جگہ جمع کر دیا، وہ رسالے بن گئے۔ پھر سینکڑوں رسائل میلاد تصنیف ہو گئے۔ علامہ سخاوی اور ابن حجر وغیرہ محدثین پر کسی نے شریک ہونا اس خیر میں اور جمع کر دینا اس قسم کی روایات کا الفاظ پاکیزہ اور ترکیب نفیس میں نظم اور نثر کے لحاظ سے اپنے لئے مایہ سعادت سمجھا اور پڑھے جانے لگے وہ رسائل محافل میں، پھر قاری زبان میں اور بلاد رومیہ میں ترکی زبان میں اور ہندوستان میں ہندی زبان میں ترجمہ ہو کر پڑھے جانے لگے۔ (۴۵۳)

چھٹی صدی ہجری میں مجلس میلاد کی مقبولیت کے بارے میں ڈاکٹر شمل لکھتی ہیں:

It seems, that approximately from the twelfth century onwards a new side of Muhammad - veneration became more and more popular at least

we do not yet know how long it was already in use to celebrate the maulud, the birthday of the Prophet, for which poets and mystics composed heartfelt hymns and which was, in some periods, a real popular festival with illuminations of the towns etc. The mauluds which were composed for these occasions, are still existent 122) — it is sufficient to mention the most famous example of this kind of poetry in Turkey, Suleyman Celebi's (d. 1429) maulud-i-sharif which is still living in the hearts of almost all Turks, and which is recited not only on the birthday of the Prophet on 12. Rabi I but also as a kind of Soul's Mass at the 40th day after death and at the anniversary of death. There are mauluds all over the Islamic world, and in their simple verses, their loving devotion they belong to the most touching expressions of Islamic religious life.

The maulud-i-sharif by Suleyman Celebi, written in 1409/10, has been translated into English by L. McCallum. (454)

ڈاکٹر شمل کے نزدیک شعراء و صوفیا مجالس میلاد کے لئے مولود نامے موزوں کرنے لگے تھے اور یہ

روایت بارہویں صدی عیسوی میں اسلامی مذہبی زندگی میں قوت و تاثر کے اعتبار سے دل کی گہرائیوں میں اتر رہی تھی۔ انہوں نے ترکی کے سلیمان شلبی کے مولود شریف کا بطور خاص ذکر کیا ہے جو آج تک ترکوں کے دلوں پر راج کرتا ہے اور اسے عید میلاد النبیؐ کے علاوہ چالیسویں اور سالانہ ہجری کے عام مواقع پر پڑھا جاتا ہے۔

سب سے پہلے نثری منظم (J. Spencer Trimingham) نے اپنی تصنیف *orders in Islam* The Sufi میں لکھا ہے کہ میلاد ناموں کے حدود خال سیوطیؒ کے عند تک واضح ہو گئے اور ان کی خصوصیات متعین ہو گئیں :

Mawlid recitations in the Arab world has taken thier characteristic form in the time of as-Suyuti (1445-1503) and the first, Arabic mawlid (apart from the earlier type of memorial to the Prophet like al-Busiri's Burda and Hamziyya) was Mawlid Sharaf an-Anam by Abd ar-Rahman Ibn ad-Daila az-Zabidi (1461-1537). The popularization of these recitals is comparatively late, not becoming universal until the end of the eighteenth century, and is especially characteristic of the nineteenth-century orders with their stress upon the presence of the Prophet. Many of these order-founders wrote a mawlid, but the first to achieve renown was that of al-Barzanji (d.1766). It was adopted by the older orders, the Qadiri in particular, and was a feature in their renewed popularity at the end of the eighteenth century. This has ever since been the most universally performed mawlid, most of the others being practised only within a particular order circle. Nativity recitals of this kind never became universal in the Muslim world or even the Arabic-speaking world. In the Maghrib mawlid celebrations rather take the form of qasida' recitals sung in honour of the Prophet by a special class of qasid' rlin.

On the occasion of the Prophet's nocturnal ascension (on the eve of 27 Rajab) and sometimes on other occasions the mi'raj story is recited in place of the mawlid. This is the legend according to which the Prophet on the night of his miraculous flight to Jerusalem (which has for its point of departure sura xvii. 1) on a celestial steed called Buraq, ascended through the seven heavens within a two-bows-length distance from the divine throne. The legend plays an important part in the symbolism by which Sufis describe the ascent of the soul, as, for example, in Ibn al-Arabi's *Kitab al-Isra ila' l-maqam al-asra*. Some mawlid poems, like that of Sulaiman Chelebi, also include the mi'raj. The most popular recitals are on composed by al-Barzanji and *Qissat al-mi'raj al-kubra* by Najm ad-din al-Ghaiti (d. 1576), with the *hashiya* (marginalia) of ad-Dardir (d. 1786)." (455)

یہی مصنف آگے چل کر میلاو ناموں کی متعین ہیئت اور مشترک موضوع کے بارے میں درج ذیل اظہار خیال کرتا ہے۔ اور بھلی قصوں کو بھی بیان کرتا ہے:

The mawlid follows a standard form. After introductory praises to God and an invocation, the poem begins with a description of an-Nur al-Muhammadi, the eternal principle of creation and prophetic succession, in which the Light manifested itself from Adam, through the Prophets, to the birth of Mubammad. The point in the recital when the Prophet descends is the most solemn part of the recital. At the words 'Our Prophet was born' (*wulida nabiiyyuna*) or equivalent phrase, all stand to welcome him with the words, *Marhabah, ya Mustafa* (Hail to thee, thou Chosen One), or *Ya Nabi sallim' alaik* (O Prophet, God's blessings be on thee). The poem then goes on the trace certain

aspects of the Prophet's life, with the stress on the miraculous and his virtues (manaqib). The songs which are inter-spersed between the various sections follow a liturgical pattern, invocation and response.

In Sulaiman Chelebi's meulid the solemn moment occurs at this point in Amina's recital:

Came a White Bird borne upon his wings straightway,

And with virtue stroked my back as there I lay. Then was born the Sultan of the Faith that stound, Earth and heaven shone in rarious glory drowned.

Translated by E. J. W. Gibb (op.cit.I.246), who remarks, It is when this couplet has been reached at the Mevlid meetings that the sherbet and sweets are brought in and handed round; these are presented first to the chanter, then to the assembled guests. (456)

محافل مولود اور مجلسی میلاد ناموں کا عام رواج ہو گیا اور کم و بیش تمام اسلامی ممالک میں میلاد ناموں کو فروغ حاصل ہوا اور ساتویں آٹھویں صدی ہجری میں اسلامی ممالک کے بادشاہ بڑے ترک و احتشام سے محافل میلاد منعقد کرنے لگے۔ اس طرح یہ موضوع صوفیائے حلقوں تک محدود نہ رہا اور اس کی مقبولیت عالمگیر حیثیت اختیار کر گئی۔

ابتدائی عربی کتب سیرت سے لے کر دور حاضر تک کی کتب میں آپ کی سیرت و سوانح، معجزات و تصرفات اور محلد و فضائل کا بیان موجود ہے۔ میلاد ناموں میں بھی مجلسی تقاضوں کو مد نظر رکھ کر آپ کی سیرت مبارکہ کے چند مخصوص پہلوؤں نور محمدی، ولادت مقدسہ، رضاعت، بچپن کے واقعات، معجزات اور فضائل و خصال کے بیان میں پاکیزہ و متین لب و لہجہ اختیار کیا گیا نیز شفاعت طلبی حاجت روائی اور استدعا طلبی کے مضامین کا اضافہ ہوا۔

عربی موالید کا سرسری جائزہ

عربی موالید کے اس انتہائی وسیع موضوع پر منظوم، مشور، مختصر، اوسط اور طویل بے شمار تصانیف و تالیفات ہیں۔ محافل میلاد النبی کا انعقاد عالم اسلام میں قرون اولیٰ سے چلا آ رہا ہے۔ اس جائزہ میں ان

موالید کا ذکر کیا جائے گا جن کا تعلق بحث و دلائل سے نہیں بلکہ جو تصانیف علمی دنیا میں مشہور ہیں اور محافل میلاد کا عملی ثبوت ہیں:

مولد النبیؐ

یہ عبدالرحیم بن احمد برقی یمنی کی تصنیف ہے۔ موصوف پانچویں صدی ہجری کے بزرگ تھے۔ یہ کتاب ۳۹۸ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔ (۳۵۷)

مولد العروس

یہ عبدالرحمن بن ابی الحسن قطب بہ علامہ ابن جوزیؒ (م ۵۹۷ھ) کی تصنیف ہے۔ موصوف فقہ حنبلی کے بہت بڑے امام، محدث، فقیہ، واعظ، مورخ، مفسر اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ یہ کتاب بیروت کے دارالکتب السعید نے شائع کی ہے۔ "ذکر میلاد رسولؐ" کے نام سے اس کا ترجمہ دوست محمد شاکر نے کیا ہے۔ اصل کتاب بھی ادارہ نے ساتھ شائع کر دی ہے۔ (۳۵۸) اس سے پہلے یہ کتاب ۳۰۰ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔ (۳۵۹) محدث ابن جوزیؒ کی اس موضوع پر دوسری کتاب "بیان آمید النبویؐ" ہے۔ اس کا ترجمہ علامہ غلام معین الدین نعیمیؒ نے کیا ہے۔ (۳۶۰)

التنویر فی مولود السراج المنیر

ابوالخضاب عمر بن حسن وجہ کلینی اندلسی بلنسی (م ۶۳۲ھ) نے "التنویر فی مولود السراج المنیر" مولود شریف کی کتاب لکھی۔ کئی مصنفین نے اس کا نام التنویر فی مولود البشیر والندیر لکھا ہے۔ ابن وجہ نے پہلے "مستوفی" نامی کتاب میں اسماء النبیؐ تحریر کئے اور پھر مولود شریف کی کتاب لکھی جو خراسان جاتے ہوئے اربل پہنچ کر ۶۹۳ھ میں سلطان مظفر شاہ کو پیش کی۔ سلطان نے خوش ہو کر مصنف کو ایک ہزار اشرفی یا دینار انعام دیا۔ علامہ سیوطیؒ نے "حسن المقصد فی عمل المولود" میں اس کی پوری تفصیل دی ہے اور مصنف کے حالات مولوی عبدالسمیع نے "انوار ساطعہ" میں وضاحت سے بیان کئے ہیں۔ (۳۶۱)

انوار و مفتاح السور والافکار فی مولد النبی المختار

اس کے مصنف ابوالحسن احمد بن عبداللہ ایکبری (م ۶۹۳ھ) ہیں۔ یہ کتاب اور ناموں سے بھی معروف ہے۔ بروکلین نے مصنف کے بارے میں مفصل بحث کی ہے۔ (۳۶۲)

المستفی فی مولد المصطفیؐ

سعد الدین محمد بن مسعود گازرونی (م ۷۵۸ھ) نے یہ کتاب عربی میں لکھی تھی۔ فارسی میں اس کا ترجمہ ان کے فرزند حفیف الدین گازرونی (م تقریباً ۷۹۰ھ) نے کیا۔ پھر اسی فارسی ترجمہ سے دوبارہ ترکی میں ترجمہ ہوا۔ حلی خلیفہ نے اس کے برعکس یہ لکھا ہے کہ اصل کتاب فارسی میں ہے اور فارسی سے اس

کا ترجمہ عربی میں ہوا جو صحیح نہیں ہے۔ (۳۶۳) برو کلان کے ذکر کردہ نسخوں میں اس کتاب کا ایک نسخہ ایما صوفیا میں محفوظ ہے جو ۱۸۵ اوراق پر مشتمل ہے۔ (۳۶۳)

الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ امام عماد الدین اسماعیل بن عربین کثیر (م ۷۷۷ھ) کی اس کتاب کا ایک مخطوطہ جامعہ استنبول کے کتب خانہ (عربی نمبر ۳۰۷۹) محفوظ ہے۔ یہ نسخہ ۶۷ اوراق میں ہے۔ اس کی ابتدا ذکر مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی ہے۔ (۳۶۵) علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ آپ بے شمار علوم کے حامل بہترین محدث ہوئے ہیں۔ آپ کی اس میلاد یہ کتاب کا تازہ ایڈیشن ڈاکٹر صلاح الدین المجدد کی تحقیق کے بعد بیروت سے شائع ہوا اور اس کا اردو ترجمہ افتخار احمد قادری نے کیا ہے۔ (۳۶۶) میلاد رسولؐ کا یہ مخطوطہ جامعہ مظفری دمشق کے ایک موزن کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ابن کثیر میلاد پڑھنا جائز سمجھتے تھے۔ ابن کثیر روایتوں کے بیان میں بڑے محتاط ہیں۔ انہوں نے میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق انہی احادیث و آثار پر اکتفا کیا ہے جو معتبر اور مقبول ہیں۔ (۳۶۷) اس میلاد نامہ میں نبی کریمؐ کا شجرہ مبارکہ، میر زم زم کی دریافت اور کھدائی، عبدالمطلب کی اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر، حضرت عبداللہ کی حضرت آمنہؓ سے شادی، حضرت آمنہؓ کو خواب میں بشارت، حضورؐ کا ظہور اور ولادت سے متعلق جملہ واقعات، ایوان کسریٰ میں زلزلہ، ذکر رضاء، حلیمہ سعدیہ، شق صدر، بنو سعد جنگ حنین میں، حلیمہ مبارکہ، غارات کریمہ اور اخلاق فاضلہ کو بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں حضرت ابو طالب کے میلاد یہ اشعار ہیں۔

مولود النبیؐ

سلیمان برسوی (م ۸۰۰ھ) کی تالیف ہے۔ یہ ترکی زبان میں منظوم میلاد نامہ ہے جو روم کے علاقہ کی مجالس میں پڑھا جاتا ہے۔ سلیمان برسوی، سلطان یلدرم یایزید کا امام مسجد تھا۔ جتنی شہرت اس مولود نامہ کو حاصل ہوئی ہے اور کسی کو نہیں ملی۔ بلاد رومیہ کے تمام شہروں کی مجالس و اجتماعات میلاد میں مدلول سے مقبول ہے۔ (۳۶۸)

المورد النبی فی المولد النبی

حافظ عبدالرحیم بن الحسن بن عبدالرحمن الحمیری المعروف بالخافظ عراقی (م ۸۰۸ھ) اپنے زمانے میں اپنے فن میں اپنے ہم عصر آئمہ اور علما کرام سے سبقت و فوقیت لے گئے۔ آپ کی مولقات کے ضمن میں ابن قمد اور سیوطی نے آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ متذکرہ بالا آپ کی میلاد کے موضوع پر بے مثال کتاب ہے۔ (۳۶۹)

جامع الآثار فی مولد النبی المختارؐ

حافظ محمد بن ابوبکر بن عبداللہ القیس الشافعی المعروف ابن ناصر الدین الدمشقی (م ۸۳۲ھ) آپ دمشق

کی جامع اشرفیہ کے دارالحکومت کے شیخ الحدیث مقرر و متعین ہوئے۔ شیخ ابن تیمیہ آپ کا ازحد احترام اور آپ سے انتہائی محبت رکھتا تھا۔ حاجی خلیفہ نے آپ کی چار میلاویہ کتابوں کی نشان دہی کی ہے۔ ان کی پہلی کتاب متذکرہ بالا جامع الاثار فی "مولد النبی المختار" تین جلدوں میں ہے۔ یہ مفصل و ضخیم کتاب ہے۔ دوسری کتاب المورود الصاوی فی مولد المادی ہے۔ تیسری کتاب 'الفظ الرائق فی مولد خیر المخلوق' ہے۔ یہ کتاب پہلی کی نسبت مختصر ہے اور چوتھی کتاب "تعریف بالمولد الشریف" ہے۔

الدرا المعظم فی المولد المعظم

شیخ محمد بن عثمان کی دو میلاویہ کتب ہیں۔ پہلی کتاب "الدرا المعظم فی المولد المعظم" دو جلدوں میں ہے اور دوسری کتاب "لفظ جمیل" ہے۔ ان دونوں کتابوں کی ترتیب و تدوین شیخ سید عقیف الدین محمد بن محمد عبداللہ (م ۸۵۵ھ) نے کی ہے۔ (۳۷۰) ان کے مصنف ابوالقاسم عباس بن محمد بن احمد ہیں جو ساتویں صدی کے رجال سے ہیں۔

مولود النبیؐ

حافظ محمد بن عبدالرحمن بن محمد القاہری المعروف حافظ الخاویؒ ۸۳۱ھ میں پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں ۹۰۲ھ میں وصال فرمایا۔ ابن خلد کتے ہیں کہ میں نے حافظ الخاوی کی مثل متاخرین حفاظ میں کسی شخص کو نہیں دیکھا، اسما الرجال کی معرفت راویوں کے احوال، جرح و تعدیل میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ قاضی شوکانی نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر بالفرض الضوا لامع کے علاوہ آپ کی کوئی اور کتاب نہ ہوتی تو آپ کی امامت کے لئے یہی کافی تھی۔ صاحب کشف الظنون نے میلاؤ النبیؐ کے موضوع پر آپ کی تالیف کا ذکر فرمایا ہے۔ "حافظ سخاوی نے اپنی کتاب الضوا لامع میں ایک پورے گروہ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے عربی زبان میں مولود النبیؐ لکھے ہیں۔ (۳۷۱)

مولود النبیؐ منظوم

یہ تصنیف عائشہ بنت یوسف باغونیہ دمشقیہ کی ہے جو شافعی العقیدہ بہت بڑی عالمہ اور صوفیہ تھیں۔ ۹۳۲ھ میں قاہرہ میں فوت ہوئیں۔ یہ کتاب ۱۰۳۱ھ میں دمشق سے شائع ہوئی۔ (۳۷۲)

مولود و منبجی

حافظ وجیہ الدین عبدالرحمن بن علی الیمینی الزمیدی الشافعی معروف بہ ابن ونبج، جو محرم ۸۶۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳۱ھ رجب ۹۳۲ھ جمعہ کے دن وصال فرمایا۔ حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی کتاب بہت سے علاقوں میں معروف ہے۔ (۳۷۳) موتوں ایسی خوبصورت عبارات پر مشتمل یہ فصاحت و بلاغت کا مرقع جب پڑھا جائے تو سامع اس کے ترنم سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ مولود "مختصر فی السیرۃ النبویہ" کے نام سے ۱۰۳۲ھ میں طبع ہو کر جدہ سے شائع ہوا ہے۔ غالباً سعودی عرب کے مخصوص حالات

کے پیش نظر یہ عنوان اختیار کیا گیا ہے۔ تاہم دہلی کے مولد کا ہی نام استعمال کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ بڑے سائز کے ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے جس پر تخریج کا کام ممتاز عالم دین محمد طلوی بن عباس مالکی نے کیا ہے۔ مقدمہ میں مولف کے احوال کے علاوہ ۱۱ دلائل سے محفل میلاد شریف کی شرعی حیثیت پر مختلف جہتوں سے مفصل بحث کی گئی ہے۔ (۴۷۴)

مولد الغرب

یہ منظوم مولود نامہ ۳۸ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدہ کے مصنف محمد بن محمد الدیماطی ہیں جو شیعہ غرب کے نام سے مشہور تھے۔ تحفہ الفحیحین بالصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلینؐ اور "منظومہ فی التوسل" بھی آپ کی تصانیف ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے:

وہمکہ قد کان مولدہ الذی
احیا القلوب فحب هذا مولدا
وہشان عشر من ربيع الاول
فی یوم الاثنين المفضہ ذی الجدا
ولذکر مولدہ یسین قیامنا
او بالذی احل الطوم ناکدا
وباکمل الادفاف جاء نبینا
وبدا، محفل ساجدا متعبدا
(۴۷۵)

النعمة الکبریٰ علی العالم بمولد سید آدم

یہ کتاب امام کبیر احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) کی تصنیف ہے جو بقول مصنف حفظ و اتقان سے مصنف احمد سنن و حدیث کی صحیح ترین مستند روایات کا مجموعہ ہے۔ ابن حجر موصوف نے ایک مختصر مگر جامع اور صحیح ترین روایات پر مبنی مولود نامہ مرتب کیا جسے علامہ نسائی نے جواہر البحار میں مجسم نقل کر دیا۔ (۴۷۶) اس کا نام "تحفہ الاخبار فی مولد البخاری" ہے۔ اول الذکر کا "نعت کبریٰ" کے نام سے سالک فضلی نے ۸۷ صفحات پر مشتمل ترجمہ کیا ہے اور ۱۳۹۸ھ میں سیالکوٹ سے شائع ہوا ہے۔ ثانی الذکر کی ۱۳۸۳ھ میں دمشق میں طباعت ہوئی۔

مورود الصفافی مولد المصطفیٰ

یہ ابن علان محمد علی الصدیقی المالکی مصنف الابتناج کی تصنیف ہے۔ ان کا سن وصال ۴۵۷ھ ہے۔ (۴۷۷)

المولد النبویؐ لنا لمسی

اس مولود نامہ کے مولف عارف باللہ امام شیخ عبدالغنی نابلسی (م ۱۳۳۳ھ) ہیں۔ یہ کتاب بڑی مختصر بلکہ اور جامع ہے۔ علامہ نہائی نے اسے اپنی کتاب جواہر البحار میں اس کی اہمیت کے پیش نظر نقل کر دیا ہے۔ (۳۷۸)

مولد البرزنجی نثر

مولود برزنجی کے نام سے معروف یہ شہرہ آفاق مجموعہ سید جعفر بن حسن بن عبدالکریم بن سید محمد مدنی بن عبدالرسول برزنجی شافعی کی تصنیف ہے۔ موصوف فاضل عالم اور مفتی تھے۔ مسجد نبوی شریف میں امام خطیب اور مدرس رہے۔ ۷۷۷ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔

مولود برزنجی پر شروح اور حواشی بھی لکھے گئے "الکواکب الانوار علی عقد الجواہر فی مولد النبی الاظم" نام سے شرح جعفر بن اسماعیل بن زین العابدین بن محمد الہادی کی تالیف ہے۔ مولود برزنجی میں ہر نئے واقعے کی ابتداء میں باب کے عنوان کے طور پر یہ شعر درج ہے :

عطر اللہم قبرہ الکرم
بصرف شہی من صلاہ و تسلیم

اس مولود میں نبی کریمؐ کا نسب نامہ، طہارت نسب، نور مصطفویٰؐ کی سیدہ آمنہؓ کے پاس منتقلی پر جانوروں اور جنوں کی بشارت، سیدہ آمنہؓ کا خواب، شب ولادت، حضرت آسیہؓ و مریمؓ کی آمد ایسے کئی واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

مندرجہ بالا عنوانات کے بعد ان خوارق و احوالات کا مفصل بیان ہے جن کا وقت ولادت ظہور ہوا۔ پھر رضاعت، بچپن، شوق صدر، تجارت، شادی، بعثت، دور مصائب و آلام، معراج، ہجرت، مدینہ منورہ میں تشریف آوری، حسن سیرت و حسن صورت، شرم و حیا، تواضع و انکساری اور فقر اختیار کی جیسے امور کا جامع مدلل اور مختصر بیان ہے۔ آخری تین صفحات میں اختتام مولود کی دعا ہے۔ (۳۷۹)

مولد شرف الانام

یہ مولود نامہ نظم و نثر کا حسین مرقع ہے۔ اس میں چوبیس نظمیں ہیں۔ موالید و ادعیہ میں ۷۷ (ستر) صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتدائی سات صفحات پر سلام ہے۔ پھر خطبہ اور واقعات ولادت ہیں۔ آخر میں لمبی دعا ہے۔ مصنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ سلام کے چند شعر ملاحظہ ہوں :

یا فہی سلام علیک
یا حبیب سلام علیک
یا رسول سلام علیک
یا حبيب سلام علیک

ہیں: حضورؐ مرکز ہیں، حبیب اعظم ہیں، قطب مدار ہیں، سرکنون ہیں۔ آپؐ کی حقیقت کو سمجھنا کسی کے بس میں نہیں۔ (۳۸۳)

النظم البدیع فی مولد الشفیع منظوم

یہ منظوم مولود نامہ علامہ سید یوسف بن اسماعیل نسائیؒ نے ۳۳۳ھ میں لکھا۔ آپ کتب کثیرہ کے مصنف تھے جن میں جواہر البحار، حجت اللہ علی العالمین، الانوار الحمدیہ اور جامع کرامات اولیاء شہرہ آفاق ہیں۔ نظم کے آغاز میں لفظ جاء کم رسول تا رب العرش العظیم دو آیات نکلی گئی ہیں۔ یہ نظم ۳۰ بندوں پر مشتمل ہے۔ جس آیات کے بعد ان اللہ وملتک، صلون علی النبی اور اللهم صل علی سیدنا محمد وعلی آلہ وحبہ وسلم درج ہے۔ (۳۸۴)

مولود البرزنجی منظوم

یہ مولود دراصل مولود برزنجی مشہور بن کی منظوم تلخیص ہے۔ اس کے مصنف زین العابدین بن محمد ہادی ۳۷۹ھ میں پیدا ہوئے۔ مولود برزنجی مشہور کے شارح الکوکب الانوار کے مصنف جعفر بن اسماعیل کے نسب نامہ پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ ان کے جد امجد ہیں جبکہ صاحب مولود برزنجی جعفر بن حسن ان کے جد اعلیٰ ہیں۔ منجم کی عبارت یہ ہے۔ "جعفر بن اسماعیل بن زین العابدین بن محمد ہادی بن زین بن السید جعفر مولف مولد النبی" (۳۸۵) صلوٰۃ وسلام کے مخصوص اشعار کے علاوہ بھی تقریباً ۲۰۶ اشعار ہیں۔

مولد النبیؐ

احمد بن قاسم مالک بخاری حریریؒ کی تصنیف ہے۔ ۳۹۹ھ کو مصر سے شائع ہوئی۔ (۳۸۶) اس کے علاوہ مولد النبیؐ تصنیف عبداللہ حمصی شاذلی (۳۸۷) مولد النبیؐ تالیف شیخ خالد بن والدی ۳۹۱ھ میں چھپی۔ (۳۸۸) المولد الجلیل حسن النکل الجلیل تصنیف شیخ عبداللہ بن محمد منادی شاذلی ۳۹۷ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔ (۳۸۹) مولد النبیؐ تصنیف شیخ محمد وفا سیادی (۳۹۰) مولد النبیؐ تصنیف شیخ محمود محفوظ دمشق شافعی (۳۹۱) مولد البشیر النذیر الراج النیر تصنیف ابوالوفا حسینی مطبوعہ مصر ۳۹۰ھ (۳۹۲) مولد المعطفی البدائی (منظوم) تصنیف عطیہ بن ابراہیم شیبانی ۳۹۱ھ میں چھپی (۳۹۳) نجات العبریہ فی مولد خیر البریہ تصنیف محمد الدین "صاحب قاموس" ہے۔ ابن شیخ شمس الدین حمد اللہ نے منظوم مولود النبیؐ کے علاوہ المولد الجمالی والمورد الردفانی بھی تصنیف کیا۔ مولانا حسن بھری (م ۹۹۳ھ) شیخ محمد بن حمزہ عربی الواعظ شیخ شمس الدین احمد بن محمد السیوسی نے بھی مولود لکھے ہیں۔ بکلی شیرازی اور ابو بکر وھبانی نے کئی مولود نامے لکھے ہیں۔ برہان محمد نامی نے بھی مولود لکھا ہے۔ برہان ابوالصفاء کا مولود نامہ، فتح اللہ حسینی وکفائی المولد المعطفی ہے۔ شمس دمیاطی جو ابن خلیطی کے نام سے مشہور ہے، انہوں نے منظوم میلاد نامہ لکھا ہے۔ برہان ابن یوسف ناقدی نے میلاد النبیؐ کے موضوع پر ایک طویل نظم لکھی ہے جو چار سو سے زیادہ اشعار پر

مستقل ہے۔ (۳۹۳) قطب قطبی کا اتحاد الرواہ بذکر المولد والوفاء الفخر عثمان بن محمد عثمان التوزیری کا المولد عمر بن ایوب بن عمر بن مغیرل کا الدر المنظم فی مولد النبی الکریم ابو بکر خرا نلی کا ہوا تف الحیان و عجیب ما ینکی من الکسان ابن درستیہ عبداللہ بن جعفر (م ۵۳۷) کا حدیث قس بن ساعدہ ابن ابی الدنیا ابو بکر عبداللہ بن محمد (م ۵۳۹) کا الحوائف اور محمد بن طلحہ بن الحسن النصبی کا بیان الرسول فی بیان الرسول مشہور مولید ہیں۔ محمد بن اسحاق مسیبی (م ۲۳۶) ابو الخطاب ابن دبیہ اور الصلاح الطائی بھی مشہور مولود نگار ہیں۔ نثر الدرر علی مولد ابن حجر علامہ سید احمد بن عبداللہ دمشقی (م ۵۳۲) نے علامہ ابن حجر عسقلانی کے مولود نامہ کی شرح لکھی ہے۔

نبی کریمؐ کی اس دنیا میں تشریف آوری کے وقت عربوں کی زندگی میں قبائلی عصبیت اور جاہلانہ ذہنیت مضحکہ ہو چکی تھی اور شاعری ان جذبات کو ابھارنے کا ذریعہ بنی ہوئی تھی۔ آپؐ نے ان قبائل میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کے لئے یہ محسوس کیا کہ ان شاعروں کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے جو عصبیت کا زہر پھیلاتے ہیں۔

اسلام کی دعوت عام ہونے پر آپؐ کی مخالفت میں زبانوں اور نیزوں کو استعمال کیا جانے لگا۔ سب سے پہلے اسلام کے خلاف عبداللہ بن الزہری عمرو بن العاص اور ابو سفیان نے دل خراش جھوٹے سخت القہر پہنچائی مسلمانوں میں بھی جذبہ شاعری بھڑک اٹھا اور انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ نبی کریمؐ انہیں مخالف شاعروں کے جواب میں شاعری کی اجازت دے دیں اور کچھ مدت بھی نہ گزری کہ آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا: ”جن لوگوں نے اللہ و رسولؐ کی اپنے ہتھیاروں سے مدد کی ہے ان کو کیا چیز روکے ہوئے ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے ان کی مدد نہیں کرتے۔“ (۳۹۵) آپؐ کی اجازت پا کر صحابہ کبارؓ کی ایک جماعت کفار کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئی۔ ان شعراء میں حسان بن ثابتؓ کعب بن مالکؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ قابل ذکر ہیں۔

دربار رسالت کے شعراء کفار شاعروں کی جھوٹے جواب دیتے اور اس کے ساتھ ہی نبی کریمؐ کے حسب نسب اور خاندان کی مدح بیان کرتے۔ عرب شعراء میں مدح کی ایک بڑی روایت پہلے سے موجود تھی۔ صحابہ کبارؓ نے آپؐ کے جمال ظاہری، سراپا مبارک اور معنوی اوصاف، اخلاق حسنہ، امانت و دیانت، عدل و انصاف، سخاوت و میمان نوازی، وقار و عمدہ شجاعت و دلیری اور دیگر محامد و محاسن نمایاں طور پر بیان کرنے لگے۔ ”صحابہ کبارؓ نے جمال محمدیؐ کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا تھا اس لئے انہوں نے تخیل کی رنگ آمیزی سے کام نہیں لیا اور آپؐ کے اوصاف کے بیان میں خلاف واقعہ مبالغہ آرائی نہیں کی بلکہ آپؐ کے بنو اوصاف و محاسن انہیں واضح اور حقیقی طور پر نظر آئے، انہیں سادگی سے الفاظ کا جامہ پہنا دیا۔ اس لئے ان کے مدحیہ اشعار کی سب سے نمایاں خصوصیات سادگی، حقیقت نگاری اور بے تکلفی ہے۔“ (۳۹۶)

اس لحاظ سے صحابہ کبارؓ نے اپنے قصائد میں آپؐ کی تمام ترویجی صفات بیان کیں جو قرآن نے بیان کی ہیں۔ صحابہ کبارؓ کے دور کے بعد تمام ائمہ دین اور محدثین اپنی زندگیوں میں زبانی و قلمی طور پر حضور اقدسؐ کے مبارک ذکر و ولادت سے وصال تک نظم و نثر بیان کرتے رہے۔ صحابہ کبارؓ کے دور کے

بعد موضوعات و اسالیب میں عصری تقاضوں کے تحت واضح تبدیلی آتی رہی۔ میلاد یہ منظومات اور میلاد ناموں میں عجیبی اثرات سے ملبی زبان میں بھی رہنمائی، تازک خیالی، لفظی مقلعات، آداب و الفاظ کی کثرت اور صنائع و بدائع کا استعمال داخل ہو گیا۔

بزرگان خیر القرون کو بوجہ قرب زبان نبوت احوال آنحضرتؐ سے بخوبی آگاہی تھی۔ مجلسی تقاضوں کے تحت لکھے گئے ان موالید میں سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا جاتا رہا۔ جس سے سیرت طیبہ کی اشاعت و ترویج ہوتی رہی۔ اس لحاظ سے مجالس میلاد کے تقدس و انعقاد کے بارے میں کسی اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ میلاد کی تاریخ کے آغاز سے آج تک اس کے حق میں اور رد میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں اور قوتے جاری ہوئے ہیں۔ بعض علماء نے اس کو چند شرائط سے مشروط کیا ہے۔ میلاد کی شرعی اور فقہی حیثیت سے قطع نظر سماجی حلقوں میں میلاد خوانی شروع سے مقبول چلی آ رہی ہے۔ تہذیب و تمدن اور ثقافت کے اثرات نے ہر علاقے میں مختلف انداز اختیار کر لئے۔ گرم علاقوں کی مناسبت سے شربت و شربنی مجلسی ضروریات ہیں۔ ان کو باعث نزاع بنانا حقائق سے دوگردانی کے مترادف ہے۔

فارسی میں میلاد کی روایت

ایران میں عربوں کی آمد و دور جمہای، سلمانہ، غزنویہ اور سلجوقیہ دور، حکیم کسائی، مروزی، حکیم سنائی، شیخ شہاب الدین یحییٰ سہروردی، خاقانی شروانی، نظامی گنجوی، خواجہ فرید الدین عطار، مولانا جلال الدین رومی، سعدی شیرازی، اوسدی مراغی، مرزا حبیب اللہ قاضی، سروش اصفہانی، بہار خراسانی، فارسی میں چند میلادیہ کتب کے مخطوطات کا جائزہ، برصغیر میں فارسی میلاد ناموں کی روایت۔

نبی کریمؐ کی ہجرت سے اکیس سال بعد ایرانیوں اور عربوں میں نمائند کے مقام پر جنگ ہوئی۔ اس میں ساسانی بادشاہ یزدگرد سوم کی شکست کے بعد ایران کی سلطنت عربوں کے تابع ہو گئی اور دو سو سال تک عرب ایران پر حکمرانی کرتے رہے۔ اس طویل عرصہ میں عربوں کے علمی و ادبی اور مذہبی و ثقافتی اثرات ایرانیوں کی روح کی گہرائیوں تک سرایت کر گئے۔ اور اس دور میں عربی زبان و ادب نے ایران میں ایسا فروغ پایا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے۔ ایرانی علماء نے عربی زبان میں اشعار کہے اور دور اول میں تو عربی شعروں کا نقلی ترجمہ بھی فارسی میں کرنے لگے۔ ان دور رس اثرات کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی یہ توجیہ بیان کرتے ہیں کہ ”دراصل مسلمانوں نے تھوڑے عرصہ میں ہی اپنے خاص علوم و فنون اور ادب و انشاء کا سرمایہ اس قدر وسیع کر لیا تھا اور ہر شاخ میں جدت و اختراع کر کے ایسی بلندی حاصل کر لی تھی کہ اس کے سامنے تمام قوموں کو اپنا قدیم لٹریچر اور بے وقعت نظر آتا تھا۔“ (۳۹۷) اس لحاظ سے ایران میں عربی تمدن اور زبان و بیان کی ترویج بلا جبر و اکراہ ہوئی۔ اسلام کی سچائی، اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت ان لوگوں کے دلوں میں رائج ہو گئی۔ اور بقول ڈاکٹر رضا زادہ شفق ”ادبیات ایران کی پوری تاریخ میں صرف عربی زبان ہی دینی و علمی زبان رہی ہے اور ایران میں اسلام کی ابتدا سے لے کر آج تک علماء و فضلاء نے حکمت، علوم، نجوم، طب، ریاضی، طبیعیات وغیرہ پر اپنی اہم تصانیف عربی میں لکھی ہیں اور فارسی کی طرف کم توجہ دی ہے۔“ (۳۹۸) عربوں کے زبان و ادب اور عقائد و اعمال کے نتیجے میں ایرانی بھی حمد و مناجات نعت و میلاد اور چند و صحبت کی تبلیغ و تشریح پر مائل ہوئے۔

جمہای دور فارسی نظم و نثر کے لئے حیات نو کا پیامبر ثابت ہوا۔ سلمانی دور حکومت (۲۷۹-۳۸۹ھ) میں بخارا کو مشہور و معروف ادباء و شعراء نے علمی و ادبی مرکز بنایا۔ اس تمدنی احیاء سے فارسی شاعری اور نثر کا آغاز ہوا۔ عربی سے فارسی قصیدے میں جو شعری روایات داخل ہوئیں۔ ان میں میلاد و نعت اور درد و سلام کی روایت بھی تھی۔ اس طرح سے عجی لہجے میں تجازی لے شامل ہوئی تو درد و سلام کا ایک منفرد اسلوب سامنے آیا۔ اس استخراج سے مذہبی روایات کے دور رس اور گہرے نقوش و اثرات مرتب ہوئے۔ فارسی زبان میں عربی زبان کے نتیجے میں نثری موالید مرتب کئے گئے اور برگزیدہ شعراء نے نعت رسول مقبولؐ

لکھ کر ایسے گہمائے عقیدت پھلور گئے ہیں جنہیں پڑھ کر ہماری روح وجد کرنے لگتی ہے۔
 سلمانیہ، غزنویہ اور سلجوقیہ دور کے فارسی شعراء میں رود کی، کسائی مروزی، و قیسی، اسدی طوسی،
 غصری، فرخی، فردوسی، منوچھری، ابو سعید ابوالخیر، خیام، ناصر خسرو، فخر الدین گرجانی، حکیم سنائی، خاقانی، جمال
 الدین اسماعیلی اور نظامی گنجوی زیادہ مشہور ہیں۔ ان ادوار کے شعراء کی فارسی نظم و نثر کی بڑی خصوصیت
 سادگی اور روانی ہے۔ حکیمانہ، صوفیانہ اور دینی موضوعات پر قطعات لکھے جاتے تھے۔ ان ادوار کے شعراء کا
 کلام ایک ہی طرز کا تھا۔ شعراء کے کلیات و دواوین میں حمد و مدح رسول کے اشعار کا التزام نظر آتا ہے۔
 برکت طلبی اور خیر جوئی کے جذبہ کے تحت نور محمدی، میلاد النبی، معراج نبوی، نبی کریم کے عہد و محاسن
 جیلہ کے بارے میں نعتیہ اشعار میں اشارات ملتے ہیں۔ ان کے ہاں باقاعدہ میلادیہ شاعری کی روایت نہیں
 ملتی۔ دراصل دربار سے وابستگی اور دنیا سے بہت زیادہ تعلق نے انہیں اس طرف آنے کی مہلت ہی نہیں
 دی۔ سونے چاندی کے سکوں کی جھکاک اس راستے میں ان کی راہ کا کٹکٹا بنی رہی۔

حکیم کسائی مروزی چوتھی صدی ہجری کا مشہور شاعر ہے، اس نے دینی قصائد اور حکیمانہ اشعار لکھے۔
 اس کی شاعری سے متاثر ہو کر ناصر خسرو (م ۳۸۸ھ) اور فخر الدین گرجانی (م بحودہ ۳۵۰ھ) نے دینی
 موضوعات پر اشعار لکھے۔ فردوسی (م ۴۱۱ھ) کے شاہنامہ میں ”مدح رسول و اصحاب او“ کے عنوان سے
 صرف چند اشعار ملتے ہیں اور شاہنامہ میں چند دیگر مقامات پر بھی مدح رسالت ماب کے اشعار موجود ہیں۔
 فخر الدین گرجانی نے نبی کریم کے زمانہ ولادت اور بچپن کے احوال اور تہذیبی و معاشرتی ماحول کو بیان کیا
 ہے۔ اس نے اپنی مشہور دیس و رامین میں فضائل نبوی، منصب نبوت اور بخت رسالت کے فیضان کو
 بڑے موثر انداز میں بیان کیا ہے۔ اس ابتدائی دور کی سب سے بڑی خوبی سادگی و بے تکلفی ہے جس میں
 ناقابل قسم استعارات اور غیر مانوس تشبیہات کے استعمال سے گریز کیا گیا۔ ابو سعید ابوالخیر (م ۳۲۰ھ) کی
 رباعی دیکھئے اس میں سادگی سے مدح رسول بیان کی گئی ہے۔

خداوند! گہوانی بلارا

اے آفت گہلدار تو مارا

بجی آں دو گیسوئے محمدؐ

زوں گرواں زہرستان مارا

(۳۹۹)

حکیم سنائی (م ۵۳۵ھ) نے اپنی مشہوریں میں عرفان و حکمت اور پیغام رسالت کے موضوع بنایا ہے۔
 ان کی مشہوریں حلقہ حقیقت، طریق تحقیق اور سیر الہیاد میں اندر برایت کمال نبوت، اندر کرامت نبوت،
 در صفت معراج، ذکر تحفیل پیغمبر علیہ السلام بر سائر انبیاء، در تفسیر وہا و سلوک الارحمتہ للخالقین، اندر
 درود داؤد براؤ آل او صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ میں مستقل عنوانات کے تحت آپ کی سیرت مقدسہ کو بیان
 کیا ہے۔ نبی کریم کی شان میں سنائی کے قصائد فنی و معنوی محاسن کے علاوہ جوش و اخلاص کے حامل ہیں۔
 ان کے کلام کی صوفیانہ گہرائی اور حکیمانہ انداز و الفاظ احسانات کی راہ سے جلوہ گر ہو کر کیف و مستی کی

کیفیت پیدا کرتا ہے۔

آمد اندر جہان جاں ہر کس
جان چاہا محمد آمد و میں
شرع او را فلک مسلم کرو
خانہ پیام چرخ اعظم کرو
سنائی کے معراج نامہ ”در صفت معراجش“ کی ابتداء اس شعر سے ہوتی ہے۔
بر نمود زہر تاج قدم
پائے بر فرق عالم و آدم

شیخ شہاب الدین یحییٰ سروردی (م ۵۸۹ھ)

شیخ شہاب الدین یحییٰ سروردی نے مونس العشاق میں ۳۶ اشعار پر مشتمل معراج نامہ بعنوان ”فی معراج النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام“ لکھا ہے۔
اس معراج نامہ سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

چوں طرف نگاہ پوشکستی
برآین براق بونقستی
بر سمت سما روان حشمتی
وز جنس بشر یگانہ حشمتی
وز پایہ اولین معراج
عطین تو گشت عرش را تاج
مانند سپاہ آسمانہ
یک یک ز تو باز اور نکانہ
تاہم تو خالق شد ز کونین
وا ہدی تو بخت تاب قوسین
ہفتاد ہزار سالہ رہ بیش
از روح امیں شدی قرائش
در خلوت خاص قدس اعظم
از وحدت سرمدی نفی دم
(۵۰۰)

خاقانی شروانی (م ۵۹۵ھ)

خاقانی کو فارسی قصیدہ گوئی کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ خاقانی نے عربی زبان ”اسلامی تاریخ اور علم الہیات کا

سکرا مطالعہ کیا تھا جس کی بدولت وہ مختلف علوم کی اصطلاحیں اور تسمیحات بے تکلفی سے لاتا ہے۔ تحصیل کی بلندی پروازی نے خاقانی کے کلام کو نہایت دشوار اور عمیر القلم بنا دیا ہے۔ ان کے نعتیہ قصائد میں زور بیاں، رفعت، تعمیل، جوش، عقیدت اور رنگ، متانت نے مل کر نعت کے اسالیب میں ایک خوشگوار اضافہ کیا ہے۔ روضہ اقدس کے مواجد میں شاعر کھڑا ہے۔ حسان عجم کے ذوق و شوق اور وابستگی و شینگی کی اس وقت کیا کیفیت ہو گی۔

در بزم وصال تو بہ ہنگام تماشا
نظارہ ز جنین مرگان گد واد
غیرت از خود بہ بزم روئے تو دیدن ندھم
گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندھم
مصطفیٰ پیش خلائق گھنہ خوان کرم
کہ مگس ران وے از شہر عتقا نبھند
مصطفیٰ حاضر و حسان عجم مدح سرا
پیش سرخ نمش طوطی گویا نبھند
(۵۰۱)

خاقانی کے بچپن نے انہیں حسان عجم کا لقب دیا تھا اور خود خاقانی اپنے لئے یہی لقب استعمال کرتا ہے۔ خاقانی کے قصائد حضورؐ کی مدح میں طویل اور موثر ہیں۔ ان کے ایک قصیدے کا میلاد یہ شعر ہے:

آرخ شرف آسمان راست
از روز ولادت تو برخاست

نظامی گنجوی (م ۵۹۹ھ)

پنج سنج یا خس نظامی کے نام سے معروف پانچ مثنویاں فارسی ادب میں ان کی غیر فانی شہرت کا باعث ہیں۔ معراج نامہ لکھنے میں انہیں امتیازی خصوصیت حاصل ہے۔ مثنوی لیلیٰ مجنوں میں معراج خلیفہ کے عنوان سے معراج نامہ کی درج ذیل شعر سے ابتداء ہوتی ہے:

ای نقش تو معراج معانی
معراج تو نقل آسانی

(۵۰۲)

معراج النبیؐ کا بیان نظامی سے شروع ہوا اور بعد کے شعراء نے انہی کی تقلید میں معراج نامہ لکھنے شروع کئے۔ نظامی ایسے الفاظ، تراکیب اور تشبیہات استعمال کرتے ہیں جن سے بیان باعظمت اور پر شکوہ ہو

جاتا ہے حضورؐ کی مدح میں جذب و کیف کی خوبی اور تمایاں ہو جاتی ہے۔

محمد کافریش بہت خاکش

ہزاراں آفریں بر جان پاکش

چراغ افروز چشم اعلیٰ نیش

طراز کارگاہ آفریش

سر و سرہنگ میدان وفا را

سپہ سالار و سرخیل انبیاء را

ہتھیاں را نوازش در نمیش

از آنجا نام شد در شمش

(۵۰۳)

ہندی دسوزی سے رسالتِ آپؐ کے حضور استہدائے کی درخواست کرتے ہیں:

بخدمت کدہ ام بسیار تقصیر

چہ تدبیر اے نبی اللہ چہ تدبیر

کنم درخواستے زان روضہ پاک

کہ یک خواہش کنی درکار این خاک

بر آری دست ازاں ہندو بمانی

نمائے دست ہندو آنگہ کہ دانی

کاشی بر تھائی کار بکشاے

و نفس کافرش زناں بکشاے

اگرچہ جرم او کدہ گراں است

ترا دریائے رحمت بیکراں است

(۵۰۴)

عربی کے الفاظ و ترکیب اور علمی و مذہبی اصطلاحیں نظم و نثر میں سلجوقی دور کے آخر سے بار پائے گئیں۔ فارسی شاعری کے سبک میں واضح تبدیلی شروع ہو گئی اور انوری و خاقانی کے اشعار میں اس کے آثار نمودار ہونے لگے۔

دور مغول چنگیز خان کے تسلط سے تیمور کی تخت نشینی (۱۳۸۱ء-۱۳۹۸ء) تک پھیلا ہوا ہے۔ اس دور میں عطارؒ، رومیؒ، سعدیؒ، اوحید الدین کرمانیؒ، اوحیدی مراغیؒ، سلمان ساوجیؒ، خواجہ کرمانیؒ، حافظ شیرازیؒ اور مولانا عبد الرحمن جامیؒ جیسے نامی گرامی شاعر ظہور پذیر ہوئے۔ ان شعراء کی بدولت اس دور کو لازوال شہرت نصیب ہوئی۔ اس دور میں فارسی زبان ہندوستان میں مغلیہ سلاطین کے زیر اثر رائج ہو گئی۔ اسی عہد کے بعد ہندوستان میں فارسی زبان کے مشہور شعراء خسرو، فیضی، تلوری اور عربی شیرازی نے شہرت حاصل کی۔

اس دور کے شعراء نے تصوف کے عظیم المثال نمونے پیدا کئے۔ اس مسلک کی ترویج میں مظلوم کا قلم، ستم اور لوٹ مار و غارتگری بھی شامل ہے کہ جس سے ایران کے دانشور و تپائے خارج سے دل شکست ہو کر عالم و اعلیٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ طویل جملے، منطقی ترکیبیں، ٹھنڈے استعارے اور عربی جملے کثرت سے استعمال کئے جانے لگے اور اس دور میں تصنع اور تکلف زیادہ ہونے لگے۔ صوفیانہ شاعری نے زور پکڑا۔ عطار، رومی، سعدی، اور جامی نے عشق و محبت و راسخاں کے مضامین کو زیادہ نازک، زیادہ پر شوکت اور زیادہ شیریں انداز میں بیان کیا۔ خواجہ فرید الدین عطار (م ۷۳۳ھ) نے متعدد مثنویاں لکھیں۔ ان میں منطق الطیر بہت زیادہ مشہور ہے۔ عطار کی طبیعت میں روانی اور فکر میں جولانی تھی۔ ان کی شاعری تمام تر وحدۃ الوجود کی سرمستی سے لبریز ہے۔ مثنویات و قصائد میں نبی کریمؐ کی سیرت و فضائل کو و پذیر انداز میں بیان کیا ہے۔ منطق الطیر میں نور محمدیؐ کو نہایت شرح و بسط سے صوفیانہ انداز میں واضح کیا ہے۔

خواجہ دنیا و دیں سنج وفا

صدر و بدر ہر دو عالم مصطفیٰ

صاحب معراج و صدر کائنات

سایہ حق خواجہ خورشید ذات

خواجہ کز ہر چہ گویم بیش بود

در ہمہ چیز از ہمہ در پیش بود

بچو خشم آمد از بحر خود

خلق عالم را فیض در وجود

نور او مقصود مخلوقات بود

اصل معدومات و موجودات بود

آفرینش را جز او مقصود نیست

پاک و امن تر از موجود نیست

آنچه اول شد پدید از جیب غیب

بود نور پاک او بے یقین ریب

چوں طفیل نور او آمد امم

سوئے کل مبعوث ازاں شد لاجرم

(۵۰۵)

شفاعت طلبی کے بیان میں صداقت و خلوص، ترب اور گداز کی کیفیت نمایاں ہے۔

یا رسول اللہ بے در ماندہ ام

باد برکف، خاک بر سر ماندہ ام

بیکساں را کس توانی در ہر نفس

من عذارم در دو عالم بجز تو کس
 یک نظر سوسے من غوارہ کن
 چارہ کار من بچارہ کن
 (۵۰۶)

پند نامہ کے اشعار سب ممتنع کا عمدہ نمونہ ہیں۔ سادہ انداز میں جذبے کا بھرپور اظہار ہے۔ صداقت، خلوص اور حضور سے بے پناہ محبت و عقیدت بھی مودود ہے۔

سید الکونین ختم المرسلین
 آخر آمد بود فقر الاولین
 آنکہ آمد نہ فلک معراج او
 انبیاء و اولیاء محتاج او
 (۵۰۷)

مولانا جلال الدین رومیؒ (م ۶۷۲ھ)

ان کی مثنوی معنوی صوفیانہ افکار کا گراں بہا خزانہ ہے۔ اس میں چھ دفتر ہیں اور اشعار کی تعداد چھیس ہزار ہے۔ اس شروع آفاق مثنوی کو ”ہست قرآن و زبان پسندی“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ رومیؒ نے حقیقت و حقیقت محمدیؐ کو یکسانہ و عارفانہ تمثیلات سے واضح کیا ہے۔ مثنوی میں جا بجا آپؐ کی سیرت کو بیان کیا گیا ہے۔ اس بیان میں قرآن و حدیث کے حوالے وضاحت کے لئے استعمال کئے ہیں۔

سید و سرور محمدؐ نور جاں
 بہتر و مہتر شفیع بحر جاں
 آل چنان گشت پر از اجل حق
 کہ در وہم رہ نیابد آل حق
 زان محمدؐ شافع ہر دارغ بود
 کہ ز سرمہ چشم او ما زارغ بود
 از الم شرح دو چشمش سرمہ یافت
 دید آنچہ جبرئیل آل بر نہ یافت
 (۵۰۸)

نور محمدیؐ کے بیان میں ایسی والہانہ شہینگی کا اظہار ہے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شاعر عالم وجد میں رقص کر رہا ہو:

نور احمد باعث آفاق شد
 نور احمد شورش عشاق شد

گر نبوی نور احمد در جہاں
کے شدے پیدا زمین و آسمان
اوست ایچلو جہاں را واسطہ
درمیان خلق و خالق واسطہ
صد کتاب و صد ورق در تار کن
روئے دل را جانب آں یار کن

سہدی شیرازی (م ۱۶۹۰ھ)

سہدی شیرازی کی تصانیف میں مشہور بوستان اور گلستان (نثر) قصائد اور غزلیات ہیں۔ انہوں نے مدحت خیر الانام میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی ان کے دوسرے کلام کی طرح لطافت و ملاحت سے بھرپور ہے۔ سہدی کے درج ذیل چار مصرعے فارسی میں نہیں بلکہ عربی میں ہیں لیکن اردو خواں طبقہ میں درود شریف کی طرح زبان زد خلایق ہو گئے ہیں۔ فصاحت و بلاغت کے ساتھ ان میں ایسی سادگی ہے کہ عربی، فارسی اور اردو خواں سبھی ان کو سمجھ لیتے ہیں۔

بلخ	العلی	بکمالہ
حسنت	جمع	کشف
	فصلہ	الدینی
	صلو	بکمالہ
	علیہ	وآلہ
		(۵۰۹)

بوستان کے اشعار حسن بیاں اور حسن عقیدت میں بے مثال ہیں۔

کریم	الہیایا	جمیل	اشم
امام	رسل	پیشوائے	سبیل
	امین	خدا	حبیب
	شفیع	الوری	خواجہ
		بشت	و نشر
	امام	الہدی	صدر
		دیوان	حشر
			(۵۱۰)

اوحدی مراغی (م ۱۳۸۷ھ)

اوحدی مراغی کے نعت و میلاد کے اشعار آنحضرتؐ سے وابستگی و شیعہ کے ترجمان ہیں۔ معراج کے بارے میں بھی انہوں نے اشعار لکھے ہیں۔ یہ شعر دیکھئے:

برسر او ز نیک نامی تاج

ہمہ شب ہائے او شب معراج

مولانا عبد الرحمن جامی (م ۷۹۸ھ)

مولانا عبد الرحمن جامی کی شاعری میں جذب و کیف، قدسیت و جاں سپاری اور والہانہ عشق و محبت حسب رسول کا آئینہ دار ہے۔ شوق دیدار اور روضہ رسول کی زیارت کی خواہش جذبات میں شدت کا انداز اختیار کرتی ہے۔

نہما جانب بطحا گذر کن

ز احوال محمد را خبر کن

مشق تخلص الاحرار میں معراج نامہ شامل ہے۔ اس کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے۔

کے شے از صبح دل افروز تر

وڑ شب و روز ہمہ فیروز تر

امام یو میری کے قصیدہ مدح کا مضمون ترجمہ بھی ان کی عقیدت و وابستگی کا مظہر ہے۔ حضور سے عقیدت و تعلق نے ان کے کلام میں گداز کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ ان کے یہ اشعار ہر کہ و مدہ کی زبان پر ہیں۔

یا شفیع المذنبین بار گنہ آورده ام

بددت ایں بار با پشت دو تہ آورده ام

چشم رحمت بکشا موئے سفید من مگر

گرچہ از شرم رنگی روئے سیاہ آورده ام

جامی کے کلام میں حاضری روضہ رسول کی شدید تڑپ اور مدینہ سے دوری شدت اختیار کر کے باقاعدہ ایک موضوع بن جاتی ہے۔

مانیم کہ چوں لالہ صحرائے مدینہ

داریم بدل داغ تمنائی مدینہ

(۵۱۱)

کے بود یارب کہ دو در یثرب و بطحا کنم

کہ یہ مکہ منزل و گمہ در مدینہ جا کنم

(۵۱۲)

دور مغویہ و افشاریہ میں فغانی شیرازی، محتشم کاشانی، فیضی، عرفی، نظیری، طالب آملی، صاحب تبریزی، ابو طالب کلیم، فتح علی مبارک، مرزا قاضی، سروش اصفہانی اور یحیٰی نے میلادِ نبوی و معراجیہ اشعار لکھ کر اس روایت کو

آگے بڑھایا ہے۔ اس دور کے شعراء نے منافع لفظی و معنی کا استعمال تمثیل نگاری اور باریک بینی کی امتیازی شان شعر و سخن میں پیدا کی۔ مثنویوں کے دور میں مرثیے، مناقب، آنر اور شیعہ عقائد کو فروغ ہوا۔ زندیوں کی حکومت کی ابتداء کے بعد سے ایک نئی ادبی تحریک شروع ہوئی۔ قاتنی اور سروش جیسے شعراء نے قدام کی طرز کو پھر زندہ کیا۔

مرزا حبیب اللہ قاتنی (م ۱۲۷۰ھ)

مرزا حبیب اللہ قاتنی واقعات کی تصویر کشی، حراقات کی کثرت، تشبیہات و استعارات کی جدت، کلام کی روانی، الفاظ پر قدرت، زور پیاں اور موسیقیت میں اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ ایک قصیدے میں معراج کی تفصیل بیان کی ہے۔ حضرت جبرئیلؑ کا آنا، حضورؐ کو ہمراہ لے جانا، سدہ پر جبرئیلؑ کا رک جانا، استحضار کتنا کہ اگر میں ایک قدم یوحناؤں تو جل کر خاک ہو جاؤں اس کے بعد آپؐ کا قرب الہی کے اعلیٰ درجات پر فائز ہونا نہایت صفائی اور روانی سے بیان کیا ہے۔ اس کا مطلع یہ ہے:

شے ہوشی از آفتاب روشن تر
سہل و پروں تہ بندہ اندرینا منظر

آپؐ کے محاسن کو کس خوبی سے بیان کیا ہے:

نفس	بسیط	عقل	مجرب	روان	صرف
مصباح	فیض	داع	رواں	روح	التیقا
صدوق	لوح	معنی	نون	منظر	قلم
نور	ادل	چراغ	ابد	مشعل	بقا

سروش اصفہانی (م ۱۲۸۵ھ)

سروش اصفہانی کے میلاد یہ کلام میں حقیقت و محبت کی فضا ان کے سارے کلام پر محیط ہے۔ "شعر المناقب" ان کا مجموعہ قصائد ہے۔ اس میں نبی کریمؐ اور خاندان نبوت کے بارے میں میلاد یہ و مدحہ قصائد ہیں۔ ان کے میلاد یہ قصائد میں "در تہنیت ولادت باسعادت حضرت جعفرؑ" (۵۱۳)، "در تہنیت عید مولود جناب ختمی مرتبت مآب" (۵۱۳)، "در تہنیت عید مولود پیغمبر اکرمؐ" (۵۱۵) اور "در تہنیت مولود مسیح" حضرت خاتم النبیینؑ (۵۱۱) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پہلے میلاد یہ قصیدہ کا آخری شعر ہے:

خواندند بہ نام آل ہمد را قصر ولادت
بازمنت و بازور و ہر آئینہ بسیار

چوتھے قصیدہ کا ایک شعر ہے:

خلاصہ ہمد اسکان محمد بخار

کہ بہت حب دی و آل عروۃ الوثقی

مروث اصفہانی پہلا شاعر ہے جس نے رسالتِ نبیؐ کی ولادت باسعادت کے موضوع پر چار قصائد لکھے۔

ہمارا خراسانی

ہمارا خراسانی کا میلاد یہ قصیدہ بہت مشہور ہوا جو انہوں نے میلاد النبیؐ سال ۳۸۲ ہجری کے موقع پر شہر میں آستانہ قدس پر پڑھا۔ (۵۱۷) محمد صادق اویس فرہانی (م ۱۳۳۶ھ) کا میلاد یہ قصیدہ ”در تنبیت ولادت حضرت خاتم الانبیاءؐ“ میں خلوص و عقیدت کی شدت نمایاں ہے۔
دورِ حاضر میں میلاد و سیرت پر چند اہم فارسی کتب درج ذیل ہیں :

بازرگانی محمد (علی رضا رحمان) ”بیامبر“ (آقائے دین العابدین) حیات فخر کائنات (سید علی رضا زادہ) زندگانی محمد (ابو قاسم پابندہ) زندگانی پیوشوائے اسلام (عماد الدین اصفہانی) ”کتب الہادی“ (مرزا ہادی نوری زندرانی)۔

فارسی شعر و ادب میں آپؐ کی سیرت و معجزات اور خصائل و فضائل کا بیان ہر دور کے شعراء کے پیش نظر رہا اور اکثر و بیشتر مشنریوں میں ”معراج“ کا ایک علیحدہ اور مستقل باب موجود ہے۔ عینہ منورہ سے دوری کے سبب زیارتِ روضہ رسولؐ کی خواہش اور تڑپ کا اظہار اکثر شعراء کے کلام میں موجود ہے۔
فارسی میں چند میلاد یہ کتب کے مخطوطات کا جائزہ۔

فارسی میں میلاد ناموں اور مظلوم سیرتوں کے علاوہ دیگر مثنویاں بھی لکھی گئی ہیں۔ جن میں میلاد کے علاوہ دیگر اجزائے سیرت کا بیان ہوتا ہے۔ میلاد ناموں کی اسی قبیل کی منظومات سے متعلق ان مخطوطات کے تذکرہ سے قدم روایت کی نشان دہی ہوتی ہے۔

رسالہ در بیان معراج میں معراج النبیؐ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مصنف شاہِ نعمت اللہ دہلی کہانی (۷۳۰-۸۳۳ھ) ہیں۔ (۵۱۸)

شق القمر اس رسالہ میں محدثین، مقلدین و دیگر علماء محققین، صوفیاء اہل شہود کے دلائل کے مطابق آپؐ کے معجزہ شق القمر کو بیان کیا گیا ہے۔ اسے صاین الدین ترکہ بخندی اصفہانی، علی بن محمد (م ۸۳۵ھ) نے لکھا۔ (۵۱۹)

صلوات بر رسولؐ رختِ العلوات میں نبی کریمؐ پر درود و سلام بھیجنے کی فضیلت، درود بھیجنے کے مواقع اور درود و سلام کے فضائل پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب بقول مصنف مستند احادیث و روایات سے استفادہ کر کے مرتب کی گئی ہے اس کے مصنف کمال الدین حسین بن علی سبزواری کاشفی بمبئی (م ۹۱۰ھ) ہیں۔ (۵۲۰)

روشت الاحباب فی سیرۃ النبیؐ والال والاصحاب (جمال الدین عطا اللہ بن فضل اللہ شیرازی (م ۹۶۶ھ)

نے لکھی ہے۔ اس کا مخطوطہ قوی عجائب گھر کراچی میں موجود ہے۔ (۵۲۱)
 معراج نامہ مولفہ ابو علی سینا (۳۸۷-۴۰۳ھ) مطبوعہ ملتان ہے۔ (۵۲۲)
 صحیفۃ المستنیر و منہاج البقیین، نسب و احوال والدین نبی کریمؐ کے بارے میں محمد رضی بن ملا نصر بن محمد
 تقی مجلسی (۱۲۶۳-۱۲۷۳ھ) نے لکھی ہے۔ اس کا مخطوطہ کراچی عجائب گھر میں موجود ہے۔ (۵۲۳)
 وصیت نامہ پیغمبرؐ (وصایای اخلاقیہ بہ حضرت علیؑ) میں بطور وصیت جو ارشادات نبی کریمؐ نے حضرت علی
 المرتضیٰؑ کو فرمائے۔ ان کی تفصیل دی گئی ہے۔ یہ کتاب محمد خلیل بن عبد رسول اندجانی (م ۱۳۳۸ھ) نے
 مرتب کی ہے۔ (۵۲۴) شرح قصیدہ بانہ سعادت متن عربی از کتب بن زبیرؒ (م ۱۳۶۶ھ) اور شرح قصیدہ برہ از
 ابو عبد اللہ محمد بن سعید بن حماد ابو صیریؒ (م ۶۹۷ھ) کے مخطوطات بھی ملتے ہیں۔ (۵۲۵)
 سیرت النبیؐ میر عبد العاقل بن علی بن الحسن الحسینی نے ۱۳۳۰ھ میں لکھی تھی۔ اس زمانے میں
 خراسان اور دہلی کے لشکروں نے سمرات کی طرف رجوع کیا تھا۔ اس کا گیارہویں صدی ہجری کا مخطوطہ
 پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ (۵۲۶)

برصغیر پاک و ہند میں فارسی میلاد نگاری کا سرسری جائزہ

مغول اور تیموری سلاطین کے اثر سے ہندوستان میں فارسی زبان رائج ہو گئی فارسی زبان میں لکھنے
 والے مصنف اور شاعر پیدا ہوئے۔ تیموری النسل بادشاہ کے جانشینوں کے عہد میں ہندوستان فارسی ترجموں
 اور تالیفوں کا مرکز بن گیا۔ اسی دور سے میلاد و معراج نبویؐ اور سیرت و شامائل کے موضوع پر شعری و نثری
 نمونے ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے شعراء میں مسعود سعد سلمان، ابو علی قلندر، امیر خسرو،
 حسن دہلوی، میر خان، محمد جمال الدین عرفی شیرازی، فیضی فیاضی، نظیری نیشاپوری، نور الدین تلمبوری، طالب
 آملی، قدسی مشہدی، ابو طالب کلیم، سرمد، غنی کاشمیری، نفیس سنجابی، ناصر علی سرہندی، مرزا عبدالقادر بیدل،
 نور العین واقف بٹالوی، اسد اللہ خان غالب، مولانا غلام قادر گرامی، علامہ محمد اقبال، میر قمر الدین منت، مرزا
 جان جاناں مظہر، سودا، درد، قلیل، انشاء، مومن، بہادر شاہ ظفر، میر نظام علی آزاد، بکراوی، اور شاہ ولی اللہ
 وغیرہ کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (۵۲۷) مختلف روحانی سلاسل کے صوفیاء و فقہاء ان کے علاوہ ہیں۔
 جنہوں نے دینی خدمات کی وجہ سے مقبولیت اور شہرت حاصل کی۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ (م ۶۳۷ھ)

خواجہ معین الدین چشتیؒ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی ہیں۔ خواجہ ہند الوطنی نے ہندوستان کے
 حکمت کردہ میں نور محمدیؒ سے چراغان کا آغاز کیا اور لاکھوں نفوس ان کے دست حق پرست پر شرف بہ
 اسلام ہوئے۔ آپ کے ہندو مواعظ کے علاوہ شعری تخلیقات کے بیش بہا جواہر بھی آپ کی یادگار ہیں:

درجاں چو کردل جانان ما محمدؐ
 صد در کشادہ در دل از جان ما محمدؐ

مستغرق گناہیم ہر چند عذر خواہیم
پشمرہ چوں گیاہیم باران ما محمدؐ
از آب و گل سرو دے واز جان و دل درودے
تا شنود بہ شرب افغان ما محمدؐ

قطب الدین بختیار کاکیؒ (م ۶۳۳ھ)

قطب الدین بختیار کاکیؒ کا تعلق سلسلہ چشتیہ کے اولیائے کرام کے اس طائفہ سے ہے جنہوں نے ان کثرت سینے شمع ایمان سے منور کئے۔ آپ کے کلام میں حضورؐ کی عظمت اور دوسرے انبیاء پر برتری کے علاوہ حضورؐ کے معجزات کی طرف اشارات ہیں:

گرچہ بصورت آدمی بعد از ہمہ چہیراں
امام بہ معنی بودہ ای سرخیل جملہ انبیاء
ہرگز نہ خواندی یک ورق غلتے گرفت از توسیق
انگشت مہ را کرد شق اسے خواجہ معجزنا

امیر خسروؒ (م ۷۲۵ھ)

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ ان کے کلام میں دیگر فنی محاسن کے ساتھ سرتیلا کیف و غنائیت موجزن ہے۔ خسروؒ کے کلام کی مقبولیت اور اثر انگیزی کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

”یہ نعتیہ غزلیں جب کوئی معنی مستانہ وار پڑھتا ہے تو سننے والوں کے دل سینے سے باہر آنے لگتے ہیں۔ وجدان کیف و نشاط کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ روح رُپ الہی ہے۔“ (۵۲۸)

اسے چہو زیبائے تورشک بیان آذری
ہر چند وصفت می کنم در حسن ازاں نیابتری

مثنوی ”مطلع انوار“ میں میلاد و معراج کے بیان میں خسروؒ نے جدت پسندی سے نئے نئے مضامین پیدا کئے ہیں۔

جمال الدین محمد عریؒ (م ۹۹۹ھ)

عریؒ کی میلاد یہ منظومات میں بلندی مضامین ”شوکت الفاظ“ نادر تشبیہات اور جدید استعارات کی زینت ان کی خدا داد صلاحیت کا بین ثبوت ہے۔ ان اوصاف نے جوش عقیدت اور حسن طبیعت کے ساتھ مل کر

عجب سہل پیدا کر دیا ہے۔ عرفی اس فن کی نزاکت کا ذکر کرتے ہوئے مدح و ستائش کو ایک ایسا راستہ قرار دیتا ہے۔ جو کموار کی دھار کی طرح تیز ہے۔

عرفی مشتاب این رہ نعت است نہ صحرا است
آہست کہ رہ بروم تیج است قدم را
بشار کہ نواں بیک آہنگ سروں
نعت شر کونین و مدح کے وجم را
(۵۲۹)

شاہ عبدالعزیز دہلویؒ

شاہ عبدالعزیز دہلوی کے درج ذیل چار مصرعے اس درجہ مقبول ہوئے کہ آج تک زبان زد خلایق ہیں۔

یا صاحب الجمال یا سید البشر
من و جبک العنبر لقد نور القمر
لا یمكن النسا کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ تو کی قصہ مختصر

مرزا غالب (م ۱۲۸۵ھ)

غالب کو اپنی فارسی شاعری پر ناز ہے۔ غالب نے حمد میں ایک قصیدہ اور نعت میں دو قصائد لکھے ہیں۔ مدح و تحسین میں اپنے عجز کا اعتراف انوکھے انداز میں کیا ہے۔

حق جلوہ گر ز طرز بیان محمدؐ است
آرے کلام حق بہ زبان محمدؐ است
آئینہ دار پر تو مر است بابتاب
شان حق آشکار ز شان محمدؐ است
تیر قضا ہر آئینہ در ترکش حق است
ہا کشاد آں ز کمان محمدؐ است
غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گدا شیم
کآن ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است
(۵۳۰)

غالب کی مثنوی ”ابر گہر بار“ میں معراج کا بیان ۳۳۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس معراج نامہ میں

عالم نے حکیمانہ متانت و سنجیدگی کا انداز اختیار کیا ہے۔ (۵۳۱)

علامہ محمد اقبالؒ (م ۱۳۵۷ھ)

علامہ اقبالؒ کے کلام پر رومیؒ اور جانیؒ کے رنگ شاعری کا اثر نمایاں ہے۔ اقبال کی شاعری کا انداز حکیمانہ اور جذب و مستی میں والہانہ پن ہے۔ ان کی ایک نظم بعنوان ”ور حضور رسالت“ (مثنوی چہ بیاد کرد اے اقوام مشرق) میں خلوص و عاجزی اور درد مندی انتہائی پر تاثیر ہے۔ ارمغان حجاز میں ”حضور رسالت“ (۵۳۲) کے عنوان سے ان کی رباعیات و قطعات میں روضہ رسولؐ کی زیارت کی شدید تڑپ موجود ہے۔

یہ ایس جیری وہ بیڑب مگر قسم
نوا خواں از سرور عاشقانہ
چوں آل مرفی کہ در صحرا سرشام
کشائے پر بہ فکر آشیانہ
(۵۳۳)

برصغیر میں فارسی موالید کی روایت

برصغیر کے قریب ”تمام فارسی شعراء نے میلاد یہ منقوبات لکھیں۔ ان کے علاوہ فارسی میں باقاعدہ میلاد نامے اور منظوم سیرتیں بھی لکھی گئیں۔ برصغیر میں فارسی میلاد ناموں کی روایت کی نشان دہی کے طور پر ان کتب کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے:

مغازی النبیؐ سیرت و زمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل مثنوی ہے۔ یہ مثنوی سال ۱۰۰۰ ہجری بمطابق ۱۵۹۲ء میں یعقوب صنی (م ۱۵۹۳ء) نے لکھی۔ اس کی پہلی بار طباعت ۱۸۲۳ء میں لاہور میں ہوئی۔ اس کا مخطوط پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ نیز اس مثنوی کا حوالہ اور نیشنل کالج میگزین اشاعت مئی ۱۹۶۶ء میں بھی موجود ہے۔ (۵۳۴)

وقات نامہ اور تولد نامہ رسالت پناہ فارسی زبان میں محمد عالمگیر نے سن ۳ جلوس اکبر شاہ ثانی میں لکھا۔ ان دونوں سیرتی مثنویوں کے مخطوطات بھی پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہیں۔ (۵۳۵) معراج نامہ (معین) کا سن کتابت ۳۰ جلوس عالمگیری ہے۔ یہ ۳۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور لاہور پنجاب پبلک لائبریری میں موجود ہے۔ اس کی کتابت سیالکوٹ میں ہوئی تھی۔

معراج نامہ حمید الدین ناگوری کا مخطوط دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری میں موجود ہے۔ (۵۳۶) حکایت رسولؐ منظوم فارسی سیرت ہے۔ علاوہ خان نے ۷۰ ستمبر ۱۹۷۴ء میں لکھی۔ یہ مثنوی ”مخطوطات شیرانی فارسی“ کے ذخیرہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ (۵۳۷) نظم اشراپ، شامل نبویؐ کے موضوع پر منظوم مخطوط ہے۔ اور قوی عجائب گھر کراچی کی ملکیت ہے۔

یہ مشہور اکبر بادشاہ کے زمانہ (۹۶۳-۱۰۱۳ھ) میں محمد حسین حافظ بن باقر ہروی نے لکھی۔ (۵۳۸) ایک اور شامی نبوی کی شرح کا مخطوطہ بھی عجائب گھر کراچی میں موجود ہے۔ اس کا عنوان ”شرح شامی النبی“ ہے جو عبدالمادی بن معصوم (۱۰۶۸-۱۱۱۸ھ) نے لکھی ہے۔ (۵۳۹)

حضور کے معجزات پر مشتمل شیخ احمد و ذریہ آبادی نے اپنی کتاب بعنوان ”معجزات خاص رسول اللہ“ ۱۷۷۱ء میں لکھی۔ اس کا مخطوطہ بھی پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ (۵۴۰)

محمد ہاشم بن عبدالغفور (۱۱۰۳-۱۱۷۳ھ) نے ”فتح القوی فی نسب انباء النبی“ کے عنوان سے نبی کریم کا حسب نسب بیان کیا ہے۔ اس کا مخطوطہ موزہ ملی کراچی کی ملکیت ہے۔ (۵۴۱)

حلیہ حضرت سید المرسلین شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصنیف ہے۔ یہ مخطوطہ ۱۱۳۱ھ کا لکھا ہوا کراچی کے قومی عجائب گھر میں موجود ہے۔ (۵۴۲)

مولود شریف اور نور نامہ، شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے ۱۲۲۹ھ میں لکھے۔ ان دونوں رسائل کے مخطوطات قومی عجائب گھر کراچی میں موجود ہیں۔ (۵۴۳) مولود شریف، شاہ رفیع الدین کا ایک اور مخطوطہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری کے ذاتی کتب خانے میں بھی موجود تھا۔ اس نسخے کی ۳۶ ذ۔ لغتہ ۱۲۲۹ھ کو سید فتح علی نے کتبیت کی تھی۔ (۵۴۴)

معراج نامہ، ۱۲۳۰ھ میں مبارک بخاری نے لکھا۔ شاہ نعمت اللہ کرمانی نے ۱۲۳۳ھ میں معراج نامہ لکھا۔ قصہ المعراج کے عنوان سے غلام محی الدین بن قطب الدین بن محمد عاقل لاہوری نے ۱۲۵۶ھ میں معراج نامہ لکھا۔ اسی دور کا ایک اور معراج نامہ دلی المتکلیس بہ معین کا ملتا ہے۔ (۵۴۵) معراج نامہ، مولوی جان محمد کا تحریر کردہ، کتاب خانہ اللہ بخش اسد ملتان میں موجود ہے۔ اس مخطوطہ پر تاریخ یا سال تصنیف موجود نہیں (۵۴۶) البتہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور کے نسخہ پر ۱۲۸۲ھ تحریر ہے۔

تختہ رسولیہ، نبی کریم کی منظوم سیرت ہے۔ اس میں معجزات و فضائل رسالت کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ غلام محی الدین قصوری (م ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء) نے ۱۲۳۳ھ بمطابق ۱۸۱۹ء میں لکھی۔ اس کا مادہ تاریخ ورج ذیل شعر سے نکلا ہے۔

گشت پذیر این گھر آبدار
درمن یک الف دو صد سی چار

اس مشہور کا مخطوطہ رحمت اللہ کا تحریر کردہ ۲- دسمبر ۱۸۵۹ء پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ (۵۴۷)

آداب لیاں حضرت سید البشر مولفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ مکتوبہ محمد حسن علی ہاشمی سکنہ شاہ جہان پور یکم اکتوبر ۱۸۶۵ء اور دوسرا مخطوطہ مکتوبہ مرزا محمد علی بتاریخ ۲۳- جنوری ۱۸۳۱ء ہے یہ دونوں مخطوطات پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہیں۔ (۵۴۸)

خیر الفضائل کے عنوان سے امام ابو عیسیٰ ترمذی کی شامی النبی کی شرح ابوالوقاس مثنیٰ مکتوبہ محمد سلطان

۱۸۳۶ء ہے۔ (۵۳۹)

غلام محی الدین قصوری نے ”حلیہ رسول“ نثر میں لکھی ہے اور اس کا مخطوط مکتوبہ رحمت اللہ ور حدود ۱۸۵۹ء ہے جبکہ دوسرا مخطوط بعنوان ”حلیہ محبوب خدا“ منظوم ہے اور اس کا سال تالیف ۱۸۸۰ء بتا ہے۔ (۵۵۰)

راحت القلوب فی مولد المحبوب (عبدالسیح بیدل) کا مطبوعہ میلاد نامہ لکھنؤ ۱۳۰۲ھ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں موجود ہے۔

حلیہ نبویؐ منظوم محمد فضل نے لکھا ہے۔ ان کی اس مثنوی کی اساس احادیث نبویؐ پر ہے اس کا مخطوط بھی قومی عجائب گھر کراچی میں موجود ہے۔ (۵۵۱)

سیرت النبیؐ مثنوی کے انداز میں سیرت رسول اکرمؐ ہے۔ اس کا دیباچہ نثر میں ہے۔ حافظ محمد شجاع نے والئی ریاست بہاولپور محمد بہاول خان کی فرمائش پر لکھی۔ اس کا مخطوط پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ (۵۵۲)

قصیدہ سید المرسلینؐ منظوم کا قلمی نسخہ احمد حسین قریشی قلعہ داری کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ ان کی اپنی تصنیف ہے۔

ان کے علاوہ صوفیاء و اولیاء کرام کے ملفوظات میں میلاد و معراج کے اشعار ملتے ہیں۔ غیر مسلم شاعروں کے کلام میں بھی حضورؐ کے میلاد و معراج کے کچھ شعر نظر آ جاتے ہیں۔

تیسرا باب

جنوبی ہند میں میسلا دناموں کا آغاز و ارتقاء

جنوبی ہند میں میلاد ناموں کا آغاز و ارتقاء

○ دکنی دور کا پس منظر

○ میلاد نامے اور لفظ نامہ سے ترکیب پانے والی دیگر اصناف کا اجمالی جائزہ

○ شاہ علی محمد جیوگام دہنی، شاہ برہان الدین جانم، غلام مصطفیٰ احمد آبادی، محمد قلی قطب شاہ، عبد المالک بھروچی، ملک خوشنود، عبدالرسول، سید بلاتی حیدر آبادی، ملا اسمد اللہ وجہی، سید شاہ حسین نعتی، عبداللطیف، محمد مختار، نصرتی، شاہ امین الدین اعلیٰ، عالم گجراتی، پیر مشائخ، شیخ احمد گجراتی، محی الدین قاضی، جنوبی گجراتی، محمد امین گجراتی، امامی دکنی، علی، کسٹر، سید میراں شاہ ہاشمی بیجا پوری، صاحبان حنن، شاکر، علی بخش دریا، محمد حسین معظم قادری بیجا پوری، شریف، عبدالحمید ترین، میر (ایک غیر معروف شاعر)، اعظم دکنی، منہوم حسینی، سیدی، عنایت شاہ قادری، میرولی فیاض دہلوی، کریم الدین سرمست، غریب اللہ، محمد بن بختیاری، مدودی، شاہ ابوالحسن قربی، سوز، راحت، انصاری، نوازش علی شیدا، شاہ کمال الدین، غلام اعجاز الدین ثانی، مولانا محمد باقر آگاہ، غلام محمود حسرت، جان محمد عاجز، سید امیر الدین حسین، محمد خاں، فضل رسول، نامور، طالب دکنی، برہان الدین۔

○ جنوبی ہند کے میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ۔

دکنی دور کا پس منظر

سیاسی طور پر محمد بن قاسم کی فتوحات (۶۳۶ھ تا ۶۴۷ھ) کے بعد مسلمان برصغیر کے ایک بڑے حصہ پر قابض ہو گئے اور اس طرح سندھ میں پہلی اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ آئندہ سالوں میں اس کی حدود شمال کی طرف پھیلنے لگیں اور غزنوی دور میں سرحد اور پنجاب کے بہت سے علاقے مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ گئے۔ غوری و ایک نے اسلامی سلطنت کی حدود کو گوالیار، بدایوں، بہار و بنگال اور قنوج و بنارس تک وسعت دی۔ شاہاب الدین غوری (م ۶۱۶ھ) کے زمانے تک برصغیر کے کئی علاقوں پر مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ قطب الدین ایک نے ۶۱۶ھ کو دہلی میں مسلمانوں کی پہلی خود مختار حکومت تشکیل دی۔ علاؤ الدین خلجی نے ۶۹۸ھ میں ہجرات فتح کیا اور ۷۳۶ھ میں دکن کے بہت سے علاقوں پر اس کا تسلط قائم ہو گیا۔ ۷۳۶ھ میں تغلق سے دولت آباد کو دارالحکومت بنانے کا فیصلہ کیا تو دہلی سے مسلمانوں کی کثیر تعداد دکن منتقل ہو گئی۔

۸۳۴ھ میں دکن میں، یعنی سلطنت کی بنیاد پڑی۔ اس سلطنت کا قیام ۸۳۴ھ سے ۱۵۲۶ھ تک رہا۔ اس کے بعد یہ پانچ خود مختار ریاستوں کو لکھنؤ، بیجا پور، احمد نگر، بیدر اور بیدر میں بٹ گئی۔ یہاں بعد میں نظام

شاہی، عادل شاہی اور قطب شاہی کے نام سے تین حکومتیں باقی رہ گئیں۔ مغلوں نے ان سلطنتوں پر حملہ کیا اور ۱۶۸۷ء میں پورا دکن مغلوں کی سلطنت میں ضم ہو گیا۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد ۱۶۸۷ء میں آصف جاہ کا قبضہ ہو گیا اور یہ سلطنت ۱۷۲۳ء سے ۱۷۶۰ء تک قائم رہی اور دکن پر سلاطین آصفیہ رہا۔ اسی دوران انگریزوں نے ۱۷۵۷ء میں دہلی پر قبضہ کر کے اسے تاج برطانیہ کی عملداری میں شامل کیا۔

تہذیبی و لسانی لحاظ سے برصغیر میں اسلام کے اثر و نفوذ نے یہاں کی سماجی زندگی پر اسلامی تہذیب، تمدن، علوم و فنون اور نظریات و افکار کے گہرے اثرات مرتب کئے۔ اور ایک نئے لسانی پیرائے کو جنم دیا۔ مسلمانوں کے دور اقتدار میں صوفیاء و مشائخ نے عربی، فارسی اور ہندوستانی پراکرتوں، علاقائی بولیوں، ساتھ ملا کر تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے استعمال کیا۔ مولوی عبدالحق ان بزرگان دین کی مساعی جیلہ سراجتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”صوفیاء نے ملک کے حالات سے بعض ظاہری قیود کو توڑ کر اہل ملک سے ارتباط اور میل جول برپا کرنے اور ان کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی، اسی نظر سے انہوں نے ان کی اور اپنی زبانوں کو بھی ملانا شروع کیا۔ ان کی نظموں کی بحریں (اکثر و بیشتر) ہندی ہیں۔ طرز بھی نظموں کا ہندی ہے۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی ہندی دیو مال کی جگہیں اور استعارے بھی استعمال کر جاتے ہیں اور اس کے ساتھ وہ اپنی چیزوں کو بھی ملاتے جاتے ہیں۔ ہوتے ہوتے اس میل اور ارتباط سے خود بخود ایک نئی زبان بن گئی جو نہ ہندی تھی نہ فارسی، بلکہ ایک نئی مخلوط زبان تھی جسے اب ہم اردو یا ہندوستانی کہتے ہیں۔ اہل علم اس نومولود زبان میں لکھنا اپنے لئے باعث عار سمجھتے تھے۔ یہ صوفی ہی تھے، جنہوں نے پہلے جرات کی اور اس کفر کو توڑا۔ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگوں نے بھی شعر و سخن، مذہب و تعلیم اور علم و حکمت کے اغراض کے لئے اس زبان میں لکھنا شروع کر دیا۔“ (۱)

اردو زبان کی ابتداء اور نشوونما میں مذہب نے خاصا اہم کردار ادا کیا۔ مسلمانوں کی برصغیر میں آمد کے وقت سے ہی دکن اور گجرات میں اسلام کی تبلیغ کا کام شروع ہو گیا تھا۔ یہ بزرگ اشاعت و تبلیغ کا کام ہندوستان کی ہی زبان میں کر رہے تھے۔ انہوں نے برہمنوں کی طرح نہ تو عربی اور فارسی کو عوامی سطح سے دور اور بلند رکھا اور نہ ہی مقامی بولی کو اپنی علمی و دینی شان کے متافی سمجھا۔ انہوں نے عام انسانی سطح پر وہ کر لوگوں سے رابطہ و تعلق استوار کیا۔ پند و وعظ اور اپنے مافی الضمیر کے بیان و اظہار کے لئے مقامی زبان کو ترجیح دی اور اپنی فکری توانائی اور عمل پیچیدگی سے دکن کے تہذیبی و سماجی ڈھانچے میں نئی روح پھونکی۔ ان صوفیاء نے اپنے کردار و عمل سے برصغیر کے اطراف و اکناف میں مظلوم و مغمور ذات پات کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے انسانوں کو اخوت، بھائی چارہ، مساوات اور عظمت انسانی کا درس دیا۔ انہوں نے لوگوں کو سماجی ناہمواریوں سے نجات دلائی۔ ان کی اس مساعی جیلہ سے جو ان کے پاس آیا وہ ان کا گرویدہ

کرنے لگیں۔ یعنی عہد اور بعد میں اس کی جانشین سلطنتوں کے زمانے میں اردو شعر و ادب اور تصنیف و تالیف کے قابل بن گئی جبکہ شمالی ہند میں مغلوں کے شاہی درباروں میں فارسی رائج رہی۔ اردو دہلی، آگرہ اور اس کے لواحق علاقوں میں بول چال کی زبان کے طور پر پھیلی پھولتی رہی۔ اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۶۸۶ء میں دکن کی عادل شاہی اور قطب شاہی حکومتوں کو ختم کر کے دہلی اور اورنگ آباد میں رابطہ و منسلک پیدا کیا تو دکنی اردو اور شمالی ہند کے لسانی اختلافات کا اندازہ ہوا۔ دکن میں شعری و ادبی روایت کے موضوعات ہمہ گیر بن چکے تھے۔ دکنی مثنویوں میں تصوف و عرفان اپنی جلوہ گری دکھا رہا تھا۔ اور نثری کتابیں مختلف موضوعات میرت، ترجمہ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف کے ساتھ ساتھ ادب پر بھی دستیاب تھیں جبکہ شمال میں یہ زبان ابتدائی مراحل سے آگے نہ بڑھ سکی تھی۔

سلطان محمد قلی قطب شاہ کے عہد حکومت میں ہر سال جشن عید میلاد النبیؐ کا اہتمام بڑی عقیدت مندی سے ہوتا رہا اور دور محبوبی و عثمانی میں بھی جلسہ ہائے میلاد نہ صرف حیدر آباد یا اضلاع میں ہوتے تھے بلکہ تمام وقفات کے مشترک چہرے سے امور مذہبی کے زیر اہتمام ان مجالس کا سلسلہ چلتا رہا۔ بجا پور میں عادل شاہی حکومت کے زمانے میں سنی اور شیعہ دونوں فرقوں کو برابر کی سولتیں میاں کی جاتیں مثلاً جس قدر روپیہ عشرہ محرم منانے پر صرف کیا جاتا اسی قدر عید میلاد النبیؐ پر بھی کیا جاتا۔ (۲) اس دور میں سیاسی اعتبار سے ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ سارا معاشرہ مذہب میں سکون تلاش کر رہا تھا۔ اس دور میں مذہبی حکومت اور مثنویاں کثرت سے لکھی گئیں۔

”نامہ“ قدیم اردو میں فارسی سے منتقل ہوا ہے۔ فارسی میں نامہ کے لفظ کے ساتھ ترکیب پانے والے رسائل و منظومات پند نامہ، شاہ نامہ وغیرہ تھیں صوفیاء نے ان کی ترکیبی ہیئت کو مخصوص معنوی انداز میں رواج دیا اور مذہبی نوعیت کی صورت پیدا کر کے نور نامہ، میلاد نامہ، شامک نامہ، معراج نامہ اور وفات نامہ جیسی تصانیف میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کو نظم و نثر میں لکھنا شروع کیا۔ میلاد ناموں کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ مجالس میلاد میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ اور بالخصوص آپؐ کی ولادت، رضاعت، بچپن کے احوال، معراج، معجزات، اخلاق و شامک کے مختلف پہلوؤں کو دلکش انداز میں عوام کے سامنے پیش کیا جائے اور ان مجلسی نوعیت کی تصانیف سے تبلیغی کام لیا جائے۔ اس لحاظ سے یہ مذہبی مثنویاں اور نثری تصانیف اشاعت اسلام اور حسب رسول مقبولؐ کے مقصدی پہلو کو اجاگر کرتی ہیں۔ موضوع کی پاکیزگی کی مناسبت سے ان میں تفرل نام کو نہیں پایا جاتا۔ (۳) ان میں اکثر قدیم دینی کتابیں خواتین کو مذہبی مسائل سمجھانے کے لئے لکھی گئی ہیں۔ ان میں مختلف چنگی ملت، لوریاں اور پیللیاں وغیرہ شامل ہیں۔ (۴)

دکن اور مہجرات کی طبع زاد مثنویوں میں مبالغہ کی کثرت ہے۔ اس کی وجہ مقصدیت کا غلبہ ہے۔ ان میں واقعات کی حقیقت کو مد نظر رکھنے کی بجائے اثر و تاثر کا خیال رکھا جاتا تھا جو اشاعت و ترویج مذہب میں مدد و معاون ثابت ہو سکے۔ ہندی، ہندو و زبان کے اثرات بھی نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ اس کے باوجود دکنی شعراء اور مصنفین نے ہر قسم کے موضوعات کو بڑی نفاست اور فنکارانہ مہارت سے نبھایا ہے۔ اس لحاظ سے ان تحریروں میں مسلمانوں نے اپنے کچھ کے جو آثار چھوڑے ہیں، وہ تانیاک اور درخشاں

میلاد نامے اور لفظ نامہ سے ترکیب پانے والی دیگر اصناف کا اجمالی جائزہ

میلاد نامے بنیادی طور پر نبی کریمؐ کی پیدائش کے احوال کے بیان کے لئے مختص اور وقف ہیں لیکن بیشتر میلاد نامے آپؐ کی ولادت مبارکہ، بعثت، حقیقت نور، معراج، معجزات، غزوات، شامائل و فضائل اور انسانی صفات و ماورائی خصوصیات سے لے کر وفات تک کے حالات پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح نامہ کے لفظ کے ساتھ ترکیب پا کر نام حاصل کرنے والی دیگر اصناف نور نامے، معراج نامے، وفات نامے، معجزات نامے اور معجزات نامے وغیرہ میں نبی کریمؐ کی حیات مقدسہ کے مخصوص پہلوؤں کا بیان ہوتا ہے۔ ان تصانیف میں میلاد نگار سیرت نبویؐ کے طے جملے ایڑا کو اس انداز سے ترتیب و تشکیل دیتے ہیں جو مجالس میلاد کے سامعین کے جذبات عشق و محبت اور دلی عقیدت کو اپیل کرنے کے لئے ضروری تصور کئے جاتے ہیں۔

میلاد نامے اور ان کی جملہ اصناف نظم میں اور یا پھر قلم و نثر کے حلقوں انداز میں ہوتے ہیں۔ کچھ سراسر نثر میں ہیں۔ نظم و نثر کے حلقوں اور طے جملے انداز کے میلاد ناموں کی بعض عبارات اور منظوم کلام کبھی مصنف کا اپنا ہوتا ہے۔ اور کبھی دیگر مصنفین یا شعراء کے کلام سے بھی خوش چینی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر جام کوثر یا آئینہ مغفرت مولویو نامے مختلف شعراء کے کلام پر مبنی ہیں۔ محمد عبداللیم شرر کے مولود شریف اور حافظ محمد شفیع علی خان کے میلاد نامہ "نور القلوب فی ذکر المحبوب" میں نثر زیادہ اور نظم کم ہے۔ غلام محمد عباس کا مولود نامہ "ذکر میلاد" نظم و نثر میں ہے لیکن منظوم زیادہ ہے۔ دلی ویلوری، نوازش علی شیدا اور محمد باقر آگاہ کی منظوم سیرتی مشنویاں ہیں۔ اس لحاظ سے ان سب تصانیف کا مقصد مجلسی انداز میں سامعین کو نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ سے روشناس کرانا ہے۔ محافل میلاد میں اس سالار انبیاء کی آمد اور ولادت کی یادگار منائی جاتی رہی ہے اور منائی جاتی رہے گی۔ میلاد کی مجالس کا انعقاد ربیع الاول میں خصوصیت سے اور سال بھر بالعموم ہوتا ہے۔ مختلف مواقع اور تقریبات میں آپؐ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا جاتا ہے۔ کبھی معراج و معجزات، کبھی شامائل و فضائل اور کبھی معجزات و دیگر محفل و محاسن جملہ کے ذکر کی تقریب ہوتی ہے۔

ان میلاد ناموں کے آخر میں درود و سلام اور نبی کریمؐ کے حضور استغاثہ و استدعا طلبی اور مشکل کشائی کے لئے عرضداشتیں پیش کی گئی ہیں۔ ہر مسلمان چودہ سو سال سے نبی کریمؐ پر درود و سلام بھیجتا چلا آ رہا ہے اور اسے اپنے لئے سعادت و نجات اور فلان دارین کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ اس کے علاوہ محفل میلاد میں نبی کریمؐ کی موجودگی اور حاضری کے احساس و شعور کی وجہ سے سامعین بڑے احترام سے کھڑے ہو کر میلاد خوانی کرتے اور درود و سلام پڑھتے ہیں۔ میلاد ناموں کے گماڑے سے نبی کریمؐ کے حضور قریاد اور حاجت روائی کے لئے سوال ان کے مضامین میں شامل رہا ہے۔

پورے مقالہ میں لفظ نامہ سے ترکیب پانے والی ان تمام مجلسی تصانیف کا ذکر ان کے شعراء و مصنفین کے اسماء کے حوالے سے کیا گیا ہے کیونکہ کئی مصنفین و شعراء کی دو دو اور تین تین تصانیف موجود ہیں۔

مثلاً امین گجراتی کا مولود نامہ، معراج نامہ، وفات نامہ، مختار کا نور نامہ، مولود نامہ، معراج نامہ اور کفایت علی کافی کا مولود نامہ، وفات نامہ اور درد نامہ وغیرہ موجود ہیں۔ اس طرح ہر مصنف کی جملہ تصانیف کا تذکرہ ہر مصنف کے نام یا احوال کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے۔

ان مشنویوں یا نثری رسائل میں آپؐ کی حیات مقدسہ، سیرت اور اسوہ حسنہ پر محدثانہ اور محققانہ تبصرہ نہیں ہے اور نہ ہی ان کے چھوٹے بڑے واقعات کو اللہ روایات پر پرکھنے کی ضرورت ہے۔ ان میں تحقیق و تاریخی چھان بین سے زیادہ عقیدت اور محبت کو دخل ہے۔ یہ رائے ہر واقع کے بارے میں بھی نہیں ہے بلکہ صرف بعض جزئیات کے متعلق ہے۔ بنیادی حالات و واقعات کی صداقت و سچائی سے انکار نہیں لیکن شاعروں نے مجلسی تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھ کر جو اضافے کئے ہیں۔ ان میں کسی حد تک چمک نظر آتی ہے۔ بہت سارے نثری رسائل اور منظومات نئی کریمؐ کی زندگی کے علیحدہ علیحدہ واقعات اور حالات پر مشتمل ہیں۔ ان کے علاوہ مستقل سیرتی مشنویاں اور دیگر تصانیف بھی بہر صورت موجود ہیں۔

شاہ علی محمد جیو گام دہنی (م ۱۵۶۵ء / ۹۷۳ھ)

شاہ علی محمد جیو نام اور گام دہنی لقب ہے جس کے معنی گاؤں کے مالک کے ہیں۔ میر علی شیر قانع کے بقول شاہ علی محمدؒ شیخ احمد کبیر رفاہی (م ۱۱۳۲ھ) کی اولاد میں سے تھے۔ (۳) ان کا دیوان ”ہواہر اسرار اللہ“ کے نام سے مٹا ہے۔ اس کے قلمی نسخے پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور (۵) اور حیدر آباد دکن کے عجائب گھر میں موجود ہیں۔ یہ مجموعہ بمبئی سے طبع ہو چکا ہے۔ (۶) اس مجموعہ کلام میں ایک نظم ”معراج نبویؐ“ کے موضوع پر ملتی ہے۔ جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

آدم آدمی ہو جن سارے اے نور نبیؐ تھے کہتے
بچیں بھرا کر آپؐ دکھایا ہم تم اوپر بول سو دیتے
دو گھر جواں ہو نہایت اے سب نور نبیؐ کا جانوں
احمد محمدؐ نانوں احد کے دو جامن منہ کوئی نہ آتوں
توریت ماں خدا میں کیا مہتر موسیٰؑ بات
محمدؐ رسول حبیب خدا کا ساروں کہہ یہ بات
احمدؐ بھی ہے توریت ما نہیں محمدؐ کیرا نانوں
انجیل میں بھی احمدؐ کیا کہے تھیں تہ مولد تہانوں
(۷)

”ہواہر اسرار اللہ“ میں ایک نظم میلاد النبیؐ پر بھی ہے۔ (۸)

شاہ علی محمدؒ کی زبان و بیان پر ہندی روایت کے ساتھ المبالغ کے سنے وسیلوں کی تلاش میں فارسی مصرعوں کی گونج بھی سنائی دیتی ہے۔ اور فارسی بحرؤں کو بھی استعمال کرنے کی کوشش ملتی ہے۔ اس لحاظ سے

آیت کی ادبی روایت میں یہ عمل پہلی بار دکھائی دیتا ہے۔

شاہ بہان الدین جانم (م ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء)

شاہ بہان الدین "حضرت شاہ میراں جی شمس العشاق کے فرزند اور خلیفہ ہیں۔ ان کی عارفانہ تصانیف "سیرت المادوی" منفعت الایمان اور ارشاد نامہ وغیرہ کے علاوہ ایک تصنیف بہشت مسائل کا تذکرہ مولوی عبدالحق نے خواجہ بندہ نوازؒ کی تصانیف کے سلسلہ میں کیا ہے۔ اس کا ایک مخطوط آغا حیدر حسن کے کتب خانے میں ہے۔

بہشت مسائل میں کائنات کی ابتداء اور ذات خداوندی کے بارے میں تشریح و تفسیر ہے اور اس میں شیخ کریم کے معراج کا حال بھی سوال و جواب کے انداز میں بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اس اقتباس سے ظاہر ہو گا:

"پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کون معراج ہوا تب محمد رسول اللہ علیہ السلام نے سوال کئے: سات طبق آسمان اور سات طبق زمین کیا قدیم ہے یا جدید۔

جواب: خدا کیا اے حبیب من این ہمہ جدید آفریدہ شد۔

سوال: تو کچھ نہ تھا تو کیا تھا۔

جواب: تجھ سون میں تھا۔" (۹)

یہ پورا رسالہ اس طرح سوال و جواب کے انداز میں لکھا گیا ہے۔ شاہ بہان کی زبان قدیم مصنفین کی نسبت زیادہ صاف اور سلیس ہے۔

غلام مصطفیٰ احمد آبادی

غلام مصطفیٰ احمد آبادی کا نور نامہ سنہ ۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۳ء کی تصنیف ہے۔ اس کا ایک مخطوط انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ مخطوط خط شعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ حاشیہ کی جدولیں دوہری سرخ ہیں۔ کوئی عنوان نہیں ہے۔ نور نامہ کی ابتداء جس بحر میں ہے وہ صفحہ ۹ تک برقرار رہی لیکن اس کے بعد مصنف نے وزن تبدیل کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ وزن شروع ہوتا ہے جس میں شاہ اشرف کی نو سربار شاہ شمس العشاق اور شاہ بہان الدین جانم کی اکثر تصنیفات ہیں۔ نور نامہ کو فارسی سے دکنی میں ترجمہ کرنے اور شیخ نور قطب عالم کی اولاد ہونے کے بارے میں درج ذیل اشعار سے نشان دہی ہوتی ہے:

شیخ نور قطب عالم کی اولاد

نور نامہ کا میں کیا بنیاد

فارسی تھا سو دکنی بات

لکھا مصطفیٰ حب سگات

مصطفیٰؐ ہجرات احمد آباد کے باشندے تھے۔ اس کے تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے نور نامہ کا سبب تصنیف اس بیت میں ہے:

یک ہزار دو اگلے ان سال جان

نور تھا قدرت کا یوں نشان (۱)

ابتدائی اشعار ملاحظہ ہوں:

سنو یاراں بولوں تمنا قدرت کی میں ساجی بات
نور نامہ کیوں ظاہر کیتا سنو عزیزاں دل سنگات
یک دن حضرت پیغمبرؐ مل بیٹھے تھے شیخ تن پاک
تو لگ جبرئیل خوشی حال سوں آئے اپنے کن بیگی تھاک
(۲)

محمد قلی قطب شاہ (۱۷۷۳ء - ۱۸۲۰ء)

محمد قلی قطب شاہ اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر ہیں۔ ان کی چھ نظمیں ”عید میلاد النبیؐ“ کے موضوع پر ہیں۔ یہ نظمیں نجی کریم کی ولادت پاک کے تذکار مبارک کی تقریبات پر پڑھنے کی غرض سے لکھی گئی تھیں۔ قطب شاہی عہد میں ربیع الاول میں عید میلاد النبیؐ کو بڑے تزک و احتشام سے منانے کی روایت ملتی ہے۔

”قطب شاہی دور میں عید میلاد“ کے عنوان سے نصیر الدین ہاشمی نے ”دکنی کلچر“ میں سلطان محمد قلی قطب شاہ اور اس کے نواسے سلطان عبداللہ کے دور کی عید میلاد النبیؐ کی تقریبات کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے:

”عید میلاد کا جشن قلعہ واو محل کے کشادہ اور وسیع میدان میں منعقد ہوتا تھا۔ یہ میدان شاہی محل کے جنوب میں واقع تھا۔ اس میدان کے تین طرف جوہریوں کی دوکانیں تھیں۔ عید میلاد میں نہ صرف چالیس ستون اور چار سو طبیبوں کا ایک خیمہ استادہ کیا جاتا تھا اور اس خیمہ کو آراستہ کیا جاتا تھا بلکہ اس کے اطراف کی دوکانوں کو بھی سجایا جاتا تھا۔ خیمے کا وسطی حصہ محفل و اطلس اور اطراف زر دوزی نقش و نگار سے مزین ہوتا۔ عید میلاد النبیؐ کی آمد سے بہت قبل منار، ہنرمند اور استادان، صنعت و حرفت شاہی عمارتوں کو آراستہ کرتے، ربیع الاول کی سترہ تاریخ کو نقاروں، دھاموں، قیروں اور قربانوں کی آواز سے داد محل گونج اٹھتا۔ تمام شہر اور اطراف کے لوگ میدان میں جمع ہو کر صنعت و حرفت کے ہنرمندوں کا معائنہ کرتے۔“ (۳) اور جدتختہ السلاطین میں آگے مزید وضاحت ہے۔ ”مہلولو النبیؐ کے آخری دن میدان واو محل ایک طعام خانہ عام کی صورت میں تبدیل کر دیا جاتا اور تمام لوگ خاص و عام ان دسترخوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ اس وقت میدان میں چاروں طرف روشنی کی جاتی تمام میدان روشنی سے جھمکا اٹھتا۔ دولت خانہ شاہی کے اندر اور باہر آتش بازی چلائی جاتی۔ غرض میلاد النبیؐ کی خوشی کا یہ جشن بارہ روز تک دن

تہ جہری رہتا تھا اور اس میں تیس ہزار ہون خرچ ہوتے۔“ (۱۴)
 قلی قطب شاہ کے دیوان میں عید میلاد اور شب معراج وغیرہ کے عنوانات پر متعدد نظمیں ایسی
 تقریبات کے مواقع پر پڑھنے کی غرض سے لکھی گئی محسوس ہوتی ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

قطب بندہ ہے تیرا دو بجک میں یا محمدؐ
 دائم نظر رکھ اس پر اپنا اوک دیا کا
 نبیؐ کا غلام ہے محمدؐ قطب شہ
 خبر لاکھ سالان لیا یا برس چائٹھ
 (۱۵)

محمدؐ قلی قطب شاہ کے کلام میں نبی کریمؐ سے ولی وابستگی کا اظہار ملتا ہے۔ بلشت نبیؐ اور معراج النبیؐ کے
 موضوعات پر منظومات بھی حضورؐ سے عقیدت کی مظہر ہیں۔

عبد المالک بھروچی

عبد المالک بھروچی گیارہویں صدی ہجری کے صوفی شاعر تھے۔ بہرچ احمد آباد (گجرات، ہند) سے جنوب
 میں کچھ فاصلے پر دریائے نریداکے کنارے ایک شہر ہے۔ عبد المالک وہاں کے باشندے تھے اس لئے بھروچی
 کہلاتے ہیں، لیکن وطن میں ان کا قیام بہت کم رہا ہے۔ زندگی کا زیادہ عرصہ سیر و سیاحت میں گزارا۔
 درویشوں کی سیر و سیاحت کا منشا و مقصد تحصیل علوم ظاہری و باطنی اور فیضانِ ذہنی و قلبی ہوتا ہے۔
 عبد المالک کی سیر و سیاحت کا مقصد بھی اسی قبیل سے ہے۔

ان کے تین رسالے مولود نامہ، وفات نامہ، نامہ سلطان یا وصیت نامہ ملتے ہیں۔ مولود نامہ ڈھائی سو
 اشعار کی ایک مثنوی ہے۔ اس کا سنہ تصنیف ۶۴۴ھ / ۱۲۴۰ء ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کی ولادت کے حالات
 تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف کے بیان کے مطابق اس کا خاندانِ نبویؐ ہیں چنانچہ وہ کہتا ہے:

مولود حضرت کے لکھے ہیں میں حدیثوں سوں آثار
 من کر اسے کچھ خبر کر جو تجھ دیا پروردگار
 (۱۶)

عبد المالک کے مولود نامہ پر گجراتی زبان کے اثرات نمایاں ہیں۔ اس مولود نامہ کا مخطوطہ کتب خانہ
 ادارہ ادبیات حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ عبد المالک شعروں میں خود کو عبد الملک بھی کہتے ہیں اور اپنے
 نام کے ساتھ عاجز، غریب اور بندہ کے الفاظ عاجزی اور انکساری کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ نبی کریمؐ کی
 ولادت کا مضمون اس طرح بیان کیا گیا ہے:

منیے برس سب پہلے لے کر ربیع الاول منیے

احمد نئی پیدا ہوئے جیوں چاند چودھویں رات میں
تب ہوا یہ حکم رضواں کو کہ بھٹاں کو ستوار
سب بھٹیوں سوں اوٹھا پردا انہیں حوراں سنگار
ہور دیکھاؤ سب فرشتوں کوں نئی کا نور آج
جس نئی کوں میں دیا جو دین دنیا کا سو راجہ
(۱۷)

اے مومنو غافل نہ ہو مولود سن کر سب تمہیں
بھجیو محمدؐ پر درود اور دیو خدا کی راہ میں
ایسے نئی کے نام پر قربان ہوویں آج سوں
جس دوستے بخشے خدا فروا نئی کی لاج سوں
(۱۸)

شاعر نے مولود نامہ سے سلامتی اصلاحی کام بھی لیا ہے اور اس میں مندرجہ بالا اشعار میں ”دیو خدا کی
راہ میں“ وغیرہ کے پیغام دے کر صداقت و خیرات دینے اور حضورؐ پر درود و سلام بھیجنے کی تلقین کی ہے۔
شاعر نے اپنا نام ”وطن“ کتاب کا نام اور سنہ تصنیف کی بھی آخری اشعار میں صراحت کی ہے :

عاجز غریب عبدالملک لیا محمدؐ سوں پناہ
بخشے الہی توں اسے تیرے کرم سوں سب گناہ
میرا بھروج ہے یا وطن جس جاگہ احمد کاٹ ہیں
بھولوں کے تئیں جنگل میں اکٹھ لیں وے باٹ ہیں
نواسے ہزار اوپر لکھی تاریخ ہجرت کی جدہاں
اس سال اے مولود میں لکھ کر سنائے جگ مہاں
(۱۹)

عبدالملک نے اپنے وطن کے تذکرے میں خصوصیت سے شیخ احمد کاٹ کی طرف اشارہ کیا ہے جس
سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے سلسلہ مریدین یا معتقدین میں سے تھا۔ اسی لئے ان کی یہ کرامت لکھتا ہے
کہ وہ بھولے بھگلوں کو جنگل میں مل کر راستہ دکھا دیتے ہیں۔

عبدالملک کی دوسری کتاب ”وفات نامہ“ ہے۔ یہ منظوم رسالہ بھی نبی کریمؐ کی سیرت سے متعلق میلاد
نامہ کی طرح اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس میں انہوں نے نبی کریمؐ کی وفات کے حالات لکھے ہیں۔ یہ
حالات ان کی بیماری، وفات سے پہلے اور قدرے بعد کے واقعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس صنف میں
جہاں نبی کریمؐ کے مخلص و محاسن کا ذکر ہوتا ہے۔ ان کی دنیا سے ظاہری پوشیدگی کا احساس بھی دلایا جاتا ہے۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے مجموعہ مکتوبات کے اشاروں مکتوب میں لکھا ہے کہ میرے زمانے تک (یہ)

شہ جہان کا زمانہ ہے) مسلمانوں میں کئی فرقوں اور مذاہب اور ان میں اختلاف کے باوجود اس ایک مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے کہ حضور نبی کریمؐ (ظاہری وقات واقع ہونے پر بھی) باحقیقت حیات، جسم و جسمانیت کے ساتھ بے ثنائیہ مجاز و تامل، دائم اور باقی ہیں اور احوال امت پر حاضر و ناظر ہیں اور اپنے متوجیان کے مربی و مفیض ہیں۔ عبد الملک بہروچی کی مثنوی "وقلت نامہ" بھی یہی احساس دلاتی ہے۔ یہ تقریباً ۳۳۸- ایات پر مشتمل ہے۔ (۲۰)

عبد الملک کی تیسری مثنوی حضرت سلطان کے نام سے ہے۔ اس کا دوسرا نام وصیت نامہ سلطان محمد الدین بھی ہے۔ (۲۱) یہ پچاس شعروں کی مختصر مثنوی ہے۔ جس میں شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ کی مدح اور وصیت ہے۔ (۲۲)

ملک خوشنود

ملک خوشنود گولکنڈہ کا شاہی غلام تھا جو محمد قطب شاہ کی شہزادی خدیجہ سلطان کے ساتھ بیجاپور آیا تھا۔ خوشنود اپنی خدا داد ذہانت اور قابلیت کی وجہ سے ترقی کرتے ہوئے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوا۔ یہاں تک کہ ۱۵۳۵ء میں بیجاپور کے سفیر کی حیثیت سے گولکنڈہ گیا، جہاں اس کی بڑی آؤ بھگت ہوئی اور سلطان عبداللہ قطب شاہ نے انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔

ملک خوشنود فارسی اور اردو کا زبردست شاعر تھا۔ اس نے کئی قصیدے لکھے تھے، اب نایاب ہیں۔ ہشت ہشت اور یوسف زلیخا دو مثنویوں کا چا چلتا ہے۔ ہشت ہشت میں یوسف زلیخا کا ذکر ملتا ہے۔ مثنوی ہشت ہشت سلطان محمد عادل شاہ کے انعام پر ۱۶۳۰ء میں لکھی گئی تھی جو امیر خسرو کی ہشت ہشت کا ترجمہ ہے۔ مثنوی میں حمد و نعت کے بعد معراج کا بیان ہے۔ پھر بادشاہ کی مدح ہے اس کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے۔

معراج النبیؐ کے بارے میں اشعار کا نمونہ دیکھئے :

محمدؐ سب نمایاں کے سب کا تاج
محمدؐ باج بھی کس نہیں ہی معراج
مبارک رات او جس رات میں شاہ
مکنی میں عرش پر جون کسیں اپر پاہ
(۲۳)

اس مثنوی کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ (۲۴) ڈاکٹر محی الدین نور نے ملک خوشنود کے نور نامہ کو گیارہویں صدی ہجری سے بھی پہلے کی تصنیف قرار دیا ہے۔ (۲۵) اس مثنوی نور نامہ میں مصنف نے دو جگہ حسب ذیل ایات میں اپنا تخلص استعمال کیا ہے۔

نہ دھرتا ہے او خوش قرابت شریک

گدا شد برابر ہے اس کے نزدیک

(درق ۲)

سنو کان دھر تم رہ کر بادب
کہوں نور کا خوش بیاں یو عجب

(درق ۷)

اس کے بعد سب تالیف اس طرح لکھا ہے:

بیاں یوں کہوں جوں موتی رولنا
کہ یا دودھ میں بھر شکر گھولنا
کیا قاری کوں سو دیکھنی غزل
کہ سب خاص ہو عام سمجھو بالکل

اس مثنوی نور نامہ میں حمد و نعت کے مضامین کے بعد مصنف نے حضرت محبوب سبحانی محی الدین جیلانیؒ کی مدح لکھی ہے۔ اس کے بعد شاعری کے بارے میں دکن کے دو سرے بڑے شعرا و جمعی اور نصرتی کی طرح اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس مثنوی کا ایک مخطوط جو ناقص الآخر ہے بحالت موجودہ ۳۹۰ ابیات پر مشتمل ہے۔ کاتب بہت بد خط ہے۔ خط ٹٹ لکھنے کی کوشش کی ہے مگر اکثر لفظ غلط لکھے ہیں اور املا بھی درست نہیں ہے۔ ہر صفحہ پر سولہ سطور ہیں۔ کلفہ قدیم ہے۔ اس نور نامہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

کہوں نام اللہ کا میں ابتداء
منور سو او نوری نور اللہ (خدا)
کہ اوس نور کے نور سوں سور کر
کہ جس کا اجالا پڑے جگ اوپر
کہ او نور کرتار کا بے بدل
سو کس بھانت تو دیکھ آیا نکل
(۳۲)

ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن کے کتب خانے کی قلمی بیاض میں ملک خوشنود کے چند مرتبے بھی ملے ہیں۔ ان مرتبوں کو بطور مستزاد لکھا ہے۔ ان میں سے ایک وقت نامے کا مطلع یہ ہے:

آ ہے فلک کیا کیا آہ آہ ہے فلک کیا کیا اللہ
فاطر کوں غم دیا آہ آہ ہے فلک کیا کیا اللہ
(۳۷)

ملک خوشنود کے کلام سے اس کے فنی شعور کا احساس ہوتا ہے۔ اس نے فارسی روایت و اسالیب کو تمام اردو زبان میں پیوست کر کے زبان و بیان کے دھارے کا رخ متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس دور کے تمدنی رجحان کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

”اردو ادب کا یہ دور فارسی اسلوب و آہنگ کے پھیلنے اور جذب ہونے کا دور ہے۔ اس دور میں اظہار کے سانچے اور خیالات و اشارات بھی اردو کا جامہ پہن رہے ہیں۔ معاشرے کا طرز احساس، پسند و ناپسند کا معیار اور اس کا باطن اندر سے بدل رہا ہے۔ رفتہ رفتہ اردو زبان فارسی کی جگہ لے رہی ہے۔ اور فارسی زبان کی تمدنی و تخلیقی روح کو، اس کے تمام امتزاج، علامات، رمزیات، تسمیحات اور اسالیب کو اپنی زبان میں جذب کرنے کی پوری کوشش کر رہا ہے تاکہ اردو زبان بھی فارسی زبان کی سطح پر آجائے۔ اس دور میں اس رجحان کو واضح شکل دینے میں ملک خوشنود نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔“ (۲۸)

عبدالرسول

عبدالرسول کے وفات نامہ کا مخطوط انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ مخطوط ہذا کا کوئی اور نسخہ کسی کتب خانے کی فہرست میں شامل نہیں ہے۔ اس لحاظ سے اسے نایاب اور اہم کہلانے کا حق حاصل ہے۔ وفات نامہ ہذا کے آخری صفحات شکستہ و کرم خوردہ ہو چکے ہیں۔ خط صحت ہے نہ جدولیں ہیں، نہ متواتر۔ کسی بیت میں مصنف نے نہ سنہ تصنیف کی بابت کوئی اشارہ کیا ہے۔ زبان اور طرز بیان کے اعتبار سے یہ مثنوی گیارہویں صدی ہجری کی معلوم ہوتی ہے۔ مثنوی کے آخر میں ایک شعر میں شاعر نے اپنا نام عبدالرسول قلم کیا ہے۔ اس مخطوط کا کاتب کم علم اور غلط نویس ہے۔ اس نے عام طور پر عربی الفاظ کی صورت خطی میں غلطی کی ہے جس کی ایک مثال ”حادس“ ہے جسے ”حادث“ کی جگہ لکھا ہے۔ کوئی ترتیبہ موجود نہیں ہے۔ ابتدائے ان اشعار سے ہوتی ہے:

قائم	ذات	خدا	کوں	جان
اللہ	باقی	والکل	قان	
دنیا	حادس	جانے	توں	
اتنا	دل	میں	آئے	توں
جو	ہینا	سو	مرنے	کوں
چو	چڑیا	سو	پڑنے	کوں

(۲۹)

انتہائی اشعار بھی ملاحظہ ہوں:

ایسے بڑے نیم ہمارے

ان اوپر سب جاویں وارے
درد و غم پر پڑھو اے بھائی
وقت نامہ پڑھ دل پر لایو
جو کوئی اس کوں جعرات سے
دین دنیا کا کام کیا اے
یا ائی شعر من ازہر احمد کن قبول
انت بل انت حسبی قائل عبدالرسول
(۳۰)

سید بلاتی حیدر آبادی

سید بلاتی نام اور بلاتی تخلص، قطب شاہی دور کا شاعر ہے مگر شاہی دربار سے منسلک نہیں تھا۔ بلاتی نے کوئی عشقیہ مثنوی اپنے زمانے کے دستور کے مطابق نہیں لکھی بلکہ معراج نامہ اور نور نامہ تصنیف کئے۔ بلاتی کا معراج نامہ ۱۵۲۵ء ایات پر مشتمل ہے جو ۱۰۵۶ھ / ۱۶۴۶ء میں تصنیف ہوا۔ مختلف کتب خانوں میں اس کے متعدد نسخے موجود ہیں۔ معراج نامے کے مخطوطات کتب خانہ آصفیہ، کتب خانہ جامعہ عثمانیہ، کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو، کتب خانہ ملالار جنگ کے علاوہ تین مخطوطے شاہان اودھ کے کتب خانوں میں بھی ہیں۔ (۳۱) ڈاکٹر جمیل جالبی نے بھی اس معراج نامہ کے آٹھ اور قلمی نسخوں کا ذکر کیا ہے جو انجمن ترقی اردو پاکستان کے علاوہ ان کی نظروں سے گزرے ہیں اور جن میں سے تصنیف ۱۰۵۶ھ دیا گیا ہے۔ (۳۲) تین مخطوطات پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں موجود ہیں۔ (۳۳) دو مخطوطات نیشنل میوزیم کراچی میں ہیں۔ ان مخطوطات کی کثرت سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ معراج نامہ اپنے دور میں بہت مشہور تھا اور محفل میلاد کی مذہبی و مجلسی ضرورت کو مد نظر رکھ کر لکھا گیا تھا۔

اگر کوئی پڑے گا تو اوسکوں ثواب
نہ کہنے میں آتا ہے اوسکا حساب

اس معراج نامہ میں آنحضرتؐ کی معراج کے واقعات و استان کے پیرائے میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ متن سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاتی نے کسی فارسی ”معراج نامہ“ کا ترجمہ کیا ہے۔
کہ معراج نامہ کے سینو خیر

حکایت جو بولا ہوں میں مختصر

کیا فارسی کو سو دیکھنی غزل

کہ ہر عام ہور خاص سمجھیں سگ

حسب روایت مثنوی کا آغاز حمد سے ہوتا ہے:

اول نام اللہ سو بولوں احد
ثنا و صفت اس کی ہے بے عدد
ثنا اس پر نت سزا وار ہے
کر نمار قدرت میں کرتار ہے

بلاقی کے معراج نامہ میں غیر مانوس مقامی الفاظ کا استعمال نسبتاً کم ہے۔ اس کی بحر زواں ہے جسے ترجمہ میں لے کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ اس کے زبان و بیان کی خوبیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے خواجہ حمید الدین شاہد لکھتے ہیں۔ ”زبان اتنی صاف اور رواں ہے کہ ترجمہ کا بہت کم احساس ہوتا ہے بلکہ شاعر کی ذاتی شعری واردات معلوم ہوتی ہے۔ زبان کے استعمال پر قدرت کے باعث خوبصورت آہنگ پیدا ہوا ہے۔“ (۳۳)

سید بلاقی نے اپنے معراج نامہ میں سلاطین گولکنڈا کے عقائد کے برخلاف ”خلفائے راشدین“ کی محبت بھی لکھی ہے کیونکہ اس کی کسی دربار سے وابستگی نہیں تھی۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ ”بلاقی نے حواری رنگ پیدا کرنے کے لئے ایسی ضعیف روایات کو بھی شعر کا جامہ پہنایا ہے جو عوام میں مقبول و مروج تھیں۔“ (۳۵) اس کے باوجود یہ معراج نامہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ اتنا مشہور رہا کہ باقر آگاہ (م ۱۳۳۰ھ) نے بہشت بہشت میں اور شاہ کمال (م ۱۷۷۸ھ) نے اپنے معراج نامہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

معراج نامہ میں نبی کریمؐ معراج کے کم و بیش سبھی معروف واقعات اور روایات کو بلاقی نے بیان کیا ہے مثلاً آپؐ کا آسمانوں میں اتر کرنا، انبیاء کرام علیہ السلام سے ملاقات کرنا اور بہشت و دوزخ کا مشاہدہ وغیرہ۔ ان تفصیلات کے بعد حضورؐ کے عرش پر تشریف لے جانے کا بیان ہے اور پھر معراج سے واپسی کا ذکر ہے۔ شاہ کمال نے اپنے معراج نامہ میں بلاقی کے ہاں ملنے والی غلط روایات کی نشاندہی بھی کی ہے۔ اور اس سلسلہ میں نصیر الدین ہاشمی لکھتے ہیں کہ ”اس میں معراج کے واقعہ کو ایک افسانہ کی صورت میں لکھا گیا ہے جو افسانہ کی طرح صدق و کذب کا مرقع ہے۔“ (۳۶)

ساتویں آسمان پر حضورؐ کے تشریف لے جانے کے بارے میں سید بلاقی لکھتے ہیں :

کہ ہنم سما کی سو درواگوں
کہا کہوں در حال دروازہ کون
کہ دروان بولا کہ تو کون ہی
کہ اس وقت آیا سو کیا کام ہی
کہا میں ہوں جبرائیل گیا تھا زمین
کہ لایا محمدؐ کو روح الامین
کہ یو نام من کر تھی سو کہولا باب
پر انور کا وہاں اجالا شتاب
فرشتہ جیتی سپہ درو بول کر
کئی سپہ سلاہاں کول چٹھ جوڑ کر

جو دیکھا نبی وہاں سو مجھس کون
 کہ دیکھا تھا اوس تہار پر آلی نکون
 کہ جبرائیل کون پہ پوچھا اوسکا نام
 کہ ابراہیم تیرا جد علیہ السلام
 اگی ہو محمدؐ فی کیتا سلام
 غلیل اللہ بولی علیہ السلام
 غلیل اللہ بولی مرجبا تھہ آوہر
 ہزار آفرس ہی سو تھہ ذات پر
 (۳۷)

پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے تینوں مخطوطات میں سے یہ سب سے بہتر ہے اور صاف لکھا ہوا ہے۔ (۳۸)

بلاقی نبی کریمؐ کے معراج سے مشرف ہونے کی کیفیت کا اظہار یوں کرتے ہیں:

کہ معراج تم کو خدا منت کرے
 فرشتیا نے من کر بھی کھہ پرے
 خوش سولا کھڑا وہ مبارک بدن
 دی خوب رونق کہ گل در چمن
 جی توں محمدؐ تیرا ٹاؤں ہے
 وہ عالم کے سر پر تیرا چھاؤں ہے
 توں ہی بادشاہی تھہ راج ہے
 وہ عالم کی شاہانہیں سر تاج ہے
 (۳۹)

سید بلاقی نے خاتمہ میں اپنی مشنوی کے بعض خواص بھی بیان کئے ہیں۔

جو سید بلاقی نے پلایا رتن
 کیا سو رتن دل میں جیو سوں جتن
 اگر کوئی پرے کا تو اس کا ثواب
 نہ کہنے میں آتا ہے اس کا جواب
 اگر جانتا ہے پھڑنا مدام
 ترے کام جگہ میں تو ہوویں تمام
 کہ جس پاس معراج نامہ اچھے
 بلا بھوت اس کن کدھوں نا اچھے

صدق سوں اسے کوئی گھر میں رکھے
 کدھیں آگ اس کے نہ گھر کوں لگے
 نہ جادو ہووے اس پر کار گار
 نہ آفت پڑے کدھیں اس تھار پر
 کہ جیتے بلایا سوں آمان توں
 الہی دنیاں میں تمکیناں توں
 (۳۰)

معراج نامہ کے اختتام پر سید بلاتی نبی کریمؐ سے اپنی نسبت غلامی کا اظہار کرتا ہے:
 جو سید بلاتی نبیؐ کا غلام
 قصہ یو کھیا تجھ لطف سوں تمام
 ہزاروں درود و ہزاروں سلام
 بحق محمد علیہ السلام
 (۳۱)

سید بلاتی کے دوسرے شعر کو ضرب المثل کی سی مقبولیت حاصل ہوئی ہے اور کئی میلاد ناموں اور
 مشوہوں کے اختتام پر یہ شعر نظر آتا ہے۔
 معراج نامہ کے علاوہ سید بلاتی کی دوسری تصنیف نور نامہ ہے۔ بلاتی کا نور نامہ چھ سو اشعار پر مشتمل
 ہے جو ۱۶۳۳ء میں لکھا گیا۔

ز ہجرت ہزار یک چوست اوپر
 نبی بعد زان یوں میرے کھٹ اوپر
 کہ آیا جگت میں گنہ کچھ کھیا
 کھیا ہو کر کیا کچھ نشانی کر گیا
 اس کا ایک مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔ (۳۲) اس کی ابتدا اہوان اشعار سے ہوتی ہے

کہوں ٹاٹوں اللہ کا ابتدا
 منور وہ نور نور علا
 کہ اس کا اوجلاسوں جو نور ہے
 اس کا محمدؐ نبی نور ہے
 سو اس نور کے نور سوں نور کر
 کہ جس کا اجالا پڑے جگت اوپر
 (۳۳)

اس رسالہ میں نور محمدیؑ کے تذکرہ کے ساتھ سید بلاتی نے تصوف کے بعض مسائل کو بھی بیان کیا ہے۔

ملا اسد اللہ وجہی (م ۱۷۰۷ھ، ۱۲۵۹ء)

وجہی، قطب شاہی عہد کے دوسرے بڑے شاعر ہیں۔ مشہور ”قطب مشتری“ میں معراج النبیؐ کے عنوان کے تحت ۳۴ اشعار ملتے ہیں۔ معراج کے بارے میں ان کے اشعار عام معراج ناموں کی طرح ہیں۔ ان میں معراج کی رات کا نورانی سماں، آسمانوں پر نئی کریم کے استقبال کی تیاری، براق کی تیز رفتاری اور آپ کی خدا سے ملاقات وغیرہ کا بیان ہے۔ وجہی نے معراج کا ذکر مشہور میں ذیلی موضوع کے تحت اختصار سے کیا ہے۔ ”ذکر معراج“ سے متعلقہ اشعار دیکھئے :

صفت کرتوں معراج کی رات کا

کہ جاگیا ہے بخت حج بات کا
اتھا اس رین کو عجب کچھ نور

کہ لاکھوں تی چاندناں کا ڈوڑھاں تی سور
نیا تھے اچھوں اپنے گھر نے

جو نوحا کئے قدی انبر نے
نیا آج ہمارے یہاں آئیں گے

ہمیں سب انو کا درس پائیں گے
ملائک اچھلے لگے ذوق سوں

سو حضرت کے دیدار کے شوق سوں
فرشتے سورج چاند تارے تمام

لو آسمان کے رہنما رہے تمام
قدوسی کے شوق تی دھالے کر

رہے پیلے آسمان میں آلے کر
... براق آج خوش گرم جیوں برق ہے

کہ سہا نو لگ نور میں فرق ہے
چڑیا بیٹھ پر اس کی دو ماہتاب

گیا اڑنے آسمان پر جیوں شباب
ندا غیب تی آئے حضرت کئے

بلا لے گیا واں تی غلوت سے
(۳۳)

ان اشعار کی اہم خوبی روانی اور ربط ہے۔ تشبیہات بلیغ اور عام فہم ہیں۔ آج قریباً چار سو سال گزرنے کے بعد بھی قاری پر جذب و کیف کا خاص اثر چھوڑتے ہیں۔

سید شاہ حسین ذوقی

سید شاہ حسین ذوقی بیجاپور کے رہنے والے اور عالمگیر کے ہم عصر تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

ہے اس وقت اور نگ زیب عالی

نیا کی شرح کے گلشن کا مالی

شعر و شاعری میں انہیں کافی دستگاہ حاصل تھی۔ اپنی شاعری پر بڑا فخر و ناز کرتے تھے اور خود کو نصرتی سے بلند پایہ اور اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے حسان ہند تصور کرتے تھے۔

نصیر الدین ہاشمی نے ان کے ایک وقت نامہ کا ذکر کیا ہے۔ (۳۵) لیکن ان کے وفات نامہ کے اشعار میں مل سکے جس سے ان کی قادر الکلامی کا پوری طرح اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے مرشد شاہ خان محمد نے ان کو جز العرفان کا خطاب دیا تھا۔ بقول ہاشمی ”ذوقی کی زبان نسبتاً نکمری ہوئی ہے۔ ہندی کے الفاظ جن کی وجہ سے کلام میں ثقالت آ جاتی ہے“ برائے نام ہیں۔ ان کے عصری ماحول کے لحاظ سے زبان و بیان کا انداز قابل ستائش ہے۔“ (۳۶) وہ ایک کلمہ مشق شاعر تھے اور ان کو اپنے فن میں استادانہ مہارت حاصل تھی۔

عبد اللطیف

عبد اللطیف نے مولود نامہ اور وفات نامہ ۱۷۳۳ء میں لکھے۔ وفات نامہ کا ایک نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی میں موجود ہے۔ مولود نامہ نہیں مل سکا۔ عبد اللطیف نے اپنے اشعار میں عاجز کا لفظ استعمال کیا ہے جو لغوی معنی میں اسی طرح استعمال ہوا ہے جس طرح احقر، خاکسار اور خادم کے الفاظ نام کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔ عبد اللطیف کا تخلص عاجز نہیں ہے بلکہ عبد اللطیف نے اپنا پورا نام کئی جگہ بطور تخلص استعمال کیا ہے۔

عبد اللطیف کے وفات نامے میں نبی کریمؐ کی وفات کے حالات تفصیل سے قلم کئے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ غسل میت اور جہیز و عقیقین اور صحابہ کرامؓ کے تاثرات بھی دل نشین انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ وفات نامے لکھنے والوں کے پیش نظر حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت کعب بن مالکؓ، عاتکہ بنت عبد المطلبؓ، منیہؓ، ہند بنت الحارثؓ، عاتکہ بنت زید بن عمروؓ، ہند بنت امیہؓ اور ام ایمن رضوان اللہ علیہم کے مرثیہ کے اشعار رہے ہیں۔

عبد اللطیف نے فارسی سے دکنی میں وفات نامے کا ترجمہ کیا ہے۔ آخری شعر میں عاجز کا لفظ لغوی معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔

کیا ترجمہ اسکوں دکنی زبان

وے ہر کسے زیب ہونے عیاں

اتھے سالِ صعب کہ ہجرت کیرا
ہوا اوس وقت وکھنی یو تریما
کہ دس اوپر شصت ہو چاروہ
اتھا چاند اول ربیع نیک ماہ
کہ ہوں بندہ عاجز بدرگاہِ اہد
کہ عبداللطیف دینِ عسکر اللہ

ڈاکٹر جمیل جالبی عبداللطیف کے وفات نامہ کی زبان و بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
”عبداللطیف کے وفات نامے میں زبان و بیان کے لحاظ سے زور، قوت اور روانی
کا احساس تو ہوتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی وہ ادبیت و شعریت جس سے روایت آگے
برہتی ہے، عبداللطیف کے وفات نامے میں نظر نہیں آتی۔ یہاں زبان صاف ہونے
کے باوجود ادبی سطح پر بے مزہ تکرار کا احساس ہوتا ہے۔“ (۳۷)
عبداللطیف نے اپنی کوتاہی فن کا خود اقرار کیا ہے اور غلطیوں کی معافی چاہتی ہے۔
اگر کیس خطا ہووے اصلاح کرو

یہی سوگند خدا کا جو عیب تا دھرو
(۳۸)

محمد مختار

محمد مختار، سکندر عادل شاہ کے دور کا شاعر ہے۔ شاعری دربار سے اسے کوئی تعلق نہیں تھا۔ کسی قدیم یا
جدید تذکرہ نویس نے مختار کا ذکر نہیں کیا ہے۔ غالباً یہ ایک مذہبی شخص تھا جو بجا ”شہرت و ناموری سے
نغور تھا۔ مختار کے مرشد عبدالصمد تھے جو حضرت سید محمد گیسو دراز کی اولاد میں سے تھے شاہ عبدالصمد کا
انتقال ۱۱۱۱ھ میں ہوا۔

قصہ مولود نامہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (تاریخ تصنیف ۱۲۸۳ھ / ۱۹۶۷ء) محراج نامہ (۱۲۹۳ھ /
۱۲۸۳ھ) اور نور نامہ (تصنیف اواخر ۱۳۰۰ھ / ۱۹۱۸ء) ان کی مشہور سیرتی مشوئیاں ہیں۔ مختار کے وفات نامہ
کا مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔

قصہ مولود نامہ میں نبی کریم کی پیدائش کے حالات و واقعات کو نظم کیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ درود کی
فضیلت، نور محمدی، امت محمدی، خلق و فضیلت عرب، معجزات اور شامل و ضمیر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (۳۹)
آپ کا سراپا صورت مبارک کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ اور آخر میں یہ صراحت ہے کہ ربیع الاول
میں ولادت نبوی کی وجہ سے خوشی منانی چاہئے۔ یہ مولود نامہ قریباً ۳۴۰ آیات پر مشتمل ہے۔ اس کے دو
مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہیں۔ (۵۰) اور اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو
پاکستان، کراچی میں بھی موجود ہے۔ اور اس پر اس کا نام ”مولود سرور عالم“ لکھا ہوا ہے۔ (۵۱)

نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

اول سب سراٹا ہے معبود کوں
شرف جن دیا سب میں مولود کوں
بزرگی رنج الاول کوں دیا
شہ انبیا اس میں پیدا کیا
(۵۲)

ایک شعر میں مختار نے اپنے شخص کی صراحت یوں کی ہے:

خدایا تو اپنے کرم پیار سوں
شفاعت محمدؐ کی مختار سوں
(۵۳)

ان دو اشعار میں میلا نامہ کے اختتام کا ذکر کیا گیا ہے:

محمدؐ پہ صلوٰۃ یاراں کو
ہزاراں ہزاراں ہزاراں کو
ہوا ختم مولود خیر الانام
علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام
(۵۴)

مولود نامہ کے اختتام پر کاتب نے اپنا نام بعد مجزو نیاز، فقیر فقیر بلکہ گردو خلیں فقیر شاہ کمال محمد قادری لکھا ہے اور اس کے بعد آخری صفحہ پر شاہی کی بعض جائز اور ناجائز رسومات کا ذکر ہے۔
مختار کا معراج نامہ واقعہ معراج پر لکھی گئی مثنویوں میں خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے قریباً دو سو سات سو پچاس ابیات ہیں اور یہ مثنوی کی حیثیت میں ہے۔ اس کی بحر بھی معتم اور بلاقی وغیرہ کی شبیوں جیسی ہے۔

مختار نے اس کے سن تصنیف ۱۱۱۱ھ کی وضاحت ان اشعار میں کی ہے:

یو معراج نامہ ہوا ہے تمام
سلام علی روح خیر الانام
یو تھا سنہ ہجرت کا اس دن قرار
تھے گزرے نو چار پر یک ہزار
(۵۵)

معراج نامہ کے دو مخطوطات کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔ ایک مخطوطہ ۲۵۱ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ پر گیارہ سطر ہیں۔ یہ ۱۱۱۱ھ کا تحریر کردہ ہے۔ اور دو سرا شکستہ اور ناقص الاول ہے۔ اس کا سنہ تحریر واضح نہیں ہے۔ صرف اس قدر نشان دہی ہوتی ہے کہ حسب قرائن علی خان غلیل

لکھا گیا ہے۔ (۵۶) کتب خانہ سالار جنگ اور آغا حیدر حسن کے پاس بھی اس کے مخطوطات ہیں۔ (۵۷)

اس مثنوی میں مختار نے معراج کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آسمانوں کی سیر، جنت و دوزخ، خدا پیغمبروں سے گفتگو کا تذکرہ اور عالم ملکوت کے مشاہدے کا حال بیان کیا ہے۔ حمد و نعت کے بعد خلفہ راشدین کی مدح میں اشعار ہیں اور نبی کریمؐ سے صحابہ کبارؓ کی عقیدت و شہنشاہی کا بیان ہے۔ اس کے بعد سید محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ، سید محمد حسینی گیسو درازؒ (م ۸۲۵ھ) اور اپنے مرشد عبدالصمد کے مناقب بھی لکھے ہیں۔ حمد سے مناقب تک کے اشعار نہایت قرینے سے مربوط نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد معراج کا بیان ہے۔ یہ پہلی تفصیلی مثنوی ہے جس میں صحت روایات کا اہتمام کیا گیا ہے۔ معراج کے بیان میں مختلف روایات جمع کر کے ان مضامین کے بیان کے لئے مختلف عنوانات قائم کئے ہیں۔ مثنوی کے پہلے شعر سے ہی معراج کا ذکر کر کے قاری پر واضح کر دیا ہے کہ یہ مثنوی معراج النبیؐ کے بیان میں ہے:

کہوں حمد اول اوی راج کا
نمی کوں دیا تاج معراج کا
(۵۸)

اس مثنوی کی سب سے بڑی خوبی اس کے بیان کا تسلسل اور روانی کے ساتھ ساتھ صدق و خلوص اور فراوانی ہے۔

معراج نامہ میں آپؐ کے سفر کے مشاہدات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

عجب و یک محبوب ہے بے بدل
محمدؐ شد انبیاء از ازل
اس چار خرماں کا ہے تاؤں آج
رکھے اس کوں لولاک کا سر پہ تاج
سو ہر حرف کا میں کہوں یوں بیان
کہ ہے میم محبوبیت کا نشان
(۵۹)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے مختار کے معراج نامہ کے فنی محاسن اور زبان و بیان کی خوبیوں کو اس کے معاصر شعراء کے قاعریں جانچتے اور سراہتے ہوئے لکھا ہے:

”اس دور کی دوسری مثنویوں کی طرح اس کے زبان و بیان بھی صاف اور بحیثیت مجموعی ریختہ کے رنگ روپ سے قریب تر ہیں۔ لسانی نقطہ نظر سے اس مثنوی کی اہمیت یہ ہے کہ اس سے زبان اور ذہنی الفاظ کی تبدیلیوں کو دریافت کیا جاسکتا ہے، اس کی زبان بہت زیادہ صاف اور نکھری ستھری ہے مثلاً یہ چند شعر دیکھئے:

چھ آسمان پر نمی جب چڑے
 دیکھے والی عجب تماشا ہے
 نمی جب چڑے ہیں اس آسمان پر
 اتھا پردہ وار اسے کہتے نظر
 اوعائیل ہے ثاقب اس کا دام
 کہتے تھے اسے پردہ وار اس مقام
 پیہر کئے ہیں تو اوس کوں سلام
 ادب سوں ملکی دیا ہے تمام
 (۶۰)

حضرت جبرائیل کی تشریف آوری کو اس طرح بیان کیا ہے:

کے جبرائیل آ کے قم یا حبیب
 بڑا ہے خدا کے کئے تجھ نصیب
 سو جبرائیل نے حق سے ان پر سلام
 سمجھیں ان سے یوں کئے ہیں کلام
 کیا حق تعالیٰ نے حق سے سو کام
 بھی صلوات بولیا درود و سلام
 کیا حق تعالیٰ نے یوں تم کوں سب
 جو پیدا کیا تم کوں میں اس سب
 شفاعت ملے سب گناہ گار کی
 جو بخشا دے سب اوکو یکبارگی
 چلو یہی کئے کے جنگل سے
 سب امت کے اعمال تو دیکھئے
 تو عبرت ہوئے گی تمہیں دل اپر
 کہ یہ وقت نہیں نیند کا سرسہر
 پھر ہاتھ جبرائیل کا ہوشیار
 تب آئے ہیں سرور کے کے ہمار
 (۶۱)

مختار کے نور نامہ کا مخطوط کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔ (۶۳) ڈاکٹر محی الدین زور نے لکھا ہے کہ یہ گیارہویں صدی ہجری کی تصنیف ہے۔ (۶۴) نصیر الدین ہاشمی کی رائے ہے کہ اس نور نامہ کے بارے میں یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ نور نامہ اسی مختار کا ہے جس نے معراج نامہ لکھا ہے۔ (۶۵) اس

رسالہ میں نور الحق کا بیان ہے اور کتاب کے ابواب کو شرف نام دیا گیا ہے۔ ابتدائی اشعار دیکھئے :

ترے نور کی کوئی صفت کیا کرے
اٹل تے ابد کے تلک ٹان برے
ترا نور نور علی نور ہے
تیرے نور تے جگ یو معور ہے
(۶۵)

مختار کا وفات نامہ قریباً ۹۳- اشعار پر مشتمل ہے۔ وفات نامہ خط مثلث میں ہے۔ متعدد ابیات حاشیے میں ہیں۔ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے ہوئے ہیں۔ مخطوطہ میں جگہ جگہ مصرعوں کی تراش خراش سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود مختار کے قلم کا لکھا ہوا ہے۔ اور یہ عمل مصنف کے سوا کسی دوسرے کا نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ایک بیت تھی :

سارے صحابہ وہاں تے لیاے ہیں
عائشہ کے خمرے میں پس آئے ہیں

اس بیت کے پہلے مصرع کو اس شکل میں بدلا گیا ہے۔ حذف و اضافہ بھی ہے۔
واں تے صحابہ نبی کون لائے ہیں (۶۶)

مختار کے مولود نامہ، معراج نامہ اور وفات نامہ نے سیرتی مثنویوں کی روایت کو آگے بڑھایا اور اسلامی عقائد کی تبلیغ و فروغ میں مجلسی ضروریات کے سبب رواں بحر اور آسان زبان میں گرائفدراضافے کئے۔

نصرتی (م ۱۰۸۵ھ / ۱۶۷۵ء)

علی عادل شاہ کے دربار کا ملک الشعراء ملا نصرتی اردو کا ایک بہت بڑا شاعر تھا۔ شخص کی مناسبت سے محمد نصرت نام ہونا قرین قیاس تو ہے مگر یقینی نہیں۔ گارساں دہاسی نے گلشن عشق کے قلمی نسخے کی بناء پر اسے بدین بنایا ہے مگر اس مثنوی میں کہیں اشارتاً بھی اس کا ذکر نہیں ہے البتہ خود نصرتی نے ”گلشن عشق“ میں حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کی مدح لکھتے ہوئے ایک ایسا شعر لکھا ہے جس سے اس کے خاندان پر روشنی پڑتی ہے :

بچہ اللہ کرسی بہ کرسی مری
چلی آئی ہے بندگی میں تری
جو ہوں میں بھی بندہ اسیر ہوا
جو آیا ہوں تج بندگی میں سدا
(۶۷)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نصرتی کے آباء و اجداد مسلمان تھے۔ نصرتی نے بیجا پور کے تین بادشاہوں

علی عادل شاہ، علی عادل شاہ اور سکندر عادل شاہ کا زمانہ دیکھا۔ بیجا پور کے دربار میں اسے وہ مرتبہ اور
حاصل تھی جو اور کسی دکنی شاعر کو کسی جگہ حاصل نہیں ہوئی۔ (۶۸) نصرتی طبعی موت نہیں مرے بلکہ
حاصل نے اسے سازش کر کے قتل کرا دیا تھا۔ غزل کے ایک مصرع سے بھی اس بات کی طرف اشارہ ملتا
ہے کہ کسی نجم نے اسے بتایا تھا:

کہتے ہیں مج نجم اب تجھ خطر ہے بنیو کا

نصیر الدین ہاشمی نے مخطوطہ ”گلشن عشق“ (کتب خانہ سالار جنگ) میں ایک قطعہ ڈھونڈ نکالا ہے۔ جس
میں نصرتی کا سن وفات ۱۰۸۵ھ ر ۱۶۷۵ء لکھا ہے۔ (۶۹)

نصرتی کی تصانیف میں مثنوی ”گلشن عشق“ (۱۰۶۸ھ) ”مثنوی ”علی نامہ“ (۱۰۷۱ھ) ”مثنوی تاریخ
سکندری اور اس کے مجموعہ غزلیات ”گلستانہ عشق“ کا بھی ذکر ملتا ہے۔

نصرتی نے ”گلشن عشق“ میں حضورؐ کی خلقت اور نور محمدی کی آفرینش ”نبی کریمؐ کے معجزات اور
معراج کو بھی بیان کیا ہے۔ آپؐ کے معجزات کے بیان میں نصرتی کہتے ہیں کہ آپؐ کے ناخن مبارک کے
خیال میں ہلال پورا چاند بنتا ہے۔ آپؐ کی انگلیوں سے امرت کے دریا رواں ہوتے ہیں۔ معالوات کو آپؐ
کے وسیلہ سے زبان ملی۔ اور سوکھے شجر آپؐ کی نظر کے فیض سے ثمر آور ہوئے۔ حیوانات نے آپؐ کی
رسالت کی گواہی دی۔ سورج آپؐ کے نور کا ایک شعلہ ہے اور جہاں الملائک کی حدیں ختم ہوتی ہیں وہاں
آپؐ کا مقام ہے۔ آپؐ کو خدا شرف ملاقات سے نوازتا ہے۔

نصرتی کے بیان معجزات و معراج میں جوش اور طوالت ہے۔ ان اشعار کی دوسری خوبی روایتی، ہموار اور
تسلل ہے۔ دکنی دور کے شعراء میں تشبیہ و استعارات اور دوسرے شعری محاسن کے لحاظ سے نصرتی کے
اشعار کا منفرد مقام ہے۔

ترا خاتم الے خاتم الانبیاء

رسالت کے فرماں پہ سکھ کیا

ہوا جلوہ گر تب نبوت کا تخت

چنیا تس پہ جب توں شریک بخت

ترا معجزہ معجزوں کے اوپر

کہ کیتا ممکن پر توں شق القمر

(۷۰)

نصرتی کے اشعار آپؐ کی فضیلت کے بیان سے معمور ہیں:

قدم آتی تیرے نامور فرش ہے

شرف ناک تجھ گرد تی عرش ہے

ہمیں حق سوں نت ہم زباں ہم کلام

تجے قاب قوسین ادنیٰ مقام

بچنے مرگیاں میں تو اپروپ ہے

او طالب ہیں تو حق کا مطلوب ہے

(۷۱)

نصرتی نے ذکر معراج کے بارے میں معراج کی رات، نبی کریمؐ کی سواری، آسمانوں پر فرشتوں کی تیاری، براق کی تیز رفتاری، نزول رحمت حق، قطع افلاک کا بیان اور دوسرے مراحل کی منظر نگاری اور نفا بندی کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ ان آیات کو ایک ”معراج نامہ“ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ عرش بریں پر نبی کریمؐ کی آمد کے درج ذیل شعر دیکھئے:

کرم تے کیا تخت رفرف سوار

گذرتے مقامات سوں کئی ہزار

کیا جس اگلے آسمان ہرج

منازل تی جس چڑکے کھیتی عروج

جب آیا دیکھے عرش عالی اگلے

چلن جس پہ طہین اتارن منگے

کیا عرش در حال یوں التماس

کہ ہے اے حبیب خدا مجھ یو اس

جھٹک کر دتھ چپ کے طہین کی

کہ ہوئے روشنی دل کی مجھ نین کی

رکھے تب نبیؐ عرش عالی پہ پاؤں

چلے چھوڑ دے جس کے آگے کی ٹھاؤں

سمند ہوا رو نور جہاں

دیکھلایا لجا منزل لامکاں

(۷۲)

”علی نامہ“ نصرتی کی دوسری طویل مثنوی ہے۔ اس میں تقریباً ۵۲۷۸۔۵۳ آیات ہیں جن میں ۳۳۔ عنوانات، ۱۷ قطعات تاریخ اور ۶۹۹ قصائد کے ہیں۔ اس طرح اصل مثنوی کی آیات ۴۵۱۹ رو جاتی ہیں۔ اس مثنوی میں ہر باب کا عنوان شعر میں ہے۔ عنوان کے تمام اشعار ایک ہی بحر اور قافیے میں ہیں۔ ان اشعار کو یکجا کرنے سے قصیدہ لامیہ بن جاتا ہے جس میں پوری مثنوی کا غلامہ آ جاتا ہے۔

علی نامہ کی ابتداء حمد و نعت سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد ذکر معراج کے ۱۰۰ اشعار ہیں۔ یہ بنیادی طور پر ایک طویل رزمیہ مثنوی ہے مگر اس میں معراج الہی کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ معراج کے بیان میں ان اشعار کا آہنگ اور لب و لہجہ بھی رزمیہ ہے۔ ان آیات میں روانی، تیزی اور جوش کا انداز نمایاں ہے۔ چند شعر درج ذیل ہیں:

تھیں اسے شہنشاہ دنیا و دیں
 شجاعت کی ہے صف کا کرسی نقشب
 شرف کون دلیری کی تیج سینہ صدر
 دیا بت کچھ تیج کون تو تیج قدر
 ترے کالج جس حق نے پیدا کیا
 غزا کا شرف توں ہویدا کیا
 ترا دیدہ من کے خوش دھلت کا
 زمین پر نہ ہمارے قدم لات کا
 (۷۳)

نصرتی کی قادر انکلاہی اور کمال کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اس کا معراج نامہ جسے ”حج حیات نصرتی“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۸۳ھ ۱۶۷۳ء میں نقل ہو کر اکبر آباد پہنچ گیا تھا۔ (۷۴)
 نصرتی قدیم اردو کے عظیم ترین شعراء میں سے ایک ہے جس نے طویل مثنویاں لکھ کر اپنی شاعرانہ عظمت و بزرگی کا لوہا منوایا ہے۔ قاضی سید کریم اللہ شاہ ابوالحالی اور شاہ نور اللہ وغیرہ اس کے معاصر تھے۔ اس لحاظ سے نصرتی کا زمانہ آج سے قریباً تین سو برس پہلے کا ہے لیکن اس کی زبان خاصی صاف ہے ابیات کی برجستگی سے موجودہ دور کے شعراء کے کلام کا گمان ہوتا ہے اور جن ابیات میں دکنی الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ بھی معمولی ترمیم کے بعد موجودہ زبان کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نصرتی کی شاعری کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”نصرتی میں بڑے کیوں پر ساری جزئیات کے ساتھ تصویر بنانے کی کمال صلاحیت ہے۔ اس کی شاعری کے جوہر وہاں کھلتے ہیں جہاں وہ مناظر، جذبات و کیفیات مقامات کے نقشے یا رسومات وغیرہ کی تصویر آتا ہے۔“ (۷۵)

علی نامہ کے مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی کے علاوہ کتب خانہ سر سالار جنگ، سنٹرل ریکارڈ آفس حیدر آباد دکن، برٹش میوزیم، انڈیا آفس لائبریری، لندن میں بھی موجود ہیں۔ پروفیسر عبدالحمید صدیقی نے ”علی نامہ“ کو اپنے مقدمہ کے ساتھ ۱۹۵۹ء میں مجلس اشاعت دکنی مخطوطات حیدر آباد دکن سے شائع کیا ہے۔

نصرتی نے نبی کریمؐ کے معجزات اور نور محمدی کے بیان میں اپنی قلبی وابستگی سے آپ کے اوصاف کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اردو زبان و ادب کے حوالے سے نصرتی کی مثنویاں تدریجی ترقی کی قاتل قدر مثالیں اور دکنی شاعری کا شاہکار ہیں۔

شاہ امین الدین اعلیٰ (م ۱۶۷۵ء)

شاہ امین الدین اعلیٰ شاہ بہان الدین جافم بن شاہ میراں بی شمس العشاق کے صاحب زادے ہیں۔ وہ

اپنے دادا کی طرح علمائے عظام اور اولیائے کرام میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ شہر عیلا پور میں اپنے اجداد کے روضہ کے قریب علیحدہ گنبد میں مدفون ہیں۔ (۷۶)

شاہ امین الدین نے کئی نظم و نثر میں کچھ یادگار رسائل چھوڑے ہیں۔ افسر صدیقی نے ان کے رسائل کلمۃ الاسرار اور کلمۃ التوحید کا ذکر کیا ہے۔ (۷۷) عبدالقادر سروری نے ان کے ایک مجموعہ رسائل کا ذکر کیا ہے۔ ان کی نظموں میں محبت نامہ قصیدہ کی طرز پر ہے۔ اور دو ”وجود نامہ“ اور ”رمز السالکین“ کے نام سے بھی ہیں۔ نامہ کی ترکیب سے انہوں نے اپنی کئی نظموں اور رسالوں کے نام تخلیق کئے ہیں۔ نور نامہ، ذکر نامہ، وصیت نامہ، وصل نامہ، محبت نامہ، وجود نامہ، وغیرہ میں اسی تخلیقی عمل کا اظہار ہے۔ (۷۸) ان رسائل سے ان کے مضامین کی وسعت اور تنوع کا پتہ چلتا ہے۔ ان کی مثنوی نور نامہ کے بارے میں پوری تفصیلات میسر نہیں آ سکیں۔ اور نہ ہی اس کے مخطوطہ کا کسی جگہ سراغ ملا ہے۔ ان نمونہ کلام مل جاتا ہے جو دوہروں کے انداز میں ہے ایک نمونہ دیکھئے :

دروہ نما پر شب معراج ہے
ساری امتیوں منت جم کالج ہے
سموں پر شاہد ذات رحمن ہے
آکھیں علی امین الدین سخن لسان ہے
(۷۹)

امین الدین اعلیٰ جیسے بزرگوں کی مساعی سے باقاعدہ مذہبی مثنویاں نور نامے، تولد نامے اور وفات نامے وغیرہ بکثرت لکھے جانے لگے۔ نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے بعض واقعات منظوم ہونے لگے، جن کا انداز ادبی سے زیادہ مذہبی تھا۔

عالم گجراتی

علی عادل شاہ ثانی کے حمد کے شاعر ہیں۔ عالم نے ۱۰۸۷ھ ر ۱۱۷۶ھ میں وفات نامہ لکھا جو اپنی قدامت کی وجہ سے اردو کے اولین وفات ناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ عالم گجراتی نے اس کی تاریخ تصنیف خود بیان کی ہے اور اپنے تخلص کی بھی صراحت کی ہے۔

یا رسول اللہ تم مسکین عالم بھیجے مدام
خواجہ عالم ہو کے تم
عالم اوپر کرو رحم
ہزار برس پر اسی اور سات
سنہ ہجرت ترتب عالم بات
(۱۰۸۷ھ)

اس وفات نامے کا ایک ناقص الاول و آخر نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس وقت نامے پر ڈاکٹر جمیل جالبی نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”اس وفات نامے پر بھی ہندوی روایت غالب ہے۔ وزن بھی وہی ہے جو خوب محمد چشتی کی ”غوب ترک“ میں ملتا ہے یا اشرف کی ”توسرہار“ میں استعمال کیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہندوی بحر آٹھویں صدی ہجری سے گیارہویں صدی ہجری تک عام و مقبول رہی۔ یہی بحر میراں جی، جامن اور شاہ داؤد نے بھی استعمال کی ہے۔ اسی بحر میں بہت سی مذہبی نوعیت کی نظمیں سارے برہمنوں کے طویل و غرض میں ملتی ہیں۔ اس کی مقبولیت کا ایک سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بحر چھوٹی تھی اور اسے محفلوں میں ترنم کے ساتھ نہ صرف پڑھا جاسکتا تھا بلکہ اشعار بھی آسانی سے یاد ہو جاتے تھے اسی لئے قدیم دور کی نصابی کتابیں جیسے حمد باری وغیرہ بھی اسی بحر میں لکھی گئی ہیں۔

یہ وفات نامہ اپنی قدامت کی وجہ سے اہم ہونے کے باوجود زبان و بیان کی سطح پر ایک متحرک کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں ادبیت اتنی بھی نہیں ہے جتنی اس دور کی دوسری تحریروں میں ملتی ہے۔ عالم نے لفظوں کو وزن میں لانے کے لئے بے وجہ بگاڑا ہے۔ ساتھ ساتھ غیر مستند روایات کو بھی موضوع سخن بنایا ہے۔ عالم گجراتی کے ”کاڈ دی پن“ کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔ مثلاً ذکر مصیبت مرض آنحضرت علیہ السلام کے یہ چند اشعار دیکھئے:

میونہ کیاں تھے نبی
اس دن ان کی باری تھی
اوتھاں نبی کون نا سکھ آئے
عائشہ کے گھر چلایا جائے
پوچھاں اس تھی پھر پھر کر
کال میں رہو گا کس کے گھر
تب بیبیوں نے پائی بات
سب راضی ہو ہاتھی بات
بی بی کے گھر لائے در حال
نبی ہمارے ہوئے خوشحال
نبی کا دکھتا جو روز
پھر پھر سوتے پاتے موڑ
ایسی آئی تاپ پر تاپ
پاس بیٹھے نہ لاوے تاب
ابو سعید نے پوچھا جائے
بہوت تھی ہے نبی خدائے

چادر جو تم ابوڑی ہے
 جانے آگ اپر چھوڑی ہے
 تم جو ہے کے رسول خدا
 تم کوں ایسا دیکھتا ہے کیا
 فرمایا کہ بسوت بلا
 انبیاءوں پر آئی سدا
 (۸۰)

عالم کجراتی کے میلاد نامہ کی نوعیت اس قسم کی معلوم ہوتی ہے جیسے آج کل اس زمانے میں میلاد کی ہے کہ اس کی محافل کا انعقاد حصول ثواب کے لئے ہوتا ہے۔ اور سیرۃ النبی کے بیان میں آپ کی ولادت سے وفات تک سیرت کے کم و بیش سبھی پہلوؤں کا ذکر ہوتا ہے۔ افسر صدیقی امروہوی نے بھی اردو کے قدیم اور نعت گوئی کے مضمون میں مذکورہ بالا اشعار کے علاوہ وفات نامہ کے تین شعر نمونہ کلام میں درج کئے ہیں۔ (۸۱)

معجزات نبوی پر عالم کی ایک ناقص المرفین مشنوی "جامع المعجزات" ہے۔ اس میں اس نے ہر عنوان نصرتی کی طرح ایک علیحدہ شعر میں لکھا ہے۔ عنوانات کے اشعار سرخ روشنائی میں لکھے گئے ہیں۔ کافہ کرم خورد ہو گیا ہے۔ آخری صفحہ پر ۳۸ ویں معجزے کا بیان ہے۔ اس لئے اندازہ نہ ہو سکا کہ اور کتنے معجزے نظم کئے تھے۔ درمیان سے بھی کچھ اوراق غائب ہیں۔ موجودہ حالت میں اس مخطوطہ میں ۳۵ اشعار محفوظ ہیں۔ شاعر نے اپنا نام ہر عنوان کے خاتمہ پر لیا ہے (۸۲)

الہی توں عالم پویوں کر کہ پار
 درخت امید اس کا کر بار بار
 شطاعت کا ترے نمی نام دار
 ہے کئی دن تے عالم بی امیدوار
 الہی تو عالم کو یوں کر کہ پیار
 طفیل محمدؐ کے ایمان تے مار

یہ مشنوی ابھی تک کسی دوسرے کتب خانے میں دریافت نہیں ہوئی ہے۔ یہ مخطوطہ ادارہ ادبیات حیدر آباد دکن کو مولوی احمد اللہ خان کا عطیہ ہے۔ (۸۳) اس مشنوی کا نام بظاہر "جامع المعجزات" ہے لیکن معجزات کے علاوہ اس میں نبی کریمؐ کے حالات زندگی بھی بیان کئے گئے ہیں اور یہ سب حالات عربی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔

مشنوی کے اس نسخہ کا آغاز ملاحظہ ہو:

شم بیچ آدم کے تجھ نور ڈال
 بزرگی دیا تب اسے توالجلال

بچے حکم سارے ملائک اوپر
کیا اس کو سجدہ کرو سب عمر
(۸۷)

انتہائی اشعار درج ذیل ہیں:
ہوا عشق نے تہ کے لئے بہتر
کیا جھونے مست ہاتھی کے سار
کے رام آرام گاہ مائڈوام
جو فرمائے سو او کرے تب یو کام
(۸۵)

بیر مشائخ

بیر مشائخ نے نور نامہ میں نبی کریمؐ کے نور ولادت سے پہلے اس کی مختلف حالتوں اور آخر کار حضرت
آمنہؓ میں ظہور کرنے کی کیفیت کا حال قلمبند کیا ہے۔ معراج نامہ میں معراج کے واقعہ کو نظم کا لباس پہنایا
ہے۔
بیر مشائخ اور دیگر کچھری شاعروں نے نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کے بعض اہم واقعات کو نظم کیا
ہے۔ (۸۶)

شیخ احمد گجراتی

محمد قلی قطب شاہ کے دربار کا شاعر ہے۔ احمد کی پیدائش اور وفات کے سنین نامعلوم ہیں۔ اس دور
کے ایک مشہور شاعر امین نشاطی نے اس کے کلام کی تعریف کی ہے اور وہ احمد کو استاد سخن کہتا ہے۔ (۸۷)
محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے احمد نے مثنوی ”لیلیٰ مجنوں“ تصنیف کی۔ حافظ محمود شیرانی کو پروفیسر عبدالقادر
کی وساطت سے اس مثنوی کے چند اجزاء ملے جن میں ۴۹ منتشر اور ارق تھے اور باقی کتاب کا اکثر حصہ غائب
تھا۔ (۸۸)

احمد کے نور نامہ میں ۵۳۰ آیات ہیں۔ یہ نور نامہ ۱۰۸۹ھ / ۱۶۷۸ء کی تصنیف ہے۔ اس کے ابتدائی

اشعار ہیں:

الہی ترچن، نرنگار توں
نرا دھار، آوہار کرتار توں
توں قدرت سوں پیدا کیا سب جہاں
کہ ان ہو پانی، زمین آسماں
زمین کو دیا زیب زینت بہوت

ہر اس میں کئی برکت نعت بہت

(۸۹)

ڈاکٹر محی الدین قادری زور کی رائے ہے کہ شاہ عنایت کے نور نامہ میں احمد نے ۱۳۶ھ میں کئی سو ابیات کا اضافہ کیا ہے۔ اور شاہ عنایت کے نور نامہ کے اختتامی حصہ میں کافی تبدیلی ہو گئی ہے۔ اس میں ۱۵ ابیات نہیں ہیں جن میں شاہ عنایت نے اپنا اور اپنے مرشد کا نام اور سنہ تالیف لکھا ہے۔ ان کی بجائے ایک طویل حصہ یعنی کئی سو ابیات ”ذریعہ بیان اربعہ عناصر“ کے عنوان سے اضافہ ہے۔ اور ان کے آخر میں احمد نے اپنا نام اور سنہ تاریخ وغیرہ اس طرح لکھا ہے:

الہی یو نصیحت کی برکت سے
بلا اور آفت گنہاں سے
گنہگار احمد کوں مقصور کر
کرم لطف سوں اپنے بھی پیار کر
جو مومن مسلمان ویدار ہیں
شفاقت کوں تیرے امیدوار ہیں
انہ کوں بھی کر مغفرت یا اللہ
کرم ہو نعت سے یا اللہ
مرتب ہوا نور نامہ تمام
نیا ہزاراں درود و سلام
کہ تاریخ اس کا کما یو نقل
کیا مشتر نامہ یو بے بدل
حدود بیت کے پانچ سو ہو ہیں
مرتب کیا نور یوم الخميس

۱۳۶ھ

کتب خانہ سالار جنگ میں جو نسخے موجود ہیں۔ ان میں یہ اضافہ نہیں ہے۔ (۹۰) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ احمد کا نور نامہ ۵۲۰ھ ابیات پر ہی مشتمل ہے اور اس کا عنایت شاہ کے نور نامہ سے کوئی تعلق نہیں البتہ ڈاکٹر زور کے تذکرہ مخطوطات میں احمد کا نور نامہ شاہ عنایت کے نور نامہ کے ساتھ کسی حد تک ملا ہوا ہے جس کی وجہ سے اس کے کل ابیات ۵۲۰ کی بجائے ۹۴۰ ہو گئے ہیں۔ (۹۱)

محی الدین فتاحی

محی الدین فتاحی قطب شاہی دور کا ایک شاعر ہے۔ نصیر الدین ہاشمی نے کتب خانہ سالار جنگ کی فہرست میں اس کی دو کتابوں اور کتب خانہ آصفیہ کی فہرست میں ایک کتاب کا ذکر کیا ہے۔ اس کے صحیح نام

نہی تحقیق نہیں ہو سکی ایک جگہ محمد ولہعی اور ایک جگہ محی الدین لکھا ہے۔ اس کی مشوئیاں مذہبی موضوعات پر ہیں۔ پہلی مشوئی مفید الیقین (مولود نامہ) کا ایک مخطوطہ تحصیل میوندیم کراچی میں موجود ہے جو ۱۲۹۵ھ میں تصنیف ہوئی۔ سنہ تصنیف کی صراحت ان اشعار میں کی گئی ہے:

سو قحطی میں بھوت گزے گار ہوں

جو امت میں تری بھوت خوار ہوں

سو ہجرت کے بعد از برس یک ہزار

نود ہوا تھا پانچ کا بھی شمار

کیا خوش بیان معجزا یو تمام

قحطی محمد نبی کا غلام

(۹۱)

ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس مولود نامہ کا سال تصنیف ۸۳۰ھ بیان کیا ہے۔ (۹۲) جو اشعار بالا کی روشنی میں درست نہیں ہے۔ دوسری مشوئی محراج نامہ کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے اور اس کا ایک نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی کے کتب خانہ خاص میں بھی ہے۔ مشوئی "خاص القعد" حنفی فقہ کا منظوم رسالہ ہے۔ (۹۳)

قحطی کی یہ مشوئیاں دکن کے صوفیا کی تبلیغی روایت کا حصہ ہیں۔ انہیں صوفیانہ عقائد کے فروغ کے لئے غواہی لب و لہجہ کے مطابق لکھا گیا ہے۔ اس قسم کی روایت کی حامل مشوئیوں میں شعری خاصیت کم ہے لیکن لسانی اعتبار سے اردو زبان کے تدریجی ارتقاء کا جائزہ لینے میں بہت عمدہ و معاون ثابت ہوتی ہیں۔ اس دور کے مسلم معاشرے کے دینی رجحانات کا بھی ان سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

مولود نامہ مفید الیقین میں حضور کی عظمت و فضیلت کو مختلف عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ اس میں معجزات کو زیادہ نمایاں طور پر بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے مثلاً در بیان دیباچہ کتاب مفید الیقین کہ 'معجزات و تولد' نور و ذات حضرت خیر الانام محمد مصطفیٰ اور دیگر کئی عنوانات ہیں۔ مثلاً در بیان آنکہ حق سبحانہ و تعالیٰ آدم را بر صورت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ساخت۔ در بیان اول وحی و نزول جبرئیل علیہ السلام وغیرہ۔ در بیان آنکہ ابو جہل ملعون و یاران او معجزات دیگر طلب نمودند برائے آزمودن معجزات۔ در بیان معجزات کہ ابو جہل ملعون پادشاہے را برائے طلب معجزہ شق قمر در مکہ مکرمہ آوردہ بود۔ شق قمر را جا ملیلو دیدہ نجومیانرا حاضر کردہ پرسید۔ نجومیان در علم فلکی ندیدہ حیران شدند و از فیض ملاقات علیہ الصلوٰۃ والسلام ساعررا بشارت دادند۔

قحطی کے مولود نامہ میں قریباً ۲۷۷ اشعار ہیں۔ بحر اور ترتیب واقعات کا انداز بھی مختار جیسا ہے۔ کیونکہ یہ مولود نامہ مختار کے مولود نامہ کے ایک سال بعد لکھا گیا ہے۔ اسے آسانی سے یاد کیا جا سکتا تھا تاکہ مجلسی ضروریات کے تحت محافل میلاد میں ترنم کے ساتھ پڑھا جاسکے۔ قحطی نے اس موضوع کے بیان میں قرآن و حدیث سے مشہور و مقبول روایات سے مدد لی ہے۔ لیکن کس کس اپنے بیان کو دلچسپ بنانے

کے لئے ضعیف روایات کا بھی سہارا لیا ہے۔ اسی وجہ سے مولانا باقر آگاہ نے ہشت بہشت کی وجہ تصنیف میں جہاں دیگر شعرا کی بے احتیاطی کی شکایت کی ہے وہاں فتاحی کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کہ اس — معجزات کے بیان میں غلط روایات شامل کر دی ہیں۔ صحت مضامین کے لحاظ سے اس مولود نامہ کو معتبر نہیں گردانا گیا۔

جیسا تاجی لکھا ہے معجزات
اکثر اوس میں ہے غلط اور جھوٹ بات
(۹۵)

ان ضعیف روایات کے بیان کی وجہ سے فتاحی کے مولود نامہ کی حیثیت قصے سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ روزمرہ کی زبان اور لہجے میں بات چیت کے انداز سے داستان گوئی کا احساس غالب آگیا ہے۔ چند شعر درج ذیل ہیں:

یہ مولود ہے سرور انبیاء
چوٹی کئی ہیں عالم تھے ہوو اصقیا
یو من کان دھر ابتدا سوں بیان
کہ دکھتی زبان سوں ہوا ہے عیاں
خدا نے جو یک جھاڑ پیدا کیا
اس جھاڑ شاخاں ہویدا کیا
بڑا خالق ہے اور سورت التین
رکھیا جھاڑ کا تانو شجر التین
(۹۶)

افسر صدیقی امرہوی لکھتے ہیں کہ فتاحی غالباً پہلا شاعر ہے جس نے اپنی کتاب کا نام ”مولود نامہ“ رکھا جو بعد کے شاعروں میں کافی مقبول ہوا۔ (۹۷)
فتاحی کے معراج نامہ کا سنہ تصنیف بھی ۱۹۵۵ء ہے۔ اس مثنوی میں نبی کریمؐ کے معراج کا بیان ہے۔ اس معراج نامہ کے آغاز کے دو شعر ملاحظہ ہوں:

آ جبرئیل لب سوں ان کو ہلا
سو قم قم حبیب یو تجھے ابلا
جولیائے تھے براق جیون برق سار
تو سلطان چڑا ہے شمسوار
(۹۸)

اسلامی عقائد کی ترویج و تبلیغ کے لحاظ سے ان منظومات کی افادیت مسلمہ ہے اگرچہ ان میں ادبی محاسن کی کمی ہے۔

جنونی گجراتی

جنونی گجراتی نے قصیدہ معجزہ ۲۳۔ ربیع الاول ۱۱۰۲ھ کو ۷۷۔ اشعار پر مشتمل لکھا ہے۔ اس میں شاعر نے مولانا رومؒ کے اس فارسی کلام کا ترجمہ کیا جس میں ابو جہل اور نبی کریمؐ کے ٹکالے کے ذریعے سے آنحضرتؐ کے معجزے بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں شاعر نے اپنے نام وطن اور من تصنیف کی وضاحت کر دی ہے۔ اور سب تالیف کتب یوں لکھا ہے:

سب عاقلوں کے سدھ گئے ان کی صفت کہتے سنیں
پس میں جنونس (جنونی) کیا کہوں کیا آسرا ہے اس اندر
اندر زبان فارسی یہ معجزہ ملائے روم
ہے گا جو کیا خو بو نکو تم نے سنا ہے بیشتر
میں اس کوں درہندی زبان اس واسطے کہنے لگا
جو فارسی سمجھے نہیں سمجھے اسے خوش دل ہو کر
(۹۹)

اس آخری شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنونی بھی دیگر قدیم اردو شعراء کی طرح اپنی زبان کو ہندی کہتا ہے۔ اسی سلسلہ میں تاریخ تصنیف اور وطن کا ہی حال بیان کر دیا ہے:

ماہ ربیع الاول میں تاریخ تھی چوبیسویں
منگل کے دن مختتم من از فضل رب دارگر
سہ ایک ہزار اور ایک سو دو برس اوپر در حساب
بودست کرد این ختم در شعر گجرات اسے پھر
(۱۰۰)

اس قسم کے معجزات نامے دکن میں دسویں اور گیارہویں صدی ہجری میں لکھے گئے تھے۔ جو قصیدہ اور مثنوی کی ہیئت میں ہیں۔ یہ قصے مقامی اثرات کی وجہ سے اپنا ایک مخصوص پس منظر رکھتے ہیں۔ نبی کریمؐ کی سیرت و سوانح اور میلاد یہ منکومات میں ایسے عناصر داخل ہو گئے جن کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ یہ مراسم ہندو معاشرت اور تہذیب کے اثرات ہیں۔ ان میں حقیقت کے فقدان یا ضعیف روایات کے باوجود نبی کریمؐ سے والہانہ عشق و محبت اور عقیدت کے اثر انگیز نمونے ملتے ہیں۔

محمد امین گجراتی

شیخ محمد امین گودہرا کے رہنے والے تھے۔ یہ گجرات کا مشہور مقام ہے جو احمد آباد سے جنوب مشرق کی جانب ۶۸ میل کے فاصلے پر ہے۔ (۱۰۱) بعض قدیم تذکرہ نگاروں اور جدید مورخین ادب نے امین کے گجراتی

الاصل نہ ہونے کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اس کی تردید حافظ محمود شیرانی اور ڈاکٹر محمد عبد الحمید فاروقی نے نہایت مدلل انداز سے کی ہے اور امین کی تصنیف یوسف زلیخا کے اندرونی شواہد سے ثابت کیا ہے کہ وہ گجرات کا رہنے والا ہے اور اس نے اپنی مثنوی میں متعدد مقامات پر اپنی زبان کو گجری یا گوجری کہا ہے مثلاً گودہرے کا ذکر اس شعر میں ملتا ہے۔

بتیاں چالیس سو چودہ اور سو
ہے لکھیاں گودہرے کے چچ سن لیو
(۱۰۲)

۳۳ امین کی طویل نظمیں تولد نامہ، معراج نامہ اور وفات نامہ ہیں۔ ان میں نئی کریم کی زندگی کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے۔ یہ گجری زبان کی قابلِ قدر تصانیف ہیں۔ امین کے اشعار میں جو گجری زبان ملتی ہے وہ باطنِ کلامِ دہلی، محمود دریاوی اور خوب محمد چشتی کی زبان سے مختلف ہے اور زبان و بیان کے اس معیار کی طرف بڑھ رہی ہے جس طرف سارے برصغیر میں اردو زبان جا رہی ہے۔ فنی اعتبار سے فارسی مثنویوں کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ اس لحاظ سے انہوں نے فارسی روح کو ہندی روح سے ملا کر ایک نئے تہذیبی سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ اس کی مثنوی یوسف زلیخا زبان و بیان کی پختگی کے اعتبار سے قدیم اردو میں ایک کارنامے کی حیثیت رکھتی ہے۔

تولد نامہ، معراج نامہ اور وفات نامہ تینوں کتابیں ۱۲۹۲ھ و ۱۱۰۳ھ کی تصنیف ہیں۔ تولد نامہ اور وفات نامہ کے نسخے انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانہ خاص میں ہیں، لیکن معراج نامہ دستیاب نہیں ہوا۔ میلاد نامہ کا ایک مخطوط جامعہ سندھ میں بھی موجود ہے۔ (۱۰۳) ان تینوں تصانیف کا ذکر خود امین نے وفات نامہ کے شروع میں کیا ہے اور بتایا ہے کہ تولد نامہ اور معراج نامہ کے بعد اس نے وفات نامہ لکھنا شروع کیا ان تینوں مثنویوں کے اشعار کی تعداد بھی اس نے خود ہی بتا دی ہے جو تین ہزار چار سو چھ ہے۔ ان میں سے ۱۲۸۲ شعر تولد نامہ میں ہیں۔ ۳۳۳ وفات نامہ میں ہیں اور بقیہ ۱۹۰ اشعار معراج نامہ میں ہوں گے، جو نایاب ہے۔ تولد نامہ اور وفات نامہ یوسف زلیخا سے پانچ سال قبل تصنیف ہوئے تھے لیکن ان کی زبان یوسف زلیخا کی طرح صاف نہیں ہے۔ شاعرانہ خوبیاں بھی ایسی نہیں ہیں کہ انہیں متذکرہ مثنوی کے برابر رکھا جاسکے۔ (۱۰۴)

امین اپنے عہد کے بیشتر شعرا کے برعکس سنی العقیدہ تھے۔ مثنوی میں اس نے چاروں اولین اسلامی خلفائے کبار کی تعریف کی ہے۔ شیخ محمد الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح میں اشعار لکھے ہیں اور دلی عقیدت کا اظہار کیا ہے وہ ضعیفی، وجدی، بحری، اشرف، ولی و طوری، عسکری، ذوقی اور فتح جیسے شعراء کا ہم عصر تھا۔ امین نے ”مجزرہ نامہ بی بی فاطمہؑ“ فارسی سے ۱۲۹۸ھ و ۱۱۹۹ھ میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کا مخطوط کتب خانہ سلار جنگ حیدر آباد دکن میں موجود ہے جو ۱۸۰۰ھ اشعار پر مشتمل ہے۔

گجری ادب کی روایت موضوع کے اعتبار سے مذہبی ہے۔ امین میں اس قسم کی طویل نظم لکھنے کی

پوری صلاحیت موجود ہے۔ ڈاکٹر جمیل جاہلی لکھتے ہیں۔ ”امین کی شعری کوششوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسے موضوع کو اظہار کے بار میں گوندھنے کا اچھا سلیقہ ہے۔ تولد نامہ کے سطور سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسے محفلوں میں جگے ترنم کے ساتھ پڑھ کر سنائے جانے کے لئے لکھا گیا ہے۔ بحر لمبی اور رواں ہے۔ در الفاظ کو اس طور پر جمایا گیا ہے کہ شعر میں روانی و ترنم کو موثر طریقے سے ابھارا جاسکے:

یک دن محمد مصطفیٰ اندر مدینہ کے شر
لگے صحابوں ساتھ جا بیٹھے تھے مسجد کے بھیت
تب حق کیری درگاہ سوں جبرئیل آئے اس گھڑی
آیت سو یک قرآن کے انہوں بنی اگل پڑی
کھیا کہ قرآن کے بھیت آیت یہ باقی تھی رہی
اب حق تعالیٰ نے قرآن تم کوں دیا پورا مہی
اور بھی خدا نے تم اوپر بھیجے دروداں اور سلام
نبیوں کے سب تم سر دھنی ہو کے محمد نیک نام

پوری مثنوی اسی بیانہ انداز میں چلتی ہے۔ یہاں مصنف کی ساری کوشش یہ ہے کہ وہ روایت کو لفظ بہ لفظ منظوم کر دے اس لئے اس میں جذبات کے وہ تیز نہیں ملتے جو ان کی مثنوی یوسف زلیخا میں نظر آتے ہیں۔“ (۱۰۵)

امین کے وفات نامہ کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے کتب خانہ میں نہیں ہے۔ اس لحاظ سے یہ نایاب اور نادر تصنیف ہے۔ امین نے مولود نامہ، معراج نامہ اور وفات نامہ تینوں مثنویوں کی آیات کی تعداد ایک بیت میں ۳۴۶ بتائی ہے۔

تینوں قصوں کامل کے سب بیتوں کا تلاؤں حساب
چونتیس سو اور چھ اوپر واللہ اعلم بالصواب
(۱۰۶)

وفات نامہ رواں خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ ابتدائی اشعار درج ذیل ہیں:

اب ہاں امین کے دل میں آتی ہے ایک اور بات
مولود معراج کہہ چکا کہتا ہے اب نامہ وفات
حضرت محمدؐ کی عمر تھی ساٹھ برس اوپر سو تین
دھوڑھا کتابوں کے بھیت اتنی عمر نکلی یقین
اتنی عمر بھیت جو کچھ حضرت نے کہتے کام سب
ان کا بیان جو میں کروں گذرے عمر ساری سو تب

(۱۰۷)

امین کی مثنویاں اس دور کے گجری ادب میں شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس زمانے میں اردو زبان میں فارسی اثرات جذب ہو رہے ہیں۔ اور اردو زبان انہی اصنافِ سخن 'اوزان و بحر اور اسالیب فارسی زبان و ادب سے حاصل کر رہی ہے۔ فارسی اور اردو کے اس ملاپ کے ساتھ اردو زبان رہنمائی کے نام سے علاقائی سطح سے بلند ہو کر سارے برعظیم کو نیا معیار و اسلوب عطا کر رہی ہے۔

گجرات میں غریب اور تصوف کا زیادہ زور رہا اس لئے زیادہ تر مذہبی اور صوفیانہ مثنویاں لکھی جاتی رہی ہیں اگر کوئی عشقیہ مثنوی لکھی بھی گئی تو اس کا مقصد بھی بالواسطہ مذہب کی تبلیغ کرنا تھا۔ امین کی مثنویاں لسانی نقطہ نظر سے خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ البتہ واقعات کے بیان میں تحقیق سے کلام نہیں لیا گیا۔

امامی دکنی

امامی دکنی گیارہویں صدی کا شاعر ہے۔ اس نے بھی وفات نامہ، مرور کائنات کے عنوان سے ایک مثنوی لکھی ہے جو ۳۱۔ اوراق اور ۵۵۵ ابیات پر مشتمل ہے۔ حمد اور نعت میں ایک ایک شعر لکھنے کے بعد وفات نامہ کو ساقی نامہ سے شروع کیا گیا ہے اور اس ساقی نامہ میں اپنے مرشد (شاہ عبداللہ) بمشیر زادہ میر سید جلال) اور اپنے وطن دکن اور اپنے تخلص امامی کی وضاحت کر دی ہے۔ اس کو اپنے مرشد کے وطن دہلی اور اس کے علاوہ لاہور اور کانپل کی سیاحت کا شوق دامن گیر تھا چنانچہ وہ ساقی سے کہتا ہے:

بیا ساقیا ملک دلی کجا
نقارہ پریم کا دکن میں بجا
بیا ساقیا شر لاہور کا
دیکھنا حجر حج کون ماہور کا
بیا ساقیا محل کانپل دیکھا
مطبورا پریم شر باطل بجا
(۱۰۸)

اسی سلسلہ میں آگے چل کر اپنے مرشد اور ان کے ماموں کی مدح کرتا ہے جو پرانی دلی میں رہتے تھے:

حقیقت کے میدان سے شہوار
محل معرفت راز کے آجدار
کہ ہیں دو تھمیں سلیمان کے
مہر ہیں محمد کے فرمان کے
دو مالک رسالت ولایت کے ہیں
دو ہادی حقیقت ہدایت کے ہیں

(۱۰۹)

مثنوی کی آخری بیت میں مصنف نے اپنا قلم استعمال کیا ہے :
ختم کر لہامی تو خیر الکلام

وصال محمد علیہ السلام

وفات کے بیان میں شاعر لکھتا ہے :

محمد کئے کوچ جنت طرف

قیامت جہاں میں پری ہر طرف

جہاں کی عمارت کوں برباد کر

جنت کی عمارت کوں آباد کر

(۱۱۰)

لہامی دکنی کا وفات نامہ اپنی منفرد خصوصیات زبان و بیان کی بناء پر خاصا مشہور رہا ہے۔

علی

قصیدہ ہرنی ۳۳۔ اشعار کی ایک نظم ہے۔ اس کے مصنف علی کے حالات نہیں ملتے اس کا سن تصنیف قبل از ۱۸۰۰ء ہے۔

قصہ ہرنی میں نبی کریمؐ کے ایک معجزہ کا ذکر کیا گیا ہے "اس معجزہ کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریمؐ ایک دن کہیں جا رہے تھے راستہ میں ایک بدوی کو سوتے ہوئے دیکھا جس کے سرہانے ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ جوں ہی نبی کریمؐ کی نظر اس ہرنی پر پڑی۔ وہ نہایت طلبکار نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی جیسے وہ کہہ رہی ہو میرے بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں۔ خدا کے لئے مجھے اپنی ضمانت پر رہا کیجئے میں اپنے بچوں کو دودھ پلا کر فوراً واپس آ جاؤں گی۔ رسول اللہؐ اس سے بہت متاثر ہوئے اور اپنی ضمانت پر اسے رہا کر دیا۔ تھوڑی دیر بھی نہیں گزری کہ ہرنی اپنے بچوں کو دودھ پلا کر بچ واپس آ گئی۔ اس واقعہ کا بدوی کے دل پر گہرا اثر ہوا فوراً مسلمان ہو گیا اور ہرنی کو بھی رہائی دے دی۔ آخری شعر ہے :

عالی حکایت کیا ہے احمد نبی کے شرف پر

جن نے سنا او یوں کہا میں معجزہ گفتہ علی

اس کے ایک نسخہ کا ذکر "تذکرہ اردو مخطوطات" میں بھی ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ پروفیسر خالد اللہ ندوی کے کتب خانے میں موجود ہے جس کو مکتبہ سلطان حسین، بمبئی نے شائع کیا ہے۔ (۱۱)

کتر

کتر تخلص کے دو تین شاعر دکن میں ہوئے ہیں۔ پورے وثوق کے ساتھ مثنوی "معراج نامہ" کو کسی ایک کے ساتھ مختص نہیں کیا جاسکتا۔ یہ معراج نامہ قریباً سات سو ابیات پر محیط ہے۔ اس میں معراج

شریف آنحضرتؐ کے واقعات کو دکنی زبان میں نظم کیا گیا ہے۔ ایک شعر جو ذیل میں درج ہے۔ کتر عظمیٰ کا شہر ہوتا ہے۔

محمد جو صاحب کریں گے نگاہ
تو کتر ہوئے دور مارا گناہ
(۱۱۲)

یہ مخطوطہ خوش خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ لوح و جدول ملا ہے۔ اختتامی اشعار درج ذیل ہیں:

خدا کا پیارا محمد نبی
خدا کا اوتار او روح الامن
حق رسول کہ دستم بگیر
کہ در ماندگاں را قوی و کلیر
(۱۱۳)

فارسی کے اثرات اور دکنی زبان و بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس معراج نامہ کی تاریخ تصنیف قریب ۱۱۰۰ھ ہے۔

سید میراں شاہ ہاشمی بیجا پوری (م ۱۱۰۹ھ)

سید میراں نام اور ہاشمی تخلص تھا۔ سلطان علی عادل شاہ غانی کا درباری شاعر تھا۔ ایک روایت کے مطابق بلوغت کے بعد چمپک کی بیماری سے اس کی بیٹائی جاتی رہی تھی۔ ہاشمی نے ۱۰۶۸ھ و ۱۰۹۹ھ میں ایک مثنوی یوسف زلیخا کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا تھا۔ اس مثنوی کے ابیات کی تعداد ۵۱۰۰ ہے۔ اس میں حمد، مناجات اور نعت کے بعد ذکر معراج شریف وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ معراج شریف کے بیان کے بعد حضرت سید محمد جوہوری اور اپنے پیر و مرشد شاہ ہاشم کی مدح نکلی ہے۔ جس کے دو شعر ملاحظہ ہوں:

مزاوار ہاشم سو ہے اس کا تاؤں
زنانے پکڑیا تھا جس کا پاؤں
سکت کان ہے اتنی بیاں داو میں
کروں وصف ہاشم کے اظہار میں
(۱۱۴)

اس مثنوی کے مخطوطے کتب خانہ آصفیہ اور بعض خانگی کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ ریختی میں ایک دیوان ۸۰ھ میں مرتب کیا تھا جسے ڈاکٹر حفیظ قہس نے اپنے مقدمہ کے ساتھ ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن کی طرف سے ۱۹۶۶ء میں شائع کر دیا ہے۔ (۱۱۵)

سب میں معراج نامہ کی ایک طویل روایت ملتی ہے۔ مذہبی مثنویوں میں شاعر حمد و نعت کے واقعے کو الگ نظم کا موضوع بناتا تھا۔ مذہبی مجلس میں ان معراج ناموں کو پڑھا جاتا تھا۔ علمی و تمدنی رویے کو مد نظر رکھ کر اپنے معراج نامہ کی بحر ایسی رواں رکھی ہے جسے آسانی سے نظم کی طرح سے پڑھ کر محفل کو گرمایا جاسکے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی اس معراج نامہ پر فنی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ہاشمی کے معراج نامہ میں لفظوں کی ترتیب میں دھوکہ کی سی موسیقی کا احساس ملتا ہے۔ معراج نامہ میں ہاشمی نے اس واقعے کی جزئیات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ہر قدم قدم پر سفر کی ساری تفصیلات اس انداز سے بیان کی ہیں کہ معراج کا واقعہ انہوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ بیان کی پراسراریت سے سننے والوں کے دل و دماغ پر جلال و جمال کا ہلکا سا پردہ پڑا رہتا ہے اور محفل میں مخصوص لحن کے ساتھ پڑھنے سے اس کے اثر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ ایک عوامی مثنوی ہے جو اپنی ترتیب، مواد و شیت کو ایک کرنے کی فنی کوشش اور مجموعی ساخت کے اعتبار سے آج بھی قابل قدر ہے۔ یہاں وہی فنی توازن ملتا ہے جو نصرتی کے کلام کی بنیادی خصوصیت ہے۔“ (۱۶)

ادب و بیان اور فنی اعتبار سے ہاشمی بجا پوری اسلوب کے نئے عبوری دور کا شاعر ہے۔ جس کا تعلق طبعی بیان کی قدیم روایت اور روش سے بھی قائم ہے اور جدید اسلوب کے واضح اشارات و امکانات بھی مل سکتے ہیں۔ ہاشمی نے اپنے کلام میں صنائع و بدائع اور تشبیہ و استعارہ سے بھی کلم لیا ہے۔ اس لحاظ سے ہاشمی کا کلام اپنے دور کی سماجی و تمدنی زندگی کی عکاسی کر رہا ہے۔ معراج نامہ سے

نہیاں میں جسے سب نے افضل کیا

تو ہے اے محمد رسول انبیاء

اول کر محمد کوں پروردگار

بزاں سب خدائی کیا آشکار

ازل نور ذاتی کوں پیدا کیا

بزاں سب پو عالم ہویدا کیا

دیکھو کیا ہے قدرت خدا کی نول

تو داواے تے کریو تیرے کوں اول

نہیاں کا توں داوا ہے آدم صغی

کہ روموں کا داوا ہے خاتم نبی

(۱۷)

(بزاں = بعد ازاں، پو = پر، نول = عجیب، خوب، صغی = صاف، پاک)

صاحبان عثمان

عثمان دکن کا ایک غیر معروف شاعر ہے۔ نبی کریمؐ کے شائل پر دھکی زبان میں ایک مختصر سی مثنوی "شائل نبویؐ" کے عنوان سے عثمان کی لکھی ہوئی ملتی ہے۔ یہ اوائل ۱۰۰۰ ہجری کی تصنیف ہے۔ شائل ناموں میں عثمان اور ترین کے دو نام سامنے آتے ہیں۔ ان میں عثمان ترین سے مقدم معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ترین کی زبان عثمان کے مقابلے میں زیادہ شستہ نظر آتی ہے۔

عثمان کے شائل نامہ میں اس کے آخر میں شائل پاک کو لکھ کر اپنے پاس رکھنے اور پڑھنے کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ آخر میں درود شریف تحریر ہے۔ اس کے ابیات کی تعداد ایک سو چالیس ہے۔ ابتداء ان ابیات سے ہوتی ہے:

الہی گلشن دیدار میں توں
نبی کے نور سوں کر دو جہاں کوں
محمد کے شائل کو سراپا
کیا تو گلبن اسرار زیا
(۱۱۸)

اس کے آغاز میں شائل کی اہمیت کا بیان ہے اور اس کے بعد شائل کا تذکرہ ہے۔ خاتمے پر وہ یہ لکھتے ہیں:

لکھا عثمان عاشق ہو شائل
بیش کر رکھوں گل میں شائل
محبت ہے رسول اللہ سوں بھکوں
اور ان کی آل پاک باصفا سوں
(۱۱۹)

عنوانات اور عربی املاوت وغیرہ بہ خط نسخ سرخ روشنائی میں ہیں۔ اس کا ایک مخطوطہ ادارہ ادبیات اردو، ایک جامعہ عثمانیہ (۱۳۰) اور تین کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔ (۱۳۱) ایک مخطوطہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو، کراچی میں بھی موجود ہے۔

شاکر

شاکر دکن کے قدیم اور غیر معروف شاعر ہیں۔ "مولود نامہ نبیؐ" میں انہوں نے اپنے حالات نہیں لکھے۔ "سبب لفظ" کے عنوان کے تحت جو اشعار لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے احباب نے دکنی زبان میں مولود نامہ لکھنے پر انہیں مجبور کیا۔ اس حصے سے چند ابیات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ مگر شاکر کے اسلوب اور زبان کے بارے میں اندازہ ہو سکے:

محبت کی مجلس اتھی ایک ٹھار
تھے مجلس نے یار عالی وقار
کتنے خوب صاحب، قریباں اتھے
خشن آوری میں حریفان اتھے
توں کر ترجمہ فارسی کا اے یار
ہوئے گا ترے بات سوں یو نگار
کہ یاراں کے اس پہ شاکر ہوا
مناجات مگھتے کوں ذاکر ہوا
(۳۲)

اس کے بعد مناجات لکھنی شروع کی ہے۔ اس مناجات کے ان چند اشعار میں شاعر نے مثنوی شروع کرنے کا ذکر بڑے طعنائی کے ساتھ کیا ہے:

انہی کرم سوں توں کرنا عطا
تجی محمد بخش جو عطا
یکایک مجھ الہام ہوا غیب تے
عطا جو ہو آیا یو لاریب تے
سو ہاتھ نے رنج کوں دیا یو خبر
تو دکھنی سو مولود کر سربس
سو اس بات پر طبع جو تیز ہو
مرا قام زیرک جو گریز ہو
چلیا بولتا ہوں وزن سنج سوں
لے کر آتیا میں اقم سنج سوں
(۳۳)

شاکر نے اپنا تخلص بھی ہر عنوان کے خاتمہ میں بڑے التزام کے ساتھ لکھا ہے:

نہی کے شعر یو ستنے خاص و عام
سو شاکر ہو رہیں کے حباب تمام
حمیں ہو کے شاکر رہو رات دن
پناہ حق کتنے منگ سلیا کمشن
بہر حال شاکر ہو رہنا بھلا
بہ کے نہ غم میں ایس کوں جلا
توں شاکر ہو اس ناؤں پر فدا

حقیقت تولد کا کر ابتدا

(۳۳)

یہ مخطوط ناقص الآخر ہے مگر مضمون کے ربط و تسلسل سے اندازہ ہوتا ہے کہ چند شعر باقی رہ گئے ہوں گے۔ موجودہ حالت میں بھی اس میں دو ہزار پانچ سو سے زیادہ اشعار ہیں۔ یہ صرف ولادت نامہ نہیں ہے بلکہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات مقدسہ کو بیان کیا گیا ہے۔ (۳۵) سبب نظم کے بعد دیگر عنوانات میں سے چند درج ذیل ہیں:

مناجات از درگاہ النبیؐ بیان آغاز مولود شریفؐ در بیان نور نبیؐ بیان دختر شدہ رومؐ بیان قاطرہؐ اور بیان عبداللہ وفات یافتہ وغیرہ۔

اس مشہوری کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے:-

کوں ابتدا میں بنام خدا
کہ او قسم ہو کر ہے وحدت سدا
مرانا صفت حمد او بیباک کوں
جے جیو دیا اس مٹھی خاک کوں
وے جیو کیا سو کے نہیں ہے خام
جو حیران و حوٹے ہیں سب خاص و عام
کہ جیو کوں سمجھتا ہے لئی محال
سمجھنے وہ جیو کوں ہے کس کی مجال
تو قادر ہے قدرت میں پورا حکیم
توں دانندہ ہر راز کا ہے مقیم
(۳۶)

زیر نظر مولود نامہ تقریباً ۱۶۸۸ء سے قبل کی تصنیف ہے۔ کتب خانہ آصفیہ کا مخطوط مکمل ہے۔ آنحضرتؐ کی پیدائش کے بیان کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

تولد ہوئے پانچویں پاس میں
اتھا جدے میں سر سہ قصد نے
تولد ہوئے وقت پر کوئی نہ تھے
آمد کے نزدیک حوراں اتھے
بہشتی تھے حوراں ہزاراں ہزار
بھرے آکے خبرے نے بے شمار
تولد ہوئے اشرف الانبیاء
یو صلوات بیحد خدا بھیجا

ہستے ہو حوراں سو مل کر تمام
طبع نور کے لائے ہر صبح و شام

(۳۷)

ان مولود ناموں کا انداز اگرچہ اولیٰ سے زیادہ تبلیغی تھا مگر اس عوامی منہج نے زبان کی ترویج و اشاعت میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ تعداد و اثر کے لحاظ سے شاکر کے اشعار میں معاصر شعراء کی نسبت کہیں زیادہ شاعرانہ خصوصیات، روانی اور فنی اہتمام کا احساس ہوتا ہے۔

علی بخش دریا

دریا کے مفصل حالات کسی تذکرے میں نہیں ملتے۔ ان کی مثنوی وقات نامہ سے بھی صرف ان کے نام علی بخش کا پتہ چلتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دکن کے شاعر تھے اور مظیفہ دور میں موجود تھے۔ مثنوی وقات نامہ میں نبی کریمؐ کی رحلت کا حال قلمبند کیا ہے اور اس مثنوی کو آپ کی علالت سے شروع کر کے تدفین پر ختم کیا ہے۔

ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد میں اس کے تین نسخے اور جامعہ عثمانیہ میں ایک نسخہ کی نشاندہی کی ہے۔ اس کا ایک مخطوط انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانہ خاص میں بھی موجود ہے۔ اس کے ابیات کی تعداد ۲۴۲ مخطوطے میں بتائی گئی ہے :

کیا دریا رسالہ نظم سویو
یو بیتاں ہیں دو صد دو دست پر دو
(۳۸)

دریا نے اس کی وجہ تصنیف بیان کی ہے کہ عربی اور فارسی میں تو اس موضوع پر کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن ضرورت ہے کہ دکن میں بھی لکھا جائے تاکہ لوگ خود پڑھ کر سمجھ سکیں :

ہر یک دکنی زبان سوں پڑ کر بوجے
نہ رہے محتاج کس سوں آپ سوچے
(۳۹)

جامعہ عثمانیہ کے نسخہ میں کتابت کی ہے حد غلطیاں ہیں جس کو ہسلول خان نے ۱۳۲۳ھ میں نقل کیا ہے۔ ادارے کے نسخے میں آخری ورق محفوظ نہیں رہا۔ سن تصنیف ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۹ء جامعہ کے نسخہ میں موجود ہے :

ہوا نسخہ یو ہجرت بعد سادہ
ہوئے تھے برس گیارا سو گیارا

(۳۰)

یہ مخطوطہ ولی دکنی کے محاصرہ اور بارہویں صدی ہجری کے عشرہ دوم کی تصنیف ہونے کی وجہ سے قابل قدر ہے۔ انجمن ترقی اردو پاکستان کے مخطوطہ پر کاتب اور سند کتابت بھی تحریر نہیں کیا گیا۔ عنوانات سرخ روشنی کی سے اس دور کی دیگر کتابوں کی طرح فارسی زبان میں ہیں۔

مصنف نے اپنی تالیف کے پڑھنے اور سننے کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کیا ہے:

پڑے گا یا سینگا جو بشر زاد

گناہاں سوں ہوگا اپنے آزاد

پڑے گا جو سینگا اس جہاں میں

اسے سب خیریت ہے اس جہاں میں

(۳۱)

آخر میں شاعر آپ پر اور آپ کے آل و اصحاب پر درود بھیج کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتا ہے:

دیا تو فیض اپنے فیض تے رب

کیا اس بیت پر آ کر مرتب

کروڑوں سوں دروداں ہوں نچا پر

علیؑ ہو ر قاطرہ یاراں سبھی پر

(۳۲)

دریا دکن کے دو بزرگوں کا لقب تھا (۱) شاہ محمد قادری نور دریا اور (۲) بحر الدین قاضی دریا زیرِ نظر نسخے کے مصنف کا تخلص دریا ہے۔ شاہ محمد قادری دریا، شاہ امین الدین علیؑ کے خلیفہ تھے اور ۸۵ھ میں فوت ہوئے۔ تاریخ تصنیف کے حوالے سے یہ ان کی تصنیف نہیں ہو سکتا۔ دوسرے بحر الدین گوگی کے قاضی اور محمود بخاری مصنف من گھن کے والد تھے۔ ان کا لقب قاضی دریا تھا۔ یہ وفات نامہ ان کی بھی تصنیف نہیں ہے کیونکہ وہ بھی ۸۵ھ سے قبل فوت ہو چکے تھے۔ (۳۳) اس لئے اس وفات نامہ کا مصنف علی بخش دریا ہے۔

علی بخش دریا کے اس وفات نامے کو سید احمد علی زیدی نے فیض نامی شاعر سے منسوب کیا ہے۔ (۳۴) اور اس کے لئے انہوں نے اختتامی شعر کو اس ترتیب سے لکھا ہے:

دیا تو فیض کو تو فیض یارب

کیا اس کے سب امر مرتب

(۳۵)

اور اس شعر سے نتیجہ اخذ کر کے اس کے مصنف کا نام فیض لکھ دیا ہے جبکہ ڈاکٹر نصیر الدین ہاشمی اور ڈاکٹر سید محی الدین قادری نور نے اس شعر کو مستحکم بالا ترتیب سے لکھا ہے۔ انہی دونوں محققین کی

اے درست ہے اور اس کا مصنف علی بخش دریا ہے۔ (۳۶) سید احمد علی زیدی کے زیر نظر مخطوطے میں
عصر کے الفاظ کی ترتیب کا رد و بدل کتابت کی غلطی ہے۔

محمد حسین معظم قادری بیجاپوری (م. محدود کلاں)

علی عادل شاہ ثانی اور سکندر عادل شاہ کے عہد کے ایک صوفی اور مذہبی شاعر تھے۔ حضرت امین الدین
علی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ معظم نے اپنے پورے سرمایہ سخن میں امین الدین علی کے ساتھ قادری کا ذکر
جی بے اعتقاد کے ساتھ کیا ہے لیکن یہ نام کہیں حضرت علی کے لئے، کہیں شیخ عبدالقادر جیلانی کے لئے
اور کہیں اس طرح کہ قادری حیدر ایک ہی شخص کے دو اسم ہیں اور کہیں امین الدین علی کے خلیفہ
عبدالقادر لنگا کے لئے استعمال کیا ہے۔ اگر موخر الذکر حقیقت تسلیم کر لیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ معظم کے
مرشد بیعت تو امین الدین علی ہی تھے اور قادری مرشد تربیت جنہوں نے امین الدین کے علم پر معظم کے
مراتب سلوک و مدارج معرفت اپنی نگرانی میں طے کرائے اور یہ بیعت و ارشاد کی تاریخ میں ہرگز کوئی نئی
بات نہیں ہے۔ (۳۷)

منظوم معراج نامہ کے علاوہ معظم نے متعدد صوفیانہ مثنویاں لکھی ہیں اور غزلیات پر مشتمل ایک
دیوان بھی ان کی یادگار ہے۔ ان کی بعض کتابیں کتب خانہ سالار جنگ، کتب خانہ آصفیہ اور کتب خانہ ادارہ
ادبیات حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔

ان کی مثنوی معراج نامہ میں واقعہ معراج کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ابتدائی پانچ
ابواب حمد، نعت، منقبت چار یار اور مدح اہل بیعت پر مشتمل ہیں، پھر معراج کا مضمون شروع ہوتا ہے۔ ہر
باب کی سرخی منظوم ہے، جن کی کل تعداد دس ہے، جب ان کو مثنوی سے الگ کر کے پڑھا جائے تو ایک
مستقل قصیدہ بن جاتا ہے۔ قصیدہ اور مثنوی کی تحریر مختلف ہیں۔ اس قصیدہ کا پہلا اور آخری شعر حسب
ذیل ہے :

اول توحید کہتا ہوں سو اس قدرت کے قادری کا
کہ مالک ہے وہ عالم کا و رائق بحر اور بر کا
الہی پاس مستکن ہوں امین بولو مہبان سو
معظم مرض کرتا ہے پریشان حال اختر کا
(۳۸)

معظم نے یہ معراج نامہ ۱۲۲۹ھ/ ۱۸۱۰ء میں لکھا تھا۔ وہ معراج نامہ میں لکھتے ہیں :

یونامہ جہاں میں ہوا جب ختم
ایک گیارہ صدی میں اتھے دست کم
رجب کی ستائیس ہوا یہ تمام

نیا پر ہزاراں درود و سلام

معراج نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے۔

الہی قول قادر ہے سنار کا

قول آوار ہے سب تر آوار کا

رہما قول حاکم ہے صاحب سچا

سوکن لیکن کچھ سب جگ رہا

کیا سات اسلم یک پل نے

ہوا ذوق جس ساعت تجھ دل نے

یہ معراج نامہ سید بلاتی کے معراج نامہ کی بحر میں ہے۔ اس کے زبان و بیان کی سادگی و روانی بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ ”معظم نے جب معراج نامہ لکھا تو اسی زمانے میں قلندر نامہ نام سے بھی ایک نظم تحریر کی۔ اس دور میں زبان و بیان کا عام کینڈا اتنا بدل جاتا ہے کہ یہ تیزی کے ساتھ پچھلے محققین سال کی زبان سے مختلف ہو جاتی ہے۔ اسی لئے معظم کے معراج نامہ اور قلندر نامہ کی زبان واضح اور صاف معلوم ہوتی ہے۔“ (۳۹)

معظم نے اپنی مثنوی ”مکمل چشت“ میں مختلف بزرگان دین کا مختصر حال نظم کیا ہے۔ مثنوی ”حق“ ۱۲۶۹ء، ۱۸۰۰ء سے قبل کی تصنیف ہے اس میں درویشوں اور صوفیوں کے اسرار و اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ مثنوی ”شجرۃ الایمان“ میں تصوف کے مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ مثنوی ”مکمل عشق و عقل“ میں یہ بتایا گیا ہے کہ عشق و عقل انسان کے پیدائشی ساتھی ہیں اور مثنوی ”وجود العارفین“ میں درود اور واجب الوجود کی تشریح آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے کی گئی ہے۔ (۴۰) معظم کا دیوان ناقص العربیہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔ (۴۱) اور انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے کتب خانے میں بھی اس دیوان کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔ معظم نے اپنی غزلوں میں بڑی کثرت سے تصوف کے مضامین باندھے ہیں یا اپنے سلسلے کے بزرگوں کی کرامات بیان کی ہیں۔ ”تبیخ حق“ کے مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ اور ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر ابوالنصر خالدی نے یہ مثنوی اپنے مقدمہ کے ساتھ قدیم اردو جلد اول شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ مطبوعہ ۱۳۶۵ء میں شائع کر دی ہے۔ مثنوی ”مکمل عشق و عقل“ کا ایک ناقص مخطوطہ ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن کے کتب خانہ میں اور دوسرا مخطوطہ ڈاکٹر ابوالنصر خالدی کے پاس ہے۔ (۴۲) معراج نامہ اور قلندر نامہ کے مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہیں۔ کتب خانہ جامع مسجد بہمنی میں بھی معراج نامہ کے دو مخطوطات موجود ہیں۔ پہلا نسخہ یوسف علی کا۔ ۱۳۰۰ء جمادی الثانی سنہ ۱۳۰۰ء کا لکھا ہوا موجود ہے جبکہ دوسرا نسخہ بھی موجود ہے مگر وہ مکمل نہیں صرف ابتدائی چار ورق ہیں اور معراج نامہ سید بلاتی کے ساتھ جلد ہے۔ (۴۳)

معظم کے کلام کی اندرونی شادیں اور قدیم تواریخ و تذکرے ان کے عارف کامل ہونے کا پتا دیتے ہیں اور شاید اسی وجہ سے ان کے کلام میں ایک وجدانی سوز و گداز جاری و ساری ملتا ہے۔ اسلوب بیان

سادہ اور پراثر ہے البتہ زبان اور لہجہ وہ تمیں جو ولی کے یہاں ملتا ہے لیکن زبان اور رنگ آبادی اردو سے قریب ضرور کی جا سکتی ہے اور اس میں ہندی و سنسکرت الفاظ کی بھی ایسی بھرمار تمیں جو لطافت میں بدل دے۔ (۳۳) صوفیانہ مضامین کو نظم کرتے وقت تصوف کی مشکل اصطلاحوں سے پرہیز کر کے معیاری انداز پیدا کرنے کی خاصی کامیاب کوشش ملتی ہے۔

شریف

شریف کے نور نامہ کا مخطوط کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔ مخطوط تمیں صفحات پر محیط ہے اور عام خط نستعلیق میں ہے۔ اس کی تاریخ تصنیف ۱۱۱۰ھ ہے۔ آخر میں کاتب نے اپنا نام کامل علی شاہ اور اس کی تاریخ کتابت رجب ۱۲۷۰ھ لکھی ہے۔ یہ مختصر مثنوی نور محمدی کی خلقت وغیرہ کے مطلق ہے۔ مصنف کے متعلق کوئی مطوعات میسر نہیں آسکیں۔ نور نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے :

اول حمد للہ رب الیوم
دعو علی کل شیء قدر
بس ذات او نور کر آشکار
کیا پھر ادنی نور سو بک بہار
کرنا شرفا اوپر کر کرم
کرم سوں بخش تجھ دھرم تجھ دھرم
(۱۳۵)

درج ذیل اشعار میں شاعر نے تاریخ تصنیف لکھی ہے اور اس مثنوی کے اشعار کی تعداد کے بارے میں بھی وضاحت کی ہے کہ ۳۴۰ ہیں۔ چوتھے شعر کے دوسرے مصرعہ میں قاف، شین اور میم لکھا ہے۔ حروف ابجد میں ق : ۱۰۰، ش : ۳۰۰، اور م : ۳۰، اس طرح کل تعداد : ۳۴۰ بنتی ہے، جو مثنوی کے اشعار کی کل تعداد ہے :

پردہ او کو دل کتیں شاد سوں
شرفا کو کرنا دعا یاد سوں
ز ہجرت نمی کے ہزار ایک سال
بھی یک صد اوپر دس اتھے بے مثل
د شعبان معظم کے خوش ساعت میں
مراتب ہوا رات شب برات میں
حساب دیکھو کریو بیتاں سلیم
ہے یک قاف یک شین اور یک میم
(۱۳۶)

اس دور کے دیگر شعراء کی طرح شریف نے بھی اپنی مثنوی کا اختتام دعائیہ اشعار پر کیا ہے:

الہی بخش توں لکھن ہار کوں
پرنہار کوں اور سنن ہار کوں
ہزاراں دروداں ہزاراں سلام
حق محمد علیہ السلام
(۱۳۷)

شریف کے نور نامہ کی زبان صاف اور رواں ہے۔ اس قسم کی وینی موضوعات پر مشتمل دکنی مثنویوں کے اثرات ہمیں دکن کے تمدن اور کچھیر بھی نظر آتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ مثنویاں بہت وقیع ہیں۔

عبدالمحمد ترین

عبدالمحمد ترین ان شعراء میں شامل ہیں جو زوال عادل شاہی و قطب شاہی کے بعد سامنے آئے۔ غالباً کوئی افغانی الاصل دکنی شاعر تھا۔ جس نے اس دور میں پشتو زبان کی ایک کتاب ”شمال الہی“ مصنفہ اخوند اورانی کو دکنی میں منتقل کیا تھا۔ (۱۳۸) ترین کے شمال نامہ کا سنہ تصنیف صحیح طور پر تحقیق نہیں کیا جاسکتا لیکن ۱۵۵۵ھ سے پہلے کی تصنیف ضرور ہے۔

اس شمال نامہ میں نبی کریمؐ کے سرایا اور خلق کا بیان ہے۔ اس کے آیات کی تعداد قریباً ایک سو پچاس ہے۔ اس مثنوی کے پانچ مخطوطات کتب خانہ آصفیہ چار مخطوطات کتب خانہ سلار جنگ اور دو ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن میں موجود ہیں۔ کتاب کے نام اور اپنے مخلص کے بارے میں مصنف نے اس طرح صراحت کی ہے:

شمال نبی کا کوں بولنے
کرم کر زبان کھولنے
کیا قصد عبدالمحمد ترین
شمال نبی کا کوں بہترین
(۱۳۹)

شمال ناموں میں نبی کریمؐ کے جسم مطہر کی ظاہری صفات اور خوبیاں بیان کی جاتی ہیں۔ صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں شمال نبوی یا علیہ مبارک کے جو عنوانات ملتے ہیں، اردو میں شمال ناموں کے مضامین ان سے لی ہوئی حدیثوں پر مبنی ہیں۔ حافظ محمد بن یحییٰ ترمذیؒ نے ”شمال ترمذی“ کے نام سے جو کتاب لکھی ہے، وہ شمال ناموں کا سب سے بڑا ماخذ ہے۔ عبدالمحمد ترین کا شمال نامہ بھی انہیں مضامین سے عبارت ہے:

الہی سچا توں ہے پندروگار
دونوں یک میں قدرت ترا آشکار

سچا توں ہے صلح سچا توں رحیم
 سچا توں ہے قادر سچا توں حکیم
 سراؤں تجھے میں سدا یاد کر
 محمد کے کلمے سے دشاؤں کر
 محمد پہ پیغمبری کر ختم
 کیا ان پہ سر نبوت کرم
 (۱۵۰)

شائکل کے بیان میں اندازِ بیاں ملاحظہ فرمائیے:
 محمد کے اس سر مبارک اوپر
 اتنے بال کتنے رکھو یاد کر
 اتنے لاک بارہ او تیرہ ہزار
 دیکر تین سو تین اندر شمار
 و خوش شکل مرغوب ہو۔ ہر تر
 رکھی تھی نبی کے سر کے اوپر
 (۱۵۱)

شائکل نامہ کے ان اشعار کو شاعر و دعا و مناجات پر ختم کرتا ہے۔
 شائکل نبی کا رُج بہترین
 کیا لقم دکنی میں عبدل ترین
 اگر کوئی پڑے یاد کر کوئی نے
 دعا نیک سوں یاد کرنا اونسے
 خدایا گن بخش ہو رُج خطا
 دے کر توں ایمان کی رُج عطا
 جی محمدؐ ہے تیرا رسول
 مناجات کر رُج بندے کی قبول
 (۱۵۲)

عبدالمحمد ترین کی زبان عثمان کے مقابلے میں شستہ ہے۔
 ترین کے ایک نور نامہ کی بھی نصیر الدین ہاشمی نے نشان دہی کی ہے جو قریباً شائکل نامہ کی طرح ڈیرہ
 سو ابیات پر مشتمل مشوی ہے۔ جیسا کہ نام سے واضح ہے اس میں نور محمدیؐ کا تذکرہ ہے۔ یہ بھی اداسل
 ۱۰۰۰ ہجری کی تصنیف ہے۔ خط ثلث میں لکھی کاغذ پر کرم خوردہ مخطوط کتب خانہ سلاار جنگ میں موجود ہے۔
 اس کی ابتدائی ابیات یہ ہیں:

الہی کرنامہ کرتار توں
 ستارا ہے قدرت سے سنار کوں
 تو قدرت سے پیدا کیا دو جہاں
 پون اور پانی زمین آسمان
 (۱۵۳)

میرؔ ایک غیر معروف شاعر

میرؔ ایک غیر معروف شاعر کے نام سے "وفات نامہ پیغمبر" کے عنوان سے اس مثنوی کا ایک نسخہ آفس لائبریری لندن میں ہے۔ مخطوطہ پر تاریخ کتابت وغیرہ بھی درج نہیں ہے۔ اور نہ ہی مصنف بارے میں کوئی معلومات ہیں۔ اس مثنوی میں نبی کریمؐ کی وفات کے حالات درج ہیں۔ اس مثنوی کے اشعار کی تعداد قریباً ۱۵۳ بنتی ہے۔
 کلام کا نمونہ درج ذیل ہے:

یو دنیا تو فانی عجب باخ ہے
 کہ جس تھے سدا دل اوپر داغ ہے
 یو دنیا ہے یاران عجب بے وفا
 کہ اسکوں مئے چھوڑ کر مصطفیٰ
 یو دنیا نہیں نا کوئی اقامت کری
 نیز عمر کسکون نہایت کری (۱۵۳)
 اگرچہ پیوی کوئی آب حیات
 دلیا پنجہ مرک حسی نہیں نجات
 غرض عمر کی تم قوت میں نیا
 کہ ہی کل شنی ہالک آخر فنا
 کون داستان میں وفات رسول
 چہ شکر کریں رات دن سب قبول
 چہ تاریخ فرستہ قال تھا
 سو ہجرت حسی تب ادھر سال تھا
 ادی سال میں دین کا غل ہوا
 کہ الیوم اکملت لکھتہ
 اس آیت کہ تین سک اصحاب سب

ہوئی غم تی ہوش بی تاب سب
 کیا میر یو مدح اسد حیات سون
 رکھا ختم آخر سو صلوٰۃ سون
 کیا میں ثنا و صفات رسول
 سو کر ختم آخر وقات رسول
 (۱۵۵)

حادثہ کی عبارت میں اس وقات نامہ کو دو کھنی زبان میں لکھنے کے بارے میں بھی صراحت کی گئی ہے۔
 اس کی الفاظ کے استعمال کے علاوہ بیان کی چستی ان اشعار میں موجود ہے۔
 عظم دکتی

اعظم دکن کے قدیم شعراء میں سے ہے۔ اس کے حالات معلوم نہیں۔ معلوم ہوتا ہے اس کو کسی
 شاعر سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ کسی تذکرہ نویس نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔
 اعظم نے ۱۰۵۵ھ میں معراج نامہ لکھا۔ اس معراج نامہ کے مخطوط کے آخر میں تین فارسی غزلیں بھی
 دی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فارسی میں بھی شعر کہتا تھا۔ سید محمد حسینی کا مرید تھا۔ معراج نامہ
 کے آغاز میں لکھتا ہے:

نمایاں مرسلان سچ تابی ہے یو
 دو عالم کوں محشر میں حامی ہے او
 چھتر جس کے سر ہوئے روز حشر
 رسولان میں ہے شاہ خیر البشر
 سنگ اعظم توں ایسے سول جس ہو اس
 دیا جن طبیعت کے فارس کو جس
 (۱۵۶)

استقامی دو شعر ملاحظہ ہوں:

کو یار اعظم تے سن یو کلام
 محمد نبی پر درود و سلام
 کہ افضل ز ہر ذکر صلوٰۃ ہے
 ہو مدح نبی اصل طاعات ہے
 (۱۵۷)

اس معراج نامہ میں الفاظ کا انتخاب زبان کی صفائی اور نبی کریمؐ سے والہانہ عقیدت و شینگی کا عنصر
 واضح اور موثر ہے۔

مخدوم حسینی

مخدوم حسینی نے اپنی مشہور ”معجزات رسالت“ میں حمد و نعت کے بعد نبی کریمؐ کے چند معجزے بیان کئے ہیں جو خاص طور پر اہل بیت سے متعلق ہیں۔ یہ قریباً تین سو اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ مشہور بھی انداز آفس لائبریری اینڈ ریکارڈز لندن میں موجود ہے۔ اس کے مخطوط کی نشان دہی نصیر الدین ہاشمی نے کی ہے۔ (۱۵۸)

اس مشہور ”معجزات رسالت“ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

دیا ہے خدا جس قناعت کا کج
نہ ہوئے محکوم معلوم و نیان کا رنج
قناعت سون ہے دیک دید کون نور
قناعت سون افلاک پر ہے عبور
(۱۵۹)

ایک معجزہ کے بیان میں زبان و بیان ملاحظہ فرمائیے:

چلے دیکھئے اکون خیر البشر
اتھی سات ابوبکرؓ تو ہور عمرؓ
دیکھے جا کو تو او دو نیک بخت
بھری ہیں جو آزار تے بہوت سخت
ابوبکرؓ عمرؓ نے علیؓ کے مشکات
اپس دل میں ائے سو کے یو بات
کہ اب تم خدا کے کو کچھ نظر
جو حسینؑ کون ہوئے شفا زود تر
(۱۶۰)

اس کے اختتامی اشعار میں زبان اور لب و لہجہ خاصا قدیم ہے:

یو مخدوم حسینی مرقم کیا
بھے قصہ کون بھر کر صلاح کج دیا
لکھن آدمی تو خوب سمجھان کر
نوشتر مد حق سون لے دعوات دھر (۱۶۱)
جو عالم خدا کا ہے پر کھین
سدا آفرین آفرین تج کس
بی نقصان استاد کون نا کھیا

بے نامی سون استادہ نوبت بجا

(۱۴۳)

زبان و بیان کے اعتبار سے مخدوم حسینی کی مثنوی معجزات رسالت قدیم و کئی شاعری کے عام میلان کے مطابق سادگی اور حقیقت پسندی کی حامل ہے۔

معراج نامہ حسینی کا ایک مخطوط شہان اودھ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کے واقعات زیادہ تر معراج الثبوت اور راحت الارواح سے ماخوذ ہیں۔ (۱۴۳)

حسینی کے نور نامہ کا ایک مخطوط قومی عجائب گھر کراچی میں موجود ہے۔ یہ خط نسخ میں لکھا ہوا ہے اور سہ اوراق پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ پر ۳۰ سطریں ہیں۔ کلمہ زردی مائل دیر ہے۔ متن سیاہ اور عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ مخطوط ہذا ناقص الاول ہے اور کرم خوردہ ہے۔ کاتب سید مصطفیٰ نے اس کے آخری ورق پر سال کیمیت ۱۳۲۵ھ لکھا ہے۔ اختتامی اشعار ملاحظہ ہو:

حسینی جو یو نور نامہ ختم
کیا سو رکھو حرز جاں سون بخت
محمد اوپر بھیجو ہور درود

جو آتا ہے مطلب سو آوے او زود
جو دل نور نامہ سون بھرپور رہے
او حق کے کرم سے پر نور رہے

(۱۴۴)

حسینی شیعہ مسلک سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا اعتبار اس کے کئی عنوانات کے اختتام یا ابتداء میں قرطبیہ کے ساتھ "واشد ان علیا ولیہ" کے اضافہ سے ہوتا ہے۔ جابجا آیات قرآنی کو بطور عنوانات درج کیا گیا ہے۔ آخر میں اس نور نامہ کو پڑھنے کے فوائد کا بیان ہے۔ نیز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صفات بھی نظم کی گئی ہیں۔

سیدی

سیدی کے نور نامہ کے مخطوط کے بارے میں نصیر الدین باغی نے لکھا ہے کہ شکستہ خط میں لکھا ہوا ہے اور بیس صفحات پر مشتمل ہے۔ ناقص الآخر ہے۔ اس کی تاریخ تصنیف ۱۱۵۰ھ یا ۱۱۷۳ھ ہے اور مصنف کے متعلق کوئی حالات معلوم نہیں ہوئے۔ (۱۴۵) اس کے اشعار کی تعداد قریباً دو سو بنتی ہے۔ اور اس مثنوی میں نور محمدی کا ذکر ہے۔

ابتدائی شعر ہے:

انہی کر شمار کرناں توں
ستوارہ ہے قدرت کو سایہ سار توں

(۱۳۱)

مہرِ ذیل اشعار میں سیدی نے اپنا تخلص لکھا ہے:

سیدی لیوں کی بندش مقدس ہوا
 دو جی بند میانے سو کعبہ ہوا
 سیدی بازو کے بندشوں بوکڑ یار
 کہ میرے نبی کے اتھے یار غار
 سیدی آٹھ سول آنے دو بند ٹل
 کہ جبرائیل ہوا بھی وہ جا میکا کل
 (۱۳۷)

اختتامی اشعار میں سے ایک شعر ہے:

کے جبرائیل مجھے سنوارے رسول
 خدا تم کیا دو جہاں میں مقبول
 (۱۳۸)

ذیلان و بیان کے لحاظ سے سیدی نے نور نبوی کے موضوع کو سیدھے سادے انداز میں نظم کیا ہے۔ اس کا سنہ تصنیف صحیح طور پر تحقیق نہیں کیا جاسکتا البتہ زبان و بیان کے نمونے اور دوسری ثانوی شاد توں کی روشنی میں یہ گیارہویں صدی ہجری کے آخر کی تصنیف لگتا ہے۔

عنایت شاہ قادری (م ۱۱۵۵ھ)

عنایت شاہ دکن کے شاعر ہیں۔ آصف جاہ اول کے زمانے میں دکن آئے ٹاٹ کا جہ پینتے تھے اس لئے ٹاٹ شاہ کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ شاہ کلیم اللہ مدنی کے مرید تھے۔ علاقہ دہلی سے کوسوں دور تھے۔ اپنی آمدنی غریب اور مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے تھے۔ تذکرہ اولیائے دکن میں ان کا حال لکھا ہے۔ ۱۱۵۵ھ میں حیدر آباد میں انتقال ہوا۔ (۱۳۹)

نور نامہ فارسی نثر میں تھا جس کو انہوں نے دکن میں ۱۱۵۵ھ ر ۱۲۹۹ھ میں لکھا۔ وہ کوئی بڑے شاعر نہ تھے تاہم انہوں نے یہ مشہور بطور یادگار لکھی ہے۔ یہ باتیں آخری پندرہ ابیات سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اس نور نامہ کے دکن میں کئی مخطوطات ملتے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں اس کے دو مخطوطات ہیں۔ پہلا ۱۳۶۷ھ میں سید وزیر علی نے لکھا ہے اور دوسرا خان محمد نے ۱۲۵۸ھ میں لکھا۔ اس کا ابتدائی ورق ناقص ہے۔ یہ نسخہ بد خط ہے۔ اور اس کے شروع کے دو ورق ناقص ہیں۔ نسخہ اول الذکر مکتوبہ وزیر علی کے مقابلہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں اکثر ابیات کم ہیں اور محظوظ بھی مختلف ہے۔ (۱۷۰) اس کا ایک نسخہ ادارہ ادبیات اردو میں موجود ہے۔ دو مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ میں ہیں جن میں ایک کرم خوردہ ہے۔ اور دوسرا ۱۲۷۸ھ

لکھا ہوا ہے۔ اس کا جو نسخہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانے میں ہے وہ اصل نور نامہ کے ترجمہ سے مشروط ہے۔ ادارہ ابیات اردو کے نسخہ میں ۵۵۱ ابیات ابتداء میں تراکد ہیں جن میں شاعر نے سبب تالیف اور نور نامہ کے فضائل تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ اسی طرح آخری ابیات بھی اس نسخے میں بہت زیادہ ہیں۔ ان امور سے پتا چلتا ہے کہ یہ نسخہ مکمل ہے اور جامعہ کا نسخہ ناقص ہے۔ (۱۷۱) اس نور نامہ کے پانچ مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی (۱۷۲) اور دو مخطوطات قومی عجائب گھر، کراچی میں موجود ہیں۔ سبب تالیف میں شاعر حمد کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ ”اے خدا میں نور نامے کو دکھنی میں لکھتا چاہتا ہوں۔ اس لئے تو مجھے اس کام کی سکت دے تاکہ میں ایسا لکھوں تاکہ عام لوگ اس کے معنی کو سمجھ سکیں۔ یہ تکرار ان کی سمجھ بھی میری ہی طرح معمولی ہے۔ پہلے میں نور نامہ کے فضائل بیان کرتا ہوں۔“ (۱۷۳) اس کے بعد علیحدہ علیحدہ عنوانوں کے تحت اس رسالے کے سات شرف بیان کئے ہیں۔ اور آخر میں نام غزالی کے متعلق ایک روایت لکھی ہے۔ سبب تالیف کی چند ابیات یہ ہیں:

ترے نور کے نامے کوں میں
اپنی سنگوں لکھنے دکھنی سوں میں
سکت دے مجھے اے سکت کار توں
جو دکھنی سوں میں اسکو سارا لکھوں
کہ مجھ سار کے ہیں سو سب عام لوگ
کریں اس کے معنی کوں سب عام لوگ
میں عاصی طفیل ان کے پاؤں ثواب
کرم ہوئے ترا مجھ پہ روز حساب
(۱۷۴)

اس نور نامہ میں نبی کریم کی فضیلت اور سرایا کے محاسن پوری تشریح اور وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں۔ شاعر کے اکثر اشعار معمولی ہیں اور موضوع کے شایان شان نہیں ہیں۔ آخر میں شاعر نے خود بھی اپنی خامی طبع اور کلام کی روانی وغیرہ کا ذکر ان ابیات میں کیا ہے:

شکستہ یو بیتاں کیا ہوں کینک
جواہر رولیا ہوں زباں سوں کینک
طبع دیکھتا ہوں قولے خام ہے
نہ اس بات کا کچھ سرا انجام ہے
پرے کچھ دنیا میں مری یادگار
رہے کر کیا ہوں ز امیدوار
اتھا " نور نامہ شتر
یا حضرت رسول اللہ سولہ سو دکھنی کیا شعر میں سر بسر

طیعت نہ تھا کچھ مجھے شعر کا
شعر کر کو بولوں وزن نظم کا
(۱۷۵)

تخلص کی صراحت اور تاریخ تصنیف کے اشعار:
تخلص میرا ہے عنایت شاہ
میرا جد ہے بھکوں محمد پناہ
مرتب کیا نور نامہ تمام
بچن محمد علیہ السلام
کہ ہجرت میں تھے ہزار یکصد
بھی آگیاہ اتھے سال ہوا ہے یوں

(۱۷۶)

اس نور نامہ میں ۵۴۰ ابیات ہیں۔ اس مثنوی میں ایک قصہ بھی نظم کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ کے پاس جبرائیلؑ آئے اس وقت نبی کریمؐ بی بی فاطمہؑ کے حجرہ میں تھے۔ بی بی فاطمہؑ نے جبرائیلؑ کو پہچان لیا۔ جبرائیلؑ نے حضرت عمرؓ کی فضیلت اور ان کا رتبہ بیان کیا اور ہمیشہ میں ان کے لئے جو نعمتیں ہیں ان کا ذکر کیا۔ اس کے بعد نیک لوگوں اور بد لوگوں کے متعلق جزا و سزا کا ذکر ہے۔ (۱۷۷)

نور نامہ شاہ عنایت میں آپؐ کے نور کی پیدائش، اس کی ارتقائی منزلوں اور فضائل و برکات کی تفصیل ہے۔ شاہ عنایت کا خیال ہے کہ نور محمدی نور خدا سے کوئی الگ چیز نہیں بلکہ وہی نور ہے جو روز ازل سے ذات رسالتؐ میں جلوہ گر ہونے کے لئے بے تاب تھا۔ وہ کبھی آدمؑ و نوحؑ میں دمکا اور کبھی موسیٰؑ و عیسیٰؑ میں ظہور کیا۔ غرض کہ آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریمؐ کی ولادت تک اس نے مختلف رنگ اختیار کر لئے۔ اور آخر جسم مطہر محمدیؐ میں اپنی پوری شان و رعنائی سے جلوہ گر ہوا۔ جس طرح خدا کا نور و ظہور ہر جگہ ہے۔ اسی طرح نور محمدیؐ بھی شجر کائنات کے ہر پتے ہر نشی اور ہر گل میں موجود ہے بلکہ کائنات کی پیدائش کی علت غائی یہی نور ہی ہے۔

میرولی فیاض ویلوری

میرولی فیاض ویلوری کا پیشہ شاعری نہیں تھا اول حراستِ حان صوبہ دار سات گڑھ کی ملازمت اختیار کی بعد میں قلعہ دارانِ سدھوت کی ملازمت کے لئے کڑپہ گئے جہاں اس وقت نواب عبدالجبار خان قلعہ دار تھا۔ آخری زمانہ میں اپنی جاگیر علاقہ بدراس میں آگئے۔

ولی ویلوری کی تصنیف ”روئے الانوار“ قابل ذکر ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۱۵۹ھ ر ۱۷۴۵ء ہے۔ ان کی دیگر تصانیف میں ”روئے اشدا“ ”روئے العقیق“ اور ”دعائے فاطمہؑ“ ہیں۔ اس کا ایک قادری لکھتے ہیں کہ ولی ویلوری نے ایک رسالہ تصنیف کیا تھا جو مناجات پر مشتمل تھا۔ ایک کرم خوروہ ہے۔ ۱۱۷۱ھ ر ۱۷۵۷ء میں

لکھی گئی تھی۔ یہ ملا حسین واعظ کاشفی کی فارسی مثنوی کا ترجمہ ہے۔ یہ ”دہ مجلس“ بھی کہلاتی ہے۔ اس کو دس ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان کی تقسیم یہ ہے (۱) وقایع آنحضرتؐ (۲) وقایع بی بی فاطمہ زہراؑ (۳) شہادت حضرت علیؑ (۴) وقایع امام حسنؑ (۵) ذکر امام حسینؑ و شہادت مسلمؑ (۶) شہادت فرزندان مسلمؑ (۷) امام حسینؑ کی روانگی کربلا (۸) احباب امام حسینؑ کی شہادت (۹) شہادت فرزندان امام حسینؑ (۱۰) واقعات با بعد شہادت۔

روئے اشہد کے متعدد قلمی نسخے ملتے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں (۶) نسخے ہیں اور کتب خانہ سلار جنگ میں (۹) نسخے ہیں۔ اس کے علاوہ کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو اور یورپ میں اس کے کئی قلمی نسخے موجود ہیں۔ (۱۷۹) اس کا قلمی نسخہ نیشنل بینک آف پاکستان ہیڈ آفس لائبریری، کراچی میں بھی موجود ہے۔ پہلی مجلس میں نبی کریمؐ کی وفات کا ذکر ہے۔ اس لحاظ سے اس حصہ کو وقایع نامہ سے موسوم کیا جاتا ہے اور اسی طرح اس کے ایک دوسرے حصے کو جنگ نامہ قاسم کہا جاتا ہے۔ اس میں امام قاسمؑ کی شہادت کا حال درج ہے۔ وفات نامہ کی ابتدا یوں ہے:

یقین سمجھو جسے یو غم پیچے گا
حقیقت میں بنی آدم پیچے گا

کروں میں مجلسی اول میں تحریر
وقایع سید عالم کی تقریر

مثنوی روئے الانوار کا موضوع سیرت نبویؐ ہے۔ اس مثنوی کے ۲۲۳۰ اشعار ہیں اور ان اشعار میں حضور نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے چند نمایاں عنوانات درج ذیل ہیں:

ذکر نور نبیؐ، واقعات در مدت حمل، ذکر ولادت، شیر خوردن، سفر شام، خواستگاری خدیجہؑ ابتدا وحی، ہجرت، وفات بی بی خدیجہؑ، معراج، ذکر معجزات، جنگ بدر، جنگ احد، جنگ تبوک، فتح خیبر، فتح مکہ، فتح طائف، حج الوداع وغیرہم۔

باقراچہ نے بہشت بہشت میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ولی ولوری نے معجزات رسول کریمؐ کے سلسلہ میں غیر معتبر روایات کو بھی بیان کیا ہے۔ اس کی بڑی وجہ اس دور کی مجلسی زندگی، مقامی اثرات اور ماحول تھا۔ اس زمانے میں قہصے کہانیوں کو لوگ بڑی دلچسپی سے سنتے اور پسند کرتے تھے۔ ولی کے تمام موضوعات مذہبی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کے کلام میں شاعرانہ لطافت موجود ہے۔ مذہبی رنگ برقرار رکھتے ہوئے شاعرانہ خصوصیات اور نکات کو برقرار رکھنا بجائے خود ایک فن ہے۔ روئے الانوار کے درج ذیل اشعار معراج سے متعلق ہیں:

کئے یو نقل حضرت عمر خطابؓ
ہوا معراج کا جس دن خوشی، باب

کیا حضرت رسول اللہؐ سوں میں سوال

فنائی راز با کا کچھ کرو قال
 سو فرمائے کہ امت کا شکایت
 کیا منجانب یوں دو رب عزت
 کہ عصیاں در رہیں سب مل بہ خلوت
 کریں دو انجمن میانی اطاعت
 وے میں پروہ پوشی میں ہوں ستار
 ہوں دائم بخشش رحمت سوں غفار

(۱۸۰)

رونت الانوار کا ایک مخطوطہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے پاس موجود ہے۔ اس کے بارے میں دو رقم

طراز ہیں:

”رونت الانوار کے معلق میں نے مولانا عبدالحق اور علامہ سید سلیمان ندوی
 سے بھی معلوم کیا کہ شاید ہندوستان میں اس کا کوئی دوسرا قلمی نسخہ مل سکے لیکن
 معلوم ہوا کہ کہیں نہیں ہے۔ میرے پاس جو نسخہ ہے اس میں شروع کے چند اوراق
 نہیں ہیں۔ رونت اشدا کے مقابلے میں (جس کے اشعار تقریباً ساڑھے سات ہزار
 ہیں) یہ مثنوی قریباً ایک تہائی ہے آخر میں کل اشعار کی تعداد دی گئی ہے جو ۲۳۳۰
 (دو ہزار دو سو چالیس) ہے۔ ہر صفحے پر عموماً ۱۶ شعر ہیں اور ہر ورق میں سلسلے کے
 ساتھ اشعار کی تعداد بھی دی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع کے ۷۶ شعر
 اس مثنوی میں نہیں ہیں۔“ (۱۸۱)

اس مثنوی کے اختتامی اشعار سے اس بات کی بھی بخوبی وضاحت ہوتی ہے کہ رونت اشدا پہلے
 تصنیف ہوئی ہے اور رونت الانوار بعد میں اور یہ دونوں ایک ہی مصنف کی کتابیں ہیں۔ نیز رونت الانوار
 کے سال تصنیف ۱۱۵۹ھ کی بھی صراحت موجود ہے اور پھر لکھا ہے، چار شنبہ بتاریخ ۱۹۔ ربیع الآخر ۱۱۵۹ھ۔
 اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تصنیف کے ساتھ ہی اس کی کتابت بھی ہوئی:

حجر اسود سوں دل لیے۔ آب زم زم
 کیسے سب حکیم و قانون حکمرم
 دواغ کر ایک ایک خوشاں وہاں کے
 بدینے پھر چلے مرسل جہاں کے
 کے جانے میں ہوا آزاد آغاز
 کیے کوچ آخریں کے تیں سرافراز
 بیان دو رونت اشدا میں ارقام
 ہوا یاں رونت الانوار اتمام

ہو تصنیف اس کا جو سن سن
و نبی کے بارغ دیں میں یوں لے توں
(۱۸۲) ۱۱۵۹ھ

”روضۃ الانوار“ میں نبی کریمؐ کے چالیس معجزات کا ذکر ہے۔ اس میں تحریر مستند واقعات کے بیان کے
یاد ہو اس کا شمار اردو کی اولین مظلوم سیرتوں میں ہوتا ہے۔ اور اسی حوالے سے اس کا تذکرہ خاص اہمیت کا
حامل ہے۔

کریم الدین سرمست

کریم الدین نام سرمست تھیں دکن کے شعراء میں شامل ہیں مگر شہرت حاصل نہیں کی۔ مذہبی
شخصیت تھے۔ کوئی عشقیہ مثنوی لکھنے کی بجائے مثنوی مولود النبیؐ اپنی یادگار چھوڑی ہے۔ یہ مولود نامہ قریباً
گیارہ سو ابیات پر مشتمل ہے۔ اس کی تاریخ تصنیف ۱۱۶۹ھ ۱۷۵۶ء ہے۔ حمد سے اس مولود نامہ کی ابتدا
ہوتی ہے:

لکھوں لے کلک بسم اللہ کوں اول
بائے مطلع انوار افضل

پچھے دیباچہ حمد خداوند
کوں اس کا جسے میں مثل و مانند

اس میلاد نامہ میں نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے احوال کے بیان کے علاوہ آپؐ کی سیرت کا بھی مختصر
تذکرہ کیا گیا ہے اور اس میں بشت تک کے حالات مذکور ہیں۔ درج ذیل اشعار سے اس مثنوی کی تاریخ
تصنیف کا اندازہ ہوتا ہے:

شیا تاریخ پر جب اس کی میں دست
کہا ”جلوہ کریم الدین سرمست“

مصنف ہو ر قاری ہو ر یشار
کرم سے بخش اس تینوں کو غفار
۱۱۶۹ھ

اختتامی ابیات درج ذیل ہیں:

پڑے مولود کوں جو صاحب ہوش
کرو مت فاتحہ پڑے قراموش
کیا نعت نبیؐ میں ختم نامہ
رکھیا صلوات پڑ کر سوں نامہ

اس کا ۱۱۷۷ھ کا لکھا ہوا مخطوط کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔ (۱۸۳)

غریب اللہ

غریب اللہ کے حالات تفصیلی طور پر معلوم نہیں ہو سکے، اپنی مثنوی وفات نامہ میں اس نے صرف اپنا نام غریب اللہ کئی جگہ استعمال کیا ہے۔ نہ تصنیف سلسلہ کے بارے میں اختتامیہ اشعار سے وضاحت ہوتی ہے اور انہی میں تعداد اشعار کی تصریح بھی کی گئی ہے۔

بخیلوں میں تو بے شک وہ بڑا ہے

جو کوئی سن کر دروداں نا پڑھا ہے

نہ اکیلا رہ سوتے اور تھوڑے

کھیا ہے تب غریب اللہ نے بہتر

ہیں ساڑے سات سو پچاس یہ پر غم

نہا کے غم سے دو آنکھیاں کرو غم

اس وفات نامہ کا مخطوط کتب خانہ جامع مسجد بہمنی میں موجود ہے۔ یہ مثنوی ۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ پر خط نسخ میں پندرہ شعر لکھے گئے ہیں۔ اور ضروری علامات کی وضاحت سرخ روشنائی سے کی گئی ہے۔ اس میں مختصر طور پر نبوت سے لے کر وفات تک کے تاریخی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ یہ مثنوی تیرہ فصلوں پر مشتمل ہے۔ فصل اول حمد میں اور دوم نعت میں ہے۔ باقی فصلوں میں نبوت سے وفات تک کے حالات کا بیان ہے۔ وفات نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

اے صاحب ہے اسم رحمان تیرا

یہ عالم ہے سبھی مسمان تیرا

عجب درگاہ تیری لا اہلی

پھرا نہیں کوئی حیرے در سے خالی

کزوڑاں عاصیاں ہیں اور گنہ گار

وے سب پر تری رحمت ہے بسیار

ایک جگہ اپنی نسبت شاہ جیلان سے اس طرح ظاہر کی ہے:

بیان کر اب شروع دل سے ہو غم ناک

محمی الدین کے ہوں نطنین کا خاک

خاتمہ میں زندگی اور موت کی نفسیاتی کشمکش سے بحث کرتے ہوئے اپنے کو محمد کے لفظ سے خطاب کیا

ہے اور باپ کا نام شاہ محمد بتلایا ہے:

غریب اللہ توں ہے تحقیق ناپاک

ارے کر فکر اب کیوں سو رہا جاگ

دلوں سے یاد کر نس دن محمد

گیا کہاں باپ تیرا شاہ محمد
ارے کر فکر گئے وہ یار کہاں بھاگ
نہ ہو گئے نہ ہو گئے ہوئے خاک
(۱۸۴)

محمد بن مجتبیٰ مہدوی

شاعر کے حالات کا کچھ پتا نہ چل سکا۔ اس کے معراج نامہ کا نام ”نثر المصطفیٰ“ ہے جو ۱۸۸۱ھ / ۱۸۶۷ء
میں تصنیف ہوا۔ مصنف اپنی زبان کو ہندوستانی کا نام دیتا ہے۔ درج ذیل اشعار سے شاعر کی قادر الکلامی کا
اندازہ کیا جاسکتا ہے:

محمد جو کہ ابن المجتبیٰ ہے
جو سارے مہدیوں کا خاک پا ہے
انے معراج حضرت کا یو سار
نظم و کئی میں بولا ہے اشارا
بزرگان نے لکھے ہیں جو رسالے
وقائق اور حقائق ان میں ڈالے
سو عاجز نے نہت آسمان بولا
پچارے کن جو گزری تھی سو کھولا
لکھی ہندوستانی میں عبارت
سو بھٹے بول دکنی میں عبارت
(۱۸۵)

شاہ ابوالحسن قربی (م ۱۸۸۲ھ / ۱۸۶۸ء)

شاہ ابوالحسن قربی کی ولادت ۱۸۱۷ھ میں بیجا پور میں ہوئی۔ چار سال کی عمر میں ویلور (علاقہ مدراس)
آئے۔ یہیں تعلیم و تربیت ہوئی۔ علوم ظاہری کے ساتھ باطنی علوم کا بھی اکتساب کیا۔ رشد اور ہدایت کے
لبا و ماوا بنے۔ بے شمار لوگ آپ کے علم اور سلوک کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ مولانا محمد باقر آگاہ آپ
کے ہی شاگرد تھے۔ قربی نے معراج کے حالات صحیح احادیث کے حوالے سے نظم کئے ہیں۔ یہ معراج نامہ
قریباً ساڑھے پندرہ سو ابیات پر مشتمل ہے اس کی تاریخ تصنیف مابعد ۱۸۳۰ھ ہے۔ اس مثنوی کی ابتداء اس
بیت سے ہوتی ہے:

سرا تا خدا کو سزاوار ہے
کہ ہر ذرہ اس کا نمودار ہے

اس کے آخر کی آیات یہ ہیں:

کیا ختم میں ذکر معراج کا

نام محمد نبی مصطفیٰ
کیا ختم میں لے محمد کا نام

علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام

(۱۸۶)

شاہ ابوالحسن کے کلام میں شعری پختگی اور مدحت نبی کریم کی تابش بھی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے غلو و عقیدت کے جذبات کو بڑے لطیف اور دل پذیر انداز میں بیان کر دیا ہے۔ اس لئے اس میں تاثیر کا عنصر نمایاں ہے۔

سوز

سوز کا تعلق دکن سے ہے۔ ان کا ایک وقت نامہ رسالتاب ملتا ہے اور اس کی تاریخ تصنیف ۱۸۳۰ء یا ۱۸۳۱ء ہے۔ سید میر سوز (م ۱۳۳ھ) سے اس مثنوی کو منسوب کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ گل رعنا میں ان کی جن کتابوں کا تذکرہ ہے۔ ان میں یہ وقت نامہ شامل نہیں ہے۔ یہ وقت نامہ قریباً ساڑھے آٹھ سو آیات پر مشتمل ہے۔ اس کی ابتداء ان آیات سے ہوتی ہے:

وے کھلی رہبر ہے وہ عشاق کا

راحت دل ہے دل مشاق کا

جی کہنی اسکوں ہے حیات اب

یہی کہنی یارب نہیں ہے باہر

اس مثنوی میں نبی کریمؐ کے انتقال کا پورا حال مرقوم ہے۔ مثنوی کے عنوانات سرخ لکھے گئے ہیں۔ حمد کے عنوان میں نعت اور غوث اعظمؒ کی مدح بھی آگئی ہے۔ اس کے بعد بیان عمر حضرت سرور عالمؐ، بیان نبوتؐ، سبب انتقالؐ، شفاعتؐ، سرور کائناتؐ، شدت مرضؐ اور اسی طرح دیگر عنوانات سے متعدد روایات کا ذکر کیا گیا ہے۔ آخری آیات میں درود و سلام پر مثنوی کا اختتام ہوتا ہے:

جبکہ ہوا ختم وقت نامہ تمام

بھیکو محمدؐ پر درود ہوو سلام

کرتوں مقصود سو محتاج کا

اسکو نصیب کر توں دیدار کا

(۱۸۷)

اس قسم کے مولود ناموں کا تعلق تبلیغی روایت اور اسلامی عقائد کا فروغ ہے۔ ان میں اگرچہ ادبی محاسن بہت کم ہیں مگر اردو زبان و ادب کے قدیم نمونوں کے حوالے سے ان کا جائزہ بہت ضروری ہے۔ سوز

نے بہت آسان زبان میں وفات نامہ لکھا ہے۔

راحت

راحت کی مثنوی وفات نامہ سے اس کا دکن سے تعلق رکھنا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اس نے اپنے کلام کو
مثنوی سے موسوم کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ مثنوی بھی راحت کے حالات کے بارے میں کوئی رہبری نہیں
دیتی۔

یو دنیا ہے قاتی عجب یارِ غم ہے
کہ جس تے سدا دل اپر داغ ہے
یو دنیا ہے یاراں عجب بے وفا
کہ اس کوں دے چھوڑ کر مصطفیٰ

اس مثنوی میں حمد و نعت اور منقبت خلفائے راشدین کے بعد نبی کریمؐ کی وفات کا ذکر ہے۔ ابتداء
اس بیان سے ہوتی ہے کہ نبی کریمؐ نے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ میری آل کی پیروی کرو تو نجات ہوگی اور
آخر میں یہ بتایا ہے کہ نبی کریمؐ کی رحلت پر انسان تو انسان پھول پتے شجر وغیرہ بھی آزرده و خمگین ہو گئے۔
مصنف نے ان آیات میں اپنے تخلص کی وضاحت کی ہے:

سو غم ناک توں غم قیامت تلک
بغایت ہے راحت نہایت تلک

دو عالم میں راحت ہے حق منجی
سو وہ جاننے کا شفاعت منجی

درد و سلام اور نظم و کھنی کے بیان پر شاعر مثنوی ختم کرتا ہے:

پیغمبر پر تسلیم و صلوات ہے
سو صلوات ہے اور برکات ہے

وفات پیغمبر علیہ السلام
ہوا نظم و کھنی سوں یاراں تمام

(۱۸۸)

اس مثنوی کا مخطوطہ کتب خانہ سرسلاہ جنگ مرحوم میں موجود ہے۔

افصحی

افصحی کے متعلق کسی قدیم یا جدید تذکرہ میں کوئی معلومات نہیں ملتیں افصحی نے اپنی مثنوی ”وفات
نامہ“ میں اپنے مرشد ہاشم شاہ کا ذکر کیا ہے۔ تذکرہ اولیاء و کن میں ایک شاہ ہاشم کا ذکر ہے جن کا انتقال
۱۱۳۶ھ میں ہوا اور ان کا مزار چنبولی میں مرجع خلافت ہے۔ ممکن ہے یہی شاہ ہاشم افصحی کے مرشد ہوں۔

یہ وفات نامہ قریباً چھ سو ابیات پر مشتمل ہے۔ اس مثنوی میں نبی کریمؐ کے انتقال کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس کی تاریخ تصنیف اوائل ۳۳۰ھ ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے۔ (۱۸۹) اس وفات نامہ کی ابتداء بھی اس دور کے دیگر وفات ناموں کی طرح حمد سے ہوتی ہے:

کہوں میں حمد اول اس خدا کا
بیان آوے نہ جس کی گبریا کا
کیا جن کاف و تون نابود موجود

کسے گا پل میں پھر سب بود نابود
(۱۹۰)

اختتامی اشعار میں شاعر نے خدا تعالیٰ سے شہید کی موت کی تمنا کی ہے:

اے خاتمہ کر خیر میرا
کرا خوبی سوں تاتے سر میرا
اتھے ملک زندگی رکھ در عبادت
نصیب آخر کوں کر موت شہادت
(۱۹۱)

افسی نے اختصار کے ساتھ مجلسی روایت کو مد نظر رکھ کر وفات نامہ لکھا ہے۔ ان کا انداز بیان صاف اور واضح ہے۔ ان کے اشعار میں سوز اور تبلیغ دین کا جذبہ کارفرما ہے۔

نوازش علی شیدا

سید نوازش علی شیدا حیدر آباد کے مشہور شاعر آصف جاہ ثانی (نظام علی خاں) کے دور میں میر سلماں کی خدمت پر مامور تھا۔ اور شاہی عاشور خانہ کا مہتمم بھی تھا۔ شیدا کے انتقال کا صحیح سنہ معلوم نہیں ہوا البتہ ۳۰۳ھ تک بنید حیات رہنے کا ثبوت ملتا ہے۔ (۱۹۲) شیدا کی کئی ضخیم مثنویاں ہیں۔ جن میں سے ایک اعجاز احمدی اور دوسری روضۃ الاطمار ہے۔ تیسری مثنوی گلشن ایمان کے نام سے موسوم ہے۔ اعجاز احمدی کا موضوع نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ ہے۔ یہ مثنوی ۱۸۸۶ھ کی تصنیف ہے اور دوسری مثنویوں کی نسبت ضخیم ہے۔ چار جلدوں پر مشتمل "اعجاز احمدی" کے اشعار کی تعداد کے بارے میں ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں:

"پہلی تین جلدوں کے جملہ صفحات ۳۶۶ ہیں۔ پہلی جلد صفحہ ۳۷ پر ختم ہوتی ہے۔ دوسری ۱۰۵ پر اور تیسری صفحہ ۳۶۶ پر۔ اس کے بعد چوتھی جلد شروع ہوتی ہے۔ اس کے صفحات درج نہیں ہیں جو تقریباً ۱۰ ہیں۔ فی صفحہ ۴۲ اشعار کے حساب سے پہلی تین جلدوں میں کم و بیش ۱۵۳۷۲ ابیات ہیں۔ جلد چہارم میں فی صفحہ ۳۲ ابیات ہیں۔ اس لحاظ سے اس جلد میں جملہ ابیات ۳۷۳۸ ہیں۔ اس طرح کل مثنوی کے ابیات کی تعداد انیس ہزار ہیں۔ سرخیوں کا لحاظ کیا جائے تو تعداد کو کچھ گھٹانا ہو گا۔ (۱۹۳)

شیدائے بھی ولی و پوری کی طرح اعجاز احمدی میں مختلف عنوانات کے تحت آپ کی سیرت پاک کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔ مثلاً آغاز داستان و کیفیت ظہور نور محمدی — در بیان معجزات کہ در ایام حمل یوقوع آمد و کلفت بر رحلت عبداللہ — در بیان طلوع خورشید رسالت — احوال رضاعت حضرت خیرا بشر — در بیان شوق صدر آل والا قدر — در بیان احوال سال ششم تا دوازدهم — وغیرہ عنوانات سیرت کا یہ سلسلہ اسی طرح آخر تک چلتا ہے۔ جلد چہارم میں وفات کے بعد کے حالات درج ہیں اور معجزات کا بیان ہے۔

شیدائے مشنوی اعجاز احمدی میں روایات صحیحہ کو نظم کرنے کا ذکر کیا ہے اور طبع میں روانی کی دعا مانگی ہے :

الہی میں تیرے نبی کا بیان
نظم سچ چتا ہوں کرنے عیاں
میری طبع کو چست و چالاک کر
رموز معانی کا ادراک کر
فضاحت عطا کر سخن کول میری
حلاوت سنی بھر دھن کول میری
یہ اعجاز نامے کو مشور رکھ
ہر اک بزم میں اس کا مذکور رکھ
(۱۴۳)

”اعجاز احمدی“ میں نبی کریم کی سیرت طیبہ کو شیدائے بڑے قرینے اور حسن ترتیب سے بیان کیا ہے۔ حصہ اول نور محمدی سے ابتدا کر کے چالیس سال کی عمر تک کے حالات یعنی وحی اولیٰ تک کے تمام اہم واقعات کے بیان پر مشتمل ہے۔ دوسری جلد میں بعثت سے ہجرت تک کے حالات ہیں۔ تیسری جلد میں ہجرت سے رحلت تک کے کوائف ہیں اور چوتھی جلد میں معجزات اور فضائل صلوٰۃ کا ذکر ہے۔ ان چاروں جلدوں کی ابیات آغاز یہ ہیں :

پہلی جلد :

اول حمد مولا میں کھولیں زباں
کہ تا ہووے سر سبز میرا بیاں

دوسری جلد :

الہی مرے دل کو پر نور کر
محبت سنی اپنی معشور کر

تیسری جلد :

الہی تو کر فضل کا فتح باب

مجھے میرے مطلب سے کر کامیاب

چوتھی جلد:

الہی تیرا نام بیگا مجیب
محبت نئی کی مرے کر نصیب

(۱۹۵)

شیدائے آپؐ کی سیرت مقدسہ کے اہم واقعات کو بیان کرتے وقت تواریخ کے ذکر کا اہتمام بھی کیا ہے اور اس کی تاریخی حیثیت کو شعریت میں بھی برقرار رکھا ہے:

ہوا سال چالیس پہ ایک جب

سو اس کا کہتا ہوں احوال سب

ستروں تھی تاریخ رمضان کی

دلیل اس پہ آیت ہے قرآن کی

لکھے کئی محدث ہیں ارباب دین

ربیع الاول کی اتھی بارویں

رسول خدا سید کائنات

امام دو عالم شہ ممکنات

اتھے غار حرا میں بیٹھے ہوئے

روا کے اوپر اپنے تکیہ کے

(۱۹۶)

”اعجاز احمدی“ سادہ، صاف اور رواں زبان ہونے کی وجہ سے گرافتدر تعریف ہے۔ نبی کریمؐ کی سیرت کے بیان میں تخیل کی رنگ آمیزی کی بجائے واقعیت کو طوطا رکھا ہے۔ اس مشوی کی ”بحر“ اس کے مخصوص آہنگ، رنگ، رنگ اسایب بیاں اور متنوع موضوع نے اسے وسیع اور وکی مشویوں میں یادگار بنا دیا ہے۔ اعجاز احمدی کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔ ان اشعار میں معراج النبیؐ کا ذکر ہے:

”پہونچی ہیں ایسی مکانگی اوپر

کہ دشار تھا وہاں نظر کا گذر

پڑا اوس پہ پرداتا زرِ بخت کا

نہ آمد کا تھا راہ نا رفت کا

بلایا ہے جبرئیل جا کر شباب

فرشتی نے پوچھا ہی کر یوں خطاب

تو ہی کون آیا ہے اس جالی کیوں

جواب اوسکون بولا ہی جبرئیل یوں

میں پیک الہی ہوں روح الامیں
 پی آیا ہوں جا سید المرسلین
 فرشتی نے پروا اوتھایا شتاب
 نجمایا جمال رسالت مآب
 لگا بجھتی کون درود و سلام
 لگا لطف کے ساتھ کرنے کلام
 کہترا ہو وہ پردیکی جبریل پاس
 لگا کرنے یوں عجز سین التماس
 کہ تیری قدم کی برکت ہیں سب
 میں پہنچا ہوں یہاں تک اے عالی نسب
 نہیں مجھ میں اب اب آئی چلوں
 اگر یکقدم جاؤں تو میں جلوں
 نبی کے یہ شرط رفاقت نہ تھا
 مجھی چھوڑ جانا ہی توں اب کلا
 کیا عرض اے شرف العالمین
 مجھی پیش قدمی کی طاقت نہیں
 (۱۹۷)

شیدا کی منظوم سیرت نگاری میں زبان و بیان، تشبیہات و استعارات کی شگفتگی اور جذبات نگاری کے اس نمونوں نے منظوم سیرتی مشویوں میں گراںقدر اضافہ کیا ہے۔
 شیدا کی دوسری طویل مشوی روشہ الاظہار ہے۔ اس کا سہ تصنیف ۱۳۷۷ھ ہے۔ اس میں تقریباً ۸۰ بار اشعار ہیں۔ اسے بارہ مجالس میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی مجلس میں وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے۔ دوسری مجلس میں ولادت و وفات حضرت فاطمہؑ کا ذکر ہے۔ تیسری مجلس میں حضرت علیؑ و چوتھی میں امام حسنؑ کے بارے میں تفصیل ہے۔ پانچویں مجلس سے بارہویں مجلس تک حضرت امام حسینؑ کی مدینہ سے روانگی سے شہادت تک کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ عتوانات تمام سرخ روشنائی کے ہیں۔ ایک شعر میں اپنے نام کا اظہار یوں کیا ہے:

نوازش سین علی کی ہوں میں ممتاز
 اول مجلس کستیں کرنا ہوں آغاز

کتاب کے آغاز میں یہ ابیات ہیں:

اول حمد خدا سیں ہو سرفراز

کروں میں روضۃ الاطہار آغاز
 دو عالم نام پر اس کے ہے شیدا
 شہادت کا کیا عالم وہ پیدا
 (۱۹۸)

اور اس کے آخر میں ہے:
 قیامت ہوئے گی جس روز قائم
 یہی امید ہے مجھ دل میں دائم
 تصدق سے تو اپنی صاحبی کے
 غلاموں میں اوٹھا آل نبی کے
 ہزاروں سے دروہاں اور تحیت
 نیا پر اون کے جو ہیں آلِ عترت
 (۱۹۹)

شیدا نے روضۃ الاطہار کے بارے میں بھی اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ اس نے تاریخی کتب کو منگوا کر اس میں سے تمام احوال کو بے کم و کاست تحریر کیا ہے اور روایت کی صحت کا التزام رکھا ہے:
 کتب یکے توں بنا ہندی زباں سوں
 انگلیاں عالم کی کر انجواں سین جیوں
 کمر میں اس سعادت پر بندھا تب
 کتابوں کوں منگا تاریخ کی سب
 لکھا احوال سارا بے کم و کاست
 مدد حسنین سچی کر کے درخواست
 رکھا ہوں روضۃ الاطہار کر نام

کہ پڑ کر اسکوں روئیں خاص و عام
 اعجاز احمدی اور روضۃ الاطہار دکن میں بہت مقبول رہی ہیں۔ ان کے متعدد قلمی نسخے ہمدست ہوئے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ، کتب خانہ سالار جنگ، ادارہ ادبیات اردو اور جامعہ عثمانیہ میں ان کے کئی قلمی نسخے ہیں۔ اعجاز احمدی کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور زیر نمبر ۵۲۱۳ موجود ہے۔
 روضۃ الاطہار کا ایک مخطوطہ سنٹرل اسٹیٹ لائبریری اور انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔ اعجاز احمدی مطبع کریم بمبئی سے ۱۳۳۳ھ میں خاص اہتمام کے ساتھ (۸۴۳ صفحات میں) چھپی تھی۔ اور اس کا مطبوعہ نسخہ بھی ادارہ ادبیات اردو میں موجود ہے۔

شواہد سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ شیدا نے ولی بطوری کی روضۃ اشدا کو مد نظر رکھ کر اس کا نام روضۃ الاطہار رکھا اور اس کے مقابلے کی کوشش کی ہے۔ روضۃ الاطہار کی پہلی مجلس ایک مکمل وقت

”انتہا“ ہے۔ اعجاز احمدی کی نسبت رومنہ الاطہار کی زبان زیادہ صاف ہے اور اسلوب میں بھی

سہ معرین باہمی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے :

”رومنہ الاطہار دکنی مثنویوں کی آخری یادگار ہے۔ اس کے بعد جو مثنویاں دکن

میں لکھی گئی ہیں وہ شمالی ہند کی فصیح اردو میں لکھی گئی ہیں۔“ (۲۰۰)

شیدائی مثنوی ”مکش ایمان“ نایاب ہے اور اب تک کسی کتب خانے میں ہمدست نہیں ہوئی۔ (۲۰۱)

شیدائی نے اپنی عقیدت و محبت کے والہانہ اظہار میں موقع و محل کی مناسبت سے نبی کریمؐ کے شاکل و

صورت کے بیان میں پر کیف میلادیہ نمونے پیش کئے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کی دونوں مثنویاں قدیم مذہبی

آئینہ کی یادگار ہیں۔

شہ کمال الدین (م ۱۲۰۵ھ)

شہ کمال الدین کا مولد کڑپ تھا۔ حیدر علی کے زمانے میں سرنگاپٹم آ گئے تھے۔ آپ کے ساتھ آپ

کے اصل شاہ جمال الدین بھی آ کر بس گئے۔ دونوں بھائی ہمیشہ گوشہ نشین رہے۔ دونوں بھائی شاعر بھی تھے

و صاحب باطن بھی۔ ان کے دیوان طبع ہو چکے ہیں۔ شاہ کمال الدین کے مریدوں کا سلسلہ ایک زمانہ تک

چل رہا تھا۔ آپ کی اولاد بھی باطنی علوم میں حصہ دار بنتی رہی چنانچہ ان کے پوتے شاہ مقبول بھی مشہور صوفی

تھے۔ شاہ کمال کے معراج نامہ کے علاوہ خطبے اور دوسری کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں۔ شاہ کمال شاہ میر

دہلوی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ان کے معراج نامہ کا مخطوط کتب خانہ سالار جنگ میں موجود ہے جو قریباً

۱۱۰۰ھ پر مشتمل ہے۔ ان کا سال تصنیف ۱۱۰۰ھ ہے۔ ابتداء ان ابیات سے ہوتی ہے جو حمد باری

عزیز میں لکھے گئے ہیں :

جس کو ہے اللہ اکبر اسم ذات

اوسکو لائق ہے کمالات و صفات

ہے او مطلق واحد و کامل احد

جس کی کثرت کے مراتب بے عدد

لا یزال ولم یزل ہے لا شریک

ملک استغنا کا ہے مولا دیک

(۲۰۲)

شاہ کمال نے شاہ بلاتی کے معراج نامہ کو رطب و یابس روایات سے مملو سمجھ کر صحیح واقعات قلمبند

کئے کے بارے میں تذکرہ کیا ہے۔

حضرت شاہ میر جگر و بکیر

جس کے درگاہ کا کمال اپنی فقیر

نامہ معراج در ہندی زبان
 جو بلاتی نے کیا تالیف آں
 تھے روایت اوسیں شاید مختلف
 ہم صحیح و ہم ضعیف و ہم غلط
 لا جرم در طبع موزوں بلند
 نامہ مذکور تئیں آیا پسند
 بعدہ معراج نامہ یک صحیح
 جو عبارت سے عرب کے شاہ صحیح
 خواجہ نے منگوا کے بیت اللہ سے
 یوں کہے اس بندہ درگاہ سے
 تم کرو ہندی سے اس کا ترجمہ
 تاکہ سن کر نفع ہوئے ہر لمحہ
 (۲۰۳)

اختتام مع تاریخ تصنیف کے ایات یہ ہیں:

قصہ کوتاہ اے رسول پیشوا
 کر ہماری جملہ گی حاجت روا
 یک ہزار و یکصد و نو پر ایک
 سال میں پایا رقم یہ نامہ نیک
 حق سے ہے واقع تحیات و سلام

بر نی و آل اصحابش تمام
 یہ معراج نامہ میسور میں طبع ہوا ہے۔ اس کے اول و آخر ایک ایک مہر ثبت ہے مگر صاف نہیں
 پڑھی جاتی محمد سعد اللہ پڑھا جاسکتا ہے۔
 شاہ کمال الدین کی زبان صاف ہے۔ ان کے اشعار عربی و فارسی کے الفاظ سے مزین ہیں۔ تراکیب
 تشبیہات پر بھی فارسی اثرات نمایاں ہیں۔ معراج کے بیان میں احرام و عقیدت کے جذبات کے ساتھ
 پاکیزگی کی کیف اور فضا نظر آتی ہے۔

غلام اعزاز الدین نامی (م ۱۸۲۳ء)

غلام اعزاز الدین نامی ارکٹ (دہلی ہند) میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی کی تعلیم حافظ محمد حسین سے چلی
 پھر مولانا باقر آگاہ سے اکتساب علم کیا اور شاعری میں بھی آگاہ کی شاگردی اختیار کی۔ بعد ازاں انہیں رنجش
 ارکٹ نے اپنے دربار کا شاعر مقرر کیا تھا۔

مشوئیاں ان کی تصانیف ہیں۔ مشوئی وفات نامہ کو "ملفوظہ الانوار" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس میں حمد و مناجات اور نعت کے بعد اپنے استاد مولوی محمد باقر آگاہ کی مدح کی ہے۔ اس کے بعد ان حضرات شروع ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ کے انتقال کے وقت کے واقعات بیان کئے ہیں۔ آپؐ کا آخری حج کا بیان ہوتا، نبی کریمؐ کی طالت اور انتقال کا حال نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اس مشوئی کو مولانا شاہ عبدالحق کی "مدارج النبوت" سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس لاسل تصنیف ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء کتب خانہ آصفیہ کے مخطوطہ میں دیا گیا ہے۔ اس کی ابتداء ان اشعار سے ہوئی ہے:

لائی حق محمد ہے اوی کی ذات
جس کے قبضے میں سب کی موت و حیات

وہی بخفا ہے وہ جہاں کو وجود
وہی کرتا ہے سب کیسے تابود

ذات کو اوسکی ہے قیام مدام
نہیں عالم کیسے مدام قیام

(۲۰۳)

اشعار کا درج ذیل نمونہ ملاحظہ ہو ان میں مصنف کا نام اور کتاب کا نام واضح طور پر ملتا ہے:

صرف نامی ہی کو نہیں ہے ہر اس
ہیں نہایت اس الم سے اواس

فضل سے حق کے اب بحسن تمام
ہو گیا یہ وفات نامہ تمام

اس رسالے کو میں نے کر تیار
نام رکھا ملفوظہ الانوار

ختم کر جب وفات کا احوال
اس کی تاریخ کا کیا میں خیال

من کے ہاتھ نے یہ کہا وہ وہ
صلوٰۃ خدا نبی پر ہو

(۲۰۵)

کتب خانہ سالار جنگ میں اس مشوئی "ملفوظہ الانوار" کے دو مخطوطات (۲۰۶) اور ایک کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔ (۲۰۷)

شاعر اپنے لئے بخشش و شفاعت کے واسطے اشعار پر مشوئی ختم کرتا ہے:

اور شفاعت دے اوسکی روز قیام

مجھ کو یا ذوالجلال والاکرام
 نامی اب تو وقت ٹامے کو
 ختم کر دو مرثیوں کو ہی
 (۲۰۸)

"مدینۃ الانوار" میں زور کلام اور لطف زبان موجود ہے۔ خلوص و عقیدت اور حضور اکرمؐ سے وابستگی و شغف نے غم و حزن کے بیان میں اثر و تاثیر کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ اس لحاظ سے اسے وقت ناموں میں ایک امتیازی درجہ حاصل ہے۔

مولانا محمد باقر آگاہ (۱۱۵۸ھ / ۱۷۷۵ء - ۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء)

مولانا محمد باقر آگاہ نے سید ابوالحسن قرنی بجاپوری (۱۱۱۷ھ - ۱۱۸۳ھ) سے تحصیل علم کیا اور انہی کے ہاتھ بیعت کی۔ عربی، فارسی اور اردو کے صاحب دیوان شاعر تھے۔ انہیں اردو نظم و نثر پر یکساں قدرت حاصل تھی۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۳۰۳ بیان کی جاتی ہے جن میں سے ۱۶ کتابیں اردو میں ہیں۔

اردو کی سیرتی مشنویوں میں سب سے زیادہ وسیع اور مستند روایات و واقعات کی حامل ان کی مشنوی ہشت بہشت ہے۔ ہشت بہشت کے مخطوطات ہندوستان کے اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں۔ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی کے کتب خانہ خاص میں بھی اس کا ایک مخطوطہ موجود ہے۔ اس کی طباعت ۱۹۳۲ء میں سید احمد نیر محمد مولانا باقر مرحوم کے اہتمام سے مطبع کشن راج مدراس میں ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ۱۸۶۱ء میں مطبع عربیہ اور مطبع مخزن الاخبار نے مشترکہ طور پر بھی اسے شائع کیا تھا۔

باقر آگاہ نے آٹھ مختلف منظوم رسالے لکھے تھے۔ اور انہی رسالوں کے مجموعہ کا نام ہشت بہشت ہے۔ اس میں سیرت پاک کے مختلف مباحث ہیں۔ پہلے رسالہ من ویک (۱۱۸۳ھ) میں نور محمدی کا تذکرہ ہے۔ دوسرے رسالہ من ہرن (۱۱۸۵ھ) میں نبوت کی بشارتوں کا بیان ہے۔ تیسرے رسالہ من موہن (۱۱۸۶ھ) میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کا تذکرہ ہے۔ چوتھے رسالہ جنگ موہن (۱۱۸۵ھ) میں آٹھ سال کی عمر سے وقت تک کے حالات درج ہیں۔ پانچویں رسالہ آرام جاں (۱۱۸۵ھ) میں اخلاق و شاکل نبویؐ کا تذکرہ ہے۔ چھٹے رسالہ راحت جاں (۱۱۸۶ھ) میں آنحضرتؐ کے خصائص کا حال درج ہے۔ ساتویں رسالہ من درین (۱۳۰۶ھ) میں معجزات نبویؐ کا بیان ہے۔ آٹھویں رسالہ من جیون (۱۳۰۶ھ) میں آنحضرتؐ کے آداب اور آپ سے محبت رکھنے کا تذکرہ ہے۔ نصیر الدین ہاشمی نے اس کا سال تصنیف ۱۱۸۳ھ اور ۱۳۰۶ھ کا درمیانی عرصہ لکھا ہے اور اس کے اشعار کی تعداد تخمیناً آٹھ ہزار چھ سو بتائی ہے۔ (۲۰۹) ہشت بہشت کے دیباچے کے مطابق پہلے چھ رسالے ۱۱۸۵ھ اور ۱۱۸۶ھ میں لکھے گئے اور بعد کے دو رسالے ۱۳۰۶ھ میں لکھے گئے تھے۔ (۲۱۰)

محمد باقر آگاہ نے نہ صرف اپنے ماخذ کی تفصیل دیباچے میں دی ہے بلکہ ترتیب، ہیئت اور ابواب کی بھی صراحت کی ہے۔ اور لکھتے ہیں:

”ان سب رسالوں میں شاعری نہیں کیا ہوں بلکہ صاف و سادہ کہا ہوں اور اردو کے بھائیوں میں نہیں کہا کیا واسطے کہ رہنے والے یہاں کے اس بھائے سے واقف نہیں ہیں۔ اے بھائی یہ رسالے دیکھنی زبان میں ہیں۔“ (۲۱)

مجھ نے اس مشنری کے مختلف حصوں کو مجالس میلاد میں پڑھنے اور اپنی تحقیق و تدقیق کے بارے میں بحث و بحث کے دباچے میں اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی ہے :

”اے بھائی اگر تجھے ان رسالوں میں کہیں شبہ ہوئے تو اپنے وہم و گمان سے اعراض نہ کر بلکہ ان سب کتابوں میں کہ ان رسالوں کے اصل اور ماخذ ہیں نظر کر۔ کیا واسطے کہ میں بحث و تحقیق کر کر لکھا ہوں۔ ان کتابوں سے بھی مقلدان کی مانند نہیں لیا ہوں بلکہ ان میں جو اصح تھا سو اخذ کیا ہوں اور ان سب رسالوں کے بارہا سے کرنے کا یہ سبب ہے کہ تاہر صاحب توفیق تھا یا لوگوں کو جمع کر کے ربیع الاول کے ماہ مبارک میں بارہا دن تک تک پڑھے اور سناوے اگر پڑھتا نہیں آتا تو پڑھنے والے سے سنئے۔“ (۲۲)

بحث و بحث کے دباچے میں آگاہ نے ان معتبر و مستند کتابوں کے نام بھی گنوائے ہیں جن سے اپنے مسکن لکھ گئے ہیں۔ ان میں فتح الباری، کتاب شفا، عیون الاثر، شامل ترمذی مع شرح ملا عصام و شیخ ابن رجا، مولود شریف، تصنیف حافظ جلال الدین سیوطی، اسباب، وقایع، حسن التوسل، تحفۃ الاخیار، مستجاب، معارج النبوت، شواہد النبوت اور جذب القلوب وغیرہ شامل ہیں۔ ان سے باقر کے نزدیک حدیث روایات کی اہمیت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

اس مشنری کے ہر رسالہ کے آغاز میں نثر میں زیر بحث موضوع کی تشریح کی گئی ہے۔ اسی طرح تیسرے

جلد ”سن موہن“ کی ابتداء میں وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے :

”اس رسالہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا بیان ہے۔ یعنی جو معجزات کہ مدت حمل اور ولادت اور دودھ چھڑائی اور خرد سال میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئے اس حد تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آٹھ برس کی عمر ہوئی ہے۔“ (۲۳)

آپ کی ولادت باسعادت پر حضرت عبدالملک کی خوشی کا اظہار یوں بیان کیا ہے :

گھر میں میرے ہے وہ نہ تمباں
جس سے روشن ہوا ہے سرو عیاں

گھر میں میرے ہے وہ طرب اقروز
جس سے ہووے گی رات غم کی روز

گھر میں میرے ہوا ہے وہ سرود
جس کے در پہ چھیں گے عالم سر

گھر میں میرے ہوا ہے وہ مرسل
جس سے جاویدا کفر سارا جل
(۲۱۷)

من موہن کے آخر میں ایک مناجات بطور غزل ہے اس کا مطلع و مقطع ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔
مجلس میلاد میں یہ مضمون عام نظر آتا ہے:

یا رسول خدا تمہارا ہوں
جان و دل سے فدا تمہارا ہوں
خو باقر کی اب کرو تقصیر
از برائے خدا تمہارا ہوں!!

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے اردو میں نعتیہ شاعری میں ہشت ہشت کے ان آٹھ رسالوں کا تفصیلی
طور پر تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ ان کی رائے ہے کہ باقر آگاہ نے سیرت النبیؐ کے مضامین نظم کرنے میں صحت
روایت کا کماحقہ خیال رکھا ہے۔ جذبات کے اظہار میں بھی موقع و محل کی نزاکت کو ملحوظ رکھا ہے اور نبی
کریمؐ کی ولادت و معراج کے صحیح حالات کو منظوم کر کے اصلاحی و تبلیغی خدمت انجام دی ہے۔ (۲۱۵)
مولانا آگاہ کی شاعری میں لطافت حسین حالی کی قوی شاعری کی خصوصیت پائی جاتی ہے۔ وہ امت شہری
کی مشکلات کو بارگاہ رسالتؐ میں مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لئے پیش کرتے ہیں:

کدھر جائیں کہ یہ لشکر ہیں تیرے
اگر ہیں نیک و بد چاکر ہیں تیرے
شفیع المذنبین من ان کی زاری
کر اپنے لطف سے طب ان کی یاری
تو اپنے دین کا ہے آپ حای
ہے میری عرض یہ ازرا خای

(۲۱۶)

ہشت ہشت میں بحروں کا تنوع اور رنگا رنگی موجود ہے۔ آٹھوں رسالوں کی بجز آخری ہے۔ اول کے
چار رسالے چار خرب ہیں اور آرام دل میں دو خرب ہیں اور راحت جان ایک خرب ہے اور من دین
چار خرب ہیں اور من جیون ایک خرب ہے۔ (۲۱۷)

محمد باقر آگاہ کے اسلوب کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

”آگاہ کے زمانے میں دکنی اردو کا رواج ادبی سطح پر کم و بیش ختم ہو گیا تھا اور
اس کی جگہ نئے معیار رہتے یعنی نئے اردو نے لے لی تھی۔ آگاہ نے قدیم دکنی شعراء
کی تصنیفات کو اس لئے بلند مرتبہ اور نصرتی کو اس لئے سب شاعروں سے بڑا درجہ
دیئے ہیں کہ شمال کے شعراء میں سے ”کوئی بھی مثنوی معتدبہ نہیں کما“ فقط غزلیات و

قصائد و قطعات پر اکٹھا کیا۔ شعرائے دکن نے اکثر مثنویات کہی ہیں۔ بالافتاح غزل

بولنا آسان اور مثنوی کتنا دشوار و گراں ہے۔ (۲۱۸)

ایں شاعری پر باقر اعظم کی نظر گری تھی۔ وہ عربی و فارسی کے فن شعر کے علاوہ فن رنیت سے بھی پوری آگاہ تھے۔ جس سے ان کے تنقیدی شعور، اصول فن اور نقطہ نظر کی وضاحت ہوتی ہے۔ ان کی رنگ رنگی ہونے کے باوجود اردو زبان کے جدید محاورے کے رنگ میں رنگ مٹی ہے اور سوائے چند مخصوص کہانوں و روزمرہ یہ رنیت سے مختلف نہیں ہے۔ (۲۱۹)

بشت بہشت تمام دکنی منظومات میں اپنے متنوع موضوعات، مختلف بحور اور رنگا رنگ اسالیب کی بنیاد پر ناموں کے ارتقاء میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

بشت بہشت کے علاوہ مثنویں بھی انہوں نے ایک مولود نامہ لکھا ہے اس کے دو نام حقیقت نور محمدی و بیاض السیر بھی ہیں۔ اس کے تین قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد و دکن میں موجود ہیں۔ (۲۲۰) مولود نامے کی ابتداء میں نور محمدی کا بیان ہے۔ پھر اس کے بعد نبی کریم کی ولادت کا حال لکھا گیا ہے۔ گورنر طور پر اس کتاب میں ولادت مبارکہ سے وصال تک کا حال قلمبند کیا گیا ہے۔ اس کا سن تصنیف ۱۱۵۵ھ سے قبل کا ہے۔ عربی کی محروف کتب سیرت اس کا ماخذ ہیں۔ اس وجہ سے اس کتاب کے اسلوب کی ساخت پر عربی کا اثر غالب ہے۔ (۲۲۱) اور اس طرح محسوس ہوتا ہے جیسے عربی عبارت کا براہ راست ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ ولادت کے بعد کا بیان اس طرح ہے:

”آپ نے جب یہاں قدم رنجہ کیا، اپنے چہرے سے طلوع یک مد کیا، دفع کی قلت کدورت یہ کہ واہ سب کا سب پچھلائی و فترتہ کیا۔ تخت فلک الافلاک سے نقطہ مرکز خاک تک اور سطح عرش بریں سے تخت قریش تک نام تاریکی کا باقی نہ رہا کیونکہ وہ ماہ میں کب یہ نور ہے اور ہے کچھ یہ شان، جتنے جن اور شیاطین تھے آسمان پر جانے سے باز آئے، اور ستارے زمین سے ان سے نزدیک دکھائی دیتے تھے، آتش کدے الہی قاری کے ہزار برس سے چلتے تھے اور اہل فارس ملک و غیر اس میں ڈال ڈال پوچھتے تھے، بجھ گئے، نور فزا، جمع عرب کیا ہوئی آتش فارس وہیں مڑہ ہوئے، جس گمزی حضرت نے اس گلزار گلشن پرانے عالم ارواح سے اس چار بازار اشباح میں قدم رکھا پہلے سجدہ کیا، بعد اس کے ان تحت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی۔ اور سر مبارک کو اٹھا کر فرمایا ”لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ۔“ عبدالمطلب اور ابو لیب نے اس مژدہ جال بخش کو سن کر بہت شادی کئے۔ ابو لیب نے اس مژدہ پر لوتڑی کو آزاد کیا اسی خوشی کا یہ سبب ہے کہ ابی لیب کو ہر دو شنبہ کو تخفیف عذاب کے ہوتی ہے۔“ (۲۲۲)

آنحضرتؐ کے غلبہ مرض اور وصال سے پہلے کے واقعات کو اس طرح بیان کیا ہے:

”چار شنبہ کو حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ پر نکیہ لگا کر مسجد میں تشریف لا کر بعد حمد و ثناء کے فرمایا: اے لوگو! معتریب میں یہاں سے عالم بھا کو کوچ کرتا ہوں، جس کسی کا حق میرے ذمے ہو تو بتا دو کہ ادا کروں۔ ایک نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے تین اوقیہ دینے کا مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ آپ نے تین اوقیہ فضل بن عباسؓ سے اس شخص کو دلوادینے۔ جمعہ کے دن پھر مسجد میں رونق افروز ہو کر خطبہ پڑھا اور

ہمت سے تبلیغ احکام کی تعلیم فرمائی۔ بعد فراغ نماز کے میمونہ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں زیادہ تر عہدہ مرض کا ہوا۔ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ابتداء مرض کی میمونہ کے گھر میں ہوئی تھی وہاں سے میرے حجرے میں قدم رنجہ فرمایا۔ (۲۲۲)

ان اقتباسات مولود نامہ سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۸۸۶ء سے قبل لکھے جانے کے باوجود اس کی زبان سادہ اور عام قسم ہے۔ دراصل آگاہ کا مقصد نیم خواندہ لوگوں کو دینی تعلیمات سے روشناس کرانا تھا۔ ان کے اس دلی خلوص کی بناء پر محققین نے بھی انہیں بھرپور خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور لکھتے ہیں:

”آگاہ اردو کے بڑے محسنوں میں سے ہیں۔ انہیں نظم و نثر دونوں پر قابو تھا۔ غزل، قصیدہ، مثنوی، ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی۔ واقعہ یہ ہے کہ دکنی علم و فضل اور شعر و سخن ان پر ختم ہو گیا۔ ان کے بعد جنوبی ہند میں اتنا بڑا ادیب و شاعر پیدا نہ ہو سکا۔“ (۲۲۳)

غلام محمود حسرت

غلام محمود نام اور حسرت تخلص تھا۔ ویلور کے متوطن اور حضرت شاہ ابوالحسن کے پوتے شاہ ابوالحسن ثانی کے مرید تھے۔ شاعری میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ ریاض السیر منظوم سیرت کی کتاب ہے۔ حسرت نے سیرت النبیؐ کی ایک فارسی منظوم کتاب موسوم معجز مصطفیٰ مصنفہ ذوقی کو ہندی زبان میں نظم کر کے اس کا نام ریاض السیر اور تاریخی نام معجز خاتم الانبیاءؐ (۱۳۳۷ھ) رکھا۔ یہ سیرت النبیؐ پر ایک مربوط اور مبسوط کتاب ہے۔ اس کے آیات کی تعداد قریباً ساڑھے آٹھ ہزار ہے۔

اس کتاب میں حمد و نعت، حالات، معراج، حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی مدح، اپنے مرشد شاہ ابوالحسن قادریؒ کی مدح اور سبب تالیف کے بعد واضح کیا ہے کہ ذوقی کی فارسی کتاب کا یہ دکنی ترجمہ ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے مفصل حالات و شمائل اور اسوہ حسنہ کو بیان کیا گیا ہے۔ نور محمدی سے آغاز کیا ہے۔ تولد، نبوت، ہجرت، مابعد واقعات، ہجرت یعنی جنگوں وغیرہ کے بعد انتقال پھر معجزات، آخر میں اخلاق اور عبادات کا تذکرہ ہے۔ تالیف کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ نام باقی رہنے کے لئے یہ تصنیف کی گئی ہے۔ ذوقی کی کتاب سے ترجمہ کرنے کی صراحت اس طرح کی ہے:

ہے ملک سخن خسرو نام و
تخلص ہے ذوقی جسے مشتر

حالات میں جیسے نکلی شہر

حالات میں سعدی صفت ہے نظیر (۲۲۵)

ہے نظم اس کا اعجاز سے پر تمام

یہی ہے معجز مصطفیٰ اور کا نام

تو ہندی میں کر ترجمہ اوس کیس

بشرطیکہ افہام سے ہو قرین

(۳۲۶)

انتہائی اشعار میں مصنف نے اپنا تخلص کتاب کا نام اور تاریخ تصنیف کی وضاحت کی ہے:

پندیر ہو حسرت کی یہ التجا
حق مجھ شفیق الودا

بنفصل خدا خالق قوا الحسن
ہوا جبکہ آراستہ یہ چمن

دہیں بلبل طبع تجویز کر
رکھی تلم اس کا ریاض سیر

پھر آیا جو تاریخ کا کچھ خیال
کے تا کوئی خوب سے حسب حال

یہی ہے وہ تاریخ بس جاں فزا
زہے معجز خاتم الانبیاء

۱۳۳۷ھ (۱۹۱۷ء)

اس مظلوم سیرت کے مخطوطات کتب خانہ آصفیہ، اور کتب خانہ سالار جنگ مرحوم میں موجود ہیں۔ اس قسم کی مظلوم سیرتیں اسلامی عقائد کی تبلیغ و ترویج کے نقطہ نظر سے لکھی گئی ہیں۔ اسی لئے یہ عوامی لب و لہجہ اور رنگ و ہنگ کے مطابق ہیں۔ ان کے لکھنے والوں کا مقصد سیدھے سادے انداز میں ان واقعات و آیات کا بیان تھا جس سے نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے مختلف پہلوؤں سے عامۃ الناس روشناس ہو جائے۔ اس لئے ان میں صحت واقعات کی تلاش بیکار ہے۔ مجلس نقاضوں، ماحول اور مقامی اثرات کی وجہ سے کئی غیر مستند واقعات بھی ملتے ہیں۔

زبان و بیان کے لحاظ سے غلام محمود حسرت کی مثنوی میں روانی کے ساتھ ساتھ اس کی بحر میں خاص آہنگ و موسیقیت نے اس کے لطف کو دوہلا کر دیا ہے۔

جان محمد عاجز (م مابعد ۱۸۳۰ء)

جان محمد عاجز نے اپنی مثنوی معجزات النبیؐ میں نبی کریمؐ کے سات معجزات مختلف بحروں میں نظم کئے ہیں۔ یہ مثنوی قریباً ساڑھے سترہ سو آیات پر مشتمل ہے اور اس کا سن تصنیف قبل از ۱۲۳۷ھ / ۱۸۲۱ء ہے۔ اس مثنوی کا ایک مخطوط انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔

مخطوط ہذا کے سات معجزات کی تفصیل درج ذیل ہے:

معجزہ اول میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریمؐ نے خواب میں ایک سرسبز و شاداب باغ ملاحظہ فرمایا تھا اس باغ میں چار حوض تھے جو خلفائے اربعہ کے لئے تھے۔ اس معجزے کا آغاز و اختتام یہ ہے:

آغاز

اول تعریف خالق کی عیاں کر
 سمجھ اور بوجھ کر دل سے عیاں کر
 وہی مالک کہ جس نے سب بنایا
 زمین پر آسمان کیسا بچھلایا
 (۲۲۸)

اختتام

مناہوں سے ہوا ہوں بہت بھاری
 دے امید رکھتا ہوں تمہاری
 شفیع المذنبین ہے نام تیرا
 رسول اللہ خبر لیجو سو میرا
 (۲۲۹)

مجموعہ دوم میں اس روایت کو بیان کیا گیا ہے کہ ایک کانڈ کے تمام حروف کیڑوں نے کھائے تھے مگر
 خدا اور رسول کا نام باقی رہ گیا تھا۔ اس کانڈ کو دیکھ کر ابوہریرہ اور اس کے ساتھی حیران رہ گئے۔ یہ مجموعہ
 پائوں اور دوہروں کی صورت میں ہے۔ دس پائوں کے بعد ایک دوہرہ ہے۔ آغاز پائی کے حصے سے کیا ہے
 اور اختتام دوہرے پر ہے۔

آغاز

اول نام چو کرتارا
 جو کچھ تم چاہو نثارا
 جس چپا خالق کیسا
 دو جگ میں اونٹوں جس لینا
 (۲۳۰)

اختتام

تو ہے کہیم غفار ستارا
 ایسے نام کا کروں سارا
 دوہرہ
 یارب بخش پاک کا دل سے ہوں گا غلام

بخش میرزا کر خدا بہر حسین امام

(۲۳۱)

مجربہ سوم میں بیان کیا گیا ہے کہ ابو جمل اور اس کے ساتھی نبی کریم کے سامنے آئے اور کہا کہ اگر تم
میں سے کسی کو پتھر سے ایک ایسا درخت اپنے معجزے سے پیدا کرو کہ اس کے ہر پتے اور پھول
اللہ اور رسول کا نام لکھا ہو اور اس درخت پر جو جانور بیٹھتا ہو وہ تمہارا ذکر کرتا ہو۔ آپ نے کہا
پتھر کہاں ہے؟ کفار حضور کو پتھر کے پاس لے گئے اور حضور نے مصیم قلب سے بارگاہ خداوندی میں دعا
کی۔ فوراً پتھر شق ہوا اور ایسا ہی درخت برآمد ہوا جیسا کافروں نے چاہا تھا۔ اس معجزے کا آغاز دوسرے
میں ہے۔ اس کو بھی پانی اور دھوئیں سے ترتیب دیا گیا ہے۔

یہی معجزہ دوسرا کھول ذباں کو کھول
دست خداوند پاک سے رو ہو کفر کا بول

اول نام اللہ کا میں بولوں بیٹھنا
وہی ایک خالق ہے ہر دو جہاں

وہی مالک ملک ارض و سماں
گیت ہے وہی اور وہی ہے عیاں
(۲۳۲)

یہی معجزہ لکھ کے سارا تمام

ہزاروں درود اور ہزاروں سلام

اور جو اس میں کھوٹ ہو تو سر خالق غفار

بخش گناہ اور ٹانگ دے عیب نہ کر اظہار
(۲۳۳)

مجربہ چہارم میں ایک یہودی کی داستان ہے جس نے معراج شریف کو خلاف عقل کیا تھا۔ قصہ ایسی
مرح ہے کہ ایک یہودی مچھلی لے کر گھر آیا اور اپنی بیوی کو دھونے کے لئے وہی اس کے بعد گھڑا اگلے کر
پانی لینے چلا گیا۔ پانی بھر کر وہ نہانے لگا لیکن جیسے ہی غوطہ لگا کر سریانی سے باہر نکلا تو عورت کی صورت میں
تھا۔ ایک شخص اس عورت کو گھر لے گیا جہاں بارہ برس اس کا قیام رہا اور سکت نیچے پیدا ہوئے آخر کار
ایک دن پھر وہی صورت پیش آئی۔ غوطہ لگایا اور اپنی پرانی صورت پر واپس آ گیا۔ گھڑا بدشور پڑا تھا۔ وہ
گھڑا لے کر گھر آیا تو اس کی بیوی ابھی تک مچھلی نہ دھو چکی تھی۔ یہودی اس واقعہ سے بہت ناام ہو کر اور

اگر پانچ سو برس راتنی چلے
مرے بیگ یا تن بڑھا ہو گئے
اتنی دور وہ راہ کیونکر اوڑے
نہ پٹھن میں قدرت وہاں تک اڑے
(۲۳۳)

پڑھے جو کوئی اس کو دل دیکے تیں
سنوے ہر اک مومنوں کے تیں
خدا اوس کو بخشے مہلت و کرم
پڑھے یا سنے یا کرے چشم نم
(۲۳۵)

معجزہ پنجم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا بیان ہے۔ یہ ایک مشہور واقعہ ہے۔ اس کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

محمد ثا خدا کی کرے جس نے خلق بنائی
چودہ طبق آسمان زمین و قدرت سے رچائی
باز درود محمد اوپر بے حساب شماراں
جس کارن رب پیدا کئے خلقت لاکھ ہزاراں
(۲۳۶)

معجزہ ششم میں اس یهودی کی داستان بیان کی گئی ہے جو ایک تھیلی میں سانپ لے کر نبی کریمؐ کے پاس آیا تھا اور کہا تھا کہ پہلے آپ میرا نام بتائیے اور پھر بتائیے کہ اس تھیلی میں کیا چیز ہے۔ سانپ نے آدمی کا روپ دھار کر حضورؐ کی نبوت کی تصدیق کی۔ اس کا آغاز ملاحظہ ہو:

اول یاد کر اوس خالق پاک کوں
کہ جن جیو دیا اس تن خاک کوں
خداوند کی دل سے کہہ معرفت
کہ سہے اسی کوں ثنا ہو ر صفت
(۲۳۷)

اختتامی اشعار درج ذیل ہیں:

بجرت نیما آل اصحاب کے
اسے نور ایمان کی پوشاک دے
پڑھوں میں درود اور تحفہ دیگر
محمد پر اور آل اصحاب پر
(۲۳۸)

مجموعہ میں نیما کریم کے یمن تشریف لے جانے کا ذکر ہے۔ اس میں ایک مروجہ کے زندہ ہونے اور
یمن کے باغ میں آکر نبی کریم کی رسالت کی گواہی دینے کے بعد بادشاہ یمن کے ایمان لانے اور
یمن کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

اول تہریف میں بولوں خدا کی
دیگر کہتا دو جگہ کی دعا کی
پڑھو صلوات احمد مصطفیٰ کوں
کہ جس کے وصف میں پایا خدا کوں
(۲۳۹)

دوسرا اختتامی اشعار درج ذیل ہیں:

ہوئے مقبول ہر بیج تن کے
دعا میری بجرت شہ یمن کے
پڑھو صلوات اور راکھو غلامی
کرو قصہ کو اب آخر تہائی
(۲۴۰)

ان معجزات کے بیان میں ادبی محاسن موجود ہیں۔ جن ابیات میں دکنی الفاظ استعمال ہوئے ہیں، معمولی
کی تبدیلی سے انہیں موجودہ زبان کے سانچے میں ڈھالا جاسکتا ہے۔ جان محمد عاجز کی مشہور معجزات الہی اس
مجموعہ سے مشقوں میں تدریجی ترقی کی ایک قابل قدر مثال ہے۔

سید امیر الدین حسین

سید امیر الدین حسین بڑے صاحب علم بزرگ اور واعظ تھے۔ دکنی نثر میں سیرت النبی کی جن نین
تہوں کا ذکر نصیر الدین ہاشمی نے کیا ہے۔ ان میں سے ایک سید امیر الدین حسین کی "ممتاز التفسیر" ہے۔
اس کتاب کا نام "ممتاز التفسیر" ہے مگر اس میں نبی کریم کی سیرت مقدسہ کا تذکرہ ہے۔ (۲۴۱) یہ

کتاب ۱۲۵۰ھ میں لکھی گئی تھی جو ۵۲۶ صفحات پر محیط ہے۔ (۲۲۲) اس کے ابواب کی تقسیم درج ذیل ہے۔

- (۱) بیان درود شریف (۲) نور محمدی (۳) مولود شریف (۴) رضاعت (۵) مناقب (۶) شامل (۷) علامت محبت رسول (۸) اخبار رسول (۹) نزول وحی (۱۰) معراج (۱۱) تفسیر آیت اول (۱۲) بیان وحی (۱۳) ہجرت (۱۴) شرائط محبت (۱۵) وفات آنحضرت۔
- ممتاز القاسم کا نمونہ عبارت دیکھئے:

”مختار آپ کی مجلس سے اٹھا اور اپنی قوم میں گیا اور کہا ”واللہ! میں نے ایسا کلام نہیں سنا تھا، مصلحت یہ ہے کہ ان کی ایذا رسانی میں مبالغہ مت کرو“ قوم نے کہا: ”تجھ پر محمدؐ کے سحرے اثر کیا۔ جب کفار بہت ایذا دینے لگے۔ آپؐ نے بعض صحابہ کے حق میں مصلحت جان کر ملک حبش کو حکم ہجرت فرمائے۔ گیارہ مرد اور چار عورتیں ملک حبش کو گئیں۔

چھ سال ہجرت سے حضرت حمزہ شرف بہ اسلام ہوئے۔ اس وقت عدد مسلمانوں کا انتالیس کو پہنچا۔ بعد ازاں حضرت نے دعا فرمائی کہ ”اے بار خدا! تو عزت دے اسلام کو“ سات عمر ابن خطاب کے یا ابی جہل بن ہشام سے حضرت عمر کے حق میں دعا حضرت کی قبول ہوئی۔ ابو جہل نے اشتہار دیا کہ جو شخص محمدؐ کو قتل کرے گا میں سوائٹ سرخ اور چالیس ہزار درہم دوں گا۔“ (۲۲۳)

نصیر الدین ہاشمی سیرت النبی کے میلادیہ علمی و ادبی ذخیرے کی حیثیت متعین کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ دکنی (قدیم اردو) شعراء اور نثر نگاروں کا ماحول اور فضا ایسی تھی کہ اس میں صرف داستان و افسانہ کی صورت ہی عام طور پر مقبول تھی اس لئے صحیح حدیثوں کے ساتھ غیر معتبر واقعات بھی لکھے گئے ہیں۔ مگر اس امر کو فراموش نہ کرنا چاہئے کہ اس زمانے میں روایت کی جانچ کے لئے درایت کا طریقہ رائج نہیں تھا۔ (۲۲۴)

سید امیر الدین حسین کے میلاد نامہ ”ممتاز الارشاد“ کا مخطوط انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے۔ اس کا سال تصنیف ممتاز القاسم سے ۲۶ سال بعد ۱۲۷۶ھ ہے۔ مصنف نے اس میلاد نامے کا نام اپنے فارسی دیباچے میں بھی لکھا ہے۔ اس مولود کے دو تاریخی قطعات حافظ بخش الدین فیض نے لکھے ہیں۔ اور دیباچے میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک درج ذیل ہے:

دیکھ کر تحریر مولانا امیر الدین حسین
مگر مولود ہیں حرور و مغمور و ذلیل
قابل صل علی میں نے کسی تاریخ فیض
ذکر مولود نبی جائز ہے باللہ الجلیل

دارالارشاد کا خط نہایت پاکیزہ نستعلیق ہے۔ اس کے ابتدائی اوراق میں فارسی کے اشعار ختم سلسلہ
 طبع جمعہ درود کے اسناد اور سلام ہے۔ اس کے بعد محبوب بھائی شیخ عبدالقادر جیلانی کی منقبت
 مشہور اور مناجات ہے۔

شہر کی بدستہ تحریروں اور صاف و شستہ میلاد یہ مخطوط کا یہ مجموعہ ۸۹ صفحات میں ہے۔ مناجات کی
 کیفیت یہ ہیں :

نرگھ مجھ کو ہستی کی تجید میں
 فنا مجھ کو کر اپنی توحید میں
 تو دیکھوں ترے نور کو جلوہ گر
 درخش ہے ہر شے میں ہم بخیر
 مری تجھ سے تنگی بھی آرزو
 نہو مجھ میں یک ذرہ ہستی کی بو
 (۲۳۶)

محمد خاں

محمد خاں، یوسف ذبی پٹھان تھے۔ ان کے اجداد قندھار سے تلاش معاش کے سلسلہ میں وطن سے چل
 موبہ کرنا تک میں آ رہے تھے۔ وہاں سے پلایا گھاٹ چلے آئے۔ محمد خاں مغل کے پیشے سے وابستہ
 تھے۔ انھیں شکارپور کے قلعہ دار سے ”مطلع الانوار“ کا ایک نسخہ مل گیا۔ اس کا انہوں نے ”اسرار
 دکن“ کے نام سے ۱۲۵۰ھ و ۱۸۳۳ء میں دکنی شہر میں ترجمہ کیا۔
 اس کا ایک مخطوط جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ اس کا پہلا ورق (الف) منقش ہے اور
 اب (ب) لوح دار ہے۔ آغاز کا حمد یہ شعر ملاحظہ ہو :

تو بسم اللہ سے کر عنوان سخن کی
 کہ ہے مقلح وہ ستر کن کی
 (۲۳۷)

فضل رسول

فضل رسول کی مشہور رسالہ ”مولود الہی“ میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کا حال قلمبند کیا گیا ہے۔ اس
 تصنیف کا زمانہ قریباً ۱۲۵۰ھ و ۱۸۳۳ء ہے۔ اس کا مخطوط کتب خانہ مرسلار جنگ مرحوم میں موجود
 ہے۔ اس کے کل اشعار کی تعداد قریباً چار سو کے لگ بھگ ہے۔ اس کے ابتدائی اشعار درج ذیل ہیں :

محمد کے لائق وہی معبود ہے

جو کہ ہر جلع کا وہ محمود ہے
آوی یا جن یا خور و ملک
یا زمین یا عرش و کرسی یا فلک
(۲۳۸)

انتہائی اشعار بھی ملاحظہ ہوں:

اب تمنا کچھ سوا اوس کے نہیں
استجب لی یا عجیب السائیس
مرتے دم ہو یا احمد حرز جاں
اور اوصحی کا نام ہو درد زباں
(۲۳۹)

اس میلاد ثانی میں ہندی کے نقل اور غیر مانوس الفاظ بہت کم ہیں۔ عربی، فارسی کے الفاظ اور ترکی و اظہار کے موثر انداز نے اسے اپنے دیگر عصری میلاد ناموں میں وضع بنا دیا ہے۔ جذبات و عقیدت نگاری کا انداز بڑا واضح اور موثر ہے۔

نامور

نامور کوئی معمولی درجے کے شاعر ہیں۔ ”مولود نمبر ۳۳“ کے عنوان سے ۶۳۔ ابیات کی اردو مثنویاں محفوظہ ان کی یادگار ہے۔ اس مثنوی میں مولود پر جانے کے فائدے بیان کئے گئے ہیں اور اس سلسلے میں بغداد کے ایک تاجر اور اس کی بیوی کا قصہ بھی لکھا گیا ہے۔ شریدر آباد میں مولود کی جماعتیں میر شریف کی محفلوں میں جو قصیدے، نظمیں اور مثنویاں پڑھتے ہیں، ان میں سے یہ ایک ہے۔ اس کی ابتدائی اور آخری ابیات یہ ہیں:

پڑھو مومنو تم درود و سلام
برج محمد علیہ السلام
سنو اب فضیلت یہ مولود کی
رکھو حق سے امید بہود کی
(۲۴۰)

آخری ابیات:

تو واللہ حاصل ہو اس کی مراد
برکت سے مولود کے ہوئے شاد
برکت سے مولود کے ہوئے شاد
ہو دنیا میں، ہو حشر میں شاد

باب دکنی

طالب دکنی کا "فائنل نامہ" اوائل تیرہویں صدی ہجری کا کثرت شدہ مخطوطہ پیشکش میوزیم کراچی میں ہے۔ اس کا کائنہ خیالا اور دبیز ہے۔ سیاہ روشنائی سے نستعلیق شکست آمیز خط میں لکھا گیا ہے۔ اس نظم کا طالب نے نبی کریمؐ کے ایک فائنل کے ساتھ مہربانی کرنے کے واقعہ کو بیان کیا ہے۔ یہ مخطوطہ کرم خوردہ آب رسیدہ اور وریدہ ہے۔ محب الاتقیاء کے مخطوطہ کے ساتھ ورق ۳۹ الف ۳۰ ب تک شامل ہے۔

فائنل کی عرضداشت کے چند شعر بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

نہ دیو باز کوں اے رسول خدا
جو دیویں گے تو بند بند کہے گا جدا
بھوکا ہو گیا ہے میرے پیچھے باز
میرا جیو بچا لیو غریب نواز
میرا جیو قربان تجھ ظلم پہ
تو ماں باپ سوں ہیں مہربان تر

(۲۵۲)

اس منظوم قصہ میں اصلاحی و تبلیغی جذبہ کار فرما ہے۔ طالب دکنی کے ایک اور منظوم رسالہ میں ایک پہلی ط واقعہ بیان کیا گیا ہے جسے پکایا جاتا ہے لیکن آگ اس پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ جب اس سے پوچھا جاتا ہے تو وہ پھل درود سننے اور پڑھنے کو اس کی وجہ قرار دیتی ہے۔ اس کا مخطوطہ بھی زیر نمبر ۳۰۶۰ N.M. ۱۹۵۵ پیشکش میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ نمونہ کے طور پر چند شعر درج ذیل ہیں:

پوچھی تب محمدؐ نے مچھلی کیتنی
یو کیا ہے سب کہو منجہ بول تنی
خدا کے علم سوں او باتاں منی آ
کہے یا محمدؐ رسول خدا
تک شخص کوئی یک آتا تھا
درود یک حضرت کا کتا تھا

(۲۵۳)

فائنل نامہ کا انداز بیاں صاف اور واضح ہے لیکن مچھلی کا واقعہ قدیم دکنی زبان میں نظم کیا گیا ہے۔ اس کے آخر میں درود مانا پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے۔

برہان الدین

برہان الدین کے میلاد نامہ بعنوان ”مجلس مولود النبیؐ“ کا ایک مخطوط کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ اس نثری میلاد نامہ میں آپؐ کی ولادت مقدسہ اور دیگر احوال کو اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ غالباً ۱۲۵۰ھ کی تصنیف ہے۔ مخطوط ہذا کی کتب خانہ خواجہ امین الدین نے ۱۳۷۸ھ / ۱۸۶۱ء میں کی۔ ابتدا اس عبارت سے ہوتی ہے:

”جمع حمد و ثنا سزاوار ہے وہ ذات بے نیاز کتب۔“ (۲۵۴)

اور اختتام درج ذیل عبارت پر ہوتا ہے:

”حق سبحانہ و جل شانہ“ شکوک وارہ در میان سے امت مرحومہ کے دور کر کر

سب کو یک دل مستقیم پر قائم و دائم رکھے۔“ (۲۵۵)

مجلس میلاد کے انعقاد کے فضائل کو اقوال علمائے کرام اور مستند کتابوں کے حوالوں سے بیان کیا گیا ہے۔

جنوبی ہند کے میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ

جنوبی ہند کے میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ لینے سے پہلے ان کا مختصر ذکر ضروری ہے۔ یہ مولید محافل میلاد میں پڑھنے کی غرض سے لکھے گئے تھے اور ان کا سیرت کے مختلف اجزاء سے تعلق ہے۔ عبدالمالک بھروچی پہلا میلاد نگار ہے۔ اور اس کا مولود نامہ دھانی سوا شعار کی ایک مثنوی ہے جس کا سن تصنیف ۱۰۰۹ھ / ۱۶۰۰ء ہے۔ نیز محمد قلی قطب شاہ کے دیوان میں عید میلاد النبیؐ اور شب معراج کے عنوانات پر متعدد نظمیں ملتی ہیں۔ ان میں آپؐ کی تشریف آوری کی برکات اور اثرات پر زور دیا گیا ہے۔ شاہ علی محمد جیوگام دہلی کی نظم ”معراج نبویؐ“ میں فارسی کے مصرعوں کی گونج سنائی دیتی ہے۔ شاہ برہان الدین جانی نے معراج کا حال سوال و جواب کے انداز میں بیان کیا ہے۔

نور ناموں میں ملک خوشنود کا نور نامہ گیارہویں صدی ہجری سے بھی پہلے کی تصنیف ہے۔ اس میں انہوں نے فارسی روایت کو قدیم اردو زبان میں بیان کر کے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ احمد کے نور نامہ کی زبان تین سو سال پرانی ہے۔ شریف کے نور نامہ کی زبان قدامت کے باوصف صاف اور رواں ہے شاہ امین الدین اعلیٰ کا نور نامہ مذہبی تبلیغ کے انداز میں لکھا ہوا ہے۔ سیدی نے نور نبویؐ کو سیدھے سادے انداز میں بیان کیا ہے۔ عبدالحمد ترمین کے منظوم نور نامہ میں روایتی کا جوہر موجود ہے۔ عظمت شاہ قادری نے فارسی نثر کے ایک نور نامہ کو دکنی نظم میں منتقل کیا ہے۔

میلاد ناموں میں عبداللطیف کا مولود نامہ اور وفات نامہ زبان و بیان کے لحاظ سے نور، قوت اور روانی سے متصف ہیں۔ مختار کے مولود نامہ، معراج نامہ اور نور نامہ کی زبان آسان، صاف اور نکھری ستھری ہے۔ قاسمی کا مولود نامہ ”مفید الحقائق“ عوامی لب و لہجہ کے مطابق ہے۔ اس سے اس دور کے مسلم معاشرے کے دینی رجحانات کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔ شاکر کے ”مولود نامہ نبویؐ“ میں معاصر شعراء کی نسبت کہیں زیادہ شاعرانہ خصوصیات اور فنی اہتمام کا احساس ہوتا ہے۔ محمد امین گجراتی کے تولد نامہ، معراج نامہ اور وفات

نامہ کو اس دور کے سبھی ادب میں شاہکار کی حیثیت حاصل ہے۔ عبدالملک بھروچی کے مولود اور وفات نامہ پر بھی گجراتی زبان کے اثرات نمایاں ہیں۔ کریم الدین سرمست کے مولود نامہ کی زبان بہت صاف ہے۔ نامور نے اپنی مثنوی میں مولود پر جانے کے فضائل بیان کئے ہیں۔

معراج ناموں میں سید بلقی کے معراج نامہ میں غیر مالوس الفاظ اور مقامی اثرات نسبتاً کم ہیں۔ برصغیر میں اس کے بے شمار مخطوطات کی دستیابی اس کی شہرت کی روشن دلیل ہے۔ وجہی نے معراج کا ذکر مثنوی میں ذیلی موضوع کے تحت اختصار سے کیا ہے۔ نصرانی نے معراج و معجزات اور نور نبوی کے بیان میں نبی کریمؐ کی دوسرے انبیاء پر فضیلت و برتری اور آپؐ کے اس مقام تک ہو آنے کا ذکر کیا ہے، جہاں جبرئیلؑ کے پر بھی جل جاتے ہیں۔ نصرانی کی مثنویاں تدریجی ترقی کی قابل قدر مثالیں ہیں۔ کمتر کے معراج نامہ پر فارسی اثرات اور دکنی زبان و بیان سے اس کی قدامت بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ سید میراں شاہ ہاشمی بیجا پوری کے معراج نامہ کی مترجم بحر سے محفل کو گرمایا جاسکتا ہے۔ ان کے اسلوب کا تعلق قدیم و جدید دونوں روایات سے قائم ہے۔ اعظم دکنی کے معراج نامہ میں زبان کی صفائی اور الفاظ کا انتخاب خاصا موثر ہے۔ معظم بیجا پوری نے معراج نامہ میں واقعہ معراج کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کے کلام میں وجدانی سوز و گداز کی کیفیت جاری و ساری ملتی ہے۔ محمد بن یحییٰ مبدوی اور شاہ ابوالحسن قرنی بیجا پوری کے معراج ناموں سے ان کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ شاہ کمال الدین کے معراج نامہ کی ترکیب و تشبیہات پر فارسی اثرات نمایاں ہیں۔ ان کا بیان معراج قوت تعمیل اور جذبات نگاری کے لحاظ سے اپنے معاصر شعراء میں ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔

معجزات ناموں میں جنونی گجراتی اور علی کے معجزات نامے مقامی تہذیبی و سماجی اثرات کی وجہ سے اپنا ایک مخصوص پس منظر رکھتے ہیں۔ مخدوم حسینی نے معجزات کے بیان میں سادگی اور حقیقت پسندی کو مد نظر رکھا ہے۔

شمائل ناموں میں عثمان گیارہویں صدی ہجری کے کامیاب شعراء میں سے ہے۔ عبدالحمید ترین کے شمائل نامہ کی زبان عثمان کے مقابلہ میں شستہ و رفتہ ہے۔

وفات ناموں میں عالم کا وفات نامہ اپنی قدامت کی وجہ سے اولین وفات ناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس وفات نامے پر بھی ہندوی روایت غالب ہے۔ اماں دکنی کا وفات نامہ زبان و بیان کی منفرد خصوصیات کی وجہ سے خاصا مقبول رہا ہے۔ علی بخش دریا کا وفات نامہ ولی دکنی کے معاصر اور بارہویں صدی ہجری کے عشرہ دوم کی تصنیف ہونے کی وجہ سے قابل قدر ہے۔ میر (ایک غیر معروف شاعر) کے وفات نامہ بیخبر میں پرانے دکنی الفاظ کے استعمال کے باوصف بیان کی چستی موجود ہے۔ غریب اللہ کے وفات نامہ میں نبوت سے لے کر وفات تک کے حالات کو تاریخی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ سوز اور راحت نے بہت آسان زبان میں وفات نامے لکھے ہیں۔ انھمی کے وفات نامہ کے اشعار میں سوز و گداز اور تبلیغی جذبہ کار فرما ہے۔ غلام اعجاز الدین کے وفات نامہ میں زور کلام موجود ہے۔

منظوم سیرقوں میں قیاض ویلوری کی رومنہ الانوار کا شمار اولین منظوم سیرقوں میں ہوتا ہے۔ قاسم کی

عروس المجلس میں الفاظ کا انتخاب اور مصرعوں کی برجستگی دیکھنے کے لائق ہے۔ نوازش علی شیدا کی اعجاز احمدی میں مختلف عنوانیات کے تحت سیرت نبویؐ کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ تصنیف زبان و بیان کی روانی اور صحیح روایات کو نظم کرنے کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ مولانا محمد باقر آگاہ کی مثنوی بہشت بہشت مستند روایات و واقعات کے بیان کی وجہ سے سب سے زیادہ وقیع ہے۔ غلام محمود حسرت کی ریاض السیر کی بحر میں خاص آپہنگ و موسیقیت نے اس کے لطف کو دوپلا کر دیا ہے۔ سید امیر الدین کی ممتاز القاسم میں سیرت نبویؐ کو کئی ابواب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کی زبان بھی شستہ و رشتہ ہے۔

اس دور کے میلاو ناموں کے ذریعے نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ اور فضائل و شمائل کو بیان کرنے کا واحد مقصد دین و معرفت کی بنیادی اور اصولی باتیں عامۃ الناس تک پہنچانا تھا، یہی وجہ ہے کہ ان صوفیائے کرام نے نثر و نظم میں احساس و جذبہ کی صداقت کی بناء پر موضوع اور اسلوب میں سادگی کو برقرار رکھا۔ بے مقصد آرائش لفظی اور بے موقع لفاظی سے گریز کیا۔ اس وجہ سے زبان و ادب میں اسلوبی اور موضوعاتی لحاظ سے تبلیغی، اصلاحی اور مقصدی سرمایہ زیادہ سے زیادہ جمع ہو گیا۔

میلاو نگاروں نے سیرت رسول اکرمؐ، قرآن، حدیث، تصوف، معرفت اور اخلاق وغیرہ کے موضوعات کو بیان کر کے لسانی اونچ نیچ کو بھی دور کر دیا کیونکہ ان کا خطاب ان بزرگبار نفوس سے تھا جو ادبی نفاستوں اور لطافتوں سے یکسر نا آشنا تھے۔ مذہبی موضوعات کے مباحث و مسائل کے بیان نے برصغیر کے لوگوں کو سادگی و انصافی سے نجات کا راستہ دکھایا۔ اس سے ادبی و لسانی دنیا میں علیت و شعور اور آگہی کی روشن مثال قائم ہوئی۔ اور اس کے دور رس اثرات و ثمرات نے مسلمانوں کے ذہن و فکر اور طرز احساس و عمل کو بھی متاثر کیا۔ اس کا عملی فائدہ یہ ہوا کہ عام مسلمان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا مذہب بن گیا۔

مذہب کی اس مضبوط گرفت کے اثرات اس دور کے ادب پر بھی محسوس کئے جاسکتے ہیں۔ نظم انسان کو فطری طور پر مرغوب ہے اور اس صورت میں ہر بات بخوبی دل نشین ہو جاتی ہے۔ عبدالقادر سروری نے بھی اس بات کی افادیت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے: ”ابتدائی اردو کارنامے زیادہ تر مذہبی نوعیت رکھتے ہیں اور ابتدائی اہل قلم عموماً مذہبی علماء اور صوفی ہیں۔“ (۲۵۶) مثنوی، طویل بیان کے لئے موثر ذریعہ اظہار ہے اس لئے مثنوی اس دور کی مقبول صنفِ سخن تھی۔ مذہب کی ترویج و تبلیغ اور سیرت کے بملہ مضامین کے بیان کے لئے مثنوی نگاری کو فروغ حاصل ہوا۔ اس مذہبی نوعیت کی مثنوی نگاری کے پس منظر میں شفاعت و برکت طلبی کا جذبہ میلاو نگاری کا محرک بنا۔

دکنی میلاو ناموں کا اسلوب سراسر مجلسی ہے۔ صوفیاء کرام نے عوامی زبان کو میلاو ناموں، معراج ناموں، نور ناموں، شمائل ناموں، بیہشت ناموں اور فضائل ناموں میں سب سے پہلے اختیار کیا جس کا عوام سے براہ راست تعلق تھا۔ ان مشائخ اور بزرگان دین نے جنوبی ہند میں سیرت مبارکہ اور اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے کا عزم کر رکھا تھا۔ ان کی تقلید سلاطین و امراء اور شعراء نے کی۔ اس روش کی وجہ سے یہ زبان ایک اعلیٰ درجے کی فصیح و بلیغ ذریعہ اظہار ثابت ہوئی۔ اس میں دینی ادب تخلیق ہوا۔ اس لحاظ سے میلاو نامے دکن کی تبلیغی مہم کا عظیم کارنامہ ہیں۔

اس دینی ادب پر مقامی تہذیب و تمدن، سماجی و معاشرتی ماحول، اور ہندی دیو مالا و انسان پرستی کے اثرات پڑے۔ نبی کریمؐ کے معجزات و معراج کے بیان میں غیر مستند روایات اور واقعات بیان کرنے کا سلسلہ عمل نکلا۔ مثال کے طور پر معراج الہی کے حوالے سے براق کا سراپا، اس کی رفقاء فرشتوں کا استقبال، دروں کا شہر رہنا اور عین حضور میں پہنچ کر راز و نیاز کی باتیں ہونا، ایسے عنوانات میں فرضی روایات کو بیان کیا گیا ہے۔ اور نبی کریمؐ اور خدا تعالیٰ کی ملاقات اور گفتگو کے متعلق تو بہت زیادہ تخیلاتی فضا قائم کی گئی ہے۔ اسی زمرے میں جنوبی ہند کی شاعری اور اس پر علاقائی اثرات کے اثر و نفوذ کو بیان کرتے ہوئے، اکثر سید رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں:

”ان شعراء کے نزدیک رسالت کا سارا کمال بس وہی معجزے ہیں جن میں خوارق عادت تھے عقل کو حیران کر دیتے ہیں اور یہی حیرانی سننے والوں سے ان کے معجز کا اعتراف کرا کے رسول کریمؐ کی برتری کو تسلیم کرنے پر انہیں مجبور کر دیتی ہے۔ چنانچہ مولود ثامے سے بھی سیرت کے اس پہلو کو پیش کرنے میں سارا زور صرف کر دیتے ہیں۔ دراصل ہندوستانی مذہب کی صنم پرستی انسان پر دیوتاؤں کی عظمت طاری کرنے کے لئے ان کے ہمراہ عقل فوق العادت قوت کے تھے سنا کر ان کے سامنے جھٹکے پر مجبور کر دیتے تھے۔ نبی کریمؐ کی عظمت کو ہندوستانی فہم کے سامنے پیش کرنے کے لئے یہی راستہ اختیار کیا گیا۔ جس میں نیک نیتی کو دخل ہو سکتا ہے اس لئے کہ ہندوستان کی روایات اور اس کے قائم کردہ ماحول اور ذہنیت کے لئے یہی ایک طریقہ کار گر ہو سکتا تھا۔ اس لحاظ سے معجزوں کو نظم کرنے میں مصلحت اور ماحول کا تقاضا دونوں کام کر رہے تھے۔ معجزات پر پوری توجہ مرکوز کرنے سے اکثر غلط روایات نے اس میں جگہ پائی اور تواتر کے ساتھ پہنچ کر عقیدے کا جزو بن گئے۔ دوسرے اصل سیرت رسول سے توجہ ہٹ گئی اور عقائد کی کمزوری نے زندگی کو صحیح عمل سے الٹا بنا دیا۔“ (۲۵۷)

ابتدائی دور کے دکنی شعراء نے مقامی معاشرتی و تہذیبی ڈھانچے میں پھیلے ہوئے ہندی راگ، راگنیوں اور گیتوں کو مد نظر رکھ کر ہندی گیتوں کے اوزان و بحر اور اسلوب و انداز میں جکریاں، دوہرے اور گیت لکھے۔ مجلسی تقاضوں کے تحت ان جکریوں اور دوہروں نے بھی دینی جذبات کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ ان میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

مذہبی تقریبات اور دیگر فنی تقریبات میں بار بار پڑھے جانے کی وجہ سے میلاد نگاروں نے زبان کی سلاست و روانی اور ترنم و موسیقیت کو مد نظر رکھا۔ دراصل عربی زبان و ادب کے اصناف، موضوعات، اسالیب، اوزان و بحر اور نظام عروض کی فارسی شاعری نے تقلید کی ہے۔ فارسی واحد علمی و ادبی زبان تھی جو تہذیبی و سماجی سطح پر برصغیر کے تہذیبی مزاج کا حصہ بن چکی تھی اور سلاطین، دہلی سے لے کر اٹھارویں صدی تک درباری و سرکاری زبان تھی۔ فارسی زبان و ادب کے اثرات اردو پر بھی پڑے۔ ان اثرات کو

اردو نے جذب کر کے اس جیسے اثرات بھی مرتب کئے اور ساتھ ساتھ اس سے الگ اور ممتاز بھی نظر آئی اور بقول ڈاکٹر جمیل جالبی "فارسی زبان و ادب کے اثرات قبول کرنے کے نتیجہ میں اردو زبان و ادب نے بہت کم عرصے میں خود کو دریافت کر لیا اور اس کا دریا فارسی کے سرچشمے سے فیض یاب ہو کر بہاؤ بہاؤ ہو گیا۔" (۲۵۸) فارسی سے میلاد ٹائے، معراج ٹائے، وفات ٹائے وغیرہ اردو میں منتقل ہونے لگے۔ شاعر کی نظریں فارسی کی اس قسم کی تصانیف پر پڑنے لگیں۔ ان تراجم کے ذریعے دکنی تہذیب و ادب کو نیا عہد اور شکستہ و رعنائی عطا ہوئی۔

دکنی میلاد نگاروں نے فارسی تراکیب و محاورات کو اردو میں منتقل کر کے خیالات کے اظہار کے لئے وسعت کا سامان پیدا کیا۔ صوفیاء نے خالص ہندی اور مقامی رنگ میں فارسی کا رنگ شامل کر کے ہندی شاعری اور موسیقی کی ترقی کے لئے امکانات روشن کر دیئے۔ نثری اور منظوم رسائل میں عربی، فارسی الفاظ و دینی اصطلاحات اور آیات و احادیث، فارسی کے فقرات، اشعار کے مصرعے، شعر اور ان کے تراجم و شروحات نے قدیم اردو زبان کو آگے بڑھنے میں مدد دی۔ اس لحاظ سے اس کو میلاد نگاروں کا دینی و لسانی کارنامہ کہ جا سکتا ہے۔

مشغولی کی حیثیت کے علاوہ اس دور میں شاعری کی اپنی ایک الگ اہمیت و حیثیت قائم ہو گئی اور اس میں دوسری اصناف جن کو بھی میلاد یہ منظومات کے بیان کے لئے استعمال کیا گیا۔ قطعات، رباعیات، مخمس اور مسدس وغیرہ کے بھی نمونے ملتے ہیں۔ موضوعاتی اصناف کے لحاظ سے نیا کرم کی رضاعت کے ایام میں لوریاں اور معراج پر تشریف لے جانے سے پہلے سہرے بھی لکھے گئے ہیں۔ اس دور کی شاعری میں احساس، جذبہ، تخیل و بلند پروازی، اور محاکات و شعریت کی اہمیت مسلم ہو چکی تھی۔ اس طرح دکنی دور اردو زبان و ادب کے ارتقاء کا سامان پیدا نہ کرتا تو نظم و نثر میں فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ درجات تک رسائی دشوار ہو جاتی۔

دکنی دور کی ان مشغولیوں کی زبان میں مقامی الفاظ و تراکیب کی بھی بھرمار ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات ان کی زبان وقیع اور ناقابل فہم ہو جاتی ہے۔ یہ زبان کا عبوری دور تھا۔ اس دور کی زبان کی ان مشکلات پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سید محمد عبداللہ لکھتے ہیں:

"دکنی شاعری میں عموماً قافیہ ردیف کا نظام بہت ڈھیلا ہے۔ وزن کی مراعات اور آہنگ کا صحیح احساس دکن کی مشغولی میں کچھ زیادہ نہیں۔ قافیہ بندی میں بڑی کھینچ تان پائی جاتی ہے۔ اشعار میں تاثر شدہ الفاظ بے تکلف کھپا دیئے جاتے ہیں البتہ واقعہ نگاری کی طرف دکنی شاعروں کا خاص میلان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بیانیہ نگاری کی اکثر اصناف نظم میں طبع آزمائی کی ہے اور یہ شغف اس بات کا ثبوت ہے کہ یہاں کا شاعر اپنے گرد و پیش سے چیز نہ تھا۔" (۲۵۹)

میلاد ناموں کی زبان و بیان پر دور عالمگیری میں سیاسی غلبے کے ساتھ دکن کی ادبی روایت شمال کی ادبی روایت بننے لگی۔ اس غیر معمولی استخراج سے اور ان دو روایات کے مدغم ہونے سے اردو زبان نے ایک

سیاری روپ اور مشترک روایت کو جنم دیا۔ ان علاقوں کے اثرات ایک جگہ سے دوسری جگہ پر تیزی سے اثر انداز ہونے لگے۔ پنجاب، سندھ، یو۔ پی، گجرات، وکن، وسطی ہند، بنگال، بہار، دہلی اور برہمن کے دیگر علاقوں میں بھی اسے ادبی سطح پر معیار کی یکسانیت کے ساتھ استعمال کیا جانے لگا۔ مذہبی نظم و نثر کے دور رس اثرات کا یہی وہ لہجہ و آہنگ ہے جس نے زبان کی ترویج و تشکیل میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔

اورنگ زیب کے فوراً بعد معاشرہ انتشار کا شکار تھا۔ اس پر آشوب دور میں سکون کی تلاش میں عامۃ الناس نے تصوف کی چھتری کے نیچے آکھڑا ہونے میں عافیت جانی اور مذہبی رسومات نذر، نیاز اور دیگر مجالس و تقاریب نے حقیقی مذہب کی جگہ لے لی۔ اس دور کی منظومات میں عام طور پر کوئی گہرا روحانی تجربہ شامل نہیں، ان روایات کے بیان سے سننے والوں کو قلبی طمانیت اور آسودگی سے بہرہ ور کرنا تھا۔ گیارہویں صدی ہجری کے اختتام تک اردو زبان اتنی صاف ہو جاتی ہے اور اس کا نیا معیار اسلوب ریشہ کے نام سے سارے برہمن کے لئے جدید معیار بن جاتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں :

”گیارہویں صدی ہجری کا محاورہ مقامی زبان اور رنگ و اثر کا حامل تھا لیکن بارہویں صدی ہجری کا وسط قدیم اردو ادب کی حد فاصل ہے۔ اب قدیم محاورے کی جگہ وہ جدید محاورہ زبان لے لیتا ہے۔ ”جو ریشہ کے نام سے علاقائی سطحوں سے اٹھ کر ہمہ گیر سطح پر سارے برہمن کے لئے قابل قبول بن جاتا ہے۔“ (۲۶۰)

مولود ناموں کو پڑھنے کے لئے مجالس و محافل کا انعقاد ہوتا۔ ان میں حسب توفیق اور بلحاظ موسم شہزادیت، شہریت اور دعوت طعام کا انتظام کیا جاتا تھا۔ کوئی دیرینہ آرزو یا منت پوری ہونے پر میلاد اور بیان معراج کی محفلیں مانی جاتیں۔ دکنی کچھ کے حوالے سے نصیر الدین ہاشمی لکھتے ہیں کہ ”شادی بیاہ کے دنوں میں بعض گھرانوں میں مولود شریف پڑھایا جاتا اور پھر اس سے شادی کی تقریب کا آغاز ہوتا۔“ (۲۶۱) اس کے علاوہ بھی خوشی و مسرت کے مواقع پر مولود شریف پڑھایا جاتا ان دینی مشایخ کے اثرات تمدن اور کچھ پر بھی پڑے اور انہی معاشرتی و سماجی اقدار کی وجہ سے میلاد نگاروں کے ذوق و شوق اور اظہار عقیدت میں بھی یکسانی آگئی اور میلاد ناموں کا باقاعدہ ایک جداگانہ صنف کی حیثیت سے جنوبی ہند سے آغاز ہوا۔ ان میں ولادت، معراج اور وقت رسول کے مضامین کے بیان پر زور دیا جانے لگا۔ اس لحاظ سے اس دور کی نظم و نثر میں مذہبی روایات اور موضوعات کی تکرار ملتی ہے۔ جدت طرازی کا حوصلہ منقود ہے۔ مذہبی رنگ کا کلیہ ”غلبہ ہے۔“

مذہب اردو زبان کے ابتدائی دور میں نظم و نثر کے کارناموں کا سارا بن گیا جس سے بالواسطہ طور پر زبان و ادب کو فروغ حاصل ہوا، اس سے ابتدائی سرمایہ بھی محفوظ ہو گیا اور زبان کے ارتقائی دور میں اسے دوسری ہندی زبانوں اور ان کے ادب سے ممتاز کر کے عروج کی طرف لے گیا۔

پہو تھا باب

شمالی ہند میں میلاد ناموں کی روایت کا جائزہ / ارتقاء

شمالی ہند میں میلاد ناموں کی روایت کا جائزہ و ارتقاء

- سیاسی اور تہذیبی پس منظر۔
○ اسلجیل امروہوی، فقیر، مراد ٹاپتا، محمد کریم اللہ، محبوب عالم، محمد خالد، محمد عبدالجلیل، حافظ عزیز احمد، قاسم مہری، کبیر خان افغان، امام بخش عاصی، مکرم علی، مولوی منصور علی، فشی محمد عبدالرحمن، محمد غوث، نواب علی محمد خاں فاروقی، عبدالمجید قادری، معصوم علی بیدار، شاہ رفیع الدین دہلوی، میر قدرت اللہ خاں قاسم، مولوی حکیم فیاض الحق صدیقی، قاضی عبدالغفور، مولوی احمد یار خاں رامپوری، الطاف، کرامت علی شہیدی، شاہ رؤف احمد، مرزا حسن علی، مولوی محمد عباس، سید منیر الدین نقشبندی، محمد فاضل، امام بخش تلخ، سید ہدایت علی، حافظ شاہ غلام علی شاہ جہانپوری، مولوی نیر الدین گوپاموی، سر سید احمد خاں، غلام امام شہید، میر مظفر حسین ضمیر، مولوی محمد حیات، محمد کفایت علی کافی، مراد آبادی، سید فضل علی، محمد علی خاں لطف بریلوی، سید اسماعیل حسین منیر، مولوی سید احمد مشتاق، محمد علی، محمد حسین، شاہ احمد سعید مجددی، حافظ عظمت علی، قلندر علی حسن بخش کاکوروی، مولانا آل حسن موہانی، امیر مینائی، سید محمد محسن کاکوروی۔
- شمالی ہند کے میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ

سیاسی اور تہذیبی پس منظر

شمالی ہند میں اردو زبان و ادب کی ترویج اور فروغ کے جائزہ سے پہلے اس دور کے مخصوص سیاسی اور تہذیبی و تمدنی اثرات کو جاننا ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی جھلک میلاد ناموں میں نظر آتی ہے۔ سلطنت مغلیہ کا اقتدار برصغیر ہند و پاکستان میں مسلمانوں کی حکومت کا نقطہ عروج تھا۔ اس کے بعد زوال اور انحطاط کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ اٹھارہویں صدی میں عالمگیر کی وفات ۱۷۰۷ء کے بعد مغلیہ سلطنت کا شیرازہ بکھرنا شروع ہوا۔ اورنگ زیب عالمگیر کی اپنی زندگی سیاسی بغاوتوں اور خانہ دانی مسائل کو سلجھانے میں گزری۔ بد قسمتی سے انیس تاج و تخت کے مدد و زیرک وارث میرنہ آئے اور ان کی وفات کے بعد تخت نشینی کی خون ریز جنگوں، بغاوتوں، شورشوں اور بیرونی حملوں کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اسی عہد سے سیاسی اور تہذیبی زوال کی ابتداء ہوئی۔

محمد شاہ کے دور حکومت ۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء میں نادر شاہ ۱۷۲۲ء میں محمد شاہ کی فوج کو شکست دے کر دہلی میں داخل ہوا۔ اس کی فوج نے جو قتل و غارتگری کا بازار گرم کیا، اس کی مثال دہلی کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ نادر کی حملے سے ۱۷۵۷ء تک قریب ایک سو بیس سال تک کی داستان دہلی کے اجڑنے کی داستان ہے۔

مغلیہ سلطنت کا شیرازہ بکھرنے کے ساتھ اس عظیم سلطنت کے بڑے بڑے صوبے خود مختار ہو گئے۔ ان صوبوں میں اہم ترین اودھ تھا۔ اودھ میں پانچ سرکاری یعنی اودھ، گورکھپور، بہرائچ، لکھنؤ اور خیر آباد شامل تھیں۔ اودھ کی حکومت قریباً سو سو سال قائم رہی۔ نوابان اودھ میں سعادت خاں (۱۷۲۰ء تا ۱۷۳۹ء)، ابوالمنصور خاں (۱۷۳۹ء تا ۱۷۵۳ء)، شجاع الدولہ (۱۷۵۳ء تا ۱۷۷۵ء)، وزیر علی (۱۷۹۸ء میں چار ماہ)، سعادت علی خاں (۱۷۹۸ء تا ۱۸۱۳ء)، غازی الدین حیدر (۱۸۱۳ء تا ۱۸۱۷ء)، نصیر الدین حیدر (۱۸۱۷ء تا ۱۸۳۷ء)، محمد علی شاہ (۱۸۳۷ء تا ۱۸۵۲ء)، امجد علی شاہ (۱۸۵۲ء تا ۱۸۵۷ء) اور واجد علی شاہ (۱۸۵۷ء تا ۱۸۵۹ء) حکمران رہے۔ ۱۸۵۶ء میں واجد علی شاہ کی معزولی کے بعد اودھ کو سلطنت برطانیہ کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔

آصف الدولہ کے عہد حکومت میں دارالسلطنت فیض آباد سے لکھنؤ منتقل ہوا۔ آصف الدولہ پیش و طرب میں مشغول تھا اور اس نے اپنے خزانوں کا منہ کھول رکھا تھا۔ چنانچہ دہلی کے انتشار، رانیوں اور ایدالیوں کے خونریز حملوں، جانوں، روپیوں اور مہلوں کی ریشہ دوانیوں سے خستہ حال عوام اور پریشان خواص لکھنؤ کا رخ کرتے گئے۔

شمالی ہند (دہلی، صوبہ جات متحدہ آگرہ و اودھ) میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد اردو ادب کی طرف میلان کا اتقاق ہوا۔ اس سے پہلے جب پنجاب اور دہلی میں مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں تو اس زمانے سے اردو زبان کا ابتدائی خاکہ تیار ہو چکا تھا۔

مغلوں کے زوال کے ساتھ ہی معاشرے میں فارسی کی گرفت کمزور پڑنے لگی۔ جس زمانے میں شاہی، دفتری اور کتابی زبان فارسی تھی، اس وقت بھی رعایا کی زبان عام طور پر اردو تھی۔ اب محمد شاہی دور میں فارسی زبان و ادب کے خلاف رد عمل فروغ پانے لگا۔ مرکزی حکومت کمزور ہوتی چلی گئی۔ مغلوں کی اس کمزوری کا سیاسی مفاد انگریزوں نے اٹھایا لیکن فارسی کی جگہ اردو پروان چڑھنے لگی۔ ۱۸۳۵ء میں عدالتوں سے فارسی زبان خارج کر دی گئی۔ اب اردو زبان میں تصنیف و تالیف کا کام روز افزوں ترقی کی منازل طے کرنے لگا اور کچھ ہی عرصے میں اردو نظم و نثر میں ایک قابل قدر ذخیرہ جمع ہو گیا۔

علامہ اور صوفیاء نے مذہب کی ترویج و تبلیغ کو مد نظر رکھ کر بے شمار تراجم کئے اور بہت سی مستقل تصانیف بھی معرض وجود میں آئیں، اس دور تالیف میں تراجم کی کثرت اور ان پر تراجم کی چھاپ محسوس ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ تصانیف میں سلاست و روانی اور عقلی و ادبی و دیگر محاسن نظر آنے لگے۔

اٹھارویں صدی کے ہندوستان گیر سیاسی انتشار اور اقتصادی عدم استحکام کے اثرات اودھ پر بھی پڑے۔ اس دور کی خانہ جنگی، بد نظمی اور شفافیت انہما کی فضا پر افسردگی کی گہری چھاپ تھی۔ اس مجملہ ثقافت میں زندگی کا حرکی (Dynamic) تصور ختم ہو گیا تھا اور ساری توجہات ایسی سرگرمیوں پر مرکوز ہو گئی تھیں جو انسانی شہادتوں میں لو کو بے گت کر دینے والی تھیں۔ نمود و نمائش اور آرائش و زیبائش کا شوق جنوں کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ جلال کو جمال پر اور استحکام و پائیداری کو نزاکت و نفاست پر قربان کر دیا گیا تھا۔ لباس نرم و نازک اور ہلکے پھلکے، وضع قطع دلبرانہ، زبان و لہجہ نرم و شیریں اور خود و نوش میں لطافت و چٹکارہ

غرض اس تمدن میں تصنع ہر طرح غالب آپکا تھا۔ طاقت و غلبہ کا تصور اس معاشرہ سے رخصت ہو چکا تھا۔ تصوف میں کم سواو صوفیوں نے لوگوں کو غلط راستوں پر گامزن کر دیا جس کے اثرات سے تمدن و تہذیب میں مذموم افعال کی بنیاد پڑ گئی۔
تورالحسن ہاشمی رقمطراز ہیں:

”کم سواو صوفیوں کو حقیقت کی تلاش میں حجاز ملا۔ یہ لوگ حجاز میں الجھ کر اس کو حقیقت سمجھتے رہے۔ اس طور پر ظاہریا منظر پر زیادہ زور دیا جانے لگا اور حقیقت یا حق معدوم ہو گیا۔ اس ظاہر پرستی نے ہر چیز پر ظاہر پرستی کا رنگ چڑھا دیا۔ عقائد، رسوم، مذہب، معاشرت اور معیشت سب پر مصنوعی و رسمی جذبات کا رنگ غالب آ گیا“ (۱)
اس حقیقت کو بھی مد نظر رکھنا چاہئے کہ دربار کے حلقہ اثر سے دور خدا رسیدہ لوگوں، علماء اور صوفیاء کا ایک ایسا گروہ بھی موجود تھا جو حق و راستی پر قائم تھا۔ اس قسم کے صوفیاء کے بارے میں ڈاکٹر سید عبدالباری لکھتے ہیں:

”لکھنو“ خیر آباد“ کاکوری“ اردولی“ ہرنائچ“ سندیلہ“ دیوہ“ سلون“ کچھوچھ میں ایسے فقراء اور صوفیاء بھی موجود تھے جو مکرو و ریا کا دام ترویج بچھانے کے بجائے شریعت کے اوامر و نواہی کی تبلیغ میں مصروف تھے۔ اور ان کے فطری عوام کا ایک بڑا طبقہ اووہ کے امراء و مرید اور وہ طبقہ کی ساری عیاشیوں اور رنگینیوں کے باوجود حق و راستی پر قائم تھا۔“ (۲)

شیعہ علماء نوامین و بادشاہان اووہ کے عہد میں عوام سے شریعت پر عمل کرائے اور امراء و حکمرانوں کو اس کا پابند بنانے میں اپنی بے بسی محسوس کرتے ہوئے اس ذمہ داری سے کنارہ کش ہو گئے اور تبلیغ و تلقین کی کوئی مہم نہ چلا سکے۔

اووہ کے سنی عوام کو مزارات سے بڑی عقیدت تھی۔ مزار نیاز، اور تعویذ، گندے، گھر گھر میں رواج پا چکے تھے۔ شیعوں نے پورے مذہب اور اس کے قاضوں کو عزاداری کے مراسم کے دائرہ میں محدود کر دیا تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہ مراسم اس عہد میں فروغ مذہب سے زیادہ تہذیب و تمدن میں شامل ہو گئے تھے۔ اووہ کے اس معاشرے میں ہزار خرابیوں کے باوجود ہر شخص خدا پرست تھا۔ وہ عملاً عیش پسند ضرور تھا اور زندگی کی رنگینیوں سے زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ ثواب کمانے کے آسان نسخے بھی تلاش کرتا تھا۔

اس مخصوص تہذیبی و تمدنی صورت حال میں امت مسلمہ کی ذہنی حالی اور معاشرتی و سیاسی زوال کی بحالک اس دور کے ادب میں بہ آسانی دیکھی جاسکتی ہے۔ اس دور کے صوفیاء اور علماء نے طالبان حق کو مذہب کے بنیادی اصول بتا کر خدا کی طرف راغب کرنا تھا۔ ان کی کوششوں کا مقصد نظم و منہجی ترویج کی بجائے تبلیغ دین تھا۔ اس وقت ان اکابرین ملت نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا جبکہ اس زبان کے قواعد و ضوابط بھی مرتب نہ ہوئے تھے۔ عربی فارسی جیسی ترقی یافتہ زبانوں میں مرقوم مذہبی موضوعات کو اس

نئی زبان میں عقل کرنا پڑا دشوار مرحلہ تھا مگر ان صوفیاء اور بزرگان دین نے اپنی فکری استعداد سے اسے نئے محاورات، نئے اسالیب اور الفاظ کے نئے ذخیرے سے مالا مال کر دیا۔ اس لحاظ سے صوفیاء اور علمائے کرام کی جماعت اردو زبان کی سب سے بڑی محسن ہے۔ اور انہی لوگوں نے مذہبی اور دینی موضوعات بیان کر کے اسے نئے اسلوب سے روشناس کیا۔ ان کے نزدیک ادبیت یا شاعری مقصود بالذات نہیں بلکہ ان یستی اور لسانی رویوں کی ثانوی حیثیت ہے۔ صوفیاء اور بزرگان دین کی ان مذہبی مثنویوں میں غزل، دوبہ اور گیت بھی موجود ہیں اور اسلوب کے لحاظ سے بھی متنوع ہیں۔

دکنی دور میں بیشتر میلاوٹے منظوم ہیں۔ اب اس دور میں نظم و نثر میں طے جملے انداز سے لکھنے کا رواج ہو گیا گو نثری میلاوٹوں میں بھی مجلسی تقاضوں کے باعث جا بجا شعری ٹکڑے ملتے ہیں۔

اسماعیل امروہوی (بحرود ۱۶۳۳ء - ۱۷۱۱ء)

اسماعیل امروہوی کی مثنویوں کے موضوعات مذہب سے متعلق ہیں۔ اور ان کی غرض و غایت مجلسی انداز میں معاشرے کو دین اسلام اور شخصیات سے روشناس کرانا ہے۔ ان کی ایک مثنوی معجزہ انار کا نجیب اشرف ندوی نے سراغ لگایا ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۷۰۸ء ہے۔ اس مثنوی میں مذہب اسلام اور نبی کریمؐ کی فضیلت ایک واقعہ کے ذریعہ بیان کی گئی ہے۔ مثنوی کا آغاز حمد سے ہوتا ہے:

الہی تو دانا ہے ہر کالج کا
سر انجام دتا ہے محتاج کا
ہر ایک آرزو کی پورا تا ہے اس
'کیراں' 'صغیراں' 'فقیراں' ہر اس
تو قمار، غفار، ہر ایک اوپر
تری منتعل کا کسے کیا خبر
(۲)

اس مثنوی کے کل ۱۳۸ ابیات ہیں۔ اس مختصری مثنوی سے مصنف کے عقائد پر بھی روشنی پڑتی ہے:

اول کچھ نہ تھا جد نہی جو کئے
نبوت کا چہتر او نو سر دیئے
چاروں یاران کے جو ہیں ہم کلام
خدا نے بڑائی دیا ہے امام
ابوبکرؓ صاحب عمر خاص نام
و عثمانؓ علیؓ یار دوہے تمام
(۳)

شمالی ہند کی مثنویوں کے اختصار کی وجہ ان کا طبع زاد ہونا ہے اور ان کی زبان کی صفائی سلاست اور روانی سب سے بڑی خوبی ہے۔ دکنی مثنویوں کی زبان صاف نہیں۔ شمالی ہند میں موضوع پر اسلوب کی نسبت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ دراصل شمالی ہند کی تہذیب اور کچھ پر مغل حکمرانوں کے اثرات پڑے جس سے شمالی ہند کے عوام مغلوں کی ایرانی تہذیب میں رنگ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ دکنی اور شمال کی زبان دو عالمگیر میں سیاسی غلبے کی وجہ سے ایک ہی زبان کے دو روپ نظر آتے ہیں۔ اس ادبی روایت اور استخراج کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی رقمطراز ہیں:

”زبان و ادب کی ان دو روایات کے ملنے سے سارے بر عظیم میں اردو زبان کا ایک معیاری روپ اور مشترک روایت وجود میں آگئی جسے پنجاب، سندھ، یو۔ پی، مہاراشٹر، دکن، وسطی ہند، بنگال، بہار، دہلی اور بر عظیم کے دوسرے علاقوں میں ادبی سطح پر یکساں معیار کے ساتھ استعمال کیا جانے لگا۔ شمال اور دکن کے ایک ہو جانے کا دوسرا اثر یہ ہوا کہ ان دونوں خطوں میں آج ہار بڑھ گئی۔“ (۵)

اس لحاظ سے اسماعیل کی مثنوی سے ان مشترک روایات کے تیزی سے پھیلنے کی بھرپور نشان دہی ہوتی ہے۔ جہاں تک اس مثنوی مجرہ انار کی صداقت کا تعلق ہے، اس میں جس مجرہ کو بیان کیا گیا ہے، اس کا ذکر سیرت و احادیث نبویؐ میں کہیں نہیں ملتا۔

فقیر

فقیر کا نور نامہ ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۳ء کی تصنیف ہے۔ (۶) اس کی قدامت کی بنا پر اسے اردو کے ابتدائی نور ناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ نور ناموں میں نور محمدیؒ کا بیان ہوتا ہے۔ اس میں بھی تخلیق نور محمدیؒ سے لے کر آپؐ کی ولادت مقدسہ تک کے احوال کا بیان ہے۔

مراد ٹاپینا

مراد ٹاپینا کا نور نامہ اردو کے ابتدائی دور کے نور ناموں میں شامل ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۳ء ہے۔ اس کے مصنف کا نام حافظ محمود شیرانی نے فقیر ٹاپینا ہے۔ دراصل حافظ محمود شیرانی کے مد نظر وہ نور نامہ ہے جو پنجاب میں مختلف ناشرین کی طرف سے بار بار چھپتا رہا ہے اور اس کے بیسویں شعر میں شاعر نے اپنے آپ کو فقیر کہہ کر خطاب کیا ہے۔ (۷) لیکن حقیقت میں یہ نور نامہ مراد ٹاپینا کا لکھا ہوا ہے۔ اس نور نامہ میں شاعر نے تخلص یا نام دو جگہ استعمال کیا ہے۔ (۸) اس میں نور محمدیؒ اور نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کا بیان ہے اور یہ مثنوی کی ہیئت میں ہے۔

محمد کریم اللہ

محمد کریم اللہ کے میلاو نامے کا مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے۔ اس میں ولادت نبویؐ اور مجرہات کو بیان کیا گیا ہے۔ میلاو نامہ نثر میں ہے اور خط نستعلیق میں ہر صفحہ پر ۱۷ سے ۱۹ سطریں ہیں۔ اس

کے آخر میں عربی مناجات ہے۔
 ”اس کی ابتداء: ”سب تعریفیں اوس جناب کو لائق ہیں کہ جس نے پیدا کیا

آسمان و زمین۔“ (۹)

اور اختتام: ”اس مولف کی کہ نام اوس کا محمد کریم اللہ ہے اور کسی کو کہ جو مجلس مولود کرے اور اس کے تئیں کہ جو عاشق نام رسول کے ہوئے۔“ (۱۰) کی عبارت پر ہوتا ہے۔

محبوب عالم

محبوب عالم عرف شیخ جیون، سید میراں بجیک چشتی (م ۱۸۱۸ء) کے مرید تھے۔ (۱۱) قصبہ جمبھڑ کے باشندے تھے، جو علاقہ ہریانہ کا ایک قدیم اور مشہور قصبہ ہے۔ محبوب عالم ایک مذہبی عالم تھے۔ ان کی مذہبی تصانیف درد نامہ، محشر نامہ اور مسائل ہندی کے مخطوطات افسر امرہوی کے پاس تھے۔ درد نامہ کے مخطوطات برصغیر کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ (۱۲) عبدالقادر سروری نے تفصیلی فرست (۱۳) اردو مخطوطات حیدر آباد دکن اور نصیر الدین ہاشمی نے فرست اردو مخطوطات کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد (دکن) میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے اپنے ایک مضمون پر عنوان ”ہریانائی اردو کا ایک اور نمونہ“ میں درد نامہ اور محشر نامہ کا تعارف کرایا ہے۔ اور ان میں سے اقتباسات بھی نمونے کے طور پر دیئے ہیں۔ (۱۴)

محبوب عالم کے تمام رسائل کا موضوع مذہبیات ہے۔ ان میں سے درد نامہ کی حیثیت اس لئے منفرد ہے کہ اس میں نبی کریمؐ کی رحلت پر حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کبارؓ کی زبان سے موصیے کئے گئے ہیں جو اردو میں اپنی نوعیت کا پہلا تجربہ ہے۔ اس میں حضورؐ کی حیات طیبہ کے متعلق کئی عنوانات ہیں۔ اور خاص طور پر بعثت سے وفات تک کے حالات نظم کئے گئے ہیں۔ وفات کا عنوان آخری ہے۔ اردو نظم و نثر میں کئی مستقل وفات نامے لکھے گئے ہیں۔ لیکن یہ درد نامہ الگ معنوی اور صورتی حیثیت کا حامل ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کی وفات پر حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے غم کا اظہار کرنے کی نوعیت پہلے انفرادی اور شخصی مرثیوں کی سی ہے، جو حضرت امام حسینؑ اور ان کے رفقاء کے مصائب کے بیان میں لکھے گئے۔ یہاں غم ناموں، شاد ناموں اور مرثیوں سے منفرد حیثیت ہے اور ان کی بیت غزل کی ہے لیکن قافیہ بندی معمول کے مطابق نہیں۔

سکھ چین کے گھر سوئی لاگا کلیجے تیر اب

دکھ نین بھر بھر روئی بھاری پڑی ہے بڑ اب

یہ شعر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے دھن مبارک سے ادا کئے ہوئے سات شعری مرثیے میں سے ہے، اس میں اصلاحی مرثیوں کا سا اثر اور سوز موجود ہے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ کی زبان مبارک سے نکلے

ہوئے مرثیہ کے بھی سات شعر ہیں۔ درد نامہ کے متن کے اشعار اس قسم کے ہیں:

محمد کا میں درد نامہ لکھا
اس درد ماں جیو جا ما دیا
ہوئے دو دکھ نبی پر قریشیوں کے ہاتھ
دو دوکھ لکھے ہیں' نہیں اور بات

درد نامہ ایک بڑی کتاب ہے جس میں بقول حافظ محمود خان شیرانی پونے تین ہزار کے قریب اشعار ہیں (۱۵) جبکہ نصیر الدین ہاشمی نے درد نامہ کے اشعار کی تعداد ساڑھے پانچ ہزار لکھی ہے۔ (۱۶)
درد نامہ میں روانی اور قوت کا اظہار موجود ہے۔ جس کا اندازہ ان تین اشعار سے کیا جا سکتا ہے۔
الہی تکبر ثنوی کھینچ لے

مسلمانی محبوب عالم کوں دے
کے عشق سوں نعت احمد رسول
دو عالم ہو جائے مقبول پھول
پیل بات حضرت کے دکھ کی لکھے
پہر قوت نامہ نبی کا لکھے
(۱۷)

ان کی دیگر تصانیف میں محشر نامہ کی زبان قدیم ہے۔ مسائل ہندی کی زبان قدرے صاف ہے اور درد نامہ کی زبان اس سے بھی زیادہ صاف ہے۔ اور اب یہ ہندوی بولی مسلمانوں کو راہ یقین دکھا رہی ہے۔ درد نامہ کا انتظام ان اشعار پر ہوا ہے:

کہاں ناٹو محبوب عالم مجھے
اسی ناٹو کی اب شرم ہے مجھے
رکھ اب دین اپنی ماں ثابت قدم
کروں یاد تیری پڑا دم بہ دم
تیرے نام اوپر کروں میں تمام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام
(۱۸)

اس درد نامہ کا سال تصنیف ۱۳۵۱ھ، ۱۸۳۵ء ہے۔ (۱۹) اس وجہ سے زبان رائج الوقت اردو سے بہت مختلف نظر آتی ہے لیکن جب یہ درد نامہ لکھا گیا اس وقت اس کی اور دہلی کی زبان میں بہت کم فرق ہو گا۔ اور مختلف لسانی اثرات قبول کر کے فارسی کی جگہ۔ لینے کی کوشش کر رہی ہے۔ اظہار و بیان کا وہ معیار ابھی اردو کو نصیب نہیں ہوا جو فارسی کو حاصل ہے۔

محمد حامد (م ۱۸۰۲ء)

محمد حامد کے نور نامہ کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی میں موجود ہے۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۱۹۰ھ اور ۱۲۰۰ھ کا ورمیانی عرصہ ہے۔ اس مخطوطہ کا سنہ کتابت ۱۲۸۲ھ درج ہے۔ مصنف نے آخری بیت میں اپنا نام نظم کیا ہے:

اے حامد توں کر نور نامہ ختم
بحرمت محمد شفیع الامم
(۲۰)

نور نامہ خط ٹکٹ میں لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ ان میں فعل کو فاعل کے ساتھ جمع لکھا گیا ہے۔ مثلاً

کما تب نبی یوں علیہ السلام
وہ کیا تھیاں نشانیاں کو سب تمام (۲۱)

ہوئے عالماں عابداں عارقاں
فقیراں اے صالحاں حافظاں
(۲۲)

اے یہ معنی اور استعمال کیا گیا ہے۔ کتابت میں بعض غلطیاں بھی ہیں۔ ایک موقع پر ارض و سما کا املا عرض و سا کیا گیا ہے۔ اور واسطے کو واسطے لکھا گیا ہے۔

محمد نبی سرور انبیاء
اسی واسطے بلند عالم کیا
(۲۳)

اختتامی اشعار ملاحظہ ہوں:

قبر یا الہی مری نور کر
جتے ہیں غلایاں سے دور کر
سبھی مومن مسلمان جتے ہیں تمام
گنہ بخش ان کے بھی خاص و عام
اے حامد توں کر نور نامہ ختم
بحرمت محمد شفیع الامم
(۲۴)

ترقیمہ نہیں ہے۔ نور نامہ کے اختتام پر کاتب نے ایک اور مثنوی شروع کی تھی جس کے صرف ۸۔

یت لکھے ہوئے ہیں اور یہ حمد سے متعلق ہیں۔

محمد عبدالجلیل

محمد عبدالجلیل بن عبدالحجیب موضع بھلا پر گنہ ملبا کے رہنے والے تھے۔ ان کا میلاد نامہ ”احیا القلوب“ مولد الحبوب“ اس دور کی یادگار تالیف ہے، جب اردو زبان ہندی کلمات کی تھی۔ انہوں نے تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”اکثر مسلمان بھائی دیندار کہا کرتے تھے کہ احوال تولد اور معجزات اور معراج اور وفات آنحضرتؐ زبان ہندی سلیس میں بیان ہوئے تو مسلمان کو حالات آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت ہونے سے ذوق و شوق دل میں پیدا ہوا اور بخوبی پیروی سنت رسول کی کیا کریں اور بدعتوں سے باز رہیں۔“ (۲۵)

چنانچہ اس میلاد نامے میں سبھوں، ہوئے، ہو جیو، ہووے وغیرہ زبان استعمال ہوئی ہے۔ بیانات مفصل اور طویل ہیں۔ معجزات کے واقعات حضورؐ کی ولادت سے وفات کے درمیانی عرصے پر محیط ہیں۔ روایات عام قسم کی بیان کی گئی ہیں۔ اس میں نسب نامہ آنحضرتؐ، نسب نامہ والدہ آنحضرتؐ، اسماء النبی کریمؐ، فضیلت رسالتؐ، ذکر ولادت نبی کریمؐ، ذکر شوق صدرؐ، ذکر نفاست لباس و عادات، سفر آنحضرتؐ، ازواج آنحضرتؐ، ذکر اولاد امجاد، ذکر نزول وحی، ذکر ایمان حضرت عمرؓ، ذکر معراج النبیؐ، صفت براق آنحضرتؐ، ذکر معجزات آنحضرتؐ، ہجرت، غزوات، فضائل حضرت عائشہؓ، حجت الوداع اور ذکر وفات شریف کے عنوانات ہیں۔ مطبع قیومی کانپور کے مطبوعہ نسخہ کے ۳۹ صفحات ہیں، سال تصنیف یا اشاعت درج نہیں ہے۔ اس کا دوسرا نسخہ ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اور یہ مدراس سے ۱۸۱۷ء میں چھپا۔ (۲۶) اس کا ایک اور نسخہ مطبع محمدی بمبئی سے ۱۸۱۷ء، ۱۸۵۱ء میں چھپا۔ یہ نسخہ کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی میں موجود ہے۔

حافظ عزیز احمد

حافظ عزیز احمد کے وفات نامہ کا مخطوط پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں زیر نمبر ۳۵۷-P.U.L. دیگر مخطوطات کے ساتھ ایک جلد میں ورق نمبر ۱۳ تا ۱۳۳ موجود ہے۔ اس کے کل ایحات کی تعداد ۲۵ ہے۔ اپنے نام کے بارے میں شاعر نے درج ذیل اشعار میں صراحت کی ہے:

الہی تو رکھتا مجھے با تمیز
دعا مانگی تجھ سے یہ حافظ عزیز
تاری نمی ہیں شفیع الامم
یہ وقت نامہ کیا ہی ختم
جو کوئی پڑی گا سنے گا مدام
اوی آچہ دوزخ کی مطلق حرام

(۲۷)

آپ کی بیماری کی حقیقت، حضرت صدیق اکبرؓ کی امامت اور پھر نبی کریمؐ کی مسجد میں تشریف آوری کو درج ذیل اشعار میں بیان کیا گیا ہے:

کو یاران سے یہ حقیقت تمام
جو صدیق کون اب کرو تم امام
اوا کر نماز ان آو مجھ کہیں
کو تم اذان جا کی مسجد مبین
بلاول نمین مسجد میں آوی خبر
تمہائی حقیقت کسی سربر
ساری یا آ کر گئی روئی
وی آنسوں سین سب کھ گئی دھوئے
ہو صدیق روئے ہوئے بے قرار
اوشا کر نبی کون لیا در کنار
ہوئی تپ کی جب نبی کی وہاں
چلی آئی مسجد میں وہ بے گمان

(۲۸)

حافظ عزیز کے وفات نامہ کا مخطوط کہیں اور نہیں ملا۔ اس لحاظ سے اور قدامت کی وجہ سے اسے نادر و نایاب کہا جاسکتا ہے۔

قاسم مہری

قاسم قاسم بمبئی کے معروف ”مہری“ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے قاضی یوسف مرگے سے دوستانہ مراسم تھے۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ”بیاض قاسم“ کے نام سے ان کا شعری مجموعہ ہے، جس کا مخطوط کتب خانہ محمدیہ بمبئی میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ ان کی یادگار تصنیف منظوم میلاد نامہ ”عروس المجالس“ ہے۔ اس میں بارہ مجالس ہیں۔ انہیں ربیع الاول کی پہلی تاریخ سے بارہ تاریخ تک پڑھا جاتا تھا۔ ان کا یہ میلاد نامہ اس قدر مقبول ہوا کہ آج بھی بمبئی کے کئی گھرانوں میں پڑھا جاتا ہے۔ (۲۹)

قاسم کی اس مثنوی میں اول حمد ہے، پھر نعت، اس کے بعد سب تالیف بیان کیا گیا ہے کہ شعرہ خن ہی یادگار زندہ رہتا ہے۔ اس لئے ایک کتب مولود التبیٰ لکھنے کا ارادہ کیا گیا۔ اس میں نبی کریمؐ کی ولادت سے وفات تک کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس کی بارہ مجالس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلی مجلس میں ولادت مقدسہ کا بیان، دوسری مجلس میں آنحضرتؐ کے بچپن کے زمانے اور ایام طفولیت

یہ مجلس عمد شباب اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کے نکاح پر ختم ہوتی ہے۔ تیسری مجلس میں بعثت نبوت کا تذکرہ ہے۔ چوتھی مجلس میں معراج کا بیان ہے۔ پانچویں مجلس میں ہجرت سے پہلے کا ذکر ہے۔ چھٹی مجلس میں ہجرت کا بیان ہے۔ ساتویں مجلس میں مدینہ کے واقعات اور جنگ بدر وغیرہ کا ذکر ہے مگر ان کے واقعات کو بڑے اختصار سے بیان کیا گیا ہے۔ آٹھویں مجلس میں جنگ احد اور جنگ خندق وغیرہ کو متبع بنایا گیا ہے۔ نویں مجلس میں اس کے بعد کے واقعات، خیبر کی جنگ وغیرہ کا ذکر ہے۔ دسویں مجلس میں مخطوط میں نہیں ہے۔ گیارہویں مجلس میں فتح مکہ کا ذکر ہے۔ بارہویں مجلس میں آنحضرتؐ کی رحلت کا ذکر ہے۔

عروس المجالس کا ایک مخطوط نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ اس کے کل ۸۸۱۔ اور اوراق ہیں اور ہر ورق پر پندرہ سطور ہیں۔ اس کا متن سیاہ اور عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ اس کا کافہ دبیر آسمانی رنگ کا ہے اور چمڑے کی جلد عمدہ اور خوبصورت ہے۔ معمولی آب رسیدہ و کرم خوردہ ہے۔ آخری آٹھ اوراق کی چٹ بندی اور خوضہ بندی کی گئی ہے۔ تحریر خط نسخ میں ہے۔ کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ اس کا سن تصنیف ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۳ء ہے۔ سنہ کتابت اواخر تیرہویں صدی ہجری کا معلوم ہوتا ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد پانچ ہزار چھ سو ستائیس ہے۔ قاسم نے یہ مثنوی پندرہ دن میں مکمل کر لی تھی۔ اس سے شاعر کی پرگوئی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے:

کیا آفاق تھا ماہ محرم
گئے تھے روز پندرہ کچھ نہیں کم
(۳۰)

شاعر کا تعلق نچو سلطان کے دربار سے تھا۔ اس نے متعدد اشعار میں سلطان کو درازئی عمر کی دعا دی ہے۔ عروس المجالس کئی مرتبہ زیور طباعت سے آراستہ ہوئی ہے (۳۱) لیکن اس کا کوئی مطبوعہ نسخہ مجھے نہیں مل سکا۔ میرے مد نظر نیشنل میوزیم کراچی کا مخطوط رہا ہے۔ اس میلاد نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

شروع نامہ کروں نام خدا سوں
اچھوں ممتاز تا کتب پیدا سوں
سراوے کیا اسے جن یک سخن سوں
کیا پیدا دو عالم امر کن سوں
زمین اور آسمان کے سب طبعی جور
اٹھایا اپنی صفت کا بھی شور
دیا جنبش فلک کوں رات اور دن
زمین کوں کر دکھا سندن سوں ساکن

(۳۲)

مجلس اول کی ابتداء درج ذیل اشعار سے ہوتی ہے :
 نکتہ کھولوں یہاں درج دھن سوں
 در افشانی کروں رتھیں خن سوں
 فصاحت کا قلم اب ہات لیکر
 نکھوں میں مجلس اول سراسر
 کہ ہے مولود کا جس میں بیاں سب
 شرف پایا ہے اس سوں انس و جاں سب
 ولادت شاد ختم المرسلین کا
 رسول الحق شفیع المذنبین کا
 کہوں اول سو تا وقت ولادت
 خن ہاریوں کو بھی اس میں سعادت
 جو راوی معجز سوں ہے روایت
 کہوں سب اس روایت کا حکایت

(۳۳)

اس کی مجلس چہارم بیان معراج پر مشتمل ہے۔ معراج کے سلسلہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی
 کریمؐ کے پاس تشریف لاتے ہیں اور نبی کریمؐ کے حضور جو گزارش کرتے ہیں، اس کا بیان ملاحظہ ہو :
 کہا بھیجا ہے مجھ رب السموات
 سو ساری کھول کر تم سوں کہوں بات
 سلام اور امن کا تحفہ دیا ہے
 پیچھے پیغام تم کوں یوں کیا ہے
 مجھے بھیجا ہے تا تم کوں لے جاؤں
 فلک اور عرش کرسی سب دکھاؤں
 لیجاؤں وہاں تجھے جو کوئی گیا نہیں
 خبر جس تھار کی کسی نے دیا نہیں
 اٹھو بھی آچکی بس رات میمون
 سعادت ہے یو شب میں روز اقبوں
 منور اور روشن سوں ہے یو رات
 خراماں یانہی چلنا میرے ساتھ
 (۳۴)

قاسم نے عروس المجالس میں جگہ جگہ اپنی والہانہ عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے اور آپ کے فضائل و کمالات کے بیان میں پر کیف نمونے پیش کئے ہیں۔ اس میں الفاظ کے انتخاب، مصرعوں کی برہنہ نگاری اور زبان کی صفائی نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کا آہنگ ایسا ہے کہ اس کے اشعار کو میلاد کی تقریبات میں پڑھا جا سکتا ہے اور انہیں بہ آسانی یاد بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کی تصنیف بھی مجلس ضروریات کے تحت ہوئی۔

قاسم کی منظومات میں دکنی زبان کا عنصر غالب ہے۔ دراصل اس کی غالب وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں مذہبی مثنویاں عوام میں مذہب کی تبلیغ کے نقطہ نظر سے اس زبان میں لکھی جاتی تھیں جو عامۃ الناس پر دل چال کے لئے استعمال کرتے تھے۔ قاسم کی مثنوی میں خیالات کی بندش اور موزونیت کی وجہ سے دکنی زبان لب و لہجہ کے لحاظ سے اپنی ارتقائی صورت میں نظر آتی ہے۔

قاسم کا معراج نامہ منظوم ۱۳۹۳ھ / ۱۸۷۶ء میں مطبع حیدری، بمبئی سے چھپا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس میں حمد و نعت، تہنیت، عرب، تہنیت، مسجد اور مدح حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاء کے بعد توصیف شب معراج، توصیف براق، حمد خواستہ براق، واقعہ اول تابست و اول، میر حضرت یوسف، میر حضرت داؤد و سلیمان، تمام آسمانوں کا حال، مقام جبرئیل، چشمہ سلسبیل، درخت ہائے طازان اور خیام و قصور ہشت و غیرہ کے عنوانات شریں ہیں۔ اس کی صفحات ۳۲۔ شاعر نبی کریم کی معراج سے ایسی کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے :

قصہ کویت وہ امام انبیاء

پھر جناب قدس سے رخصت ہوا

عود کر کر عرش تک پہنچا شتاب

واں ملائکہ اس نے دیکھے بے حساب

دیکھ انہیں بولے امام المرسلین

یہ فرشتے کون ہیں روح الامیں

کی گزارش اس نے کہ اے شاہ جہان

ہے خطاب ان کا یہاں کرو بیان

چھوڑ رست میں مقام جبرئیل

روشن سدرہ ہوا بے قال و قیل

میں ہزار اس کو ملے اس جا نبی

تمنیت گویا بعد لطف و خوشی

اور فرشتے بھی ملے ستر ہزار

مرحبا گویا ہزار عز و وقار

پھر لگا ملے کرنے وہ آگاہ حق

ایک ایک ان آسمانوں کے طبق

(۳۵)

میلاد ناموں کا سرابیہ فنی محاسن سے زیادہ تبلیغی اور مقصدی نوعیت کا حامل ہے۔ معراج ناموں کا میلاد ناموں میں معراج الہی کے اعجاز کو سیدھے مادے انداز میں نظم و نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ ان کے ہزاروں عوام علوم دینی سے بہرہ ور ہوئے۔ ان کی اخلاقی تربیت ہوئی اور نبی کریم کے واقعہ معراج پر پوری طرح روشناس ہوئے۔

کبیر خان افغان

کبیر خان افغان کے وقت نام کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ کبیر خان اپنا وطن سوان اور عہد عالم شاہ غازی بیان کیا ہے۔ اس کا کاتب شیخ خلیفہ عظمت اللہ ساکن پٹیالہ ہے۔ اس کے عنوانات منظوم ہیں اور سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ اس کے ابیات کی کل تعداد قریباً ۷۰۰ ہے۔ شاعر نے اپنے نام کا اظہار کچھ اس طرح کیا ہے:

نام	کبیرا	جاٹ	پٹھانا
برہمن	کبتن	مانہ	کھٹانا

(۳۶)

اختصاصی ابیات ملاحظہ ہوں:

جو	دیکھا	آپ	تب	جبرئیل
آسیو	لی	پانی	کو	کوثر
نہواویں		ہاتھ	کے	آبائیکر
دیں	پھرا	کفن	علی	آویں
پڑھے		نماز	انبیاء	آسی
کھری	دی	رو	فاطمہ	دیکھ
دھری	یا	حجرین	کے	عائشہ
پھری	کے	بکت	نمین	اسوا
روٹی	دین	چھر	کے	برہمن
ہوئی	رہے	مئے	پاری	چشم

(۳۷)

امام بخش عاصی

امام بخش عاصی کے "معجزہ رسول مقبول" کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں موجود ہے۔

خط کسی اور جگہ نہیں ہے، اس لحاظ سے اسے نواورات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ اس کے ابیات کی تعداد
 آٹھ سو ہے۔
 اس کا پہلا شعر درج ذیل ہے:

اول تعریف سو ہے مصطفیٰ کون
 کہ جس کی شان میں یلایا خدا کون
 (۳۸)

انتہائی اشعار ملاحظہ ہوں:

یہ ہے مانگو دعا وقت حضوری
 قیامت کو مراد ہو میری پوری
 گندگاریوں میں کامل گنگار
 نبی مجھ کوں اوتاروگی حمیں پار
 یہ بی چاہتا امام بخش عاصی
 قیامت کو ہو جا مری خلاصی
 (۳۹)

مخطوطہ کرم خوردہ ہے۔ سرخ پتھر سے اوراق کے نمبر بعد میں لگائے گئے ہیں۔ اس میں نبی کریمؐ کے
 "جملات بیان کئے گئے ہیں۔"

مکرم علی

میاں مکرم علی کے وفات نامہ کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ یہ قریباً ۲۰۰
 ابیات پر مشتمل ہے۔ بارہ ماہ صفر ۱۲۵۸ھ / ۱۸۴۲ء کا مکتوبہ ہے۔ کاتب کا نام محمد مسلم ہے۔ زبان بہت قدیمی
 ہے۔ نمونہ کے طور پر چند شعر درج ذیل ہیں:

خدا کا حکم یوں ہوا مجھ اوپر
 میرا دین کامل کیا تم اوپر
 کری آج نصرت یہ تم پر تمام
 رہو راضی اسلام سے خاص و عام
 سو تم اجل آئیں میری قریب
 ختم ہوئی عمر جو لکھی تھی نصیب
 کوئی نہ پچا موت کے ہاتھ سے
 کہ غافل نہ ہو تم ایسے بات سے

مجھے اس سفر پہ جانا پڑا
وہ کیونکر رہے جس کو ہونا تھا
(۳۰)

مولوی منصور علی

مولوی منصور علی نے "ذکر میلاد شریف" کے نام سے میلاد نامہ لکھا۔ اس کا ایک مخطوطہ رشتہ لائبریری، رامپور میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ معمولی خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔ کافہہ بانیس کا دستی ہے۔ اوراق کرم خورہ اور پیوند کار ہیں۔ شکر کے ۵۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ زبان کہیں کہیں دکنی محاورے کے مطابق بھی معلوم ہوتی ہے۔ اس کا آغاز درج ذیل عبارت سے ہوتا ہے:

"بعد توحید حضرت الوجود اور اصدق عالم موجود احسن اعمال و اکمل افعال کے جس کا نتیجہ ہدایت منزل مقصود اور شہو حصول سعادت ممدود ہووے، تحیات متوالیہ شمار کرتا ہے ہر روح پر فتوح جناب مستطاب۔" (۳۱)

منشی محمد عبدالرحمن

منشی محمد عبدالرحمن المتخلص بہ عبدوہام پوری کا میلاد نامہ "تختہ جنت الموسوم بہ ذکر ہشتی" علی گڑھ برقی پریس کا مطبوعہ ہے۔ سال تصنیف و طباعت کا اس میں کہیں اندراج نہیں ہے۔ میلاد نامہ چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ کافہہ نہایت بوسیدہ و خراب ہے۔ عبارت کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولف نے متغنی و مسجع عبارت آرائی کو زیادہ پسند کیا ہے۔ اس میں جا بجا میلادیہ منظومات ہیں۔ مختص روایات کا سارا لے کر میلاد نامے کو پورا کیا گیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ماکیان دلدوز و ناقلان جگر اندوز اس طرح روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ایک سوداگر امیر کبیر مستغنی الحال رہا کرتا تھا اور اسباب تجارت بے انتہا رکھتا تھا۔" (۳۲)

عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ میلاد نامہ بھی فورٹ ولیم کالج کے عمومی انداز میں تصنیف کیا گیا ہے۔

محمد غوث

محمد غوث کے والد کا نام محی الدین خان تھا اور وہ سرولی کا رہنے والا تھا۔ اس کا منظوم میلاد نامہ ۲۵۴ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ یہ ۱۲۲۷ھ / ۱۸۱۱ء کی تصنیف ہے۔ متن سیاہ اور عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ کافہہ دبیر خیلا اور اس کی جلد چرمی ہے۔ مخطوطہ کرم خورہ ہے۔ متعدد اوراق پر حوضہ ہندی و چٹ ہندی کی گئی ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد قریباً تین ہزار ہے۔ مشوی کے سنہ تصنیف کے بارے میں مصنف نے خود صراحت کی ہے:

ہوئی مجھ سے یہ مثنوی سب تمام
 رکھا میں نے تالیفِ غوث اس کا نام
 سے ہجرت ان سے پاکمال
 تھی بارہ سو اور بیس اور سات سال
 (۱۲۲۷ھ) (۳۳)

مثنوی کو تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان کے مضامین کی بھی وضاحت درج ذیل اشعار سے ہوتی ہے:

یہی اس کے ناظم نے رکھا حساب
 لکھا خاتمہ ایک اور تین باب
 جو ہے باب اول تو اس میں رقم
 سب احوال آنحضرتؐ پاکرم
 زمانہ ولادت سے ہے تا وفات
 مگر ظاہری حال و ظاہر صفات
 ہے باب دوم اور حالات میں
 فضائل میں ہے اور کمالات میں
 ہے باب سوم ذکر اولاد میں
 اور ازواج و اعمام امجاد میں
 (۳۳)

نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے دن تاریخ اور ماہ و سال کے بارے میں چند اشعار ملاحظہ ہوں:

جو ہیں خاص حق ختم پیغمبراں
 حبیب خدا سید دو جہاں
 صحیح اور ثابت ہے اسے دین فروز
 ولادت ہے ان کی دو شنبہ کے روز
 وہ تاریخ فرخ سعادت قریں
 ربیعِ ثانی کے تھی بارہویں
 دوم اور ہشتم بھی اس ماہ کے
 کہیں بعضی اعلام دین نے لکھی
 یہی ثابت ہوا ہے بلا قائل و قائل
 کہ اس سال کا نام تھا عام قیل
 جو مکہ میں ہے مولد مصطفیٰ

وہ مشہور ہے اب تلک جا بجا
 جو آیات ہیں واللہ مشہور
 کرامات مولود مسعود پر
 کہاں تک کہے کوئی ان کو رقم
 ہی ترقیم سے اون کی قاصر قلم
 وہ عتبہ کے روز اور بوقت سحر
 جو وہ مہر تباہاں ہوا جلوہ عر
 تو یہ نور افشائیاں اس نے کیں
 کہ بریاد کی ظلمت کفر و کیں
 وہ نور قسم و ظہور اخیر
 وہ مہر منور وہ ماہ منیر
 جب ہی یلین مادر سے پیدا ہوا
 تو فی الفور خالق کو سجدہ کیا
 کی سجدہ میں امت کے حق میں دعا
 قبول اوس دعا کو خدا نے کیا
 (۳۵)

معراج النبی کے اعجاز کو جس خوبصورت پیرائے میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اس بیان میں شاعر
 نے فنی مہارت سے موج و مقبول روایات کو بھی جھبند کیا ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:
 عجب دن ہے اس دن کی کیا بات ہے
 کہ محبوب کی وصل کے رات ہے
 اب آیا ہے وہ وقت فرخ قریب
 کہ عاشق کو حاصل ہو وصل حبیب
 سر راہ عرش اور کرسی تلک
 ہے جاروب کش ککشاں فلک
 میاں لامکاں کی تیاری ہے آج
 کہ ختم الرسل کی سواری ہے آج
 ہیں مصروف تزئین عدن و فلک
 قصور اور ظلمان اور جور و ملک
 غلامی کو تیار ہے خلق سب
 کہ آتا ہے مطلوب خلاق اب

پہنچتا ہے آج آدمی زاو واں
 کسی نے گذارا نہ پلایا جہاں
 مقرب ملک اور - مرسل نمی
 نہ جا سکتے ہیں اوس مکاں تک کبھی
 ہے خالی مکاں یار و اختیار سے
 کہ غلوت ہو سردار اختیار سے
 نہ دو شبہ خاطر کو ایک اس میں راہ
 قادسی الی عہدہ ہے گواہ
 تھی معراج بیداری میں باجند
 اسی واسطے مشرکین پر حسد
 ہوئے منکر اس کے اور انکار کر
 ہوئے داخل کفر اہل ستر
 (۳۶)

آپ کی وفات مبارکہ کی تاریخ ۳۲ - ربیع الاول بیان کی ہے اور اس کے ساتھ ہی نماز قضا نہ کرنے کی
 تلقین کی ہے :

ربیع نخستین کی جب یاد میں
 ہوئے تب وہ سلطان دنیا و دین
 دو شعبہ کے دن بعد وقت سحر
 ہوئے جنت العدن میں جلوہ گر
 چمن زار دنیا کو دے کر قرآن
 کیا جا کے سرسبز باغ جہاں
 مرض موت کی میں وصیت مدام
 بھی تھی نبی کی طیبہ السلام
 کہ ہرگز قضا کیجو مت نماز
 کرے گی قیامت کو یہ سرفراز
 (۳۷)

محمد غوث کی علمی و فکری ہنرمندی، ان کے زور بیاں، فنی چنگلی اور قادر الکلامی کا ثبوت ہے۔ زور
 بلاغت کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں شاعر کے داخلی احساسات کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں۔

نواب علی محمد خاں فاروقی (م ۱۸۳۶ء)

مولوی نواب علی محمد خاں فاروقی ابن رحیم الدین خاں، مراد آباد کے عائد و روساء میں سے تھے۔

انہوں نے علمائے مراد آباد، رامپور اور دہلی سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ شعر و ادب کا اعلیٰ ذوق تھا۔ انہوں نے تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں اردو زبان کو ذریعہ اعتبار بنایا۔ ان کا خاندان مراد آباد میں ریاست و امارت اور علم و فضل کے اعتبار سے ہر دور میں خاصا ممتاز رہا ہے۔ مولوی علی محمد کا انتقال ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۶ء) کو مراد آباد میں ہوا۔

نواب علی محمد خان کے استاد اور اپنے زمانے کے نامور عالم دین حاجی رفیع الدین قادری زبان میں مولانا شریف لکھ چکے تھے۔ نواب علی محمد خان نے اردو زبان میں مولود شریف لکھا۔ اس مولود شریف کو ۱۲۳۳ھ (۱۸۲۸ء) میں محمد فضل امام نے مراد آباد میں کتابت کیا اور ان کا مکتوب نسخہ رضا لائبریری رامپور میں محفوظ موجود ہے۔ نمونہ عبارت کے لئے درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

”وقت تولد آفتاب“ عجائب و غرائب معجزات ظاہر ہوئے تاکہ اہل دنیا اون کو دلائل صدق نبوت جانیں اور جناب الہی میں عالی شان اور بلند مرتبگی اوس تحت نشین عصر رسالت کی پہچانیں۔ پھر محافظت آسمان زیادہ کی گئی اور اجنب و شیاطین کے پیش از تولد شریف اخبار عالم غیب زبان فرشتوں سے بالائے آسمان سن کر گوش گزار کا بیان عرب کرتے تھے، صعود فلکی سے ممنوع اور حدت آفتاب سے جسے شہاب ثاقب کہتے ہیں، راندہ ہوئے۔ جس پر ضرب حقہ ناری کامل پہنچی، جل گیا، والا صحرا و دشت میں گر کر وہ نوروان وادی مسافرت کو گمراہ کرنے لگا۔ غول بیابانی اشارت اوس سے نیم سوختہ نار عذاب کی طرف ہے۔ اور کواکب چرخ ہریں اس قدر قریب آئے لگے کہ تمام زمین حرم روشن ہو گئی بلکہ دیکھنے والوں کو گلن ہوا کہ زمین پر گر پڑیں گے اور ایسا نور جسم مبارک سے ظاہر ہوا کہ اوس کی روشنی میں تمام عمارات روم و شام نظر آنے لگیں، شہر مدائن میں کوشک نوشیرواں شق ہو گیا اور اوس سے چودہ کتکے سمار ہوئے۔ آتش بت خانہ ہائے فارس ہزار سال سے روشن اور معبود اہل فارس تھی بجھ گئی۔“ (۳۸)

مذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میلاد غائے کی زبان و بیان میں فارسی و عربی لغات و ترکیب کا غلبہ ہے اور بعض جگہ فسانہ عجائب کا سا انداز پیدا ہو گیا ہے۔ علی محمد خاں نثر کے ساتھ نظم پر بھی قدرت رکھتے تھے اور علی تخلص کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے ”مولود شریف“ کے شروع میں ۳۵۔ اشعار کا قصیدہ عقیدہ اس امر کا شاہد ہے:

ہو سکے بندے سے کیوں کر نعت اوس شہ کی خیال
جس کی ذات پاک ہو محمود خلاق جہاں
(۳۹)

ان کے مولود شریف کا خطی نسخہ ۵۲۔ اوراق پر مشتمل ہے۔ خط عمدہ نستعلیق، کالی اور سرخ روشنائی

سے دستی کلفد پر لکھا گیا ہے۔

مصنف نے روایات کے بیان کے سلسلہ میں اپنا ماخذ عربی کی مستند کتب سیرت اور احادیث کو بنایا ہے۔
اس وجہ سے عربی، فارسی کی تراکیب اور مشکل و دقیق الفاظ کے استعمال کی بھرمار ہے۔

سید المجید قادری (م ۱۸۳۶ء)

مولوی عبد المجید قادری ابن شیخ عبد الحمید عثمانی ۲۹ رمضان ۱۷۷۷ھ ر (۱۷۶۳ء) کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ ظہور اللہ تاریخی نام ہے۔ علوم متد اولہ کی تعلیم مولوی محمد علی عثمانی بدایونی اور مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبہ (تمیز ملا نظام الدین فرنگی علی) سے حاصل کی۔ ۱۲۰۵ھ ر ۹-۱۷۹۰ء میں آل احمد عرف اچھے میاں مارہروی سے بیعت کی بعد ازاں اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ بدایوں میں سجادہ قائم کیا۔ فارسی اور اردو میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ ”محافل انوار فی احوال سید الابرار“ کے نام سے ۱۸۱۵ء میں اپنے پیر و مرشد کی فرمائش پر میلاد نامہ لکھا۔ ۷ محرم ۱۲۴۳ھ ر ۱۸۳۶ء کو انتقال ہوا۔ (۵۰)

مولوی عبد المجید قادری بدایوں کے عثمانی خاندان کے پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اردو زبان میں تصنیف و تالیف کا آغاز کیا اور تبلیغ کے فرائض انجام دیئے۔ نجات المؤمنین (رسالہ مسائل ہندی) ہدایت الاسلام اور محافل انوار فی احوال سید الابرار“ تین کتابیں اردو میں لکھی ہیں۔

میلاد نامہ ”محافل انوار فی احوال سید الابرار“ کو مندرجہ ذیل بارہ محفلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔
محفل اول: در ذکر پیدائش نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل دوم: در ذکر ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل سوم: در ذکر شیردادن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل چہارم: در ذکر بشائر نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل پنجم: در ذکر شروع وحی و ظہور دعوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و بیان ایذائے کفار تا ہجرت۔
محفل ششم: در بیان معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل ہفتم: در ذکر ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از مکہ مکرمہ مدینہ منورہ و واقعات آن۔
محفل ہشتم: در ذکر واقع سال دوم ہجرت تا سال و ہم اجماعاً و ذکر بعض غزوات باندک تفصیل۔
محفل نہم: در ذکر بعض معجزات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل دہم: در ذکر خصائص و فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل یازدہم: در ذکر فضیلت درود شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔
محفل دوازدہم: در ذکر اوقات شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۵۱)
اس میلاد نامہ کا آغاز درج ذیل حمد باری تعالیٰ سے کیا گیا ہے:

”جواہر حمد بے شمار اور لالی ثا و سپاس بے قیاس ثار اس پروردگار غفار کے کہ
بساط محیط زمین فراخ کو فراش قدرت ان کے نے بچھایا اور میدان اس گھزار عالم

اسرار یعنی فلک و دار میں ہزار برگ اور شاخ انوار کے مندس مشیت اوس کے نے لگائے اور سو ہزار ستارے روشن مانند گل سرخ کے، ہر جہتی اور دلی اوس گلستان انصاف سے موسس حکمت اوس کے نے لٹکائے۔ ماہ با جاہ محرائے آسمان میں خیمہ نور و خرگاہ سرور بموجب فرمان واجب الاذعان اوس کے استودہ کرتا ہے، اور عطارد مانند عطارد کے عطر حکمت اور بخور نفقت آسمان کی دوکان میں اس کی تلپین سے ملاتا ہے، زہرہ کہ جمال میں شہر ہے اور بیاض خوشی کے ملبور اشتیاق پر وہ عشاق میں بجاتا ہے اور گل سرخ رخسار خورشید انور کا کہ ہر صبح سبب چلنے نسیم بحری کے مانند ورو ناز پرورد و آتشیں پیکر اس گلزار خضر در طارم زیر جدی منظر پر شگفتہ ہوتا ہے اور الماس نور سے کارگاہ ظہور میں بواہر روش اوراق بھر کو ساتھ تصرف نظر کے پڑتا ہے، اقتباس انوار جہوت حضرت پروردگار پر کمال کے کرتا ہے۔" (۵۲)

عبد المجید قادری نے ۱۳۳۱ھ میں اپنے پیر و مرشد سید آل احمد کے کہنے پر یہ میلاو نامہ تالیف کیا۔ اس سبب تالیف کے بارے میں فاضل مصنف رقم طراز ہیں:

"پیر و مرشد نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کچھ احوال سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان ہندی میں بیان کرے، خاص و عام، مرد و زن، عالم و جاہل سب فیضیاب ہوویں، اس عاجز نے یاد جو دیکھ عربی فارسی ہندی میں کچھ استعداد اس رکھتا، اس سے کہ شاید خوشی دل فیض منزل مرشد کامل کی ہووے، اور اس سبب سے نجات دارین حاصل ہووے، قصہ کیا۔ ہر چند دل منع کرتا تھا کہ تجھ کو لیاقت ہے کہ ایسا امر عظیم اختیار کرتا ہے لیکن موافق قصہ پیر زوال کے تھوڑا سا سوت لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں شامل ہوتی تھی، خواہ ناخواہ اقدام کیا۔ اور تھوڑا تھوڑا احوال برکت اون مجیب ذوالجلال کا ابتدائے پیدائش نور، وقت وصال شریف تک مدارج النبوة و معارج النبوة وغیرہ کتابوں فارسی سے ہندی میں ترجمہ کیا۔" (۵۳)

مولف نے مقدمے کے اختتام پر لکھا ہے:

"اگر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے طفیل سے اس گنہگار کو اس سبب سے کہ ذکر اوس کے حبیب کا کرتا ہے، غفلت ایمان کا عطا کرے اور گروہ مداحین جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں دن قیامت کے اٹھاوے، اوس کے کرم سے یہ کچھ عجب نہیں۔ امید پڑھنے والوں اور دیکھنے والوں اس کتاب سے یہ ہے کہ اس گنہگار کے حق میں دعائے مغفرت فرمادیں اور اوس کے سراسر نقصان پر کہ خود مغفرت قصور ہے، زبان اعتراض نہ کھولیں۔" (۵۴)

محافل انوار فی احوال سید الارباب، میلاو نامہ طبع نہیں ہوا۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ مدرسہ قادریہ بدایوں میں موجود و محفوظ ہے اور چھوٹے سائز کے ۳۶۲ صفحات پر مشتمل ہے ہر صفحہ ۱۲، ۱۳ سطروں

مشتمل ہے۔ اس کا دوسرا نسخہ ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد کی طرف سے مرتبہ کتابیات کے سامنے رہا ہے۔ (۵۵) اس کا تیسرا نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ مولوی عبد المجید قادری کا میلاد ۱۲۰۱ھ کی تالیف ہے۔ اس کا مقدمہ مسجع اور مرصع عبارت میں لکھا گیا ہے۔ اصل کتاب میں خاصی روانی و سلاست ہے اور قافیہ جملاتی و عبارت آرائی نہیں کی گئی۔ کتاب میں اکثر آیات و احادیث بھی نقل کی گئی ہیں اور جا بجا فارسی کے اشعار بھی ملتے ہیں جن میں اکثر مصنف کے اپنے اشعار ہیں۔ مولف نے اس میلاد نامے کے ماخذ میں معارج النبوة اور مدارج النبوة کا نام لیا ہے لیکن ان دونوں کتابوں کے علاوہ دیگر کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

محسوم علی بیدار

محسوم علی نام بیدار تخلص تھا۔ محبوب اللہ شاہ کے مرید تھے۔ ان کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہوئے۔ انہوں نے اپنے دوست سید مرزا خان کی قربانکشی پر مثنوی ”سرمایہ نجات“ ۱۳۳۳ھ / ۱۸۱۷ء میں لکھی۔ اس کی ابتدا میں تین صفحات کا نثر میں دیباچہ ہے جس کے بعد نفس مضمون نظم میں ہے۔ نثر کا نمونہ درج ذیل اقتباس سے ملاحظہ فرمائیں:

”حمد بے حد اوس قادر امد کو اور شکر بے عدد اوس صانع صمد کو کہ جب بحر
عشق اور دریائے شوق اوس بیچون و بی چگون اور بے شر و بے تمون کا واسطے ظاہر
کرنے قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ اپنے جوش مارا تب اوس نے اپنے نور سے محمد علیہ
السلام کو پیدا کیا۔“ (۵۶)

سرمایہ نجات کے نفس مضمون کا آغاز اس بیت سے ہوتا ہے:

شکر اوس خالق خلائق کو
مجھے بخشا ہے روح باطن جو
(۵۷)

اس کتاب کو کئی ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے معجزات اور حضرت علیؑ کی کرامات علم کی گئی ہیں۔ بیدار نے اپنا ماخذ جامیؒ کی کتاب شواہد النبوة بیان کیا ہے۔ اور اسے اردو میں ترجمہ کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے ہر ایک باب کو تسمیہ اور حمد کے ساتھ شروع کیا گیا ہے۔ تاریخ تعریف کے بارے میں اس بیت سے وضاحت ہوتی ہے:

تاریخ جو پوچھا عقل ہے اپنی اوس نے کسی ہے جان تو چنگ بار اسو تینسواں سال (۵۸) تمام مضامین کو مثنوی کے قالب میں بیان کیا ہے مگر آخر میں ایک بیان غمّس میں ہے۔

یہی عرض میری یا شاہ سن لو
مفتل سے مجھ پر نگہ بھر کے دیکھو

کرو دور غفلت سے بیدار رکھو
مجھے حشر میں جام کوثر کا بھر دو
تمہارا ہے بیگا یہ بیدار کتر
(۵۹)

بیدار کی مثنوی اپنی خوبیوں کی وجہ سے اپنا ایک خاص تاثر رکھتی ہے۔ اور ان کی شاعرانہ فنی مہارت ہمیں بہت متاثر کرتی ہے۔

شاہ رفیع الدین دہلوی (م ۱۸۱۸ء)

شاہ رفیع الدین دہلوی کا میلاد نامہ ۵۷۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میلاد نامہ کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی میں موجود ہے۔ اس میلاد نامہ کو ابتداء میں نہایت دیدہ زیب خط نستعلیق میں شروع کیا گیا تھا لیکن یہ انداز آگے چل کر قائم نہ رہ سکا۔ صفحات میں سطروں کی تعداد بھی کھنتی چلی گئی اور خط میں بھی روانی کا اضافہ ہوتا گیا اور انتہا یہ ہے کہ آخری صفحات میں ۴۵ میں سے صرف گیارہ سطریں رہ گئیں اور تحریر شکستہ بن گئی۔

اس میلاد نامہ میں جابجا مثنوی غنائیں بھی ہیں اور میلاد نامہ کی تمہید میں جرات کی ایک نعتیہ غزل ہے جس کا مطلع درج ذیل ہے:

مجھ ہے نبی ممدوح ذات کبریائی کا
کرے بندہ مگر اس کی مدح دعا ہے خدائی کا
(۶۰)

میلاد نامہ کا آغاز ملاحظہ فرمائیے:

”محمد وافر خدائے راکہ یا قوت قوت مطلقہ ہے بہادر عقد ثنائے اور ہے بہا است
و نعت متکاثرہ سرورے راکہ خطبہ لولاک لما خلقت الافلاک حرفے از کتاب کرامت
اوست، حمد اور شکر اوس ذات واجب الوجود کے لائق ہے کہ جس نے سب سے پہلے
نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور احدیت سے ہویہ اکیا۔“ (۶۱)

زبان و بیان کے اعتبار سے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ مخطوطہ شاہ رفیع الدین دہلوی کے میلاد نامہ کا ہے۔ اس سے مولوی رفیع الدین قدہاری کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

ان کا ایک قصیدہ عربی زبان میں معراج کے بارے میں ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے فضائل و فضائل اور معراج کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۶۲)

میر قدرت اللہ خاں قاسم (م ۱۸۳۰ء)

میر قدرت اللہ خاں حکیم اور شاعر تھے۔ انہوں نے معراج نامہ المومون بہ ”زبدۃ الاخبار“ ۱۳۰۳ھ میں

قاسم کا سال وفات ۱۲۳۶ھ ر ۱۸۲۰ء ہے۔ حافظ محمود شیرانی کے خیال کے مطابق وفات کے وقت اس کی عمر تقریباً اسی برس تھی۔ (۶۳)

زبدۃ الاخبار کے تین مخطوطات نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہیں۔ ایک مخطوط کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد میں شیخ حفیظ اللہ امام مسجد قرید آباد کا ۱۲۵۸ھ کا لکھا ہوا موجود ہے۔ (۶۴) اس کا ایک اور مخطوط کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو، کراچی میں موجود ہے۔ یہ نسخہ مولوی عبدالحق کو اپنے وطن ہاپوڑ سے ملا۔ یہ نسخہ اچھی حالت میں ہے۔ کافہہ دہیز اور مٹیالا ہے۔ متن ورق الف ب سے شروع ہوتا ہے۔ ورق الف پر مثنوی کا نام لکھنے کے لئے سرخ روشنائی سے لکیریں کھینچ کر جگہ مخصوص کی گئی ہے لیکن لکھا کچھ نہیں آیا۔ اسی ورق کے ایک کونے پر یہ تحریر ملتی ہے:

”نمبر ۱۲۳ کتاب معراج نامہ نظم اردو قلمی۔ مظفر علی ہاپوڑی۔“ اس سے پتا چلتا ہے کہ مظفر علی مولوی عبدالحق کے عزیزوں میں سے تھے کیونکہ ان کے اکثر نھیالی رشتہ داروں کے نام نیاز علی، امراؤ علی اور امتیاز علی جیسے ہیں۔

اس مخطوط کے چند اوراق کے حاشیوں پر سرخ، نیلے اور پیلے رنگوں کی بھلیں ہیں اور آرائشی نقش و نگار ملتے ہیں۔ مخطوطے کے نصف اول میں سرخ اور نیلی جدولیں ہیں۔ آٹنے سائے لکھے ہوئے مصرعوں سے درمیان اوپر سے نیچے کی طرف سرخ لکیریں ہیں۔ عنوانات کے اطراف میں بھی سرخ لکیریں ہیں۔ اس کے ساتھ اہتمام نسخے کے نصف اول تک ملتا ہے۔ بعد کے اوراق میں جدولیں اور عنوانات وغیرہ نہیں ہیں۔ حاشیوں کے لئے جگہیں سادہ رکھی گئی ہیں۔ مطالب مثنوی سے متعلق آیات حواشی پر درج کی گئی ہیں۔

اسے معراج نامہ قاسم کے عنوان سے ۱۲۸۱ھ ر ۱۸۶۳ء میں مطبع باغی میرٹھ نے شائع کیا۔ یہ مطبوعہ ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

معراج نامے کا آغاز درج ذیل آیت و حمد باری تعالیٰ سے کیا گیا ہے:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم“

”بسم اللہ اسرئی، بعد لیلہ“ ”من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی براکتا حولہ“ ”لہربہ من الیمنا ان

سبح البصیرہ“

کتاب اور سنت کا اقتدا
لکھی میں نے پہلے یہ حمد خدا
حمد ہے سب موجد افلاک کو
ابن بخش صاحب اولاک کو
پاک ہے وہ خالق جن و ملک

نور سے اوس کے منور ہے ظلم
پاک ہے وہ بادشاہ بے زوال
تو نے احمد کو کیا والا کمال

پاک ہے وہ قادر رب الجلیل
ہے مجھ اوس کی قدرت کی دلیل
(۶۵)

اس مثنوی کے اشعار کی تعداد قریباً تین ہزار دو سو ساٹھ بنتی ہے۔ تاریخ تصنیف، تعداد ابیات اور کتاب کے اسم تاریخی کے متعلق اشعار ذیل میں ذکر موجود ہے:

میں نے بیٹوں کا کیا اوس کے شمار
پائیاں جتیں سو اور ساٹھ یار
پھر طبیعت نے کہا اے نیک خو
نام اس کا ذبۃ الاخبار ہو
اور وہ دن تھا روز عید المومنین
وقت تھا وقت حج اے صاحب یقین
آخر ایام تشریق اے جوان
ماہ ذی الحجہ سے وہ دن تھا عیال
سال ہجری تھا بعد عز و قیصر
یک ہزار و دو صد و چار اے عزیز
(۶۶)

اس معراج نامہ میں پہلے حمد اور پھر عشق کی تعریف ہے۔ اس کے بعد نعت، مناقب اہل بیت و اصحاب نبی کریمؐ، مدح غوث الاعظمؒ، سبب تالیف، مسجد اقصیٰ کی تعریف اور مدح نظام الدین محبوب الہیؒ کے بعد معراج کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اس واقعہ کے بیان میں شب معراج کی توصیف، براق کی تعریف اور براق کا حضورؐ سے وعدہ لینا، معراج کے واقعات اول تا بہت و یکم و دیگر آسمان اول تا ہضم کا مشاہدہ، ذکر مقام جبرئیلؑ، ذکر چشمہ سلیمان، ذکر جوئے شیر، ذکر شہر الرحمت، حلقہ باب الجنان و ملاقات سرور یا رضواں، قصر صدیق اکبر، قصر عرفاروق، خیام و قصور بہشت اور دیگر روایات وغیرہ کے عنوانات شامل ہیں۔

قاسم نے اس کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دوستوں کی محفل میں بیٹھے ہوئے معراج کی شب کا ذکر آگیا اور مصنف نے اس شب مبارکہ کے فضائل بیان کرنے شروع کر دیے جو اس مثنوی کی صورت اختیار کر گئے۔

نبی کریمؐ کے براق پر سوار ہونے اور بیت المقدس کی طرف تشریف لے جانے کے بارے میں چند شعر ملاحظہ ہوں:

قصہ کوتاہ جب وہ شاہ تبار
ہو براق تیز رو اوپر سوار
عازم بیت المقدس تھا وہاں

کیا کروں میں اوس کی شوکت کا بیان
 ایک رکاب اوس کی لئے جبرئیل تھا
 دوسری کو تھامے نبی میکائیل تھا
 غاشیہ بردوش اسرائیل تھا
 آگے آگے تھا رواں مثل ہوا
 وہ ملائکہ تھے جو اون کے ساتھ کے
 کون پوچھتے یہ پچارے کون تھے
 تھے فرشتے یہ جو سب چندین ہزار
 ان پچاروں کا وہاں کیا تھا شمار
 مصطفیٰ کی جانب دست یمن
 ساکنان عرش رب العالمین
 ہاتھ میں لے شمع نور عرش وہاں
 بالادب استادہ تھے سب صف زناں
 (۶۷)

اس مثنوی کے اختتامی اشعار درج ذیل ہیں:
 ن کے یہ قصہ باریں آب و صفا
 قطعہ کہہ لائے وہ یہ تاریخ کا
 قاسم شمس سخن تا نظم کرو
 قصہ معراج شاہ دوسرا
 (۶۸)

قاسم کے معراج نامہ کا بغور جائزہ لینے سے اس میں ہمیں شمالی ہند کے معاصر مذہبی و ادبی میلانات کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس میں مناقب اہل بیت کا بیان شیعیت کے زیر اثر موجود ہے۔ اس دور کے سنی عقائد رکھنے والے میلاد نگاروں نے مدح اہل بیت کے ساتھ خلفائے راشدین کے مناقب بھی بیان کئے ہیں۔ قاسم نے بھی اسی مخصوص فضا کے تحت مناقب اہل بیت لکھے ہیں۔ زبان و بیان کے اعتبار سے اس میں لکھنؤی داستان کا لب و لہجہ اور آہنگ اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

مولوی حکیم فیاض الحق صدیقی (م ۱۸۵۳ء)

مولوی حکیم فیاض الحق صدیقی ولد حفیظ الدین کا تعلق قصبہ مہم ضلع ریتک کے قدیم صدیقی خاندان سے ہے۔ حفیظ الدین اودھ کی فوج میں ملازم تھے اور اس تعلق کی بناء پر قصبہ محمدی ضلع کھیری مہم پور میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کا ۱۸۳۳ء کو لکھنؤ میں انتقال ہوا۔ ان کے چھوٹے بھائی حکیم عزیز

الحق لکھنؤ کے دارالافتاء کے مستم تھے۔ فیاض الحق نے علوم مروجہ کی تحصیل لکھنؤ کے نامور علماء سے کی۔ علم طب میں بھی خصوصی مہارت حاصل کی۔ ان کے اساتذہ میں مولانا محمد معین فرنگی علی کا نام بھی خاص طور سے ملتا ہے۔ حج بیت اللہ سے شرف ہو کر واپسی میں ۲۱۔ جون ۱۸۵۲ء کو جہاز سے اتر رہے تھے کہ

سمندر کی موج بہا کر لے گئی۔ اس طرح وہ غریق و شہید ہوئے۔ (۶۹)
فیاض الحق کے خاندان میں علم و فضل کی روایات ہر دور میں زندہ رہی ہیں۔ مولود نامہ 'قیامت نامہ اور بہشت نامہ تین رسائل انہوں نے اردو زبان میں یادگار چھوڑے ہیں۔ مولود نامہ ۱۸۳۹ء میں لکھا گیا تھا جو نثر و نظم دونوں اصناف پر مشتمل ہے۔ میلاد نامے کا آغاز و اختتام نظم پر ہوا ہے۔ آغاز کا شعر درج ذیل ہے۔

جمع حمد ثابت ہے حق کے لئے
گر جس نے جن و انس پیدا کئے

نثر کے حصے کا آغاز فضائل درود شریف سے ہوتا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:
”تحقیق اللہ اور فرشتے اوس کے درود بھیجتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اے لوگو! جو تم ایمان لائے ہو تم بھی درود بھیجو اور اوس کے اور سلام کرو از روئے سلام کرنے کے۔ جس وقت یہ آیت شریف نازل ہوئی اور صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم کیونکر درود بھیجیں آپ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَآلِکَ وَسَلَّمَ۔“ (۷۰)

مولوی فیاض الحق نے اس رسالہ مولود شریف کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے پیر اور دوست عبدالکریم کی قربانی پر لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں:

میرے ایک مشفق ہیں عبدالکریم
شریعت کے اوپر ہیں وہ مستقیم
جو قصہ محمدی کا مشہور ہے
اوی میں مکان اود کا مضمور ہے
کہا ایک دن مجھ سے اے یارِ مین
کہ تو نے اکثر ہیں شعر و سخن
تیس کوئی مولود نامہ لکھا
اسی کا یہ ارمان مجھ کو رہا
سو اب میری خاطر سے اے پابشر
رسالہ تولد کا تو نظم کر
بست سل ہوئے وہ ہندی زباں

اوسے پڑھ کے خوش ہوئیں خورد و کلال
(۷۱)

نثر کا ایک اقتباس بطور نمونہ دیکھئے :

”کتاب شرف النبوت میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان شریف میں سحری کے وقت اپنا سینا سیتی تھیں کہ اون کے ہاتھ سے سوئی گر پڑی اور اوسی وقت چراغ بھی گل ہو گیا۔ ہر چند اندھیرے میں سوئی تلاش کی نہ ملی۔ اوس وقت باہر سے وہ آفتاب فلک جلال اور مہتاب باغ رسالت حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف لائے، پوچھا کہ اے حمیرہ! تو کیا وضو نہ پائی ہے۔ عرض کیا میری سوئی گر پڑی ہے، اوس کو تلاش کر رہی ہوں۔ یہ بات سن کر خیرا بشر مسکرائے۔ آپ کے دندان مبارک سے اوس وقت اس قدر روشنی ظاہر ہوئی کہ سارا حجرہ روشن ہو گیا۔ اوس روشنی میں وہ سوئی گرم ہوئی پائی۔ پھر حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ کیا اچھی روشنی ہے آپ کے دندان مبارک کی۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ خرابی ہے اوس کے واسطے کہ جو شخص قیامت کے دن مجھ کو نہ دیکھے کما کہ یا رسول اللہ بھلا ایسا شخص دن قیامت کے کون ہو گا کہ جو آپ کے دیدار سے مشرف نہ ہو گا۔ فرمایا بخیر مجھ کو قیامت میں نہ دیکھے گا۔ عرض کیا بخیر کون ہے۔ اوس سے زیادہ کون ہے کہ میرا نام اس کے رو برو ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔“ (۷۲)

اس مولود نامہ کی زبان نہایت سادہ اور سلیس ہے البتہ کہیں کہیں قافیہ آرائی کا التزام ہے جیسے آفتاب فلک جلال، مہتاب باغ رسالت (ص ۱۳)، مسلمان محمدی، کافر یہودی (ص ۳۴)، یار غار، طالب دیدار (ص ۳۵)، توفیق ربانی، ناسید سبحانی (ص ۵۴)۔

قاضی عبدالغفور (م ۱۸۳۹ء)

قاضی عبدالغفور ۱۷۹۲ء میں بنگور سے میسور آ گئے۔ یہاں انہیں میر محبوب علی خان کی علمی مجالس میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ عبدالغفور قاضی کے مرشد سید اسماعیل حسینی عرف حضرت بادشاہ قادری الملتانی تھے۔

قاضی عبدالغفور نے ۳۷۰ صفات پر مشتمل میلاد نامہ بعنوان تجلیات الانوار لکھا۔ اس کا سال تصنیف بعد ۱۸۲۶ء ہے کیونکہ سید اسماعیل حسینی کے ایک مرید مستعان علی نے ”باغ ارم“ ۱۸۲۶ء میں لکھی ہے اس لئے گمان غالب یہی ہے کہ اس کا سال تصنیف بھی کم و بیش یہی ہو گا۔ (۷۳)

تجلیات انوار کے عنوانات و ترتیب کے بارے میں افسر امروہوی لکھتے ہیں :

”تجلیات الانوار“ کو پانچ تجلیوں میں ختم کیا گیا ہے اور ہر تجلی کا نام مجلس رکھا ہے۔ پہلی مجلس نور نبوت کی تجلی کے بیان کی ہے۔ دوسری تجلی میں نور ولادت، تیسری

مجلس نور عصمت کی تجلی کے بیان کی ہے۔ چوتھی تجلی میں نور عقد باکرامت اور پانچویں مجلس میں نورین رسالت کی تجلیاں بیان کی گئی ہیں۔ پانچویں مجلس کی تجلی کے دو جلوے ہیں۔ پہلے جلوے میں حضرت طاہرہ کی محبت کی قرینیت اور دوسرے جلوے میں محبت کی حقیقت کا اظہار ہے اور خاتمہ میں حضرت علیؑ کی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ (۷۳)

تجلیات الانوار میں زیادہ حصہ نبی کریمؐ کی ولادت اور دیگر ذکر مبارک پر مشتمل ہے لیکن حمد و نعت کے علاوہ اس میں مناقب اہل بیت اور خلفائے راشدین بھی شامل ہیں۔ نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

”حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ روشن کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا۔ مثال اس کا یہ کہ ایک محل یا ایک خراب میں قندیل، اوس میں ایک چراغ ہے۔ وہ چراغ، سچ قندیل کے یوں نظر آتا ہے کہ گویا ستارہ چمکتا ہے۔ وہ چاروں جہت کو نور سے اپنے پر نور کرتا ہے۔“ (۷۵)

تجلیات الانوار کے مصنف نے نور نبوت، نور ولادت، نور عصمت اور نور عقد کے بیان میں ایسی زبان استعمال کی ہے جو سادہ اور عام فہم ہے۔ عبارت قدیم ہونے کے باوجود بہت سہل اور رواں ہے۔ میلاد ناموں میں مناقب اہل بیت کے بیان کا رجحان ہم عصر مرعیہ نگاروں اور سماجی و تمدنی اثرات کی بدولت اثر و نفوذ کرنے لگا۔ اور انہی وجوہ کی بناء پر میلاد یہ اسلوب میں فرق واضح طور پر نظر آتا ہے۔

مولوی احمد یار خاں رامپوری

مولوی احمد یار خاں رامپور کے محلہ چیلو کی مسجد میں رہتے تھے۔ فارسی زبان و ادب کے معروف ادیب تھے۔ ان کے مزید حالات نہیں ملتے۔ (۷۶) مشفق خواجہ نے اپنی شانہدی مزید کی ہے کہ مولوی احمد یار خاں ۱۸۱۹ء میں بھوپال کے نواب نظر محمد خاں کے انتقال کے بعد ان کی بیگم قدسیہ بیگم کی سرکار میں ملازم تھے۔ (۷۷)

مولوی احمد یار خاں کا میلاد نامہ ”مولود مسعود“ کے نام سے موسوم ہے۔ اس کا زمانہ تصنیف ۱۲۲۵ھ (۱۸۱۰ء) اور ۱۲۳۶ھ (۱۸۳۰ء) کا درمیانی عرصہ ہے۔ ڈاکٹر سلیم حلد رضوی نے اس کا سال تصنیف ۱۲۵۰ھ بتایا ہے۔ ان کے پیش نظر سنٹرل لائبریری بھوپال کا نسخہ تھا، اس نسخے کا سنہ کتابت ۱۲۵۰ھ ہو گا۔ رامپور کا نسخہ ۱۲۳۶ھ کا لکھا ہوا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ تصنیف ۱۲۳۶ھ سے قبل ہو گا۔ مشفق خواجہ کو اس کا قلمی نسخہ ڈاکٹر قاضی فضل عظیم، ناظم آباد کراچی کی ذاتی لائبریری سے ملا ہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ رضا لائبریری رامپور میں اس میلاد نامہ کے تین نسخے ہیں۔ مولانا امتیاز علی عرشی نے اس کا نام ”رسالہ احمدی در بیان مناقب محمدیؐ“ تحریر کیا ہے۔ (۷۸)

”مشفق خواجہ کی تحقیق کے مطابق احمد یار خاں نے یہ میلاد نامہ نواب فوجدار محمد خان کی فرمائش پر لکھا تھا۔ اور ان کے زیر نظر مخطوطہ میں اسے ”مولود مسعود نبی

کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے موبوم کیا گیا ہے۔ رضا لائبریری رامپور کے تین مخطوطات کے علاوہ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں بھی موجود ہے جو ۱۱۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کا نام فہرست کتب میں ”سیرت النبیؐ“ لکھا ہوا ہے۔ ”مولود محمدؐ“ کے نام سے اس کا ایک خطی نسخہ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری بھوپال میں موجود ہے۔ یہ ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ”(۷۹)

مشفق خواجہ نے اس کے مطبوعہ نسخہ کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کتاب ”مولود شریف جدید“ کے نام سے ۱۳۶۶ھ / ۱۸۶۹ء میں کانپور سے چھپ چکی ہے۔ ان کی معلومات کا ذریعہ برٹش میوزیم کی ہندوستانی مطبوعات کی فہرست کا صفحہ نمبر ۲۳ ہے۔

میلا نامہ کا آغاز درج ذیل عبارت سے ہوتا ہے :

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد اور شکر اس ذات واجب الوجود کو لائق ہے جس نے سب سے پہلے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو نور احدیت سے پیدا کیا اور ذات مطلق کو اس نور سے ہویدا اور اسی نور سے تمام عالم کو عالم تصور میں لایا۔“ (۸۰)

مولود مسود سے بطور نمونہ نبی کریمؐ کے عارِ ثور تشریف لے جانے کا واقعہ نقل کیا جاتا ہے :

”جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اہل عرب کو ہمیشہ دعوت اسلام کی فرماتے تھے۔ جو لوگ نیک بخت تھے، اسلام لاتے تھے اور جو بد تھے، حضرت کے کلام پر کچھ خیال نہ کرتے تھے، بلکہ فتنہ اور فساد پر مستعد ہوتے تھے۔ آخر ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ تک پہنچا۔ اکثر انصار مسلمان ہوئے اور حضرتؐ کو حکم ہجرت کا مدینہ کی طرف صادر ہوا۔ شب کے وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیرالمومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو اپنے مقام پر سلا یا اور چادر مبارک اپنی اون کو اوڑھائی۔ بذات خود حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لائے۔ ستائیسویں تاریخ صفر کی شب دو شنبہ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کاندھے پر سوار ہو کر عارِ ثور تک پہنچے، ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! رات اندھیری ہے اور عارِ پہاڑ کے اکثر حشرات سے خالی نہیں ہوتے۔ آپؐ تھوڑا توقف فرمائیے تو میں اول اوس عار میں جاؤں اور آپؐ کے واسطے مکان صاف کروں جو تکلیف اور اذیت ہوتی ہو مجھی پر ہو اور بدن مبارک پر کچھ آسیب نہ آوے الغرض ابوبکر صدیقؓ عار میں گئے۔ عار کو نہایت تنگ اور تاریک پایا۔ اسے خوب جھانک کر صاف کیا اور جو سوراخ کہ نظر آئے۔ انہیں اپنی چادر کے ٹکڑوں سے بند کیا، مگر ایک سوراخ باقی رہا اور چادر کے ٹکڑوں نے وقت نہ کی۔ اوس کو اپنے پاؤں کے انگوٹھے سے بند کیا۔ بعد اس کے حضرت سرور عالم کو بلایا۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے اور سر مبارک اپنا ابوبکر صدیقؓ کے زانو پر رکھ کر آرام کیا۔“ (۸۱)

اس میلاد نامے کی امتحانی طور درج ذیل ہیں :

”اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو توفیق خیر کی دے، خصوصاً اس رسالے کو جمع کرنے والے احمد یار خاں گن گار کو اور سب لوگوں کو جو اس مجلس حبرک میں بسبب تعظیم و تکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ہوئے ہیں، محبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کی اور ان کی آل اور اصحاب کی اور اہل بیت کی دیوے اور مراویں دینی و دنیوی حاصل کرے۔ آمین۔ یا رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلق محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔“ (۸۲)

یہ رسالہ میلاد شریف کی محفلوں میں بڑا مقبول رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مختلف لائبریریوں میں مولود مسعود، رسالہ احمد در بیان مناقب محمدی، مولود شریف، سیرت النبی، مولود محمد اور مولود شریف جدید ناموں سے خطی اور مطبوعہ نسخوں کی صورت میں موجود ہے۔ اس کا انداز تبلیغی نوعیت کا ہے اور بیان کے لحاظ سے سلیس اور عام فہم ہے تاکہ ہر شخص آسانی سے سمجھ سکے البتہ اس میں اکثر مضامین مضاف الیہ سے پہلے آیا ہے مثلاً دعوت اسلام کی۔ ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہجرت کا۔ مبارک اپنی۔ غار پھاڑ کے (ورق ۳۲۔ ب) (۸۳)

الطاف

الطاف کے رسالہ ”معجزات حضرت سرور کائنات“ کا مخطوطہ نیشنل میوزیم لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔ اس میں نبی کریم کے چار معجزات کو منظوم کیا گیا ہے۔ مخطوطہ ہذا کا سنہ کتابت ۱۳۶۵ھ / ۱۸۴۹ء ہے۔ کاتب نے اپنا نام سید علیہ حسین لکھا ہے۔ زردی مائل باریک کلفت ہے جو اب کرم خوردہ ہو چکا ہے۔ کا متن سیاہ اور عنوانات سرخ روشنائی میں ہیں۔ اس کے اوراق کے چاروں طرف نیلی باریک اور دو سرخ جدولیں ہیں۔ شقیق عہد خط میں لکھا گیا ہے۔ یہ مخطوطہ چند دیگر مخطوطات کے ساتھ جلد کیا گیا ہے اور اس میں ورق ۱۱۳۔ الف سے ۱۱۷۔ ب تک شامل ہے۔

اس میں پہلا معجزہ ”ہنی“ دو سرا دختر مرہ کو زندہ کرنا، تیسرا انصاری کا ناکہ کی سرکشی بیان کرنا اور چہرہ کرنا اور چوتھا یودی اور سوسار کا قصہ ہے۔ پہلے معجزہ کے بیان سے چند اشعار ملاحظہ ہوں :

ساتھ لے کر چند اصحاب کرام
جانب صحرا گئے خیر الانام

جب ہوئے رونق فزا خیر البشر
ہو گیا صحرا منور سر بسر

واہ کیا جلوہ تھا وہ کیا نور تھا
نور سے سارا جہاں معمور تھا

ماہ آہو نے ناگاہ دی صدا
اے نبی اے خلق کے مشکل کشا
(۸۳)

تیرے معجزہ سے چند اشعار درج ذیل ہیں:

نام نامی پر جو نائق تھا نثار
دوڑ کر حاضر ہوا ہے اختیار
جب زیارت سے شرف وہ ہوا
سر جھکا کر آپ کو سجدہ کیا
مرض امحایوں نے کی اے شاہ دین
ہم مگر اس کام کے قابل نہیں
جانور تک آپ کو سجدہ کریں
حیف کی جگہ کہ ہم دیکھا کریں
کیوں نہیں ہم سجدہ کرتے آپ کو
اب ہمارے واسطے بھی حکم ہو
تب یہ فرمایا کہ ہم کو دو خبر
کیا بشر کو سجدہ کرتا ہے بشر
چاہئے سجدہ خدا کے واسطے
خالق ارض و سما کے واسطے
مگر ہمارے واسطے ہوتا روا
تو نہیں یہ امر پھر دشوار تھا
(۸۴)

اس مثنوی کے اشعار کی خوبی روائی اور تسلسل ہے۔ اس سے الطاف کے زور سخن اور مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔

کرامت علی شہیدی (۱۲۵۶ھ ر ۱۸۳۰ء)

مولوی کرامت علی شہیدی عبدالرسول خاں کے بیٹے اور پائس بریلی کے رہنے والے تھے۔ مصنفی شاہ نصیر کے شاگرد تھے۔ کچھ عرصہ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کی صحبت میں بھی رہے۔ سنہ ۱۲۵۵ھ میں حج دوران حج ایک قصیدہ لکھا جس کا درج ذیل شعر مشہور خلافت ہے:

تمنا ہے درختوں پہ ترے روئے کے جا بیٹھے
تقص جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

جج کر کے مدینہ منورہ جا رہے تھے تو راستے میں بیمار پڑے اور چار صفر سنہ ۱۲۵۶ھ کو جب ایسے مقام پر پہنچے کہ وہاں سے روضہ اقدس نظر آ رہا تھا تو انہوں نے حسرت سے نظر ڈالی اور ان کی وہ تمنا پوری ہوئی کہ

مگر تمنا ہے درختوں پہ ترے روئے کے جا بیٹھے
اور وہیں جاں جاں آفریں کے سپرد کر دی

شہیدی کے دیوان میں میلاد و معراج اور وفات النبیؐ کے اشعار میں عقیدت و شہنشاہی اپنی نظیر آپ ہے۔ ایک میلادہ قصیدے کے چند شعر درج ذیل ہیں :

رقم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کی مد کا
سر دیواں لکھا ہے میں نے مطلع نعت احمد کا
داستان ازل میں وہ مطمح عقل کل کا تھا
نہ تھا نام و نشان جن روزوں اس لوح زبرجد کا
عجم میں زلزلہ نوشیرواں کے قصر میں آیا
عرب میں شور اٹھا جس وقت اس کی آمد آمد کا
شرف حاصل ہوا آدمؑ اور ابراہیمؑ کو اس سے
نہ تھا فخر عالم، فخر تھا اپنے آب و جد کا
(۸۶)

لکھنؤی شاعری کے اثرات کے تحت جمالی ظاہری کے خصوصی پہلوؤں میں آپ کے خدوخال اور اہدو و گیسو کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ رعایت لفظی اور صنعت گری فکری و فنی ماحول پر غالب ہے :

ہے سورہ والفس اگر روئے محمدؐ
واللیل کی تفسیر ہوئی موئے محمدؐ
جب روئے محمدؐ کی نظر آئی تجلی
سمجھا میں شب قدر ہے گیسوئے محمدؐ
کم ساتھ ہوا روئے نکو خوئے نکو کا
ہے نیک عمر روئے صفت خوئے محمدؐ
ماہ نو شوال سے عاشق کو نہیں عید
جب تک نظر آ جائے نہ ابوئے محمدؐ
(۸۷)

کرامت علی کے شعروں میں سوز، اخلاص اور والمانہ بین کے جذبات و احساسات نے ایک کیف آور لے پیدا کر دی ہے۔ شہیدی کی انہی خوبیوں کی بدولت ان کا نام اہم شاعروں کے ساتھ عزت سے لیا جاتا

ہے۔ زبان و بیان کی صفات کے لحاظ سے ان کی شاعری لکھنؤی رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ (۸۸)

شاہ رؤف احمد رافت (م ۱۲۳۹ھ / ۱۸۳۳ء)

شاہ رؤف احمد رافت کا اصلی وطن سرہند تھا اور وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد میں سے تھے۔ ان کے والد شاہ شعور احمد سرہند سے رامپور آگئے تھے۔ ہمیں رافت ۱۳ محرم ۱۲۳۹ھ (۶ نومبر ۱۸۲۶ء) کو پیدا ہوئے۔ ان کا تاریخی نام رحمان بخش ہے۔ علوم مروجہ کی تحصیل کے بعد شاہ درگاہی رامپوری سے اکتساب فیض کیا اور ان کے انتقال کے بعد حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی سے فرقہ خلافت حاصل کیا۔ اسی نسبت سے رافت کی عمر کا بڑا حصہ دہلی میں گذرا۔ ۱۸۲۳ء میں رافت بھوپال چلے آئے اور بقیہ زندگی یہیں بسر کی۔ ۲۵ ذیقعد ۱۲۳۹ھ (۱۵ اپریل ۱۸۳۳ء) کو راہ حرمین شریفین میں وفات پائی۔

رافت متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کے فارسی کے ایک اور اردو کے چھ دیوانوں کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے علاوہ کئی مثنویاں، تفسیر رونق (نثر)، ارکان اسلام اور فقہ ہندی (منظوم) وغیرہ نثری و شعری کتابیں انہوں نے یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کا ایک قلمی منظوم رسالہ مولود شریف پر بھی ہے اور اس کا ایک نسخہ سنٹرل لائبریری بھوپال میں موجود ہے۔ یہ رسالہ تقریباً ڈیڑھ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ ان کا میلاد نامہ ”مولود محمدیہ“ کے نام سے ۱۲۶۲ھ میں محمدیہ پریس بمبئی سے شائع ہوا جو ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے، جو ان دنوں نایاب ہے۔ اردو نثر کی تین کتابیں مرغوب القلوب فی معراج المحبوب، ”معراج نامہ“، ارکان اسلام اور تفسیر مجددی المعروف بہ تفسیر رونق طبع ہو چکی ہیں۔

مرغوب القلوب فی معراج المحبوب کا سال تصنیف ۱۲۳۹ھ / ۱۸۳۳ء ہے۔ اس کا ایک محفوظ اور مطبوعہ نسخہ (مطبع اعظم الاخبار، رائے دہلوی، تاریخ طباعت ۳۰ جمادی الآخر ۱۲۷۳ھ) ۲۳۰ صفحات پر مشتمل ہے اور کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو، کراچی میں موجود ہے۔ خطی نسخہ کے ۶۳۱ اور اوراق ہیں۔ اور اس پر کاتب محمد غالب نے تاریخ تکمیل ۲۲ ذی الحجہ ۱۲۷۳ھ (۲۳ اگست ۱۸۵۶ء) لکھی ہے۔ اس معراج نامہ کا ۶۳۱ صفحات پر مشتمل ایک نسخہ مولانا آزاد سنٹرل لائبریری بھوپال میں موجود ہے اور دوسرا نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں محفوظ ہے۔ مشفق خواجہ نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ۱۲۷۳ھ ہجری سے پہلے ۱۲۶۳ھ میں طبع ہو چکی تھی۔ (۸۹)

اس کتاب میں معراج النبیؐ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ رافت نے معراج کی تفصیلات کو سادہ اور عام فہم زبان میں قلمبند کیا ہے۔ معراج نامہ کی ابتداء قرآن مجید کے واقعہ معراج سے متعلق آیات اور ان کی تفسیر سے ہوتی ہے۔ نمونہ عبارت کے لئے کتاب کے نقطہ آغاز کی درج ذیل طور ملاحظہ ہوں:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سبحن اللہ اسری بعبدہ لیلاً“ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی اللہ یو کنا حولہ لنریہ من ایتا اللہ هو السمع البصیر۔

ترجمہ: یا اکی اور بے نیکی ہے اس کو کہ واسطے کرامت کے لئے گویا بندے اپنے کو کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایک آن میں رات کی مسجد حرام سے طرف مسجد اقصیٰ کے، وہ مسجد کہ برکت دی ہم نے

گرداگرد اس کے دین کی کہ محیط وحی اور معبد انبیاء کیا اور دنیا کی کہ اشجار و انہار سے گھیر لیا اور اے
ہم اس بندہ محبوب مقبول اپنے کو اس واسطے تاکھا دیں اس کو دلائل قدرت اپنی سے کہ آن واحد میں
سے لا کر بیت المقدس میں امام انبیاء فرمایا۔ (۹۰)

کتاب کا خاتمہ منظوم مناجات پر ہوا ہے۔ جس کے چند آخری اشعار درج ذیل ہیں :

رہوں گور میں بھی دیوانہ ترا
نہ موقوف ہو منہ دکھانا ترا

اشھوں تو ترے دھیان میں پھر اشھوں
غرض عشق میں ہی جیوں اور مروں

میں رافت ہوں بندہ ترا اے خدا
مرا اور سب اہل اسلام کا

کر ایمان اسلام پہ خاتمہ
ظہیل نبی و نبی قاطمہ

الہی ہزاروں درود اور سلام
تائیل تو فرما سلام

پھر آل اور اصحاب پر آپ کے
پھر ازواج و احباب پر آپ کے

(۹۱)

معراج نامہ سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے :

”پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ

”حساب امت کا دن قیامت کے میرے سپرد ہو۔ ارشاد ہوا کہ

”اے محمد! عرض تیری قبول کی ہے۔ پھر عرض کیا میں نے کہ الہی امت میری کی

فضیلت نہ ہو۔ فرمایا اے محمد! میں حساب ان کا ایسا کروں گا کہ تو بھی قیام اعمال سے

ان کے مطلع نہ ہو گا۔ جب میں گناہ ان کے تجھ سے کہ پیغمبر شفیق ہیں۔ چھپاؤں

بیچاؤں پر کس طرح ظاہر کروں گا۔ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم تو اگر ان پر شفقت

رسالت رکھتا ہے تو میں رحمت ربوبیت رکھتا ہوں تو اگر پیغمبر اور رہنما ان کا ہے تو

میں معبود اور خدا ان کا ہوں، تو آج بنگاہ العطف ان کو دیکھتا ہے، میری نظر حمایت ازل

سے ان کے حال پر ہے۔“ (۹۲)

زبان و بیان کے اعتبار سے اس معراج نامہ میں قافیہ آرائی کا التزام کیا گیا ہے۔ ہندی الفاظ، متروک
الفاظ اور بعض مصاور کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔ قافیہ آرائی کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

”شرح جلالت“ چراغ رسالت (ص ۷)، ”شافع قیامت“ دافع ندامت (ص ۷)، ”آفتاب ہدی ماہتاب عطا

(۷) کوہر درج صفا انتریمج وفا (ص ۸) عبدالملک گلستان احمدت بلبل بوستان صورت (ص ۸) جب تک
- میں اس شرافت سے خالی ہوں، لاکھ طرح سے بلند اور عالی ہوں لیکن دشمن کی پستی میری بلندی پر فستق
سے کچ ہے کہ یہ درج ہے (ص ۳۸)
ہندی الفاظ کا استعمال :

دھرتا (غنیہ کا ترجمہ پر دھرتا ص ۸۸) 'تھان (جہاں مرکب انبیاء کا تھان تھا ص ۹۹) 'پاٹ (ہر ایک دریا
'پاٹ ستر ہزار درجے آسمان اور زمین سے زیادہ تھا ص ۱۷۷) 'دھنیا (تھان سے نا قاف دھپ جائے ص
۳۷۷) گنگا جمنی (دیواریں بہشت کی گنگا جمنی بہتی ہوئی تھیں ص ۲۸۸) متروک الفاظ میں پیٹ (پیٹ پھولے
کے زرد رنگ ص ۱۸۳) اور تلک (کب تلک چاہے گا امت کو اپنی ص ۲۷۳) استعمال ہوئے ہیں۔ اور
محض مصداق جیسے نصیحت ہوتا (الہی! امت میری نصیحت نہ ہو ص ۲۷۵) وغیرہ کو استعمال کیا گیا ہے۔ (۹۳)

مرزا حسن علی (م ۱۸۳۹ء)

مرزا حسن علی لکھنؤ کے باشندے تھے۔ مولوی حیدر علی سے تحصیل علم کر کے دہلی چلے گئے۔ وہاں شاہ
ابوالقادر اور شاہ رفیع الدین سے تکمیل علوم کی۔ ان کے میلاد نامہ بعنوان "سرور المؤمنین فی بیان مولد
سید المرسلین" کا ایک مخطوطہ رضا لائبریری رامپور میں موجود ہے۔ یہ میلاد نامہ اکتوبر ۱۸۲۵ء میں لکھا گیا تھا۔
اس کا آغاز درج ذیل عبارت سے ہوتا ہے :

"الہی تیرا ہزار ہزار شکر اور احسان کہ تو نے یقین اول نور محمدیؐ کا کیا اور سب
مخلوقات اوس سے پیدا کئے، پھر اوس کا ظہور مرتبہ میں ٹھہرایا، تو سب چیز اوس کے پر تو
سے جلوہ گر کی۔" (۹۳)

اس مخطوطہ میں ترمیم و اضافہ اور تصحیح کی گئی ہے، جس سے یہ یقین ہوتا ہے کہ خود مصنف کا تحریر
کردہ ہے۔ کرم خوردگی بے حد ہے جس سے کتب کے بعض حصے ناقص ہو گئے ہیں۔ یہ مخطوطہ ۲۲- اور ارق
مستقل ہے۔ خط معمولی نستعلیق، روشنائی کالی اور کاندھ کشمیری ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء
میں مطبع غلوی لکھنؤ سے طبع ہو چکا ہے۔ جس کا ایک نسخہ محمد علی بخش خاں، کمرہ محمد علی خاں لکھنؤ کے پاس
موجود ہے۔

مولوی محمد عباس

مولوی محمد عباس ابن ناصر علی جانیوی نے ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء میں میلاد نامہ بعنوان "صبح کا ستارہ"
مرتب کیا۔ یہ نثر کے ۹۳- صفحات پر مبنی ہے۔ مولوی محمد عباس اور سید منیر الدین کے میلاد ناموں کے
توانات اور اندراجات بعینہ ایک دوسرے ملتے ہیں۔ اس یکسانیت کا سبب یہ ہے کہ دونوں کا مآخذ ابو
عبد محمد بن محمد الغزالی کی کتاب وقائع الاخبار عربی ہے۔ مولوی محمد عباس کا میلاد نامہ مطبع مصطفائی، دہلی سے
پہلی بار ۱۸۵۰ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد اس کے کئی ایڈیشن چھپے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ سال ۱۹۳۳ء

پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے جو ملک وین محمد تاجران کتب لاہور نے شائع کیا تھا۔ اس میلاد نامہ کو ۳۵ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں عذاب اور ثواب کی روایات پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ نور محمدی کے بیان سے ستر کا ایک اقتباس نمونہ کے طور پر درج ذیل ہے:

”حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک درخت پیدا کیا۔ جس میں چار شاخیں تھیں اور شجرۃ الیقین اس کا نام رکھا۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو سفید موتی کے پردے میں طاووس بنا کر اس درخت پر بٹھایا۔ اس نے ستر ہزار برس اس پر تسبیح کی بعد ازاں حیا کا آئینہ پیدا کر کے اس کے آگے رکھا۔ جب طاووس نے اس میں اپنی صورت دیکھی نہایت حسین و جمیل اور زیبا و کھیل پایا تب حق تعالیٰ سے حیا کی اور پانچ دفعہ حق تبارک و تعالیٰ کو سجدے کئے، یہی سجدے اس پر فرض ہو گئے کہ حق تعالیٰ نے آپ کی امت کو بیچ وقتہ نماز کا حکم کیا۔“ (۹۵)

میلاد نامہ انتہائی سادہ و سلیس زبان میں لکھا گیا تھا، یہی اس کا کمال ہے۔ اس میں بیان کردہ روایات کی صحت اور تحقیق و تنقید کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔ اور اس میں ہر قسم کی روایات بیان کی گئی ہیں۔ دراصل مصنف نے امام عزالی کی کتاب وقائع الاخبار کے ترجمہ میں اپنی طرف سے حسب ضرورت اور جانچا اضافہ کیا ہے۔ آخر میں زیارت قبور کے مسائل شامل کئے ہیں۔

اس میں بعض مصادر اور ہندی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ مصادر میں جیسے جو کھتا (جس نے یائیں تبدیل کو دیکھا اپنے جو کھنے والا ہو، ص ۳) زاری کرنا (ست روتے ہیں اور زاری کرتے ہیں، ص ۶) بدنا (انسان وہیں مرتا ہے جہاں کی موت پڑی ہے، ص ۹) اور ہندی الفاظ میں کپا (میرے واسطے کیا تیار کیا ہے، ص ۱۳) چکوتی (انصاف)، (جب چکوتی کرنے لگو، لوگوں میں، تو چکوتی کرو انصاف سے، ص ۳۲) وغیرہ استعمال ہوئے ہیں۔

سید منیر الدین نقشبندی

سید منیر الدین نقشبندی مجددی دہلوی نے میلاد نامہ بعنوان ”شرح ہدایت المومنین“ صبح کا ستارہ“ مدلل انداز میں مرتب کیا ہے۔ اس کی ضخامت ۶۳ صفحات ہے۔ اس میں بیان کی گئی روایات کا ماخذ ”وقائع الاخبار عربی“ (مصفی ابو حامد محمد بن محمد الغزالی) ہے۔ اس میں عذاب و ثواب کی روایات کو بیانی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

محمد فاضل

محمد فاضل کے تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے البتہ محمد الدین فوق نے اس قدر لکھا ہے کہ فاضل ۶۰۰ نامور عالم گذرے ہیں۔ (۶۶) فاضل کا نور نامہ ”میلاد نامہ“ اور مشکوی قصہ شاوین بہت مشہور ہیں۔ محمد فاضل کے نور نامہ کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ اس پر اس کا

سال تصنیف ۱۲۵۸ھ و ۱۸۴۲ء درج ہے۔ یہ نور نامہ ۳۱۲ ابیات پر مشتمل ہے اور ایک جلد میں چند دیگر مخطوطات کے ساتھ ورق ۷۹ تا ۱۰۷ کے تحت مجلد ہے۔ اس کی ابتداء درج ذیل اشعار سے ہوتی ہے :

کروں حمد میں پاک رب غفور
کہ ظاہر کیا جس نے احمد کا نور
یہ نور محمد ہے نور الہ
کہ جس کا ہے دیکھو یہ قرآن مگوہ
خدا آپ قادر ہے ہر جہت پہ
یہ نور محمد ہے جدھر تدھر
(۹۷)

شاعر نے نور نامہ میں اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ روایات خلاف شریعت بیان نہ ہوں اور ایک شعر میں اپنے نام قاضی کا بھی اشارہ کیا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں :

روایت ہے یاں اس طرح ایک اور
یہ ہے جائے نازک ذرا کمیجو غور
نہ کیو خلاف شریعت سخن
کہ راہ طریقت ہے قاضی کھن
(۹۸)

نور نامہ سے چند اشعار نمونہ کے طور پر درج ذیل ہیں :

کیا پیک رب سے نبی نے سخن
تمہیں یاد ہیں عمر کے اپنے سن
کیا سن کے جبرائیل نے یوں بیان
کہ تم کو کیا رب نے فخر زمان
خدا نے تمہیں پہلے پیدا کیا
پھر اوس بعد بسکو ہویدا کیا
کروں عمر کا میں بیاں کیا بھلا
وے عرض کرتا ہے مجھ کو روا
ستارا بس ایک جانب قلب تھا
لکھا تھا سو وہ بھکم خدا
گذرتے تھے جب برس ستر ہزار
تو ہوتا تھا وہ بس طلوع ایکبار
بیش اس طرح تھا اس کا طور

تلا تھا مدت میں وہ اگلے طور
 کیا اس ستارہ کا میں نے شمار
 تو کتنی ہوئی دفع ستر ہزار
 تحسیم کیا بولے حضرت رسول
 کہا تم نے جو مجھ کو ہے وہ قبول
 ملے وہ ستارہ مگر ابے پیک رب
 تو کیا پھر بھی پہچان لو گے تم اب
 کہا کیوں نہ پہچان لوں اس کو واہ
 کہ دیکھا کئی مرتبہ میں نے شاہ
 اثنا سر مبارک سے دستار کو
 دکھایا وہ اس سرو ہوشیار کو
 جو دیکھا کہ پیشانی احمد اوپر
 چمکتا ستارہ ہے وہ سروبر
 اوپ سے اسے آگے بوسہ دیا
 خدا کی وہ قدرت پہ شاکر ہوا

(۹۹)

محمد فاضل کے نور نامہ کا آہنگ ایسا ہے کہ اسے زعم کے ساتھ محفل میلاد میں پڑھا جاسکتا ہے۔ اس میں غیر مستحبر روایات کے بیان کی بجائے نور نبوی سے متعلق مشہور و مقبول روایات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں اگرچہ ادبی محاسن کی کمی نظر آتی ہے مگر یہ عوامی لب و لہجہ کے مطابق ہے۔ فاضل کا نور نامہ، محمد اسماعیل پبلشر، بمبئی اور انوار محمدی لکھنؤ سے طبع ہو چکا ہے۔ اول الذکر کا ایک مطبوعہ نسخہ سب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ یہ ۲۹- صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں دعائے واقع حمد و بلا، عمد نامہ مترجم مع اسناد شامل کیا گیا ہے۔ فاضل نے قصہ شاہ یمن میں ایک مقام پر اپنی ریختہ گوئی کے بارے میں لکھا ہے:

خمن کو دی ہے رب نے کیا ہی وسعت
 زبان شاعران میں ہے فصاحت
 خصوصاً ریختہ گوئی میں اسے یار
 نہایت ہے مزا اور لطف بسیار

(۱۰۰)

فاضل نے قصہ شاہ یمن کسی اور کتاب سے اخذ کیا ہے اور اسے احساس ہے کہ وہ خلاف محاورہ اور غلط زبان و بیان پر مبنی ہے۔ جس زبان کے بے محاورہ و غلط ہونے پر تنقید کی گئی ہے وہ یقیناً دکنی زبان ہو

ن کیونکہ شمالی ہند کے شعراء اور مصنفین اپنی ریخت کے مقابلہ میں اسے غیر فصیح اور بامانوس سمجھتے تھے۔ اس کا اظہار درج ذیل اشعار میں ملاحظہ ہو:

یہ قصہ مجھ سے کا جو لکھا تھا

زبان زشت میں یعنی کہا تھا

ہر یک کی فکر موافق قدر کے ہے

خن فنی بھی ہے اے دوستو شے

نایت لفظ اس میں ہے مہارت

لکھے تھے اس نے اے صاحب فرامت

خن واں کے نہ تھا پڑھنے کے قابل

نہ مطلب اس سے کچھ ہوتا تھا حاصل

ہوا مظلوم جب مجھ کو زیوں یہ

مرے دل نے کہا اب میں کوں یہ

(۱۰۱)

اس مثنوی کا موضوع نبی کریمؐ کا ایک معجزہ بیان کیا گیا ہے جس کی وجہ سے شاہ یمن کے باغ کے پتے پتے نے اللہ تعالیٰ اور نبی کریمؐ کے ایک رسول ہونے کی گواہی دی تھی۔ اور جس کو دیکھ کر باغ کا مالی مسلمان ہو گیا تھا اور خود شاہ یمن بھی بعد از خرابی بسیار اسلام لے آیا تھا۔ مثنوی کا آغاز حمد و نعت سے در اختتام درود و سلام پر ہوتا ہے۔ اس مثنوی کا ایک ۱۸۹۳ء کا مطبوعہ نسخہ کربھی لائبریری، بمبئی میں موجود ہے۔ یہ مطبوعہ نسخہ متذکرہ بالا مخطوط کی نقل نہیں ہے بلکہ کسی دکنی شاعر کا لکھا ہوا ہے۔ زبان و بیان کی خصوصیات اس کے گہرائی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اس مثنوی میں کہیں مصنف و سنہ تصنیف کا ذکر نہیں ملتا اس کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

اول تعریف اس شاہ جہاں کو

پیدا کیا وہی ارض و سما کو

دگر تعریف سو ہے مصطفیٰ کو

کہ جس کی صفت میں پایا خدا کو

عجب خداوند کہ جس کا یہ عبد ہے

کہ اس کے فہم میں سب عقل رو ہے

(۱۰۲)

لسانی خصوصیات کو مد نظر رکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ مذکورہ بالا مثنوی سے کئی سال بعد لکھی گئی

امام بخش نایخ فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے عربی اور فارسی کے علوم مولوی وارث علی اور دیگر علمائے فرنگی محل سے سکھے۔ نایخ کے قدر دانوں کی بدولت ان کی زندگی نہایت آرام و سکون سے گزری۔ ان کا لکھنؤ میں ۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۸ء میں انتقال ہوا۔

نایخ طرز لکھنؤ کے موجد تھے۔ انہوں نے اردو زبان کی تہذیبی روایات کے تحفظ کے لئے شکریت الفاظ کے اخراج کی تحریک چلائی اور اپنے شاگردوں کے توسل سے اسے کامیاب بنایا۔ ان کا لکھنؤ کے حلقہ شعرا میں بہت اثر و رسوخ تھا۔

ان کے تین دیوان ہیں اور پانچ مثنویاں ہیں۔ ان میں (۱) نظم سراج، (۲) مثنوی در حال ولادت حضرت علیؑ، (۳) شہادت نامہ آل نبیؐ، (۴) معراج نامہ اور (۵) مولد شریف شامل ہیں۔ معراج نامہ نایخ کا ایک مخطوط نامور محقق مشفق خواجہ کی ذاتی لائبریری ناظم آباد کراچی میں موجود ہے۔ یہ قلمی نسخہ ۱۲۵۹ھ میں عبدالجامع نے لکھا۔ یہی مخطوط میرے پیش نظر ہے۔ اس کے ترقیمہ کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

”تمام شد رسالہ معراج نامہ من تصنیف شیخ امام بخش نایخ لکھنوی از دست فقیر

محمد عبدالجامع عفی اللہ عنہ، ساکن فرنگی محل من محلات بیت السلطنت لکھنؤ در عہد یا

شوکت و شہادت حضرت امجد علی شاہ خلد اللہ ملکہ بتاریخ ہست و بخت ذی قعدہ یوم چہار

شعبہ ۱۲۵۹ ہجری قدسی قریب یک پاس روز برآمدہ ہرکہ دعویٰ کند باطل گرود۔“ (۱۰۳)

ممکن ہے، اسی مخطوط کا رشید حسن خان نے ذکر کیا ہو کیونکہ اسی کے اقتباسات انہوں نے ایک

مضمون میں شائع کئے تھے۔ نمونہ کے طور پر چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

سب ہوئے پیدا برائے مصطفیٰ

جان و دل سے ہیں فدائے مصطفیٰ

شافع روز قیامت ہے وہی

صاحب آج شفاعت ہے وہی

(۱۰۴)

مرح صحابہ کرامؓ کے بارے میں اشعار:

ہیں جو اصحاب جناب مصطفیٰ

باخدا و با وفا و با عفا۔۔۔

خاص ان اصحاب میں چار یار

خاص ان احباب میں ہیں چار یار

غور سے دیکھو تو چاروں ایک ہیں

غور سے دیکھو تو چاروں نیک ہیں

(۱۰۵)

آخر معراج شریف سے چند شعر:

لقم کرتا ہوں روایات صحیح
عرض کرتا ہوں روایات صحیح
ام ہانی کے محل میں ایک شب
تھے محلے پر شہنشاہ عرب
سقف خانہ ہو مئی شق ناگہاں
جبرئیل آئے نظر باعزوشاں
یوں کہا جبرئیل نے میکانک سے
آب زم زم طشت میں لاوے مجھے
ناکوں خیر البشر کے دل کو پاک میں
جینے سے لے تا حکم کر دوں چاک میں
(۱۰۶)

نبی کریم کے عرش پر تشریف لے جانے کے بارے میں اشعار ذیل ملاحظہ ہوں:

صاحب معراج پہنچے پائے عرش
دولت پاپوس کو تا پائے عرش
عرش پر جا کر ہوئے مسند نشیں
خسرو ہر آسمان و ہر زمین
اذن فرمایا خدا نے کتنی بار
یعنی ہو نزدیک اے عالی وقار
اس سے ہوتی تھی محلی آپ کی
اس سے ہوتی تھی ترقی آپ کی
(۱۰۷)

حذکرہ بالا اشعار میں ”مدح اصحابہ کبار“ کے اشعار اور جبرئیلؑ کا آنحضرتؐ کے دل کو حکم چاک کر کے
”کرنا“ ایسی روایات ہیں جو شیعہ عقائد کے مطابق نہیں ہیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ مثنوی اس دور
سے تعلق رکھتی ہے جب ناسخ نے اپنا عقیدہ تبدیل نہیں کیا تھا۔ اس کی دوسری شہادت اس مخطوطہ کے
اسب محمد عبد الجامع ساکن فرنگی محل سے میسر آتی ہے۔ ناسخ کا ابتدائی رابطہ علماۓ فرنگی محل سے تھا۔ شاید
یہ سبب سے معراج نامہ کا کوئی نسخہ وہاں رہ گیا ہو گا اور حالات و قرائن کو اگر مد نظر رکھا جائے تو ممکن
ہے کہ یہ اسی دور کی تصنیف ہو۔ کلام کی بناوٹ اور نوعیت کے اعتبار سے اسے ناسخ کی تصنیف مان لینے میں
وہی امر مانع نہیں معلوم ہوتا۔ زبانی اعتبار سے بھی معراج نامہ اور مولد شریف کا زمانہ تصنیف دوسری
شہریوں سے یقیناً مقدم ہے۔ مثنوی کے زمانہ تصنیف کے متعلق مکمل صحت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

مثنوی کا مطالعہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہ مثنوی اس دور کی تفتیش یقیناً نہیں ہے جب وہ بحرِ استاد ہو چکے تھے کیونکہ اس میں چند متروکات اور اسقام تالیف موجود ہیں۔ بایں ہمہ فطرت اور غیر مانوس الفاظ کا تناسب حد اعتدال کے اندر ہے۔ اور مثنوی میں اثر و تاثیر کا عنصر بھی نمایاں ہے۔

نسخ کا میلاد نامہ منقوم بعنوان ”مولد شریف“ ۱۲۸۳ھ و ۱۸۶۶ء میں مطبع کارنامہ، لکھنؤ سے طبع ہوا۔ یہ ۱۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ تلاش بسیار کے بعد ہیڈ آفس لائبریری، نیشنل بینک آف پاکستان، کراچی سے دستیاب ہوا۔ غالباً یہ واحد مطبوعہ نسخہ ہے جو پاکستان کی کسی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کی ایک کپی نقل مشفق خواجہ کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔

نسخ کے مولد شریف میں تمہید ولادت میلاد شریف حضرت سرور انبیاء اور حمد و نعت کے بعد درج ذیل عنوانات ہیں۔

بیان ظہور نور رسالت، بیان صدور معجزات قرب زمان ولادت ختم الرسالت، بیان رضاعت و اصدار خرق عادات آنحضرت، بیان شہقت عبدالمطلب نسبت آنحضرت، بیان محبت و تربیت ابو طالب بہ آنحضرت، بیان تحریف فرما ہونا آنحضرت رسالت پناہ کا بہ عزم تجارت جانب شام خدیجہ الکبریٰ کا مال لے کر، بیان مناکحت آنحضرت، با خدیجہ الکبریٰ، بیان آغاز زمان نبوت آنحضرت، بیان تفصیل اولاد آنحضرت، بیان حال بعثت نبی کریم، بیان معراج آنحضرت، کیفیت ایمان لانے بعض اہل مدینہ کے، بیان ہجرت آنحضرت، مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف، بیان سال اول ہجرت نبی تا سال ششم، بیان غزوہ خیبر، بیان حجتہ الوداع، بیان میابہ، بیان حلیہ شریف آنحضرت، بیان عقلمت آنحضرت اور مناجات۔

نسخ کے میلاد نامہ کی ایک خصوصیت اس کا علمی انداز ہے۔ انہوں نے نبی کریم کی ولادت و رضاعت، بچپن، سفر شام، حضرت خدیجہ الکبریٰ سے شادی، بعثت و نبوت، معراج و معجزات، ہجرت، غزوات، حجتہ الوداع، حلیہ شریف اور اوصاف و مقام محمدی کے بیان میں کہیں ضعیف روایات کا سارا نہیں لیا۔ اور نہ ہی شاعرانہ انداز میں حدود شریعت سے کہیں آگے بڑھے ہیں۔ ان کے بیان میلاد میں محبت و شینگی کا والہانہ پن ٹپکتا محسوس ہوتا ہے:

جب پہرہ آدم کو نور اوس کا ہوا
سب ملائک نے اوسے سجدہ کیا
بعد ازیں کرتا رہا نور انتقال
آیا تا عبد اللہ وہ نیکو خصال
حضرت آدم سے عبد اللہ تک
پاک تھی صلب و رحم لاریب و شک
آمنہ پر جب ہوا فضل خدا
نور عبد اللہ سے اوس کو ملا
زوج زوجہ دونوں تھے وہ نیک ذات

ہے خبر المہین لللطیف
 بت ہوئے سب بگدوں میں سرنگوں
 ہو گئے تخت سلاطین و امراؤں
 جتنے شیطان تھے ہوئے ناچار وہ
 شیخت سے ہو گئے بیکار وہ
 حکم خالق کا فرشتوں کو ہوا
 پھینک دو دریا میں تخت المہین کا
 پھر کیا چالیس دن اوس پر عذاب
 چنگے بھاگا بعد ازیں با اضطراب
 ہے جو کوہ بوقیس ایک اوس جگہ
 اوس کے اوپر جا کے باحال تہ
 وہ لہیں شدت سے چلائے لگا
 سن کے غل واں ہر کوئی آئے لگا
 ہو گیا ایک دم میں واں اجتماع خلق
 خلق سے کہنے لگا وہ اہل ذرق
 وائے تم پر اے گروہ بے نصیب
 ہے ثمر کا تولد اب قریب
 لات و عزتی کی پرستش ہو چکی
 ہو گیا لاریب وہ تم پر نبی
 ہیں صنم جتنے اومیں تروا یک
 جانب توحید تم کو لائے گا
 اے زبے تاثیر ختم المرسلین
 ہو گئے کاہن تمام اندوہ گین
 کاہن و جن ہوئے حایل قباب
 سب کمانت کے ہوئے مسدود باب
 چرخ سے آئی اوی شب یہ ندا
 ہے قرن عہد ظہور مصطفیٰ
 جلائے قوت تھے سارے قریش
 اس بلا میں تھا منقضی اون کا پیش
 نور احمد نے جو کی اون کی مدد

ہو گئیں ساری بلائیں اون سے رو

ہو گئے سارے مزارع بارور
جتے فحل خشک تھے لائے ثمر

(۱۰۸)

نبی کریمؐ کے اعجاز معراج کا بیان کم و بیش ہر میلاد نامے میں موجود ہے۔ معراج نامے علیحدہ بھی لکھے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے بلا خوف تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ برصغیر میں آپؐ کے اس اعجاز کی ترویج و تبلیغ کے سلسلہ میں میلاد ناموں نے منفرد اور مثالی کردار ادا کیا ہے۔ ناخ نے بھی واقعہ معراج کے سلسلہ میں عوام اور خاص میں مقبول مختلف روایات کو نظم کیا ہے۔ چند شعر نمونہ کے طور پر درج ذیل ہیں:

یہاں سے ہے اب ماجرا معراج کا

بارہواں جب سال بعثت کا ہوا

عرش سے روح الامین لائے براق

تا چلیں حضرت سوئے عالی رواق

یوں کیا جبریل نے آ کر بیان

حق نے ہے تجھ کو بلایا مسمان

چل کے کر نظارہ انوار حق

دل کو کر سمجھتے اسرار حق

خضر سب انبیاء ہیں باندھے صف

تا ملے تیری زیارت سے شرف

دمت بستہ سب ملک استادہ ہیں

تیری خدمت کے لئے آمادہ ہیں

عازم گرووں ہو مثل آفتاب

عالم علوی کو بھی کر فیض یاب

خوریں تیرے نور سے پاویں جمال

ہوئے جنت تیرے قدموں سے نبال

کی ہے مگر خالق نے اعلیٰ قدر عرش

اور بھی اب ہو دوبالا قدر عرش

یہ براق مگر دم رو ہے رنگ برق

غرب سے ایک دم میں پہنچے تابہ شرق

ہے خطا کئے اگر برق و ہوا

راہ ملے کرنے میں ہے تیر قضا

جب ہوئے ختم الرسل اوس پر سوار
 بیت مقدس کو گیا وہ راہوار
 ہو سکے کب اوس کی سرعت کا بیان
 ہے محال ایزد کی قدرت کا بیان
 کی ادا واں ہادی دین نے نماز
 مقتدی سب انبیاء تھے با نیاز
 جبکہ سجدے میں گیا وہ ارجمند
 بیت مقدس کا ہوا رتبہ دوچند
 پھر کیا اوس جا سے عزم الامکان
 تھا براق برق پیکر زیر دان
 تیز جاتا تھا نگہ سے بھی براق
 آزیانہ تھا وفور اشتیاق
 (۱۰۹)

میلاد ناموں کی مروج روایت کے مطابق ملخ نے بھی نبی کریمؐ کے حلیہ مبارک کو بیان کیا ہے۔ انہیں
 احکمار پر اتنی قدرت حاصل ہے کہ انہوں نے ہر مقام پر جب رسولؐ کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ الفاظ
 لب و لہجہ اور اسلوب پر فدائیت و والمانہ پن کے جذبات و احساسات نمایاں طور پر جھلکتے نظر آتے ہیں۔
 علیہ نگاری کا ایک مختصر ماحولہ بھی ملاحظہ کیجئے جو نبی کریمؐ کے سراپوں میں مغرور حیثیت رکھتا ہے:

کیا کون اوس کے سراپا کا بیان
 ہر زبان آور کی ہے قاصر زبان
 ہے میرے اس قول پر شاہد خدا
 دوسرا ایسا نہیں پیدا ہوا
 کیوں نہ ہو لاریب ہے محبوب رب
 مثل رب بے عیب ہے محبوب رب
 ہیں طفلی جس کے یہ شمس و قمر
 کہئے ہوگا حسن اوس کا کس قدر
 کوئی عطر اوس کے پیسے سا نہیں
 یہاں جفل ہے نکمت قلدریں
 جس طرف ہوتا تھا حضرت کا گذر
 کہتے تھے اپنے گھروں میں خاص و عام
 کہتے تھے اپنے گھروں میں خاص و عام

جاتے ہیں اس راہ سے خیرالامام
جسم چھو لیتا تھا مگر اون کا کوئی
کتنے دن ہاتھوں سے خوشبو آتی تھی
(۱۱۰)

شعری محاسن کو مد نظر رکھتے ہوئے، تاریخ کے میلاد نامے میں لکھنؤیت سے شاعری کا جو خاص رنگ مراد ہے، اس کے تمام عناصر اس میں موجود ہیں۔ تاریخ کے میلاد نامے میں شاعرانہ انفرادیت کے علاوہ خلوص و عقیدت کا اظہار بھی دہندہ ہے۔

سید ہدایت علی

سید ہدایت علی کا رسالہ مولود شریف اسعد الاخبار آگرہ نے ۱۸۵۰ء میں شائع کیا۔ (۱۱) اس میں مضامین و عنوانات کے اعتبار سے اسے روایتی اور مروج انداز سے ترتیب دیا گیا ہے۔

حافظ شاہ غلام علی شاہ جہانپوری

حافظ شاہ غلام علی شاہ جہانپوری کے مولود شریف کا مخطوطہ رضا لائبریری رامپور میں موجود ہے۔ اس میں انہوں نے نثر کے ساتھ ساتھ دینا، حیات، غفلت، امیر، حیدر اور غوث شخص کے شاعروں کا میلاد یہ کلام بھی جابجا درج کیا ہے۔ یہ مخطوطہ ۱۸۳۲ء میں لکھا گیا تھا۔ اس کے اوراق آب رسیدہ اور کرم خوردہ ہیں۔ خط نستعلیق اچھا، روشنائی سیاہ اور کلفہ دستی کشمیری ہے۔ مخطوطہ ہذا ۳۶۱ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کی ابتداء ان سطور سے ہوتی ہے:

”رَبَّنَا اَتَمِّمْ لَنَا نَفْسَنَا وَافْضِلْ لَنَا اِنْفِكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَلْبُنَا۔ بہترین حسنت اور خوب ترین طاعات کے پسندیدہ خالق کائنات اور وسیلہ حصول بہشت و نعمات ہووے۔“ (۱۲)

مولوی خیر الدین گویا موی

مولوی خیر الدین گویا موی نے میلاد نامہ بعنوان ”ریاض الاذہار فی احوال سیدالابرار“ المعروف بہ دوازدہ مجلس ۱۳۵۶ھ، ۱۸۴۰ء میں لکھا۔ اس کا ایک مخطوطہ مولوی دینہ الدین لکھنؤی کو مصنف نے محرم ۱۳۶۳ھ، ۱۸۴۷ء میں عطا فرمایا۔ اور پہلی بار ۱۳۸۳ھ، ۱۸۶۶ء میں مطبع اودھ اخبار لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ لکھنؤ سے اس کے تین ایڈیشن چھپے۔ پھر ۱۸۹۳ء میں کانپور سے اشاعت ہوئی۔ کانپور کا مطبوعہ نسخہ، کراچی یونیورسٹی لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔

”ریاض الاذہار فی احوال سیدالابرار“ بارہ مجالس میں منقسم ہے اور مصنف اسے اپنے وطن میں یکم ربیع الاول سے بارہ تاریخ تک ہر روز ایک مجلس کو پڑھا کرتا تھا۔ یہ نثر کے ۳۳۲ صفحات پر محیط ہیں۔ ان بارہ مجالس کے عنوانات درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ نبی کریمؐ کے شرف و فضائل کا بیان آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے۔
- ۲۔ فضائل رسالتؐ اور دیگر انبیاءؑ جو مشترک ہیں۔ خصوصاً فضائل نبی کریمؐ امت محمدیہ اور اسماء النبیؑ کا بیان۔
- ۳۔ پیدائش نور محمدیؑ اور آپؐ کی تشریف آوری۔
- ۴۔ ذکر احوال والدین شریفینؑ، واقعات قبل ولادت، ولادت باسعادت اور دیگر احوال نبی کریمؐ رضاعت، جوانی وغیرہ۔
- ۵۔ ملک شام کا سفر، شادی، ہمراہ خدیجہ الکبریٰؓ بنیاء خانہ کعبہ۔
- ۶۔ ذکر دعوت اسلام، صحابہ کبارؓ کا ایمان لانا، ایذا دہی کفار، ہجرت حبشہ، نبی کریمؐ کا سفر طائف۔
- ۷۔ حلیہ شریف، اخلاق و اوصاف اور دیگر صفات۔
- ۸۔ عادات شریفہ، کھانے پینے، سونے جاگنے اور ذکر معجزات شریفہ۔
- ۹۔ معراج شریف کا سفر مبارک، مسجد حرام سے بیت المقدس اور وہاں سے جہاں تک اللہ نے چاہا، ذکر صفت معراج و براق۔
- ۱۰۔ ہجرت مدینہ۔
- ۱۱۔ غزوات و سرایا اور ان کی تعداد۔
- ۱۲۔ وقت مبارک، غسل، تجنیز و تکفین، نماز اور تدفین، فضائل زیارت مزار شریف اور انبیاء کی قبروں کے فضائل۔

نبی کریمؐ کی حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے شادی اور خطبہ نکاح کے بیان سے اقتباس نشر کے نمونہ کے طور پر درج ذیل ہے:

”نبی کریمؐ ابو بکرؓ کی لائی ہوئی پوشاک پہن کر، ابو طالب، حمزہ بن عبد المطلب وغیرہ اپنے بچاؤں اور ابو بکر صدیقؓ کو ہمراہ لے کر خدیجہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ ابو طالب نے سب خویش و اقربا اور قریش کے رئیسوں کو جمع کیا اور خطبہ نکاح حضرتؐ کا بلیغ و فصیح پڑھا۔ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ حمد اور ثناء اس پر دروگار کو کہ جس نے ہم کو ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ کی نسل سے کیا اور معد اور نضرؑ کی اصل سے پیدا کیا اور اپنے حرم یعنی کعبہ کا ہم کو محافظ اور چھوٹا کیا اور ہم کو سب پر حاکم فرمایا۔ اما بعد حمد اور ثناء کے بھتیجا میرا محمدؑ بن عبد اللہ وہ بلند مرتبہ ہے کہ اگر اس کو قریش کے ہزار مردوں کے ساتھ تولیس تو وہی بھاری نکلے اگرچہ مال میں کم ہے کچھ غم نہیں اس واسطے کہ مال مانند سایہ کے ہے کہ گھٹ جاتا ہے اور اس کی قرابت میرے ساتھ سب کو معلوم ہے۔ سو اب وہ چاہتا ہے کہ بعض میرے بیٹے اونٹوں کے خدیجہ بنت خویلد کے ساتھ نکاح کرے۔ جب حضرت ابو طالب نے خطبہ آنحضرتؐ کی طرف سے تمام کیا۔ تو خدیجہ کی طرف سے ان کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے اٹھ کر خطبہ پڑھا۔ پس دونوں جانب سے

غلام امام شہید (م ۱۸۷۶ء، ۱۲۹۲ھ)

غلام امام شہید ۱۸۴۳ء میں قصبہ آٹھنی ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام شاہ غلام محمد تھا۔ فارسی کی تعلیم آقا سید اسماعیل ماٹنڈرانی سے حاصل کی۔ اردو شاعری میں مصحفی اور فارسی شاعری میں قتیل کے شاگرد تھے۔ آگرہ میں سررشتہ دار رہے۔ ۱۸۳۹ء میں سرسید احمد خان بھی نوکر ہو کر آگرہ آگئے۔ مولانا شہید، سرسید اور دیگر مشائیر کی آگرہ میں چھتیس گرم رہتی تھیں۔ شہید الہ آباد میں بھی پیش کار کے عہدے پر فائز رہے۔ ترک ملازمت کے بعد ہندوستان کے امراء و روماء ان کی خدمت کرتے تھے۔ نواب کلب علی خاں والئی رامپور، سرسلار جنگ وزیر اعظم حیدر آباد، سعید عالم خاں دکن سورت ان کے بڑے قدر دان تھے۔ حیدر آباد دکن سے چار سو تیس روپے سالانہ بطور وظیفہ کے مقرر تھے جو آخر وقت تک ملتے رہے۔ ان کی یہ قدر دانی عشق و محبت و رسالت کی وجہ سے تھی۔ انہیں ”مداح نبی“ اور ”عاشق رسول“ کے مبارک القاب بھی عطا ہوئے۔ (۳۲) ان کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا نے ۱۸۷۶ء کو سال وفات قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

”اکثر لوگ ۱۸۷۶ء کو سن وفات قرار دیتے ہیں مگر عبداللہ خاں خوبشکھی نے فرہنگ عامہ کے ضمیمے میں ۱۸۷۹ء کو سال وفات بتایا ہے مگر ۱۸۷۶ء صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ غلام غوث بیخبر نے ان کی وفات پر جو قطعہ تاریخ کہا ہے اس میں مادہ تاریخ ”وائے امام شعراء شہید شد“ سے ۱۸۷۶ء ہی سال وفات نکلتا ہے۔“ (۱۳۳)

مولود شریف شہید کا ذکر حامد حسن قادری نے ”داستان تاریخ اردو“ میں یہ کہہ کر کیا ہے: ”مولود شریف اس قدر مقبول ہوئی اور اتنی مرتبہ چھپی کہ اس کی اشاعتوں کا شمار دشوار ہے۔ آج تک رائج و شائع ہے۔ اس کے ایک ایک فقرے، ایک ایک روایت، ایک ایک شعر سے شہید کا عشق و ولولہ، جوش و شوق اور سوز و درد مرشح ہے۔ اس طرز اور اس مقصد کی یہ اردو میں پہلی کتاب ہے۔ اس کو دیکھ کر لوگوں نے اس سے اخذ و اقتباس کیا، اس کی نقلیں کیں، اس کے ہو ہو نمونے کی کتابیں لکھیں۔“ (۱۳۴)

حامد حسن قادری نے ایک میلاد نامہ کا ذکر کیا ہے لیکن ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے اپنے مضمون ”اردو کا دینی ادب۔۔۔ ۱۸۵۷ء کے بعد“ میں غلام امام شہید سے دو اور میلاد ناموں کو منسوب کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”غلام امام شہید نے (۱) خدا کی رحمت (۲) میلاد شریف شہید اور (۳) مولود شریف بہاریہ لکھی۔“ (۱۳۵) خدا کی رحمت (۱۸۶۰ء میں) اور مولود شریف بہاریہ (ص: ۳۰) دونوں رحمانی پریس مدراس سے طبع ہو چکے ہیں۔ (۱۳۶) سیدہ رئیس فاطمہ نے اپنے ایم۔ اے کے تحقیقی مقالے ”تحفہ ساقی کوثر“ میں غلام امام شہید کے ایک ہی میلاد نامہ کا حوالہ دیا ہے جو ۱۸۸۳ء میں مطبع نول کشور میں شائع ہوا۔ (۱۳۷) حمایت علی شاعر نے اپنے مضمون ”اردو میں نعتیہ شاعری کے سات سو سال“ میں شہید کے ۱۸۵۷ء کے مولود شریف کا ذکر کیا ہے جو مطبع قادری آگرہ میں چھپا تھا اور جس پر مولف کا نام ”غلام امام پیش کار عدالت“ درج تھا۔ (۱۳۸) اس میلاد شریف کے جعلی نسخے بھی بعض اشاعتی اداروں نے چھاپ دیئے تاہم امر واقعہ یہ

ہے کہ غلام امام شہید نے دو میلاد نامے "خدا کی رحمت" اور "مولود شریف ہمارے" لکھے۔ ثانی الذکر ہی مولود شریف شہید کے نام سے مشہور ہے۔ یہ میلاد نامہ آگرہ لاہور اور لکھنؤ سے بار بار شائع ہوا۔ لکھنؤ والا نسخہ ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ لاہور اور آگرہ کے مطبوعہ نسخے ۶۶، ۶۶ صفحات پر محیط ہیں۔ لاہور کے مطبوعہ دو نسخے دستیاب ہوئے ہیں۔ ایک ملک سراج الدین ایڈیٹر ستر تاجران کتب کشمیری بازار لاہور اور دوسرا شیخ غلام علی برکت علی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور کا چھپا ہوا ہے۔ ان میں سے کسی پر بھی نہ سند اشاعت درج ہے۔ اور نہ سند تالیف لکھا ہوا ہے۔ کاپیور برقی پریس کا مطبوعہ میلاد نامہ ۱۳۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

کراچی یونیورسٹی کے کتب خانہ میں غلام امام شہید کے فارسی کلیات مطبوعہ نول کشور ۳۰۰ھ میں فارسی میلاد خوانوں کے لئے بحر طویل میں ایک نعتیہ قصیدہ ہے۔

مولود شریف شہید کی زبان کہیں مرصع و مقفی، کہیں عربی و فارسی کے الفاظ کی مدد سے عالمانہ اور کہیں سادہ ہے۔ حامد حسن قادری کی یہ رائے ہے کہ "ان کی سادہ عبارت میں بھی عربی، فارسی الفاظ بے ساختہ قلم سے نکلنے لگتے ہیں۔ یہی حال الفاظ کے دروست کا ہے جو تاخیر و تقدیم کے قدیم رنگ سے مملو ہے دراصل شہید کے نزدیک زبان ایک ایسا سانچہ ہے جس میں وہ اپنے مطالب ضرورت کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔ وہ میلاد نامے کی روایت سے بخوبی واقف ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ سامعین پر اثر ڈالنے کے لئے کس موقع پر کون سی زبان استعمال کرنی چاہئے۔ اس ہنرمندی کا نتیجہ تھا کہ جب شہید کسی محفل میں خود اپنا میلاد شریف پڑھتے تھے تو عجیب سا ملہ بدھ جاتا تھا اور اکثر اہل محفل پر رقت سے غش طاری ہو جاتا تھا۔" (۱۳۹) شہید کی تحریریں قافیہ بازی اور رنگین عبارت سے خالی نہیں ہیں۔ بیان میں شاعرانہ تصرف اور سلاست و دلچسپی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

جس دور میں غلام امام شہید نے میلاد نامہ لکھا ہے۔ اس زمانے میں خاندان مغلیہ کے زوال کے سبب اہل کمال پریشان و سرگرداں پھر رہے تھے۔ نوابان لکھنؤ کی ادبی قدر دانی کی وجہ سے مشاہیر علم و ادب لکھنؤ میں جمع ہو گئے تھے۔ اسی دور میں رجب علی بیگ سرور نے "فسانہ عجائب" اور غلام امام شہید نے "میلاد شہید" لکھا۔ ان دونوں تصانیف کی زبان بڑی مماثلت رکھتی ہے۔ ایک جگہ نعت سرور کو نمین لکھتے ہیں جو اس دور کی زبان کی نمائندگی کرتی ہے :

"کیا سلطان صاحب بہان حبیب الرحمن محبوب سبحان یکہ تازہ عرصہ گاہ سبحان الذی اسری شہباز بلند پرواز دنی فتد لی اورنگ نشین مکان و کان قلب قوسین او احنی راز دار بہترین قلوبی الی عہدہ ما اوحی۔ طوطی شکر خلسے وما ینطق عن الہوی عنللمب خوشنوائے ان ہوا الا وحی بوحی انیہ صورت نما لو لا کہ لما کنجینہ کوہر آبائی و لسوف بعطیک ربک لترضی شہنشاہ فرمان روائے اند من دونہ تحت لوائے کلین نورستہ چمنستان کبریا می مابرونے طلعت زیبائے خورشیدہ سیمائے والنہار اذا تجلی سیاہ مونے غالیہ سائے عنبر آستینے والیل اذا بغشے شمع شب الفروز کنت نبیا" و اند بین الماء والطنی القتب جہانتاب وما ارسلک الا رحمتہ للعالمین بتکے ایکہ طہ و بس دلتائے حقیقت لعلمت علم الاولین

والآخرین کلکوندہ علوی والشمس والضحی شانہ کشف طرہ واللیل افاسجی سرمدہ دہلہ زاع البصر وما
عفی شہسوار میدان اجنبی شہر یار ایوان اصطفا بلبلہ ولا گوہر نوح بطحا اختر برج طہ واسطہ
قریش ارض و سما شفیح گنہان ما و سما مکرم کبریا مقدم مرتجی معظم مبتدی موبد مقتدی احمد
نجبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و علی الہ واصحابہ البرۃ الاتقیہ" (۱۳۰)

نعت رسول مقبولؐ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ معمولی انسان آپؐ کی نعت کیسے لکھ سکتا ہے جبکہ پیغمبر
اور قریشؐ بھی آپؐ کی نعت کا حق ادا نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ آپؐ کی نعت و تعریف میں سب سے انداز
تعیار فرماتا رہا ہے۔ اس لئے نعت رسول بھی ذہن قدرت میں محفوظ و مستور ہے۔ اس بات کو غلام امام
شمید نے نادر انداز میں بیان کیا ہے:

"آدمؑ مطیع اس کے دم کا، اور لیں مستفیض اس کے تدلیس کرم کا، نورؑ کشتی بان اس کے دریائے
خیل و حشم کا، ابراہیمؑ زلہ رہا اس کے خوان ہم کا، اسمعیلؑ ذبح اس کے امویئے پرخم کا، اسحاقؑ مشتاق اس
کے دیدار مختم کا، یعقوبؑ شکست بیت الاحزان اس کے عشق اتم کا، یوسفؑ زندانی اس کے دام زلف اعجاز
پر خم کا، خضرؑ تشہ لب اس کے سرچشمہ فیض اتم کا، سلیمانؑ حامل اس کے علم کا، کلیمؑ مشیر اس کے کلام
اعظم کا، عیسیٰؑ مختر اس کے قدوم مقدم کا، جبرائیلؑ محافظ اس کے حریم محترم کا، میکائیلؑ عافیت خواہ اس کے
مزاج اکرم کا، اسرائیلؑ رتبہ دان اس کے قدر و قیم کا، عزرائیلؑ رضا جو اس کی خاطر معظم کا، صدیقؑ اس کا
مخبر، فاروقؑ اس کا ہم دم، عثمانؑ اس کا رفیق کرم، علیؑ اس کا برادر معظم ہے، صلی اللہ علیہ وسلم" (۱۳۱)

میلاد ناموں میں روایات کے بیان میں یکسانیت ہے۔ یہ تمام روایات صحائف مقدسہ اور کتب معتبرہ
سے اٹھ کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی تخلیق فرمایا۔
نور محمدی کے بیان کے سلسلہ میں غلام امام شمیم نے کمال فصاحت و بلاغت سے کام لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:
"وانبایان خواص حقیقت اور مایہان رموز شریعت نے یوں لکھا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ کو اظہار
ذات مسیح کلمات کا منظور ہوا۔ جمیع موجودات کے نور سے ہزار برس پیش نور کامل السور خواجہ عالم سلی
اللہ علیہ وسلم کا پیدا کر کے فضائے لامکان میں رکھا پس وہ نور کرامت ظہور ایک مدت تک بساط تقرب پر
طواف میں مشغول رہا۔ بعد اس کے سجدہ کے لئے مامور ہوا چنانچہ ایک سال کامل ہوا کہ اس جہان کا ہر
سال تین سو ساٹھ دن اور ہر روز یہاں کے ایک برس کے برابر ہوتا ہے۔ سجدے میں رہا اور عز و جل کی
تسبیح میں مشغول رہا۔ پس اس نور فیض کنور سے ایک جوہر بنایا اور اس جوہر فیض منظر کو نظر عنایت سے
دیکھ کر دس حصے کئے ایک حصہ سے عرش اور دوسرے سے لوح تیسرے سے قلم بنایا اور حکم کیا کہ قلم کو
لکھ بسم اللہ الرحمن الرحیم قلم نے ہزار برس میں بسم اللہ لکھی بعد اس کے حکم ہوا کہ لکھ لا الہ الا اللہ محمد
رسول اللہ جس وقت نام مبارک خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہزار برس تک سر سجدہ میں رہا۔ پھر
سراٹھایا اور کہا السلام و علیک یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کی طرف سے جواب دیا
و علیکم السلام و منی الرحمتہ اس طرح حصہ چہارم اور پنجم اور ششم اور ہفتم اور ہشتم اور نہم سے ماہتاب و
آفتاب، رات دن، قریشے اور کرسی بنائی اور دسویں حصہ سے روح محمدی کو پیدا کیا۔ عرش کی داہنی طرف

چار ہزار برس تک تسبیح و تقدیس میں مشغول رکھا۔ الغرض وہ نور کرامات ظہور ستر ہزار برس تک عرش پر اور پانچ ہزار برس تک کرسی پر جلوہ افروز رہا۔ پھر جبرئیلؑ اور میکائیلؑ بموجب حکم ربانی زمین پر آئے اور پارہ خاک طلب کیا۔ زمین نے جس وقت نام خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سنا، شق ہو گئی اور خاک سفید مثل کافور اس سے ظاہر ہوئی چنانچہ حضرت جبرئیلؑ ایک مشقال خاک اس مقام سے کہ اب جائے تربت اس جناب کی ہے، لے آئے۔ پھر اس خاک کو مٹک اور زعفران اور سلبیل اور ماہر معین اور شراب تسنیم اور کافور ہشتی سے خیر کر کے مادہ وجود باہود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتب کر کے جبرئیلؑ نے اس روح نور منظر کو اطباق سموات اور اطراف بہشت اور جملہ امناف فرشتوں میں گرد بگڑ بھرا کر مژدہ سنایا **هَذَا طِينُهُ حَبِيبُ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَطِينُ الْمُنْبِتِينَ مَشْهُورٌ فِي الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** غرض وہ مادہ وجود محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بصورت ایک قدرل کے چند مدت خلقت کا لہد آدم تک ساق عرش بریں سے مطلق رہا۔ (۳۲)

میلاد شہید میں دیگر میلاد ناموں کی طرح سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ اس میں بیان کی گئی روایات کا مآخذ نہیں لکھا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ انہوں نے مشہور اور عام روایات جو تحقیق شدہ ہیں، ان کے لئے کتب ہائے مستبرہ کے حوالے دینا غیر ضروری سمجھا ہو جو عصر حاضر کی علمی کم مائیگی کی وجہ سے تحقیق طلب معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً انہوں نے ایک روایت بیان کی ہے:

”حضرت عبداللہ نے عبدالمطلب سے کہا کہ جب میں بطحائے مکہ کی طرف جاتا ہوں ایک نور عظیم الشان میری پیٹھ سے ظاہر ہو کر دو حصہ ہو جاتا ہے۔ نصف اس کا جانب مشرق اور نصف جانب مغرب منتقل ہوتا ہے۔ من بعد وہی نور مثل پارہ ابر میرے سر پر سایہ کرتا ہے۔ پھر متوجہ ہوتا ہے طرف آسمان کے اور دروازے آسمان کے کھل جاتے ہیں اور جب میں زمین پر بیٹھتا ہوں۔ زمین سے آواز آتی ہے کہ اے وہ شخص کہ نور محمدیؐ تیری پشت میں جلوہ افروز ہے۔ تجھ پر سلام اور جس درخت خشک کے پاس سے گذرنا ہوں وہ درخت فوراً سرسبز ہو کر تجھ پر سایہ کرتا ہے۔ اور جس وقت وہاں سے گذرنا ہوں پھر بدستور سوکھ جاتا ہے۔ عبدالمطلب نے کہا۔ اے عبداللہ بشارت ہو تجھے کہ تیرے صلب سے سید رسلؑ ہادی سبلؑ احمد مجتبیٰؑ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے۔“ (۳۳)

یہ روایت شواہد انہوت اور روشنی الاحباب دونوں میں وضاحت سے موجود ہے۔ کتب سیرت کے شائقین ان کتابوں کو اپنی مزاولت میں رکھتے تھے اس لئے کسی علمی یا تحقیقی کتاب لکھتے وقت مشہور روایات کے بیان میں کسی کتاب کا حوالہ دینا غیر ضروری سمجھا جاتا تھا۔ ویسے مذہب کا تعلق عقیدت سے ہے اور اگر مذہب کی ہر روایت کو عقل کی کسوٹی پر کسا جائے گا تو اس سے وسواس اور شبہاء کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ مذہب میں فلسفہ و عقل اور تجربہ و شبہاء کا نہ کوئی امکان ہے اور نہ کسی طرح روا ہے۔ ہر میلاد نگار نے مروجہ روایات کو بیان کیا ہے مثلاً نبی کریمؐ کی پیدائش کے سلسلہ میں غلام امام شہید نے روایت بیان کی ہے:

”اس رات کو آسمان کے فرشتوں نے غلغلہ شادمانی زمین تک پہنچایا اور اہل زمین

نے غلط کامرانی آسمان کو سنایا۔ جبرئیلؑ نے علم سبز خانہ کعبہ پر نصب کیا اور مبارک پاؤں دی۔ فرشتوں نے ارباب زمین کو دروازے بہشت کے کھول دیئے۔ عالم عالم اوار قدس سے معور ہو گیا۔ اچلیں پناؤں میں جا چھپا۔ شبانہ روز صحرا و دریا میں سرگرداں رہا۔ بت روئے زمین کے سرنگوں ہوئے۔ حیوانات قریش کے بولنے لگے وغیرہ وغیرہ۔" (۳۳)

یہی روایات بالفاظ دیگر ہر میلاد نامے میں منقول ہیں اور ان کا ماخذ بھی مدارج النبوت اور روئے باب ہیں جو ہمیشہ مستند سمجھی گئی ہیں۔ قرون اولیٰ سے یہ بات آداب میلاد میں شامل ہے کہ جب ذکر رسول رسالت شروع ہوتا ہے تو تمام حاضرین محفل سلام کے سلسلہ میں باادب کھڑے ہو جاتے ہیں ایک پس سلام کے چند مصرعے پڑھتا ہے تو حاضرین ان الفاظ کو عشق و محبت میں ڈوب کر ساتھ دہراتے ہیں۔ عجب روح پرور اور کیف افزا منظر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ہر شاعر نے سلام لکھنے کے سلسلہ میں اپنی اپنی حد کے مطابق زیادہ سے زیادہ عقیدت سے پھول پھلور کر کے کی کوشش کی ہے۔ شہید نے بھی سلام لکھتے آتے اظہار عقیدت کی صحیح ترجمانی کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے سلام کے چند شعر ملاحظہ فرمائیے :

"السلام اے دھبیر بیکساں

السلام اے چارہ درو تھماں

السلام اے قبلہ گاہ اہل دین

السلام اے پادشاہ مرسلین

السلام اے شاہ عقمت السلام

السلام اے ماہ رفعت السلام

السلام اے مجوہر تاج قبول

السلام اے زیب معراج قبول

السلام اے پیشوائے انبیاء

السلام اے مقتدائے اولیاء

السلام اے باعث ایجاد خلق

السلام اے موجب بنیاد خلق

السلام اے مظہر انوار حق

السلام اے صدر اسرار حق

السلام اے جان جاناں السلام

السلام اے شاہ شاہاں السلام

السلام اے غمزدوں کے دھبیر

السلام اے پاوی روشن ضمیر

(۳۵)

سلام پڑھتے وقت قیام تعظمیٰ جائزہ مباح، مستحسن اور باعث ثواب و برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں رسولؐ کی اطاعت کو اپنی اطاعت بتایا ہے۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ تعظیم رسولؐ تعظیم خدا نہیں ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہم کو حدیث سناتے تھے جب آپ اٹھتے ہم سب کھڑے ہو جاتے اور جب تک آپ گھر میں داخل نہ ہو جاتے ہم لوگ کھڑے رہتے تھے۔“ (۱۳۶) اس کے علاوہ عام کتب سیر میں منقول ہے کہ جب حضرت فاطمہ الزہراءؓ تشریف لاتیں تو حضورؐ کھڑے ہو جاتے اور جب حضورؐ تشریف لاتے تو حضرت فاطمہؓ کھڑی ہو کر تعظیم دیتی تھیں۔

غلام امام شہید نے سلام کے بعد چند روایات تحریر کی ہیں اور کمال صفات محمدیہ کو اس طرح بیان کیا ہے:

”خلافت آدمؑ ملک سلیمانؑ حسن یوسفؑ غلت ابراہیمؑ کلام موسیٰؑ دم عیسیٰؑ حیات یونسؑ شکر نوحؑ لسان اسماعیلؑ بشرائے یعقوبؑ صوت داؤدؑ صبر ایوبؑ زہد یحییٰؑ عطا کیا گیا۔ اور حضورؐ سرور کائنات کو یہ تمام صفات مجموعی طور پر عطا فرمائے۔“ (۱۳۷)

مولود شریف شہید میں یہ روایت بیان کی گئی ہے:

”آپؐ کی چھوٹی حضرت معینہؓ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ میں نے ولادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر چھ چیزیں بہت عجیب دیکھیں۔ ایک تو یہ کہ پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور آہستہ آہستہ فرمایا: یا رب امتی امتی۔ دوسرے یہ کہ زبان صحیح اور عبارت صحیح سے فرمایا: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ تیسرے یہ کہ آنحضرتؐ کا نور چراغ پر غالب تھا۔ چوتھے یہ کہ میں نے چاہا کہ آنحضرتؐ کو نہلاؤں۔ غیب سے آواز آئی اے صفیہؓ تو تکلیف نہ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے شستہ اور پاک بھیجا ہے۔ پانچویں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناف بریدہ اور مخنون پیدا ہوئے۔ چھٹے شانہ مبارک پر مہر نبوت ستارہ صبح سے روشن تر دیکھی اور اس میں یہ خط نور لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔“ (۱۳۸)

من و عن مندرجہ بالا روایت ابو البیان سلیم جروہوی نے بھی بیان کی ہے۔ (۱۳۹)

شہید نے ایک ایسی روایت بھی نقل کی ہے جو کسی دوسرے میلاد نامے میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ وہ لکھتے ہیں:

”عبدالملک نے آپؐ کی ولادت کی خبر سن کر کہا کہ محمدؐ کو میرے سامنے لاؤ اور مجھے دکھاؤ۔ آمنہؓ نے جواب دیا کہ صحبات تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ محافل غیب سے تاکید ہے کہ تین دن تک کوئی نہ دیکھے عبدالملک آمنہؓ پر غصہ ہو کے بولے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھاؤ نہیں تو میں تجھے یا اپنے تئیں ہلاک کروں گا۔ جب آمنہؓ خاتونؓ نے عبدالملک کو اس قدر بے قرار دیکھا۔ ناچار وہاں تک پہنچا دیا۔ عبدالملک نے کمال اشتیاق سے چاہا کہ دیدار سید ابرار حبیب پروردگار سے مشرف

ہوں۔ ایک شخص تلوار کھینچ کر سامنے آیا اور کہا کہ جب تک تمام مقررین جناب ختم
المرسلین حبیب رب العالمین کی زیارت سے فارغ نہ ہوں گے کسی کو مجال دیکھنے کی
نہ ہو گی۔ عبدالمطلب یہ حال دیکھ کر حیرت سے تھرا گئے۔ تلوار ہاتھ سے گر
پڑی۔ (۱۳۰)

غلام امام شہید نے اس روایت کے بیان کے سلسلہ میں کوئی مستند حوالہ نہیں دیا۔ غالباً وہ یہ بات کہتا
چاہتے ہیں کہ مقررین فرشتے تین روز تک زیارت کو آتے رہے اور اس بات کو سادہ انداز میں بیان کرنے
سے بات زیادہ موثر ہو جاتی۔ اس روایت کے بیان میں شہید نے حضرت عبدالمطلب کے لئے عجیب زبان
استعمال کی ہے مثلاً حیمات تم اسے نہیں دیکھ سکتے وغیرہ، فصاحت عرب سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ
کسی بزرگ کو اس قسم کی زبان سے مخاطب کریں۔ حضرت عبدالمطلب کا نام روایت کے پیرایہ میں بھی بصد
احترام لینا لازمی ہے۔ اس کے علاوہ ایک فرشتے میں میرے خیال کے مطابق یہ طاقت نہیں ہو سکتی کہ
آنحضورؐ کے دادا جان کے سامنے تلوار کھینچ کر آسکے۔ یہ بات درایتاً صحیح ثابت نہیں ہوتی۔

اسی طرح یہ روایت قریب قریب ہر میلاد نامے میں بیان کی گئی ہے اور شہید نے بھی اسے بیان کیا
ہے کہ ”آپ کی تشریف آوری کے وقت طاق کسریٰ کے چودہ کنگرے گر پڑے“ آتش فارس جو کہ ہزار سال
سے روشن تھی بجھ گئی۔ دریائے سادہ خشک ہو گیا۔“ (۱۳۱)

سیرت کی دیگر کتابوں میں بھی ان روایات کو بیان کیا گیا ہے مگر غلام شبلی نعمانی نے ”سیرت النبیؐ“ میں
اسے استفادہ سے تعبیر کیا ہے۔ طاق کسریٰ کے چودہ کنگرے گر جانا سے دنیا کی چودہ کافر سلطنتوں کا مفتوح ہو
جانا۔ آتش فارس کے بجھ جانا سے آتش گناہ کے سرد پڑ جانے سے تعبیر کیا ہے کیونکہ حضورؐ کی پیدائش کے
سبب ہزاروں سال سے راج ہت پرستی کو زوال ہوا۔ غلام شبلی نعمانی نے غیر مذہب کے لوگوں کو عقلی طور
پر صحیح تسلیم کرانے کے لئے ان روایات کی توجیہ کی ہے کیونکہ ان کی سیرت النبیؐ کا لب و لہجہ تاریخی
ہے۔

”مولود شریف“ شہید میں کسی جگہ اردو اور کسی جگہ فارسی فقریں بھی مندرج ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے
کہ اہل ملک کا مزاج فارسی سے زیادہ قریب تھا اور فارسی زبان کی حلاوت و شیرینی اردو کے بیان کو زیادہ
موثر بنا دیتی ہے۔ شہید نے امیر خسروؒ، سعدیؒ، جامیؒ اور قدسیؒ کے کلام سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔
بیان حلیہ شریف میں شہید نے فصاحت و بلاغت سے کام لیا ہے۔ ان کا انداز بیان اس زمانے کے
مخصوص طرز تحریر کی عکاسی کر رہا ہے۔ نمونہ درج ذیل ہے :

”روئے زبنا آئینہ تجلیات خدا آفتاب پر نیا قمر مرآہ صفا یعنی وہ چہرہ نورانی لطافت
میں مثل آئینہ مظہر انوار سبحان اللہ صباحت میں غیرت خورشید درخشش اور ملامت میں
مثل ماہ تاباں تھا۔ پیشانی انور بزمینہ شفق قمر یعنی نصف ماہ کی طرح منور تھی۔ گلہائے
رخسار برابر اور ہموار نہ چنداں پر گوشت نہ چنداں نجف و زار ذوق قصر مثل گوئی قمر
مسند برا شکل العینین یعنی سپیدی آنکھ کی ماکل بہ سرخی اعجاز نگاہی سے نہایت دلنور

اکمل العینین سیاهی چشم ملاحظ حسن سرشار غار نگر صبر و ثقیب مژگان سیاہ بغیر سرمہ خود بخود سرگمین نگاہ کثرت حیات سے اکثر مائل بر زمین اور دروہشت سے یکساں دیکھتے تھے، اہمہ پوست و باریک خمدار بینی شریف بلند و پر انوار لب ہائے مبارک نہایت احسن و جان مقدس نہایت اللطاف و مستحسن کشادہ دندان مثل لعل بے بہا درخشاں حتیٰ کہ تبسم کے وقت تمام در و دیوار عکس نور سے روشن ہو جاتے تھے اور خالق یکمانے کسی بشر کو اس جناب سے زیادہ فصیح البیان اور خوش آواز نہ پیدا کیا۔ سر شریف بزرگ مائل بحد اعتدال، مخزن فضل و کمال موسے مبارک نہ چنداں نرم فروہشت نہ چنداں سخت و پیچیدہ درازائے گیسو معبر کی گاہے تانرمہ گوش گاہے تابدوش لحد مقدس تاسینہ معنی گرون مبارک فقرہ مصفا بغل اور شانہ اور بازو درجہ اعتدال میں نرم پشت اور شکم صاف مثل سیم سادہ بے موگر ایک خط موسے باریک سینے سے ناف تک ہویدا در میان دونوں شانوں کے خاتم نبوت ختم رسالت کی دلیل روشن رنگ اور صفا میں غیرت ید بیضا دست حق پرست حریر و عینا سے نرم تھا اور پوسے بدن مشک سے زیادہ معبر قدم مبارک کبھی خاک راہ سے آلودہ نہ ہوا قامت زیبا نہال بارخ قدس سرور چمنستان انس موزوں بدرجہ کمال رنگ رخسار ملاحظ انگیز گندم گوں یعنی نہ بہت سرخ درجہ اعتدال میں نہایت عشرت خیر تھا۔ (۱۳۳)

میلاد شہید میں حلیہ مبارک کے بعد معجزات کا بیان ہے۔ معجزے کا لفظ عجز اور عاجز سے مشتق ہے یعنی جس کے سمجھنے میں عقل انسانی عاجز آجائے۔ نبی کریم کی ہر بات تفسیم سے بالاتر اور ائمہ سے ماورا ہے۔ غلام امام شہید نے بعثت کے بعد کے معجزات بیان کئے ہیں۔ انہوں نے معراج النبی کا تذکرہ نہایت تفصیل سے کیا ہے اور جو روایات دیگر میلاد ناموں میں معمولی طریقہ سے بیان کی گئی ہیں، شہید نے انہی روایات کو بڑی فصاحت و بلاغت سے بیان کیا ہے۔ شب معراج میں پیش آنے والے واقعات کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

”وَاقِفَانِ اسْرَاوْ سَبْحَانَ الَّذِیْ اسْرٰی وَ تَلٰلِیٰنِ رَمُوْا نُنٰی فَتَلٰی اس داستان واجب الاتقان کو یوں لکھتے ہیں کہ ستائیسویں تاریخ رجب دو شبہ کے دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امہانی کے گھر بعد قراغ نماز عشاء کے خواب استراحت فرمایا کہ چشم نرمس آٹھائے خواب، دل بیدار مائل رب الارباب نظر عنایت جانب امتثال سینہ کباب رکھتے تھے ناگاہ حضور کبریائے جلیل سے حضرت جبرئیل کو حکم پہنچا کہ اے روح الامین آج کی رات گوشہ عنایت اور زاویہ اطاعت چھوڑ آج تیری عبادت ایک خدمت کے صلہ میں حضور سے معاف ہوتی ہے۔ تسبیح و تہلیل موقوف کر، پر طاووس بازوئے مرصع قدوسی جامہ نگارین فردوس اپنے بدن پر آراستہ کر، کمر خدمت گاری کی مقبوضہ باندھ تاج فرمانرواری کا سر پر رکھ، مروجہ معاونت ہاتھ میں

لے۔ میکائیل سے کہہ کہ جیسا ارزاق کا ہاتھ سے رکھے، ایک ساعت قسمت ارزاق موقوف کر کے تیری عمرانی کے واسطے آمادہ اور مستعد ہووے اور اسرائیل صور ہاتھ سے رکھ دے۔ عزرائیل قبض ارواح موقوف کر کے آسمان کے نوبی نقارے صدق و صفا کے بجائیں، فراشان نور چاندی کا فرش طبقات سموات پر بچھائیں۔ صحن آسمان کو جاربوب شعل آفتاب سے جھاڑ کر شیر سحر اور گلاب روز سے وعوئیں۔ عرش کو لباس زر نگار قدس پہناؤ، سرمہ شب قدر کو اکب کی آنکھوں میں لگاؤ۔ رضواں در و دیوار بہشت بریں کی آئینہ بندی کر کے چمن چمن روش روش پر اعلیٰ زمین تجلیات بچھاوے۔ مالک دروازے و دروازے کے بند کر کے حلم و تسکین کے قفل لگا دے۔ حوران خلد بریں صف بہ صف آراستہ ہو کر انگنٹھ صاف عود و قناری کی سلگائیں۔ غلمان طبق طبق جواہرات گراں بہا شمار کے واسطے لائیں آفتاب نکلنے سے، پانی چلنے سے، افلاک گردش سے اور ہوا جنبش سے باز رہے۔ ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ اور تمام انبیاء و مرسلین کی ارواح کو عطریات قدس سے معطر کر اور کہہ کہ ایک عظیم الشان میمان کے استقبال کے واسطے مستعد رہیں۔ تمام مشارق اور مغارب عالم اور قبور بنی آدم سے عذاب موقوف کر کے عطر محبت سے معطر کر اور ستر ہزار فرشتے اپنے ساتھ لے کر بہشت غنیم سرشت میں جا وہاں سے ایک براق برق خرام انتخاب کر کے سر زمین مغرب میں وہاں سے قبیلہ قریش میں، ان میں سے بنی ہاشم، ہاشمیوں میں سے عبدالمطلب کے قبائل میں گذر کر، ان میں ایک جوان ہے سرو قد، ماہ نو، عطار و منظر، زہرہ پیکر، آفتاب علم، بہرام چشم مشتری، دیدار کیوان مقدار سید ابرار اس کی بالیں پر حاضر ہو کر بابوب تمام عرض کرے:

امشب	شب	قدر	تست	یہ	شتاب
قدر	شب	قدر	خوش	دریاب	
آرائش	سرمہ	ست	امشب		
معراج	محمدت	امشب			

(۱۳۳)

غلام امام شہید شب معراج سواری نبی کریمؐ براق کی تعریف کا تذکرہ تفسیر زاد المذکرین کا حوالہ دیتے ہوئے یوں کرتے ہیں:

”ہر عضو اس براق صبارتار کا جواہرات بہشتی سے بنایا گیا تھا۔ سر اس کا مروارید یکدانہ کلاں کا اور کان اس کے زبرجد ہنر کے، پیشانی یا قوت سرخ کی، جس پر یہ خط نور لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور آنکھیں لعل شب چراغ کی طرح چمکتی

ہوئیں، ناک کھیلے رخشاں کی اور لب پارہ مرجان کے، دانت موتی کے، گردن یا قوت احمر کی، پیشانی کے بال مرجان تر کے اور گردن کے بال زعفران تر کے اور جب سر کو جنبش دیتا تو منہک جھڑتی اور پھریری لینے سے بالوں میں تور لراتا، بال بال میں موتی پروئے ہوئے، سم جہاں رکھتا زمین روشن ہو جاتی، پشت اس کی سونے کی اور پیٹ چاندی کا، ہاتھ پاؤں زمرد کے اور دم شاخ مرجان کی اور دونوں بازو انواع نقش و نگار اور جواہرات آبدار سے نگاریں اور بڑاؤ موتیوں سے ہماریں، سم اس کے غبر کے، فعل فیروزہ کے، حق تعالیٰ نے اسے نور سبز سے بنایا اور جو حسن و خوبیوں اور حیوانات کو جدا جدا عنایت کیں اس کو تماویں جیسا اس کے راکب کو سب خوبیاں اور پیغمبروں کی کجا ملیں۔ پس جبرائیلؑ نے سب براتوں میں اس براق کو اختیار کیا اور آستانہ نبویؐ کی طرف متوجہ ہوئے۔“ (۱۳۳)

نظام امام شہید نے اس کے بعد معراج کے تفصیلی واقعات بیان کئے ہیں۔ آخر میں بیان معراج نثر میں لکھتے لکھتے حال معراج نظم میں لکھتا شروع کر دیا اور ان بقیہ احوال کو ترجیح بند کی صورت میں بیان کیا ہے۔ اس کے دو بند ملاحظہ فرمائیے:

غل ہوا سیر کو فردوس کی آتے ہیں حبیب
 بولا رضواں کہ بھلا میرے کہاں تھے یہ نصیب
 چٹکٹک کیا کروں اس شاہِ ذمّن کے میں غریب
 صدقہ آپ ہی کا ہے جو غلہ میں ہے چیز عجیب
 کوئی دعوت کی نہیں بنتی ہے مجھ سے ترکیب
 مگر امت کے مکانون کی دکھاؤں ترتیب
 ناگہاں آنے لگی کانوں میں آوازِ نقیب
 عرض کرنے لگا یوں جا کے سواری کے قریب
 مرجا سید کی مدنی العری
 دل و جان باوِ فدایت چہ عجب خوش لقمی
 جب چلا چاندِ مدینہ کا سوئے ربِ جلیل
 بھگتی مہرِ درخشاں کی ظلمت پر قندیل
 شیرِ فردوس کی رکھی کہیں آدم نے سبیل
 کہ اس راہ سے گذرے گا وہ فرزندِ جمیل
 فرشِ خلعت کا بچھاتے تھے کسی جا پہ غلیل
 کہیں یوسفؑ تھے کھڑے اور کہیں اسعیلؑ
 روح پر روح لگی، مگر نے براہِ تعبیل

پھر ہوئے نذر سرا صور میں یوں اسرائیل
مرحبا سید کی مٹی العربی
دل و جان بادِ فدایت چہ عجب خوش لقمی
(۱۳۵)

معراج کے تفصیلی بیان کے بعد وفات شریف کا بیان ہے۔ آخر میں کچھ روایات شہید نے منقولہ کر
لی ہیں جس میں نبی کریمؐ کے ایام طفولیت کے حالات کو تفصیل سے قلمبند کیا گیا ہے۔ روایات
سنن حنبلہ قصہ حضرت بلالؓ غزل در وصف قدم شریف اور قصہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ بھی منقولہ شامل

غلام امام شہید نے میلاد ناموں کی روایت کے مطابق سب سے پہلے جو نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کا
بیان کیا ہے وہ طرز اظہار کے لحاظ سے متنوع اور رنگ رنگ تاثرات و کیفیات پر مشتمل ہے۔ وہ لکھتے

آمد آمد ہے رسول پاکؐ کی
آمد آمد ہے شہ لولاکؐ کی
آمد آمد سید اعظمؐ کی ہے
آمد آمد سرور عالمؐ کی ہے
آمد آمد ہے شہ ابرارؐ کی
آمد آمد ہے بے سردارؐ کی
(۱۳۶)

نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ سے قبل آپؐ کے استقبال کی تیاریوں پر مشتمل اس میلادیہ نظم کا سلسلہ
مزید ۲۶ اشعار تک جاتا ہے اور اس میں آپؐ کی صفات اور زمین و عرش کی رونق کا نقشہ بے دلفش
انداز میں کھینچا ہے۔ ظہرِ قدسی کے بعد دوسری میلادیہ نظم شروع ہوتی ہے۔ اس کی بحرِ پہلی میلادیہ نظم
سے مختلف ہے۔ چند شعر ملاحظہ فرمائیے:

شہنشاہ اعظمؐ تولد ہوئے
رسولِ مکرمؐ تولد ہوئے
شہ دنیا و دین تولد ہوئے
مہ اوج علیا تولد ہوئے
تولد ہوئے پیشوائے جہاں
تولد ہوئے مقتدائے جہاں
تولد ہوئے سرورِ مرسلان
تولد ہوئے رہبرِ دو جہاں

(۱۳۷)

قصہ حضرت بلالؓ میں نبی کریمؐ کی وفات مبارکہ کے بعد حضرت بلالؓ کی ان حسینہ کیفیات کا بیان ہے۔
 رسالتِ نبویؐ کی جدائی سے پیدا ہوئی۔ نبی کریمؐ کی رحلت کے بعد حضرت بلالؓ شام سفر کر جاتے ہیں اور یہ
 وہاں سے ایک مدت کے بعد مدینہ آتے ہیں۔ درج ذیل اشعار میں ان کی آخری اذان اور وفات کو غلامِ
 شہید نے بھرپور دردِ مندی سے بیان کیا ہے۔ شاعر کا انداز میاں ترنم ریز ہے۔ بیان کی سادگی لفظی رعایت
 کے باوجود نہایت حسین ہے۔

ایسا زبان پر جو محمدؐ کا نام
 بس لیا ہاتھوں سے کلیچہ کو تھام
 کہتے ہیں کوٹھے سے گرا بے خبر
 کر چھٹا کرتے ہی جہاں سے سفر
 مرقہ اور کو اشارہ کیا
 زندگی سے اپنی کنار کیا
 ہاتھ سوئے قبر اٹھا رہ گیا
 سر جو بھکایا تھا جھکا رہ گیا
 ماتم و غم غمزہ کا عام تھا
 حجرہ ازدواج میں کھرام تھا
 خاک پہ ترپا جو وہ امدہ گیس
 عرش کو جنبش ہوئی کانپا نہیں
 عشق کا غم چارہ مگر جاں ہوا
 خانہ محبوب کا میمماں ہوا

(۱۳۸)

قصہ بلالؓ کے بیان میں جذبہ محبت رسولؐ مدینے سے دوری کا احساس اور دردِ مندی کا تاثر ان کے
 مخصوص انداز میں ہے:

چاہتے ہیں جس کو بلاتے ہیں یوں
 شربت دیدار بلاتے ہیں یوں
 حیف ہے ہم پھرتے ہیں شام و سحر
 حرص کا کاسہ لئے یوں در بدر
 گھر کے نہ دلدار کے در کے ہوئے
 ہم نہ ادھر کے نہ ادھر کے ہوئے
 رحمتِ عالم مجھے بلوائے

رحم میرے حال پہ فرمائیے

شریت دیدار پلا دیجئے

بہر خدا میری دوا کیجئے

ہند میں خاطر مری ناشاد ہے

جلد خبر لیجئے فریاد ہے

(۱۳۹)

قصہ حلیمہ سعدیہ کی مقبولیت کے بارے میں ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق رقم طراز ہیں:

”حضرت حلیمہ سعدیہ کا قصہ بچوں اور عورتوں میں نہایت مقبول رہا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اب تک وہ گھروں میں گایا جاتا ہے اور چھوٹے بچوں کے لئے لوری کا کلام کرتا ہے۔ اس کی اس قدر مقبولیت کا سبب مضمون کی سادگی، بیان کا دلنشین انداز، نہایت صاف اور بدیع تشبیہیں اور رواں دواں سلیس الفاظ کا استعمال ہے۔ جن کی ترکیب اور خلوص سے شاعر نے کلام کو پر تاثیر بنا دیا ہے، محبوب یزدانی پر تصدیق کا مضمون ہر جگہ موجود ہے لیکن یہاں اس کی خصوصیت اس کا معصوم رنگ ہے۔ ماں کا اپنے بچے کے ساتھ پیار اور محبت کا اظہار اس قدر شیفہ وارفتہ اور والہانہ انداز میں شاعر کے اپنے جذب و کیف کی ترجمانی کرتا ہے جو اس بخت عالم کے ساتھ عشق و محبت کے ایمانی رشتے نے پیدا کیا ہے۔ خلوص کی فراوانی سے شاعر کا دل ہیج و تاب کی اضطرابی کیفیت سے دوچار ہے۔ وہ اس جذب و شوق کو حضرت حلیمہ سعدیہ کی زبان حال سے ظاہر کرتا ہے۔“ (۱۵۰)

قصہ حلیمہ سعدیہ غلام امام شہید نے اپنے مولود شریف میں لکھا ہے۔ زنانہ مجالس میلاد میں نسائی جذبات و احساسات کی وجہ سے اس کا تاثر شدید ہو گا کیونکہ اس میں نسائی جذبات کا انداز نمایاں ہے۔ شہید نے حضرت حلیمہ سعدیہ کے حوالے سے نبی کریم سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ اس قصہ سے لوری کے چند شعر دیکھئے:

بخت عالم ہے تو اے دلیر جاگ

جاگنا بخت کا ہے بہتر جاگ

جب جگاتی تو جگاتی تھی یوں

اور سلاقی تو سلاقی تھی یوں

سو مرے عرش کے تارے سو جا

مرے اللہ کے پیارے سو جا

ماو والا نیسی کر آرام!

آفتاب غری کر آرام!

آمنہ بی بی کے جانی سو جا
میری دولت کی نشانی سو جا
تیرے آرام کو اے ماہ پارہ
میری آنکھوں کا بنے گہوارہ
(۱۵۱)

قصہ حلیمہ سعدیہؓ میں نبی کریمؐ کا حلیمہ و سراپا بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہ سراپا نبی کریمؐ امتیازی و منفرد حیثیت رکھتا ہے:

”سر پہ چھوٹا سا غلام ہے سجا
تن پہ ننھا سا ہے جامہ زینا
گل اس گل کے ہیں گورے گورے
لال ہیں آنکھوں میں اس کے ڈورے
سر پہ ہیں بال بھڑوے ایسے
گل سنبل کا ہو جھرمٹ بیسے
اس کی زلفوں کے مکتھر والے بال
دل شیدا کے لئے ہیں جنجال
قد ہے بوڑھا سا قیامت پایا
خواب نے جس کا نہ دیکھا سلایا
سرگمیں آنکھ خود کی رہزن
آفت جاں ہے غضب وہ پتوں
سامنے اس کے آکر آتا ہے
آفتابِ ابر میں چھپ جاتا ہے
خم اہو سے مدھو ہے نخل
تھر مڑھگن سے دل و جاں بسمل
نور ہی نور ہے کھڑا اس کا
قیامت حور ہے وہ نام خدا
جلوہ افزا جو وہ دلیر ہو جائے
راہِ خوشبو سے معطر ہو جائے“

(۱۵۲)

روایت اسحق حنظلہ میں مسجد نبویؐ کے ایک ستون کے جذباتِ عشق کا بیان ہے کہ جب مسجد نبویؐ میں نیا منبر رکھا گیا اور نبی کریمؐ اس پر بیٹھ کر خطاب فرمانے لگے تو مسجد نبویؐ کا ایک ستون جسے اسحق حنظلہ کہا

ہا ہے اور جس سے آپ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ آپ کے بچہ میں رونے لگا۔ یہ واقعہ احادیث و سنت میں عام ملتا ہے۔ شہید نے اس روایت کو بیان کرنے میں بڑی کامیاب کوشش کی ہے۔

مجھ مصطفیٰ میں ایک ستون

تھا بہت اوس جمال پر ستون

گو کہ آتش کو چوب سے ہے لاگ

لیکن اس کی فدا تھی عشق کی آگ

وست بہت رہ وفا میں سدا

ایک ہی پاؤں سے کھڑا رہتا

خنگ ہو کر وہ درد و غم کا دوست

رہ گیا صرف استخوان و پوست

... تھا مگر کوئی عاشق غناک

پروہ چوب میں چمچا بے باک

کشش عشق اس کی کمال تھی

صحت یار اس کو حاصل تھی

(۱۵۳)

ان اشعار میں سادگی و سلاست اور عقیدت و محبت کے کھڑے ہوئے جذبات اور صاف و شفاف عشق و مہمانداری کے احساسات بھی اپنا رنگ دکھا رہے ہیں، غلام امام شہید کی نبی کریمؐ سے والہانہ فیضی کا یہ نتیجہ نکلا کہ ان کا یہ مولود شریف عام و خاص میں بے حد مقبول ہوا۔ اس کی اشاعتوں کی تعداد شمار سے باہر ہے اور آج تک رائج و شائع ہو رہا ہے۔

مولود شریف شہید میں سے قصہ حضرت بلالؓ اور قصہ حلیمہ سعدیہؓ علیہما السلام بھی مطبع نظامی کراچی اور مطبع فردوسی بنگلور سے ۱۳۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں شائع ہوئے۔ یہ دونوں مطبوعہ نسخے کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہیں۔ ان متذکرہ بالا قصوں کی اشاعت کے علاوہ مجموعہ وفات نامہ رسول مقبولؐ قصہ حضرت بلالؓ اور قصہ حضرت حلیمہؓ مطبع مجبائی لکھنؤ اور ملک دین محمد تاجران کتب، کشمیری بازار لاہور نے شائع کئے ہیں۔ ان دونوں میں وفات نامہ رسول مقبولؐ کا اضافہ ہے۔ وفات نامہ کے تمام عنوانات فارسی میں ہیں۔ وفات نامہ حمد و نعت کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اس میں رفعت آنحضرتؐ برائے زیارت قبور، رفعت آنحضرتؐ برائے سیر بلخ، رفعت آنحضرتؐ بخاندان عائشہؓ شدت چپ آنحضرتؐ و پر سیدن ابن مسعودؓ، طلہین فاطمہؓ را، آمد جبرائیلؑ نزو آنحضرتؐ، طلہین آب ہفت چاو آنحضرتؐ، نصحت کردن آنحضرتؐ یاران را، صحابی عیب خود پیش کردن آنحضرتؐ، نصحت کردن آنحضرتؐ علی کرم اللہ وجہہ را، پر سیدن عائشہؓ از آنحضرتؐ و جواب دادن آنحضرتؐ، سوال حدیث از آنحضرتؐ، فرمودن آنحضرتؐ فاطمہؓ را، فرمودن آنحضرتؐ علیؓ را برائے قرض خود، پر سیدن آنحضرتؐ از عزرائیلؑ کہ چہ حکم است آمدن جبرائیلؑ نزو آنحضرتؐ از

جناب حق تعالیٰ بیان عرض حاجات سرور کائنات، بجناب قاضی الحاجات بریلوی جبرائیلؑ طلبیدن آنحضرتؐ ملک الموت را برائے قبض روح خود، آمدن تابوت جبرائیلؑ از نزد حق برائے حضرتؐ بیان انتقال آنحضرتؐ، قبلہ کردن روح مبارک آنحضرتؐ طلبیدن آب بوقت نزول آنحضرتؐ طلبیدن مسواک آنحضرتؐ از حضرت عبدالرحمنؓ بیان غسل آنحضرتؐ بیان غلیظ شدن ابو بکرؓ آواز دادن ابیہش علیہ الصلوٰۃ و السلام منع غسل آمدن آواز حضرتؐ حضرت بوقت غسل آنحضرتؐ اور آمدن بلالؓ از شام مدینہ منورہ بعد وقت آنحضرتؐ عنوانات ہیں۔

وقات نامہ سے چند اشعار نمونہ کے طور پر درج ذیل ہیں :

جگہ اپنی آ بیٹھے خیر الانام
 کہا پھر ابو بکرؓ سے ہو امام
 غرض کی امامت ابو بکرؓ نے
 سنبھالی جماعت ابو بکرؓ نے
 نبی نے اسی طرح اسے پاکباز
 پرہیز سترو وقت کی پھر نماز
 کنار علیؓ میں سر پاک تھا
 علیؓ بلکہ ہر ایک عثمانؓ تھا
 پیوستہ ہو چہرہ پہ چلتے لگا
 دل فاطمہؓ غم سے چلتے لگا
 کہ ہے ہے الہی ہوئی میں یتیم
 چلا میرے سر پر سے اب یہ کریم
 نبی نے سنی جب یہ آواز غم
 وہیں کھول کر آنکھ باسد الم
 کہا بیٹی سے جلد پاس آ میرے
 گلے سے تو اس وقت لگ جا میرے
 یہ سنتے ہی زہراؓ گلے سے لگی
 نبیؐ کو محبت بہت اس سے تھی
 کہا بیٹی ہرگز نہ کر دل میں غم
 تیرے غم سے مجھ پر ہے رنج و الم
 اہل کا ہے اب سامنا بالیقین
 نہ ہو اپنے دل میں تو اندوہیں
 دعا اس گھڑی مانگتے تھے رسولؐ

کہ تسکین پاوے خدایا بتولہ

(۱۵۳)

مولود شہید میں نثر کے علاوہ قصیدہ، مثنوی، غزل اور ترجیع بند میں آپ کی سیرت مقدسہ کے پند و اندیش کو بیان کیا گیا ہے۔ اس منظوم بیان میں غلام امام شہید نے تشبیہات اور استعارات اور شاعرانہ لہجہ سے اپنے کلام کو بڑے احسن طریقہ سے ستارا ہے۔ شیدا اور باقر نگاہ کی منظومات میں شعری لہجہ کم ہے۔ ان کی کاوشیں اپنے دور کی نہایت حسین اصلاحی اور تعمیری قسم کی یادگار ہیں مگر شہید کے کلام میں حب رسولؐ کی سرمستی اور والہانہ پن کا انداز منفرد ہے۔ انہوں نے جمال محمدیؐ کو دریا پائے انداز میں پیش کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری مبالغے سے پاک، سچے جذبات کی ترجمان ہے۔ ڈاکٹر حسن حسین صدیقی نے مولود شہید پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”شہید کی میلاویہ منظومات پڑھنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ خیال کی وسعتیں اور دل کی عقیدتیں الفاظ و تراکیب کے خوشنما پیرہن میں سمٹ کر تغزل کا معیار ہو گئی ہیں۔ ان کے مولود شریف میں حمد و نعت کے مقامات معنی عالمانہ عبارت میں ہیں اور عربی و فارسی کے الفاظ سے معمور ہیں، باقی مضامین سلاو عبارت میں ہیں۔“ (۱۵۵)

اس دور کی نثر میں ایک پہلو سلاست و سادگی کا تھا اور دوسرا تکلف و تصنع کا، اور بسا اوقات یہ دونوں جملہ غلام امام شہید کے مولود شریف کی طرح ایک ہی تصنیف میں باہم میسر آ جاتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی غلام امام شہید نے اردو کے دینی ادب کو دل آویز طرز بیان سے مالا مال کر دیا۔ نظم و نثر دونوں خصوصیات اور اس کے رنگا رنگ محاسن کی وجہ سے مقدار اور معیار کے لحاظ سے شہید نے مساد نگاری کی روایت میں گرا فخر اضافہ کیا۔

میر مظفر حسین ضمیر (م ۱۳۷۲ھ)

میر مظفر حسین نام، ضمیر تخلص، میر قادر علی کے فرزند تھے۔ شاعری میں مصحفی کی شاگردی کی۔ مصحفی نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر اسپرنگر کے بیان کے مطابق ۱۸۳۸ء میں کلکتہ میں بقید حیات تھے۔ (۱۵۶) ۱۳۷۲ھ میں انتقال ہوا۔ ان کے زمانے میں کلکتہ میں مرہیہ گوئی کا بڑا زور تھا۔ ضمیر نے غزل کے ساتھ مثنوی اور مرہیہ گوئی میں شہرت حاصل کی۔ میر ضمیر کی تصنیفات میں مرثیہ و سلام کے علاوہ مثنوی، سحر العجائب اور رباعان معراج (معراج نامہ) شامل ہیں۔

رباعان معراج کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود ہے۔ یہ ۱۳۵۳ھ کا تہذیب شدہ ہے اور ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا خط نستعلیق ہے مگر کسی قدر شکست یا سبب معروف و معمول بھی اس میں یکساں ہیں۔ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں اور فارسی میں ہیں۔ کہیں کہیں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے عنوانات کو حاشیوں میں لکھا گیا ہے۔ اس کے دو نسخے کتب خانہ سرسلاار جنگ اور ایک ایٹم سنٹرل لائبریری حیدر آباد میں موجود ہے۔ ڈاکٹر اسپرنگر نے بھی ایک مخطوطے کا ذکر کیا ہے جو

توپ خانہ اودھ میں موجود ہے۔ اس کے ہر صفحہ پر سترہ اشعار ہیں اور ۳۹۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ (۱۵۷)
اس مثنوی کے آخر میں ضمیر نے اس کی تاریخ تصنیف ۱۲۳۷ھ لکھ کر اس کے نام رحمان معراج کی
صراحت بھی کی ہے:

یہ قرمانش صاحب تاج ہے
مسی رحمان معراج ہے
ہوا ختم معراج نامہ جو تمیں
ہوئی فکر تاریخ کی دل نصیں
ندا آئی ہاتھ سے بے اشتباہ
کہو اس کی تاریخ فیضان شاہ
(۱۲۳۷ھ (۱۵۸)

اس مثنوی میں حمد و نعت، منقبت حضرت علیؑ مدح حضرت فاطمہ زہرا و امام حسینؑ اور دیگر اماموں کی
مدح کے بعد معراج نامہ کا سبب تالیف بیان کیا ہے۔ اس کے بعد شاہ اودھ نصیر الدین حیدر اور مددی علی
خان وزیر کی تعریف کی گئی ہے کہ انہی کے ایماء پر معراج نامہ لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد معراج کا مضمون
شروع کیا ہے۔ نفس مضمون کو عنوانات کے تحت لکھا گیا ہے۔ نبی کریمؐ نے ہر آسمان کی سیر فرما کر وہاں کیا
کیا دیکھا ملائک، جنت، دوزخ اور پھر جنت میں اہل بیت کے قصر اور ایوان ملاحظہ کئے۔ جنت کی سیر میں
آپؐ نے اپنے نظمین کو نکال دیا مگر نظمین مبارک سمیت آنے کی ندا سنی۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا
و غیرہ ایسے امور کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس معراج نامہ کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

کہوں حمد پروردگار قدیر
کریم و رحیم و سميع و بصير
وہی خالق خلقت و نور ہے
دلوں سے قرس چشم سے دور ہے
(۱۵۹)

یہ مثنوی قریباً دو ہزار اشعار پر مشتمل ہے جو بیس دن میں لکھی گئی:
یہ اعجاز آل رسالت ماب
کئی ایس دن میں یہ دس جز کتاب
میرا منہ کہاں کیا مری دستگاہ
فقط ہے یہ امداد اقبال شاہ
(۱۶۰)

رحمان معراج کی تالیف کے بارے میں ضمیر نے پوری صراحت سے لکھا ہے کہ نصیر الدین حیدر بادشاہ
اودھ (۱۲۳۳ھ — ۱۲۵۲ھ) کی قرمانش پر واقعہ معراج بیان کیا گیا ہے:

سحر کو میں تھا برسر جانناز
 وظیفہ میں مشغول باصد نیاز
 کہ آیا بس اک پیک فرخندہ فال
 لگا مجھ سے کہنے کہ اے خوش خصال
 طلب ہے تری در حضور جناب
 جناب مطاع قدسی باب
 وزیر خردمند باعدل و داد
 وہ مددی علی خاں والا نژاد
 (۲۹۱)

چھ شعر وزیر مددی علی خاں کی تعریف میں لکھنے کے بعد کہتے ہیں:
 غرض میں چلا یاں سے باصد سرور
 ہوا جا کے جب باریاب حضور
 عجب بزم دیکھی عجائب انیس
 تو میں بھی ہوا اک جگہ پر جلیس
 کیا جب کہ باب تکلم کو وا
 زباں یوں سخن سے ہوئی آشنا
 یہ ہے حکم شامش نیک نام
 کہ معراج نامہ رقم کر تمام
 (۲۹۲)

درج ذیل اشعار میں اپنے سید ہونے کی نسبت وضاحت کی ہے:
 میں ہوں مرثیہ گوئے سبط رسول
 اوھر بھی اٹھا یک نگاہ قبول
 یہ معراج نامہ جو لایا ہوں میں
 نبی کے وسیلے سے آیا ہوں میں
 یہ میرا وسیلہ نہ رو کیجو
 میں سید ہوں میری مدد کیجو
 (۲۹۳)

اس معراج نامہ کی تصنیف کے سلسلہ میں شاعر نے حیات القلوب اور دوسری اسی موضوع کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔
 لکھنؤ کی شیعہ فضا میں مجالس عزا کی کثرت تھی۔ اسی مناسبت سے رجحان معراج میں بھی ابتداء میں

امامین کے مناقب بیان کئے گئے ہیں۔ اور اس کے بعد معراج کے مضمون کو شروع کیا ہے۔ تعزیر داری اور مجالس عمر کی ضرورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے شعراء نے مرثیہ گوئی سے کام لیا۔ اسی طرح میلاد کی محافل اور ان کے چاہتا انعقاد نے دہلی اور لکھنؤ کے شعراء کو اس فن کی طرف خصوصی رغبت دلائی۔ اس لحاظ سے شمالی ہند کا دور زیادہ تر رکی اور تقلیدی رویوں سے عبارت ہے۔ رہبان معراج فی محاسن کے اعتبار سے ایک بلند پایہ معراج نامہ ہے اور اس میں اخلاص، درد مندی اور کیفیات کا موثر بیان نظر آتا ہے۔

مولوی محمد حیات (۱۳۱۹ھ ر ۱۸۰۴ء — ۱۳۹۳ھ ر ۱۸۷۶ء)

مولوی محمد حیات میسور کے متوطن تھے۔ عربی فارسی کی قابلیت رکھتے تھے۔ انہوں نے نظم و نثر میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں احوال النبیؐ، نور الہدایہ، شفاعت نامہ، دیدار نامہ اور شرف الایمان مع نور الاسلام زیادہ مشہور ہیں۔ اور ان کے مخطوطات کا تذکرہ ڈاکٹر محی الدین زور نے کیا ہے۔ (۱۶۳)

احوال النبیؐ مظلوم سیرت ہے جو تقریباً ۵۵۰۰ آیات پر مشتمل ہے۔ اس میں سید حیات نے نبی کریمؐ کے حالات نہایت اجمال کے ساتھ سادہ اور سلیس انداز میں بیان کئے ہیں۔ ولادت رسالت، آپؐ کے والدین، علامات نبوت، بعثت، معراج، غزوات، حسن خلق، معجزات، ازدواج، اور اولاد وغیرہ کے بارے میں ضروری معلومات عامۃ الناس کے لئے درج کر دی ہیں۔ آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے:

اللہ اللہ ورد جاں ہے دم بدم
او کیا موجود ہم سب تھے عدم

اللہ اللہ سچا تو ہے معبود
اللہ اللہ سچا تو ہے موجود
(۱۶۵)

اختیاری اشعار درج ذیل ہیں:

جن دروداں ان پو بھیجے باصفا
اس کے حانی ہیں محمد مصطفیٰ
پڑھ دروداں مصطفیٰ پر اے حیات
پائے گا تو رحمت حق اور نجات
بھائی احوال نبی اب ہوئی تمام
مصطفیٰ پر ہو دروداں اور سلام
(۱۶۶)

اس کی تاریخ تصنیف نہیں ملتی۔ قرین قیاس ہے کہ یہ مثنوی ۱۲۵۰ھ کے بعد لکھی گئی ہے۔ نور الہدایہ ایک قسم کا درد نامہ یا وفات نامہ ہے۔ اس مثنوی کے ۵۰۰۰ اشعار ہیں۔ اس میں رحلت کے وقت مختلف چغیرہوں اور اولیاء پر جو گزری اس کی تفصیلات بیان کر کے انسانوں کو عبرت دلائی گئی ہے

ہر انسان کو اپنی موت کے وقت کیا کرنا چاہئے۔ سید حیات نے اس میں شاعر سے زیادہ بطور ناصح اور شہادت ہی پر اثر انداز میں مثنوی لکھی ہے۔ زبان بہت سلیس ہے۔ کاتب شفیع الدین ہیں جنہوں نے اس کی جملہ کتابیں مستقل نقل کی ہیں۔ اس مثنوی کے آغاز و اختتام کے اشعار ملاحظہ ہوں:

یا الہی یا الہی یا رحیم
یا علمی یا علمی یا علمی
اب جنتی مصطفیٰ اور فاطمہؑ
تو ہمارا خیر سے کر خاتمہ
(۱۶۷)

اختتام ان اشعار پر ہوتا ہے:

حور ہے اور میر ہے گلزار ہے
سب سے بیڑہ کر نعمت دیدار ہے
رنج و راحت کا بیان کب تک حیات
شرک سے تو دور ہے جا پانجات
(۱۶۸)

شفاعت نامہ ۹۰۔ آیات کی ایک مختصر مثنوی ہے۔ جس میں نبی کریمؐ کی شفاعت کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

اس کی ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

اللہ اللہ تو رحمان اور رحیم
تو عطا کر ہم کو راہ مستقیم
ہے محمدؐ خاتم النبیین
ہے محمدؐ حذر خواہ امتحان
(۱۶۹)

شفاعت نامہ کے اختتامی اشعار درج ذیل ہیں:

کب تک یہ گفتگو بس کر حیات
مانگ رب سے یہ دعا اب دل کے ساتھ
رکھ مجھے امت میں اس کے اے رحیم
موت دے ملت میں اس کے اے رحیم
(۱۷۰)

دیدار نامہ بہت ہی مختصر مثنوی ہے۔ اس میں ۶۰۔ آیات ہیں۔ اس میں جنت کے احوال، اہل جنت

کے مراتب اور روضت باری تعالیٰ کے اثرات کے بارے میں روایات کا بیان ہے۔ اختتامی دو شعر ملاحظہ ہوں :

یوں لکھے ہیں خاماں کی شان میں
ان کے تئیں دیدار ہے ہر آن میں
مختصر اس کو لکھا سید حیات
اس کے حق میں کر دعا تو اس کے سات
(۱۷۱)

شرف الایمان مع نور اسلام اردو نثر میں ایک مذہبی کتاب ہے۔ کتابت قدیم ہے۔ یہ نسخہ شکستہ خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ اس کا کافز کرم خوردہ ہو گیا ہے۔
سید حیات کی منظوم سیرت احوال النبیؐ اولیٰ اور لسانی لحاظ سے قابل قدر اضافہ ہے۔ اس میں لکھنؤی دیستان کالب و لہجہ اور زبان و بیان کے دیگر خاصائص موجود ہیں۔

محمد کفایت علی کافی مراد آبادی (م ۱۸۵۸ء)

مولانا محمد کفایت علی کافی مراد آبادی کے خاندان سادات سے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی میں حاصل کی بعد میں تحصیل علم کے سلسلہ میں بریلی اور بدایوں میں قیام پذیر رہے۔ بدایوں میں شاہ ابو سعید مجددی سے علم حدیث پڑھا اور علم طب حکیم شیر علی سے حاصل کیا جو نواب آصف الدولہ کے عہد میں تحصیلدار تھے۔ ۱۸۵۸ء کے جہاد آزادی میں مولانا پیش پیش تھے۔ مولانا کفایت علی کے خلاف فخر الدین کالال نے بھڑی کی، مولانا گرفتار ہوئے اور انہیں پھانسی کا حکم ہوا تو بہت مسرور ہوئے۔ یہ غزل پڑھتے ہوئے خراماں خراماں تختہ دار کی طرف چلے گئے :

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا

مولانا کافی کو مراد آباد نیل کے پاس مجمع عام کے سامنے پھانسی دی گئی۔ اور وہیں دفن کئے گئے۔ تقریباً ۳۵ سال کے بعد مولانا کی قبر کھل گئی۔ ہوا یہ کہ بدھ کے بازار سے ایک سڑک نکالی گئی۔ مولانا کے مدفن کا نشان نمایاں نہیں تھا۔ مزدور نے جب اس پر پھاوڑا چلایا تو مولانا کی پتلی پر لگا اور وہ نظر آئی۔ مزدور نے انگریز انجینئر کو بتایا۔ اس نے احرام تہہ درتہ کرا کے سڑک کا رخ موڑ دیا۔ اسی وجہ سے سڑک میں ٹیڑھا پن پایا جاتا ہے۔ مولانا کافی کی قبر بھڑی مرانے موٹی خانے کے سامنے ہے۔ مذکورہ مزدور اور جن لوگوں نے مولانا کی قبر کا شگاف دیکھا، ان کا بیان ہے کہ مولانا کا بدن اور کفن بالکل صحیح حالت میں تھا۔
مولانا کافی کی زیادہ تصانیف نظم میں ہیں۔ شامل ترمذی کا منظوم ترجمہ ہمار غلد، چمن احادیث کا منظوم ترجمہ نسیم جنت (۱۷۲) اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے رسالہ اہل سعادت کا منظوم ترجمہ خیابان قردوس

کے نام سے کیا ہے۔ مشہوری دربار رحمت باری صلی اللہ علیہ وسلم (۱۷۳۳) دیوان کافی (۱۷۳۳) اور مولود شریف بہاریہ وغیرہ مولانا کی تصانیف ہیں۔ مولود شریف بہاریہ، 'وقلت نامہ' حلیہ مبارک کے علاوہ واسطیہ سالصال، قصہ بست اصحاب اور جذبہ عشق کی منظومات پر مشتمل ہے۔ (۱۷۷۱)

شاعری میں مولانا کافی، مددی علی زکی مراد آبادی کے شاگرد تھے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے ایک رہائی میں مولانا کافی کو خراج عقیدت پیش کیا ہے، فرماتے ہیں:

پرواز میں جب مدحت شاہ میں آؤں
تاعرش بریں فکر رسا سے جاؤں
مضمون کی بندش تو میر ہے رضا

کافی کا درد دل کہاں سے لاؤں
مولود شریف بہاریہ کا مخطوط قومی عجائب گھر کراچی میں موجود ہے۔ یہ رسالہ ایک مجموعے میں شامل ہے جو ۳۸- اور اوراق پر مشتمل ہے۔ مخطوط کے ہر صفحے پر سرخ چھوٹیں ہیں۔ عنوانات بھی سرخ روشنائی سے ہیں۔ ہلکے آسمانی رنگ کے ولایتی کالغذ پر اچھی حالت میں ہے۔ مولود شریف کی ابتداء درج ذیل اشعار سے ہوتی ہے:

حمد لائق داور اکبر کو ہے
خالق اشیائے بحر و بر کو ہے
ہے یہ ادنیٰ وصف اس خلاق کا
باغباں ہے گلشن آفاق کا
ہے عجب وہ صانع رنگیں نگار
جس نے پیدا کیں ہماریں بے شمار
یہ نگارستان عالم کا چمن
ہے نسیم لطف حق سے خندہ زن
اس نے دکھائیں ہماریں بے شمار
گل کھلائے سینکڑوں لاکھوں ہزار
(۱۷۶۱)

یہ مخطوط امام الدین احمد نے مصنف کی شہادت کے سال ۷۷۳ھ ۱۸۵۸ء میں مکمل کیا۔ مولود شریف کا اختتام ان اشعار پر ہوتا ہے:

ہستی نے بھی بیان ایسا کیا
جس گھڑی بنتے تھے محبوب خدا
عکس دندان مبارک سے مدام
جلوہ گر ہوتی تھیں دیواریں تمام

اس طرح آتی تھی دیواروں پہ تاب
جس طرح پڑتا ہے عکس آفتاب

اس لب و دندان پہ ہر لیل و نهار
بھیجے کافی درود بے شمار

(۱۷۷)

کافی نے ایک مشن معراج کے واقعہ پر بھی لکھا ہے۔ اس میں فرضی جزئیات کی تفصیل دی گئی

ہے۔ (۱۷۸)

دیوان کافی میں متعدد میلادیں منقولات ہیں۔ ان منقولات کی محافل میلاد اور میلاد خوانوں میں مقبولیت کے پیش نظر متمم پریس نے دیوان کافی کے آغاز میں لکھا ہے:

”حضرات مولود خواناں کی خدمت میں التماس ہے کہ بعد ختم مولود شریف اس

خاکسار کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔“ (۱۷۹)

ان کی بیشتر میلادیں منقولات آج بھی محافل میلاد میں عقیدت و احترام اور عشق و محبت سے پڑھی جاتی

ہیں۔ ان میں سے چند کے مطالعے درج ذیل ہیں (۱۸۰):

خاتم	الانبیاء	ہوئے	پیدا
مجتبیٰ	مصطفیٰ	ہوئے	پیدا

(ص ۱)

ہوئے	حضرت محمد	صلی علیہ	پیدا
ہوئے	حضرت رسول اللہ	احمد	مجتبیٰ پیدا

(ص ۲)

جناب	نور عالم	سید سرور	ہوئے پیدا
شفیع	درد منداں	شافع	محشر ہوئے پیدا

(ص ۲)

ہوئے	پیدا	رسول قدر	دان مکہ و مدینہ
حبیب	کبریٰ	عزت	رساں مکہ و مدینہ

(ص ۸)

شب	ولادت	ختم	پیامبر	ہے آج
شب	ولادت	سرور	سرور	ہے آج

(ص ۲۱)

میلاد کے قیوم و برکات کا بیان بھی ان کی منظومات میں ملتا ہے۔ میلاد کی مناسبت سے اس موضوع سے متعلق اشعار ملاحظہ ہوں:

مر کے بل چاہے اے اہل دلا یاں آتا
 الفت رحمت عالم میں ذرا یاں آتا
 محفل مولود سلطان رسالت ہے یہ
 عین آواب ہے باصدق و صفا یاں آتا
 بے اوب کو تو یہاں دخل نہیں بار نہیں
 عطر آواب سے پوشاک با یاں آتا
 عرش سے فرش تک اللہ رے ہجوم ملکوت
 اور بجزئیل کا وہ مژدہ رسا یاں آتا
 محفل فرحت میلاد نبی صلی علی
 بہ نصیب اپنے تئیں صبح و مسا یاں آتا
 شرف محفل میلاد کہیں کیا کافی
 ہم سمجھتے ہیں شفاعت کا صلا یاں آتا
 (۱۸۱)

میلاد کی محفلوں میں درود و سلام بڑے شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ کافی نے اس موضوع پر میلادِ
 منکومات لکھی ہیں جن میں درود شریف کی برکات اور درود پڑھنے کی تلقین کی ہے۔ چند مطلع ملاحظہ ہوں :

پیدا ہوئے رسول خدا مومنو صلوات
 اس صاحب لولاک پہ ہر دم کہو صلوات
 (ص ۱۸)

نام حضرت پہ لاکھ بار درود
 بے عدد اور بے شمار درود
 (ص ۲۳)

نور ایمان ہوا درود شریف
 در افشال ہوا درود شریف
 ہر مرض کی دوا درود شریف
 دافع ہر بلا درود شریف
 (ص ۲۶)

کافی نے نبی کریمؐ پر خود بھی درود و سلام بھیجا ہے۔ چند مطلع درج ذیل ہیں :

ہوئے قولہ حبیب رحمان خدا کا ان پر درود دائم

کہیں بہم ہو کے جن و انساں خدا کا ان پر درود دائم
(ص ۳۰)

عرش بریں ایوان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خلد سراستان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
(ص ۳۱)

پیدا ہوئے خیر الوری صلو علیہ وآلہ
پیدا ہوئے نور الہدی صلو علیہ وآلہ
(ص ۳۱)

مسجد نبوی کا ستون جس کے ساتھ ٹیک لگا کر نبی کریمؐ خطبہ ارشاد فرماتے تھے جب اس کی جگہ منبر بنا کر پیش کیا گیا تو اس ستون نے گریہ و زاری کی۔ حضرت سل بن سعدؓ کی روایت میں ہے کہ ستون کے رونے کی آواز سن کر تمام حاضرین بھی رونے لگے۔ مولانا کافی نے ستون کے اس رونے کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:

ستون کی دیکھ کر حالت صحابہ سربسر روئے
تمام حاضران مجلس خیر البشر روئے
ادھر گرم فضاں تھا وہ ستون صدے سے فرقت کے
ادھر یہ شدت رقت سے باصد چشم تر روئے
ستون نے یہ کئے نالے کہ چشم حال سے اس دم
شجر روئے، حجر روئے، سبھی دیوار و در روئے
رسول اللہ کی الفت محبوب! عین ایماں ہے
فراق مصطفیٰؐ میں اہل ایماں عمر بھر روئے
بیشکل ابر اے کافی یہ مجوروں کا عالم ہے
یہاں روئے، وہاں روئے، ادھر روئے، ادھر روئے

کافی نے منظوم حلیہ شریف میں آپ کے جمال ظاہری، چہرہ مبارک، عارض، رنگ، پیراہن، لب و دندان اور سراپا مبارک کو بیان کیا ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

سی سرو ریاض بے مثالی
قد رحمتے دلجوئے محمد

(ص ۲۳)

نرگس گلشن مازاغ ہے، وہ چشم شریف
ہوئے مرگان مبارک رگ جان انجاز

سوزن مہم گشتہ صدیقہ نے پائی اپنی
کھل گیا کچھ پہ خیم جو دھان اجاز
(ص ۲۳)

کافی نے مولود شریف بہاریہ، معراج نامہ، وفات نامہ، بیان شامی اور منظوم حلیہ شریف میں اپنی
صاف و ابھاری اور اخلاص و درد مندی کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے علمی انداز میں نبی کریمؐ کے میلاد و
جنت کو بیان کیا ہے اور قرآن و حدیث کے حوالوں سے اپنے اشعار کو مزین کیا ہے۔ معراج کے بیان میں
”مہم معراج میں“ قرآن و حدیث کے حوالوں سے بحث کر چند فرضی جزئیات کی تفصیل دی ہے اور اس
سلسلہ میں آسمان کی آرائش اور جنت کی رونق و نیرو کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے لیکن ان جزئیات کی
تفصیل مروج معاصر مجلسی تقاضوں کے تحت شامل ہو گئی ہے۔ کافی کی درج ذیل مناجات کو کئی میلاد نگاروں
نے نقل کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یا الہی حشر میں خیر الوری کا ساتھ ہو
رحمت عالم محمد مصطفیٰ کا ساتھ ہو
یا الہی ہے یہی دن رات میری التجا
روز محشر شافع روز جزا کا ساتھ ہو
بعد مرنے کے بھی کافی کی یہ ہے یارب دعا
دفتر اشعار، نعت مصطفیٰ کا ساتھ ہو
(ص ۳۹)

کافی کی میلادویہ منظومیت فنی محاسن کے اعتبار سے بہت وقیع ہیں۔ ان میں ان کے داخلی احساسات کی
درد مندی اور اخلاص و شہنشاہی کا انداز بہت نمایاں ہے۔ اور اس خاصیت نے ان کے کلام کو پرتاثر بنا دیا
ہے۔ ان کی دوسری خوبی بیان کا دلنشین انداز، رواں دواں سلیس الفاظ اور نہایت صاف اور نادر تشبیہیں
ہیں۔ اور انہی خوبیوں کی بدولت ان کا مولود شریف ان کی فدائیت کا ترجمان بن گیا ہے۔

سید فضل علی

سید فضل علی، کفایت علی کافی کا ہم عصر تھا۔ ان کے منظوم میلاد نامہ ”فضل بہار“ میں نبی کریمؐ کی
ولادت مقدسہ، رضاعت، اوصاف و خصائل اور وفات کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ میلاد نامہ کے آخر
میں درویشوں کے حالات، ایک شجرہ، اور کچھ دعائیں بھی شامل ہیں۔ انہوں نے اس میلاد نامہ میں آپؐ کے
روحانی فیوض و برکات اور بعض معجزات کے بارے میں خصوصی اشارے دیئے ہیں۔ ان کے مد نظر عقائد کی
اصلاح اور دینی ایمان کا جذبہ تھا، جو اس میلاد نامے کی تصنیف کا محرک بنا۔

محمد علی خاں لطف بریلوی (م ۱۲۹۸ھ)

لطف بریلوی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا دیوان پہلی بار مطبع گلشن محمدی لکھنؤ سے طبع ہوا تھا اور اس ایڈیشن کے آخر میں اس کی تکمیل کا سال ۱۳۳۵ھ محمّد سوگراں اور ساکن بریلی بھی لکھا ہوا ہے۔ اس کے بعد مطبع آئینہ سکندر بریلی اور ۱۳۳۷ھ میں مطبع نظامی کانپور سے چھپا۔ اب تک اس کے متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

لطف بریلوی نے میلاد کے موضوع پر بطور خاص غزلیں لکھیں جو ان کے دیوان میں جا بجا نظر آتی ہیں۔ ان کے دیوان میں ۱۰۴ غزلوں کے علاوہ ۷۹ اشعار کا ایک طویل سرایا اور ایک شعر شامل ہے۔ میلادیہ منظومات میں محفل میلاد منعقد کرنے کی برکت اور ان محافل میں فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے کے لئے ان کے آداب بیان کئے گئے ہیں۔ لطف کی منظومات سے ان کے مکتب بریلی سے متعلق مخصوص مذہبی رجحانات کی عکاسی ہوتی ہے۔ اور جن کے مطابق محفل میلاد میں نبی کریمؐ تشریف لاتے ہیں اور بانی مجلس اور سامعین مجلس کو اپنے فیوض و برکات اور لطف و کرم سے نوازتے ہیں۔ اس سبب سے ایسی محافل کو ترتیب دینے میں سلیقہ مدنی اور شائستگی کو ملحوظ رکھتے ہوئے سامعین کو بھی ادب و احترام سے شمولیت کی درخواست کی جاتی ہے اور دوران میلاد خوانی نبی کریمؐ پر درود پڑھنے کا ذکر بھی ایسی منظومات میں کیا جاتا ہے۔ چند میلادیہ منظومات کے مطالعہ ملاحظہ ہوں:

دکھائے مگر خدا مجھ کو مکان مولد حضرت
لکھوں اے لطف مذکور زبان مولد حضرت
(۱۸۲)

نہ پایا دو جہاں میں اک مکان محفل مولد
جہاں دل کھول کر کرتے بیان محفل مولد
(۱۸۳)

بالادب داخل ہو اے دل محفل میلاد میں
خود بدولت خود ہیں شامل محفل میلاد میں
(۱۸۴)

بیان ولادت میں حقیت کی قراوانی ہے اور زیادہ تر داخلی جذبات کا اظہار ہے۔
باعث پیدائش خلق پیدا ہوئے
پیشوا و مقتدی و رہنما پیدا ہوئے
نور سے اسلام کے عالم منور ہو گیا
واہ کیا بدر الدہی صل علی پیدا ہوئے
نور سے جن کے ظہور عالم امکان ہوا
وہ زمیں پر رونق ہر دوسرا پیدا ہوئے

عالموں کو ہاتھ نہیں یہ دتا ہے نوید
خوش ہو خوش ہو شافع روز جزا پیدا ہوئے
ہر بحیر جس نبی کی ہے نبوت کا گواہ
اب وہ ختم المرسلین و انبیاء پیدا ہوئے
(۱۸۵)

دوسری جگہ بیان ولادت اس طرح کیا ہے:

آج فجر انبیاء صل علی پیدا ہوئے
شافع روز جزا صل علی پیدا ہوئے
زنت ارض و سما صل علی پیدا ہوئے
رواق ہر دوسرا صل علی پیدا ہوئے
حاجہ و محمود و احمد خاص ہے جن کا لقب
وہ محمد مصطفیٰ صل علی پیدا ہوئے
نور سے جن کے ہوئی تھی آتش نمود ہر
آج وہ نور خدا صل علی پیدا ہوئے
(۱۸۶)

ان میلادیہ منظومات کا غالب حصہ اہل حدیث علماء کے خیالات کے رد عمل کے طور پر لکھا گیا جو محافل
میلاد کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ اس مسئلہ پر بریلوی اور اہل حدیث مکاتب فکر کے درمیان حمایت اور رد کا
مناظراتی سلسلہ آج بھی عام ہے۔ لطف بریلوی نے اپنے اشعار میں محافل میلاد کے انعقاد کے حق میں اور
منکرین میلاد کے رد میں دلائل دیئے ہیں اور ثبوت فراہم کرنے کے لئے انہوں نے کئی کتب کا حوالہ دیا
ہے۔ برکات و ثمرات میلاد کے سلسلہ میں چند شعر ملاحظہ ہوں:

روایت کرتے ہیں یہ زائران مولد حضرت
کہ دیکھا نور جو دیکھا میان مولد حضرت
(۱۸۷)

سال بھر آئیں گے اس گھر کی زیارت کے لئے
ہیں فرشتے جو کہ داخل محفل میلاد میں
مومنو ”جمع الجوامع“ میں لکھا ہے دیکھ لو
ہوتے ہیں حضرت بھی شامل محفل میلاد میں
(۱۸۸)

منکرین میلاد کے بارے میں رقم طراز ہیں:

جو مکر اس کی عظمت کے ہیں شیطان مجسم ہیں
بہشتی جنتی ہیں دوستان مولد حضرت
(۱۸۹)

اس کو دشمن جانو محبوب خدا کا دوستو
جو کرے انکار جاہل محفل میلاد میں
(۱۹۰)

جو مکر ہیں رسول اللہ کی تعظیم کے ان کو
نہ بلوایا۔ کرو اے عاشقان محفل مولد
(۱۹۱)

سال بھر بد جو آتا ہے ربیع الاول
کام بگڑے ہوئے امت کے بنا جاتا ہے
سال بھر رہتے ہیں اس گھر کے ملائک زوار
جس جگہ آپ کا مولود پڑھا جاتا ہے
عاشقو محفل میلاد جہاں ہوتی ہے
خود بدولت وہاں آتے ہیں سنا جاتا ہے
لطف حضرت کا جو سنتا ہوں کبھی اسم شریف
دل مضطر کو مرے چین سا آ جاتا ہے
(۱۹۲)

رسول پاک پہ دہلیو درود پڑھو
کدھر خیال ہے اے عاقلو درود پڑھو
خدا کے دوست پہ اے دشمنو درود پڑھو
جنہی ہو بہشتی ہو درود پڑھو
(۱۹۳)

اگر وہ دشمن دین خود بخود آجائیں محفل میں
نظر میں رکھیں ان کو حاضران محفل مولد
نہ انھیں مکر تعظیم جب تعظیم حضرت کو
اتھا دیں زور سے ان کو میان محفل مولد
(۱۹۴)

عراج کے موضوع پر لطف نے مسلسل غزلیں لکھی ہیں۔ ان کا رنگ عاشقانہ ہے۔ ان کے خیال میں

نہ کریم کو آسمانوں پر بلائے جائے کا مقصد صرف یہ تھا کہ خدا اپنے محبوب کا دیدار کرے :

مقصد تھا حبیب کا بلانا

معراج کا تھا فقط بہانا

(۱۹۵)

مقلدین اور غیر مقلدین کے نظریات کی وجہ سے ایک خاص فضا قائم ہو گئی تھی۔ اس روش کے خلاف لطف، کفایت علی کافی اور شہیدی نے اپنے کلام میں خاص انداز اختیار کیا، مثال کے طور پر ان کے اشعار ملاحظہ ہوں :

لطف :

عشق محبوب خدا اے دل جسے حاصل نہیں
لاکھ مومن ہو مگر ایمان میں کامل نہیں

کرامت علی شہیدی :

ہوا تجھ سا نہ ہو سکتا ہے میرا یہی ایمان
نہ مانوں مسئلہ ہرگز کسی زندیق و مرتد کا

کفایت علی کافی :

ہیں کہاں وہ منکران الفت خیر البشر
بے تمیزوں کو ذرا مجھ تک تو لانا چاہئے

لطف بریلوی نے نبوت کے بیان میں ایک لطیف نکتہ پیش کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ اسلام کی کسوٹی نبوت کا اقرار یا انکار ہے :

مومن ہوا جس نے کیا اقرار محمدؐ
کافر ہوا جس نے کیا انکار محمدؐ

(۱۹۶)

یہ ایک ایسی حد فاصل اور پرکھنے کے لئے ایک واضح اور بین بنیاد ہے کہ جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ توحید پرست ہر مذہب میں موجود ہیں۔ بتوں کی پوجا نہ کرنے والے اور توحید پر ایمان رکھنے والے اسلام سے باہر بھی مل جائیں گے۔ تو فرق مسلم اور غیر مسلم میں کیا ہوا۔ فرق نبوت کے مسئلے ہی سے پیدا ہوتا ہے جس نے نبی کریمؐ کی نبوت کا اقرار نہ کیا وہ دوسرے تمام احسن عقائد کے باوجود گمراہ اور کافر ہے اور نبی کریمؐ کے خاتم الانبیاء ہونے کا تصور بھی اس سے الگ نہیں۔
مذہبی جوش و عقیدت بھی لطف کے کلام کی نمایاں خصوصیت ہے :

خوش بیٹھے ہو کیا مومنو درود پڑھو

شفیع روز جزا پر پڑھو درود پڑھو
 تمام جسم میں خوشبو ملو درود پڑھو
 مشام جاں کو معطر کرو درود پڑھو
 اگر خدا کے ہو طالب تو پہلے لازم ہے
 رسول پاک صلوٰۃ کو راضی کرو درود پڑھو
 اگر حضور کی مد نظر حضوری ہے
 حضور قلب سے اے دوستو! درود پڑھو
 جو اس صیب کا مد نظر نظارہ ہے
 پڑھو درود پڑھو عاشقو! درود پڑھو
 یہ کون بزم ہے کس کا ہے ذکر لطف یملا
 ادب سے بیٹھو ادب سے اٹھو درود پڑھو
 (۱۹۷)

لطف نے یہ اشعار پر مشتمل غزل کی بیست میں نبی کریمؐ کا سراپا لکھا ہے۔ میلاد ناموں میں آپؐ کے شائکل و خصائل اور باطنی اوصاف و صفات پر زیادہ زور دیا جاتا رہا مگر کھنٹوی داستان شاعری کے زیر اثر سراپا نگاری کے رجحانات بھی عام ہو گئے۔ لطف بریلوی نے انہی اثرات کے زیر اثر آپؐ کے جمال ظاہری کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں انہوں نے اردو شاعری کے روایتی محبوب کی سراپا نگاری کا ڈھنگ اختیار کیا ہے مثلاً لطف لکھتے ہیں کہ ”حضور سر تا قدم عالم نور کی تصویر ہیں۔ کمر عطا ہے۔ قدم دلجو کی صفائی سے گل شرمندہ ہے تو ساق کے رنگ و بو سے شاخ سرین نفل ہے۔ ان کی زلف مشکبار سنبل جنت ہے۔ اس کی خوشبو کے آگے مشک حقن اور غنہ آثار کی کچھ حقیقت نہیں۔ جن و بشر اس زلف کے چمکا اور فرشتے جاں نثار ہیں۔ مشک جنت سے اس نے خوشبو پائی ہے۔ کفار اسے دیکھ کر اسلام لاتے ہیں۔ اس کے ہر بال سے اتنے معجزات سرزد ہوئے ہیں کہ جن کا شمار نہیں۔“ اس کے بعد آپؐ کی زلفوں اور بالوں کا لطف نے ایک معجزہ رقم کیا ہے اور لکھا ہے کہ ”حضرت خالد بن ولید کو آپؐ نے چند بال عطا کر رکھے تھے۔ جس کی وجہ سے انہیں ہر لڑائی میں فتح نصیب ہوتی تھی۔“ اس منظوم سراپا پر قصیدے کا گمان گزرتا ہے۔ اور حضورؐ کے خدوخال اور اعضائے مبارک کی صفات کے اظہار میں بعض دیگر معجزات کو بھی اس میں شامل کر لیا ہے۔ اس طویل سراپا کا مطلع درج ذیل ہے :

مری وہ فکر رسا ہے وہ ہوں طبیعت دار
 ازل کے روز سے لکھتا ہوں نصت کے اشعار
 (۱۹۸)

اس سراپا کے علاوہ آپؐ کے سرو زلف عارض و چشم اور لب و دندان مبارک کے اوصاف اور جمال

محمدی کے ظاہری پہلوؤں کی مدح جزوی طور پر ان کے دیوان میں جا بجا نظر آتی ہے۔ نبی کریمؐ کے روضہ القدس سے دوری، ہندوستان کی پر آشوب زمین سے مدت، منہ، جالنے اور دہاں جا کر مرنے کی تمنا کا اظہار جا بجا اشعار میں ملتا ہے۔ نبی کریمؐ سے استدرا اور شفاعت طلبی۔ مضامین بھی ان کے ہاں عام ہیں۔ وہ منظومات جن کی روایتیں یا شفیح المؤمنین، الغیث، یا رسول اللہ، یا شفیح الوری ہیں، انہیں مضامین سے متعلق ہیں۔ اہل حدیث علماء نبی کریمؐ کے خطاب نہایت کو بدعت اور شرک و کفر سے تعبیر کرتے تھے۔ لطف بیلوی نے اس قسم کی روایتوں سے اپنے مذہبی عقائد کی ترجمانی کی ہے۔

درج ذیل اشعار میں ان دیوان کی جھلک نظر آتی ہے :

نہ ہوئی ہائے مدت کی زیارت حاصل
جیتے جی میں نہ ہوا داخل جنت افسوس
(۱۹۹)

ہاں عرب میں کہیں اے شاہ عرب بلوالو
ہند میں اب تو گذارو نہیں دم بھر اپنا
(۲۰۰)

کب تلک ہوں آپؐ کی فرقت میں بے دم الغیث
الغیث اے بادشاہ ہر دو عالم الغیث
(۲۰۱)

پہنچا نہ آپؐ کے در اقدس تلک یہ لطف
برسات مرتبہ نہ شہیدی عطا ہوا
(۲۰۲)

لطف نے میلاد کے موضوع کو غزل کے انداز میں بیان کیا اور فنی و صنفی سطح پر میلاد کی روایت کو آگے بڑھایا اور مسلک اہلسنت کے عقائد کے مضامین قلمبند کئے۔ مقام رسالت اور مرتبہ و فضیلت محمدیؐ کے بیان میں اپنی وابستگی و محبت کا جا بجا اظہار کر کے کیف اور تاثر کو نمایاں کر دیا ہے۔

سید اسماعیل حسین منیر (م ۱۸۸۱ء)

سید اسماعیل حسین منیر شکو آبادی کا سلسلہ نسب حضرت علی نقیؑ سے ملتا ہے۔ منیر کی ولادت ۱۸۱۳ء میں ہوئی۔ انہیں عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم ان کے والد سید احمد حسین نے دی اور دینی علوم کی تکمیل اپنے بڑے بھائی مولوی سید اولاد حسین سے کی۔ بچپن آگرہ میں گذرا۔ جوانی میں شعر و شاعری کی محفلوں میں خوب چمکے تو نظام الدولہ انہیں ملازمت کی پیشکش کر کے لکھنؤ لے گئے اور انہیں کی سفارش پر تلخ نے انہیں اپنا شاگرد بنا لیا۔ لکھنؤ کے مختلف نوابین کی ملازمت کے بعد نواب علی بہادر والی پانڈہ کے ملازم ہو

کئے۔ ۱۸۵۸ء میں جنرل وائٹ لاک نے باندہ پر فوج کشی کی اور وہاں سے انہیں گرفتار کر کے ایٹمان بھیج دیا گیا۔ قید و بند کی صعوبتوں سے بارہ سال بعد رہا ہو کر رامپور چلے آئے۔ ۱۸۸۱ء میں انتقال ہوا۔ تاریخ وفات "انتقال منیر عالی قدر" سے نکلتی ہے۔

ان کی تصانیف میں تین دیوان اور دو مثنویاں ہیں۔ ان میں ایک مثنوی "معراج المضامین" بیان معراج النبیؐ پر مشتمل ہے۔ منظوم میلاد نامہ فضل مبارک میں نبی کریمؐ کی ولادت مبارک، خصائص و شقائق اور وفات کا حال لکھا ہے۔ (۲۰۳) اس میں آپؐ کے حلیہ مبارک کی جزئیات اور خدوخال کو ان کی خوبیوں اور فیوض کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

منیر نے مثنوی معراج المضامین ۳۸۶ھ میں لکھی۔ اس میں معراج النبیؐ اور نبی کریمؐ کے دیگر معجزات کے علاوہ آنمر کے حالات بھی شاعرانہ انداز میں نظم کئے گئے ہیں۔ مذہبی جذبات کی آسودگی کے لئے یہ ذخیرہ کافی اہمیت کا حامل ہے۔ نبی کریمؐ براق پر سوار ہو کر معراج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ منیر نے اس کا نقشہ یوں پیش کیا ہے :

پھر آئی جانب سدرہ سواری
وہاں سے بھی بڑھا وہ نور باری
نہ کی جبرئیل نے بھی رفاقت
یہیں ٹھہرا وہ پیک رب عزت
اگر روح اللہ سے بڑھتے مرمو
تو چلے نور سے شباب و بازو
براق تیز پر نے بھی لیا دم
ہوا رف رف سواری سے مکرم
بڑھے جس وقت حد ماسوا سے
مشفق ہو گئے قرب خدا سے
وہاں پہنچا جلتے لامکاں میر
کہ اپنی ذات بھی پاکی جہاں غیر
محل و جان تھے عارف جہاں سے
زمان و وقت ٹاواقت وہاں سے
حضور سے سعادت یاب ہو کر
زالال فیض سے میراب ہو کر
نبی رخصت ہوئے عرش علا سے
چلے گھر کی طرف حکم خدا سے
(۲۰۴)

اردو میں کردار نگاری کی خصوصیات اس قسم کی مذہبی و دینی مشعوئیوں کی وجہ سے ہیں۔ حالات و واقعات کی بناء پر کردار نگاری یا سیرت نگاری اتنی مشکل نہیں ہے مگر اس میں شعرا نے پیدا کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔ مذہب اور مذہبی تحریکات سے اس قسم کی شاعری کو فروغ حاصل ہوا۔ بیان کے حوالے سے اس قسم کی مشعوئیوں میں مذہبی جذبہ کے احترام اور مخصوص الفاظ و محاورات و رمزیات وغیرہ نے جامعیت و پلندی پیدا کر دی۔ اور زبان و بیان کو ادبی لحاظ سے ایک عالمانہ راستہ پر لگا دیا۔ تخیل میں شکستگی اور تنوع نے جامعیت و بلاغت کی لہر دوڑا دی جس سے معیار میں پلندی اور احساس میں خاص لذت پیدا ہو گئی یہ خوبیاں میر کی مشوئی معراج المصائین میں موجود ہیں۔ میر نے دلچسپی اور شعریت میں فرق نہیں آنے دیا۔ اس لحاظ سے یہ معراج نامہ فی نقطہ نظر سے کامیاب کاوش ہے۔

مولوی سید احمد مشتاق

سید احمد مشتاق آرکٹ کے والا جہاں دربار سے بہت قریبی تعلقات رکھتے تھے انہوں نے نواب محمد غوث خاں کے عہد حکومت میں ”تختہ احمدیہ در خصائص محمدیہ“ مرتب کیا۔ اس کا مخطوطہ کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں موجود ہے۔ اس کا سن تصنیف ۱۳۶۷ھ/ ۱۸۵۰ء ہے۔ یہ مخطوطہ خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ اس کے صفحات کی تعداد ۹۰ ہے۔

اس رسالہ میں نبی کریمؐ کی ستائشیں خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں :

۱۔ روح محمدیؐ وجہ تخلیق کائنات ہے۔ ۲۔ قیامت کے دن شفاعت کا شرف نبی کریمؐ کو حاصل ہو گا۔ ۳۔ آئندہ ہونے والے سوالات کا علم انہیں پہلے سے ہو جاتا تھا۔ ۴۔ نبی کریمؐ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ساتھ عرش پر جلوہ افروز ہوں گے۔ ۵۔ ان کا ذکر خدا کے ساتھ تمام عبادات میں ہوتا ہے۔ ۶۔ انہیں معراج نصیب ہوئی۔ ۷۔ ان پر نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔

ان تمام خصوصیات کی مصنف نے دو اقسام بیان کی ہیں۔ ایک وہ جو صرف نبی کریمؐ کی ذات اقدس میں پائی جاتی ہیں اور دوسری وہ جو اگلے انبیاء کی ذات میں بھی موجود تھیں مگر نبی کریمؐ میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ ان خصوصیات میں پہلی قسم کو حقیقی اور دوسری قسم کو اضافی کا نام دیا گیا ہے اور ان تمام اوصاف کو مصنف نے قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

اس مخطوطہ کے ترقیمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۸۵۳ء میں چھپ چکا ہے۔ خاتمہ کی بعض باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سید مشتاق نے اور بھی کتابیں لکھی ہیں۔ آخری دو خصوصیات پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے :

ان دونوں خصوصیات کو مدلل اور مفصل ”نور العظیم“ اور ”حدیقہ اعظم“ میں بھی بیان کر چکا ہے۔ (۲۰۵)

”سید احمد مشتاق نور الہی بن سید درویش بن سید نور اللہ بن سید غنی محمد

قادری۔ (۲۰۶)

تحفہ احمدیہ کا اختتام ورج ذیل اشعار پر ہوتا ہے:

و یا بولا ہریمت پائے حضرت

تو کافر ہو پھر اس پر اترے لعنت

ابانت جو کہ سنت کی کرتے ہے

سو وہ بد بخت بھی کافر مرے ہے

کرتے موعے مبارک کی جو تحفیر

کئے ہیں عالموں نے اس کی تکفیر

(۲۰۷)

زبان و بیان کی سادگی اور موثر اسلوب کے لحاظ سے مصنف اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہے۔

محمد علی

محمد علی کی مشہور آثار محشر میں نبی کریمؐ کے واقعہ معراج کو بیان کیا گیا ہے۔ ”آثار محشر“ تاریخی نام ہے۔ اس سے مشہور کی تاریخ اختتام حاصل ہوتی ہے۔ اس کا ایک مخطوط بمبئی میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ یہ مخطوط سیاہ روشنائی سے معمولی نستعلیق خط میں لکھا گیا ہے۔ نسخہ اچھی حالت میں ہے۔ اس کا سنہ کتابت ۱۳۷۳ھ / ۱۸۵۷ء اور کاتب کا نام محمد علی بخش ہے۔ یہ مخطوط ۹۶۔ اور اوراق پر مشتمل ہے اور ہر ورق پر پندرہ سطور ہیں۔ واقعہ معراج کے تفصیلی بیان کے علاوہ اس کے آخر میں قصہ حضرت بلالؓ بھی شامل ہے۔ آغاز اور اختتام کے اشعار ملاحظہ ہوں:

آغاز:

(کذا) ہے حمد خدا جو ہے کثیر الغفران

مالک الملک و اولامر عیم الاحسان

ہے رجائے من سے (کذا) کی یہ نامہ مرا

بے غل و غش ہو پسند خرو ناموران

لائق حمد سزا وار داتا !!!

ذات پاک حق ہے اے حق آشنا

جس نے کن کہتے نہ گذرا ایک ہل

کر دینے پیدا ہو د بحر و جیل

(۲۰۸)

اختتام:

اور حق میں اے حسب الراہ

اپنی روست سے کرے محفوظ و شاد
اور رکھے جنت میں با امن و امان
از طفیل احمد آخر زمان
(۲۰۹)

اس مثنوی میں سیدھے سادے انداز میں معراج کے واقعات اور روایات کو شعری قالب میں ڈھال دیا گیا ہے۔ جو اس وقت عوام میں پسندیدہ اور مقبول تھیں اس کے بیان میں نئی کریم سے وابستگی اور محبت و عقیدت کا رنگ جھلکتا ہے۔

محمد حسین

محمد حسین کے والد محمد سلیم بمبئی کے تاجر تھے۔ محمد حسین کی شاعری کی شہرت کی بناء پر شیخ داؤد میمن نے منظوم وقات نامہ لکھنے کی فرمائش کی۔ محمد حسین نے منظوم وقات نامہ لکھا لیکن اس کے تمام عنوانات ہو ہو وقات نامہ غلام امام شہید سے ملتے ہیں۔ پہلی نظر میں اس پر غلام امام شہید کے وقات نامہ کا شبہ ہوتا ہے۔ اس کے اشعار کے مطالعہ سے اس کی انفرادیت واضح ہوتی ہے۔

یہ وقات نامہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۳۶۱ھ / ۱۸۴۵ء کا مطبع محمدی، بمبئی کا چھپا ہوا ہے۔ یہ مطبوعہ نسخہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی کے شعبہ تحقیق میں موجود ہے۔
نئی کریم کے بارغ کی میر سے متعلق چند شعر نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہوں:

نئی ایک دن آپ باہر چلے
سب اصحاب و یار اس کے آ کے ملے
مگر ماہ آخر سینچر کا دن
کیا یہ نئی نے علی سے سخن
کہ جبرئیل ہر سال از آسمان
سناتا تھا آ کے قنای قرآن
اب اس سال میں پھر ستایا دو بار
ہوا مجھ کو معلوم ہے اختیار
اسی سال میں میں کبوں گا سفر
کہ رہنا میرا ہو چکا تا صفر
(۲۱۰)

ان اشعار سے خلوص اور سادگی جھلکتی ہے۔

شاہ احمد سعید مجددی (م ۱۸۶۰ء)

شاہ احمد سعید ابن شاہ ابو سعید ربیع الاول ۱۲۷۱ھ بمطابق ۱۸۵۴ء کو رامپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی

تعلیم کے بعد دس سال کی عمر میں دہلی آ گئے اور حضرت شاہ غلام علی سے بیعت ہوئے۔ علوم متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی۔ ان کے اساتذہ میں مولانا فضل امام، مولانا رشید الدین خان دہلوی، شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین شامل ہیں۔ شاہ غلام علی سے تصوف کی کتابیں پڑھیں اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں دہلی سے جہاد کا فتویٰ جاری ہوا تو اس پر انہوں نے اور ان کے برادر اصغر شاہ عبدالغنی نے بھی دستخط کئے۔ انگریزوں کے دوبارہ غلبے کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کر گئے اور وہیں ۱۸۶۰ء میں انتقال فرمایا اور سید عثمان غنیؓ کے مزار مقدس کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت شہاد احمد سعید نے ”سعید البیان فی مولد سید الانس والجان“ کے نام سے رسالہ مولود شریف کے بیان میں لکھا ہے۔ اس میلاد نامے میں انہوں نے اپنے خالہ زاد بھائی رؤف احمد رافت کے میلادیہ اشعار بھی نقل کئے ہیں۔ اس میلاد نامہ کی تصنیف کا زمانہ وہی ہے جن دنوں مرزا غالب نے اپنے خطوط میں آسمان اردو کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اس لحاظ سے اس میلاد نامے کی اردو نثر ادبی حیثیت کی حامل ہے۔ اس کا اسلوب وہی ہے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحبزادوں کے قرآنی ترجموں کا ہے یعنی اس میں فعل اور حروف جار وغیرہ مقدم ہیں۔ اور اس وجہ سے وہ روانی باقی نہیں رہتی جو اردو زبان کا خاصہ ہے۔ اس مختصر میلاد نامے کے صرف اے صفحات ہیں۔ کاغذ معمولی اخباری قسم کا ہے۔ طباعت دل آویز ہے۔ اردو کے علاوہ عربی ادب سے بھی نعتیہ اشعار لئے گئے ہیں۔ پہلے چند صفحات پر میلاد کا ذکر ہے اور پھر اس کے بعد معجزات کا بیان ہے۔ آغاز اس طرح ہوتا ہے:

”جمع محفل ازل سے آباد ثابت ہیں۔ اس ذاک پاک کو کہ کوئی شریک اس کا
نہیں اور صلوات کاملہ نازل ہو نیو اوپر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کے کہ
اسم شریف ان کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور آل اور اصحاب اور اتباع ان کے
پر۔“ (۲۸)

بیان ولادت میں رقم طراز ہیں:

”جتنے جن اور شیاطین آسمان کے جانے سے باز رہے اور ستارے زمین سے
ایسے دکھائی دیتے تھے کہ گویا زمین پر گرے پائلٹ نہیں۔ آگ اہل فارس کی کہ ہزارہا
برس سے جلتی تھی، کسریٰ اور اہل فارس مشک و عطر اس میں ڈال کر پوجتے تھے، بجھ
گئی۔ جس دم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گلزار ارواح سے اس چار بازار
اشباح میں گذر فرمایا۔ پہلے سجدہ کیا، بعد اس کے انگشت شہادت اٹھا کر فرمایا۔ لا الہ الا
اللہ انی رسول اللہ۔ عبدالمطلب نے اس مژدہ جاں نثار کو سن کر بہت شادی کی ابولہب
نے توبہ اپنی لونی کو کہ اس نے خیر تولد شریف کی پہنچائی، آواز کیا۔ اس خوشی کا یہ
اثر ہے کہ ابولہب کو ہر دو شبہ کو تخفیف عذاب میں ہوتی ہے۔“ (۲۹)

ایک اور اقتباس جس میں سلاست و روانی ہے:

”عادت شریف تھی کہ جواب میں ہر شخص کے لہیک فرماتے تھے اور کلام نہ
کرنے پر ملامت نہ کرتے تھے اور چیز تلف ہونے سے تاسف نہ کھاتے تھے مجالس

میں موافقت اصحاب کی فرماتے تھے۔ گھر میں جھاڑو دینا، لباس کا پیوند کرنا، کفش سی لینا، پانی پلانا، دودھ دھونا، خدام کی مدد کرنا، اپنے ساتھ کھانا، اشیاء بازار سے خریدنا عادت یا برکت تھی۔" (۲۱۳)

زبان و بیان کے اعتبار سے قافیہ آرائی کا التزام کیا گیا ہے۔ جیسے

"مطلع غیب سے طلوع ہوا۔ افق غیب سے شمع ہوا۔" (۲۱۴) "ساتھ تور

اسلام کے مبدل ہوئی۔ ساتھ شعلہ عرفان کے مشتعل ہوئی۔" (۲۱۵) "آپ کے قدم

برکت کثروم۔" (۲۱۶) "میرودان کے دشمن ہیں یہ بتوں کے سر شکن ہیں۔" (۲۱۷)

یہ میلاد نامہ اپنی افادیت کی وجہ سے متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔ اس کی اضافی عبارتوں کو خارج کر کے نذیر ابوالحسن فاروقی نے اسے دوبارہ مرتب کیا ہے۔ (۲۱۸) اور اس کے دوسرے نسخے میں جس کی ابتداء میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا مقدمہ شامل ہے۔ اس میں موصوف نے مصنف کے شجرے اور ان کی دیگر تصانیف کی بھی نشان دہی کی ہے اور اس کی زبان و بیان پر بھی مختصراً اظہار خیال کیا ہے۔ (۲۱۹) اس میلاد نامے کی خصوصیات کے بارے میں مسعودیہ نسیم لکھتی ہیں:

"اس میلاد نامے میں شاعرانہ مبالغہ آرائی اور افسانوی رنگین بیانی نام کو نہیں۔

بیانات حقیقت و واقعیت پر مبنی ہیں۔ منتخب واقعات پیش کئے گئے ہیں اور آپ کے

اعمال و افعال کو قرآن و حدیث کی روشنی میں صحیح اور محقق انداز میں بیان کیا ہے۔

معجزات بھی وہی بیان کئے گئے ہیں جو قرآن و احادیث سے ثابت ہیں۔ بیانات کی طرح

اس کا اسلوب بیان بھی منفرد ہے۔" (۲۲۰)

یہ میلاد نامہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس کی ترتیب و تدوین میں ایسے بزرگوں نے دلچسپی لی ہے مذہب سے پوری واقفیت رکھتے ہیں۔

ان کی دیگر کتب میں صلوٰۃ و سلام زیادہ مشہور ہے۔ یہ ۹۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اسے ۱۹۹۵ء میں

دہلی بک ڈپو، دہلی نے شائع کیا تھا۔ نیز میلادی روایات کے سلسلہ میں ان کا رسالہ "اثبات المولد والقیام"

عربی زبان میں ہے۔ اس کا ترجمہ محمد رشید نقشبندی نے کیا ہے اور مرکزی مجلس رضا، لاہور کے زیر اہتمام

نئی بار چھپ چکا ہے۔

حافظ عظمت علی

حافظ عظمت علی ناٹپور کے رہنے والے تھے۔ ان کا منظوم میلاد نامہ بعنوان "مولود النبی" مشتمل بر

چالیس صفحات، بمبئی سے ۱۹۷۰ء، ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن

ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس کے عنوانات میں توحید حق، نعت سید المرسلین و خاتم النبیین،

صحاب کبار و حضرت فاطمہ الزہراء، امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم، مناجات، سلسلہ نسب پاک نبی

کریم، ذکر نور محمدی، بیان ولادت و رضاعت، بیان معراج، بیان ہجرت، بیان وفات مبارکہ اور آخر میں بیان

در فصاحت بے نمازاں شامل ہے۔

میلاد ناموں میں عام طور پر آپ کے منتخب پیدا ہونے کی روایت بیان کی گئی ہے۔ اس میں اس علاوہ روایات کو بھی نظم کیا گیا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

کئے ہیں بعضوں نے مذکور

بریدہ خستہ تھا حضرت کا پا نور

بھی بعضے اس بیان میں پہنچے ساکن

کئے عبدالمطلب نے ساتویں دن

بھی بعضے بولتے ہیں اس طور

کہ جب حضرت حلیمہ کے کئے تھے

جہاں شق آپ کا سینہ کیا تھا

وہاں فتنہ بھی حضرت کا کیا تھا

(۲۲۱)

ان اشعار پر میلاد نامہ کا اختتام ہوتا ہے:

عقیدت ہے کیا مولود اتمام

پردہ صلوٰۃ پر سلطان اکرام

تو پردہ عظمت علی حضرت پر صلوات

کہ محشر میں نہ ہو کچھ تجھ پہ آفات

(۲۲۲)

مجموعی طور پر عظمت علی کے اشعار میلاد عقیدت و وابستگی رسول کے منفرد عالمانہ شان کے مظہر ہیں۔ ان کے اشعار میں کہیں بے اعتدالی نہیں پائی جاتی۔ کیا ان کے بیان میلاد کا رنگ خاص ہے۔

قلندر علی

قلندر علی کا میلاد نامہ ”نور الحسین فی ذکر مولود النبی و شہادت الحسینؑ“ ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اور مطبع ناصری کا مطبوعہ ہے۔ ادارہ یادگار غالب، کراچی کی لائبریری میں اس کا ۸۱ھ ۱۸۶۳ء کا مطبوعہ نسخہ نادر و نایاب کتب کے ذخیرہ میں موجود ہے۔ اس میلاد نامے میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے احوال کے ساتھ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے واقعات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ میلاد ناموں میں مناقب اہل بیتؑ تعریف کا غالب رجحان شمالی ہند کی روایت کا ایک حصہ ہے۔ میلاد ناموں کے اسلوب میں یہ واضح فرق شیعہ مسلک اور لکھنؤ کے دیہان شاعری کے اثرات کی وجہ سے نظر آتا ہے۔

حسن بخش کا کوروی (م ۱۸۸۳ء)

مولوی شاہ حسن بخش کا کوروی ۲۳ صفر ۱۲۲۳ھ کو پیدا ہوئے ان کے والد مولوی حسین بخش شہید اور

اداشاہ میر محمد قلندر دیندار بزرگ تھے۔ حسن بخش کاکوروی نے ابتدائی کتب درسیہ شاہ حیدر علی قلندر علی شاہ تقی علی قلندر سے پڑھیں۔ حدیث اور تفسیر کا علم مرزا حسن علی محدث لکھنؤی سے سیکھا اپنے جد امجد شاہ میر محمد قلندر سے بیعت سے سرفراز ہوئے۔ اجازت و خلافت اپنے دادا اور والد سے ملی۔ ابتداء میں چند سال بعدہ سررشتہ داری ملازم رہے پھر اسے چھوڑ کر بقیہ عمر مشاغل علمی اور رشد و ارشاد میں بسر کی۔ ۱۹ ماہ جمادی الاول ۱۳۳۰ھ / ۱۸۸۳ء میں انتقال ہوا۔ (۲۲۳)

ان کا میلاد نامہ ”رسالہ تفریح العاشقین فی میلاد خیر المرسلین“ میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ ”رسانعت“ بچپن کے حالات استاد کے ساتھ درج ہیں۔ طبیعت کا میلان ہندی زبان کی شاعری کی طرف تھا۔ معراج کے بیان سے چند شعر نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہوں:

قرآن کا چتر گھمات سب مل کے چلے دوہما بتا کے
 الا اللہ کے بخت نکارے ساز بخت لالہ کے
 حوریں ہنسٹ بنائے کے گلوں داری رسول خدا کے
 آگے صفیں انبیاء سب پاندھے پیچھے پرے اولیا کے
 لائے آج ہنسٹ بتا کے جبرئیل امین خدا کے
 ط کی پیکاری بنائی نور کے رنگ بھرا کے
 خمیر اگال بنائے درود کا چمڑکیں شفیج الورا کے
 جوڑے بشتی اپنے ملائکہ چہری پاندھے اصفا کے
 گھوڑا شاننا سبائے کھڑا دروازے نبی مصفا کے
 نجم کا سرا بھان کا مکنا نور کا شعلہ بندھا کے
 (۲۲۴)

حسن بخش کاکوروی کی تخیل کی رعینہ اور خلاقیت میں ایک خاص قسم کی انفرادیت کا احساس ہوتا ہے۔ رنگ تغزل کے استخراج نے دلشعین، حسین اور موثر کیفیت پیدا کر دی ہے۔

مولانا آل حسن موہانی (م ۱۸۷۰ء)

مولانا آل حسن موہانی ۱۸۶۹ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد غلام سعید خاں اودھ حکومت میں اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے۔ ان کی ابتدائی تعلیم لکھنؤ میں ہوئی۔ کسٹڈی میں مولوی جعفر علی سے پڑھا۔ پھر آگہ آباد میں سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ کچھ دنوں حیدر آباد وکن میں ملازم رہے۔ مولانا فوراً لغت قرنگی علی کے مرید تھے۔ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ / ۱۸۷۰ء کو انتقال ہوا۔

مولانا آل حسن سے متعدد تصانیف یادگار ہیں۔ انہوں نے رو حسانیت میں خوب کام کیا۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان ”مولوی مصطفوی“ حسرت موہانی نے اپنے اردو پریس علی گڑھ سے چھاپ کر شائع کیا۔ اس کا

مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ نظم و نثر کے صحت و مشتمل ہے۔ اس میں صرف بیان میلاد اور معراج ہے۔ ایک مختصر مائتومہ عبارت ملاحظہ ہو:

”علیہؑ نے اپنے خاوند سے مشورہ کیا کہ مجھے بڑی شرم آتی ہے کہ مکہ سے خالی پھر جاؤں اور کوئی لڑکا اپنے ساتھ نہ لوں۔ اب بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس یتیم ہی کو لے لوں یہ صلاح کر کے میں آمنہؑ کے پاس گئی اور ان کے لڑکے کو میں نے دیکھا کہ ایک سفید کپڑے میں لپیٹا ہوا ہوتا ہے اور اس کے بدن کی خوشبو سے مکان منک رہا ہے۔ میرا دل اس پر فریفتہ ہو گیا۔ آہستہ جا کر میں نے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا۔ انہوں نے آنکھ کھول دی اور مسکرائے میں نے پیار سے دونوں آنکھیں چومیں اور گود میں لے لیا اور دودھ پلانے لگی انہوں نے ایک جانب کا دودھ پیا اور دوسری جانب کا نہ پیا اور یہی حال رہا جب تک کہ دس مہری رضاعت میں رہے۔“ (۲۲۵)

میلاد ثانی کا انداز تحریر بڑی حد تک سلیس اور سادہ ہے مگر عربی اور فارسی کی اصطلاحات اور تراکیب بھی استعمال کی گئی ہیں۔

امیر مینائی (م ۱۹۰۰ء)

حضرت مخدوم شاہ مینا رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ کے اکابر بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ امیر مینائی کا سلسلہ نسب مخدوم شاہ مینا تک جا پہنچتا ہے۔ امیر مینائی کے والد مولوی کرم احمد مینائی ظاہری و باطنی علوم کے لئے مشہور تھے۔ امیر مینائی ۲۱ شعبان ۱۳۳۲ھ بمطابق سنہ ۱۸۱۶ء لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ والد کی سرپرستی میں تعلیم و تربیت پائی اسی وجہ سے ان کے فیضانِ صحبت کا اثر نمایاں ہے۔ امیر مینائی نے علمائے فرنگی مکمل سے بھی اکتسابِ علم کیا۔ خاندانِ صابریہ چشتیہ کے سجادہ نشین حضرت امیر شاہ سے بیعت سے سرفراز ہوئے۔ شعر و سخن میں مظفر علی خاں اسیر جیسا استاد ملا اور انہی کی وساطت سے ۱۳۶۹ھ ر ۱۸۵۳ء میں واجد علی شاہ کی ملازمت میں داخل ہوئے۔ واجد علی شاہ کی معزولی کے بعد کاکوری چلے گئے۔ وہاں محسن کاکوری کی صحبت نے امیر کے فطری رجحان کو جلاء بخشی۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے فرو ہو جانے کے بعد امیر کا تعلق دربارِ رامپور سے ہو گیا اور انہیں نواب یوسف علی خاں کی ملازمت کا موقع مل گیا۔ ان کے انتقال کے بعد نواب کلب علی خاں نے ان کی سرپرستی کی۔ ان کے انتقال کے بعد رامپور سے حیدر آباد کا رخ کیا لیکن کوئی خدمت حاصل کرنے سے پہلے ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۰ء کو اس وار فانی سے کوچ کر گئے۔ ان کا مزار حیدر آباد میں درگاہِ یوسف شاہ کے احاطہ میں ہے۔

امیر مینائی کی متعدد تصانیف ہیں۔ ان میں (۱) مسدس صبحِ ازل (۲) مسدس شامِ ابد (۳) مسدسِ ابدِ القدر (۴) مسدسِ ذکرِ شاہِ انبیاء (۵) محامدِ خاتمِ النبین (۶) خیابانِ آفرینش (۷) مثنوی نورِ تجلی (۸) مثنویِ اکرم (۹) امیر اللغات وغیرہ زیادہ اہم ہیں۔

خیابان آفریقہ نثر میں میلاد نامہ ہے۔ اس کا سال تصنیف ۵۵ھ ہے۔ ”میلاد سایہ ختمی پناہ“ اس کا تاریخی نام ہے۔ اور خیابان آفریقہ بھی۔ امیر مثنائی نے اپنے اس میلاد نامے میں صحت روایات کی طرف خاص توجہ دی۔ اس کے سبب تالیف کو بیان کرتے ہوئے وہ اس کے آثار میں لکھتے ہیں:

”مؤلف حقیر فقیر امیر عرض کرتا ہے کہ نعتیہ مسدسات ذکر شاہ انبیاء، صبح ازل، شام ابد، یلت القدر بار بار چھپے اور شیعوں پاچکے تو قصد ہوا کہ میلاد شریف نثر میں لکھا جائے اور اس کی تصحیح روایت کا بہت اہتمام کیا جائے مگر دنیا کی مکرہات سے یہ ارادہ پورا نہ ہوا تھا۔ ہر امر ایک وقت پر موقوف ہے۔ اب اس کا وقت آگیا ہے کہ یہ میلاد شریف جس میں حکفیات شاعرانہ و منشیانہ کو اس ڈر سے کہ مبادا کہیں حد سے تجاوز ہو جائے وظل نہیں دیا گیا صاف صاف عبارت میں مستند اور معتبر میر سے منتخب کر کے لکھا ہے اور تاریخی نام ”خیابان آفریقہ“ رکھا ہے۔“ (۲۲۶)

اس کے بعد امیر مثنائی نے میلاد ناموں میں موجود روایات کے ضمن میں بحث کی ہے اور ان روایات کی جانچ پرکھ اور تصحیح کی ضرورت پر اظہار خیال کر کے سبب تالیف بیان کیا ہے:

”ان وجہ سے اس بیچہ دلاں کو یہ خیال ہوا کہ ایک رسالہ ایسا لکھا جائے جس کے پڑھنے سننے میں اہل علم و فضل کو مطلق تامل نہ ہو اور حکفیات شاعرانہ سے پاک ہو اس لئے کہ شاعری اور انشاء پروازی میں کسی حد تک تجاوز ہو ہی جاتا ہے اور نقل روایات میں حد سے تجاوز کرنا سخت مواخذے سے ڈر آتا ہے۔“ (۲۲۷)

خیابان آفریقہ میں نور محمدی ”احوال پیدائش، بیان رضاعت، حضور کا لڑکپن، نبی کریمؐ کی فراست و تدبیر، علیہ مبارک، نبی کریمؐ کے خصائل، نزول وحی، اسلام کا ابتدائی دور، صحابہ کبار اور نجاشی، حضرت عمرؓ کا ایمان لانا، معراج اور ہجرت کے نمایاں موضوعات ہیں۔ آخر میں تین نثری مناجاتیں ہیں۔ ان میں طلب غنہ و سفارت اور اپنے گناہوں پر ندامت و پشیمانی کا اظہار بڑے موثر انداز میں کیا گیا ہے۔

امیر مثنائی نے خیابان آفریقہ میں صحت روایات کی طرف پوری توجہ دی۔ اس وجہ سے ان کا انداز میلاد نگاری بہت محتاط ہے۔ اس روش کی طرف انہوں نے اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”جب علماء و فضلاء کو روایات کی تصحیح کے ضمن میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔

تو انشاء پرواؤں اور شاعریوں کے لکھنے کا اس باب میں اعتبار رہا اور ان کی لکھی ہوئی عبارتیں جیسی کہ کہیں کہیں مشہور مولودوں میں پائی جاتی ہیں کیونکر قابل اعتناء ہو سکتی

ہیں۔“ (۲۲۸)

امیر مثنائی کو شاعری میں مبالغہ اور بے احتیاطی کا پوری طرح اندازہ تھا۔ اس لئے انہوں نے میلاد نامے ”خیابان آفریقہ“ کے آخر میں اپنی میلادیہ منظومات کو خمیہ کے طور پر شائع کیا تاکہ میلاد خوانی کی محفلوں میں حسب ضرورت انہیں پڑھا جاسکے۔ خیابان آفریقہ کے مجلسی قاضوں کو پورا کرنے کی نسبت سید عبدالحی رقم طراز ہیں:

”خیالیں آفرینش آرد نثر میں ایسا رسالہ ہے جس میں مولود مسعود کا ذکر صحت اور صفائی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کی صاف اور سادہ عبارت اس قائل ہے کہ عورتوں اور بچوں کے درسی نصاب میں شامل کی جائے۔“ (۲۳۹)

مدرس صبح ازل میں نبی کریمؐ کی ولادت یا سعادت، شام ابد میں وفات مبارکہ، یلادت القدر میں نبیؐ اور ذکر شاہ انبیاء میں مولود شریف کا بیان ہے۔ ان مشعوہوں کو محافل میلاد میں پڑھنے کی غرض، عظمت سے لکھا گیا تھا۔ اس لئے ان میں میلاد کی فضا اور مجلس انداز بنایا گیا ہے۔ ان میں نبی کریمؐ کی سبقت مقدسہ کے نمایاں پہلوؤں کا بیان، آپؐ سے اظہار عقیدت، ورود شریف اور صلوات و سلام جیسے میلاد مروجہ موضوعات کو منھوم کیا گیا ہے۔ مجلہ خاتم النبیین نعتیہ دیوان ہے۔ امیر مینائی نے آپؐ کی ولادت مقدسہ کے بیان میں آپؐ کی عظمت و شان کا اظہار اتنے نفیس انداز میں کیا ہے کہ اس کی نظیر شاید ہے۔ اس موضوع کی مناسبت سے چند شعر درج ذیل ہیں :

ہے رحمت کہ ختم انبیاء کی آمد آمد ہے
صیب خاص و محبوب خدا کی آمد آمد ہے
زمانہ تیرہ و تاریک تھا اب روشنی ہوگی
میں گی ظلماتیں شمع ہدا کی آمد آمد ہے
بھٹکتے پھرتے تھے جو قافلے راتوں کو راہوں میں
اب ان کے دن پھریں گے رخصا کی آمد آمد ہے
عدم کی راہ لو، کہہ دو فساد و فتنہ و شر سے
یہاں خیرا بشر، خیرالورا کی آمد آمد ہے
زمین و آسمان سے متصل ہے نور کی بارش
جہاں روشن ہے نور کبریا کی آمد آمد ہے
ازل سے تا ابد ہو جائیں گے حل جتنے ہیں عقدے
مبارک ہو شد عقدہ کشا کی آمد آمد ہے
یہ مہر و ماہ ہیں جس کے فرش پا انداز کے کھڑے
اسی شمس الضحیٰ بدر الدجی کی آمد آمد ہے
(۲۴۰)

میلاد کے بیان مبارک میں غزل مسلسل کا سا انداز ملاحظہ ہو :

مرثدہ اے امت کہ ختم المرسلین پیدا ہوا
انتخاب صنع عالم آفرین پیدا ہوا
نور جس کا قہل خلقت تھا ہوا اس کا ظہور

رحمت آئی رحمتہ اللعالمین پیدا ہوا
چاہئے تعظیم کو انھیں جو ہیں محفل نشیں
محب خاص خدائے ما و میں پیدا ہوا
(۲۳۱)

امیر مٹائی کے کلام میں ”ترجیع بند قاتل پیش خوانی در محفل میلاد شریف صلی اللہ علیہ وسلم“ قاتل ذکر ہے۔ میلاد کی ضرورت و اہمیت کے بارے میں پہلا بند ملاحظہ ہو:

کردو خبر یہ محفل میلاد شاہ ہے
یاں آمد جناب رسالت پناہ ہے
امت چلے رسول کی یہ جلوہ گاہ ہے
سیدھی یکی بہشت میں جانے کی راہ ہے
دربار عام گرم ہوا اشتہار دو
جن و بشر سلام کو آئیں پکار دو
(۲۳۲)

معراج کے بیان میں امیر مٹائی نے اپنی فنی مہارت کا ثبوت فراہم کیا ہے اور ماحول نگاری اور فضا سازی میں مربوط اور واضح تاثر برقرار رکھا ہے۔ ایک بند کے یہ شعر دیکھئے:

کیا بزم تھی بزم لامرئی
جس بزم میں نور تھا نہ سایا
بیگانہ دوئی سے بزم وحدت
اپنا تھا اس جگہ پرایا
بے فاصلہ میزان و میسماں
کیا قرب نے بعد کو مٹایا
خود تاز کو تاز سے حکایت
خود شوق کو شوق سے کنایا
(۲۳۳)

امیر مٹائی نے نبی کریمؐ کے جمال ظاہری، اعضائے مبارک کے اوصاف اور شبیہ مبارک کا طویل سراپا لکھنے کی بجائے مختلف منظومات میں بیان کیا ہے۔ درج ذیل اشعار میں رخ و لب اور جبین و دھن کی خوبی بیان کی ہے:

درد پڑھتے تھے قدسی جو دیکھتے تھے وہ رخ

”خیابان آفرینش اردو نثر میں ایسا رسالہ ہے جس میں مولود مسعود کا ذکر صحت اور صفائی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کی صاف اور سادہ عبارت اس قابل ہے کہ عورتوں اور بچوں کے درسی نصاب میں شامل کی جائے۔“ (۲۲۹)

مسدس صبح ازل میں نبی کریمؐ کی ولادت با سعادت، شام ابد میں وفات مبارکہ، لیلۃ القدر میں معراج النبیؐ اور ذکر شاہ انبیاء میں مولود شریف کا بیان ہے۔ ان مشنوں کو محافل میلاد میں پڑھنے کی غرض و غایت سے لکھا گیا تھا۔ اس لئے ان میں میلاد کی فضا اور مجلسی انداز بیان نمایاں ہے۔ ان میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے نمایاں پہلوؤں کا بیان، آپؐ سے اظہار عقیدت، درود شریف اور صلوات و سلام جیسے میلاد کے مروجہ موضوعات کو منظوم کیا گیا ہے۔ محمد خاتم النبیینؐ تعظیہ دیوان ہے۔ امیر مٹائی نے آپؐ کی ولادت مقدسہ کے بیان میں آپؐ کی عظمت و شان کا اظہار اتنے نفیس انداز میں کیا ہے کہ اس کی نظیر شاذ ہے۔ اس موضوع کی مناسبت سے چند شعر درج ذیل ہیں :

زہے رحمت کہ ختم انبیاء کی آمد آمد ہے
حبیب خاص و محبوب خدا کی آمد آمد ہے
زمانہ تیرہ و تاریک تھا اب روشنی ہوگی
میں گی غلٹیں شمع ہدا کی آمد آمد ہے
جھلکتے پھرتے تھے جو قافلے راتوں کو راہوں میں
اب ان کے دن پھریں گے رہتا کی آمد آمد ہے
عدم کی راہ لو، کہہ دو قناد و قند و شر سے
یہاں خیر ابشر، خیر الورا کی آمد آمد ہے
زمین و آسمان سے متصل ہے نور کی بارش
جہاں روشن ہے نور کبریٰ کی آمد آمد ہے
ازل سے تا ابد ہو جائیں گے حل جتنے ہیں عقدے
مبارک ہو شہ عقدہ کشا کی آمد آمد ہے
یہ مرد ماہ ہیں جس کے فرش پا انداز کے ٹکڑے
اسی شمس الضحیٰ بدر الدہی کی آمد آمد ہے
(۲۳۰)

میلاد کے بیان مبارک میں غزل سلسل کا سا انداز ملاحظہ ہو :

مژدہ اے امت کہ ختم المرسلین پیدا ہوا
اتحباب صنع عالم آفرین پیدا ہوا
نور جس کا قلم خلقت تھا ہوا اس کا تصور

لب آپ کے تھے وہ معجز نما کہ صل علی
 ہمیں وہ لوح کہ جس میں نقوشِ رحمت حق
 جمل پاک وہ نورِ خدا کہ صل علی
 دھن وہ چشمہ شیریں اگر نظر آئے
 کہ یہ چشمہ آبِ بقا کہ صل علی
 (۲۳۳)

میلاد و معراج کے موضوعات کے بیان میں امیر مینائی کا اخلاص جھلکتا محسوس ہوتا ہے۔ عقیدت کی
 فراوانی کے باوجود انہوں نے آدابِ شریعت کی پاسداری کی۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری امیر مینائی کی منظومات
 میلاد و معراج کے بارے میں لکھتے ہیں:

”امیر مینائی نے نبی کریمؐ کے اوصاف و کمالات کے بیان کے ساتھ ساتھ آپؐ کی
 سیرت کے بعض اہم پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا ہے۔ معجزات کو توجہ کا مرکز بنایا ہے اور
 نبی کریمؐ سے جوشِ عقیدت اور فرطِ محبت کا اظہار بھی کیا ہے جہاں جہاں یہی محبت و
 عقیدت کا اظہار بھرپور ہو گیا ہے۔ ان کی شاعری میں دلکشی اور تاثیر پیدا ہو گئی
 ہے۔“ (۲۳۵)

”ذکر شاہ انبیاء“ ان کا مشہور منظوم میلاد ہے۔ اس منظوم میلاد نامے کے بارے میں ڈاکٹر ابوالیث
 صدیقی لکھتے ہیں:

”یہ سدس محفل میلاد میں پڑھے جانے کے لئے لکھا گیا ہے۔ اس میں پہلے
 مجلسِ میلاد اور اس کے انعقاد کے فضائل بیان کئے ہیں اور پھر اس کے بعد ولادت
 رسولِ مقبولؐ سے لے کر آنحضرتؐ کی وفات تک کے مختصر واقعات بیان کئے
 ہیں۔“ (۲۳۶)

ذکر شاہ انبیاء سے نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

اللہ کا جو گھر تھا وہی گھر تھا آپؐ کا
 اک کنہ یوریا تھا جو بسر تھا آپؐ کا
 دل شاو کلامِ غیر سے اکثر تھا آپؐ کا
 خلقِ عظیم سب سے برابر تھا آپؐ کا
 کوئی زیادہ تھا نہ کوئی کم نگاہ میں
 خورشید کی شعاع کا عالم نگاہ میں
 (۲۳۷)

نبی کریمؐ نے جنتِ الوداع پر مسلمانوں کو خطاب کر کے نصیحت فرمائی۔ اس کا ایک بند دیکھئے:

ڈرتے رہو خدا سے نہ بھولو مل کو
لازم ہے اختیار کرو میری چال کو
تلا چکا ہوں گو کہ رد ذوالجلال کو
اس پر بھی چھوڑتا ہوں میں قرآن و آل کو
نیکیوں کی پیروی کا قرینہ نہ چھوڑتا
ڈرتے ہو غرق سے تو سفینہ نہ چھوڑتا
(۲۳۸)

امیریتائی کی منظومات میلاد فصاحت و بلاغت، روانی و سلاست، توازن الفاظ اور ایجاز کے لئے مشہور ہیں۔ ان کا کلام حشو و زوائد سے پاک ہے۔ تصوف اور پاکیزہ مضامین کی چاشنی نے ان کے اشعار میں تخلیقی، جدت و ندرت اور مضمون آفرینی کا جو ہر پیدا کر دیا ہے۔ امیریتائی کی میلاد یہ منظومات اور نثری میلاد نانے نے میلاد خوانی کی محفلوں میں خاصی مقبولیت حاصل کی اور انہیں بڑے ذوق و شوق سے پڑھا جاتا رہا۔ اس لحاظ سے امیریتائی نے نہ صرف میلاد کی روایت کو آگے بڑھایا بلکہ عوامی حلقوں میں بھی میلاد کی ترویج و تشریح میں ان کی منظومات کا ایک خاص عمل دخل ہے۔

سید محمد حسن کاکوروی (م ۱۹۰۵ء)

سید محمد حسن کاکوروی کا سلسلہ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ، تک پہنچتا ہے۔ حسن کے آباؤ اجداد میں سے امیر سیف الدین نے کاکوروی ضلع لکھنؤ میں سکونت اختیار کر لی۔ اس وقت سے ان کی اولاد نے اسے وطن بنائے رکھا اور حسن بھی ۱۸۴۵ء میں یہیں پیدا ہوئے۔ مذہبی و صوفیانہ رنگ بچپن ہی سے طبیعت پر غالب تھا۔ اپنے والد اور مولوی عبدالرحیم سے تحصیل علم کے بعد بادی علی الشک جیسے متقی استاد سے اصلاح بخشی لی۔ آگرہ میں وکالت شروع کی اور پھر ۱۸۵۷ء کے ہنگامے سے پریشان ہو کر آگرہ سے چلے آئے۔ ۱۸ صفر ۱۲۳۲ھ مطابق ۲۲ اپریل ۱۹۰۵ء کو رحلت فرمائی۔

کلیاتِ حسن میں پانچ قصیدے، چودہ مثنویاں، ایک مہدس سراپائے رسول اکرمؐ، اٹھائیس رباعیات، بیس غزلیں اور کچھ نظمیں بطور مناجات شامل ہیں۔

مثنوی صبحِ تجلی منظوم میلاد نامہ ہے۔ اس کے اشعار کی تعداد قریباً پونے دو سو ہے۔ یہ مثنوی ۱۲۸۹ھ میں تصنیف ہوئی۔ یہ مثنوی گلزارِ نسیم کی بحر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کا ذکر ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن کاکوروی کو اسلامی علوم اور تاریخ سے گہرا لگاؤ تھا۔ حسن نے اس مثنوی میں بھی واقعہ معراج بیان کیا ہے۔ بیت اللہ سے مسجد اقصیٰ میں تشریف آوری، ہفت افلاک کی سیر، جنت و دوزخ کا مشاہدہ، عرش و کرسی اور مقام اعلیٰ تک آپؐ کی رسائی دکھانے کے بعد ایک مناجات پر مثنوی کو ختم کیا ہے۔ صبحِ ولادت کا ذکر کرتے ہوئے حسن نے تشبیہ و استعارہ کا اعجاز دکھایا ہے۔

ان تشبیہات و استعارات نے مثنوی میں جدت و روانی پیدا کی ہے لیکن تلمیحات کی کثرت نے ہلکی سی ثقالت کا احساس پیدا کر دیا ہے۔ صبح تجلی کی تمہید مضمون کے اعتبار سے بیڑی دلاویز ہے۔ ابتداء میں اس مبارک صبح کا ذکر ہے جس میں آپ کی ولادت مقدر ہوئی۔ اس خوبی سے اسے بیان کیا ہے کہ لطف دوہلا ہو جاتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

بیضاوی صبح کا بیاں ہے
تفسیر کتاب آسمان ہے
ہے خاتمہ شب دل افروز
دیباچہ نگار نسخہ روز
آثار سحر ہوئے نمایاں
سیارہ لئے ہوئے ہے دوراں
واللیل کو ختم کر چکا ہے
آمارہ دور واصلی ہے
ناگہ بہ جلوہ عبارت
پیدا ہوئی غیب سے بشارت
یہ صبح سعادت جہاں ہے
نو روز بہار جاوواں ہے
مشرق خزینہ ہائے اسرار
مصباح تجلیات انوار
نازل ہے زمیں پہ کبریائی
بندے کے لباس میں خدائی
اس وقت دیار میں عرب کے
مطلع سے تجلیات رب کے
ہیج شرف قریشیاں میں
اور ہاشمیں کے خاندان میں
کعبے کی زمین نامور سے
اور عہد مطلب کے گھر سے
اسلام کا آفتاب چکا
بے پردہ و بے نقاب چکا
پیدا ہوئے سرور و عالم
پیدا ہوئے فخر نوع و آدم

تاج سر اصفا محمد

(۲۳۹)

صبح کی آمد کے اس بیان کو بہت مرصع اور معنی خیز طوالت سے بیان کیا ہے۔ اور اس میں تلمیحات اور صنائع بدائع صرف کئے ہیں۔ مزید چند شعر "صبح تجلی" کے دیکھئے:

ہے وقت اخیر شب خلاصا

ہنگام سپیدہ سحر گاہ
الواح زبرد قلک کا

ساعات میں روز و شب کی والدہ
اک مخبر صادق الہیاں ہے

کیفیت وحی میں ہے بلبل
پتھر آخر الزماں ہے

ہے وقت نزول مصحف گل
ہے کنار آب جو ہے

نوریت ہے صدائے قمریاں کی
یا خضر ہے مستعد وضو ہے

تیار ہے بلخ میں ازاں کی
محو تکبیر فاختہ ہے

اک شاخ رکوع میں رکی ہے
قد قامت سرو دریا ہے

اور دوسری سجدے میں جھکی ہے
سوزن کی زباں پر مناجات

جاری ہے لب جو التیمات
(۲۳۰)

مشہور "صبح تجلی" میں زبان و بیان کی شوکت و عظمت کے علاوہ اس کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ محسن کاکوروی نے نبی کریمؐ کے معجزات کے بیان میں اپنا مآخذ قرآن و حدیث ہی کو بنایا ہے۔ صرف چند اشعار ملاحظہ ہوں:

فیض تاثیر ہوا ہے کہ ہوا جاتا ہے
دکھن بلخ خلیل اب کی سراپا گلخن
(۲۳۱)

اس کی توصیف میں اک شمع ہے قرآن شریف
کہ لکھا غار قدرت نے بوجہ احسن
(۲۳۲)

نہ رہے چشمہ کوثر کی تمنا مجھ کو
اس طرح کرے تو اپنا مجھے مفتون دھن
(۲۳۳)

بحر امکان میں رسولِ علی در یتیم
رحمت خاص خداوند تعالیٰ بادل
(۲۳۴)

محسن کی مثنوی "چراغِ کعبہ" میں ۳۶۹۔ اشعار ہیں۔ یہ مثنوی ۱۰۳۰ھ میں لکھی گئی۔ یہ بھی گلزارِ نسیم کی بحر میں ہے۔ اس مثنوی میں نبی کریمؐ کے معراج کے واقعہ کو نظم کیا گیا ہے۔ محسن نے معراج نبویؐ سے متعلق احادیث کو مد نظر رکھ کر اس واقعہ کو ترتیب دیا ہے۔ اس میں بھی تشبیہات و استعارات اور تمثیلات کی کثرت ہے۔ اس لحاظ سے انہوں نے یہ گلدستہ رعایتِ لفظی کے گلدان میں چلایا ہے۔ مثنوی کی ابتداء قصیدے کی طرح تشبیہ سے کی ہے۔ اس مثنوی میں دوسری مثنویوں سے زیادہ قصیدے کا اثر ہے۔ اختتام پر قصیدے کی طرح دعائیہ اشعار ہیں۔ مثنوی میں فارسی اور عربی تراکیب کی بھی کثرت ہے۔ مثنوی کی تمہید نہایت شاعرانہ ہے۔ اس کے بعد گریز، حضرت جبرئیلؑ کی تعریف، براق کی صفات اور مسجد اقصیٰ کے عنوانات کے بعد سات آسمانوں کی سیر ہے اور ان آسمانوں کی سیر کے بارے میں ہر آسمان کے سیارہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

پہلے آسمان پر چاند، دوسرے آسمان پر فشی فلک، یعنی عطارد، تیسرے آسمان پر اصغر یعنی زہرہ، چوتھے آسمان پر شہ فلک یعنی سورج، پانچویں آسمان پر صغ، چھٹے آسمان پر سعد اکبر یعنی مشتری اور ساتویں آسمان پر ہمدے فلک یعنی زحل کا بیان بھی قدیم نظریات کے بموجب کیا گیا ہے۔ افلاک کی اس سیر کے بعد جنت و دوزخ کی سیر اور آخر میں عرش و کرسی اور مقامِ اعلیٰ تک نبی کریمؐ کی رسائی کا بیان ہے۔ چراغِ کعبہ میں بھی زبان و بیان کی صنایع و آرائش، مضمون آفرینی اور اثر و تاخیر کے عمدہ نمونے ملتے ہیں:

بھٹکی ہوئی رات آہد سے

واضل ہوئی کعبہ میں وضو سے

اوڑھے ہوئے لیلیٰ گل اندام

خجتم کی روا یہ قصد احرام

گویا کہ نما کے آئی فی الحال

جھک جھک کے پنجوئی ہوئی بال

کیا سخی صفا سے رنگ فق ہے

سر سے پا تک عرق عرق ہے

نامحرموں سے چھپائے چہرہ

پرویں کو نکالے منہ کا سرا

(۲۳۵)

محسن کی میلادید و معراجیہ مشنویوں میں بھی جذبات نگاری اعلیٰ فنی اقدار کے ساتھ ملتی ہے۔ صنعتوں کے استعمال اور رعایت لفظی میں بھی ان کا انفرادی رنگ نمایاں ہے۔ ان کے کلام کی شاعرانہ لطافتوں کے بارے میں ڈاکٹر ابوالیث صدیقی لکھتے ہیں:

”محسن نے صنعت گری میں بھی شاعرانہ لطافت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ چنانچہ ان کی رعایات بے ساختہ ان کی تشبیہات اور استعارات جاندار اور ان کا عام انداز شاعرانہ ہے۔ ان خلقات کی وجہ سے کلام میں کوئی الجھن پیدا نہیں ہوتی۔‘ تلمیحات بھی ہیں اور بکثرت ہیں لیکن بندش کی چستی اور نظم کی روانی ایسی ہے کہ طبیعت اس پر رک کر نہیں رہ جاتی‘ اس اعتبار سے ان کا کلام اگر ایک طرف تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے جاذبیت رکھتا ہے‘ تو دوسری طرف عوام الناس بھی اس کی خوبیوں پر سروصفت ہیں۔“ (۲۳۶)

محسن نے اپنے کلام کی بنیاد خلوص و حقیقت پر رکھی ہے۔ انہوں نے اپنی منظومات کو شہرت یا صلہ کا ذریعہ نہیں بنایا اور اس محبت اور والہانہ شینگی میں حفظ مراتب کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں تلاش کرنے پر بھی لغزشیں نہیں ملیں گی۔ چراغ کعبہ کے آخر میں نبی کریمؐ سے خطاب کرنے کے بعد اپنی تمنائوں کا اظہار کس خوبی سے کرتے ہیں۔

جس طرح ملا تو اپنے رب سے

انداز سے شوق سے ادب سے

یوں ہی ترے عاصیان مجبور

اک دن ہوں تری لقا سے مسرور

صدقے میں ترے یہ آرزو ہے

دم میں کریں راہ آخرت طے

ہو حشر کا دن خوشی کی تمہید

جس طرح سے صبح صادق عید

پھولے پھلے گلشن تمنا

عقیقی مری پھل ہو پھول دنیا

یاں شوق و غلوص و التجا ہو

واں میں ہوں آپؐ ہوں خدا ہو

(۲۳۷)

محسن کاکوروی کی شاعری کا حسن انہی محاسن کے باعث ہے جو کھٹنوی شاعری کا طرز امتیاز تھے۔ ان شعری محاسن کو میلادید و معراجیہ موضوعات کے لئے محسن کے انداز میں پہلے کسی نے استعمال نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں تشبیہات و استعارات، تلمیحات و رعایت لفظی، مراعات النظم و حسن تعلیل اور دیگر نتائج بدائع اس قدر فطری انداز میں ان کے اسلوب میں گندھے ہوئے ملتے ہیں کہ ان پر تصنع، بناوٹ یا وقت پسندی کا گمان نہیں ہوتا۔ مثنوی ”چراغ کعبہ“ میں محسن کاکوروی کے تخیل کی بلند پروازی دیکھئے معراج النبیؐ کے سلسلہ میں ہر جگہ سے ہوتے ہوئے نبی کریمؐ جب مقام اعلیٰ پر تشریف لائے ہیں، اس وقت کی کیفیت ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں:

زیر قدم جناب والا
 اعلیٰ سے جو تھا مقام اعلیٰ
 دل کی تک و دو تھی دم سے آگے
 سر چار قدم قدم سے آگے
 آئینہ روئے ذات عالی
 اقلیم صفات بے مثالی
 چکا ہوا امین حق
 پھیلا ہوا دامن حق
 وحدت کا کھلا ہوا وہ ناکا
 جس میں نہیں دخل ماسوا کا
 امید کے = عشقِ معنی
 ٹوٹے ہوئے حوصلے کے زینے
 نکلی ہوئیں بہتوں کی جانیں
 اتری ہوئی چلے سے کمانیں
 بھولے ہوئے راہ کے مسافر
 ارکان رباعی عناصر
 افتادہ خاک بحر و ساحل
 درمائدہ راہ خضر و منزل
 طاؤس سپر بل بستہ
 عقائے نجوم پر فکرت
 جھیلے ہوئے دور باش ادب کی
 طوبی و بشت و عرش و کرسی

جانے کا نہ لے سکیں ملک نام
 بدحوں کا پہنچ سکے نہ پیغام
 تاثیر دعا کے در سے محرم
 کوشش شرف اثر سے محرم
 انسان کی وہاں تھی کب رسائی
 آنکھوں میں کشش بٹھا کے لائی
 وہ مہر و چشم دین و ایمان
 کل ابھر وجوب و امکان
 ایمان کا رنگ ہوئے تصدیق
 نفل چمن مجاز و تحقیق
 آنکھوں کی تلاش جلوہ رب
 کانوں میں صدائے سخن اقرب
 آیا سوئے بزم لی مع اللہ
 آنکھیں میں جیسے پرتو ماہ
 پہنچا وہ وہاں جہاں نہ پہنچے
 جبرئیل کی عقل کے فرشتے
 نزدیک خدا حضور پہنچے
 اللہ اللہ دور پہنچے
 لرزے میں تمام دست و پا تھے
 انداز جلال کبریا سے
 بے سایہ قد رسول باری
 تھا سایہ نفل خاکساری
 مجھے کے لئے جھکا ہوا تھا
 سر عرش پہ اور زمین پہ ماتھا
 (۲۳۸)

ان کا دلکش اور پُر لطف اسلوب اس مناجات میں بھی ہے جو مشنوی کے آخر میں ہے۔ ان اشعار میں
 سادگی کے باوجود حسن اور شاعرانہ لطافتیں موجود ہیں۔ اس قسم کا لطف گویا کی کم شاعروں کے حصے میں آیا ہو
 گا۔

اے پرتو مہر لا یزالی
 بے مثل مثال بے مثال

شمع حرم خدا نمائی
 جس طرح ملا تو اپنے رب سے
 انداز سے شوق سے اوب سے
 یوں ہی ترے عالمیان مجبور
 اک دن ہوں تری لقا سے سرور
 صدقے میں ترے یہ آرزو ہے
 دم میں رہ آخرت کریں طے
 ہو حشر کا دن خوشی کی تمہید
 جس طرح سے صبح صادق عید
 (۲۳۹)

محسن کا کوروی نے اپنی شاعرانہ فطانت اور فنی مہارت کو نبی کریمؐ کے شعل کے بیان کے لئے وقف کر دیا۔ قرآن و احادیث کے حوالے ان کے کلام کو بلیغ اور وقیع بناتے ہیں۔ مختلف جگہوں سے یہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

پیدا ہوئے بادشاہ ذی جاہ
 آرائشِ تخت لی مع اللہ
 تہلی میں بجا جمال دل خواہ
 جس طرح چنے پہ "قل حوالہ"
 آنکھوں کی تلاش جلوہ رب
 کاتوں میں صدائے "نحن اقرب"
 ہے ہم خدا سوادِ تحریر
 واللیل اذا سما کی تفسیر
 مشنوی کا اختتامیہ شعر جس میں جمعہ کے خطبہ کے آخری الفاظ بڑی خوبصورتی سے لائے ہیں۔

ہے ذکر ولادت پیہر
 اعلیٰ اولیٰ اہم و اکبر

متذکرہ بالا قرآن و احادیث کی تسمیحات کی طرح دیگر علوم و فنون کی مختلف اصطلاحیں بھی ان کے اسلوب شعر میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔
 مشنوی "صبح تجلی" اور "چراغِ کعبہ" کے درمیانی عرصے میں محسن نے قصیدہ لامیہ ۳۳۳ھ میں لکھا۔ اس کا عنوان "مدح خیر المرسلین" ہے اور اس کا مطلع ہے:

سمت کاشی سے چلا جانب مستر ا بادل
ہرق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل

محسن کے اس قصیدے سے حضرت کعب بن زہیر یاد آ جاتے ہیں۔ انہوں نے تشبیب میں عرب کی مقامی علامات کو بیان کیا تھا اور محسن کے اس قصیدے میں مقامی ہندو تہذیب و تمدن، ماحول اور روایات کا ذکر بھی اسی انداز کی بازگشت نظر آ رہا ہے۔ اگر ان مقامی علائم و رموز کو گریز کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو مضمون واضح طور پر نکھرا ہوا نظر آنے لگتا ہے۔ ان کا یہ قصیدہ فنی، لسانی اور فکری لحاظ سے ہندی عناصر اور ہندو اساطیر کی علامات کی وجہ سے نئی روایت کی بنیاد ہے مگر مناسبات کفر کا استعمال غیر مشروع ہے۔ اس کی تشبیب کے چند شعر درج ذیل ہیں:

گھر میں اشان کریں سروقدان گوکل
جا کے جتنا پہ نہانا بھی ہے اک طول امل
خبر اڑتی ہوئی آئی ہے مہدین سے ابھی
کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا پر بادل
کالے کوسوں نظر آتی ہیں گھٹائیں کالی
ہند کیا ساری خدائی میں بتوں کا ہے عمل
دیکھیے ہو گا سری کرشن کا کیونکر ورشن
سینہ تنک میں دل گوپیوں کا ہے بے کل
راکھیاں لے کے سلونوں کی برہمن نظیں
تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل
(۲۵۰)

نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے بیان میں ہندوستانی تمدن اور تہذیبی اصطلاحات کو اس سے پہلے کسی نے استعمال نہیں کیا تھا۔ محسن نے اس کا یہ جواز پیش کیا ہے کہ انہوں نے بالآخر اسلام کو کفر پر غالب آتے دکھایا ہے۔ اور بالخصوص قصیدے کا اختتام:

کین جبریل اشارے سے کہ ہاں بسم اللہ
سمت کاشی سے چلا جانب مستر ا بادل

نبی کریمؐ کے مرثیائے مقدس کے بیان میں ان کا ایک سدس شاعری کا بے نظیر نمونہ ہے۔ اس میں تشبیہات نہایت بدیع اور لطافت میں ایک خاص کیف و مستی کی حامل ہیں۔ اور اس لفظی بازگہری میں شاعر کے اپنے آثار کا عمل و فعل زیادہ ہے۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں:

پیشانی ہے جزو مصحف رو
 اس پارے کے دو رکوع ابو
 واللہ کا ترجمہ ہے گیسو
 تفسیر اذان کی ہے گیسو
 بیداری . بخت چشم ایجاد
 پیارہ رخ کی ہے سورہ صاد
 (۲۵۱)

معنوی صفات کے بیان میں زبان کی لطافت ہر جگہ شاعرانہ منافی کا اندر نمونہ پیش کرتی ہے۔
 کیا ذکر تمہیم نبی ہے
 گل کی مٹھن میں جو نہی ہے
 کانوں کی سنی ہے کیا روایت
 جو سر دھنے خطیب کی ولایت
 جوہر کا بھرا ہوا خزینہ
 آئینہ بے مثال سینہ
 اسرار نہ آسمان نظر میں
 ڈوبے ہوئے ہفت بحر میں
 اس گردن صاف کی بلندی
 تکبیر فریضہ سحر کی
 رعنائی قامت مناسب
 روزے میں اذان وقت مغرب
 (۲۵۲)

محسن کاکوروی کی میلادیہ مثنوی ”صبح تجلی“ اور معراجیہ مثنوی ”چراغ کعبہ“ میں صوری و معنوی دلکشی پائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر ابوالیث صدیقی لکھتے ہیں:

”محسن کاکوروی نے اپنی مثنویوں میں موضوع کے اعتبار سے جدت، اسطالی اور ہندی تصورات کا امتزاج، حدیث اور عقائد کی صحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے مذاق شاعرانہ کے ساتھ نکتہ آفرینی، خلوص و محبت کے اظہار میں تنہیب و تانت کا پاس ان کی عام خوبیاں ہیں۔ اس پر پورا کلام ہموار اور شکفتہ، مضمون بلند، زبان تسنیم و کوثر کی وحلی ہوئی، بندش چست، مثنویوں میں قصیدے کی سی شان و شوکت، تشبیب و گریز کے کمالات، ایسی خصوصیات ہیں جو شاید ہی معاصرانہ مذہبی شاعری میں مل سکیں۔“ (۲۵۳)

یہ حقیقت ہے کہ محسن نے لکھنؤی دیستان شاعری کے فنی محاسن کو میلاد و معراج کے موضوع میں برتا اور ان میں متانت و شائستگی کو برقرار رکھا۔ شاعرانہ مذاق اور مذہبیت کا مکمل استخراج محسن کی قادر الکلامی کی تابعدار و روشن مثال ہے۔ الغرض محسن کی مثنویاں (۲۵۴) اختراعی فن کاری کا ایک نادر نمونہ ہیں جو لکھنؤ کے عام مذاق شاعری سے منفرد حیثیت کی حامل ہیں۔

اسی زمانے میں متذکرہ بالا میلاد نگاروں کے علاوہ اور بھی کئی ایک میلاد نگاروں نے نجی کریم کی بارگاہ اقدس میں گہمائے حقیقت پیش کئے ہیں۔ ان میلاد یہ تحریروں میں نجی کریم کا ذکر خیر ہے، یہی بات ان کی عظمت اور رفعت شان کی دلیل ہے۔ ان سب میلاد ناموں کے فنی معیار سے قطع نظر صرف طوالت سے بچنے کے لئے ان کا اجمالی ذکر ورج ذیل طور میں کیا جا رہا ہے۔

رحمت اللہ احمد الہ آبادی کے مولود نامہ مطبوعہ ۱۳۳۹ء میں بیان میلاد و معراج تفصیل سے موجود ہے۔ (۲۵۵)

یادو حسین ابن نواب عاشق حسین کا میلاد سرفرازی ۱۲۰۰۔ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت دفتر ابوالقاسم دیوبند سے ۱۸۱۴ء میں ہوئی۔

نصرت علی اور محمد حسن علی نے وفات نامے لکھے۔ ان وقات ناموں کا ذکر ڈاکٹر ریو نے فہرست برٹش میوزیم میں کیا ہے۔ (۲۵۶)

عاشق الہی کا میلاد نامہ ۴ کھل البصر فی ولادت خیر البشر ۱۲۰۰۔ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی لکھنؤ سے اشاعت ہوئی۔

نور محمد کا مولود نفع الحسنات ۱۸۲۱ء میں طبع ہوا۔
محمد طاہر کا مولود طاہرہ ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۰ء میں مطبع گلزار محمدی، بمبئی سے چھپا۔

مولوی دلی اللہ لکھنؤی (م ۱۸۵۳ء) نے شاکل نبوی پر "كشف الاسرار فی خصائص سید الابرار" لکھی ہے۔ (۲۵۷)

قمر الدین خاں اکبر آبادی کے میلاد نامہ "سوانح عمری رسول مقبول" کا مخطوط ۱۸۲۲ء کی تالیف ہے اور ۱۰۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

سید اشرف حسنی کا معراج نامہ "مرآۃ المعراج" ۱۸۳۲ء میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔
فیضان شاہ کا معراج نامہ رحمان معراج ۱۸۳۷ء کی تالیف ہے۔ اس کا قلمی نسخہ ۷۶۔ صفحات پر مشتمل ہے۔

مولوی جان محمد لاہوری (م ۱۸۵۱ء) کی تالیف بعنوان "معراج النبی" ہے۔
خلیمہ الدین کا مولود شریف مطبع نول کشور، لکھنؤ سے طبع ہوا۔

عبد اللہ کانپوری کا "مجموعہ مولود مصطفوی" (نظم و نثر) صدیق یک ڈپو، لکھنؤ نے شائع کیا۔
شاہ سلامت اللہ لکھنؤی کی مثنوی خلافت المستقین ۶۹۔ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ مثنوی مسطفا فی

پریس، لکھنؤ سے ۱۸۳۳ء میں شائع ہوئی۔ "مولود شریف" اسی پریس سے ۱۸۵۰ء میں چھپا۔ اس کے صفحات

کی تعداد بھی ۶۹ ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ خدا بخش اور نیکل پبلک لائبریری، پانکی پور پنڈت میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ اعظم علی کا ۱۸۳۷ء کا مکتوبہ ہے۔

حافظ وراز پشاوری (م ۱۸۳۷ء) کا ایک محراج نامہ اور ایک وقایہ نامہ ہے۔ (۲۵۸) قلام عباس خاں کا مولد شریف منظوم ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ عبدالرحمن خاں، کوٹھی کلاں، شاہان اودھ، لکھنؤ نے ۱۸۵۱ء میں شائع کیا۔

مولانا رضا علی خاں (م ۱۸۶۵ء) کا میلاد نامہ ۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ ۱۸۵۱ء میں نو کشور لکھنؤ سے چھپا۔ مولانا رضا علی خاں، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے دوا ہیں۔ مولوی محمد الیاس رضوی کی منظوم سیرت ”قمری ہاشم“ ۱۸۵۳ء میں شائع ہوئی۔ مرزا قریبان علی بیگ سالک کی مثنوی ”عشق مصطفیٰ“ بیان میلاد و محراج پر مشتمل ہے۔ یہ مثنوی تین صفحات پر محیط ۱۸۷۶ء میں مدراس سے چھپی تھی۔ (۲۵۹)

شمالی ہند کے میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ

جنوبی ہند کی طرح اس دور کے ابتدائی میلاد نامے بھی صوفیائے کرام کے تصنیف کردہ ہیں۔ یہ خانقاہی اردو کے نمونے اس دور کے تہذیب کے ہیں۔ ان میں تصوف اور عقیدت کا رنگ بڑا گہرا ہے۔ ان صوفیاء کی میلاد یہ منظومات میں ہندو دیوالا، منیات، ہندی طرز کے گیت اور دوہے مخلوط معاشرت اور ہندی تصوف کی وجہ سے راہ پا گئے۔

یہ دور برصغیر میں مغلوں کی سلطنت کا شیرازہ بکھرنے کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے انتہائی مصیبت، اتنا اور آزمائش کا وقت تھا۔ مسلمانوں کی فوجی قوت کے ختم ہونے اور سکھ گردی نے مسلمانوں کے اذہان اور ان کی فکر کے راستے مسدود کر رکھے تھے۔ ان تہذیبی و سماجی عوامل کی وجہ سے میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کے حضور مناجاتی رنگ اور استمداد طلبی و استغاثہ کے انداز نے فروغ پایا۔ میلاد ناموں میں رفع مشکلات، شفاء اعراض، حصول مقاصد اور مصائب و مسائل سے نجات پانے کے لئے نبی کریمؐ کے حضور قریاد اور گناہوں کے احساس سے شفاعت طلبی کے مضامین ہیں۔

اس دور کے میلاد نامے بہت اہمیت کے حامل ہیں کیونکہ ان کا ادبی، فکری اور فنی لحاظ سے فروغ اسی دور سے شروع ہوتا ہے۔ ان میلاد ناموں میں موضوعاتی اور اسلوبی لحاظ سے تنوع موجود ہے۔ احساس کی صداقت اور پر خلوص اظہار موجود ہے۔ میلاد کا بیان نظم و نثر اور شعر کی کسی بھی صنف اور ہیئت میں ہو سکتا ہے۔ اس دور کے میلاد نگاروں نے غزل و مثنوی اور اپنی شعری ضروریات کے مطابق رباعی، قطعہ، مستزاد، ترجیع بند، مثنیٰ، مدس، مخمس، مربع، مثلث اور فردیات وغیرہ کی ہیئتوں کو استعمال کیا ہے۔ اسی طرح سلام، سرا اور لودی جن کا تعلق ہیئتوں کی بجائے شاعری کے مخصوص داخلی اسالیب سے ہے۔ ان کا بھی میلاد ناموں میں وافر ذخیرہ ملتا ہے۔ مرفیہ کی تکنیک وفات ناموں میں استعمال ہوئی۔ درود و سلام کے نمونے بھی میلاد ناموں میں جا بجا ملتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس دور کے میلاد ناموں کی ہیئت میں وسعت ہوئی۔ فارسی اور عربی کے میلاد ناموں کے منظوم تراجم ہوئے۔ اسماء النبیؐ کو بیان کرنے کا اولین جذبہ بھی اسی دور کے میلاد ناموں میں غام ہوا۔

برصغیر میں مسلمانوں کی سماجی زندگی میں دینی عقائد کے عوامل نے مقامی تہذیبی و سماجی اثرات جذب کر کے ایک خاص رنگ اختیار کر لیا۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں بھی مذہبی تہواروں سے زیادہ معاشرتی رنگ پیدا ہو گیا۔ میلاد النبیؐ شبِ برات اور نو روز بھی بطور تہوار منائے جانے لگے۔ بادشاہ و امرا اور عوام ان تہواروں کو اپنی حیثیت کے مطابق مناتے تھے۔ ہندوؤں کے تہواروں اور بالخصوص دسرا کے ہلوسوں کی دھوم دھام سے متاثر ہو کر مسلمانوں نے محرم میں اس کی نقل کرنا شروع کر دی۔ اور حضرت

امام حسینؑ کی عزاداری میں تہوار کا سا رنگ پیدا کر دیا حالانکہ یہ تہوار نہیں ہے۔ سلاطین دہلی کے زمانہ میں محرم کی مجالس میں شدائے کربلا کے واقعات بیان کئے جاتے تھے۔ اور ان کے لئے فاتحہ خوانی ہوتی۔ یہ "مختصرہ داری" شروع ہو گئی جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ تیمور ہندوستان آیا تو سالانہ معمول کے مطابق کربلا کی زیارت کے لئے نہ جاسکا اس لئے اس نے حضرت امام حسینؑ کے مقبرے کی شکل بنوائی جو تعزیر کے نام سے مشہور ہوئی۔ رفتہ رفتہ عزاداری کی مجلس تو محدود ہو گئی لیکن عام مسلمان جلوس نکالتے وقت کوشش کرتے کہ اس کی دھوم دھام دسرے سے کم نہ ہو بلکہ بیڑہ جائے۔" (۳۶۰)

اس قسم کی مقامی تہذیبی و عصری اثرات کو میلاد نگاروں نے بھی قبول کیا اور ضمنی طور پر مناقب اہل بیت کی تعریف و توصیف کو بھی اس میں شامل کر لیا۔ شمالی ہند کے میلاد ناموں میں سب سے پہلے مناقب اہل بیت لکھنے کا رجحان مخصوص سماجی عوامل کے تحت پیدا ہوا۔ یہ فرق میلادیہ اسلوب میں شیعہ مسلک کے زیر اثر پیدا ہوا۔

شمالی ہند میں شیعہ مسلک کی سرپرستی حکمران کر رہے تھے۔ اس سیلاب کو روکنے اور سنی عوام کو شیعہ مسلک کی طرف رجوع کرنے سے باز رکھنے کے لئے صوفیاء نے محافل میلاد کی ترویج کے لئے کوشش کی وگرنہ مسلمان گھروں پر صدیوں سے محافل میلاد منعقد کرتے چلے آ رہے ہیں۔ دراصل مثل حکمران مذہبی معاملات میں بڑے فراخ دل تھے۔ مغلیہ سلطنت کا بانی ظہیر الدین بابرؒ شاہ اسماعیل صفوی کی دوستی کا دم بھرتا تھا۔ جو کٹر شیعہ تھا۔ ہمایوں اپنے باپ سے بھی زیادہ شیعہ روایات کا احترام کرتا تھا۔ جہانگیر اور شاہ جہاں کی بیگمات شیعہ رجحان رکھتی تھیں۔ ایران سے شعراء کی آمد و رفت کا سلسلہ چل رہا تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر کی شاہی درس بیگم سے ہوئی تھی جو شاہ نواز خان صفوی کی بیٹی تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر کا جانشین بہادر شاہ اول علی الاعلان شیعہ ہو گیا تھا۔ فرخ میر کے عہد سے قلعہ معلیٰ میں باقاعدہ عزاداری شروع ہو گئی تھی اور پھر رفتہ رفتہ شیعہ روایات کی جڑیں اتنی گہری ہو گئیں کہ بہادر شاہ ظفر نے بیماری سے صحت یابی کے بعد لکھنؤ میں درگاہ حضرت عباسؑ میں اپنی منت پوری کی جس سے اس کے بارے میں یہ عام شہرت پھیل گئی کہ اس نے شیعہ مسلک اختیار کر لیا ہے۔ ڈاکٹر محسن الدین صدیقی نے اس کے تہذیبی اور معاشرتی پس منظر پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

"مغل سلطنت کے زوال کے وقت شیعہ مسلک کے اہلکار میں لوگ بہت پرباک ہو گئے تھے۔ نواب آصف الدولہ نے لمو و لعب میں مشغول ہونے کے باوجود شیعیت کی اشاعت کے لئے بھرپور کوشش کی۔ اس کے نائب حسن رضا خان کی بدولت ہزاروں خاندان سنی سے شیعہ ہو گئے اور انہیں جاگیریں عطا کی گئیں۔ نواب آصف الدولہ کے دور میں مجالس عزاداری فروغ حاصل ہوا۔ اور لکھنؤ میں کئی امام باڑے تعمیر ہو گئے۔ شیعیت کے فروغ کے زیر اثر شعراء نے اہل بیت کے اوصاف جمیلہ کا ذکر اور مشکلات و مصائب میں مدد کے لئے پکارنے کے رجحان کو عام کیا۔" (۳۶۱)

ان متذکرہ بالا عوامل کی وجہ سے لکھنؤ کی پوری فضا عزاداری کے رنگ میں رنگی نظر آتی ہے۔ اس

کے مد مقابل اہلسنت والجماعت کو محافل میلاد کی عام ترویج اور جاہلیا اعتقاد کا خیال پیدا ہوا۔ دہلی اور لکھنؤ کے شعراء اور میلاد نگاروں نے اس فن کی طرف توجہ دی۔ اور سنی عقائد کے میلاد نگاروں نے مدح اہل بیت کے ساتھ خلفائے راشدین کے مناقب بھی لکھے۔

اس دور کے میلاد ناموں میں لکھنؤی داستان کے زیر اثر آپ کے جمال ظاہری کے بیان اور سراپا نگاری کی طرف رجحان زیادہ ملتا ہے۔ مجالس میلاد کے اعتقاد کی اہمیت و فضیلت کا بیان "منکران میلاد کے خلاف شدید رد عمل کا اظہار" مسئلہ حیات الہی" مسئلہ علم غیب" نبی کریم کی بشریت کے مقابلے میں نورانیت اور رسالت و نبوت کا خصوصی تذکرہ "یا رسول اللہ" یا نبی" یا محمد" یا مصطفیٰ اور اسی انداز سے آپ سے استمداد طلبی اور توسل فی الدعا کے مضامین کی کثرت، ظاہری جمال کے ساتھ ساتھ آپ کے اخلاقیات مبارک کے حسن کے تذکار، براق کی تعریف، معراج کی جزئیات و تفصیلات کا بیان اور دیگر معجزات کو خاص طور پر بیان کیا گیا ہے۔ روضہ رسول سے دوری کی وجہ سے مدینہ کی حاضری اور وہیں مرنے کی خواہش کا جاہلیا اظہار ملتا ہے۔

میلاد نگاروں کے خصوصی اہتمام کی وجہ سے لکھنؤی شاعری کے عناصر نسائیت اور ابتذال وغیرہ سے میلاد یہ منظومات کا دامن پاک ہے۔ اس دور میں میلاد یہ شاعری میں بخور کا تنوع، قافیوں اور ردیفوں کی رنگینی سے مذہبی شاعری کے دامن میں وسعت پیدا ہو گئی۔ ہندی بحرؤں کی بجائے فارسی یا عربی بحرین رائج ہوئیں۔ دکنی، گجراتی، ہریانوی اور پنجابی الفاظ کے اثرات اردو زبان و ادب سے ختم ہوئے۔ فارسی اسالیب میں نئی اختراعات اور جدت طرازی سے زبان و ادب میں شکوہ الفاظ، تنوع اور بلند پروازی و مضمون آفرینی پیدا ہوئی۔ اسلوب کی نمائش اور محاورے کا استعمال بہت فراہمی سے ہونے لگا۔ تصنیف کی صورت میں بھی میلاد یہ منظومات تخلیق ہوئی ہیں جو زیادہ تر شخص کے انداز میں ہیں۔ بلخ العلی کمالہ (سیدی)، بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (شاہ عبدالعزیز)، مرجا سید کی مدنی العربی، دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش نصیبی (جان محمد قدسی) کی تصنیف غلام امام شہید، کفایت علی کافی اور امیر مینائی جیسے شعرا نے کی ہے۔

میلاد ناموں میں مقامی روایات، تمدنی و جغرافیائی خصوصیات اور روایتی عقائد کا بیان تخیل کی بلند پروازی اور اسلوب کی نمائش کی وجہ سے نظر آتا ہے۔ رفتہ رفتہ اسلامی فکر کا مجتہدانہ عنصر پس منظر میں چلا گیا۔ اس لحاظ سے میلاد ناموں میں معنی سے زیادہ الفاظ پر زور دیا گیا ہے۔ بہت سی موضوعی روایات اور فرضی معجزات نظم کئے گئے ہیں اور شاعرانہ مبالغہ طرازیوں کی وجہ سے صحیح واقعات کی بھی صورت بدل گئی ہے۔

کرامت علی شہیدی، کفایت علی کافی، مولانا غلام امام شہید، لطف بریلوی اور امیر مینائی جیسے میلاد نگاروں نے میلاد و معراج کی تشہیر اور تبلیغ کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ ان کوششوں کے نتیجے میں سادگی اور مذہبی رویوں کا بڑا عمل دخل ہے۔ اسی وجہ سے غیر مقلدین کے رد میں قہاوی اور کتب و رسائل کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔ وہابی گروہوں میں مناہروں اور مباحثوں کی کثرت نے بھی موالید کی تالیف و تصنیف پر گہرا اثر ڈالا۔

نور ناموں مثلاً مراد نامیہ، غلام امام شہید، کفایت علی کافی، حامد، فاضل، کبیر خاں افغان اور فقیر میں آپ کے نور کی پیدائش اور اس کی ارتقائی منزلوں، فضائل اور برکات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ نور محمدی نے آوم سے لے کر حضرت عبداللہ تک مختلف رنگ اختیار کئے اور آخر آپ میں پوری شان رعنائی سے جلوہ گر ہوا۔ جس طرح خدا کا نور و ظہور ہر جگہ ہے۔ نور محمدی بھی شجر کائنات کے ہر پتے، ہر شئی اور ہر گل میں جلوہ گر ہے بلکہ کائنات کی تخلیق کی علت غائی یہی نور ہے۔

اس دور کے میلاد نگاروں مثلاً شاہ احمد سعید مجددی، عبدالرحمن، عبدالجلیل، فیاض الحق صدیقی، عبدالجید قادری، نواب علی محمد خان، غلام امام شہید، کفایت علی کافی، رؤف احمد رافت، مولوی احمد یار خاں، حسن بخش کاکوروی اور قاسم مہری وغیرہ نے نبی کریم کے میلاد اور سیرت و کردار کی خصوصیات کو بیان کیا ہے۔ ان میں آپ کی سیرت اور فضائل و شمائل کے سلسلے میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا ایک حصہ ایسی عام باتوں پر مشتمل ہے جن پر کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن جہاں آپ کے مراتب و مدارج، فیوض و برکات اور ظاہری و باطنی قوتوں کا سوال ہے، ان میں بعض باتیں بظاہر عجیب نظر آتی ہیں لیکن اگر قرآن و حدیث کی بعض آیات و نصوص کی گہرائیوں میں جائیں تو اس بات کی بخوبی عقدہ کشائی ہو جاتی ہے کہ نبی کریم اپنے مدارج، فیوض و برکات اور قوت کے لحاظ سے تمام انبیاء و مرسلین سے بالاتر ہیں۔ اس دور کے اکثر میلاد نگاروں بالخصوص احمد سعید مجددی، مولوی احمد یار خاں، رؤف احمد رافت، کفایت علی کافی اور غلام امام شہید نے ان نکات پر خاص زور دیا ہے کہ نبی کریم سرناج پیغمبراں، سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ اور کوئی دوسرا نبی آپ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ قیامت کے دن کسی گنہگار کی سفارش کرنے کی کسی پیغمبر کو جرات نہ ہوگی اس وقت صرف نبی کریم کی شفاعت کام آئے گی۔ آپ رحمت اللعالمین ہیں۔ اور قیامت کے دن بھی اس کو بروئے کار لائیں گے۔

معراج کے بیان کے سلسلہ میں قدرت اللہ خاں قاسم، لطف بریلوی، ضمیر، شہیدی، سید اسماعیل حسین منیر، نازخ اور غلام امام شہید نے اپنے معراج ناموں میں جزوی تفصیل بھی دی ہیں۔ اصل واقعہ کی روح تو وہی ہے جس کا قرآن و حدیث میں ذکر ہے لیکن براق کا سراپا، فرشتوں کا استقبال، آسمانوں کی مخلوق کا خوشاماننا اور عین حضور میں پہنچ کر راز و نیاز کی باتیں ہونا جیسے عنوانات ضعیف روایات پر مبنی ہیں۔

وقات مبارکہ کے بیان میں محبوب عالم، حافظ عزیز احمد، مکرم علی، محمد حسین اور غلام امام شہید وغیرہ نے اوقات ناموں میں آپ کی علالت، اذواج مطہرات اور صحابہ کبار کی تشویش، وفات مبارکہ اور چند دیگر متعلقہ واقعات بیان کئے ہیں۔ شہیدی نے اپنے اوقات نامے میں لکھا ہے کہ آپ کے جوہر جان میں کچھ فرق نہیں آیا۔ یہ دراصل حیات النبی کی طرف اشارہ ہے:

وقات ظاہری سے جوہر جان میں نہ فرق آیا
وہ جسم پاک گو محسوس تھا روح بخرو کا
دستان ازل میں وہ مطمئن عقل کل کا تھا

نہ تھا نام و نشان جس روز وہاں لوحِ زبرد کا

اس دور کے میلاد ناموں کی زبان صاف اور شستہ، اندازِ بیاں میں جدت و ندرت، جذبات کی فراوانی اور لطافت نے ادبی حیثیت سے نیا رنگ و روپ دھارا۔ معاشرتی بد حالی نے مذہبی رجحانات کو بیدار کیا اور یہی اندازِ میلاد نگاری کے فروغ کا سبب بنے۔

پانچواں باب

میسلا دناموں کا دورِ جدید (آ)

۱۸۵۷ء ————— ۱۹۴۷ء

حصہ اول

۱۸۵۷ء ————— ۱۹۰۰ء

میلاو ناموں کا دور جدید ۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء

حصہ اول

(۱۸۵۷ء — ۱۹۴۷ء)

○ دور جدید کی تہذیبی، سیاسی، مذہبی اور ادبی صورت حال کا جائزہ۔

○ شیخ جان محمد / مفتی عنایت احمد کاکوروی / مولانا کرامت علی جوہری / لطافت حسین / مولوی معصوم علی مسیح پوری / نواب احمد یار خاں / شیخ حسرت کرلوی / محمد مہدی واصف / سلامت اللہ کشفی / خواجہ الطاف حسین حالی / مولوی عبدالرحیم / حاجی محمد صاحب علی خاں مارہروی / مولوی محمد علی خاں سعید / محمد فضل رسول / تسلیم گلشن آبادی / مرزا علی ہمدانی / میر عباس / احمد خاں صوفی اکبر آبادی / کریم بخش بدر / مولانا عبدالحلیم فرنگی علی / مولانا نقی علی خاں بریلوی / بدرالدین عرف غلام دستگیر قادر / مولوی عبدالرحیم بادی / مولانا غلام الدین عباسی / شیخ محمد عنایت علی / مقرب علی خاں / خواجہ محمد اشرف علی / مولوی عبدالسمیع بیدل رامپوری / محمد غلام اکبر خاں / قتل رسول خاں / محمد محمود / نواب نیاز احمد خاں / سید وزیر حسین رضوی / محسن الملک سید مہدی علی / قاضی غلام علی مری / میر مظفر علی امیر / سید واجد علی تسخیر / محمد ناصر علی نیاٹ پوری / شاہ محمد امین الدین قیصر / محمد نصر اللہ خاں / شیخ لعل / مولانا حافظ عبدالعلی نگرانی / عزیز الرحمن عرشی غازی پوری / مولانا احمد رضا خاں بریلوی / مولوی عبدالحمید کاکوروی / علی انور شاہ / مولوی غلام حیدر گویاموی / مولوی مجیب اللہ لکھنوی / مولوی محمد تصور علی ظہور / حافظ مولوی ابراہیم علی خاں ضلیل / احمد حسین خاں مائل / خواجہ محمد مرتضیٰ بقا / سید بہان الدین احمد / علی انور قلندر شاہ / شیخ عیاد اللہ بادل کانپوری / نواب صدیق حسن خاں / خواجہ شمس الدین / محمد سراج الحقین / میر اعظم علی خاں شائق / محمد عبدالواحد خاں / سید جواد حسین شمیم امروہوی / حکیم محمد حسن میرٹھی / شیخ محمد متقی ادراک / میر مہدی مجروح / ششی محمد سخاوت حسین تسخیر بدایونی / حکیم امیر الدین عطار اکبر آبادی / سید محمد علی بیدل بریلوی / حافظ محمد اکمل / محمد سلطان عاقل دہلوی / حافظ محمد فیض اللہ بیگ / ششی محمد حافظ اللہ چشتی / مولوی ضلیل الرحمن واعظ ساریپوری / شیخ عبد اللطیف قادری / مولوی محمد اکبر علی گرداسپوری / محمد جعفر علی طبع آبادی / مولوی عاشق حسین بیلوی / محمد فخر الدین رائے پوری / ششی ابراہیم ثابت / مولوی مہدی علی پروانہ / محمد عبدالرزاق راج / سید عبدالفتاح اشرف علی / غلام محمد۔

○ دور جدید کے میلاو ناموں کا جائزہ۔

دور جدید کی تہذیبی، سیاسی، مذہبی اور ادبی صورت حال کا جائزہ

میلاد ناموں کا جذبہ دور انگریزوں کے تسلط اور عملداری ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کے زمانے پر محیط ہے۔ اس دور کے میلاد ناموں کی اشاعتوں کی کثرت و بہتات کو مد نظر رکھ کر اسے دو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پانچواں باب حصہ اول ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۰ء تک اور چھٹا باب حصہ دوم ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۷ء تک کے میلاد نگاروں کے احوال و تبصرو پر مشتمل ہے۔

اس پورے دور کی خصوصیات ہندوستان کی سیاست، مذہب، مذہب، سماجی رویوں اور ادبی و فکری لحاظ سے بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ اس دور میں ادبی اور سماجی صورت حال میں کئی واضح اور انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں اس وجہ سے فکر و اظہار کے رنگ و اسلوب میں بھی ایک نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ مذہبی و سیاسی تحریکات کی کثرت اور ان کے میلاد ناموں پر اثرات کی وجہ سے اس دور کو بلاشبہ میلاد ناموں کا دور زریں کہا جاسکتا ہے۔

برصغیر کی تاریخ میں ۱۸۵۷ء کا سال بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس سال مسلمانوں کے اقتدار کا چراغ ہمیشہ کے لئے بجھ گیا اور انگریزوں کا برصغیر پر تسلط قائم ہوا۔ انگریز برصغیر میں عی نہیں بلکہ صلاح الدین ایوبی کی جنگوں کے زمانہ سے مسلمانوں کا حریف چلا آتا تھا۔ ان نئے حکمرانوں نے ہندوستان پر قابض ہونے کے بعد اسلامی مذہب و تمدن، عقائد و نظریات اور جذبہ جہاد کو ختم کرنے کی سازشیں شروع کر دیں۔ مسلمانوں نے ہندوؤں سے زیادہ جنگ آزادی میں جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر جوش و خروش کا عملی مظاہرہ کیا تھا اس لئے انگریزوں نے جنگ آزادی کو بغاوت کا نام دے کر مسلمانوں کو قصوروار اور مجرم گردانا۔ انہوں نے مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لئے ایسی حکمت عملی اختیار کی جس سے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچا کر ان کے حوصلے پست کر دیئے جائیں اور من حیث القوم انہیں تہذیبی اور مذہبی ورثہ سے محروم کر کے ناکارہ و کمزور بنا دیا جائے۔ اس خیال کے تحت مسلمانوں پر ظلم و ستم اور قتل و غارتگری کا بازار گرم ہوا۔ ان کے علماء و زعماء پر بغاوت کے مقدمات چلا کر ان کو پھانسی دی گئی یا کالے پانی بھیجا گیا اور عام طور پر مسلمانوں کو دہشت زدہ کیا گیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی کوشش کی گئی کہ اسلام اور بانی اسلام کی ذات گرامی پر حملے کئے جائیں اور نبی کریمؐ کی سیرت و کردار کو تروڑ مروڑ کر پیش کیا جائے تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام اور سیرت مقدسہ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کئے جائیں اس طرح سے مسلمانوں کے دلوں سے نبی کریمؐ سے والہانہ شیشگی و وابستگی اور عشق و عقیدت کو کمزور کیا جائے۔ جذبہ جہاد کو ختم کیا جائے اور مسلمانوں کو ان کے مرکز سے جدا کیا جائے۔ اس یلغار سے مسلمانوں کے دینی جذبہ و احساس کو ختم کر دیا جائے تاکہ ان کے اتحاد اور یک جہتی کے تمام راستے مسدود ہو جائیں اور پھر کبھی مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف ہر اٹھانے کا حوصلہ نہ ہو سکے۔

انگریز جدید تعلیم کے نام پر مسلمانوں کو مذہب سے دور کرنے کی بھرپور کوشش کرنے لگے۔ مسلمان جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد بد حالی کا شکار ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کے ذہنی انتشار اور شکست خوردگی کے احساس سے انگریز بروقت فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ اس مقصد کے لئے وہ عیسائیت کی بھرپور تبلیغ کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو باہم دست و گریباں کرانے میں بھی کامیاب ہو گئے۔

پورے ہندوستان میں پوپ اور پادری عیسائیت کے پرچار کے لئے پوری جدوجہد کرتے گئے۔ عیسائی پادری اور مسلمان علمائے دین کے مباحثے اور مناظرے روزمرہ کا معمول بن گئے۔ مسلمان علماء ان مناظروں میں اسلام کی حقانیت کے ایمان پرور نظارتے پیش کر رہے تھے۔ ان حالات میں ہندو مذہب کے عالموں نے بھی اسلام پر اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کی بنیاد مسلم دشمنی اور درپردہ انگریزوں کی حمایت اور سرپرستی تھی۔ اسی وجہ سے ہندوؤں کو اوج کمال کے حصول میں خصوصی مراعات سے نوازا گیا۔ عیسائیت کی تبلیغ کے لئے کئی مراکز کھل گئے۔ یہ مراکز حصول ملازمت کے سلسلہ میں سفارش کا ذریعہ بننے اس طرح سے معاشی طور پر کمزور افراد فوراً مسیحیت قبول کر لیتے۔

ان حالات میں مسلمان علماء و زعماء جوانی کا ردوائی کر کے ان کے اثرات زائل کرنے لگے۔ سر سید احمد خاں اور ان کے رفقاء نے اپنی تحریر و تقریر سے اسلام کی مدلل مدافعت کی۔ الطاف حسین حالی نے "تربیاتی سموم" لکھ کر عیسائیوں کو مدلل جواب دیا۔ نواب حسن الملک نے "آیات بیّنات" اور سر سید احمد خاں نے "منظومات احمدیہ" میں علمی طور پر تاریخی حقائق کے منطقی نتائج بیان کر کے اسلام پر اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے۔ مولانا شبلی نعمانی نے تاریخ اسلام پر خصوصی توجہ دی۔ مولوی چراغ علی نے پادری عطاء الدین کی کتب تاریخ حمیری کا جواب "تعلیمات" کی صورت میں دیا۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے لاہور کے پہلے بشپ والین فرنج اور ان کی جماعت کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ یہ مناظرہ آگرہ میں ہوا جہاں مولانا نے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کر دیا کہ موجودہ انجیل تحریف شدہ ہے۔ تیسرے دن مخالفین راہ فرار اختیار کر گئے۔ مولانا نے اس فن پر "ظہار حق" اور "اعجاز عیسوی" جیسی شاندار کتابیں تصنیف کیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے متعدد عیسائی پادریوں سے مناظرے کئے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے پادری ٹھاکر دت کی کتابوں کے جواب میں "اسلام اور مسیحیت" لکھی۔

اسلام دشمنی میں مستشرقین نے اپنی زندگیوں وقف کر دیں۔ برصغیر میں اس کے پہلے علمبردار ڈاکٹر اسپرنگر تھے۔ جو اس زمانے میں دلی کلج اور بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے سربراہ تھے۔ ان کی تحریری مہم اور میکالے کی تعلیمی پالیسی دونوں نے قریباً ایک ساتھ ہی قدم بڑھائے تھے۔ دیگر اسلام دشمن مصنفین اور ان کے رد و جواب کے بارے میں سید حسن ثقیل ندوی رقم طراز ہیں:

"یوں پی کے لیفٹیننٹ گورنر سر ولیم میور نے ہندوستان میں بیٹھ کر اور ان کے محاصرین ڈاکٹر جے۔ اے۔ مولر، ڈاکٹر ویل، وان کسمر، برتھلی سینٹ ہیلر، نوٹلا کی، ولہانڈن گولڈ بیر، ریناں اور پھر بعد میں پروفیسر مارگولیوٹ وغیرہ نے یورپ میں بیٹھ کر یکے بعد دیگرے بڑی محنت و جانفشانی سے عالمانہ روپ میں اپنا منہی کردار ادا کیا۔ عام مشنریوں کا جواب دینے کے لئے مولانا رحمت اللہ کیرانوی، ڈاکٹر وزیر خاں، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رحم علی اور مولانا عنایت رسول چہا کوئی وغیرہ نکلے اور انہوں نے دندان شکن مسکت جوابات دینے کے لئے مختلف رسائل تصنیف کئے۔ سر ولیم میور کی "وائف آف محمد" کا جواب سر سید احمد خاں نے دیا اور مولوی چراغ علی نے بھی "محمد

ہیں۔ اسی دور میں علامہ بریلی بالخصوص اور دیگر علماء بالعموم تحریک سیرت کے تحت نبی کریمؐ سے والہانہ عشق و محبت کے اظہار کے لئے محافل میلاد کو پورے برصغیر میں بھرپور انداز میں رائج کرتے نظر آتے ہیں۔ ان محافل میلاد کی کثرت نے عامۃ الناس میں نبی کریمؐ کی ولادت، حسب نسب، خاندان، بعثت، ہجرت، وفات، حیات، معراج، شاکل و خصائل اور درود و سلام کو عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس سے نبی کریمؐ کی امت اقدس سے والہانہ عشق و محبت کا جذبہ دلوں میں موجزن ہوا۔ ان محافل میلاد کے لئے کئی ایک میلاد یہ تصانیف منظر عام پر آئیں اور ہر خاص و عام میں مقبول ہوئیں۔ ان بامقصد اقدام سے غنی محفلیں، مساجد و مزارات الغرض ہر عظیم کا گوشہ گوشہ درود و سلام کے روح پرور وجدانی کیف سے گونج اٹھا۔ عیسائیوں اور آریوں کے تحریری اور تقریری حملوں کا زور ٹوٹا۔ سیاسی اور سماجی ماحول نے مذہبی شاعری اور میلاد نگاری کے فروغ کے لئے راہ ہموار کی۔ محافل میلاد کی ترویج و فروغ نے لادینیت اور ضلالت کے طوفان میں نبی کریمؐ کی سیرت اور تعلیمات کے میان سے نہ صرف گھٹا ٹوپ اندھیرے دور کئے بلکہ انہی نیا پاشیوں میں ہم آج بھی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

انہی میلاد ناموں کی بدولت مسلمانوں میں اسلام کی صحیح تاریخ اور نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ پوری صحت و سند کے ساتھ مرتب کرنے کی فکر دلوں میں جاگزیں ہوئی۔ اس لحاظ سے انگریز کی مذہب اور ناپاک سازشوں اور عزائم کو ناکام بنانے میں مسلمانوں کے ہر طبقہ اور ہر کتبہ فکر کے افراد نے اپنی اپنی بساط کے موافق حصہ لیا۔

اس عہد میں بہت سے میلاد نگار اور ان کی میلاد یہ تصانیف سامنے آتی ہیں۔ ان میں مفتی عثمانی احمد ٹاکوری، مولانا کرامت علی چوہدری، سلامت اللہ کشنی، حالی، حاجی محمد صاحب علی خاں، محمد علی خاں سعید، مولانا تقی علی خاں، عبدالرحیم ہادی، عبدالسیح بیدل رامپوری، محسن الملک، قاضی غلام علی مری، مولانا احمد رضا خان بریلی، حبیب اللہ کھٹوی، ابراہیم علی خاں غلیل، علی انور قلندر شاہ، عطار اکبر آبادی، بیدل بریلی، واعظ سہارنپوری، اور مولوی عاشق حسین بلمدی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

شیخ جان محمد (م ۱۸۷۱ء)

شیخ جان محمد تخلص سنی، شیخ احمد حسرت کے بڑے صاحبزادے تھے۔ پابند شریع بزرگ تھے۔ ۳ رجب الاول ۱۲۸۸ھ ۱۸۷۱ء میں وفات پائی اور حسین ساگر کی چادر کے قریب دفن ہوئے لیکن اب قبر نامود ہو چکی ہے۔

ان کا منظوم وفات نامہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔ اس کا مال تصنیف قریباً ۱۸۶۰ء ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ مخطوطہ خط نستعلیق رواں میں لکھا گیا ہے۔

اس میں نبی کریمؐ کی حیات طیبہ کے آخری حصے کا ذکر ہے جس میں وصال بھی شامل ہے۔ ابتداء ان اشعار سے ہوتی ہے:

میں اب حسن حیت سے مجھ سے جا کر
 کموں دل سے توصیف اللہ اکبر
 بقا ذات اس کی ہے سب کو فنا ہے
 وہ واحد ہے اس کا نہیں کوئی ہمسر
 (۲)

اور آخر میں لکھتے ہیں :

خدا کی عنایت سے اب یا محمد
 محبت سے رہو میں یہ با ایک دیگر
 درود اور صلوات عجز و ادب سے
 اے سنی تو پہنچا بدوح معطر
 (۳)

یہ مخطوطہ مصنف کے قلم کا لکھا ہوا ہے کیونکہ صفحہ ۱۳ پر ایک مصرع میں ترمیم کی گئی ہے۔ پہلے یہ مصرع تھا ”تمہیں سے نجات ہوگی امت کی یکسر“ لیکن اس طرح یہ مصرع ناموزون ہے لہذا بعد میں مصنف یا کسی اور نے اس مصرع میں ترمیم کی اور مصرع کی نئی شکل یہ بنا دی ”جنتی سے یہ امت کی بخشش ہو یکسر“ اگرچہ اب مصرع موزون ہو گیا لیکن نقص اور عیب سے پاک اب بھی نہیں ہے۔ ایسا ہی حال دوسری ترمیمات کا بھی ہے۔

مفتی عنایت احمد کاکوروی (م ۱۸۶۳ء)

مفتی عنایت احمد ابن خشی محمد بخش ۵۔ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو بمقام دیوبند ضلع بارہ بکھی (پن) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد رامپور چلے آئے اور پھر وہاں سے دہلی آکر شاہ محمد اسحاق کی شاگردی اختیار کی۔ علی گڑھ میں مولانا بزرگ علی مارہروی سے معقولات کی تکمیل کی اور پھر سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ بریلی میں صدر امین کے عہدہ پر فائز تھے کہ صدر الصدوری کے منصب پر ترقی کا حکم آیا مگر اس زمانے میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا آغاز ہو گیا۔ انہوں نے خان بہادر خاں کی نئی حکومت کے سلسلہ میں فتویٰ مرتب کیا۔ اس جرم کی سزا میں جواڑ اندھیمان میں قید کر دیئے گئے وہاں سے ۱۸۶۰ء میں رہا ہو کر کانپور چلے آئے اور یہاں مدرسہ فیض عام جاری کیا۔ ۱۸۶۳ء میں حج بیت اللہ کے لئے گئے تو جدہ کے قریب ان کا بحری جہاز ایک چٹان سے ٹکرا کر غرق ہو گیا۔ مفتی عنایت احمد ۷۔ شوال ۱۲۸۷ھ (۱۸۶۳ء) کو اسی حادثے میں غرق و شہید ہوئے۔

مفتی عنایت احمد نے ”معجزات نبوی“ کے بیان میں ۵۳-۱۸۵۴ء میں ایک مفصل کتاب ”الکام المبین فی آیات رحمت اللعالمین“ کے نام سے لکھی۔ اور دوسری کتاب مجالس میلاد میں پڑھنے اور سننے کے لئے

تاریخ حبیب اللہ کے نام سے ۱۸۵۸ء میں لکھی۔ انہوں نے اس میں نبی کریمؐ کے حالات کتب معتبرہ سے نقل کر کے لکھے ہیں۔ اس کے بارے میں وہ خود رقم طراز ہیں:

”رسائل میلاد برزبان اردو بیان حالات آنحضرتؐ میں جو پائے جاتے ہیں، حالات صحیحہ پر مشتمل نہیں ہیں۔ بیان قصہ معراج اور وفات شریف میں بعض کتب تواریخ میں بہت روایتیں نامعتبر لکھی ہیں کہ رسائل میلاد شریف میں انہیں نقل کیا ہے۔ فقیر نے یہ حالات بیشتر موافق روایات صحیح بخاری و دیگر کتب معتبرہ حدیث کے لکھے ہیں۔ پس چاہئے کہ ضرور اس رسالہ کو مطالعہ میں رکھیں اور اپنے اقارب اور عورتوں اور اصحاب کو سنائیں۔“ (۳)

تواریخ حبیب اللہ پہلے ۸۱ھ میں نکلائی پریس کانپور سے طبع ہوئی اور پھر کتب خانہ رحیمہ دیوبند سے ۱۹۵۰ء میں چھپی۔ اس کے ۱۷۶ صفحات ہیں۔ یہ کتاب تین ابواب اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔ باب اول میں نور محمدیؑ ولادت مبارکہ، بچپن، شباب اور آغاز نبوت سے ہجرت تک کا بیان ہے۔ باب دوم میں ہجرت سے وفات تک کے حالات ہیں۔ باب سوم میں حلیہ مبارک، خصائل و شمائل اور معجزات کا بیان ہے اور خاتمہ میں شفاعت کا تذکرہ ہے۔

تواریخ حبیب اللہ کی زبان اور اسلوب کے جائزہ کے لئے نبی کریمؐ کی رضاعت کے بیان سے ایک مختصر اقتباس ملاحظہ ہو:

”سات روز تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ اپنی والدہ ماجدہ کا پیا، بعد اس کے قویہ نے دودھ پلایا۔ قویہ لودھی ابو لب کی تھی کہ ابو لب نے اسے بوقت پہنچانے خبر ولادت شریف کے آزاد کیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو لب کو بعد موت کے خواب میں دیکھا اور حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ ”عذاب شدید میں مبتلا ہوں، مگر بیشب و دو شبہ کو درمیان آنحضرتؐ شادت اور وسلی سے کہ اشارے سے ان کے میں نے قویہ کو بسبب پہنچانے بشارت ولادت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے، آزاد کیا تھا، کچھ پانی مجھے چونے کو مل جاتا ہے کہ اس سے ایک گوند عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔“ (۵)

مفتی عثمانی احمد نے ”الکلام العین فی آیات رحمۃ للعالمین“ میں نبی کریمؐ کے تین سو معجزات عالیہ کتب احادیث سے بہ روایات معتبرہ بیان کئے ہیں۔ انہوں نے اس کے لئے صحاح ستہ کے علاوہ مواہب اللدنیہ، روضۃ الاحباب، مدارج النبوت، خصائص کبریٰ اور شرح شمائل سے استفادہ کیا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

”صحیحین میں سعد ابی وقاص سے روایت ہے کہ وہ مکہ میں ایام حجتہ الوداع میں بیمار ہوئے اور نبی کریمؐ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے وہ بسبب غلبہ مرض کے یہ جانتے تھے کہ میں اس مرض سے مر جاؤں گا۔ سو انہوں نے جناب رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری وارث ایک بیٹی ہی ہوگی۔ میں اپنے مال کے ۵۰ حصے کے لئے خیرات کی وصیت کر جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ نصف مال کے لئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر انہوں نے واسطے تمہائی کے عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں تمہائی بہت ہے۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ توقع ہے کہ تم جیتے رہو گے، یہاں تک کہ تم سے بہت لوگوں کو نفع ہو اور بہت لوگ محضرت اٹھاویں۔“

اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ سعد بن ابی وقاصؓ اس بیماری سے شفا پائیں گے اور اتنا جیئیں گے کہ بہت سے محضوں کا بھلا اور بہت سے محضوں کا برا ان کے ہاتھ سے ہو گا۔ سو مطابق اس کے واقع ہوا کہ سعد بن ابی وقاصؓ بعد صحت کے اس بیماری سے قریب پچاس برس کے اور جننے اور مسلمانوں کو ان سے نفع عظیم ہوا اور کافران مجوس کو ان سے ضرر عظیم پہنچا کہ عہد حضرت عمرؓ میں ملک فارس انہیں کے ہاتھ پر مفتوح ہوا۔ (۶)

مفتی عنایت احمد نے میلاد و معجزات کے بیان میں لفظوں کے استعمال، جملوں کی ساخت اور طرز بیان کو دلکش بنانے میں خاصی محنت اور توجہ سے کام لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بحیثیت مجموعی ان کا اسلوب صاف، سہل، رواں اور چست و متحرک ہے۔

مولانا کرامت علی جون پوری (م ۱۸۷۳ء)

مولانا کرامت علی بن شیخ امام بخش ۱۸۔ محرم ۱۲۱۵ھ (۱۸ جون ۱۸۰۰ء) کو جون پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد علوم متداولہ کی تحصیل شیخ احمد علی چریا کوئی، مولوی احمد اللہ انامی اور ابراہیم مدنی سے کی۔ فن خوش نویسی اپنے والد گرامی اور ممتاز خطاط عبدالغنی اور رجب علی سے سیکھا۔ اپنے دور کے ممتاز عالم اور مناظر تھے۔ تبلیغ دین کے سلسلہ میں مشرقی یو۔ پی اور بنگال و آسام میں گاؤں گاؤں اور بستی بستی اسلام کا پیغام پہنچا کر اسلامی تہذیب و معاشرت کے احیاء میں اہم کردار ادا کیا۔ ۳۰۔ ربیع الثانی ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) کو رنگ پور میں انتقال ہوا۔

مولانا کرامت علی نے پچاس سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی کتب انوار محمدی کتب شامل میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ انوار محمدی شامل ترمذی کا اردو ترجمہ ہے۔ ترجمہ نے ایک دہائی میں اس کی تالیف کے محرکات بیان کئے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

”اکثر لوگ سب علم تو پڑھتے ہیں مگر حدیث کا ذکر بھی نہیں کرتے اور نبی کریمؐ کی حدیث اور ان کی شکل، صورت، رہن، سن، کھانے پینے، اوڑھنے پہننے، سونے جاگنے، چلنے پھرنے، ہنسنے بولنے، وضو، غسل، روزہ نماز وغیرہ اخلاق و عبادات کا احوال لوگوں کے نزدیک خواب و خیال ہو گیا ہے اور عشق دنیاوی کے قصے کہانی میں مشغول ہو رہے۔ تب ارادہ کیا کہ کچھ حدیث کی لذت بھائیوں کو چکھا دیں اور ہندی زبان کے پائے

میں اس آبِ حیات کو بھر کر پلا دیں تب یہی مناسب دیکھا کہ شمالی تہذیب کا ترجمہ کریں وہ کتاب مختصر ہے اور اس میں بالکل حالِ صورت و سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہے اور اس کی حدیثوں کو سن کر عشقِ محمدیؐ اور الفتِ احمدیؑ کی خوشبو سے دل کو فرحت ہوتی ہے اور اس ترجمہ کو اپنی طاقت اور فہم کے مطابق بہت سیدھی اور آسان ہندی زبان میں کیا۔“ (۷)

اس ترجمے کے بارے میں ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ لکھتی ہیں:

”ترجمہ اصلی عبارت کے ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کے لئے صفحہ کا تین چوتھائی حصہ اصلی عبارت عربی کے لئے وقف ہے اور باقی حصہ میں اس کا اردو ترجمہ لکھا گیا ہے۔ ترجمہ تحت اللفظ ہے۔ ساتھ ساتھ مشکل مقامات پر تشریحی نوٹ بھی لکھے گئے ہیں۔“ (۸)

اس کا ایک نسخہ جامعہ عثمانیہ میں موجود ہے۔ فہرستِ اردو مخطوطات کے مرتب پروفیسر مہروری اس کا سنہ تصنیف ۱۳۱۳ھ لکھتے ہیں مگر حقیقت میں یہ ہالوں (۵۲) ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ۱۳۹۹ھ میں ایوان سے بھی شائع ہو چکی ہے۔

اس کتاب کی اختتامی عبارت ملاحظہ ہو:

”اب میں سب مسلمان بھائیوں کی خدمت میں التماس اور اپنی اولاد اور مریدوں کو وصیت ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے پڑھانے کو دوسرے کاموں پر مقدم جانیں اور جب کوئی مشکل درپیش ہو تب اس کتاب کو تمام پڑھ جائیں۔ انشاء اللہ مشکلِ آسمان ہو جائے گی، اس کا ذکر اوپر بھی ہو چکا ہے کہ اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ شَمَائِلَ کے پڑھنے والے، سننے والے کو اتباعِ سنتِ احمدیؑ اور شفاعتِ محمدیؐ عطا کر اور ان کی مشکل دونوں جہان کی آسان کر۔“ (۹)

انوارِ محمدی کے ترجمہ کے انداز و اسلوب کا درج ذیل اقتباس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

”حدیث کی ہم سے ابنِ عمرؓ نے“ کہا حدیث کی ہم سے سفیان نے کہا۔ حدیث کی ہم سے عبد اللہ ابنِ محمد ابنِ عقیل نے“ اس نے سنا جابر سے“ کہا سفیان نے خبر دی ہم کو محمد بن منذر نے“ اس نے کہا کہ گھر سے نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں تھا ساتھ ان کے“ پھر تشریف لے گئے ایک عورت کے گھر انصار میں سے“ تب ذبح کیا ان کے واسطے ایک بکری“ پھر کھایا حضرت نے اوس میں سے“ اور لائے حضرت کے پاس ایک رکابی بھری تازہ کھجوروں سے اور کھایا اوس میں سے اور وضو کیا ظہر کے واسطے اور نماز پڑھی۔ پھر تشریف لائے“ پس لائے ان کے واسطے پچا ہوا گوشت جو باقی رہا بکری میں سے۔ تب کھایا اور نماز پڑھی حضرت نے عصر کی اور نہ پھر وضو کیا۔“ (۱۰)

مولانا کرامت علی کا میلاد نامہ ”ہر ایمن قطعہ فی مولد خیر الیر“ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ میلاد نامہ اردو نثر میں ہے لیکن بکثرت عربی روایات کے حوالوں سے مزین ہے۔ اور بقول مصنف ”یہ گوہر گرانمایہ توبی و فصاحت اور حلیہ صحت سے آراستہ اور زبور روایات معتبرہ سے پیراستہ ہے۔“ (۱) اس میں مولد برزخی، مواجب اللہیہ اور تزیینہ المجالس کے حوالے بطور خاص دیئے گئے ہیں۔

اس میلاد نامے کو مصنف نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ حصہ اول اثبات مولد و قیام یعنی دلائل میلاد پر مبنی ہے اور حصہ دوم ذکر مولد خیر الانام ہے۔ اس میں نور محمدی ”نسب نامہ مبارک“ حضرت عبداللہ کے نام پر اونٹوں کی قربانی کا واقعہ، حضرت عبداللہ کی شادی، ولادت، رسالت، معجزات، ولادت، سلام، رضاعت، بچپن اور شوق صدر کے واقعات کا بیان ہے۔

واعظوں اور مولود خوانوں کو اس کے پڑھنے کے بارے میں درج ذیل الفاظ میں وضاحت کی گئی ہے:

”واعظوں اور مولود خوانوں کو اختیار ہے جس قدر چاہے پڑھے اور جس قدر چاہے چھوڑ دے بہتر یہ ہے کہ جو وعظ حاضر لوگوں کو بھلا معلوم ہو اس کو پڑھے اور سننے والوں کے حال کی رعایت کر کے مختصر پڑھے لیکن حال ولادت کا نہ چھوڑے اور اس دعا کو پڑھے جو فاتحہ میں لکھی گئی ہے۔“ (۲)

حضرت عبداللہ کے حضرت آمنہؓ سے نکاح کے بیان سے نثر کا ایک کلزا بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

”عبداللہ ایک روز شکار کو گئے تھے۔ تب ایک بھاری گروہ شام کی طرف سے عبداللہ کے مارنے کے قصد پر تھواریں کھینچے ہوئے آ پہنچا اور وہب بن مناف آنحضرتؐ کی ماں آمنہؓ کے باپ بھی اس میدان میں تھے تب انہوں نے بڑے چالاک سواروں کو جو اس ظاہری عالم کے لوگوں کے مشابہ نہیں ہیں دیکھا کہ غیب سے ظاہر ہوئے ہیں اور اس گروہ کو عبداللہ سے دفع کیا سو جب وہب بن مناف نے یہ حال دیکھا تب اس میدان سے اپنے گھر کی طرف گئے اور اپنی بی بی سے کہا کہ نکاح کر دینا میری بیٹی آمنہؓ کا عبداللہ بن عبدالمطلب کے ساتھ بہتر ہے اور یہ پیغام لے کر اپنے دوستوں میں سے کسی کو عبدالمطلب کے پاس بھیجا اور وہ بھی چاہتے تھے نکاح کر دینا اور ایسی عورت کو جو نسب اور حسب اور پاکدامنی کے شرف کے ساتھ بدرجہ کمال ممتاز ہو تلاش کرتے تھے سو آمنہ بنت وہب کو ان سب بڑے اوصاف کے ساتھ مصنف پایا تو ان کے ساتھ عبداللہ کا نکاح کر دیا۔“ (۳)

اس میلاد نامے کا مطبوعہ نمبر ۸۸۸۶ کراچی یونیورسٹی لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔

مولانا کرامت علی کا طرز تحریر نہایت صاف، سادہ اور سلیس ہے۔

لطافت حسین

لطافت حسین کی تصنیف ”فضائل و معجزات رسالت“ کا ایک نادر مخطوطہ جو مصنف کا اپنا تحریر کردہ

ہے، خدا بخش اور نخل پیک لائبریری، باگی پور پٹنہ میں موجود ہے۔ (۲۳) یہ مخطوط ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس میں مصنف نے نبی کریمؐ کے فضائل و معجزات کے بیان کے سلسلہ میں کتب احادیث اور بہت سی دیگر کتابوں مثلاً سفر السعادت، روضة الاحباب، معارج النبوت، کتاب الشفاء، اور مواہب اللدنیہ وغیرہ سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔

مولوی معصوم علی مسیح فتح پوری

مولوی معصوم علی مسیح فتح پوری کا میلاد منکوم ۱۲۷۷ھ ر ۱۸۶۰ء کا مطبوعہ ہے اور ۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ مطبوعہ نسخہ ملک کے نامور محقق و نقاد مشفق خواجہ کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔ یہ نسخہ پاکستان کی کسی اور لائبریری میں موجود نہیں اس لئے نادر و نایاب ہے۔

اس میں آغاز حال سیدنا عبداللہ ابن عبدالمطلبؑ، نکاح عبداللہ با جناب آمنہؑ و کیفیت حمل، میلاد سر و فخر ایچاد صلی اللہ علیہ وسلم، رضاعت و بچپن، مناجات عبدالمطلبؑ در حرم کعبہ، بعثت و نزول قرآن مجید و کیفیت غار حرا، بیان ایمان صدیق اکبرؑ و ذکر شفاعت اور بیان شامک کے عنوانات ہیں۔ اس میں بیان کردہ روایات کے مستند و معتبر ہونے کے بارے میں مصنف نے وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

ہو چکا حال شفاعت سب بیان
ختم کرتا ہے مسیح اب داستان

اے شاخوان رسول دوسرا
مشغولی کیا خوب لکھی واہ وا

ہے صحیح و معتبر تیرا کلام
ترجمہ ہے یہ حدیثوں کا تمام

من کے یہ تیرا بیان با اثر
وجد میں ہیں اہل ایمان سرور

رو رہے ہیں عاشقان مصطفیٰ
شور ہے ہر سو جزاک اللہ کا

(۱۵)

حضرت صفیہؓ پھوپھی محترمہ رسالتناہ سے منسوب روایت وقت ولادت نبی کریمؐ کا بیان ملاحظہ ہو:

یوں حضرت صفیہؓ کا ارشاد ہے یہاں

اس رات کو حضورؐ میں حاضر تھی میں وہاں

پیدا ہوئے جو قبلہ دیں یا نبیاء و نور

نور خدا نے خلق میں جس دم کیا ظہور
 دیکھا کہ پہلے جھک گئے سجدے میں شاہ دیں
 نور جبین پاک سے روشن ہوئی زمین
 جنبش میں آئے لب تو جھک کے میں بھی اس مقام
 دیکھوں تو یعنی کہتے ہیں کیا سید انام
 دیکھا تو پہلے کلمہ توحید کو پڑھا
 بعد اس کے آپ نے پھر امتی کہا
 چاہا جو میں نے غسل تو ہاتھ نے دی خدا
 بس اے صنف ہاتھ نہ حضرت کو تو لگا
 آیا ہے اس کا غسل عیث تیرے وحیان میں
 بھیجا ہے ہم نے طیب و طاہر جہان میں
 (۱۶)

صحیح پوری نے نبی کریمؐ کے میلاد اور اوصاف و تذکار کے بیان میں اتنی جزئیات و تفصیلات قلمبند کی ہیں کہ ان سے ان کے معاصر ادبی و فنی رویوں کی بھٹکیاں اس میں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ انہوں نے تشبیہ و استعارہ اور الفاظ و ترکیب کے استعمال میں اس موضوع کے تقدس اور تقاضوں کو بطور خاص پیش نظر رکھا ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے ایک سو بیس سال گزرنے کے باوجود اس مشغولی میں ذوق شعر اسی طرح اپنا جادو جگا رہا ہے اور کوئی لفظ یا ترکیب متروک یا خلاف قاعدہ نظر نہیں آتی۔

نواب احمد یار خاں

نواب احمد یار خاں روئیل کھنڈ کے نواب محمد ذوالفقار خاں دلاور جنگ کے صاحبزادے تھے ان کا میلاد نامہ بنو ان "مولد شریف" نثر کے ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۸۶۱ء ہے۔ اس میلاد نامے کی ترتیب اور روایات کا بیان کم و بیش عام میلاد ناموں کی طرح ہے البتہ اس میں مصنف نے مستند اور معتبر کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ بسم اللہ کے فضائل کے بیان میں تفسیر کبیر کے حوالے سے لکھا ہے:

"تفسیر کبیر میں روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص پرچہ کائنات کا زمین پر پائے اور اس میں لکھا ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اور وہ شخص اس کائنات کو بسبب تعظیم بسم اللہ الرحمن الرحیم اٹھالے وہ شخص خدا کے نزدیک صدیقین میں لکھا جائے گا اور اس کے ماں باپ سے اگرچہ مشرک ہوں عذاب میں تخفیف کی جائے گی۔" (۱۷)

اس میلاد نامہ میں نبی کریمؐ کی ولادت سے لے کر وفات تک کے حالات بڑے سادہ اور عام قسم الفاظ

میں بیان ہوئے ہیں۔ یہ میلاد نامہ مختصر ہونے کے باوجود مطلوباتی ہے اور اس خوبی کے لحاظ سے لگتا ہے گویا دریا کوڑے میں بند کیا گیا ہے۔

شیخ حسرت کرنولی (م ۱۸۷۴ھ)

شیخ احمد ولد محمد علی صدیقی حسرت تخلص کرتے تھے۔ وطن قمرنگر المعروف کرنول تھا مگر حیدر آباد چلے آئے تھے۔ ان کی نظم و نثر کی تصانیف میں ایک نثری مولود نامہ ”چار باغ احمدی“ بھی ہے جو ۷۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں ۹۹ اشعار کی ایک مثنوی ہے۔ اس میں اختصار کے ساتھ کتاب کے موضوع کا تعارف کرایا گیا ہے:

پس از حمد خدا نعت پیبر
بیان نور و تولد کا ہے بہتر
سنو نور محمدؐ کی ملکیت
کہ راوی معتبر سے ہے روایت
نکل کر نور حق سے نور احمد
دبا پردوں میں کرتا ذکر بے حد
ہوئی مخلوق ساری اس سے پیدا
دو عالم ہو گئے یکسر ہویدا
(۱۸)

نور محمدؐ کے پشت بہ پشت نخل ہونے کا ذکر کر کے مثنوی کو حلیہ سحریت کے ہاں شیر خوارگی کے زمانے تک ختم کر دیا گیا ہے۔ مثنوی کے آخری تین شعر درج ذیل ہیں:

یہاں سے نظم کر موقوف حسرت
بیان کر نثر میں تھوڑی فضیلت
کہاں تحریر ہو حال محمدؐ
بہت ہے طول احوال محمدؐ
اوب سے تم جھکا کر سر عزیزو
پڑھو صلوات حضرت پر عزیزو
(۱۹)

حسرت نے سب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”ان کے لڑکے اکثر اوقات تقاضا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احوال ہندی محاورے میں تحریر فرمائیں تاکہ ہم اسے پڑھ کر سعادت و اربین حاصل کریں“ اس لئے میں نے اپنے لئے بھی سعادت خیال کر کے تولد آپؐ کا اور فضیلت

اس کی اور جو کشتے کہ اس نور مبارک سے ظاہر ہوئے ہیں، وغیرہ احوال بعد تولد کے گذرا، کتب معتبرہ سے مختصر لکھ کر چار باغ احمدی نام رکھا۔ (۲۰)

پوری کتاب کو چار باغوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

پہلے باغ میں پیدائش نور محمدیؑ اس کی فضیلت اور کرشموں کا بیان ہے۔ دوسرے باغ میں تولد آنحضرتؐ کا بیان ہے۔ تیسرے باغ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح، نبی کریمؐ کے ساتھ ہونے کا بیان ہے۔ چوتھے باغ میں جبرئیل کے نبی کریمؐ پر وحی لے کر نازل ہونے کا بیان ہے۔ (۲۱)

انجمن ترقی اردو کراچی کے کتب خانہ خاص میں موجود خطی نسخہ خود مصنف کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے اور انہوں نے اس کا نام بھی تاریخی رکھا ہے۔ اس مخطوطے کی عبارت اگرچہ ساواہ ہے لیکن کہیں کہیں آرائش بیان سے بھی کام لیا گیا ہے۔ نمونہ عبارت درج ذیل ہے:

”دل آپ کا اس نور سے روشنائی پاتا تھا اور سینہ صفائی پاتا تھا۔ نظر روشنائی پاتی تھی۔ طراوت بدن میں آتی تھی الغرض جب جلوس مسند نبوت کا دور نزدیک پہنچا اور کفر کے زوال کا وقت آیا تو آپؐ نے کوہِ حرا کے غار کو اپنی غلوت گاہ بنائی، یعنی یاد الہی کے لئے اختیار کی تھی۔ ہمیشہ خدا کا ذکر کرتے تھے۔ دم وحدت کا بھرتے تھے۔“ (۲۲)

اس کتاب کے آخر میں حسرت نے اپنی ایک اور تصنیف کی طرف اشارہ کیا ہے:

”جاننا چاہئے کہ یہ محرر اور ارق نے احوال و وفات و تجیز و تحلیل آنحضرتؐ کتاب

چار چمن شادت کے پہلے چمن میں مفصل لکھا ہے۔“ (۲۳)

اب یہ معلوم کرنا دشوار ہے کہ یہ مفصل کتاب لکھی گئی تھی یا نہیں؟ اور اگر لکھی گئی تھی تو اس کا مخطوطہ کہاں ہے؟ ”چار باغ احمدی“ کتاب کے نام سے سال تاریخ بھی لکھا ہے۔

میاں چار باغ احمدی اب

مفصل ہوئے حسرت سے رقم کتب

اگرچہ یہ بیان مختصر ہے

پر ہر اک معقد کو پر اثر ہے

۱۳۷۰ھ (۲۳)

زبان و بیان کے اعتبار سے چار باغ احمدی میلاد ناموں میں ایک اہم اضافہ ہے۔

محمد مہدی واصف

محمد مہدی واصف نے رسالہ ”توصیف النبیؐ“ ۱۳۸۰ھ میں لکھا ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے شمائل و خصائل اور آپؐ کے ۳۵ القابوں کی وضاحت لکھی ہے۔ عربی حمد و نعت کے بعد اس طرح شروع کیا ہے:

”اے نبیؐ! اس مبارک رسالے کو جس میں تیرے نبی کریمؐ اور رؤف و رحیم کے

چند فضائل اور فرخندہ خصائل مذکور ہیں زیور قبول عطا فرما۔ (۲۵)

یہ مخطوطہ پہلی شتیق خط میں صاف اور واضح لکھا گیا ہے۔ عنوانات سرخ روشنائی میں درج ہیں۔ کائنات
ولایتی ساخت کا معلوم ہوتا ہے جو کرم خوردہ ہو گیا ہے۔

محمد ممدی کے فرزند محمد عبدالکریم نے قطعہ تاریخ لکھا ہے جو درج ذیل ہے:

نبی کی جو تاریخ واصف نے لکھی

مبارک ہے لاریب یہ اس کی تالیف

لکھا کلک والا نے تاریخ اس کی

مرصع ہے واللہ واصف کی توصیف (۲۶)

یہ رسالہ نثر میں ہے۔ اختتامی عبارت ملاحظہ ہو:

”الحی جب قیامت ہو اور میں گور سے اٹھوں اس توصیف کے صلہ میں رسول

کریمؐ کی نعلین برداری کی دولت مجھے دے اور خاک نعلین مبارک کا سرمہ میری

آنکھوں میں لگا۔ آمین یا رب العالمین۔“ (۲۷)

محمد ممدی واصف نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے زمانے میں امت مسلمہ کی زبوں حالی دیکھی تھی۔
انہوں نے شامل النبیؐ بیان کرنے کے بعد آپؐ سے استدعا طلبی پر کتاب کو ختم کیا ہے۔ اس دور میں تذکار
رسانتہاں سے میلاد نگاروں نے اصلاح احوال کا کام لیا۔ ان قومی و ملی تحریکوں نے میلادیہ موضوعات و
اسالیب کو بھی متاثر کیا۔ اب ان میں قومی و ملی آشوب پر اجتماعی صورت حال کا جائزہ بھی شامل ہو گیا۔ اس
دور کی خصوصی عطا نبی کریمؐ سے استدعا و نجات طلبی کا مخصوص انداز ہے۔

سلامت اللہ کشفی (م ۱۸۶۳ء)

مولانا سلامت اللہ کشفی بدایوں کے مشہور متولی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولوی ابوالمعانی
بدایونیؒ مولوی عبدالمجید قادری اور مولوی ولی اللہ ہونپوری سے حاصل کی۔ مولوی مدن سعد الدین شاہ
جہانپوری سے تحصیل علم کے بعد شاہ رفیع الدین دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے علم حدیث کی تکمیل کی۔
شاہ آل احمد عرف اچھے میاں مارہرویؒ کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ بدایوں سے ترک سکونت کر کے کچھ مدت
لکھنؤ میں رہے اور پھر وہاں سے کانپور میں مستقل سکونت اختیار کر لی وہیں ۱۳۔ رجب ۱۲۸۱ھ (۱۸۶۳ء) کو
انتقال ہوا۔ شعر و شاعری میں قلیل کے شاگرد تھے۔ کشفی تخلص تھا۔ ان کی تصانیف میں تحفۃ الاحباب،
معونۃ الاراء، شباب عاقب، برق خافہ، اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام (میلادی روایات کے بارے
میں رسالہ ہے)، دیوان کشفی اور میلاد نامہ ”خدا کی رحمت“ خاص طور پر مشہور ہیں۔ (۲۸) مومئے مبارک
اور آمار شریف کی زیارت کے متعلق ان کی کتاب ”شفاء اللہ فی اثبات فضائل شعر رسول اللہ“ ستر صفحات
پر مشتمل ہے جو ادارہ اشاعت العلوم حیدر آباد دکن سے ۱۹۴۳ء میں چھپی ہے۔

میلاد نامہ ”خدا کی رحمت“ ۵۷ھ میں مطبع نظامی کانپور سے چھپا تھا۔ اس کا قطعہ تاریخ درج ذیل

چل قلب دہر حضرت کشفی رقم نمود
در ذکر مولود نبوی این رسالہ را

از ہر سال ختم چنیں مایہ نجات
صابر بدیعہ "کشف زہی رحمت خدا"

۵۱۳ھ (۲۹)

یہ میلاد نامہ نثر کے چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نور محمدیؑ بیان تولد شریف، حال صلح احوال رضاع شریف، بیان شوق صدر، بیان حلیہ شریف، بیان مہربوت اور فضائل درود شریف شامل ہیں۔ آخری تین صفحات میں قطعات تاریخ اور ترجیع بند مولوی غلام امام شہید دیا گیا ہے۔ اس کتاب کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

"بعد حمد خدا اور نعت محمد مصطفیٰ علیہ السلوٰۃ والسلام کے مسلمانوں کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ عمل مجلسوں مولود شریف کا جس طرح سے مینے ربیع الاول اور سوا اس کے اور مہینوں میں معمول ملک ہند میں ہے، قدیم سے ثابت اور معمول دین کے عالموں اور بزرگوں کا ہے۔ چنانچہ زیادہ چھ سو برس سے زمانہ گزرتا ہے کہ کتابوں معتبر سے رواج عمل خیر کا حرب غم روم شام میں پایا جاتا ہے۔" (۳۰)

خدا کی رحمت کا نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

"کسریٰ نے عبدالمسیح اپنے اپنی کو صلح پاس بھیجا جب یہ قاصد صلح کے شہر میں آیا اس کو سکرات موت میں پایا وقت ملاقات عرض سلام نوشیرواں کی طرف سے کی صلح نے کچھ جواب نہ دیا بعد اس کے عبدالمسیح نے کئی بیتیں پڑھیں کہ مشتمل احوال کسریٰ اور اس کے سوال پر تھیں صلح نے جب ان بیتوں کو سنا کہا عبدالمسیح آیا ہے بجانب صلح سوار اونٹ چکی ہوئے پر چلنے سے اس وقت کہ صلح قریب اس کے ہی کہ قبر میں داخل ہو۔ نوشیرواں کا سبب ملنے محل اور گر پڑنے کنگوروں کے اور بچنے آگ فارسوں اور خواب موبدان کے کہ دیکھا ہی کہ اونٹ سرکشی عربی گھوڑوں کو کھینچتے ہیں یہاں تک کہ دہلی سے گزری اسے عبدالمسیح جس وقت کہ پیدا ہو تلاوت یعنی قرآن پڑھنا اور ظاہر ہو صاحب حق یعنی محمدؐ اور جاری ہو نمرساہ اور خشک ہو جائے دریا چرساہ اور بچھے آگ فارس والوں کی بائیل مقام فارسوں اور شام مقام صلح نہ ہو یعنی حکومت فارس والوں کی زمین بائیل سے دور ہو اور صلح مرجائے اور علم کمات زمین شام میں نہ رہے۔" (۳۱)

اس میلاد نامہ کا اختتام اس شعر پر ہوتا ہے:

یہ بات سچ ہے کہ آدم سے لے کے تا عیسیٰ

خدا کے بعد بڑے سب سے ہیں رسول خدا

(۳۲)

مولانا کشتی کا انداز تحریر بہت پرانا اور قدیم ہے۔ حالانکہ ان کے وطن بدایوں کے اکثر و بیشتر علماء اس دور میں سلیس اور صاف اردو میں کئی کتابیں تصنیف کر چکے تھے۔ ان کے ہاں پرانی ترکیبوں، مضامین، مضاف الیہ سے پہلے، موصوف، صفت سے پہلے اور پرانے طریقے پر جمع کا استعمال عام ہے۔
میلاد نامہ "خدا کی رحمت" کے دو مطبوع نسخے، مطبع مصطفائی لکھنؤ ۱۳۶۰ھ، ۱۸۳۳ء اور مطبع نظامی کانپور ۱۳۷۵ھ، ۱۸۵۸ء کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہیں۔ اور مطبع احمدی لکھنؤ کا ۱۳۷۴ھ، ۱۸۸۶ء کا مطبوع نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ ان اشاعتوں سے اس میلاد نامہ کی مقبولیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

خواجہ الطاف حسین حالی (۱۸۳۷ء - ۱۹۱۴ء)

خواجہ الطاف حسین حالی ۱۸۳۷ء میں پانی پت میں انصار یوں کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ دستور کے مطابق قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد دینی درسگاہوں سے تعلیم حاصل کی۔ دہلی آئے اور نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کے بیٹوں کے تالیف کے طور پر آٹھ سال کام کرتے رہے۔ پھر گورنمنٹ بک ڈپو لاہور میں ملازمت کر لی اور یہاں سے معلم ہو کر عربک کالج دہلی چلے آئے۔ نظام حیدر آباد نے ادبی خدمات کے صلہ میں وظیفہ مقرر کر دیا۔ حالی کو ۱۳۴۴ھ میں محسن العلماء کا خطاب ملا۔ ۳۱ - دسمبر ۱۹۱۳ء کو پانی پت میں انتقال ہوا۔

مولانا محمد حسین آزاد، مولوی نذیر احمد، سر سید، مولوی چراغ علی، نواب محسن الملک، شبلی نعمانی، اکبر الہ آبادی اور آغا حشر کاشمیری ان کے معاصر علمی احباب تھے۔
حالی نے نظم و نثر میں کئی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ ان میں مولود شریف، حیات سعدی، یادگار غالب، حیات جاوید، مقدمہ شعر و شاعری اور مسدس حالی کو شہرت دوام حاصل ہے۔ ان کے ہاتھوں اردو ادب کے دور جدید کا آغاز ہوا۔ اور بحیثیت ادیب و شاعر اور سوانح نگار انہیں اردو کے بلند پایہ ادیبوں میں جگہ ملی۔
حالی نے ۱۸۶۳ء میں ۹۸ صفحات پر مشتمل "مولود شریف" لکھا۔ اسے ان کے صاحبزادے خواجہ سجاد حسین نے ۱۹۳۲ء میں حالی پریس پانی پت سے اپنے مقدمہ کے ساتھ شائع کیا۔ "مولود شریف" حالی کی پہلی تصنیف ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے تریاق مسوم کو حالی کی اولین کتاب قرار دیا ہے۔ (۳۳) اس طرح ڈاکٹر عبد القیوم بھی مولود شریف کو حالی کی پہلی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ (۳۴) میلاد شریف کے نام سے اس کا خطی نسخہ جو شیخ محمد اسماعیل پانی پت کے پاس موجود تھا اس پر ۱۸۶۳ء کی مر لگی ہوئی ہے اور اس سلسلہ میں خواجہ سجاد حسین "مولود شریف" کے دیباچے میں رقم طراز ہیں:

"یہ کتاب ۱۸۶۳ء اور ۱۸۷۰ء کے درمیان لکھی گئی، کیونکہ جو مسودہ برآمد ہوا ہے، اس کے اوراق کے گوشوں پر ابھری ہوئی ہر ۱۸۶۳ء کی لگی ہوئی ہے۔ اگرچہ ہر

ثبت ہونا تاریخ تصنیف کی قطعی دلیل نہیں ہے، تاہم قرآن سے یہی پتہ چلتا ہے کہ ۶۸۷ء سے قبل اس کی تصنیف ہو چکی تھی، کیونکہ نواب غلام مصطفیٰ خاں شیفتہ کی وفات ۱۸۶۹ء کے قریب ایام جب میں دہلی میں والد صاحب کے پاس گیا، جو اس وقت نواب شیفتہ کی سرکار میں ملازم تھے تو والد مرحوم نے ایک بیاض میں آنحضرتؐ کا نسب نامہ اور مختصر حالات یاد کرنے کے لئے لکھوائے تھے۔ غالباً ان کے ذہن میں تازہ تازہ محفوظ تھا لیکن چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔ شاید اس سبب سے کہ بعد میں مولانا نے ان کو مناسب نہ سمجھا ہو، اس وجہ سے ایک دوسری مبسوط سیرت لکھنے کا انہیں آخر عمر تک خیال رہا ہے جسے مولانا شبلی نے پورا کیا۔ یہ غالباً والد مرحوم کی اولین تصنیف ہے۔ انہیں رسول اللہؐ سے عشق تھا اور تادم مرگ یہی جذبہ موجود رہا۔ البتہ اکثر نئے خیالات دیکھ کر لوگ چپیں بہ جیں ہوئے۔" (۳۵)

حالی نے اپنے "مولود شریف" میں نبی کریمؐ کے عادات و خصائل، حسن سلوک، عفو و درگزر، فقر و درویشی اور شفاعت و معجزات کا ذکر بڑے دلنشین انداز میں کیا ہے۔ سرسید کی طرح حالی نے بھی اپنے مولود شریف میں ولادت یا سعادت کا تذکرہ پورے مذہبی جوش و جذبہ سے کیا ہے۔ اور میلاد ناموں میں پائی جانے والی قریباً تمام روایات کو قلمبند کیا ہے۔ سرسید اور حالی کے موالید کا موازنہ کرتے ہوئے ڈاکٹر انور محمود خالد لکھتے ہیں:

"سرسید احمد خان نے بھی ابتداً اپنے مولود شریف میں مروجہ تمام روایات کو بڑے فخر سے دہرایا تھا لیکن بعد میں "جلا القلوب بذكر الحبوب" پر تبصرہ کرتے ہوئے ان سے برأت کا اعلان کر دیا۔ حالی نے اس قسم کا سجدہ سوس نہیں کیا اور نبی کریمؐ کی ذات سے عشق کی وجہ سے اکثر ان احادیث اور بیانات کے ذکر سے اپنے مولود شریف کو مزین کیا جو مولود ناموں کی خصوصیت بن چکے تھے۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی والدہ ماجدہ کے حمل کے وقت روشنی کا ظہور، دیگر عورتوں کا نور محمدیؐ منتقل ہونے کی وجہ سے حسد کرنا، آپؐ کی ولادت کے وقت دنیا کا جہ نور ہونا، ستاروں کا زمین پر جھک جانا، خوروں کا استقبال کرنا، بتوں کا منہ کے بل گرنا، ایوان کسریٰ کے چودہ کنکڑوں کا گرنا، آتش کدہ فارس بجھنا، ابر رحمت کا نازل ہونا، سب کچھ بیان کیا گیا ہے۔" (۳۶)

مولود شریف کے آخر میں مسلمانوں کو تقنین کی گئی ہے کہ وہ نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کریں اور پھر نثری مناجات ہے۔ اس مناجات کے بارے میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے لکھا ہے کہ یہ "منقول مناجاتوں سے زیادہ دلکش ہے۔" (۳۷)

مولود شریف کی دو عیارات بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔ پہلی عبارت میں مولود شریف کی ابتداء حمد باری تعالیٰ سے ہوتی ہے۔ اس میں حالی لکھتے ہیں:

"الحمد! کیا مجال اور کیا تاب و طاقت جو تیری نعمتوں کا شکر ادا کر سکیں۔ تو قدیم

ہم حادثہ "تو خالق" ہم مخلوق" تیری نعمتیں بے انتہا اور بے انتہا نعمتوں کا شکر بھی ہے
انتہا ہماری ابتداء بھی فنا اور انتہا بھی فنا۔" (۳۸)

درج ذیل دو سہری عبارت میں نبی کریمؐ کے طفیل مسلمانوں کو فضیلت و بزرگی حاصل ہوئی ہے، اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حالی لکھتے ہیں:

"ہاں اے امت محمدیہ" یہ فخر کرنے کا مقام ہے۔ جو شرف آج تم کو حاصل ہے، تم سے پہلے کسی کو ملا ہے تو بتا دو! اللہ جل شانہ نے تم کو خیر ام بنایا۔ تمہارے دین کو کامل کیا، تم پر اپنی نعمت تمام کی اور امتوں پر وہ فضیلت دی جو اس کی ذات کو تمام مخلوقات پر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو تمہارے دیدار کا مشتاق کیا، اور جب تمہارے دیکھنے کی اُس نہ رہی تو تمہارے خواجہ تاشی کی آرزو دل میں ڈالی۔" (۳۹)

مولود شریف حالی کی پہلی سنری تصنیف اور عشق و محبت رسالتؐ کا ترجمان ہونے کی وجہ سے بہت اہم ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے اس میں عربی اور فارسی کے الفاظ بکثرت استعمال کئے گئے ہیں۔ تکرار لفظی و معنوی اور تشبیلی انداز بیان کی وجہ سے قدیم نثر کے مشابہ ہے۔ زور اور انجیل کے حوالوں سے بھی بیان کو مدلل و موثر بنایا گیا ہے۔ مذہبی جوش و جذبہ اور حقیقت مندی کے عناصر نے اسے ہر لحاظ سے ایک درجہ تصنیف بنا دیا ہے۔

حالی نے مسدس میں بھی میلادِ اشعار لکھے ہیں۔ نیز مسدس کے اشعار میں آپؐ کے بشری اوصاف و خصائص کو اجاگر کیا ہے۔ یہ اشعار بلیغ استعاراتی انداز میں واقعیت اور شعریت کا حسین امتزاج ہیں۔ حالی نے رنجمین بیانی کی بجائے حد درجہ مختاط انداز اختیار کیا ہے۔ مسدس سے ایک بند ملاحظہ ہو:

یلاک یک ہوئی غیرت حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاک بطنی نے کی وہ رویت
چلے آتے تھے جس کی دیت شہادت
ہوئی پہلوئے آفت سے ہویدا
دعائے ظلیل اور توبہ مسیحا
(۴۰)

ملکی و ملی مسائل و مصائب کے اظہار میں حالی کی معروف مناجات نبی کریمؐ کے حضور التجا، فریاد اور استدعا و طلبی کے لحاظ سے منفرد ہے جو اس شعر سے شروع ہوتی ہے:

اے خاصہ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

موضوع کے اعتبار سے اس مناجات نے اردو میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔ حالی نے مسدس

میں امت مسلمہ کو مذہبی اور دینی معاملات میں نبی کریمؐ کے اتباع کا درس انتہائی سوز و گداز، خلوص اور دور
مدتی سے دیا ہے۔

مولوی عبدالرحیم

مولوی عبدالرحیم کا تخلص رحیم تھا۔ ان کے والد کا نام شیخ مخدوم بخش ابن شیخ شاہ محمد اور استاد کا نام
مولوی محمد بہان الدین بنسوی تھا۔ قصبہ بیت جیسی پور پرگنہ و ضلع فتح پور کے رہنے والے تھے۔
ان کی تصنیف مولود شریف، ”نحت“، ”تصوف و رمز عرفان و تلقین مرشد و طریقہ ذکر و اشغال کے
ساتھ ترتیب محفل میلاد شریف“، ”سلام“، ”پیدائش نور کرامت“، ”ظہور سرور عالم“، ”قصیدہ در میلاد شریف“،
”مبارکباد پیدائش سرور عالم“، ”معراج رسول“، ”دو عالم“، ”اشتیاق طواف کعبہ اور دیگر عنوانات پر مشتمل ہے۔ رحیم
کو زبان و بیان پر قدرت حاصل ہے، انہوں نے صنائع بدائع اور تمیيزات کا استعمال بہت لطافت و ندرت
کے ساتھ کیا ہے۔ شیشی، حقیقت اور خلوص ہر جگہ موجزن نظر آتا ہے:

مبارک یہ فرزند ہو سب جہاں کو
سزاوار ہو مادر مویاں کو
مبارک ہو خیر البشر بوالبشر کو
ملائک و غلمان و خور بنان کو
شرح نوری ثنا جس کی دیکھی
مبارک ہو داؤد شیریں زبان کو
محمدؐ کے شائق تھے تویت پڑھ کر
ہو فرشتہ موسائے عذب اللسان کو
خبر تھی جو انجیل میں ان کے دم کی
ہو فرخ یہ عیسائے روح رواں کو
جو بیتاب دیدار سے مطلب ہے
مبارک پسرزادہ ہو دادا جاں کو
(۳۱)

حاجی محمد صاحب علی خان مارہروی

حاجی محمد صاحب علی خان مارہروی خلیفہ محمد نذر علی خان مارہرہ کے متوطن تھے۔ حج بیت اللہ اور
زیارت روضہ منورہ رسالتاب سے مشرف ہونے کے بعد انہوں نے میلاد نامہ بمنو ان ”میلاد شریف سرور
عالم“ ۱۲۸۳ھ میں لکھا۔ ان دنوں موصوف بطور تحصیلدار ضلع فتح پور میں تعینات تھے۔ یہ میلاد نامہ مطبع
شعلہ خور کانپور سے طبع ہوا۔ میرے مد نظر میں ۱۲۸۲ھ (بمطابق ۱۸۶۵ء) کا مطبوعہ نسخہ ہے جو ناقص الآخر

ہے اور ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس میلاد نامہ کی لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے، ابتداء میں محمد صاحب علی خاں لکھتے ہیں:

”بندہ گنگار محمد صاحب علی خاں خدمت میں برادرانِ دینی کے عرض کرتا ہے۔ اور گوشِ سامعین نویدِ تازہ سے بھرتا ہے کہ کترین کو جو شوقِ زیارتِ حرمین شریف کا دامن گیر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایتِ بغایت سے اس دولتِ عظمیٰ سے مشرف کیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ ہر شخص اپنی مجالس کو بزمِ میلاد شریف سے ہر شادی و خوشی میں زیب و زینت دیتا ہے۔ اور ہر تقریب میں بہتوق جان و دل نام محمدؐ لیتا ہے اگرچہ بندہ پہلے بھی یوفور محبتِ جناب رسالتِ مابہ اس محفل کا نہایت شوق سے اہتمام کرتا تھا اب کہ فعلِ حرمین کہ مخزنِ خزانہ شریعتِ نبویؐ کے ہیں موبد اپنی تمنائے دلی کا پایا اور بھی ولولہ محبت کا زیادہ ہوا۔ رات دن درگاہِ کبریا میں یہی دعا ہے کہ یارب محبت اپنے حبیبؐ کی مدام میرے دل میں مستقیم کر اور ذوق و شوقِ ذکرِ احمدیؐ سینہ مرہقین میں مقیم۔

یا الٰہی مجھ کو حبِ مصطفیٰ میں شاد رکھ
خانہ دلِ حبِ احمدؐ سے مرا آباؤ رکھ
یا الٰہی دے مرے ایمان کو حسن قبول
یا کمالِ حبِ ختمِ المرسلین حضرت رسولؐ

اب جو دیکھا اکثر اخوان الصفا نے نسخہ جات مولودِ مسعودِ تالیف و تصنیف کے ہیں اور پیالے شربتِ شیرینی بخش کامِ جانِ مدحتِ محمدیؐ کے پیئے ہیں ہر چند اس بیجا مدانِ زلہ رہائے خوانِ ینمائے صاحبانِ اس فنِ شریف کے وہ لب و زبان کہاں کہ بمقابلہ تصانیفِ عالیہ ان فصیح بیانوں کے ایک حرف بھی کہہ سکے مگر بتصور حصولِ ثواب کتبِ مصنفینِ حقدین سے گدا کی انتخابِ مضامین کر کر اس صفحہ قرطاس پر تحریر کرتا ہے اور صفحہ محشر میں یہ عنایات و افضالِ یزدانی امیدِ معشور ہونے کے صفِ نعالِ مداحانِ جنابِ مصطفویؐ میں رکھتا ہے۔ شانِ نقان اس بزمِ نگارین کو مرثوہ ہو کہ جس جگہ اور جس محفل میں ذکرِ حضرتؐ کا ہوتا ہے۔ فرشتے نور کے وہاں نازل ہوتے ہیں اور دل میں ایک اور ہی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔“ (۴۲)

میلاد شریف سرورِ عالم میں میلاد نامہ لکھنے کی غرضی و غایت بیان کرنے کے بعد محفلِ میلاد کی برکاتِ بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد نور محمدیؐ کے بیان سے آغاز کر کے حضرت عبداللہ کی حفاظت کے واقعات، شادی، حضرت عبداللہ کا سانحہ ارتحال، کتبِ سابقہ میں آپؐ کی بشارات، کتبِ احیاءِ حج کی روایات، نبی کریمؐ کے ۹۹ اسمائے مبارکہ، جشنِ ولادتِ باسعادت، قیام و تعظیمِ بوقتِ ولادت، سلام، ولادت کے بعد کے

’مہجرات‘ آپ کی ولادت کی خوشی میں ابولہب کا ثقیبہ کو آزاد کرنا، شیر خوارگی، واقعی حلیمہ کے ہاں پرورش، بچپن کے حالات و ’مہجرات‘ شق صدر، معراج اور آسمانوں کی سیر جیسے موضوعات پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ نمونہ عبارت کے لئے درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

”روایت ہے کہ اسی طور سے آپؐ نے تین برس حلیمہ سعدیہ کے گھر نشوونما پایا۔ ایک دن فرمایا کہ اے ماور مہربان دن کو ہر اوران رضاعی خیمہ کے کھلایا کرتے ہیں حلیمہؓ نے کہا دن کو بکریاں چراتے ہیں۔ شام کو گھر آتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کل سے میں بھی بکریاں تیری چراؤں گا۔ مجھ کو اس کام کی بھی لیاقت نہیں۔ حلیمہؓ نے رو کر عذرات کیے اور کہا سب حکم بسر و چشم بجالاؤں گی مگر جنگل میں نہ جانے دوں گی۔ آپؐ نے کچھ نہ سنا صحیح کو بھائیوں کے ہمراہ بکریاں چرانے کو جانب صحرا روانہ ہوئے پھر تو معمول کی ٹھہر گیا۔ ایک دن حلیمہؓ کا بیٹا روتا چلاتا گھر دوڑتا آیا اور رو رو کر کہاں سے کہنے لگا کہ دو شخص محمدؐ کو اٹھا کر پہاڑی پر لے گئے اور سینہ بے کینہ پر چھری چلائی میں یہ حال دیکھ کر بھاگ آیا ہوں۔ نہیں جانتا کہ پھر کیا ہوا اس خبر کے سننے ہی حلیمہؓ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑی اور چلانے لگی پھر جو کچھ ہوش آیا تو جنگل کو چلی اور راہ میں باگریہ و زاری دعا مانگتی تھی الٹی میرا پیارا محمدؐ سلامت رہے چاہے حلیمہؓ کی ساری اولاد مرجائے کیا دیکھتی ہے کہ آپؐ سامنے سے چلے آتے ہیں میں ہنس کر فرمایا تو کیوں روتی ہے میں سلامت ہوں میرے سینے کو اگرچہ چاک کیا پر میرے دل کو پاک کیا اور آئینہ خاطر سے زنگ کدورت کو دھویا، حلیمہؓ نے خوش ہو کر چھاتی سے لگایا اور گھرا کر بعد چندے مکہ کو روانہ ہوئی۔“ (۴۳)

”میلاد شریف سرور عالمؐ میں جا بجا قرآنی آیات اور عربی فارسی کے مشکل الفاظ و تراکیب کو استعمال کیا گیا ہے۔ مجلسی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر صفحہ پر عبارات کے درمیان میں موقع و محل کی مناسبت سے فارسی اور اردو کے اشعار اور قطعات و کلمے لگائے گئے ہیں۔ ان اشعار کا انتخاب ظاہر کرتا ہے کہ مولف فرن میلاد کی نزاکت منصب میلاد نگاری سے عمدہ برآ ہوئے کی مشکلات اور کوتاہی اظہار سے بخوبی واقف ہے۔ میلادی روایات کے لحاظ سے اس میں عام مروج میلاد ناموں کی سی روایات بیان کی گئی ہیں۔ قدامت زبان کے باوجود تنقید و ابلاغ میں کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔

مولوی محمد علی خاں سعید

مولوی محمد علی خاں سعید لکھنؤی نے میلاد نامہ ”زیور ایمان“ حاجی بدرالدین نظامی کی قرآنش پر لکھا اور نظامی لیتھو پریس، پانچ پٹی، احمد آباد سے طبع ہوا۔ یہ میلاد نامہ چھیانوے صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے سال طباعت کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ اس کے لب و لہجہ اور انداز بیان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ خواتین کی محافل میلاد کے لئے مرتب کیا گیا تھا۔

ان کا دوسرا میلاد نامہ ”مولود سعیدی“ ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کو ولادت مبارکہ، معراج شریف اور وقت مبارکہ کے تین مروجہ عنوانوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں شامل میلاد و نعتیہ کلام کو غزل کا نام دیا گیا ہے۔ روایات اور دیگر بیانات میں حد اعتدال کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور قرآن و حدیث سے استدلال کیا گیا ہے۔ معجزات بھی وہی منتخب کر کے لکھے ہیں جن کا ذکر قرآن کریم اور احادیث میں ملتا ہے۔ حضورؐ کی پرورش، تعلیم و تربیت اور اخلاق و کردار پر روشنی نہیں ڈالی گئی ہے۔ مجلس نقاضوں کی وجہ سے بعض مقالات پر مبالغہ آرائی کی کیفیت بھی ملتی ہے۔ زبان و بیان عام طور پر دقت و ثخالت سے پاک ہے لیکن زور میان دکھانے کے شوق میں قافیہ آرائی کا التزام کیا گیا ہے یا پھر ایسی عبارات ہیں جو دیگر میلاد ناموں سے ہو سو نقل کر لی گئی ہیں۔ نبی کریمؐ کی وفات پر آپؐ کی جینتی بیٹی حضرت فاطمہؑ کے منہ سے رنج و غم کے جن احساسات کو منکوم کیا گیا ہے، وہ خالص کھسنوی ماحول کی پیداوار لگتی ہے۔ آخر میں کچھ ہندی اشعار ہیں جن میں ہندی شاعری کی روایات کے مطابق ہجر و جدائی کے جذبات کا اظہار نسوانی لب و لہجہ میں کیا گیا ہے۔

میلاد و مضامین کے ساتھ ساتھ فضیلت درود شریف ”مولود سعیدی“ میں بیان کی گئی ہے۔ مصنف لکھتا ہے:

درود شریف کی فضیلت پر سب علمائے دین اتفاق کرتے ہیں۔ افسانہ کیا فرشتوں سے بھی اس کی تعریف ممکن نہیں۔ سینکڑوں ہزاروں لاکھوں دین و دنیا کے قائدے اس کے پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص میری امت میں سے ایک بار درود پڑھے گا ستر درود کا ثواب پائے گا اور دل اس کا نور خیر برکت سے معمور اور فکر دنیا اور فائدہ بخشی اور بغض و حسد و کینے سے دور ہوتا ہے اور لاکھوں برکتیں پاتا ہے۔

سنو بیان ولادت کا اب درود پڑھو
 اٹھو جناب کی تعظیم کو درود پڑھو
 اگر خدا کے ہو طالب تو پہلے لازم ہے
 رسول پاک کو راضی کرو درود پڑھو
 جو دین کی ہو طلب طالبو درود پڑھو
 بہشت پاؤ گے اے مومنو درود پڑھو
 عوض درود کے عقلی میں غلہ پاؤ گے
 عزیز مفت کا سودا ہے لو درود پڑھو
 جو چاہتے ہو کہ کچھ رزق کی کشائش ہو
 تو اس جناب پہ اے مظلومو درود پڑھو

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے۔ اسی طرح درود پڑھنے والے کے گناہ

نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور درود پڑھنے سے دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ دنیا میں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوتی اور جس وقت حضرتؑ کا امتی درود پڑھتا ہے۔ فرشتے آسمان سے کشتی مرصع اس کے سامنے لاتے ہیں اور درود شریف کو اس کشتی میں رکھ کر مدینہ منورہ میں جہاں آپؑ تشریف فرما ہیں، آپؑ کے سامنے لے جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ آپؑ کے قلم امتی نے بعد از نماز آپؑ پر یہ درود بھیجا ہے۔ یہ من کر آپؑ نصابت خوش ہوتے اور فرماتے ہیں کہ اس کا اعمال نامہ لاؤ اور پھر آپؑ اس اعمال نامے میں نیکیاں لکھواتے ہیں۔ (۳۳)

جس زمانے میں یہ میلاؤ نامہ لکھا گیا ہے۔ اس دور میں یوہندی اور بریلی مکاتیب فکر کے آغاز کی وجہ سے محافل میلاد میں درود و سلام اور میلاؤ ناموں کی اشاعت کو فروغ حاصل ہوا۔ لکھنؤی مزاج کے زیر اثر میلاد ناموں میں مناقب اہل بیت کی تعریف کا رجحان غالب رہا مگر میلاؤیہ اسلوب میں پھر بھی واضح فرق نظر آتا ہے۔ شفاعت امت محمدیہ کے بیان کے سلسلہ میں مولود سعیدی سے اقتباس ملاحظہ فرمائیے :

قیامت کے دن سب لوگ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوں گے۔ یا محمدؐ آپ شفیع محشر ہیں ہم کو مصیبت سے نجات دلوائیے آپ ان لوگوں کی طرف نظر رحمت سے دیکھ کر کلمات تسکین فرماتے ہوئے کمر شفاعت باندھیں گے۔ اور آنکھوں میں آنسو بھرے یا رب امتی یا رب امتی فرماتے ہوئے علامہ شریف سر سے آثار کر بندے میں جائیں گے اور عرض کریں گے کہ اے خداوند عالم تو نے مجھے شفیع محشر فرمایا ہے اور تو غفور الرحیم ہے۔ روایت ہے کہ ہجوم محشر میں غیب سے آواز آئے گی کہ اے میدان حشر کی مرد اور عورت اپنی اپنی آنکھیں بند کر لو۔ مقام اوب ہے کہ ہمارے محبوب کی بیٹی فاطمہ زہراؑ علیؑ شیر خدا کی بی بی، حسن مجتبیٰؑ اور حسینؑ شہید کربلا کی والدہ اور زینبؑ مصیبت زدہ کی مادر آتی ہے حالانکہ عورتوں سے عورت کا پردہ کچھ ضرور نہیں مگر وہ اس طرح سے آویں گی کہ عورتیں دیکھنے کی تحمل نہ ہوں گی۔ یہ آواز سنتے ہی سب اپنی اپنی آنکھیں بند کر لیں گے اور حضرت شاہ مرداں علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا خون آلود علامہ مبارک دست راست میں لئے اور کمر زہر آلود حضرت امام حسنؑ کا ایک کندھے پر ڈالے اور حضرت امام حسینؑ کا پیراہن خون آلود دوسرے شانے پر رکھے زار زار روتی اور درگاہ الہی میں فریاد کرتی ہوئی تشریف لائیں گی۔ اے رب میرے وہ حسینؑ جن کے واسطے تو نے جنت سے پیراہن بھیجے تھے۔ آہ! وہ حسین دوش رسولؐ کے راکب جن کے گلے کو رسول اللہ چومتے تھے ان کو خنجر سے شہید کیا زینب بھائی کی محبت سے بیتاب ہو کے چلا گئے یہ کہتی تھیں۔

جس خلق پہ منہ احمد مرسل نے ملا ہے
اے فاطمہ دوڑو تیرے خنجر وہ گلا ہے

خدایا میرے فرزند حسین نے ہر حال میں صبر کیا اور اپنے وعدے کو وفا کیا اور وہ جس وقت تھمائی اور بے کسی کے مارے گھبراتے تھے تو مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے اپنے نانا جان سے کہتے تھے:

بیٹے کو جو تیروں سے جفا کیشوں نے چھانا

چلائے کہ مگرتا ہوں سنبھالو مرے ناتا
 ناتا مرا گھر لوٹ کے سب شاد ہوئے ہیں
 آکادہ مرے قتل پہ جلاد ہوئے ہیں
 اک بوند دم تشنہ لبی وہ نہیں دیتے
 دم ہونٹوں پہ ہے اور مجھے پانی نہیں دیتے
 دنیا کے لئے خانہ زہرا کو اجاڑا
 آباد کیا شام کو بلحا کو اجاڑا

خدا ایا میرے حسین کو ڈیزہ سو خط بھیج کے بلایا پھر وہ وہ سلوک کئے کہ خیر تک بلایا اور ریگستان کر دیا
 میں بھوکا پیاسا تنہا سے شہید کیا تو ہی انصاف کر کہ میرے بچے کا کیا قصور تھا۔ آپ کے بیان سے فرشتے
 آسمان کے روتے روتے بیہوش ہو جائیں گے اور پتھر پتھروں سے گر پڑیں گے۔ قاتلہ زہرا عرض کریں گی۔
 فریاد ہے خدا سے یہ بی بی بتول کی

دے داو میری لٹ گئی بیٹی رسول کی
 بیٹی ترے حبیب کی فریاد لائی ہے

مارا ہے مرے لال کو مولا دھائی ہے
 کیوں کوئیوں نے لوٹ لیا میرے باغ کو
 کیوں شامیوں نے میرے بھلایا چراغ کو
 یارب جو انتقام میں اپنا نہ پاؤں گی

تا حشر تیرے عرش کا پایا ہلاؤں گی
 حوریں یہ من کے بولیں کہ خاموش قاتلہ
 تو رحمت ہے اور خطا پوش قاتلہ
 ہم روتے روتے ہو گئے بیہوش قاتلہ

یاں تو خدا کے قمر کا ہے جوش قاتلہ

(۳۵)

اس پورے اقتباس سے لکھنؤ کی مخصوص فضا اور شیعہ مسلک کے زیر اثر میلاویہ اسلوب اور زبان و
 بیان میں واضح فرق نظر آتا ہے۔

ہندی بھجوں اور گیتوں کے زیر اثر نبی کریم کے لئے راجا، راج گسائیں، سنہیا، سائیں، ولارے، پانن
 بارے اور بالم وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ یہ سب نام ہندی اثرات کے تحت اپنا مخصوص پس
 منظر رکھتے ہیں مگر نبی کریم سے ان کی نسبت غیر مشروع ہے۔ مولود سعیدی سے ایک ٹکڑا دیکھئے:

سدا لے موری موہے سرتاجا

سدا لے کل راجن کے راجا

مدد لے موری جبرئیل کے سائیں
 ہی تھیں کے راج مہسائیں
 مدد لے موری علیٰ تی کے بھیا
 کالی کالی والے کنیا
 اے صدیق کے راج دلارے
 عمر عثمان کے پالن ہارے
 فاطمہ بی بی کے بابا پیارے
 حسن حسین کے پالن ہارے
 مدد لے بی بی خدیجہ کے یالم
 صلی اللہ علیہ وسلم
 (۳۶)

مولود سعیدی کو عبارات کی روایتی و تازگی اور کیف و درو مندی کی وجہ سے میلاد کی محفلوں میں برسوں
 تک بڑے ذوق و شوق سے پڑھا جاتا رہا ہے۔ میلاد نگاری کے مجلس قاضوں اور شاعرانہ رتھیں بیانی میں
 بعض غیر معتبر روایات بھی قلمبند ہو گئی ہیں تاہم اسے لکھنؤ ماحول و مزاج کے اعتبار سے ایک منفرد نمونہ
 قرار دیا جاسکتا ہے۔ جس میں اخلاص و درو مندی کا جوہر چمک رہا ہے۔

محمد فضل رسول

مولوی محمد فضل رسول کا مولود منکوم مع قصائد اردو ۹۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ۱۸۷۵ء کا
 مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ اس میں حمد و نعت کے بعد
 محفبت خلفائے راشدین لکھی گئی ہے۔ اس کے بعد نور محمدی، ولادت مبارکہ، سلام اور رشاعت و بچپن
 کے عنوانات ہیں۔ آخر میں قصائد و مناقب کا باب ہے۔ اہلسنت مسلک کے نزدیک محفل میلاد باعث امن
 و امان ہے۔ اس عقیدے کا اس میلاد نامے میں اظہار کیا گیا ہے۔

ہے عجب راحت جاں مجلس میلاد نبی
 باعث امن و امان مجلس میلاد نبی
 (۳۷)

نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے وقت کئی معجزات ظہور پذیر ہوئے۔ ان معجزات کے بیان سے چند شعر
 بطور نمونہ درج ہیں:

دیکھتی کیا ہوں کہ ہیں کچھ نصیب
 میری کرتی ہیں وہ خاطر داریاں

دیکھ کر ان کو بہت گھبرائی میں
 کون ہیں یہ اور کہاں سے آئی ہیں
 تب وہ بولیں آسہ مریم ہیں ہم
 اور یہ حوریں ہیں جنت سے بہم
 تری خدمت کے لئے آئی ہیں سب
 وقت میلاد نبی آیا ہے اب
 ناگہاں آواز آئی یک مہیب
 ایک مجمع طلائع از بس غریب
 جن کی منقاریں زمو کی تمام
 اور بازو ان کے از یاقوت خام
 آن کر حجرے کو میرے بھر دیا
 اور بھر سے میرے پر وہ اٹھ گیا
 مشرق و مغرب کو سارے ارض کے
 صاف دکھا میں نے اپنی آنکھ سے

(۳۸)

فضل رسول نے محسن انسانیت کے بیان میلاد میں نظم کا حیرانہ اختیار کیا ہے۔ انہوں نے ذات و صفات محمدی کے اساسی پہلوؤں کے بیان میں محبت و شہنشاہی سے موثر اور دل آویز انداز میں اپنے جذبہ وروں کی ترجمانی کی ہے۔ دراصل ان میلاد نگاروں کا مقصد ادبیت اور شاعری کی بجائے نبی کریمؐ کے احوال کی ترویج و اشاعت رہا ہے اور یہ رجحان برصغیر کے مخصوص تمدنی و تہذیبی اثرات کے سبب تھا۔

تسلیم گلشن آبادی (م ۱۸۸۷ء)

تسلیم گلشن آبادی کا پورا نام جیلانی بادشاہ اور تحفہ تسلیم ہے۔ ۱۸۸۷ء میں ٹیکمال میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام شیخ میراں عرف صاحب بنیاں تھا۔ تسلیم کی عمر پچار اور پانچ سال کے درمیان تھی کہ والدہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر انہوں نے اپنے ماموں صاحب حسینی کی سایہ عاطفت میں نشوونما پائی۔ بچپن ہی سے ان کی تعلیم پر پوری توجہ دی گئی۔ خود ان کے ماموں عربی، فارسی اور تصوف و فیرو کا درس دیا کرتے تھے۔ بارہ تیرہ سال کی عمر میں ہی انہوں نے اچھی لیاقت پیدا کر لی۔ بیس سال کی عمر میں ”مدرسہ حبیبہ“ کا انتظام خود سنبھال لیا۔ یہ مدرسہ ان کے ماموں صاحب حسینی کا جاری کردہ تھا۔ ۱۸۹۱ء میں ٹیکمال سے نکل کر گلشن آباد میڈک کو اپنا وطن بنا لیا۔

سن شعور ہی سے شعر گوئی کا مذاق پیدا ہو گیا تھا چنانچہ بہت ہی کم عمری میں شعر کہنے لگے تھے۔ ۱۸۵۶ء میں نواب افضل الدولہ بہادر شاہ دکن کی تخت نشینی کے بعد ساٹھ روپے ماہوار سرکار سے مدد ملنے لگی۔

اس کے علاوہ کچھ ذاتی ذراعت بھی تھی۔ صلح کل مسلک اختیار کرنے کی وجہ سے ہر مذہب و ملت کے لوگ گرویدہ تھے۔ ۲ شعبان ۱۳۰۵ھ، ۱۸۸۷ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

تسلیم کا منظوم میلاو نامہ ”مخمس تسلیم“ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ۲۱۵ بند پر مشتمل ہے۔ جس میں نبی کریمؐ کے بارے میں حسب ذیل عنوانات پر میلاویہ منظومات لکھی ہیں۔

بیان ولادت آنحضرتؐ، بیان اہل عرب کے بارے میں، بیان اوصاف آنحضرتؐ، بیان تبلیغ رسالت کے سلسلہ میں، بیان اخلاق و عادات محمدیؐ، بیان سراپائے محمدیؐ، بیان در برزخ احمدیؑ، بیان شب معراج اور بیان شفاعت رسالتؐ میں عقیدت کے ساتھ سچائی بیان کی گئی ہے۔

بیان ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بند بطور نمونہ درج ذیل ہیں :

حبیب الہی کی عظمت کو دیکھو

رسول خدا کی فضیلت کو دیکھو

ہمارے گنہگاروں کی کثرت کو دیکھو

وہ دریائے وحدت کی رحمت کو دیکھو

یہ کلفت کو دیکھو وہ الفت کو دیکھو

وہ چلبائے رحمت وہ ماوائے رحمت

سراپا تھا جن کا سراپائے رحمت

خدا رحمت کے قامت پہ ہو جائے رحمت

ہم آلودہ حسیاں وہ دریائے رحمت

یہ رحمت کو رحمت کو رحمت کو دیکھو

زمین پر وہ شاہ فلک پایہ آیا

یہ نخل تھا کہ فخر عرب آیا آیا

وہ اللہ کا سایہ بے سایہ آیا

شفاعت کا رحمت کا سراپا آیا

ظہور مہ برج وحدت کو دیکھو

اگرچہ وہ خود مظہر ماسوا ہے

مگر ماسوا سے وہ نقشہ سوا ہے

مقام محمد ورام الوریٰ ہے

خدا نور ہے اور وہ نور خدا ہے

خدا اور محمدؐ کی نسبت کو دیکھو (۳۸)

تسلیم کے کلام میں ربوانی، سلاست، سادگی اور عام فہم زبان کا استعمال ہے۔ ان کے اخلاص میں کیف و

مرزا علی بہار

مرزا علی بہار کا منظوم میلاد نامہ بعنوان ”مولود شریف عرض بہار“ ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد ۱۸۶۶ء میں لکھنؤ سے طبع ہوا۔ (۵۰) اس میں میلاد و معراج کے واقعات کو بڑے احسن طریقہ سے نظم کیا گیا ہے۔

میر عباس

میر عباس نے معجزہ سمجھو نظم کیا ہے۔ اس کی ضخامت صرف آٹھ صفحات ہے اور یہ دہلی سے ۱۸۶۹ء میں طبع ہوا۔ (۵۱)

احمد خان صوفی اکبر آبادی (م ۱۸۹۷ء)

صوفی احمد خان خلیف زبان خان ۱۸۳۴ء میں اکبر آباد میں پیدا ہوئے۔ انہیں غلام امام شہید کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ درویش منش ہونے کے باعث صوفی کے نام سے مشہور تھے۔ ۱۸۹۷ء میں انتقال ہوا۔ مولود شریف جدید، ذکر الشاہدین، مثنوی فتون پابل، مثنوی فریاد دل وغیرہ ان کی اہم تصانیف ہیں۔ مولود شریف جدید ۱۸۷۷ء میں مطبع منید آگرہ سے چھپا۔ پھر ۱۸۸۲ء میں ۸۳ صفحات پر مشتمل نول کشور، کانپور اور ۱۹۰۵ء میں ۸۰ صفحات پر مشتمل مطبع رزاقی، کانپور نے شائع کیا۔ مزید برآں ۱۸۳۲ء میں ۷۷ صفحات پر مشتمل شیخ غلام علی برکت علی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور نے طباعت سے آراستہ کرایا۔ اس کا ایک نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ مولود شریف جدید کی ان اشاعتوں سے اس کی مقبولیت اور اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

مولود شریف جدید کی ابتداء حمد و ثناء سے ہوتی ہے۔ پھر اس کے بعد بیان فضائل میلاد، فضائل محبت سرور کائنات، نور محمدی، قولہ شریف، قصیدہ فی مولد النبی الای، سلام بوقت قیام، مسدس فارسی و رباعیات کمالات ظاہری و باطنی رسالت، معجزات وقت ولادت، رضاعت، شق صدر، سفر شام، حضرت خدیجہ سے تعلق، حلیہ شریف، نسب نامہ شریف، بیان اخلاق جناب رسول مقبول، بیان تواضع، جوہ و سجا، ولادوری و موالگی، شرم و حیا، شفقت و رحمت، عدل، زہد، عبادات، معجزات، معراج شریف، صفت براق، ترجمہ بند فارسی بسلسلہ معراج، بیان وفات شریف، مستزاد در بیان وفات حضرت سرور کائنات، اور روایت یہودی (منظوم) جیسے موضوعات پر اظہار خیال کیا ہے۔ اس لحاظ سے صوفی اکبر آبادی نے مروج میلاد ناموں کی طرح نئی کریم کی ولادت، معراج اور وفات سے متعلق تمام ضروری تفصیلات مجمل پہنچائی ہیں۔ انہوں نے روایات اور واقعات کے بیان میں رنگ آمیزی اور مبالغہ آرائی سے پرہیز کیا ہے۔ پیدائش نور محمدی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے :

”خدا نے اپنے نور سے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا کیا ہے اور اسی نور سے تمام موجودات کو ہویدا کیا۔ اور ایکو آئینہ خدا نما بنا کر چاہا کہ اس میں اپنا جمال بالکمال دیکھے۔ اسی واسطے اپنے نور سے ایک حصہ کو مخصوص بنظر خلقت فرما کر ارشاد کیا کہ کن محمد یعنی ہو جا اے نور محمد۔ اس ستر ایزد نے بحکم کن فیکون کے مثل ستون حجاب عظمت تک بلند ہو کر نہایت ادب اور تعظیم سے جبین انکساری زمین فرمایواری پر رکھ کر مجدد کیا اور الحمد للہ کہا پھر اس نور کے خداوند تعالیٰ نے چار حصے کئے۔ ایک حصے سے عرش دو سرے سے کرسی تیسرے سے لوح چوتھے سے قلم بنا کر حکم کیا کہ لکھ اے قلم۔ قلم نے عرض کیا کہ کیا لکھوں میں اے میرے رب، حکم ہوا کہ لکھ توحید میری، قلم نے نہایت ادب کے ساتھ چار سو برس میں لوح پر لکھا لا الہ الا اللہ جس وقت یہ لکھا پھر فرمان ہوا کہ لکھ محمد رسول اللہ، قلم نے جس وقت نام نانی اور اسم گرامی خواجہ کائنات علیہ الصلوٰت کا لکھا، ہزار برس تک سر بہ سجود رہا پھر اٹھا کر کہا السلام علیک یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کی طرف سے آپ ہی جواب دیا وعلیک السلام وعلیہ منی الرحمت بعد اس کے حکم ہوا کہ لکھ دستور العمل اور روزنامہ سب ایتوں کا۔ چنانچہ اس منشی دیوان قضا نے آدم اور نوح اور ابراہیم کی امت سے لے کر کرامت موسیٰ و عیسیٰ کے حق میں لکھا کہ جو کوئی خداوند تعالیٰ کی فرمایواری بجالائے گا بہشت میں جائے گا اور جو کوئی نافرمانی کرے گا دوزخ پائے گا۔ پھر اسی نور سے ارواح انبیائے مرسلین اور آسمان و زمین اور فرشتے اور عرش و کرسی، رات دن، چاند سورج بنائے۔ بعد اس کے جبرئیل امین بحکم رب العالمین زمین پر آئے اور ایک مشت خاک مقام قبر صاحب لولاک سے لائے پھر اس خاک کو عطریات قدس سے معطر کر کے نور محمدی سے منور کر دیا اور وجود بانو اس سلطان دو جہاں نبی آخر الزماں کا مرتب کیا۔ الماصل وہ گوہر باصفا قبل خلقت کا لبد آدم علیہ السلام سے چند مدت تک برنگ قدیل نورانی ساق عرش سے معلق رہا۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا قلب خاکی بن کر تیار ہوا کارکنان قضا و قدر نے اس نور منظر کو پیشانی آدم میں لمانت رکھا۔“ (۵۲)

مولود شریف جدید زبان کی پہنچ، عبارت کی جستی اور اسلوب کی دل آویزی کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے۔ مصنف نے جو ادبی اسلوب میلاد ثانی کے شروع میں اختیار کیا ہے۔ اسے آخر تک نبھایا ہے اور زبان و بیان کے اعتبار سے اپنی گرفت کسب و صلی نہیں ہونے دی مثلاً حضرت عبداللہ کے بارے میں شادی سے پہلے کے احوال کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

”عبداللہ آپ کے پدر بزرگوار تحت اطوار، لطف گفتار اور حسن کردار اور مکارم اخلاق اور محاسن اعمال اور شاکل مطبوع اور حرکات موزوں میں ایسے مشہور تھے کہ خویان قریش میں ممتاز اور خوبی و رعنائی و فصاحت کلام و دلربائی میں سرفراز تھے۔ نور کوکب محمدی ان کے طلعت زیبا سے ظاہر اور شعاع آفتاب رسالت احمدی ان کے چہرہ پر انوار سے باہر تھا جس طرف کو یہ یوسف وقت گذرتے زنان قریش ان کے جمال جہاں آرا پر مثل زنان مصر شیفہ اور قرینہ ہوتی تھیں جبکہ عبدالمطلب کو اس حال کی خبر ہوئی عبداللہ کا نکاح بہ تخیل تمام آمنہ کے ساتھ بانداھا تاکہ محافظت نور محمدی کما

حقہ عمل میں آئے۔" (۵۳)

آپؐ کی عبادات کے بیان میں مصنف لکھتا ہے :

"کثرت عبادت اور ذوق طاعت اور ترس خدا سے گریہ و بکا جس قدر آپؐ کو تھا کسی اور کو حاصل نہ تھا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اگر تمہیں عرفان کامل اور خوف خدا جس قدر کہ مجھے ہر آن اور ہر لمحہ موجود رہتا ہے حاصل ہووے تو کبھی تم نبی سے واقف نہ ہو اور ہمیشہ حالت گریہ و بکا میں جلا رہا کرو۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں ایک دن میں ستر مرتبہ امت کے واسطے حق تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں غرضیکہ اس شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب و روز امت ہی کا غم اور ہم ہی رو سیا ہوں کا الم رہتا تھا۔" (۵۴)

فضائل محفل میلاد شریف کے آخر میں شان و فضیلت محمدی اور ہند کی پر آشوب زمین سے دیار رسول جانے کا اظہار ملاحظہ ہو۔ ان اشعار میں وابستگی و محبت رسالتؐ کے جذبات نے کیف اور تاثر کو نمایاں کر دیا ہے :

ہرم میلاد میں کیا نور و ضیا ہے دیکھو
 ذرہ خورشید سے جلوے میں سوا ہے دیکھو
 چشم دل کھول کے اس ہرم میں آؤ تو یہاں
 ہر طرف نور نبی صلی علی ہے دیکھو
 رخ انور کا تصور تو جمادِ دل میں
 نقش موجود ہے آئینہ صفا ہے دیکھو
 سطح خاک سے افلاک تلک ہے روشن
 کس کی آمد کا یہاں ذکر ہوا ہے دیکھو
 ہم گنہگاروں کو بخشائیں گے پہلے سب سے
 رحمت حضرت محبوب خدا ہے دیکھو
 ہند سے جلد مدینے میں بلاؤ مجھ کو
 غم دوری سے مرا حال برا ہے دیکھو
 صوفی خاک نشیں آپؐ کا ذرہ اس پر
 سالے کی طرح عجب وقت پڑا ہے دیکھو
 (۵۵)

مولود شریف جدید کے اختتام پر نبی کریمؐ سے استمدادِ عظمیٰ کے اشعار میں جذب و کیف اور والہانہ انداز نمایاں ہے :

کاش ہمیں بھی یوں ہی سمجھنے چاہیے
 روضے کی ہو جائے زیارت نصیب
 گرد پھریں روضہ پر نور کے
 دور ہوں ارماں دل رنجور کے
 یا شہر دیں صوفی یکس حزیں
 سخت ہے اب بند میں اندوہ کس
 اس کو مدینے میں بلا لیجئے
 روضہ پر نور دکھا دیجئے
 خیل معاصی پہ نہ کیجئے خیال
 تنگ ہے اب بند مسکس کا حال
 (۵۶)

اس میلاد نامے میں جن کتابوں سے مواد اخذ کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند ایک نام یہ ہیں :
 قرآن مجید، سنن ابو داؤد (امام ابو داؤد سلیمان) سنن نسائی (امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی)
 جمع الجوامع (مولانا جلال الدین سیوطی) فیوض الحرمین (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) معارج النبوت، روضۃ
 الاحباب وغیرہ۔

اس میلاد نامے کے کئی ایڈیشن چھپے۔ اس کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی اس کے مواد، ترتیب اور شاعرانہ
 اسلوب بیان میں مضمر ہے۔ نیز اس کا مصنف مجلس نقاضوں سے بخوبی واقف تھا اور اس نے نثر کے ہر بیان
 کے بعد جا بجا موقع کی مناسبت کے لحاظ سے منقولات شامل کر کے لطف و تاثر کو ابھارا ہے۔ ان میلاد
 ناموں میں جا بجا نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف پر جتنی منقولات، میلاد، معراج، اخلاق حسنة اور دیگر احوال پر
 مبنی تحریروں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں میں پیدا شدہ ذہنی انتشار اور احساس شکست
 خوردگی کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور دوسری طرف انگریزوں اور مخالفین اسلام نے عوامی سطح پر بھی
 مذہب کے بارے میں جو شکوک و شبہات پیدا کرنے کی مہم چلائی تھی، اس کا تدارک کیا۔ میلاد ناموں نے
 مسلمانوں کو علمی سارا پہنچا کر ان کے ایمان و عقائد کو محفوظ رکھا اور نبی کریمؐ کا خاتم النبیین کے حوالے
 سے بار بار ذکر کر کے قادیانیت کی مضالمت کے طوفان کے مد مقابل بھی نورانی قمیص روشن کیں۔ اس قسم
 کے عصری نقاضوں، ماحول اور حالات میں مولوی احمد خان صوفی کی کاوش ہر لحاظ سے قابل ستائش ہے۔
 جنہوں نے اپنے گرد و پیش رونما ہونے والی فکری تبدیلیوں کو بھی کھلی آنکھوں سے دیکھا۔

کریم بخش بدر

کریم بخش بدر کی مشہور "بدر الدینی" نبی کریمؐ کے ۳۲ معجزات کے بیان پر مشتمل ہے۔ بلوم ہارٹ نے

لکھا ہے کہ یہ مثنوی پہلی بار لاہور سے ۱۸۷۰ء میں شائع ہوئی تھی اور قریباً ۱۵۰۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ (۵۷) یہ مثنوی ۱۸۷۳ء میں دوبارہ وکٹوریہ پریس، لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اور بڑے سائز کے ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

حمہ و نعت کے بعد 'معجزہ ستون'، 'معجزہ شاخ درخت'، 'معجزہ آب'، 'معجزہ سنگ ریزہ'، 'معجزہ دختر مردہ'، 'معجزہ طفل شیر خوار'، 'معجزہ مرض برص'، 'درخت کا پشت شتر پر آگیا'، 'معجزہ بو جمل'، 'معجزہ گو سفند'، 'معجزہ سوسمار'، 'معجزہ سلمہ اکوع'، 'معجزہ عکرمہ'، 'معجزہ شق اقرم'، 'معجزہ درخت'، 'معجزہ مادہ آہو' یہ سب فطرتی نظائر 'معجزہ ہرنی'، 'معجزہ معراج آنحضرت'، 'معجزہ کافر یثیبا اور 'معجزہ انگشتری بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں نبی کریمؐ کا سر لپا اور مناجات غویہ شامل ہیں۔

نمونہ کے طور پر 'معجزہ ستون' سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہے یہ طرفہ معجزہ اے مومنو

گوش دل سے کان دے کر تم سنو

تھا مہنت کی جو مسجد میں ستون

آپ سے اس کو محبت تھی فزوں

کر کے تکیہ اوس ستون کو آپ بھی

خطبہ پڑھتے تھے ہمیشہ خود ہی

بعد مدت کے جو منبر بن گیا

آپ نے خطبہ کو جا کر وہاں پڑھا

یعنی آئے جب نہ حضرت اس کے پاس

اڑ گئے ہیں دردِ فرقت سے حواس

دو یا فرقت میں ستون کیا زار و زار

جاری آنسو تھے کہ ابر تو بہار

دیکھ کر اصحاب اس کا ماجرا

تھے تعجب میں الہی کیا ہوا

الغرض کی آپ سے جا التماس

آج مسجد کا ستون ہے کیوں اواس

آپ نے فرمایا سن کر اے انبی

یعنی الفت کا نتیجہ ہے یہی

(۵۸)

محافل میلاد میں بیان معجزات کا مقصد فقی سے زیادہ اصلاحی و تبلیغی رہا ہے تاکہ سیدھے سادے انداز کی ان مسلسل تفکروں سے ہزاروں عوام بہرہ ور ہو سکیں۔ عامۃ الناس اپنی نزاکتوں سے نا آشنا تھے۔ اس

لئے ان کے ساتھ عوامی زبان میں مذہبی موضوعات پر گفتگو کرنے کی ضرورت تھی۔ اس لحاظ سے اس قسم کی مکتوبات نبی کریمؐ کی سیرت و سوانح اور معجزات و فضائل کے عام کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوتی رہی ہیں۔

مولانا عبداللطیف فرنگی علی (م ۱۸۶۸ء)

مولانا عبداللطیف فرنگی علی ۲۱ شعبان ۱۲۳۹ھ کو کھنؤ میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ صرف و نحو کی کتابیں اپنے والد ماجد مولانا امین اللہ سے پڑھیں۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد دیگر علمائے فرنگی علی سے اکتساب فیض کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد باندہ، جون پور اور حیدر آباد کے دینی مدارس کی خدمت کرتے رہے۔ ۲۹ شعبان ۱۲۸۵ھ ر ۱۸۶۸ء کو انتقال ہوا۔ حیدر آباد دکن میں شاہ یوسف قادری کے مزار کی پانچویں مدفون ہیں۔

مولانا کی تصنیفات کی تعداد چالیس تک پہنچتی ہے۔ ان میں نظم الدرر فی مسلک شق القمر اور نور الایمان فی آثار حبیب الرحمن (۶۹) معجزات نامے ہیں۔ ان میں نبی کریمؐ کے معجزات کو استاد کے ساتھ وضاحت و صراحت سے بیان کیا گیا ہے اور واقعات کی صحت بیان کا کما حقہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ انہوں نے شعوری کوشش کی ہے کہ جامعیت اور اختصار کے ساتھ سادہ اور عام فہم الفاظ میں نبی کریمؐ کے معجزات بیان کئے جائیں۔

مولانا فتی علی خاں بریلوی (م ۱۸۷۹ء)

مولانا فتی علی خاں بریلوی معروف عالم اور فقیہ تھے۔ مسلک کے لحاظ سے حنفی اور پٹنہ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۳۰ء میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے تمام کتب درسیہ اپنے والد ماجد مولانا رضا علی سے پڑھیں۔ سید آل رسول مارہروی سے باطنی فیض پایا۔ ۱۸۷۸ء میں حج بیت اللہ کیا۔ ۱۸۷۹ء میں انتقال ہوا۔

مولانا فتی علی خاں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ ”سرور القلوب فی ذکر المحبوب“ بیان میلاد و معراج پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ دراصل ان کی سیرت طیبہ سے متعلق کتاب وسیلہ النجات کی تفسیر ہے۔ اس میں عالمانہ انداز سے تمام واقعات کو استاد کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اوقات الاہام لما بھی عمل الملوہ والقیام، میلاد و قیام سے متعلق مباحث پر جتنی ہے۔ انوار جمال مصطفیٰ میں تخلیق کائنات کا سبب، نور محمدی کی محافظت، پیغمبروں کی دعائیں، آسمانی کتابوں میں حضورؐ کی توصیف، حضورؐ کی ولادت باسعادت، غسل ابریق، بیت اللہ کا جھکنا، حلیمہ سعدیہ کا خواب، حلیمہ سعدیہ کا دودھ پلانا، گوارہ برکات، چاند کا باتیں کرنا، پتھروں کا موم ہو جانا، حضرت عبدالملک کی کفالت، راہبوں نے نبوت کی تصدیق کی، وحی اول کا نزول، ہجرت حبش، حضرت عمرؓ کا قبول اسلام، حضورؐ کا سفر طائف، ہجرت مدینہ، وصال مبارک، فضائل و شمائل، رسالت، معجزات، معراج شریف، درود شریف کے فضائل اور بیان قرآن، نماز و قیوم کے عنوانات ہیں۔

حضور کی ولادت باسعادت کے بیان سے ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

”حضرت آمنہؓ سے روایت ہے کہ جب آپؐ تولد ہوئے چار عورتیں کہ مکہ کی عورتوں سے مشابہت نہ رکھتی تھیں آسمان سے اتریں، میں ان کو دیکھ کر ڈری، کہا خوف نہ کر، ہم چاروں خواہ سارہ و باجرہ و آسیہ ہیں۔ حوا کے پاس سونے کا طہق اور سارہ کے پاس ابرق نقرہ آب کوثر سے بھرا اور باجرہ کے پاس عطر ہشتی اور آسیہ کے پاس مندریل سبز، پھر انہوں نے حضرت کو اس طشت ذریں آب کوثر سے نہلایا اور مندریل سبز سر مبارک پر باندھ کر عطر بہشت اس میں مل دیا اور آپؐ کو آمنہؓ کی گود میں لٹایا۔“ (۶۱)

”نور جمال مصطفیٰ“ میں ولادت سے وفات تک کے تمام اہم واقعات اور خصائل و شمائل کی پوری تفصیلات بھی درج ہیں۔ اس لحاظ سے اس میں جامعیت کا وصف موجود ہے نیز اس میں تاریخی تسلسل کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ اسلوب پر اثر ہے، مناظرانہ اور شہدوانہ انداز سے پرہیز کیا گیا ہے۔ ایک ایک لفظ سے عشق نبویؐ نمایاں ہے۔

بدر الدین عرف غلام دستگیر قادری

بدر الدین نے نبی کریمؐ کے میلاد اور عقلمت و شان کے بیان میں میلاد نامہ بعنوان ”حدیقہ میلاد“ ۱۸۷۰ء میں لکھا۔ یہ ۸۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کی طباعت نول کشور لکھنؤ سے ہوئی۔ (۶۲)

مولوی عبدالرحیم ہادی

مولوی عبدالرحیم ہادی نے ”میلاد رحمۃ الرحیم“ ۱۳۸۸ھ ۱۹۷۱ء میں لکھا۔ پورا میلاد نامہ چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہے اور شیخ غلام علی ایڈیٹر تاجران کتب کشمیری بازار لاہور کا مطبوعہ ہے۔ سال اشاعت نہیں لکھا گیا۔ عبدالرحیم ہادی نے اپنے دیباچہ میں لکھا ہے:

”میں نے ایک کتاب ”روستہ الصمیم“ تالیف کی تھی جس کی برکت سے بہت سی بدعتیں ختم ہو گئیں لیکن بعض دوستوں نے کہا ہے کہ کتاب ختم ہونے تک بعض جگہ کے لوگ آتے نہ لگتے ہیں اس واسطے عاجز نے اختصار کر کے میلاد نامہ ”رحمۃ الرحیم فی ذکر نبی اکرمؐ“ نام رکھا ہے۔“ (۶۳)

اس میلاد نامے میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ جگہ جگہ ان کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں، جہاں سے میلاد نامے میں مندرج روایات اخذ کی گئی ہیں۔ عبارت نہایت سلیس، رواں اور فصیح ہے۔ بیشتر واقعات کے بیان میں مصنف نے شاعرانہ انداز اختیار کیا ہے۔ ترتیب و مواد کے اعتبار سے اس کے موضوعات عام میلاد ناموں کی طرح سے ہیں۔ مثلاً نور محمدیؑ کے سلسلہ میں روایات، ولادت باسعادت، ایام رضاعت کے حالات، معجزات اور تفصیلی تذکرہ معراج مبارک، خصائل رسول اکرمؐ اور اس کے بعد وفات حسرت آیات

کا بیان ہے۔ نور محمدیؑ کے بیان میں مصنف نے ”وقائق الانبیاء“ اور ”دارالبعان“ کی روایت کو اختصار سے لکھا ہے۔ اس میلاد نامے میں ایک ایسی روایت بھی بیان کی گئی ہے جو دوسرے میلاد ناموں میں تو نہیں ملتی لیکن مذہبی روایات میں درایت کو کلام میں لانا عقلاً اور عقیدتاً درست نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

”اللہ تعالیٰ نے حکم دیا سب اس نور معظم کی طرف دیکھیں۔ جس نے سر کو دیکھا، بادشاہ ہوا۔ آنکھوں کو دیکھنے والا حافظ قرآن ہوا۔ ہونٹ اور داڑھی دیکھنے والا خوبصورت اور روزہ دار، جس نے حلق کو دیکھا واعظ اور موعظ، جس نے بازو دیکھے وہ بہادر، جس نے سینے کو دیکھا عالم و مجتہد، جس نے پلو کو دیکھا عازمی ہوا اور جس نے حکم کو دیکھا صابر و زاہد ہوا، جس نے اس کی طرف نہ دیکھا وہ کافر کہلایا۔“ (۳۳)

نور محمدیؑ کی ایک روایت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

”رسول اکرمؐ کا نور بارہ ہزار سال تک تھائی کے عالم میں عبادت کرتا رہا۔ پھر حق تعالیٰ نے اس نور سے موتی بنایا اور جلال کی نظر سے اسے دیکھا تب وہ موتی پانی ہو کر ہزار سال تک بہتا رہا۔“ (۳۵)

اکثر میلاد ناموں میں اس روایت کی مدت میں اختلاف ہے۔ یہ فطرت انسانی کا خاصہ ہے کہ عقل و دانش سے بالاتر معاملات کے بیان میں اکثر و بیشتر اقراط پر تقریب سے کام لیا جاتا ہے۔ اس کی صداقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اس لئے ہر میلاد نگار نے جداگانہ اور مغفرو انداز اختیار کیا ہے۔ ان میں سے کچھ روایات نبی کریمؐ نے خود بیان فرمائی ہیں جیسے عالم بالا کی کیفیات اور قبل از تخلیق کائنات کے حالات بیان فرمائے ہیں۔ ان روایات کے صحیح ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ نور محمدیؑ کی روایات کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے جیسے اکثر میلاد نامے ایک دوسرے کے سامنے رکھ کر مرتب کئے گئے ہیں۔ اور ان روایات کو صرف یہ تبدل الفاظ دوسرے میلاد نامے میں نقل کر دیا گیا ہے۔ جیسے درج ذیل روایت کم و بیش ہر میلاد نامے میں مندرج ہے اور اس میں بھی اسی طرح منقول ہے :

”اللہ تعالیٰ نے اس نور کے دس حصے کئے۔ پہلے حصے سے فرشتے دوسرے سے قلم تیسرے سے لوح محفوظ چوتھے سے چاند پانچویں سے سورج چھٹے سے ہشت ساتویں سے دن آٹھویں سے فرشتے نویں سے کرسی اور دسویں سے حضورؐ کی روح مبارکہ کو پیدا کیا۔“ (۳۶)

مولود رحمۃ الرحیم میں احاسات کا باب علیحدہ قائم کیا گیا ہے اور اس میں ”شواہد النبوت“ اور ”روئے الاحباب“ وغیرہ کتب سیر سے روایات اخذ کی گئی ہیں۔ پیدائش کے وقت کی اور بہت سی کرامات و معجزات کو بھی اس میلاد نامے میں دہرایا گیا ہے۔

اس میلاد نامہ میں معجزات کے بیان میں ان کتابوں کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں جن سے ان معجزات کی روایات اخذ کی گئی ہیں۔ مثلاً ترمذی شریف۔ نسائی۔ ابو مسلم۔ ابن ماجہ۔ تاریخ طبری اور عجائب القصص

نہیہ اس میں بخاری شریف کے حوالے سے ایک معجزہ نقل کیا گیا ہے۔

”الحمد کی لڑائی میں حضرت جابرؓ کے پیر بزرگوار شہید ہوئے۔ بہت سا قرض چھوڑ گئے۔ باغ میں جتنا میوہ پیدا ہوا۔ قرض خواہوں کو دینے لگے لیکن وہ راضی نہ ہوئے۔ اس لئے کہ قرض اس کی قیمت سے بہت زیادہ تھا۔ جابرؓ نے یہ حال آکر حضورؐ کے سامنے عرض کیا۔ نبی کریمؐ تشریف لائے اور کھجوروں کے ڈھیر کے آس پاس تین یا چار گھوٹے اور بیٹھ کر فرمایا کہ تو نا شروع کرو۔ تب سارے قرض خواہ تولتے لگے یہاں تک کہ سارا قرض ادا ہو گیا اور کھجوروں کا ڈھیر بدستور باقی رہا۔“ (۶۷)

میلادِ رحمتہ الرحیم میں میلاد و معجزات کے بیان میں اسناد و حوالہ جات نے اسے بہت وقیع بنا دیا ہے۔ زبان صاف، شستہ اور معیاری ہے اس لئے اس میں اصلیت کا زور اور واقعیت کا جوش بھی موزن ہے۔

مولانا نجم الدین عباسی

مولانا نجم الدین عباسی چنیا کوٹ کے رئیس تھے۔ انہوں نے ”ختم محمدیہ“ میں نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کا قصیدہ بہاریہ در تہنیت تولد شریف فارسی میں لکھا ہے۔ اس کے بعد اس میں درج ذیل عنوانات ہیں:

”محفل میں شمولیت کے لئے قصیدہ بزبانِ اردو، سبب تالیف، دیگر انبیاء پر فضیلت محمدی، نور محمدی، ولادت مبارکہ، معجزات ولادت، حلیہ مبارکہ، شاکل و خصائل، بیان معجزات، معراج شریف، وفات مبارکہ اور قطعہ تاریخ تصنیف۔“

ختم محمدیہ“ نثر کے ۷۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ مجلسی نقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے، چند منظومات بھی شامل کی گئی ہیں۔ متذکرہ بالا عنوانات کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور اسی نسبت سے اس کا نام ختم محمدیہ رکھا گیا ہے۔

نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے بیان سے نمونہ عبارت درج ذیل ہے:

”جب چمن پیرائے گلشن ایجاو نے چاہا کہ اس نورس بستان خوبی سرو جو بہار محبوبی کو اس سرابستان کون و فدا یعنی حدیقہ ایجاد میں منصف وجود پر جلوہ دے اور اس مبعوث باعث آفرینش کو پیدا کرے اور اس نو نمل چمن جمال کے نور حال سے دیدہ دیدار جوئے بلبلان شاخسار قدس و صاحب نظران افلاک و خاک کو نمل فرمائے۔ خازن رضوان کو حکم ہوا کہ ہاں بندوبست نشاط ہو۔ بستانوں کے دروازے کھلیں نوخیز جنات زیورات جو ہر اور موتیوں سے تلیں۔ قصور جنت ازسرنو سجائیں۔ حوران قصور بن خمن کے آنکس۔ گل بوئے آراستہ ہوں۔ صاف روش و راست ہوں۔ سرس شمد و لبن کی دیدہ مشتاق کی طرح جاری ہوں۔ مرقان خلد ہزار رنگ و برق شکفتہ خاطر سے نوا سنخ ترانہ ہوں۔ ساقیان سیمیں ساق ساغر زمردیں یا قوت سیال سے بھریں۔ خوش

نفسان روضہ رضواں فقر و نوا کا ساز تیار کریں۔ سرور سرایان سرائے بہشتن آہنگ
طرب تہا از کریں۔ طاووسان طناز رقص کنائں ہوں۔ نسیم بہار غنیم و عیسوی و خیر سے
مسکی۔ تو کہ سرور عالم فخری آدم سے ہر نگلی کوپے میں فرش چاندنی متاب تمہید پا ہے۔
ہر بہشتان میں آفتاب تاب گردش میں ہے۔ سپر کن جوان ہو کر کمر خدمت باندہ
کے ہمہ تن میا میزبانی برگزیدہ مہمان ہو۔ ہر جگہ گرم برہم سرور ہو۔“ (۶۸)

مولانا نجم الدین بیان میلاد میں عبارت آرائی، تراش و زیبائش اور مناجات لفظی زیادہ پسند کرتے ہیں۔
اور موضوع کی مناسبت سے معنی و مسجع بیان کا سانچہ وضع کرتے ہیں۔ عربی اور فارسی کے مشکل الفاظ و
ترکیب اور مغفل عبارت سے اپنا بیان سجاتے ہیں۔ ان کے فقرے کیسے طویل اور کہیں مختصر ہوتے ہیں اور
ان کی عبارات بھاری بھر کم الفاظ کے آہنگ سے فارسی کو مرعوب کر دیتی ہیں۔ ان کا طرز استدلال عالمانہ
ہے۔ انہوں نے صحیح روایات اور حدیث روایات کو مد نظر رکھا ہے۔ ان جملہ اوصاف کے پیش نظر ”فخر
محمدیہ“ کو قدیم وضع و اسلوب کے یادگار اور نادر میلاد ناموں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

شیخ محمد عنایت علی

شیخ محمد عنایت علی نے ”مولود شریف منظوم“ لکھا ہے۔ یہ مثنوی ۷ صفحات پر مشتمل ہے اور اللہ آباد
سے ۱۸۷۱ء میں شائع ہوئی۔ (۶۹)

مقرب علی خان

مقرب علی خان نے آپ کا علیہ مبارک ۲۰ صفحات میں نظم کیا ہے۔ یہ مثنوی ۱۸۷۱ء میں لدھیانہ سے
پہلی بار اشاعت پذیر ہوئی۔ (۷۰)

خواجہ محمد اشرف علی

خواجہ محمد اشرف علی بن خواجہ غلام علی نقیب الاولیاء نے میلاد نامہ بعنوان ”راحت العاشقین فی ذکر
میلاد محبوب رب العالمین“ ماہ شعبان سنہ ۱۲۴۰ھ (۱۸۷۳ء) میں لکھ کر والدینی رامپور، نواب سید کلب علی
خان کے نام معنون کیا۔ یہ مولف کا لکھا ہوا وہی نسخہ ہے جو نواب صاحب کی خدمت میں پیش ہوا تھا۔ یہ
میلاد نامہ دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں ذکر ولادت اور دوسرے باب میں احوال معراج الہی ہیں۔
آخر میں وفات مبارکہ کا بیان ہے۔

یہ مخطوط ۲۰ اور اوراق پر مشتمل ہے۔ پوری کتاب میں منہری اور رنگیں جدولیں ہیں۔ خط اچھا نستعلیق
روشنی سیاہ اور سرخ اور کاندہ باریک ولایتی ہے۔ (۷۱)

مولوی عبد السمیع بیدل رامپوری

مولوی عبد السمیع بیدل رامپوری نے ”راحت القلوب فی مولد المہجوب“ نظم و نثر کے ۱۳ صفحات پر

مشتمل ۱۸۷۳ء میں لکھا۔ اس کے عنوانات درج ذیل ہیں :

پیدائش نور محمدیؑ، روضہ انور کی تفصیلات، نبی کریمؐ کے فضائل و مناقب کا بیان، تمام عالم کا آپؐ کی وجہ سے پیدا ہونا، خوا کی پیدائش اور آدم سے نکاح ہونا، طہارت نسب نبی کریمؐ، ظہور و آثار اور انوار آنحضرتؐ، در آیا و اجداد، ذکر حضرت عبدالمطلبؑ، نکاح حضرت عبداللہ یا حضرت آمنہؑ، وقائع ایام حمل، وفات حضرت عبداللہؑ، بیباں ولادت شریف، عجائب وقائع ولادت شریف، ظہور انور، تاریخ ولادت کا تصدیق، آغاز شیر خواری، ولائل اثبات مولد شریف، حلیمہ سعدیہ کا دودھ پلانا، ظہور برکات و معجزات در ایام رضاع، شق صدر، حکمت شق صدر، وفات حضرت آمنہؑ، ایمان والدین آنحضرتؐ، تربیت عبدالمطلبؑ، وفات عبدالمطلبؑ، تنفیض تربیت یا ابوطالب، اقسام وحی اور حلیمہ شریفہ۔

بیدل رامپوری نے اس تصنیف میں صحت روایات پر بہت نظر رکھی ہے اور معتبر و مستند کتابوں سے جانچا حوالے نقل کئے ہیں۔ یہ پہلا میلاد نامہ ہے جس میں نبی کریمؐ کے والدین کے ایمان کو مستند حوالہ جات اور ولائکل سے ثابت کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اقتباس درج ذیل ہے :

”شیخ شہاب الدین تمہلانی نے نبی کریمؐ کا اعجاز لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ماں باپ کو زندہ کیا اور وہ دونوں حضرت پر ایمان لائے چنانچہ علامہ قرطبیؒ وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی۔ نبی کریمؐ کا یہ خاص ٹھہرا کہ آپؐ کے سبب بعد موت بھی ایمان لانا معتبر ہوا اور یہ قول امام اعظمؒ کے خلاف نہیں جو فقہ اکبر میں مذکور ہے اس لئے کہ حدیث میں بعد موت زندہ ہونا اور ایمان لانا وارد ہوا ہے اور ظاہر ہے یہ حدیث روایات عدم اذن و عافی مغفرت سے متاخر ہے اس لئے کہ قصہ ایمان آمنہؑ کا جتہ ابوداؤد میں واقع ہوا ہے پس تعارض احادیث کا شبہ بھی اٹھ گیا اور جو بعض علماء نے اس پر اعتراض کیا ہے۔ شامی شارح در مختار نے سب شبہات کا جواب دیا ہے۔ جلال الدین سیوطیؒ نے کہا اگرچہ یہ مسئلہ اختلافی ہے لیکن میں نے قول قائلین نجات کا اختیار کیا ہے کیونکہ یہ اوپ کا مقام ہے اور مواہب اللدنیہ میں ہے خبر وار، خبر وار ذکر والدین حضرت کا برائی کے ساتھ نہ چاہئے اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچتی ہے۔ اور آپؐ کو ایذا پہنچانا کفر ہے۔ نبی کریمؐ کے والدین کے بارے میں ہم زر قافی کا بیان نقل کر چکے ہیں یعنی پس کہہ دے کہ وہ دونوں نجات پائے ہوئے ہیں اور جنت میں ہیں۔“ (۷۲)

مولوی عبدالمسیح بیدل نے اپنے میلاد نامہ میں اپنے موقف اور بیان کو مستند بنانے کے لئے جانچا کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ اس طرح ان کا یہ میلاد نامہ اپنی اس خاص تحقیقی نوعیت کی وجہ سے جامع، مکمل اور عالمانہ میلاد نامہ کا درجہ اختیار کر گیا ہے۔ اور اسی میں اس کی مقبولیت کا راز پنہاں ہے۔

متذکرہ بالا میلاد نامے کے علاوہ میلادی روایات اور اثبات میلاد کے سلسلہ میں ان کی کتاب ”دافع الادہام فی محفل خیر الایام“ اس موضوع پر بہت اہمیت کی حامل ہے۔

محمد غلام اکبر خان

محمد غلام اکبر خان نے نبی کریمؐ کے معجزات ”میرہاں الہامیہ“ کے عنوان سے نظم کئے۔ یہ مثنوی آٹھ صفحات پر مشتمل ہے جو دہلی سے ۱۸۷۳ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ (۷۳)

تجمل رسول خان

تجمل رسول خان نے نبی کریمؐ کے پانچ معجزات کو ”پنج اعجاز“ کے نام سے نظم کیا۔ آٹھ صفحات پر مشتمل اس مثنوی کی دہلی سے ۱۸۷۳ء میں اشاعت ہوئی۔ (۷۴)

محمد محمود

محمد محمود کی مثنوی بعنوان ”ہمار نعت اور مولود شریف“ دہلی سے ۱۸۷۳ء میں شائع ہوئی۔ (۷۵) یہ منظوم میلاد نامہ ۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

نواب نیاز احمد خاں

نواب نیاز احمد خاں کا منظوم میلاد نامہ ”مولود رسول اکرمؐ“ ۳۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بیان میلاد، نور محمدی، سلسلہ نسب آنحضرتؐ، تولد نامہ مبارک، سلام، واقعہ معراج شریف، قصہ حضرت بلالؓ، قصہ وائی حلیمہؓ اور فضائل درود شریف کے عنوانات ہیں۔ یہ میلاد نامہ ۱۸۷۵ء کا مطبوعہ ہے اور اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔

بیان میلاد سے چند شعر نمونہ کے طور پر درج ذیل ہیں:

نہ کیوں فرط فرحت سے پھولے بدن

کہ لکھتا ہوں میلاد گل پیڑہن

کہ خالق کو جس دم یہ آیا خیال

رسالت کے گھزار کا نونال

ہو شمشاد ساں زیب باغ جمال

ہو امت پر اپنی وہ سایہ کنال

ہو اس گل کی نکلت زمانے میں عام

معطر ہو اس بو سے سب کا مشام

ہو سب ظلمت کفر عالم سے دور

ہو قرش زمیں رشک افزائے طور

ہو اس دین روشن کو اس سے فروغ

ہوں سب دین اس کے سبب بے فروغ

و شنبہ کا دن وقت تھا صبح کا

کہ مکہ میں وہ شاہ پیدا ہوا

زمیں پر قدم لائے خیر الانام

کو ہر تعظیم حضرت قیام

(۷۶)

نواب نیاز احمد خاں کے میلاد نامے میں زبان و بیان کی متعدد خوبیاں ہیں۔ اس میں حسن الفاظ، بے ساختگی، تکرار الفاظ، رعایات لفظی اور تشبیہات وغیرہ خاص طور پر ذکر کے قابل ہیں۔ انہوں نے بیان میلاد میں الوہیت و نبوت کے مدارج و مراتب کو ملحوظ رکھا ہے۔ قرآن و حدیث کے متعدد حوالے ان کی علیت کا ثبوت ہیں۔

سید وزیر حسین رضوی

سید وزیر حسین رضوی بن سید ثابت علی علاقہ بھرت پور کے باشندے تھے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان ”میلاد مصطفیٰ“ ۱۳۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ میلاد نامہ نثر میں ہے۔ مجلسی تقاضوں اور موقع کی مناسبت کے لحاظ سے بیان نثر میں جا بجا شعری ٹکڑے مصنف اور دیگر شعراء کے بھی موجود ہیں۔ اس کا سال تصنیف ۱۸۷۵ء ہے جبکہ مصنف سیتاپور میں بطور ایکسٹرا اسٹنٹ کسٹرن تعینات تھا۔ مصنف عقیدہ کے لحاظ سے شیعہ تھا اور اسے اپنے اس عقیدہ کی وجہ سے احساس تھا کہ اس میں کوئی عبارت خلاف طبع فریقین تحریر نہ ہو:

”خاصی کو یہ شوق دامن گیر تھا کہ حصول ثواب کے لئے میلاد رسالتاب

روایات صحیحہ کتب معتبرہ سے پائیں شرط انتخاب کر کے چند اوراق تحریر کرے کہ

فریقین میں سے کسی کے خلاف طبع نہ ہو۔“ (۷۷)

اس خیال کے مد نظر مصنف نے میلاد نامہ تالیف کر کے شیعہ علماء میں مولوی بندہ حسین، سید محمد رضا، مولوی ثار حسین سیتا پوری، منشی عابد علی سندیلوی اور حنفی علماء میں مولانا مظہر علی غازی پوری اور مولوی عبدالغنی دہلوی کو دکھایا۔ اس کے بعد اس کی اشاعت کی نوبت آئی۔ اس احتیاط کے باوجود اس پورے میلاد نامہ پر مخصوص رنگ شیعیت غالب ہے۔ اور کئی مقامات پر شیعہ مسلک کی واضح جھلک نظر آتی ہے مثلاً حمد و نعت کے بعد مصنف نے منقبت حیدر کرار علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھی ہے۔ میلاد نامہ کے آخر میں مناجات بکشور امیر علیہ السلام و امام حسینؑ اور مناقب حضرت علیؑ اور امام حسینؑ لکھتے ہیں۔ نور محمدیؑ کی تقسیم کسی میلاد نگار نے اس طرح نہیں کی جس طرح اس مصنف نے اپنے مخصوص عقائد کے تحت لکھی ہے۔

بیان ملاحظہ ہو:

”نور محمدیؑ ہمیشہ اصحاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں نقل کرتا رہا تاہیں کہ پشت حضرت

عبدالملک میں، جبکہ پشت حضرت عبدالملک میں آیا دو ٹکڑے ہوئے ایک ٹکڑا

پشت عبداللہ میں رکھا اور ایک ٹکڑا پشت الی طالب میں کہ حضرت کو پیغمبری اور برکت دی اور علیؑ کو فصاحت و بلاغت اور شجاعت و نیابت آپ کی بخشی اور نام اپنے رسول اور ان کے بھائی کا مشق کیا اپنے نام سے یعنی خداوند عالم محمود ہے اور یہ محمدؐ ہیں اسی طرح نام خدائے کریم اعلیٰ ہے اور ان کے بھائی کا نام علیؑ ہے۔

جب کیا خالق نے اپنے نور واحد کو دو نیم
ایک امام اس میں ہوا اور ایک پیغمبر ہوا
(۷۸)

یہ مصنف کی اپنی خود ساختہ نور محمدیؐ کی تقسیم ہے اس کے لئے اس نے کسی بھی کتاب کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو، اس میں بھی شیعہ علماء کے مخصوص انداز کی جھلک واضح اور نمایاں ہے:

”جناب محمد مصطفیٰؐ خدا کا نبی ہے علی مرتضیٰؑ اس کا وصی ہے۔ وہ خدا کا رسول

ہے یہ اس کا وصی مقبول ہے۔ وہ بشیر و نذیر ہے، یہ اس کا وزیر ہے۔ وہ حبیب رب

المعالمین ہے، یہ پیشوائے عارفین ہے وہ مصطفیٰ ہے، یہ مرتضیٰ ہے، وہ حجت اللہ ہے،

یہ اسد اللہ ہے۔“ (۷۹)

اس میلاد نامے کو بارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے تاکہ یکم تا سہ ربیع الاول ہر روز ایک باب محفل میلاد میں پڑھا جاسکے۔ ان ابواب کے عنوانات درج ذیل ہیں:

فضائل و کرامت نور ظہور آنحضرتؐ متصل ہونا نور کا آسمان سے مطلب حضرت آدمؑ میں، حضرت آمنہؑ

اور حضرت عبداللہ کا نکاح، نور محمدیؐ سے حضرت آمنہؑ کا حاملہ ہونا، حالات حمل آنحضرتؐ و معجزات ایام

حمل، حمل کے نو ماہ پورے ہونا اور ذکر سرور قبل تولد، در بیان تولد آنحضرتؐ، آنحضرتؐ کو عبدالمطلب کا گود

میں لینا، بیان رضاعت اور معجزات، بخاندانی حلیمہ سعدیہ، آنحضرتؐ کی حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے شادی اور

معجزات راہ شام، در بیان حالات معراج آنحضرتؐ اور در حالات وفات آنحضرتؐ۔

اس میں چند مقامات پر مصنف نے جلاء العیون، عیوان الاخبار الرضا اور مجالس شیخ صدوق و کلینی

وغیرہ کی کتابوں کے حوالوں سے روایات بیان کی ہیں۔

نبی کریمؐ کے خشک درخت کھجور کو سرسبز کرنے کے معجزہ کے بیان سے نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

”محسن خدیجہؓ میں ایک درخت خرماء کہ خشک تھا وہ سالہا سال سے کہا خدیجہؓ نے

کہ اے محمدؐ میں اس درخت سے رطب کھانا چاہتی ہوں غیر فصل میں پس آپؐ گئے

طرف درخت کے اور ہاتھ رکھا اس پر اور ہلایا اور کہا میں کون ہوں پس کہا درخت

نے بزبان فصیح کہ سنا سب نے جو حاضر تھے کہ تو پیغمبر آخر الزماں بشیر و نذیر محمدؐ پر

عبداللہ سردار اولین و آخرین ہے پس قربایا آپؐ نے کہ ہو جا تو سرسبز و بار آور جیسا

کہ تھا شباب میں پس وہ درخت حرکت میں آکر سرسبز ہو گیا اور رطب تازہ سے بار

آور ہو گیا اور کھائے رطب آپ نے اور جملہ حاضرین نے۔" (۸۰)

وزیر حسین رضوی نے قوی، ضعیف، صحیح اور غلط ہر قسم کی روایات بیان کی ہیں۔ اور اس قسم کے مواد سے فائدہ اٹھا کر اپنے مخصوص عقائد کو بھی بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ نامتبر روایات اور حکایات کو اس قسم کے مصنفین نے اس آب و رنگ سے بیان کیا ہے کہ یہ روایات گھر گھر پھیل گئیں اور عوام نے انہیں عقیدت کی وارفتگی میں قبول کر لیا جس سے صحیح معجزات بھی اس کے پردہ میں چھپ کر رہ گئے ہیں۔

محسن الملک سید مہدی علی (م ۱۹۰۷ء)

محسن الملک سید مہدی علی ۱۸۳۷ء میں اٹوہ میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی کی تعلیم حاصل کر کے کلکٹری میں ملازم ہو گئے اور سر رشتہ داری کے مدارج طے کر کے ۱۸۶۱ء میں تحصیلدار ہو گئے۔ ۱۸۷۳ء میں ریاست حیدر آباد نے انہیں انسپکٹر جنرل مالیات مقرر کر دیا۔ ۱۸۹۳ء میں پنشن لے کر علی گڑھ آ گئے اور تحریر و تقریر سے سرسید کی معاونت کرنے لگے۔ ان کے اسلوب میں خطابت زیادہ تھی۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۰۷ء میں شملہ میں انتقال ہوا مگر علی گڑھ میں سرسید کے برابر دفن کئے گئے۔ سرسید کی خصوصیات محسن الملک میں بھی نظر آتی ہیں۔ ان کے اسلوب بیان میں صداقت کا اظہار ہے۔ ان کے مضامین، تقاریر اور مکاتیب کے مجموعے چھپ چکے ہیں۔

محسن الملک کی پہلی تصنیف رسالہ "میلاد شریف" ہے۔ اس کا ایک نسخہ اسلامیہ اسکول اٹوہ کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ (۸) انہوں نے یہ رسالہ مولود خوانی کے شوق میں لکھا تھا اور اس میں مولوی محمد عنایت حسین الاعظمی سے اصلاح لی تھی۔ یہ رسالہ میلاد ۱۸۶۰ء میں مطبع نول کشور سے طبع ہوا۔ جب موصوف کلکٹری میں سر رشتہ دار تھے۔ اس رسالہ میں عام میلادی روایات بیان کی گئی ہیں۔ اس میں تحقیق کی بجائے تھید کا رنگ غالب ہے۔ عبارت ایک خاص طرز کی ہے جس میں جابجا مثنوی مولانا روم کے اشعار نے ایک خاص لطف و کیف پیدا کر دیا ہے۔

قاضی غلام علی مری (م ۱۸۷۹ء)

قاضی غلام علی بمبئی کے معروف اہل علم و فضل مری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ "غلام علی مدارج نبی" سے ان کی تاریخ وفات ۱۳۹۹ھ نکلتی ہے۔

ان کا میلاد نامہ منظوم "مبصباح المجالس" ۳۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے میلاد کی محفلوں میں یکم ربیع الاول سے بارہ ربیع الاول تک روزانہ ایک مجلس پڑھے جانے کی غرض سے بارہ مجالس میں تقسیم کیا گیا ہے۔ انہی بارہ مجالس میں آپ کی سیرت و میلاد کے اہم موضوعات نور محمدی، ولادت و رضاعت، بچپن و جوانی، بعثت و نبوت، معراج و معجزات، وفات مبارکہ اور خصائل و شمائل کا بیان ہوتا ہے۔ ان کے اشعار میں

سادگی اور روایتی کا حسن اور تاثر غالب ہے۔

آپ کے ظہور قدسی کے بیان سے نمونہ کے طور پر چند شعر درج ذیل ہیں :

کھلا گل گلشن جاو و کرم کا
ہوا ظاہر گھر درج قدم کا
ہوا گھر آمد کا ان سے روشن
گئی ہے روشنی تا بہت گلشن
شعاع اس نور کا ساتوں فلک تک
گیا ہے اس گھڑی ملک ملک تک
عجب طالع ہوئے یادہ جہاں کے
ہوئے ہیں بخت رہبر انس و جاں کے
صیب حق شہنشاہ جہاں دار
ہمایوں گوہر دریائے اسرار
غرض وہ آفتاب جن و آدم
محمد مصطفیٰ سلطان اعظم
شکم سے جس گھڑی آئے ہیں باہر
دکھا نور اپنا اس صورت سے ظاہر
وہ زانو ہو دیں بیٹھے ادب دار
کئے سجدہ طرف کعبے کے یک بار
یقین شکر الہی میں اسی دم
ہلال آسا ہوئی ہے پشت و خم
تھا تباہ نور رافت کا جبین پر
رکھے ہیں تارک طاعت زمیں پر
ہو شغل اس طرح طاعات رب سے
اٹھائے سر دیں خاک ادب سے
اوا کر سجدہ حق پھر اٹھا ہات
گئے کرنے دعائے پر کرامات

(۸۲)

قاضی غلام علی مہری کا میلاد نامہ اپنے موضوعات اور طرز اظہار کے اعتبار سے متنوع اور رنگ رنگ کیفیات و تاثرات کا حامل ہے۔ اس قسم کے معیاری میلاد ناموں نے صحت روایات اور زبان و بیان کی دلکشی کی وجہ سے میلاد نگاری کی روایت کو آگے بڑھایا۔

میر مظفر علی امیر

میر مظفر علی امیر نے نبی کریمؐ کے معجزات اور آپؐ کے شاکل و خصائل کے بیان میں ایک مختصر مثنوی بعنوان "جراغ اعجاز" ۱۲ صفحات پر مشتمل لکھی جو لکھنؤ سے ۱۸۷۵ء میں چھپی۔ (۸۳) اس کے ہر صفحہ پر ۳ شعر ہیں۔

سید واجد علی تسخیر

سید واجد علی تسخیر کا منظوم میلاد نامہ ۱۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ لکھنؤ سے ۱۸۷۵ء میں شائع ہوا۔ (۸۴)

محمد ناصر علی غیاث پوری

محمد ناصر علی غیاث پوری کا منظوم معراج نامہ بعنوان "ناصر العاشقین" ۳۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ بھی لکھنؤ سے ۱۸۷۵ء میں پہلی بار چھپا۔ (۸۵)

شاہ محمد امین الدین قیصر

شاہ محمد امین الدین قیصر نے "مگدستہ نبوت" کے عنوان سے نبی کریمؐ کی شان بیان کی ہے۔ یہ مثنوی ۱۱ صفحات پر مشتمل ہے اور دہلی سے ۱۸۷۶ء میں چھپی۔ (۸۶)

محمد نصر اللہ خان

محمد نصر اللہ خان نے منظوم میلاد نامہ ۱۸۷۶ء میں لکھا۔ اس کی ضخامت ۲۳ صفحات ہے اور اس کی طباعت دہلی سے ہوئی۔ (۸۷)

شیخ لعل

شیخ لعل کا پورا نام اسماعیل، حافظ تخلص تھا۔ احمد نگر کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کا نام حاجی غلام حسین تھا۔ شیخ لعل نے ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۷ء میں "حافظ الاسلام" کے عنوان سے نظم و نثر میں معجزات و راستاب لکھے ہیں۔ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

حافظ اسلام جانو جو ہر ایمان ہے
قدر اس کی وہ ہی جانے گا جسے پہچان ہے
(۸۸)

حافظ الاسلام کی ضخامت ۲۲۳ صفحات ہے۔ نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے وقت کے معجزات کے بیان سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”آنحضرت جب تولد ہوئے۔ اس وقت جتنے بت پرست روئے زمین پر تھے۔

ایک رات اور ایک دن سب کے سب گنگ رہے اور چودہ کنگرے محل سے نوشیرواں کے گر گئے۔ یک یک محل میں لرزہ آگیا اور آتش کدہ قارس ہو مدقوں سے روشن تھا بجھ گیا اور جتنے بت زمین پر تھے سب کے سب اوندھے سر زمین پر گر گئے۔“ (۸۹)

شیخ لعل کا اسلوب بیان اتنا دلکش ہے کہ اس میں حسن کاری کی تمام صفات وقار، پاکیزگی اور دانتھیت کے ساتھ موجود ہیں۔ انہوں نے معجزات نبویؐ کو بڑے ذوق و شوق اور والہانہ پن سے بیان کیا ہے۔

مولانا حافظ عبدالعلی نگرانی (۱۸۷۹ء)

مولانا حافظ عبدالعلی نگرانی ۱۳۳۱ھ میں گرام (مضافات لکھنؤ) میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالعلی نے لکھنؤ کے علمائے کرام سے استفادہ کیا اور قاضی عبدالکریم نگرانی سے اخذ طریقت کیا۔ ۱۳۹۶ھ / ۱۸۷۹ء کو اپنے وطن گرام میں وفات پائی۔

حافظ عبدالعلی متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ ان میں ”رسالہ مولد شریف“ بھی شامل ہے۔ (۹۰) انہوں نے اس میلاد نامے میں نبی کریمؐ کی ولادت و رضاعت، بچپن، جوانی، بخت اور معراج کے واقعات کو سادہ، سلیس اور دل آویز اسلوب میں بیان کیا ہے۔ میلاد نامے کے متن میں مشہور کتب احادیث اور کتب سیر کے حوالے بھی جا بجا لکھے گئے ہیں۔

عزیز الرحمن عرشی عازدی پوری

عزیز الرحمن عرشی محد قاضیاں عازدی پور میں پیدا ہوئے۔ ان کی زندگی کا زیادہ عرصہ کلکتہ میں گذرا۔ ان کا شہری معراج نامہ ”تقدیل عرش“ ۵۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی پہلی بار اشاعت ۱۸۸۰ء میں ہوئی۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ لیاقت میموریل لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔

عرشی نے معراج نامہ میں مستند اور مدلل کتابوں سے حالات اخذ کرنے اور اپنے استاد سے تصحیح و اصلاح کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھا ہے:

”میں نے حصول ثواب کے ارادہ سے احوال صداقت مآل معراج شریف جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چند کتابوں سے جو عند العلماء کامل و مدلل اور مستند ہیں، منتخب کر کے زیب قلم کیا اور جب یہ اختتام کو پہنچا تو استاد جناب مولوی سید عصمت اللہ کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کیا۔ ممدوح نے اس رسالہ کو زیور تصحیح سے آراستہ و پیراستہ کیا۔“ (۹۱)

اس معراج نامہ میں معراج کی رات کا پُر نور سماں، آسمانوں پر حضورؐ کے استقبال کی تیاری، براق کی شان، خدا تعالیٰ سے نبی کریمؐ کی گفتگو کا تذکرہ دیگر تغبیروں سے ملاقات، عالم ملکوت کے مشاہدے کی کیفیت اور اہل جنت و دوزخ کا حال لکھا ہے۔ مصنف نے معراج النبیؐ کے بارے میں عوام و خواص میں مقبول

تکلف روایات کو بیان کیا ہے۔ اپنے بیان کو واپس پھانے کے لئے موقع کی مناسبت سے چند منظومات بھی شامل کی ہیں۔

مصنف نے رشوت اور سود خوروں کا حال یوں بیان کیا ہے :

”پھر ایک اور گروہ کو دیکھا کہ شکم ان کے پھولے ہوئے ہیں۔ گنبد کی طرح اور ان کے بدن کا رنگ زرد ہے اور ان کے دست و پا آتش زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں اور گردنوں میں آتشیں طوق پہنے ہیں اور ان کے شکموں کے اندر لاکھوں سائپ“ پھوڑہریٹے بھرے ہوئے ہیں اور جب وہ اٹھنے کا قصد کرتے ہیں تب پیٹ کے پار گمراہ سے منہ کے بل گر پڑتے ہیں۔ اور چاروں طرف ان کے آگ کا عذاب ہو رہا ہے۔ پس جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ حال سود اور رشوت کھانے والوں کا ہے۔“ (۹۳)

عرشی نے معراج نامہ حسن استدلال اور ادبی شان کے ساتھ لکھا ہے۔ ان کے اسلوب میں جذبہ و جوش اور مذہبی حقیقت مندی کے عناصر غالب ہیں۔ کہیں کہیں منظومات سے بھی بات کو موثر بنایا گیا ہے۔ اس کے باوجود معراج کے بارے میں بیشتر بیانات کم و بیش دہی ہیں جو اس دور کے دیگر معراج ناموں میں رائج ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی (م ۱۹۳۱ء)

مولانا احمد رضا خاں ۱۳ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم انہوں نے اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں سے حاصل کی۔ حضرت شاہ آل رسول مارہروی کے دست مبارک پر سلسلہ قادریہ میں تربیت ہوئے۔ پیر و مرشد نے انہیں تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا کی۔ ۱۳۹۵ھ ر ۱۸۷۸ء میں پہلی بار حج بیت اللہ اور روضہ رسولؐ کی زیارت سے شرف ہوئے۔ دوسری مرتبہ ۱۳۲۲ھ میں اس سعادت سے نوازے گئے۔ ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو بریلی میں وفات پائی۔ مولانا موصوف معقولات و منقولات کے فاضل اور اپنے دور کے عظیم عبقری تھے۔ ان کا ترجمہ قرآن مجید ”کنز الایمان“ اردو تراجم میں اپنی مثال آپ ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی اردو، فارسی اور عربی زبانوں کے انشا پرداز، خطیب، واعظ، مناظر، قسیدہ، محدث، مفسر، مفسر، مصنف اور مولف تھے۔ شاعری میں بھی کامل و متکاہ رکھتے تھے۔ انہوں نے تقریباً تمام علوم میں علمی یادگاریں چھوڑی ہیں۔

”نقی القین مع تمہید ایمان“ ان کا میلاد نامہ ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۸۸۵ء ہے۔ اور ۱۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میلاد نامے میں آیات قرآنی و احادیث نبویؐ سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضورؐ سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ اس میں آپؐ کی ولادت مقدسہ سے لے کر حج مکہ تک کے تمام حالات و فضاائل پوری وضاحت اور تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں میلاد نبی کریمؐ سے متعلق بھی تمام احادیث و آیات جمع کی گئی ہیں۔ اس میلاد نامے میں چار باب ہیں اور ہر باب کا نام یکمل تجویز کیا گیا ہے۔

پیکل اول میں آیات جلیلہ پیکل دوم میں احادیث جمیلہ کا بیان ہے۔ پیکل دوم کی تائیش اول میں چند وحی ربانی، تائیش دوم میں ارشادات عالیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تائیش سوم میں طرق روایات حدیث تائیش چہارم میں صحابہ کبار کے آثار و اخبار اور اقوال علمائے کتب سابقہ مرقوم ہیں۔ ان سب روایات کو مستند مستند کتابوں سے اقتد کیا گیا ہے اور حاشیہ میں ان تمام کتابوں کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں نے میلاد نبویؐ کے بیان میں نثر کے علاوہ اپنی میلادیہ و نعتیہ شاعری میں بھی جا بجا اس موضوع کے حوالے سے کبھی نہ کبھی سنے والے چراغ روشن کئے ہیں۔ محافل میلاد میں مولانا احمد رضا خاں کا قصیدہ نور ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ یہ ۵۹ اشعار پر مشتمل ہے اور اس کے سبقتائیس (۳۷) مطلعے ہیں۔ صنائع بدائع، روزمرہ و محاورات، زور بیاں و برجستگی اور سلاست و روانی اس قصیدے کے نمایاں اوصاف ہیں۔ قصیدے کے مختلف اشعار ملاحظہ ہوں:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹنا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
تربی نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرا نا نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں، الٹی بول بالا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہم میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلوتا نور کا
زرے مر قدس تک ترے توسط سے مجھے
حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا
(۹۳)

مولانا احمد رضا خاں نے نبی کریمؐ کے میلاد اقدس کا جشن مناتے ہوئے اپنے اسی تذکرہ بالا قصیدہ میں ایک لحاظ سے قد جاو کم من اللہ نور و کتاب مبین کی تفسیر بیان کی ہے۔ نبی کریمؐ کے سراپا مطہرہ کے حوالے سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

پشت پر ڈھلکا سر انور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا
مصحف عارض پہ ہے خط شفیقہ نور کا
لو سیاہ کار و مبارک ہو قبلا نور کا
آب زر بٹتا ہے عارض پر پینہ نور کا
مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونہ نور کا

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
 تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا
 تو ہے سایہ نور کا ہر عضو نکلا نور کا
 سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا
 وضع واضح میں تری صورت ہے معنی نور کا
 یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا
 سرکیں آنکھیں حریم حق کے وہ منکس غزال
 ہے فضائے لامکاں تک جن کا رہتا نور کا
 ک گیسو د دھن ی ابرو آنکھیں رخ ص
 کبھیص ان کا ہے چہرہ نور کا

(۹۴)

میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اور مقدس موضوع پر سخن آزمائی کرتے ہوئے شاعر کے
 پیش نظر آپ کی عظیم شخصیت بھی ہوتی ہے۔ آدم سے لے کر بے شمار انبیاء و رسل نے نبی کریم کے نام
 اقدس کے وسیلے سے اپنے درخشاں مصائب و آلام سے رہائی پائی۔ مولانا احمد رضا خاں اس پہلو کو بیان کرتے
 ہوئے رقم طراز ہیں:

کنز مکتوم ازل میں
 در مکتون خدا ہو
 سب سے اول سب سے آخر
 ابتداء ہو انتہا ہو
 تھے وسیلے سب نبی تم
 اصل مقصود ہدی ہو
 سب بشارت کی اذان تھے
 اذان کا بدعا ہو
 سب تمہاری ہی خبر تھے
 موخر مبتدا ہو
 قرب حق کی منزلیں تھے
 سفر کا منتہا ہو
 سب تمہارے آگے شافع
 حضور کبریا ہو

(۹۵)

شاعر میلاد النبیؐ کا چچا کرنا اور اس کی اس قدر دھوم مچانا چاہتے ہیں کہ فرش سے لے کر عرش تک قلعے بلند ہو جائیں اور وہ اس سلسلہ میں کسی مصلحت کوشی کے روادار نہیں ہیں۔ میلاد کے تذکار کو عام کرنے کے لئے مدحت سرائی کا انداز دیکھئے:

آفتاب ان کا ہی چمکے گا جب اوروں کے چراغ
صرصر جوش بلا سے جھلکاتے جائیں گے
حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے
(۹۱)

نبی کریمؐ کی بشارت ایک یسوی دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ احمد کے ستارے نے طلوع کیا۔ یہ ستارہ نبی کی پیدائش پر طلوع ہوا کرتا ہے اور اب انبیاء میں سوائے احمد کے کوئی باقی نہیں۔ ان سعادتوں کے حوالے سے مولانا احمد رضا خاں یوں مدحت سرائیں:

برم آخر کا شمع قروڑاں ہوا
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس
ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی
بجھ چکیں جس کے آگے سبھی مشعلیں
شمع وہ لے کے آیا ہمارا نبی
لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی
(۹۲)

رضا بریلوی نے میلاد مصطفویؐ کے بیان میں شریعت کے تقاضوں کی پاسداری کی تو اسے شہرت و نام اور قبولیت عام نصیب ہوئی۔ انہوں نے میلاد النبیؐ کا جہاں بھی ذکر کیا ہے۔ اس میں ان کی شعری انفرادیت اور ندرت خیال، دلکش انداز سے جھلکتی ہے۔ میلاد کے دن کی عظمت و جلالت کے اظہار میں بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں:

تمہری آمد تھی کہ بیت اللہ ہجرے کو جھکا
تمہری ہیبت تھی کہ ہر بت تہترتا کر گر گیا
تمہری رحمت سے صقی اللہ کا بیڑا پار تھا

تیرے صدقے سے نبی اللہ کا بجزا تر گیا

(۹۸)

رضا بریلوی کا قصیدہ معراجیہ ۷۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں قرب الہی، زمان و مکان اور اطراف و
محدود کے تعینات اور معراج کے مشاہدات و مسالک و مسالک کا مترنم بحر اور نشاطیہ آہنگ میں بیان ہے۔ اس میں
روائی و تسلسل اور زبان کی لطافت و پاکیزگی ان کی ہودت و جدت طبع کی آئینہ دار ہے۔ چند شعر درج ذیل
ہیں:

وہ سرور کشور رسالت ہو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے زائے طرب کے سماں عرب کے سماں کے لئے تھے
یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چمکی
وہ رات کیا جھوگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے
جلی حق کا سرا سر پر، صلوات و تسلیم کی نچھاور
وہ رویہ قدسی پرے جما کر، کھڑے سلامی کے واسطے تھے
یہ ان کی آمد کا دیدار تھا، نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا
نجوم و افلاک، جام و مینا، ابلتے تھے، کھٹکتے تھے
براق کے نقش سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
ہمکے بھگن، لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلا رہے تھے
ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قدیہیں جھلکائیں
حضور خورشید کیا چمکتے، چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے
اوجھ سے عظیم نقاشے آتا، اوجھ سے مشکل قدم بڑھاتا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا، جمال و رحمت ابھارتے تھے

(۹۹)

میلاد میں ادب و احترام سے کھڑے ہو کر سلام پڑھنا اس مقدس محفل کا ایک جزو لاینفک بن گیا ہے۔
میلاد نگاروں اور پاکمال شعراء نے سلام لکھتے وقت اظہار حقیقت و محبت کی صحیح ترجمانی کرنے کی بھرپور
کوشش کی ہیں اور ان سلاموں میں بعض تو اس قدر زبان زد خاص و عام ہو گئے ہیں کہ قریباً ہر ذی شعور
ان سے بخوبی واقف ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کا سلام اردو زبان کا سب سے زیادہ مقبول سلام ہے۔ یہ
سلام ۷۷ اشعار پر مشتمل ہے اور اس کو اتنی شہرت ملی ہے کہ میلاد کی محفلوں، نعت خوانی کے علاوہ
بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والی مساجد میں تمام اہم تقریبات پر بالخصوص اور ہر جمعہ کی نماز کے بعد
بالعموم اجتماعی شکل میں پڑھا جاتا ہے۔

مولانا شاہ احمد رضا خاں کے سلام مشتمل بر سرپائے اطہر میں نبی کریمؐ سے عقیدت و محبت اور شہنشاہی و

وابستگی کی شدت کا اظہار 'نور عیاں' میں علمی وجاہت، مثنوی کی سی روانی اور قصیدوں کا سا شکوہ، ان کی شعری استعداد اور فنی مہارت کا بین ثبوت ہیں۔ سلام کا ہر شعر موتیوں میں تولنے کے قابل ہے۔ نبی کریمؐ کا سراپا اور عہد طفولیت سے لے کر عہد نبوت تک کا نقش ایسے دلپذیر انداز میں کھینچا ہے کہ آپؐ کی پوری سیرت مقدسہ سامنے آ جاتی ہے۔ سلام کے چند مشہور شعر ملاحظہ ہوں:

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
 شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
 جس کے ماتھے شفاعت کا سرا رہا
 اس زمینِ سعادت پہ لاکھوں سلام
 جن کے بندے کو محرابِ کعبہ بھیجی
 ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
 جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
 اس نگاہِ حیات پہ لاکھوں سلام
 نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پہ درود
 اوٹھنی بنی کی رفعت پہ لاکھوں سلام
 فتح بابِ نبوت پہ بید درود
 ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام
 صاحبِ رجعت شمس و شفق القمر
 نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام
 (۱۰۰)

پہلے شعر میں جانِ رحمت اور شمعِ بزمِ ہدایت کی ترکیبیں اسرار و معانی کے خزانے ہیں، چھٹے شعر میں فتح بابِ نبوت اور ختم دور رسالت کے الفاظ سے نبوت و رسالت کی پوری تاریخ واضح طور پر بیان کر دی ہے۔ ساتویں شعر میں نائبِ دستِ قدرت ہونے کے ثبوت میں رجعت شمس اور شفق القمر کے مشہور معجزات کی نشان دہی کر کے حجت تمام کر دی ہے۔ درج ذیل چند اشعار میں سراپائے مبارک کی چند جھلکیاں نور عیاں کے ساتھ دیکھئے:

قد بلے سایہ کے سایہ رحمت
 ظلِ محدودِ رافت پہ لاکھوں سلام
 (سایہ رحمت)
 طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں
 اس سہی سروِ قامت پہ لاکھوں سلام

(قد مبارک)

جس کے آگے سر سرورائ خم رہیں
اس سر تاج رفعت پہ لاکھوں سلام
(فرق اقدس)

وہ کرم کی گھٹا کیسے ملک سا
لکڑی ابدِ رافت پہ لاکھوں سلام
(کیسے مبارک)

لخت لخت دل ہر جگر چاک سے
شانہ کرنے کی عادت پہ لاکھوں سلام
(شانہ مبارک)

یلت القدر میں مطلع الفجر حق
مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
(مانگ)

(۱۰۱)

مولانا کفایت علی کافی اور کئی دیگر میلاد نگاروں نے اس کی تقلید میں سلام لکھے ہیں۔ کافی کے سلام میں بھی مولانا احمد رضا خاں کے سلام کا رنگ شاعری جھلکتا ہے۔ انہوں نے بھی نبی کریمؐ کا سراپا بیان کیا ہے۔
درج ذیل شعر ملاحظہ ہوں:

خاص محبوب خدا شتم رسالت پر سلام
عین رحمت شافع روز قیامت پر سلام
مبتداء صل علیٰ عین جبین باحقا
نور کی دریائے امواج لطافت پر سلام
چشم پر امداد بینہ مدھے سورہ صاد کا
دونوں ابروئے مبارک کی شہادت پر سلام
مصطفیٰ رخسار حضرت مظهر انوار غیب
روئے قدسی مطلع صبح صداقت پر سلام

(۱۰۲)

مولانا کافی کے سلام میں کافیہ و موضوع کی یکسانیت کے باوجود تقابلی جائزہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کا سلام نگہری و فنی لحاظ سے کہیں زیادہ موثر ہے جس میں اسرار معرفت کے لائقہ ادھر گہرائی گراںمایہ سے چلے آ رہے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے قصیدہ میلادیہ، معراجیہ اور سلام کو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ

ان کے نظم و نثر کے شاہکاروں میں سوز عشق و محبت اور کمال پر ہے جو ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے انہوں نے پیش کئے ہیں۔ ان کے محرکات و عوامل خارجی شواہد نہیں بلکہ داخلی کیفیات و باطنی رتحات پر مشتمل ہیں۔ مولانا کے اس جذبہ صادق کے بارے میں نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:

”احمد رضا خاں بریلوی کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والے پر قائم ہوتا ہے، وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی کا ہے۔ ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کا اظہار ہوتا ہے۔ مولانا کا اپنے کلام میں انفرادیت کا دعویٰ ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ سطح معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل برحق ہیں۔“ (۱۰۳)

حافظ احسان الحق نے اپنے حج و زیارت کے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مدینہ منورہ میں مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کا سلام وہاں کی محافل میلاد میں بڑی عقیدت سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ (۱۰۴)

مولانا احمد رضا خاں کی میلاد و تقیہ شاعری توصیف رسول کا بیش زندہ رہنے والا مجموعہ ہے۔ (۱۰۵) ان کے اشعار میں شوکت الفاظ، معنی آفرینی، ندرت بیان، عجز و فروتنی اور وفور عقیدت کی جملگاہت محسوس ہوتی ہے۔ انہوں نے واردات قلبی کو شعر کی زبان بخشی ہے اور ان جذبات کے اظہار کی بے ساختگی بھی جا بجا نظر آتی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کی ایک تقریر جو میلاد النبی کے موضوع پر ہے، ”لیلاؤ النبویہ فی الافاظ الرضویہ“ کے نام سے دو بار چھپی ہے۔ اس میں مولانا نے نبی کریم کے میلاد کے حالات و واقعات مدلل اور مفصل انداز سے بیان کئے ہیں۔ آخر میں سلام دیا گیا ہے۔ اس تقریر کی اشاعت سید ایوب علی رضوی کی فرمائش پر ہوئی۔ (۱۰۶) اس کی ضخامت ۳۲ صفحات ہے۔

مولوی عبدالحفیظ کاکوروی

مولوی عبدالحفیظ کاکوروی نے فضائل احمدی ۱۸۹۰ء میں لکھی۔ یہ نثر کے ۲۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بیان میلاد و معجزات رساتیب کے علاوہ خاص طور پر نبی کریم کے خصائص و فضائل کا بیان ہے۔ یہ ایک مقدمہ اور سات ابواب پر محیط ہے۔ اس کے آخر میں فضائل درود شریف لکھے گئے ہیں۔ فضائل احمدی کے مقدمہ میں حقیقت انسانی پر بحث کی گئی ہے اور انسان کی وجہ شرافت و دیگر تلوقات پر بیان کی گئی ہے نیز اس میں حقیقت ولایت و نبوت اور رسالت کو دلائل سے سمجھایا گیا ہے۔

پہلے باب میں بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کلام الہی ہے اور احادیث کی روایات قابل اعتبار ہیں۔ دوسرے باب میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ نبوت و ولایت کی پہلی خاصیت یہ ہے کہ جو امور اور لوگوں کو خواب میں متکشف ہوتے ہیں۔ وہ نبی اور ولی کو بیداری میں معلوم ہو جاتے ہیں اور یہ خوبی نبی کریم کی ذات اقدس میں کامل طور پر موندی تھی۔ تیسرے باب میں اس بات کو موضوع بنایا گیا ہے کہ عوام

کے نفس کی تاثیر صرف اپنے ہی جسم پر موثر ہوتی ہے اور دلی و نئی کے جسم کی تاثیر دیگر اجسام میں بھی پہنچ سکتی ہے اور یہ تاثیر نبی کریمؐ میں کامل طور پر موجود تھی۔ چوتھے باب میں بتایا گیا ہے کہ جو علوم عوام کو نکلنے اور پڑھنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ وہ نئی اور دلی کو بغیر درس و تدریس کے حاصل ہوتے ہیں اور نبی کریمؐ کی ذات اقدس میں یہ خصوصیت موجود تھی۔ پانچویں باب میں دلائل دے کر یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ نبی کریمؐ اللہ تعالیٰ کی جانب سے دعوت خلق پر مامور تھے۔ چھٹے باب میں دیگر انبیاء کے مقابلے میں نبی کریمؐ کے دلائل و فضائل بیان کئے گئے ہیں اور اسی باب میں تفصیلی طور پر ذکر میلاد شریف، حلہ شریف اور معراج النبیؐ کا بیان ہے۔ ساتویں باب میں اسلام کے فضائل کا ذکر ہے۔

نبی کریمؐ کے معراج جسمانی کے بارے میں مصنف نے کئی دلائل دیئے ہیں۔ اس موضوع سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”معراج کے بارے میں بموجب نص قرآنی سبحان الذی امرنی یہ عہدہ اور مشہور احادیث میں مع جسم کے تشریف لے جانا مستحق ہے اگر مع جسم نہ ہوتا تو قرآن مجید میں یہ عہدہ نہ آتا لفظ عہدہ میں جسم ضرور داخل ہے کیونکہ قرآن مجید میں جہاں کہیں لفظ عہدہ آیا ہے وہاں مع جسم مراد ہے مثلاً عہدہ اذا صلی وغیرہ۔“ (۱۰۷)

مصنف نے اس کتاب میں قرآن و حدیث اور دیگر مستند کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ انداز بیان متین، سنجیدہ اور مدلل ہے۔

علی انور شاہ

علی انور شاہ نے نور نامہ ۱۸۸۳ء میں نظم کیا۔ اس میں تخلیق نور محمدیؐ اور اس کے مختلف درجات و مراحل کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے آخر میں اسناد نور نامہ، شامل، نبویؐ اور کلمہ نامہ شامل ہے۔ نور محمدیؐ کے بیان کے ضمن میں نماز کی فرضیت کی توجیہ بڑے خوبصورت انداز میں پیش کی گئی ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے شجر یقین پیدا کیا۔ پھر اس پر طاؤس کی صورت نور محمدیؐ ستر ہزار برس تسبیح و تہلیل بیان کرتا رہا، اس کے بعد خدا تعالیٰ نے ایک آئینہ تخلیق کر کے اس کو بھی اسی شجر پر لٹکا دی اور جب طاؤس اس آئینے کے سامنے آیا تو پھر اس نے اس میں اپنا جمال دیکھا۔ بیان ملاحظہ ہو:

پڑی اس پر طاؤس کی جو نظر
تو حیراں ہوا آپ کو دیکھ کر
نمائت ہو خوب اپنا دیکھا جمال
حیا وہ لگا کرنے از ذوالجلال
وہ خوبی کو دیکھ اپنی شرمایا
کیے پانچ اس وقت سجدے ادا
ہوئی فرض پھر پنج وقتی نماز

نبی اور امت پہ باصدا نیاز
(۱۰۸)

نور نامے محافل میلاد میں پڑھے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے ان میں مجلسی انداز بیاں نمایاں ہے۔ علی انور شاہ نے نور نامہ میں نور نبویؐ کی اہمیت کے بیان کے ساتھ ساتھ ایک خاص تضامندی کا التزام کیا ہے۔ یہ مخصوص ماحول سازی کا عنصر ان کی شاعری کا کمال ہے۔

مولوی غلام حیدر گویا موسیٰ (م ۱۸۸۳ء)

مولوی غلام حیدر گویا موسیٰ کا میلاد نامہ ”رسالہ زبدۃ الاذکار و در بیان مولد شریف سید الابرار“ نظم و نثر کے ۴۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت مصنف کے انتقال کے دو سال بعد ہوئی۔ اس میں ذکر تخلیق نور محمدیؐ، ذکر ولادت باسعادت، ذکر رضاعت و قصہ منظوم والی حلیمہ سعدیہؑ، بخیرا راہب نصرانی، حالات نکاح آنحضرتؐ، ذکر واقعہ معراج، بیان معجزات، حلیمہ شریف، فضائل درود شریف اور ذکر وفات سرور کائنات کے عنوانات ہیں۔ اس میلاد نامہ میں دیباچہ اور ذکر وفات سرور کائنات، مصنف کے خلف الرشید مولوی محمد جعفر ساقی کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے بارے میں مولوی محمد جعفر نے دیباچہ میں لکھا ہے۔

”یہ رسالہ مولد شریف جناب مغفور کے دم واپس کا عمدہ یادگار ہے۔ جس کو حیات مستعار نے مکمل کرنے کی مہلت نہ دی۔ بیک اجل نے پیغام رخصت سنایا۔ دیباچہ و ذکر وفات حضرت سرور کائناتؐ لکھنے کو باقی تھا کہ حرف الوداع زبان پر آیا۔ ہر چند کہ اس پیچ کارہ کو یہ ادعا تھیں کہ زمرہ مولفین میں در آئے لیکن تحریر دیباچہ و ذکر وفات کی اشاعت کے نقطہ نظر سے تکمیل ضروری خیال کر کے لکھے گئے ہیں۔“ (۱۰۹)

نبی کریمؐ کے تجارت کے لئے سفر شام کے ذکر سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو تاکہ اس کے انداز نگارش کا اندازہ ہو سکے :

”اسی اثنا میں ابو طالب نے قصد سفر بطرف ملک شام واسطے تجارت کے کیا۔ اور آپؐ کو بھی ہمراہ لیا۔ جب شہر بصرہ میں پہنچے اور قریب وارنجوا کے بخیرا راہب نصرانی رہتا تھا۔ اس نے آمد اس قافلہ کی دیکھ کر بعض علامات کتب سابقہ سے جانا کہ اس قافلہ میں وہ شخص ہے جس کے آنے کی انبیاء سابق خبر دے گئے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ جب آپؐ کو سایہ درخت بیر میں جگہ نہ ملی تو آپؐ دھوپ میں جا بیٹھے۔ والیاں اس درخت کی دراز ہو کر آپؐ پر سایہ ظن ہوئیں۔ اسی جہت سے اس نے اس قافلہ کی دعوت کی۔ سب لوگ مجلس دعوت میں حاضر ہوئے مگر آنحضرتؐ کو واسطے حفاظت اسباب کے فردو گاہ پر چھوڑ گئے۔ جب اس نے مردمان قافلہ کو دیکھا اور ان میں کوئی علامت معلوم نہ پائی تو پھر اس نے پوچھا کہ کوئی تم میں سے فردو گاہ پر رہ گیا ہے۔ ابو طالب نے آپؐ کے بارے میں بتایا کہ واسطے حفاظت اسباب کے ایک لڑکا وہاں ہے۔

اس نے کہا کہ میری تمنا ہے کہ وہ بھی تشریف لائیں۔ جب آپ تشریف لے گئے تو اس نے ان علامات کو جو وہ جانتا تھا دیکھا تو مرثیہ کو پوسہ دیا اور لوگوں سے کہا کہ یہ پیغمبر آخر زمانہ کا ہو گا جیسا کہ انبیاء سابقین نے خبر دی ہے۔ اگر میں زمانہ آپ کی بعثت کا پاؤں گا تو آپ پر ایمان لاؤں گا اور ابو طالب سے کہا کہ اس لڑکے کو طرف شام کے مت لے جائیں وہاں یسوع نصاریٰ اس کے دشمن ہیں اور ان کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ پیغمبر اس مقام پر آئے گا لہذا چند بار یہاں آکر جستجو کر گئے ہیں۔ ابو طالب اس کے کہنے سے واپس آئے اور ارادہ شام کا صبح کیا۔ (۱۰)

یہ میلاد نامہ مستند روایات اور بیان کی سادگی کی وجہ سے میلاد ناموں میں ایک اہم اضافہ ہے۔

مولوی مجیب اللہ لکھنوی

مولوی مجیب اللہ لکھنوی علوم مقبول کے عالم و فاضل تھے۔ "شخص الضعیفی فی میلاد مصطفیٰ" ان کا میلاد نامہ مطبع نول کشور لکھنؤ سے ۱۸۸۳ء میں شائع ہوا جو ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس میں تحقیق کائنات، روایات نور محمدی، ولادت نبوی، معجزات وقت ولادت، بیان رضاعت، حضور کی والدہ اور حضرت عبدالمطلب کا سفر آخرت، حضرت ابو طالب کا کفالت فرماتا، سفر شام، سطورا راہب، حضرت خدیجہ الکبریٰ سے شادی، بعثت نبوی کی علامات کا ظہور، غار حرا میں حضرت جبرائیل کی تشریف آوری، ورقہ بن نوفل کا بیان، قبول اسلام کی اولین سعادت، معراج نبوی، آپ کے دیگر معجزات، قرآن مجید میں آپ کی عظمت و بزرگی کا بیان، اسماء الہی اکرم کی شان اور دیگر انبیاء پر آپ کی فضیلت و برتری کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ولادت نبوی کے بیان کے بعد درود و سلام ہے اور آخر میں قصہ حضرت معاذ بن جبل منکوم ہے۔ باقی سارا میلاد نامہ نثر میں ہے۔ اس میں چابجا آیات قرآنی کے حوالے موجود ہیں۔ میلاد ناموں میں ایسی روایات بھی ہیں جن کو سمجھنے میں انسانی فہم و شعور عاجز ہے۔ کئی عقلیت پسندوں نے چابجا میلاد ناموں کی ایسی روایات کو موضوعی اور وضعی قرار دیا ہے جبکہ سب میلاد ناموں کا یہ حال نہیں۔ اس قسم کے لاتعداد میلاد نامے موجود ہیں جن کی ترتیب میں مستند اور معتبر حوالوں سے مدد لی گئی ہے۔ مولوی مجیب اللہ نے اپنے اس میلاد نامہ میں سبل الہدی، مراۃ الزمانی، مواہب اللدنیہ، جہد النفوس، شفا الصدور، تاج القصص، میلاد النبی (محدث ابن جوزی)، مدارج النبوت، معارج النبوت، روض الاحباب، تفسیر سورہ الم نشرح (شاہ عبدالعزیز دہلوی)، تہذیب شریف، کشف الاسرار، تفسیر کبیر اور الشفا (قاضی عیاض اندلسی) کے حوالے دے کر اپنے بیان کو مدلل بنایا ہے۔ ان متذکرہ بالا مستند کتابوں سے ہی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ کس قدر وقیع میلاد نامہ ہے۔

اس میلاد نامہ کی ابتداء درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے:

"اللہ اللہ اس وقت کہ کچھ نہ تھا اور تھا تو یہ تھا کہ کشت کنزا" مخلفہ کے پورے میں شاہد پاک کی شوشیوں کے آثار پائے جاتے تھے۔ شاہد پاک کو جب پرہ

غیب میں شوق جلوہ گرمی از حد ہوا تو نور محبت سے ایک لمحہ جان افروز کو بساط ظہور پر جلوہ دیا اور کمال توجہ سے فرمایا کن محمدؐ! پس اس نور موفور السور سے بصورت تعین چند قطرات مایہ حیات ترشح پائے جس سے ملک، فلک، مہر، ماد، زمین، آسمان، بر و بحر، شجر و حجر، بلکہ ہر وہ ہزار عالم پیدا ہوئے۔ (۱۱)

نبی کریمؐ کی دنیا میں تشریف آوری پر میلاد یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

عالم میں آمد شد عالی وقار ہے

پیدائش رسول قوی الاقدار ہے

یاں جبرئیل مستعد کاروبار ہے

از فرش تا بہ عرش یہی بس پکار ہے

دربار عالم گرم ہوا اشتہار دو

جن و بشر سلام کو آئیں پکار دو

دیکھو شکفتہ ہمیش و طرب کا چمن ہوا

عالم سے دور رنج و ملال و غم ہوا

کیا شمع حسن جلوہ گر انجمن ہوا

رونق فزائے برسم وہ شاہ زمین ہوا

دربار عالم گرم ہوا اشتہار دو

جن و بشر سلام کو آئیں پکار دو

ہے برسم ذکر پاک خدا کے حبیب کی

جو آئے یاں اس کی ہے خوبی نصیب کی

اب مومنو ہے کون سی حاجت نقیب کی

کیا کہہ رہا ہے من لو زبان سے حبیب کی

دربار عالم گرم ہوا اشتہار دو

جن و بشر سلام کو آئیں پکار دو

(۱۲)

نبی کریمؐ کے بچپن کے احوال کے بیان میں انداز بیان ملاحظہ ہو۔ شکوہ الفاظ، شوکت تراکیب اور الفاظ کی تراش خراش جو لکھنوی اسلوب کے لوازم میں شامل تھی، ان کی عبارت میں بھی نظر آتی ہے:

”جب بن شریف چھ برس کا ہوا تب آپؐ کی والدہ ماجدہ کو سفر آخرت پیش آیا۔ عبدالمطلب آپؐ کی لیسوی و بیسی پر زیادہ لحاظ و محبت کرنے لگے۔ جب عمر شریف آٹھ برس کی ہوئی۔ عبدالمطلب کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی۔ بخیاں اپنی پیرانہ سالی کے

اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں عمر طبعی کو پہنچا۔ اور آفتاب لب بام ہو رہا ہوں مجھ کو تروہ ہے کہ جب میں مسافر ملک عدم ہوا تو میرے بعد اس یتیم و یسر کو کون پرورش کرے گا ابو لب نے کہا میں دل و جان سے حاضر ہوں بواب دیا کہ تو بہت مزاج اور شقی القلب اور بے رحم ہے اور فرزند یتیم مجروح وائل شمت خاطر مثل پھول کے نازک ہوتے ہیں جو ذرا سی گرمی میں کھتا جاتے ہیں۔ بعد اس کے حمزہ نے مثل ابو لب کے التماس کیا جواب پایا تیرے کوئی فرزند نہیں ہے تو اس یتیم کے درد سے کیونکر آگاہ ہو گا پھر عباس نے مرض لیا کہ میاں و اطفال میں بمقابلہ اپنی اولاد کے کب اس یتیم بے پدر و مادر کی درد و محبت کرے گا پھر ابو طالب نے درخواست کی کہا الیت تم اس قاتل ہو مگر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارہ میں ہتھکڑیاں نہیں لگاؤں تم میں سے جس کو چاہیں قبول کریں اور آپ کو بلا کر کہا فرزند و پسند تم سے رخصت ہوتا ہوں اور داغ تمہاری اس قیمتی و بیکسی کا اس جہان سے لئے جاتا ہوں تمہارے بیچا مشکل ہوتے ہیں تمہیں جس کی کفالت منظور ہو اختیار کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کی گود میں جا بیٹھے۔ عبدالمطلب بہت روئے اور کہا کہ اے ابو طالب یہ فرزند یتیم و بیکس ہے نہ شفقت پدری کی لذت انھائی نہ محبت مادری کی حلاوت پائی پس اس کی غم خواری و پاسداری مثل پدر و مادر کے تم پر واجب ہے۔ (۱۱۳)

اس میلاد نامہ کے آخر میں قصہ حضرت معاذ ابن جبلؓ کے عنوان سے وقت نامہ نبی کریمؐ ہے۔ اس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے سانحات ارتحال کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

چھٹا ہائے مجھ سے دو میرا نبی
ہر کس طرح ہو گی اب زندگی
اڑاؤں گا دہان صحرا کی خاک
کروں گا گرہاں کو چاک چاک
چھٹا ہائے مجھ سے رسول خدا
کے کون اب دوو دل کی دوا
نہ تھا چین دل کو نہ تسکین و صبر
شب و روز گریاں تھا مانند ابر
مرنے اشک جاری تھے بے اختیار
تھے فوارے دو دیدہ انگبار
جو پہنچا مدینے کے جا کر قریب
پڑی کان میں اک صدائے عجیب

اے شخص یہ کیا ہے شور و بکا
خدا کے لئے ہے قیام و بقا
ترا رونا کس کام آئے گا اب
محبت پاس پہنچا ہے محبوب رب
(۱۱۳)

مولوی مجیب اللہ نے اپنے میلاد نامہ میں حب رسولؐ کے مختلف تجربات بیان کئے ہیں۔ آپؐ کے اسلئے صفات کے فیوض و برکات کا ذکر والہانہ انداز میں کیا ہے۔ شب معراج اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو کیا کچھ عطا فرمایا، اس کو بھی بڑے دلکش انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ شب معراج افلاک کی رونق، عرش بریں کی آرائش و تزئین، حوروں اور فرشتوں کا اشتیاق، مختلف برگزیدہ پیغمبروں کا اظہار مسرت، درود و سلام کی صدائیں بیان کرنے میں فاضل میلاد نگار نے اپنی قوت عقیدہ کا پورا زور صرف کر دیا ہے اور شعر میں نظم کا سلیف، دلکشی اور ندرت پیدا کر دی ہے۔ بحیثیت مجموعی مواد، ترتیب اور تخلیقی محاسن کے لحاظ سے ”شمس الضعیفی فی میلاد المصطفیٰ“ میلاد ناموں میں ایک گر افقد اضافہ ہے۔

مولوی محمد ظہور علی ظہور

مولوی محمد ظہور علی نے شاہ احمد سعید دہلوی کے بیان میلاد کو ”مولود سعید“ کے نام سے نظم کیا ہے۔ حمد و نعت کے بعد مولوی ظہور علی نے منظوم میلاد نامہ لکھنے کی وجہ بیان کی ہے:

وہ جو ہے مولود ختم الانبیاء

بالدب حضرت نے مسجد میں پڑھا
آپؐ کے پڑھنے کی کیا تاخیر تھی
ساری محفل صورت تصویر تھی
جب سنا میں نے مقالہ وہ تمام
سب بیان حضرت خیر الانام
جی میں آیا نظم کر اس کو ظہور
کیا تعجب ہے کہ وہ رب الغفور
اس کی برکت سے کرے بیڑہ کو پار
وہ جہاں میں تجھ کو ہووے افتخار

(۱۱۵)

اس میں نسب نامہ ”آنحضرتؐ“ ظہور نور احمدی، قبل از آدمؑ، نازل شدن نور محمدی، ولادت رسالتاب، ایام طفولیت آنحضرتؐ، بیان بالیدگی آنحضرتؐ، رفیقہ والی علیمہ، بسوئے مکہ ہمراہ جناب احمد نجفی، بیان ہشت سالہ یوں عمر آنحضرتؐ، بیان دو اڑوہ سالہ شدن عمر شریف آنحضرتؐ، بیان رامب، بیان براق، بیان معراج

ست فرمودن حضرت ابراہیمؑ بیان عبادات پسندیدہ، محل بیان معجزات، بیمار شدن و وفات آنحضرتؐ ذکر سرفت حضرت ابو بکر صدیقؓ اور سب سے آخر میں مروج وقات ناموں کی طرح بیان وفات مبارکہ ہے۔
نبی کریمؐ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے خواب دیکھنے کے بارے میں چند شعر ملاحظہ ہوں:

تھا جو عبدالمطلب وہ نامور
خواب دیکھا اوس نے یہ وقت سحر
ایک ستارہ گھر سے عبداللہ کے
سرخ رنگت تھی ستارہ کی دے
آسمان پر یک یک چڑھنے لگا
جس قدر اونچا ہوا بڑھنے لگا
وہ ستارہ الغرض تھا اک عجیب
جبکہ پہنچا آسمان کے وہ قریب
ساری دنیا کے برابر ہو گیا
سب ستاروں سے وہ بہتر ہو گیا
نور اس کا تھا نمایاں دور سے
سب ستارے چھپ گئے اوس نور سے
(۱۶)

اس میلاد نامہ کا وصف خاص سادگی و سلاست اور سل لب و لہجہ ہے۔

حافظ مولوی ابراہیم علی خان خلیل (م ۱۹۰۳ء)

حافظ مولوی ابراہیم علی خان خلیل ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے اور اپنے پدر بزرگوار نواب محمد علی خان کی معزولی کے بعد مسند آرائے حکومت ہوئے۔ بکسر خیر آبادی (تمیز امیر مٹانی) کے شاعر و رہے۔
مولوی ابراہیم علی خان کا میلاد نامہ بعنوان ”سرور المومنین المعروف بہ میلاد خلیل“ کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۵۶ء میں چھپا۔ اس کے فوراً بعد اس کا چوتھا ایڈیشن نہایت خوش خط اور بہتر کاشت پر محلہ سوداگران ٹونک راجستھان کے مطبع محمدی دربار ٹونک سے میر سلمان حافظ رحیم بخش کی فرمائش پر شائع ہوا۔ اس کی ضخامت ۷۶ صفحات ہے۔ عام میلاد ناموں کی طرح نظم اور نثر کے ملے جلے انداز میں لکھا گیا ہے۔ عبارت میں فصاحت و بلاغت ہے۔ مثلاً ایک مقام پر لکھتے ہیں:

”درود اور سلام بے شمار اس ذات عالی صفات، برگزیدہ انفس و آفاق، اشرف

عالم، افضل نبی آدم و آدم پر جس کے وجود بانہو نے سرکشان وادی ضلالت کو اپنی

شع بدایت کا نور دکھا کر شرک اور کفر کی تاریکیوں سے باہر نکالا۔“ (۷۷)

میلاد خلیل کی دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں جتنی روایات بیان کی گئی ہیں وہ سب مستند حوالوں کے

ساتھ لکھی گئی ہیں۔ حضورؐ کی تشریف آوری کی پیش گوئی کسی نہ کسی انداز سے مکمل شرح اور وضاحت کے ساتھ صحائف ماضیہ اور کتب ہائے قدیم میں موجود ہے۔ میلادِ خلیل میں ان پیش گوئیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ دیگر مروج میلاد ناموں کی عام روش کی طرح اس میں بھی نور محمدیؐ کے مدارج کو بڑی شرح اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں آیات قرآنی اور اسنادِ حدیثِ قواثر سے ملتی چلی جاتی ہیں۔ فصیح و بلیغ میلاد ناموں کی طرح میلادِ خلیل میں بھی زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ میلادِ غلامِ امیہ شہید اور میلادِ خلیل کے درمیان تصنیف کے اعتبار سے قریباً ستر سال کا درمیانی عرصہ ہے لیکن اس سے باوجود میلادِ خلیل میں الفاظ کی تراش خراش، محاورے، روزمرہ کی بندش، فصاحت و بلاغت کی فراوانی، مشکل الفاظ کی بہتات، آیات قرآنی کے حوالے اور فقہیہ و میلادیہ منظومات کی دل نشینی و رنگارنگی اور احادیث متواترہ کی بوقلمونی الغرض یہ تمام خوبیاں یکجا جمع ہیں۔ مضامین کے بیان میں ترتیب عام میلاد ناموں کی طرح ہے۔ نور محمدیؐ کا بیان، نبی کریمؐ کی ولادت، باسعادت، وقت ولادت کے معجزات، ایام رضاعت کا بیان اور آخر میں معراج شریف کا ذکر ہے۔ میلادِ خلیل کو معراج پر ختم کر دیا گیا ہے یہی اس کی انفرادیت ہے۔ اس میں آپؐ کی رحلت کا ذکر نہیں ہے۔

آپؐ کی رضاعت کے بیان میں ایسی روایات کے بیان سے مصنف نے پرہیز کیا ہے جس میں قواثر اور ربط باقی نہ رہا ہو۔ اس لحاظ سے بیان رضاعت نہایت مستند اور مفصل بیان کیا گیا ہے۔ ایک مشہور روایت جو قریباً ہر تاریخ میں موجود ہے، اسے میلادِ خلیل میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریمؐ نے بعد ولادت مقدس سات روز تک اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔ اس کے بعد حضرت ثویبؓ نے جو ابو لباب کی لوفذی تھی، آپؐ کو دودھ پلایا۔ اور پھر حضرت حلیمہؓ نے آپؐ کو دودھ پلایا۔ عرب کے دستور کے مطابق بچوں کی پرورش آزار قیام اور کھلی آب و ہوا میں کیا جاتا زیادہ مستحسن سمجھا جاتا تھا۔

میلادِ خلیل میں دیگر میلاد ناموں کی طرح درج ذیل روایت کا بھی اعادہ کیا گیا ہے:

”جب حضورؐ کا سن شریف بارہ سال کا ہوا تو آپؐ ہمراہ حضرت ابو طالب ملک شام کی طرف تشریف لے گئے یہاں تک کہ شہر بصرہ میں پہنچے۔ آپؐ کو ایک راہب نے دیکھا۔ اس راہب کا نام جرہس تھا وہ آپؐ کو دیکھ کر دودھا آپؐ کا ہاتھ پکڑا اور کہا ہذا سید المرسلین ہذا سیدنا لطفین ہذا سلیم بن عبد اللہ رحمتہ للعالمین یعنی یہ ہیں سرورِ رسولوں کے، یہ ہیں سرورِ جہانوں کے، یہ ہیں کہ نبی فرمائے گا ان کو حق تعالیٰ رحمت واسطے جہانوں کے۔ راہب کا یہ بیان سن کر حضرت ابو طالب آپؐ کو واپس لے آئے۔“ (۱۱۸)

شب معراج حضرت جبرئیلؑ جب براق لینے کے لئے جاتے ہیں۔ اس واقعہ کو میلادِ خلیل میں بڑی خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

”جبرئیل علیہ السلام بفرمان ملک غلامِ نبشت میں گئے، دیکھا کہ چالیس ہزار براق مرغزار جنت میں چرتے ہیں اور سب کی پیشانی پر نام جناب رسولِ انام علیہ افضل

اسلوۃ والسلام کا لکھا ہے اور آپ کی سواری کی آرزو کرتے ہیں ان کے درمیان ایک براق مریچے والے ہوئے محزون و غمگین کھڑا ہے اور سیلاب اشک اپنے رخساروں سے بہا رہا ہے جبرئیل نے احوال پوچھا اس براق نے کہ نام اس کا جادوس تھا کہ چالیس ہزار برس سے میں نے نام محمد سنا ہے اور شیدا ہوا ہوں اسی روز سے نہ کھانا بھاتا ہے نہ پینا خوش آتا ہے، صرف ان کے عشق و محبت میں جیتا ہوں۔
وہ سر نہیں جس میں نہ ہو سودائے محمد

دل کیا ہے نہ رکھے جو تولائے محمد
ممنون عنایت نہ ہو کیوں آپ کا عالم
ہے منظر کلی ذات مطالعے محمد
نکل البصر دیدہ مشتاق بناؤں
مل جائے اگر خاک کف پائے محمد

(۱۱۹)

معراج النبی کے بیان کے بعد ستر میں مناجات ہے۔ اس کے بعد میلاد نامہ کو ختم کر دیا گیا ہے۔ مستند حوالوں اور زبان و بیان کی لطافت کی وجہ سے دقیق اور قابل قدر میلاد نامہ ہے۔

احمد حسین خاں مائل (م ۱۹۱۳ء)

احمد حسین خاں مائل بن محمد رضا حسین رضا ۱۸۵۷ء میں مدراس میں پیدا ہوئے۔ فارسی کی تعلیم میر ہندی شائق سے حاصل کی۔ شاعری میں محمد سرفراز علی وصفی کے شاگرد ہوئے۔ آغا داؤد ابو العالی سے بیعت تھے۔ ڈاکٹری کی سند ۱۸۷۵ء میں حاصل کی۔ ۱۹۱۳ء میں بھارہہ قلعہ وقت پائی۔
ان کا منظوم میلاد نامہ بعنوان ”نور ظہور“ ۱۸۸۶ء میں چھپا۔ اس پر مطلع کا نام درج نہیں ہے۔ یہ ۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ سوسائٹی خاندان خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔
نور ظہور سے نمونہ کے طور پر یہ شعر ملاحظہ ہو:

آج ہوتا ہے عیاں کج نماں شاہ شہاں جلوہ وہ کون و مکان مہر جہاں ماہ ربیع
نور رب غفر عرب بین خدائی کا سبب احمد بے مہم لقب صاحب اعجاز بہار

(۱۲۰)

مائل کے کلام میں روانی، لطف زبان، ندرت بیاں اور پاکیزگی کا وصف موجود ہے۔ ان کا یہ بہت مختصر میلاد نامہ ہے۔ اس میں عام مروج میلاد ناموں کی طرح میلاد یہ مضامین کا کوئی التزام نہیں۔ اس وجہ سے نامکمل نظر آتا ہے۔

خواجہ محمد مرتضی بقا

خواجہ محمد مرتضی بقا کا میلاد نامہ خدا کی رحمت ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس سٹری میلاد نامے میں چند

منقولہات بھی شامل ہیں۔ مطبع نول کشور کراچور سے ۱۸۸۶ء میں اس کی طباعت ہوئی۔ اس میں نور محمدی ولادت محمدی بیان رضاعت اور حلیہ شریف کے عنوانات ہیں۔

حلیہ سعدیہ کی ایک روایت کے بیان میں زبان جس طرح سادہ اور اسلوب جس طرح دل نشین ہو یہ ہے اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے:

”جب مکہ کوں بحر رہ گیا میں نے وہاں مقام کیا۔ رات کو خواب میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک درخت سرسبز بہت سی شاخوں والا میرے سر پر سایہ کر رہا ہے اور ایک درخت اور چھوٹے کا ہے کہ طرح طرح کے چھوٹے تازہ اس میں لگے ہیں اور عورتیں بنی سعد کی میرے آس پاس بیٹھی ہیں اور کہتی ہیں کہ اے حلیہ! تو ہماری شہزادی ہے پھر اس درخت سے چھوٹا امیری گود میں گر پڑا میں نے اٹھا کر کھالیا شد سے زیادہ میٹھا تھا مزا اس کا میرے منہ سے نہ گیا جب تک حضرت میرے پاس رہے

السلواة والسلام علیک یا رسول اللہ۔“ (۱۳۱)

خواجہ مرتضیٰ بقا کی تحریر میں حقیقت مندی، باوقار رویہ، فکری توانائی اور زبان و بیان کی سادگی موجود ہے۔

سید برہان الدین احمد

سید برہان الدین احمد کا میلاد نامہ ”رسالہ میلاد شریف“ ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء میں طبع ہوا۔ یہ مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی میں موجود ہے۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے ملے جلے مضامین کے ۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں معروف موضوعات میلاد روئے الوداع، شرافت الاوقات، معارج النبوت، مدارج النبوت، روئے الاحباب اور جذب القلوب الی دیار المحبوب وغیرہ کتب کے حوالوں سے بیان کئے گئے ہیں۔

اس میلاد نامے میں جملوں کی ساخت، عربی اور فارسی لفظوں کا استعمال اور کہیں کہیں طرز بیاں عربی عبارت کو ہو ہو اردو میں منتقل کرنے سے مشکل نظر آتا ہے لیکن مجموعی طور پر اس کا اسلوب صاف، سلی، مدلل اور خوشگوار ہے۔ نمونہ عبارت کے لئے میلاد نامے کی درج ذیل سطور ملاحظہ ہوں، ان میں نبی کریم کی شان رحمتہ للعالمین اور سراج منیر کو حضرت موسیٰ کے خزان رحمت خداوندی جاننے کے ضمن میں مصنف نے بہت مدلل انداز میں پیش کیا ہے:

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ ایک چراغ روشن کر اور تمام امت، فوج، حشم اور خدم اپنے کو حکم دے کہ اسی چراغ سے سب مشتعل وغیرہ روشن کریں حضرت موسیٰ نے بموجب فرمان الہی تقیل کی اور ایک چراغ روشن کیا اور تمام فوج نے اسی سے ہزاروں شعلیں روشن کیں پھر الہام ہوا کہ اے موسیٰ! تیرے چراغ سے تمام عالم منور ہو گیا۔ اس نور میں کچھ فرق ہوا، یا نہیں۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا یا رب العالمین! اس کے نور میں کچھ فرق نہیں ہوا پس خطاب ہوا کہ اسی طرح نظیر خزانہ رحمت اور بخشش

میرے کی ہے کہ اگر تمام عالم کو بخش دوں خزانہ رحمت اور بخشش میرا کم نہ ہو گا پس اے عاشقان جمال محمدیؐ و طالبین وصال احمدیؑ اس مقام پر ایک نکتہ صوفیانہ ہے کہ خداوند عالم نے نظیر رحمت اپنا چراغ کو گردانا درحقیقت مراد اس چراغ سے ذات محبوب رب العالمین و شاہد خلوت کدہ ما ارسلا تک الا رحمت للعالمین ہے اس لئے کہ خدا نے کلام مجید میں ذات محمدیؐ کو بہ صفت سرچا "منیرا یعنی چراغ روشن" صوف فرمایا ہے۔ کما قال داعیا الی اللہ باذنہ و سرچا منیرا پس گویا حضرت موسیٰ سے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ نظیر رحمت میری اس عالم میں ذات احمدی و وجود محمدیؐ ہے کہ اگر تمام عالم کی بخشش چاہے وہ طلب کرنے سے اور بخشش کرنے سے انکار نہ کروں پس ذات حضرت خلاصہ کائنات نمونہ رحمت الہی و اشارہ کرم لامتناہی ہے۔" (۱۳۲)

اس قسم کی مثالوں سے اس میلاد نامے میں ایک ایسا مرقع تیار کیا گیا ہے جو اپنی مثال آپ ہے اور اس کی دوسری خصوصیت مستند اور صحیح روایات کا بیان بڑے موزوں الفاظ میں کیا گیا ہے۔

علی انور قلندر شاہ

شاہ علی انور قلندر، حضرت شاہ علی اکبر قلندر کے صاحبزادے تھے۔ انور تخلص تھا۔ ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ ر ۱۸۵۸ء کو کاکوری میں پیدا ہوئے۔ (۱۳۳) تقی علی قلندر سے تفسیر و فقہ، حدیث، منطق و کلام اور سلوک و تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ شاہ تراب علی قلندر کاکوری سے باطنی فیض پایا۔ ہر وقت یاد الہی سے داخل اور ذکر رسالت پناہی سے شاغل رہتے تھے۔ درس و تدریس کے بعد تصنیف و تالیف اور کتب بینی محبوب مشغلہ تھا۔

ان کا میلاد نامہ شیخ الطیب فی مولد الحبيب ۱۸۸۷ء میں کانپور سے طبع ہوا۔ یہ نظم و نثر کے ۸۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں برکات محفل میلاد، نبی کریمؐ کے فضائل و کمالات، ولادت مبارکہ، معجزات وقت ولادت، رضاعت و بچپن، بعثت و نبوت اور معراج کا بیان ہے۔ مصنف کے صوفیانہ مزاج اور انتخاب الفاظ کی موزونیت نے تحریر کو موثر اور دل آویز بنا دیا ہے۔

شیخ عباد اللہ بادل کانپوری

شیخ عباد اللہ بادل کانپوری متخلص بہ رنج کا میلاد نامہ منظر النور لقب بہ ہمار غلط معروف بہ مولود بادل ۱۳۰۶ھ ر ۱۸۸۸ء میں پہلی بار مطبع ناہی کانپور سے شائع ہوا۔ یہ مطبوعہ نسخہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو، کراچی میں موجود ہے۔ یہ میلاد نامہ اپنی مقبولیت کی وجہ سے کئی بار چھپا۔ اسے ۱۹۴۳ء میں ملک دین محمد تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے بھی شائع کیا۔ اس کا ایک نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔

مولود بادل نظم و نثر کے ۸۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد و نعت کے بعد آداب محفل میلاد، بیان مولود سرور کائنات، بیان نور محمدیؐ، بیان کابند کے بارے میں احوال زمان سکنائے مکہ مکرمہ، سلام

درد شریف، بیان رضاعت، بیان شامل، بیان معجزات، معراج شریف، تعریف براق، در بیان قیامت، استغاثہ حضرت فاطمہؑ پیش رب العزت، فضائل محمدیؐ اور حضرت عمرؓ کا اسلام لانا کے عنوانات ہیں۔
بیان مولود سرور کائنات میں آپؐ کی ولادت مبارکہ کا ذکر یوں نظم کیا گیا ہے:

لکھ اے قلم خوشی سے ولادت حضورؐ کی
آ جائے گی خماری شراب طہور کی
کافہ پہ ہر طرف ہے تجلی یہ نور کی
بین السطور ہے عیان اس شکل نور کی
حرفوں کا رنگ نور سے تبدیل ہو گیا
ہر دائرہ بھی صورت قدیل ہو گیا
ظاہر کیا ہے پردہ سے خالق نے اپنا نور
ارض و سما کا جس کے سبب سے ہوا ظہور
شہرت ہے اس حبیب کے آمد کی دور دور
مٹ جائیں گے جہاں سے سب بانی فتور
توحید آج کفر کی قلت اڑائے گی
خورشید کی چمک ابھی ذروں میں آئے گی
(۱۲۳)

مولود بادل کی زبان اور اسلوب کا اندازہ لگانے کے لئے نور محمدیؐ کے بیان سے درج ذیل اقتباس

ملاحظہ ہو:

”ایک دن عبد اللہ نے حضرت عبدالمطلب سے کہا کہ میں جب بلحاکمہ کی طرف جاتا ہوں تو ایک نور عظیم الشان میری پشت سے ظاہر ہو کر دو حصہ ہو جاتا ہے۔ نصف اس کا جانب مشرق اور نصف اس کا جانب مغرب منتقل ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہی نور بصورت پارہ ابر کے میرے سر پر سایہ کرتا ہے پھر متوجہ ہوتا ہوں آسمان کی طرف تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جب زمین پر بیٹھتا ہوں تو زمین سے آواز آتی ہے۔ کہ اے عبد اللہ! نور محمدیؐ تیری پشت میں جلوہ افروز ہے، تجھے سلام اور جس وقت خشک درخت کے پاس جاتا ہوں وہ درخت فوراً سرسبز ہو کر مجھ پر سایہ کرتا ہے جب وہاں سے اٹھتا ہوں پھر بدستور سواکھ جاتا ہے۔ عبدالمطلب نے کہا اے عبد اللہ! بشارت ہو تجھے کہ تیرے سلب سے سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰؐ کہ جن کی خیر تورت میں ہے پیدا ہوں گے۔“ (۱۲۵)

لکھنؤ کی محفصل ۱۸۵۷ء کے بعد درہم برہم ہو گئیں تو پھر وہاں کے شعراء اور مرثیہ گو قدر دانی کی

کلاش میں عظیم آباؤ پندہ و کن اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں منتقل ہو گئے۔ لکھنؤ کے مرہیہ گو شعراء نے واقعات کرپا کو ہزاروں صفحات پر پھیلا دیا تھا۔ ان مرہیہ گو شعراء کے چاروں طرف پھیل جانے کے اثرات میلاد نگاروں نے بھی قبول کئے۔ اور میلاد ناموں میں کسی نہ کسی انداز میں شمول کرپا کے مصائب کا بیان شروع ہو گیا۔ مثلاً مولود بادل میں قیامت کے بیان میں استقامت حضرت بی بی فاطمہؑ پیش رب العزت شامل ہے۔ اس میں قیامت کے دن بی بی فاطمہؑ شہادت حسین کے بارے میں فریاد کرتی ہیں۔ اس لحاظ سے اس میں سرفروشان کرپا اور حضرت امام حسنؑ کی شہادت کا واقعہ بیان کر کے مرہیہ کی طرح نفا بتدی کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں چند شعر ملاحظہ ہوں:

پیر ابن حسنؑ کی جو آلودہ زہر تھا
شانے پہ واہنے اسی ٹیکس کے ہے پڑا
لبوس وہ حسینؑ کا خوں سے بھرا ہوا
ڈالے ہے بائیں شانے پہ وہ غم کی جلا
ہے کوفیوں کے ظلم سے دل کو جو بے کلی
فریاد کرنے پیش خدا آتی ہیں جلی
کستی ہیں یونہی سانسے خالق کے جاؤں گی
پیٹوں گی اور خاک بھی مر پہ اڑاؤں گی
فریاد کی مگر اپنی نہیں داؤ پاؤں گی
تالوں سے اپنے عرش بریں کو ہلاؤں گی
میں نے نہ ملک و مال کسی کا دیا لیا
لوگوں کو کوفیوں نے مرے قتل کیوں کیا
(۱۲۶)

مجموعی لحاظ سے مولود بادل میں دہلی کی تاثیر اور لکھنؤی زبان کی صفائی، فنی تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے۔

نواب صدیق حسن خاں (م ۱۸۹۰ء)

نواب صدیق حسن خاں کا میلاد نامہ بعنوان "۱۳ اشعار العنبرية من مولد خير البرية" ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء کا مطبوعہ ہے۔ اس کا سرورق موجود نہیں، اس وجہ سے مطبع کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ یہ نثر کے ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور یہ مطبوعہ نسخہ سنٹرل لائبریری کراچی یونیورسٹی، کراچی میں موجود ہے۔ اس میلاد شریف کی تالیف کے بارے میں مصنف نے لکھا ہے:

"نبی کریمؐ کی ولادت مبارک تاوقات شریف کتب سلف امت کثرت سے موجود

ہیں لیکن ان کتب کا تعلیم و محکم اہل اسلام میں ایک عرصہ دراز سے متروک ہے حالانکہ یہ درس تدبیریں شرفاً و رجتہ "علوم فروع و نحو پر مقدم ہے بعد تحصیل علوم کتب و سنت کے کوئی علم نافع تر علم سیرت و ہدی نبوت نہیں ہے سو اس علم سے اکثر مسلمان غافل ہیں۔ احوال حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عام و خاص نے فقط رسائل مولد پر اکتفا کیا ہے اور ان میں کوئی تالیف لائق اعتماد کلی نہیں نیز قطع نظر اس مسئلے سے جس میں ایک جہان برسر نزاع و تنازع ہے کہ آیا ذکر شریف میلاد بطریقہ مروجہ جائز ہے یا ناجائز اس رسالے میں اختصاراً "ذکر احوال خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا از ولادت تا وفات لکھنا مناسب جانے۔" (۳۷)

اس میں مولفات میلاد شریف، نسب و ولادت شریف آنحضرت، آنحضرت کے قتل پر قریش کا معاہدہ اور انتقال ابو طالب، بیان ہجرت، خصائص آنحضرت، و دلائل نبوت، اسما و القاب نبوی، ذکر شمائل، معجزات، غزوات، امام و علمات و ازواج و خدم، سیرت نبوی کے چند پہلو اور مرض وفات آنحضرت کے عنوانات ہیں۔ مصنف نے اس میں قرآن و حدیث اور مستند و معتبر کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ وہ اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں:

"ہر فصل میں انہی مضامین ماثورہ پر اکتفا کیا گیا جو بمنزلہ راس کے جسد ہیں۔ اور

فقط خط اطراف پر وقف ہوا۔" (۳۸)

نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے بیان سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"نبی کریمؐ شکم مادر سے ہاتھ پر شفا ام عبد الرحمن بن عوف کے اترے، نگاہ طرف آسمان کے تھی دونوں ہاتھ زمین پر تھے اس میں ہو اشارہ ہے وہ خفی تمیں ہے سر ہمیں چشم پاکیزہ تن ناف بریدہ عقدہ شدہ پیدا ہوئے بعض نے کہا آپؐ کا عقدہ آپؐ کے جد عبد المطلب نے ولادت سے ساتویں دن کیا اور بعض نے کہا، جبرئیل نے شوق صدر کے دن زمانہ رضاعت حلیمہ سعدیہ میں کھتہ کیا۔ آپؐ کی شب ولادت میں کو شک کسرئی حرکت میں آیا اس کی آواز سنی گئی اور چوہ کھڑے گر گئے اور آتش فارس جو ہزار سال سے یکساں گرم تھی بجھ گئی اور چشمہ ساوہ خشک ہو گیا۔ جب آپؐ کی عمر ۸ برس دو ماہ دس دن کی ہوئی عبد المطلب نے انتقال کیا۔" (۳۹)

مصنف نے مواد کی قراہی میں اجمال سے کام لیا ہے اور غیر ضروری تفصیلات سے پرہیز کیا ہے۔ اس خوبی نے ان کے طرز بیان کو دلکش اور پراثر بنا دیا ہے۔ یہ پہلی میلادیہ تصنیف ہے جو کسی غیر مقلد نے لکھی ہے۔ دراصل شروع میں غیر مقلدین کا عیسائیوں، آریہ سماجیوں، اور شیعوں سے صرف اختلاف تھا۔ بعد میں مرزائیوں کے خلاف رسالے تصنیف ہوئے۔ نبی کریمؐ کے احوال کی ترویج میں ان کی کسی قسم کی کوئی مخالفت نہیں۔

خواجہ شمس الدین

تو اچھے شمس الدین کا منظوم ”نور نامہ نکلاں“ ۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی طباعت مطبع احمدی سے ۱۸۸۱ء میں ہوئی۔ نور نامہ میں ان روایات اور احادیث کو موضوع بنایا گیا ہے جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے نور محمدی پیدا کیا۔ اس کے آخر میں ایک دعا اور اس کی بات کا بیان شامل ہے۔ نور نامہ کے پڑھنے سے مرادوں کے حصول کی نوید دی گئی ہے۔ اور منکرین نور محمدی کو کافر کہا گیا ہے، اشعار ملاحظہ ہوں:

اگر کوئی شک لاوے اس بات پر
تو لعنت ہے اس شوخ بد ذات پر
وہ کافر ہے دوزخ میں دائم رہے
جو اس نور نامہ کو باطل کے
روایت ہے اس نور نامہ میں اور
ذرا دیکھا کرو اس پہ غور
مذہب میں حضرت علی نے کہا
نہ لاؤ شک اس میں کوئی مطلقاً
پڑھے نور نامہ جو باعقاد
تو بیشک خدا دیوے اس کی مراد
(۱۳۰)

آسمانوں کی ہیئت کے بارے میں لکھا ہے:
ہے اول فلک نفرو خام سب
ذر سرخ کا دوسرا ہے عجب
تمام آسمان تیرا ہے سفید
عجب اس کی قدرت کا ہے یار بحید
ہے موتی کا چہ تھا یہ بس آسمان
فقط سیم کا ہے فلک پانچواں
چمنا لعل یا قوت کا بیکراں
زمر کا ہے ساتواں آسمان
ہیں دروازہ سب آئینہ نو کہ سات
نبی میرے فرماتے ہیں ایسی بات
طلائی کواڑ اس کے سن لے ذرا
دیا قفل ہے لعل یا قوت کا
(۱۳۱)

نور نامے کی زبان قدامت کے باوجود صاف ہے اور تفہیم و ابلاغ میں کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔
لفاظ سے زبان کی برجستگی اور الفاظ کی بندش اس نور نامے کی نمایاں خوبی ہے۔

محمد سراج الیقین

محمد سراج الیقین نے مولد شریف مصلحوی موسوم بہ تواریخ احمدی ۱۸۸۹ء میں لکھا۔ یہ نثر کے صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ترتیب درج ذیل ہے:

نسب نامہ، نور محمدی، ولادت مبارکہ، بیان رضاعت، رحلت حضرت آمنہؓ و حضرت عبدالمطلبؓ، حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کی طرف سے مال تجارت لے کر ملک شام کو جانا، بیان معراج شریف، ہجرت مکہ مکرر، اسلام حضرت عبداللہ بن سلامؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، احوال غزوات آنحضرتؐ، معجزات سرور کائناتؐ، بیان وفات شریف۔

مصنف نے اس میں بیان کردہ روایات کی صحت اور اپنے ماتخذ کی نشاندہی کی ہے:

”فقیر نے اس رسالہ حبرکہ کی روایات کی صحت پر بڑا لحاظ کیا ہے، اپنے نزدیک کسی روایت ضعیف کو اس میں دخل نہیں دیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح حاکم، مستدرک، شرح سنن بیہقی، بحوالہ علوم (امام غم الدین عمر نسفی)، وقائق الاخبار مولد (ابن جوزی)، اشعاع اللغات، مظاہر حق، مبیحاح النبوت (شاہ محمد ہدائی)، مدارج النبوت، معارج النبوت، روضۃ الاحباب اور ریاض الاذہار وغیرہ جیسی کتب معتبرہ سے حکایات و روایات رسالہ ہذا میں درج کی ہیں۔ ان کتابوں کے نام اس مقام پر لکھ دیئے ہیں تاکہ ناظرین صداقت آنکھیں ملاحظہ فرمائیں اور کسی طرح کا شک و شبہ اس کی صحت پر نہ لائیں۔“ (۳۲)

بیان معراج سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

”آپؐ نے فرمایا کہ پھر جب مجھے اللہ تعالیٰ نے وہاں سے آگے پہنچایا تو عالم برزخ اور عالم مثال میں مجھے عجائب و غرائب نظر آئے۔ ازاں جملہ بہت لوگ نیکی و بدی کی چیز میں مصروف و گرفتار پائے، چنانچہ کچھ لوگوں کو ذراعت کرتے پایا اور عجیب تماشا ان کا نظر آیا یعنی جس وقت کھیت ہوتے تھے اسی وقت درخت مع خوشے تیار ہوتے تھے۔ پھر جب کھیت کاٹ کر غلہ اٹھاتے تھے ہر دانے کے عوض میں دو چاند سے سات سو دانے تک ہاتھ آتے تھے۔ آپؐ نے جبرئیلؑ سے اس کے بارے میں استفسار کیا انہوں نے یہ جواب دیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو رات دن خدا کی عبادت کرتے ہیں اور اپنا مال فی سبیل اللہ فقرا اور غریبا کو دے گزرتے ہیں۔ ان لوگوں کو اب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اس کا صلہ ملتا ہے۔“ (۳۳)

سراج الیقین نے واقعات کے بیان میں کہیں کہیں قرآن مجید کی متعلقہ آیات اور ان کا ترجمہ بھی دیا

ہے۔ تمام واقعات اور روایات کو معتبر حوالوں کی مدد سے ایک کمائی کے پیرائے میں لکھا ہے۔ اس میں بھی ان کا عالمانہ طرز استدلال اور متین و پودقار لب و لہجہ جھلکتا ہے۔ ان خصوصیات کی بناء پر ان کے میلاد کے کو اس دور کا ایک نئی وضع اور نئے رستخان کا حامل اور نمائندہ کہا جاسکتا ہے۔

میر اعظم علی خان شائق (م ۱۸۹۷ء)

میر اعظم علی خان شائق عمدة العلماء نواز الدولہ کے نواسے تھے۔ طویل مدت تک دارالقضا کے ناظم رہے۔ عربی اور فارسی کی بڑی لیاقت تھی۔ شعر گوئی میں مائل سے تلمذ رہا۔ ان کا ضخیم کلیات شعر و سخن سے وابستگی کا شاہد ہے۔ ۱۳۱۵ھ ر ۱۸۹۷ء میں انتقال ہوا۔ حیدر آباد دکن میں مدفون ہیں۔

ان کا کلام جو چار سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے، زیادہ تر نبی کریمؐ کے محامد و محاسن کے بیان پر حاوی ہے۔ ان کے کلیات کی ضخامت سے ان کی شعر گوئی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ایک ہی موضوع پر اتنی ہمہ گیری، 'روح' وسعت اور تخیل کی بلندی عشق رسولؐ کا بین ثبوت ہے۔

اعظم نے زیادہ تر داخلی جذبات کا اظہار کیا ہے۔ معراج کے بیان میں شاعر کی قوت تخیل اور جذبات نگاری اپنے معاصر شعراء سے منفرد اور ممتاز ہے۔ تعداد و تاثر، شاعرانہ خصوصیات، روانی اور فنی اہتمام کے ساتھ اسلوب شعر میں سادگی و لطافت ہے۔

احمد جو احمد کے ہو مقابل شب معراج
جو میم ہے وہ ہے خط باطل شب معراج
طرفین میں تھی شوق لقا حد سے زیادہ
ٹپے دم میں ہوئی دور کی منزل شب معراج
آنکھوں میں ہیں پردے تو ہے پردوں میں بصیرت
اللہ سے ایسے ہوئے واصل شب معراج
وہ حسن محمدؐ وہ براق اور وہ صورت
ہر ایک کی طبیعت ہوئی مائل شب معراج
بجوں ہوئے سب دیکھ کر سرکار کی عظمت
رفرف جو بنا آپ کا محمل شب معراج
ہے صاف تشدد میں طینا کا اشارہ
سب لوگ بشر کے ہوئے قائل شب معراج
کس منہ سے کموں میں کہ خدا خوب ہے واقف
کیا کچھ ملے حضرت کو دسائل شب معراج
(۱۳۳)

محمد عبدالواحد خاں کی مثنوی کا عنوان ”شوق احمد“ ہے۔ یہ مثنوی عشق رسالتاب کے بیان میں ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ مکتوب ۱۳۶۹ھ ر ۱۹۹۱ء نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ یہ مثنوی ۳۳ اوراق پر مشتمل ہے۔ زردی مائل حنائی دہیز کافہ پر سیاہ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔ مخطوطہ بڑا معمولی کرم خوردہ ہے۔ ورق اول کے کنارے شکستہ ہیں۔ آغاز میں تسطیق عمدہ اور بعد میں اوسط خط ہے۔ شاعر کم سواد ہے کیونکہ وہ اکثر اوقات اوزان و بحر کا خیال نہیں رکھتا۔ اختتامی اشعار ملاحظہ ہوں:

پڑھے ہو مثنوی شوق احمد
 پڑھے وہ اس کے دل میں ذوق احمد
 اسے بھی روضہ اقدس کو دکھلائیں
 مشرف پھر لقا سے اپنے فرمائیں
 (۳۵)

سید جواد حسین شمیم امروہوی (م ۱۹۱۳ء)

سید جواد حسین شمیم ۱۸۳۸ء میں امروہہ میں پیدا ہوئے۔ حمد و نعت اور میلاد سرور عالم کے عنوان سے ان کا ایک ناقص المرقفین مخطوطہ نیشنل میوزیم کراچی میں موجود ہے۔ (۱۳۶) اس مخطوطہ کے متعدد مقامات پر مصنف نے اپنے قلم سے ترامیم و اضافے کئے ہیں۔ شمیم کا ۱۹۱۳ء میں انتقال ہوا۔ بیان میلاد مسدس کے انداز میں ہے۔ ایک ہند بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

اب مصحف اعجاز و کرامات سنائیں
 میلاد جناب شہ خوش ذات سنائیں
 منکر کو بھی حال آئے وہ حالات سنائیں
 اس پر بھی نہ قائل ہو تو صلوات سنائیں
 ہر انس و ملک صبح کرے ش کی ثنا پر
 خالق بھی کہے صل علی صل علی پر
 (۱۳۷)

شاعر کے بیان میں شفیقی و محبت کے جذبات کا اظہار ہے۔

حکیم محمد حسن میرٹھی

حکیم محمد حسن بن حکیم خادم حسین یکتا بن حکیم کریم بخش میرٹھ کے معروف اہلباء کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا میلاد نامہ نور محمدی الموسوم بہ نور الانوار ”نور محمدی“ ولادت و وفات مبارکہ کے احوال پر مبنی ہے۔ ”نور محمدی“ نظم و نثر کے قلوب انداز میں لکھا گیا ہے اور ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

طبیعی نسخہ ۱۸۹۱ء پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔

نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے بیان میں معجزات ہیگام ولادت سے متعلق مشہور اور مقبول روایات کو نظم کیا گیا ہے۔ اس سے ان کے اسلوب کی ندرت اور قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ چند شعر درج ذیل ہیں:

اللہ رے بحر بیت محبوب حق کا جوش
آتش گدے تھے جتنے وہ سب ہو گئے قیوش
باطل ہوئے علوم اڑے کابھوں کے ہوش
ہوا تھا ساحوں میں بھی قریاد کا خروش
بت خانے منہدم ہوئے لات و بیل گرے
کعبہ میں جتنے بت تھے وہ سب بت کے بل گرے
کفار تھے ذلیل معزز تھے حق پرست
خود ہو گئے جہاں کے زبردست زیر دست
ٹھٹھا ہوا سب آتش پارس کا بندوبست
کسریٰ کے طاق کو بھی ہوئی یک یک شکست
بالائے خاک خوف سے کفار گر پڑے
دیواں ہلا تو کنگرے دو چار گر پڑے
(۳۸)

نبی کریمؐ کی وفات مبارکہ کے بیان میں مرہیہ کی سی فضا بندی کا احساس ہوتا ہے۔ حسنینؑ کی حالت زار کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

ٹانا کے کبھی چہرہ سے چروں کو ملاتے
ہاتھوں کو اٹھا کر کبھی آنکھوں سے لگاتے
خوابیدہ سمجھ کر کبھی بازو کو ہلاتے
کرتے کبھی قریاد کبھی اشک بہاتے
کہتے تھے کبھی آنکھیں نہیں کھولتے ٹانا
آزرہ ہیں ایسے کہ تمہیں بولتے ٹانا
سر پیٹ کے کہتی تھیں یہ زہرا نہ جگاؤ
اب ہاتھ سے تم ٹانا کے بازو نہ ہلاؤ
بس دیکھ چکے آو دوا نہ پہ اوڑھاؤ
زاری کرو قریاد کرو خاک اڑاؤ

جیتے ہو تو دنیا میں تمہیں کیا نہ ملے گا
نہا سا مگر چاہئے والا نہ ملے گا

(۱۳۹)

نبی کریمؐ کے ساتھ ارتحال کے بعد حضرت فاطمہؑ زہراؑ کی مسلسل گریہ و زاری کا نقش بھی ہر دور انگیز انداز میں کھینچا گیا ہے۔ یہ پہلا میلاد نامہ ہے جس میں حضرت فاطمہؑ کے مسلسل رونے کی وجہ سے انہیں گریہ و زاری کے لئے جنت البقیع میں ایک حجرہ بنا کر دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

”جناب امیر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبرستان البقیع میں ایک حجرہ اس معصومہ کے رونے کے واسطے بنوایا کہ نام اس کا بیت الاحزان ہے۔ جناب سیدہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کا یہ معمول تھا کہ جب صبح ہوتی تو دونوں صاحبزادوں کو اپنے ہمراہ لے کر وہاں تشریف لے جاتی تھیں اور دن بھر روتی تھیں جب شام ہوتی تو جناب امیر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس معصومہ کو وہاں سے لے آتے تھے جبکہ دو مہینے اور چودہ روز آہ و زاری و گریہ و بے قراری میں اس معصومہ کو گذرے اور صبح آخر حیات سیدہ آئی۔“ (۱۴۰)

محمد حسن کے میلاد نامے کی نمایاں خوبی اس کی سلاست و روانی اور بیان میں خلوص و صداقت ہے۔ ان کی یہی صفات ترسیل فکر کو ایجاد کا اعجاز عطا کر کے اظہار کو وقیع، موثر اور مفید بناتی ہیں۔

شیخ محمد متقی اور اک

شیخ محمد متقی اور اک، حیدرہ نشین شیخ پور کے مولود ختم الرسائل الموسوم بہ میزان آخرت کا سال تصنیف ۱۳۰۹ھ ہے۔ یہ میلاد نامہ ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص ”انجمن ترقی اردو“ کراچی میں موجود ہے۔

اس میلاد نامے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میلاد نامے کے ہر فقرے کو اس طرح موزوں کیا گیا ہے کہ ہر فقرے سے حروف ابجد کے قاعدے کے مطابق اس کا سال تصنیف ۱۳۰۹ھ نکلتا ہے۔ نمونہ کے طور پر درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

”حوال تولد سراج دین حبیب اللہ صل اللہ علیہ وسلم“ (۱۳۰۹ھ) نقل مستحب بے بدل ہے کہ اللہ پاک نے آدم کو پیدا کر کے“ (۱۳۰۹ھ) نور نامی محمدی ان کی جبین جمیل میں ودیعت کیا“ (۱۳۰۹ھ) جبین محمود آدم صغی سے شکل ہو کر“ (۱۳۰۹ھ) حامی اسلام شیش کے سپرد ہوا“ (۱۳۰۹ھ) اسی طور اصحاب پاک سے جدا ہوا ہوا عبد اللہ فلک جاہ کو پہنچا“ (۱۳۰۹ھ) عبد اللہ مقبول اللہ آپ کے والد زبیر وہ انجمن عالی مقام تھے“ (۱۳۰۹ھ) اپنی قوم میں صاحب وقار و نیک نام تھے“ (۱۳۰۹ھ) نور شریف محمدی نے ان کی جبین کو ایسی جلا دی“ (۱۳۰۹ھ) کہ جز و کل دنان صلح قریش آپ پر فدا ہوئیں“ (۱۳۰۹ھ) جب عبد المطلب کو اس حال نازک تر سے کما حقہ آگاہی ہوئی“ (۱۳۰۹ھ)

عبداللہ عقیف کا نکاح آمنہؓ کے ساتھ کر دیا۔ (۱۳۰۹ھ)۔ (۱۳۱۱ھ)

اس میلاد ثانی کی ترتیب سے مصنف کے والدین لکھتے ہیں: ذوق و شوق اور محنت و لگن کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے اور یہی اس کی انفرادیت ہے۔

میر ممدی مجروح (م ۱۹۰۲ء)

میر ممدی مجروح خلیف میر حسین دہلویؒ مرزا غالب کے شاگرد عزیز تھے۔ ۱۸۵۷ء میں دہلی چھوڑ کر کچھ عرصہ کے لئے پانی پت چلے گئے۔ وہاں سے واپسی پر دہلی میں مختصر قیام کے بعد پھر تلاش معاش کے سلسلہ میں اور چلے گئے۔ وہاں کے والدین ریاست نے ان کی قدر دانی کی۔ آخری عمر نواب رامپور کی قیامی کی وجہ سے آسویگی سے بسر ہوئی۔ ان کا ۱۹۰۲ء میں انتقال ہوا۔

مجروح کے دیوان مظہر معانی کے علاوہ ان کا میلاد نامہ "انوار الاعجاز" ۱۸۸۷ء کا مطبوعہ ہے اور نثر کے ۲۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے میلاد اور معجزات کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ مجروح نے اپنے شیعہ عقائد کی وجہ سے اس میں آئمہ کے حالات اور ان کی کرامات بھی بیان کی ہیں۔ اس کے دیباچہ میں مجروح نے سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اس فقیر کثیر التفسیر ممدی بن میر حسین دہلوی نے ہنگام شباب میں کہ لطیف ترین ایام حیات ہے، ہنگامہ لب و لہب گرم کر کے نیک کاموں سے دل سرد کیا جب سنن عمر نے تمیں سے تجاوز کیا اور قوائے بدنیہ میں اضطلال پیدا ہوا اس وقت خیال مرگ آیا۔ حسی دست پر انھوں نے خاطر غم آلود و جان الم فرسود ہوئی۔ اس حال میں کچھ فضائل سید المرسلینؐ و آئمہ طاہرینؑ لکھنے کا خیال آیا اور یاد ہوئے استعدادی اور لاعلمی کے کتب متداولہ، مثل حیات القلوب و عین الحیوۃ ملا محمد باقر مجلسی و منس الضعی مناقب مرتضوی، فتوحات القدس و ظاہر القصص وغیرہ سے فضائل استیعاب کر کے زبان مروجہ حال اردو میں لکھے۔" (۱۳۲۱ھ)

اس میں احوال تولد مبارک، حال رضاعت جناب رسول خدا، حالات سفر شہام بسلسلہ تجارت، اسماء مبارک ازواج مطہرات، معجزات نریمانے آنحضرت، ذکر معجزات، وہ معجزات جو آنحضرت سے نہایت، جمادات، حیوانات اور مردوں کو زندہ کرنے میں ظاہر ہوئے، معجزات جو بیماروں کو شفا دینے میں ظاہر ہوئے، معجزات جو اہلیت وعا سے ہوئے، معجزات آنحضرت جو بحیرہ طحلام و آب میں ہوئے، معجزات آنحضرت جو کفایت شر و شمن میں ہوئے، معجزات روز جنگ احزاب، معجزات جو غیب کی خبریں دینے میں ہوئے، معجزات جو عالم اخفا سے ظاہر ہوئے، معجزات آنحضرت جو جنات سے وقوع میں آئے، معجزات جو اشیاء سے وقوع میں آئے، معجزات ہنگام ارتحال آنحضرت، معجزات آنحضرت جو فرشتوں سے ظاہر ہوئے اور اوصاف و شمائل آنحضرت کے عنوانات ہیں۔

میر ممدی مجروح نے انوار الاعجاز میں سادہ، آسان اور عام فہم زبان لکھی ہے۔ بعض الفاظ کا املاء

موجودہ اطباء سے مختلف ہے اور الفاظ بھی قدیم ہیں۔

منشی محمد سخاوت حسین تسخیرِ دایوینی

منشی محمد سخاوت حسین تسخیرِ دایوینی کا میلاد نامہ مراۃ الخور مع ریاض النور ۳۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ خواتین کی محافل میلاد کے لئے لکھا گیا تھا اس لئے اس میں ہر بیان کے شروع میں ”— بی بی میری طرف دیکھو اور اللہ کی قدرت کی باتیں سنو۔“ (۱۳۳) وغیرہ سے مخاطب کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہر بیان کے اختتام پر نسائی جذبات کو مد نظر رکھا گیا ہے جیسے

یا اُمّی مصطفیٰ کے واسطے

اور بی بی فاطمہ کے واسطے

بہل بچوں کو ہمارے شاد رکھ

اور خاوندوں سے گھر آباد رکھ

غیر مردوں کی نگاہوں سے بچا

دے ہمارے دل کو اپنا آسرا

حشر میں خیر النساء کا ساتھ ہو

ہم پہ حضرت عائشہ کا ہاتھ ہو

(۱۳۴)

اس میلاد نامے کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے مراۃ الخور میں نور محمدی ”پیدائشِ آدم“ ولادتِ نبویؐ قصہِ حلیمہ سعدیہ اور رضاعت کا بیان ہے۔ دوسرے حصے ریاض النور میں بسم اللہ کی بڑکتوں کا بیان، امتِ محمدیہ، فضائلِ درود شریف، نور محمدی کا حضرت آمنہؓ کو تفویض ہونا، معجزات ولادت اور بیانِ معراج کے عنوانات ہیں۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے مخلوط بیان پر مشتمل ہے۔

آپؐ کی والدہ ماجدہ آپؐ کو دایوینی حلیمہ کے سپرد کرتی ہیں۔ اس موقع پر تسخیرِ دایوینی نے حضرت آمنہؓ کے جذبات کی عکاسی کی ہے۔ اس بیان سے چند شعر ملاحظہ ہوں:

بولی وہ ہوں میں حلیمہ دایوینی

آپؐ کے چاند کو لینے آئی

آمنہ بولیں کہ لے تیرے نصیب

میرا لڑکا تو ہے اللہ کا حبیب

تو جو اس لڑکے کو لینے آئی

اچھی قسمت تری چٹکی دایوینی

پر کسے دیتی ہوں تکلیف نہ ہو

میرے بچے کو سنبھالے رکھیو

نرم بستر پہ سلاٹا اس کو
 جاننا خود نہ بھگتا اس کو
 روٹھ جائے تو مٹاتا اس کو
 دل دکھے گا نہ رلاتا اس کو
 میری آنکھوں کا اجالا ہے یہ
 دیکھ بن باپ کا پالا ہے یہ
 میلا دل اس کا نہ کیجئے دانی
 جو یہ مانگے وہی دیکھو دانی
 آنکھ سے اوت نہ ہونے دینا
 مت اکیلا اسے سوتے دینا
 دیکھ یہ چاند سا کھیرا دانی
 بری نظروں سے بچانا دانی
 دھوپ میں یہ نہ ٹپکنے پائے
 پھول ہے میرا نہ کھلا جائے
 اچھی دولت ہے یہ دانی میری
 عمر بھر کی ہے کمائی میری
 اس کے چھٹنے کا بہت ہو گا داغ
 سارے گھر کا ہے یہی ایک چراغ
 دودھ اس کو جو پلائے گی تو
 اور اسے پال کے لائے گی تو
 تنگ ہوں کیسے کموں زر دوں گی
 پر کسے دیتی ہوں خوش کر دوں گی

(۳۵)

تنخیر بہ ایوینی کے بیان سے خلوص اور عقیدت مندی جھلکتی ہے۔ ان کے بیان میں نہ تو مبالغہ کا گذر ہے اور نہ تصنع کو دخل ہے۔ حقیقت حال کا بیان خلوص کی زبان سے کیا گیا ہے۔ ان کے بیان میں زبان نہایت صاف، سلیس اور لفظی صناعت کی پیچیدگیوں سے پاک ہے۔ انہوں نے اپنی فنی توانائی سے شوق رنگ پھول کھلائے ہیں۔

حکیم امیر الدین عطار اکبر آبادی (م ۱۸۹۹ء)

حکیم امیر الدین عطار صوفی منش شاعر اور ادیب تھے۔ ان کا میلاد نامہ بعینہ ان مولود عطار مطبع

ابوالعلائی آگرہ سے ۱۸۹۳ء میں پہلی بار چھپا۔ یہ میلاد نامہ ۵۱ صفحات پر مشتمل ہے اور شرکی نسبت زیادہ منکوم ہے۔ مصنف نے مجلسی اندازِ بیاں کو ملحوظ رکھا ہے۔ حمد و ثناء کے بعد فضیلت محفل میلاد، خدمت درود شریف، برکات میلاد، شاہ عبدالرحیم کا بچنے چنے پانٹنے کا واقعہ، نور محمدی، فضائل و خصائل رسالتاب، مناقب حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، منقبت خلفائے راشدین، یسوی عورت کے قبول اسلام کا واقعہ، میلاد کی برکت، قصہ قاتیل و ہاتیل، حضرت موسیٰ کا دیدار رسالتاب کی آرزو کرنا، مدحت خیر الانام اور آخر میں الف خان اکبر آبادی برادر مصنف کی مناجات شام کی گئی ہے۔

قرآن و حدیث کے علاوہ فیوض الحرمین (شاہ ولی اللہ) راحت القلوب (حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء) جمع الجوامع (سیوطی) اور چند دیگر کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

نثر میں شاعرانہ زور اور جوش موجود ہے۔ اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے:

”آسمان کو زمین سے بھی غبار ہے کہ پیدا ہوئے مجھ پر نہ حضرت کا مزار ہے۔ مہر بے مہر کو اس کی جلن ہے کہ میں نہ ہوا روضہ میں شمع روشن ہے۔ ماہ کو اس کا داغ ہے کہ میں دل بجھایں، وہاں جلتا چراغ ہے تارے یوں ستارے سے نوستے ہیں کہ گل چراغ کی ہمار لوستے ہیں فلک پر جو عقد ثریا تیار ہے یہ اسے جھار چراغ کا عکس نمودار ہے۔ دھنک کی جو سبز و سرخ لکیر ہے یہ محراب روضہ کا نقش تحریر ہے روستے گرووں نہیں افق ہے خوشی سے چرو ہوتی شفق ہے دل بادل جو گر جتا ہے دل سے آپ کی محبت کا دم بھرتا ہے ابر کو مہر نہیں آتا ہے یوں برس برس جھری لگتا ہے کہ گرد و غبار روضہ کے باہر دھوتا ہے بجلی جو چمک کر چھپ جاتی ہے روضہ کے سنہری عکس کی جھلک سے شرماتی ہے برق بے قراری دکھاتی ہے بار بار کڑکا بجاتی ہے بدلی باؤلی لگتی ہے یہ عاشقوں کو سناتی ہے۔ ایسا کون دلدار ہے کہ جس کا خدا خود طالب دیدار ہے ہاں ہاں وہی تو ایک یار ہے کہ نام نامی جس کا محمد رسول اللہ احمد مختار ہے۔ لباس بشر میں نور خدا تھا واللہ اعلم کیا ماجرا تھا بندہ ہو کر حبیب خدا ہوا یہ رتبہ کس کو نصیب ہوا۔“ (۳۲۶)

خلفائے راشدین کی منقبت میں محبت و عقیدت کے جذبات کا اظہار ہے۔ اور اس بیان میں ان کا اخلاص جھلکتا محسوس ہوتا ہے۔ اس منقبت کے چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

بوکر ہے ابر سقا بحر عطا عادل عمر
نصیب ہے خنجر گوہر کن جوہر ہے علی
بوکر ہے باغ بہشت اور حرم عدل کشت عمر
عثمان ہے جام و سیو ساقی کوثر ہے علی
بوکر طوبی کا شجر اور شاخ ہے اس کی عمر
عثمان برگ سبز ہے اور میوہ تر ہے علی

بوکڑ مرو سہی ہے گر تو قد شمشاد ہے عمر
 حنائی بہار بوستان باغ صنوبر ہے علی
 بوکڑ ہے بوئے عود گر تو بوئے صندل ہے عمر
 حنائی بوئے مشک ہے اور بوئے خمر ہے علی
 (۱۳۷)

محفل میلاد کے منکر پر اللہ کی طرف سے لعنت ہوتی ہے۔ محفل میلاد میں نبی کریمؐ تشریف لاتے ہیں۔
 اور اس بزم کا دیدار کرنے فرشتے آتے ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہوں۔

اس محفل میلاد سے ہو جو کوئی منکر
 اللہ اسے لعنت کرے پھٹکاؤ حسیب
 (۱۳۸)

کیوں کر نہ یہ محفل شب معراج کہائے
 اور فرش زمیں عرش بریں آج کہائے
 یاں آئے وہ نبیوں کا جو سرتاج کہائے
 اس جا تو ہے کیساں غنی محتاج کہائے
 (۱۳۹)

جس جا پہ پڑھی جاتی ہے نعت شہ اہرار
 واں لاتے ہیں تشریف شریف احمد مختار
 آتے ہیں ملک دیکھنے اس بزم کا دیدار
 اور پڑھ کے درود آل محمد پہ وہ سو بار
 (۱۴۰)

متذکرہ بالا نوعیت کے اشعار کا غالب حصہ میلاد ناموں میں اہل حدیث علماء کے خیالات کے رد عمل
 کے طور پر تخلیق ہوا جنہوں نے محفل میلاد کو بدعت قرار دیا۔ میلاد نگاروں نے میلاد ناموں میں اپنے
 عقائد، نظریات اور خیالات و احساسات کا برملا اور واضح اظہار کیا ہے۔ ایسے مواقع پر میلاد نگاروں نے
 اپنے تمام علمی، فنی، مذہبی اور فنی تجربات و مشاہدات کا نیچر پیش کیا ہے جو ان کے مطالعہ ظاہری اور
 مشاہدہ باطنی کا ماحصل نظر آتی ہیں۔ اس قسم کی منظومات سے خوش عقیدہ اور شعری باریکیوں کو سمجھنے والے
 پوری طرح حقا اٹھا سکتے ہیں۔

سید محمد علی بیدل بریلوی (م ۱۹۰۲ء)

سید محمد علی بیدل بریلوی اپنے دور کے نامور طبیب تھے۔ شعر و سخن سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔ ان کا

میلاد نامہ بعنوان ”آئینہ شفاعت مشہور نتیجہ قیامت“ نظامی پریس بریلی سے ۱۸۹۵ء میں چھپا۔ اس میلاد نامے کے ۲۴ صفحات ہیں جو نظم و نثر کے مخلوط بیان پر مبنی ہیں۔ عام طور پر مولود نامے سے خیر نبویؐ، برکت ظلیٰ اور حصول ثواب کے لئے لکھے گئے ہیں اس لئے ان میں سے بیشتر ایسے ہیں جن میں فن شاعری کا لحاظ بہت کم رکھا گیا ہے۔ موزونی طبع کو بنیاد بنا کر نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے احوال بیان کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے لیکن شاعرانہ محاسن کے اعتبار سے سید محمد علی بیدل بریلوی کا میلاد نامہ فکر و فن سے آراستہ ہے اور ان کے اشعار میں جذبہ صداقت کا عنصر موجود ہے۔

آئینہ شفاعت میں محمد رب جلیل، نعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، احوال نور محمدیؐ، مولود نبی کریمؐ، معراج شریف، احوال پیدائش و حال شاہ یمن، بیان ظہور امام مہدیؑ، بیان آمد حضرت عیسیٰؑ، احوال آثار قیامت، احوال قرب و نشور و اسرائیل، میدان خشر میں حضرت علی المرتضیٰؑ کا داخل ہونا، بیان مروجان زیر زمین، میدان خشر کا عدل و انصاف کے ساتھ برپا ہونا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق خدا کا درجہ بدرجہ طلب ہونا اور امت محمدیؐ کی شفاعت کا بیان ہے۔

مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے اپنے میلاد نامہ کے حوالے قرآن و حدیث اور کتب معتبرہ سے افادہ کئے ہیں لیکن میلاد نامے میں کسی کتاب کا نام لے کر حوالہ نہیں دیا۔ ولادت نبویؐ کی منکومات میں قضا بندی اور ماحول سازی کا عنصر نمایاں ہے۔ نیز اس دور کی شاعری کا طرز امتیاز رعایت لفظی، منافع بدائع اور خارجیت جیسی خصوصیات عام ہیں۔ چند اشعار بیان تولد رسالتؐ سے ملاحظہ فرمائیے۔

مولود مصطفیٰ کا بیاں ہے پڑھو درود
ہر سو خدا کا نور عیاں ہے پڑھو درود
آمد رسول پاک جہاں ہے پڑھو درود
خوش خوش ہر اک ہر د جواں ہے پڑھو درود
جس دم پڑھا درود معطر دھن ہوا
ذکر رسول پاک سے وہ گھر چن ہوا
سرہنر ہیں چمن تر و تازہ ہیں برگ و پار
شاخوں پہ بلبلیں بھی جھکتی ہیں بار بار
غنیچے لئے ہیں ہونٹوں میں گل کرنے کو غار
گلزار کی منک سے ہے غیر فشاں ہمار
پھولے نہیں ساتے ہیں جو حق پرست ہیں
ہر گل میں یہ منک کہ طاووس مست ہیں
ماند گل شگفتہ ہیں مکہ کے خاص و عام
ہے قدسیوں میں شہ کی ولادت کی دھوم دھام

افرونی نور کی ہے مہر و مر میں تمام
ایک ایک کی زبان پہ ہے محبوب حق کا نام
تبیح خواندوں پہ ملک ہیں سستے ہوئے
ساقوں فلک کے آج ہیں سب در کھلے ہوئے
ہے آمد کے گھر میں عجب نور لایواب
حجرہ کے نور سے ہے جہنم برج آفتاب
عشرت کا ہے وفور مسرت ہے بے حساب
ہے شوق میں کھلا ہوا رحمت خدا کا باب
سلاں ظہور ختم رسالت جو پاتے ہیں
گردوں سے فوج فوج ملک آتے جاتے ہیں
(۱۵۱)

واقعہ معراج میلاد نگاروں کے نزدیک ایک اہم موضوع رہا ہے۔ اس کے لئے طبعیہ معراج نامے بھی
لکھے گئے۔ نظم میں واقعہ معراج عام طور پر مثنوی کی صورت میں لکھا گیا ہے اور اسی مناسبت سے ان میں
مربوط فضا بندی اور ربط و تسلسل کی خصوصیت موجود ہے۔ بیدل بریلوی نے بھی واقعہ معراج کے بیان میں
سوثر لب و لہجہ اختیار کیا ہے اور اپنی فنی مہارت سے تشاہیہ آہنگ اور حسن و خوبصورتی سے عرش تک کے
سفر کا نقشہ کھینچا ہے۔ اور اس کے لئے قصیدے کی صورت منتخب کی ہے۔ بیان معراج سے درج ذیل اشعار
ملاحظہ ہوں :

مقام سدود پر پہنچے تو حضرت دیکھتے کیا ہیں
کہ رک کر اس جگہ جبرئیل یہ مژدہ سنانا ہے
اگر آگے بڑھوں کچھ بھی تو جل جاؤں میرے سب پر
یہ رتبہ آپ کا ہے جالیئے خالق بلاتا ہے
وہاں سے جب چلے تو سرور دیں دیکھتے کیا ہیں
کہ رعب ذات سے سب جسم الطمر تھر تھراتا ہے
مقام قرب حق تھا یہ زبان حال سے گویا
کہ خالق راز اپنا سب محمد کو بتاتا ہے
زمین و آسمان پر یہی غل تھا یہی چرچا
خدا خلعت شفاعت کا محمد کو پہناتا ہے
دیا کیونیاں نے حلالان عرش کو مژدہ
خدا کے پاس سے محبوب حق تشریف لاتا ہے

کہا یہ مہمان عرش نے آپس میں خوش ہو کر
چلو دیدار کو محبوب حق جلوہ دکھاتا ہے
ہوا حکم خدا روح الامیں کو کہہ دو رضواں سے
سوارے بہشت جنت پیر کو محبوب آتا ہے
سواری خلد کی جانب مگی تو آپ نے دیکھا
کہ رضواں لعل و گوہر نام حضرت پر لٹاتا ہے
مکان اعلیٰ سے اعلیٰ نور کا دیکھا لب کوثر
جسے قصر معلیٰ خازن جنت بناتا ہے
مکان پھر نور کا دیکھا نبی نے دوسرا وہ تھا
کہا جبرئیل نے قصر علیٰ جلوہ دکھاتا ہے
مکان پھر ایک موتی کا دکھا کر بولے حضرت سے
یہ گھر ہے قاطعہ کا جو نظر حضرت کو آتا ہے
مکان بنتے ہوئے دو دیکھے یاقوت و زمرہ سے
کہا شہم نے کہ رضواں دو مکان کس کے بناتا ہے
کہا جبرئیل نے شبیر و شہر کے ہیں یہ مسکن
انہیں دو نور سے ہر پھول بو و رنگ پاتا ہے
(۱۵۲)

اس میلاد نامے میں تلور امام مہدیؑ حضرت عیسیٰؑ کی آمد کے علاوہ احوال آثار قیامت بھی بیان کئے گئے ہیں۔ ان سب واقعات کا میلاد الہی کے موضوع سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ میدان حشر میں خاتون جنت حضرت قاطعہؑ کی آمد کا تفصیلی بیان مرقیہ کے انداز میں کیا گیا ہے۔ جس سے میلاد نامہ کے آخری صفحات شدائے کرلا کا مرقیہ لگتے ہیں۔ دراصل اس قسم کے واقعات کا بیان لکھنؤ اور اس کے ارد گرد کی مخصوص شیعہ عزاداری کی عمومی فضا کے زیر اثر شامل کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس قسم کا بیان میلاد ناموں میں خال خال نظر آتا ہے پھر بھی مرقیہ نگاری اور شیعیت کے اثرات غیر شعوری طور پر محاصرہ اولیٰ فنی رویوں پر مرتب ہوئے۔ حالانکہ محفل میلاد میں بیان حزن و ملال کسی طرح بھی جائز یا درست نہیں ہے۔

خاتون جنت کے میدان حشر میں تشریف لانے کے بارے میں ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:
”جبرئیلؑ فرماتے ہیں۔ اے خاتون جنت فخر آدم بنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تشریف لے چلیں کہ آج روز حساب ہے۔ خداوند عالم نے جناب کو طلب فرمایا ہے تاکہ جنت حضورؑ کی سواری کے واسطے میں لایا ہوں اور تاج خلد بدیں سے اور تحفہ لبوس عطیہ جناب باری بھی لایا ہوں جناب خاتون جنت بی بی قاطعہ زہرا بنت

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل کی آواز سن کر فرمائے گی کہ اے جبرئیل پھر میرے پایا کا کس نے در و دندان شمشید کیا یا پھر کس نے علی کے سر پر تلوار ماری۔ اے جبرئیل کیا پھر اعدائے بے دین نے میرے حسن کو زہر دیا۔ اے جبرئیل کیا پھر میرے حسین یکس و مظلوم کو تین دن کا بھوکا اور پیاسا ڈنک کیا۔ جناب زہرا اس نورانی ناز پر اس صورت سے سوار ہوں گی کہ گریباں چاک چاک اور دندان اپنے پایا کا شکت اپنے سیدھے ہاتھ پر رکھے ہوئے علامہ علی مرتضیٰ خون آلود اور پارہ ہائے دل حسن رومال میں بست اور خون قبا ٹکڑے ٹکڑے شہیدان کربلا کی اپنے سینہ سے لگائے ہوئے درگاہ خداوند عالم میں حاضر ہو کر یوں عرض کریں گی۔

ناگاہ زمین حشر کی ہووے گی سرد تر
 ہو جاویں گی فرو شرر آتش ستر
 چڑھا یہ ہو گا اہل قیامت میں یک دگر
 کس عاشق خدا کا ہے اب حشر میں گذر
 اس وقت آفتاب قیامت بھی سرد ہے
 آمد یہ جس کی ہے وہ رحیمی میں فرد ہے
 پھر تو نمود ہوویں گی واں حوریں بے حساب
 گیسو کشا وہ خاک ہنر اور بے حواس
 اور صف بہ صف پکاریں گی باویدہ پر آب
 ہاں اہل حشر بند کرو آنکھیں تم شتاب
 بہت رسول صاحب تطہیر آتی ہیں
 غلاتون حشر اور شبیر آتی ہیں
 آنکھیں کریں گے بند زن و مرد پھر تمام
 ہو گا نمود قاطعہ کا ناز خوش خرام
 پیش الہ حشر میں آتی ہیں قاطعہ
 اپنا تمام حال سناتی ہیں قاطعہ
 صبر و رضا خدا کو بتاتی ہیں قاطعہ
 جور و ستم عدو کے دکھاتی ہیں قاطعہ
 پایہ پکڑ کے روئیں گی عرش عظیم کا
 سر کاٹا ہے گناہ میرے در جہنم کا
 انصاف تیرے ہاتھ ہے مجھ دل ملول کا
 قاتل نے خون بہایا ہے آل رسول کا

روشن ہے تیری ذات پہ الہی رب فوالحسن
 پالے تھے میں نے بیٹے بعد رنج اور محن
 نور نظر علی کے تھے اور میری جان و تن
 روح علی حسین ہے، نور نبی حسن
 گھر سے بلا کے ہائے میرے نور عین کو
 بے آب و دانہ فرج کیا ہے حسین کو
 جب تک نہ اپنی داد کو یارب میں پاؤں گی
 بالوں سے تیرے عرش بریں کو ہلاؤں گی
 آنی شب نیم جو محرم کے ماہ کی
 کثرت ہوئی رزیدہ لہیں کی سیاہ کی
 سر تو کیا تھا میرے پر نے فدائے رب
 پھر لاش پانفل جو کی اس کا کیا سبب
 پھر لوٹا اہل بیت کو یہ اور من غضب
 امت نے اہل بیت کا کیسا کیا ادب
 ہے قتل پر حسین کی سارا جہاں گواہ
 خنجر گواہ نیزہ گواہ اور سناں گواہ
 مارا ہے پیاسا شمر شکر سے پوچھ لے
 منکر جو شمر ہوئے تو خنجر سے پوچھ لے
 کھرائے گی جو عرش سے ماتھے کو زور سے
 رونے لگیں گے عرش کے حامل بھی شور سے
 فریاد فاطمہ سے سب آنسو بہائیں گے
 چودہ طبق ارض و سما تھر تھرائیں گے
 جبرئیل دوڑے خدمت احمد میں جائیں گے
 دریائے قر حق میں زبس جوش آئیں گے
 سننے کے ساتھ شافع کونین آئیں گے
 اور آکے فاطمہ کو گلے سے لگائیں گے
 شکوہ کا ہے محل نہ ظلمات کا وقت ہے
 حق سے دعا کرو کہ شفاعت کا وقت ہے
 جبرئیل سے کہیں گے نبی کچھ نہ خوف کھاؤ
 جاؤ میرے حسین کو تم کر بلا سے لاؤ

در اصل ۱۸۵۷ء کے بعد جب لکھنؤ کی محفلیں درہم برہم ہو گئیں تو مرثیہ گو لکھنؤ سے باہر نکلے اور چاروں طرف پھیل گئے۔ ان لوگوں نے مرثیوں میں مایوسی، رنج و اندوہ اور مرونی کی فضا پیدا کی جبکہ شہیدانِ کربلا کے اسوہ حسنہ کو مد نظر رکھ کر اسلام پر مرثیے کا جذبہ پیدا کر کے تحریک آزادی کا کام لے سکتے تھے اور انہیں نمونہ عمل بنا کر تاریک راہوں کو روشن کیا جا سکتا تھا۔ شہدائے کربلا نے جس منبع سے الکساب فیض کیا تھا۔ اس کی تعلیمات، فیضانِ نظر اور اس کے کردار کو مشعل راہ بنا کر فکر و نظر کی درمندیوں کو ختم کیا جا سکتا تھا لیکن اس سرچشمہ انسانیت کا ذکر مرثیوں میں بہت کم موجود ہے۔ عصری تناظر میں ہم دیکھتے ہیں تو انگریزوں کا تسلط، لفظ مضبوط ہوتا نظر آتا ہے۔ اس قسم کے حالات میں مرثیہ گو اپنے حلقہ اثر میں زندگی کی بند مسلسل اور تنگ و تاز کے فلسفہ کی تبلیغ و ترویج سے ایک اہم تبدیلی لاسکتے تھے۔ یہ وہ درس تھا جو اہل کربلا نے عملی طور پر حصہ و آزادی کا سکھایا تھا مگر اس کے برعکس مرثیہ نگاروں نے روئے دھوئے کے عمل اور فعل سے مایوسی کی فضا کو اور زیادہ گہرا کر دیا۔

بیدل بریلوی کا میلاد نامہ اپنی فکری و فنی خوبیوں کی وجہ سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں کی بات یہی ہے کہ انہوں نے گنگوڑ امت کی شفاعت کے باب میں ساتھ کربلا کی یاد تازہ کر لے مرثیہ گو کی فضا پیدا کر دی ہے۔

حافظ محمد اکمل

حافظ محمد اکمل کا میلاد نامہ توصیف احمدی کے نام سے ۱۸۹۵ء میں مطبع پنجابی لاہور سے شائع ہوا۔ یہ ۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور اس میں اردو میں بیانِ میلاد کے علاوہ فارسی اور پنجابی میں بھی میلاد پر حکومت ہیں۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پبلک لائبریری، بلخ لائٹس خاں، ملتان میں موجود ہے۔

محمد سلطان عاقل دہلوی

محمد سلطان عاقل دہلوی کا منظوم میلاد ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ناقص الاول ہونے کی وجہ سے مطبع کا نام اور تاریخ اشاعت معلوم نہیں ہو سکی۔ یہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔

قاضیہ ناقص ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کا سایہ نہ ہونے کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :

اب سایہ نہ ہونے کی کموں وجہ میں جو ہو
ہر لفظ میں خورشید درخشاں کی چمک ہو
سایہ کا نہ ہونا ارنی گو سے تو پوچھو
ہے نور مجسم بدن سرور خوش خُو
کس طرح عیاں ہو شہِ جمہور کا سایہ

دیکھا ہے کسی نے بھی کہیں نور کا سایہ
(۱۵۴)

ماقل کے میلاد ثانی کی خوبی اس کا طرز استدلال ہے جو طبیعت پر گراں نہیں گذرتا بلکہ قادری کے جذبات و احساسات کے آثار چڑھاؤ کے عمل کو مکمل کرتا ہے۔

حافظ محمد فیض اللہ بیگ

حافظ محمد فیض اللہ بیگ اکبر آباد میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اپنے والد مرزا لطف اللہ بیگ اور سید قریبان حسین قادری سے مروجہ علوم کی تعلیم حاصل کی۔ آگرہ کے معروف مولود خواں تھے۔

ان کا معراج نامہ بعنوان ”تختہ رجبی“ نظم و نثر کے سب صفحات پر محیط ہے۔ اس میں معراج الہی کے بارے میں عام روایات کے بیان کے علاوہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی شان میں مسدس بھی شامل ہے۔ ان کے بیان معراج میں اخلاص و دروہندی کا اصرار اور والہانہ پن ٹپکتا محسوس ہوتا ہے :

اس شان اس ادا سے شائے رسول ہو
ہر شعر شاخ ہووے تو ہر لفظ پھول ہو
حصار پر حجاب کرم کا نزول ہو
سرکار میں یہ نذر حقیر قبول ہو
ایسی حلیوں سے ہو معراج کا بیان
سب حاکمان عرش سیں آج کا بیان
(۱۵۵)

نبی کریمؐ کی خلفائے راشدین سے آسمانوں پر ملاقات کا حال یوں قلمبند کیا گیا ہے :

”حضرت ابوبکرؓ کو آسمان چہارم پر دیکھا، حضرت عمرؓ کو آسمان سوم پر، حضرت عثمانؓ کو آسمان دوم پر، حضرت علیؓ کو آسمان اول پر۔ حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا میں نے کہ تو کس عمل سے یہاں آیا تو بیان کیا آپؐ کی محبت کی برکت سے، حضرت عثمانؓ سے پوچھا میں نے کہ تو کس عمل سے یہاں آیا کہا کہ آپؐ کی نصرت سے، حضرت عمرؓ سے پوچھا میں نے کہ تو کس عمل سے یہاں آیا کہا آپؐ کی معاونت سے، حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے میں نے پوچھا کہ تو کس عمل سے یہاں آیا، کہا آپؐ کی محبت سے۔“ (۱۵۶)

مسدس در بیان معراج شریف سے دوبند بطور نمونہ ملاحظہ ہوں :

مقام استوی میں عہد و معبود ایسے تھے ہدم

کہ گویا ایک چلہ دو کمانوں سے ملے باہم
تکلم کیا کرے اس جا زبان نطق ہے اب کم
نہیں ممکن خیال رفعت شان شہ عالم
حجاب نہ فلک کو ملے کیا ہے آن واحد میں
یہاں عقل رسا ہے نارسا فہم مقاصد میں
جسے مثل شمیم گل عجب رنگ یکے دیکھا
زبے خلوت کہ بے پردہ جمال ابروی دیکھا
ان آنکھوں سے سراپا جلوہ نور خفی دیکھا
نہ دیکھا تھا یہ ظاہر وہ بچشم معنوی دیکھا
عروج شان والا غور سے اے مونس دیکھو
کمال پہنچے ذرا اعزاز قسم المرسلین دیکھو
(۱۵۷)

شب معراج کی تفصیلات کے بیان میں دیر معراج ناموں کی طرح اس میں بھی تخیل کی رنگینی کو
دیکھنے کا روالا گیا ہے لیکن قرآن و حدیث کی آیات و روایات کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم کے اس
بیان ”تمنئی قاب قوسین او ادنیٰ“ کی طرف بھی واضح اشارہ کیا ہے۔ آپ کے عالم ملکوت کے مشاہدے کی
حقیقت کو بھی بیان کیا ہے۔ برصغیر میں نبوت کے جھوٹے دعویدار کے رو میں جابجا آپ کی شان ”ختم
المرسلین“ کا ذکر کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر معراج کی تفصیلات اپنی بزرگیات کے ساتھ موجود ہیں اور پڑھنے یا
سننے والے پر اپنا بھرپور تاثر چھوڑتی ہیں۔

منشی محمد حافظ اللہ چشتی

منشی محمد حافظ اللہ چشتی کا وطن قصہ سورون تحصیل کاس خج ضلع اٹ تھا۔ ان کے والد محمد حفیظ اللہ
قادر علی نے ان کی دینی اور باطنی تربیت کی طرف خاص توجہ دی۔ حافظ نے چشتی صابری اور قادری رزاقی
ملاس سے باطنی فیض پایا۔ حافظ محکمہ پولیس میں ملازم رہے۔ انہوں نے میلاد نامہ ”مولود شریف حافظ“
پولیس اسٹیشن چر گاؤں تحصیل موٹھ ضلع جھانسی میں تعیناتی کے دوران ۱۵۔ جنوری ۱۸۹۷ء کو تصنیف کیا اور
اس کی ۷۰ جولائی ۱۸۹۷ء کو طباعت ہوئی۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے ۳۲ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں
مولف میلاد نامہ کی اپنی تحریر کردہ منظومات کے علاوہ کسی محفوظ نامی شاعر کی منظومات بھی شامل کی گئی ہیں۔
اس میں حمد و ثنات کے بعد بیان فضائل میلاد شریف، بیان پیدائش نور محمدی، ولادت مقدسہ، بیان رضاعت،
”عجرات ایام طفولیت اور مختصر بیان معراج شریف کے عنوانات ہیں۔

مصنف نے روایات کے بیان میں اپنے کسی ماخذ کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اس میں درج ذیل روایت
بیان کی گئی ہے۔ جس کا کسی اور میلاد نگار نے کوئی تذکرہ نہیں کیا:

”حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت مہدی علیہ السلام سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! جب آپ علیہ سعادت کے گھر تشریف لے گئے تھے، آپ چالیس دن کے تھے اور چاند سے باتیں کرتے تھے۔ یا رسول اللہ! چالیس دن کی عمر میں آپ کو یہ باتیں اور عقل کیونکر آگئی؟ فرمایا کہ اے بچا میں شکم مادر میں تھا اس وقت قلم قدرت لوح محفوظ پر چلتا تھا اور میں آواز سنتا تھا اور چاند و سورج عرش اعظم کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے تھے میں ماں کے پیٹ میں ان کے سجدہ کرنے کی آواز سنتا تھا۔“ (۱۵۸)

”مولود شریف حافظ“ کی زبان عوامی لب و لہجہ کے مطابق ہے۔ اس کی منظومات میں ادبی محاسن کم ہیں، مگر ان کا مقصد اسلامی عقائد کی تبلیغ و فروغ اور نبی کریمؐ کی سیرت کو عام کرنا ہے۔

مولوی خلیل الرحمن واعظ سارنپوری (م ۱۹۰۵ء)

مولوی خلیل الرحمن واعظ سارنپوری عربی اور فارسی علوم کے فاضل، مشہور شاعر اور اہل دل بزرگ تھے۔ ان کا ”میلاد شریف“ منظوم ۱۸۹۷ء میں مطبع گلزار محمدی میرٹھ سے چھپا۔ میلاد شریف ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ابتداء حمد باری تعالیٰ سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد نعت رسالت اور سرپائے نبویؐ کا بیان ہے۔ اس کے بعد ذکر ولادت کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ مولوی خلیل الرحمن نے مجلسی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ”میلاد نامے“ میں علمی انداز پر قرار رکھا ہے۔ اس میں انہوں نے نہ کہیں کسی ضعیف روایت کا سہارا لیا ہے اور نہ کوئی غیر معروف بات تحریر کی ہے۔ انہوں نے مستند اور ثقہ واقعات کو شریعت کی حدود کو مد نظر رکھ کر بیان کیا ہے۔ سرپائے نبی کریمؐ سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

”تم سنو اے مومنان باصفا
اب سرپائے نبیؐ دو سرا
صاحب لولاک شاہ نیک نام
سید ختم الرسل خیر الالہام
مخزن اسرار و ہم جامع حقائق
معین علم و فضیلت نیک ذات
مجمع الحسنات شاہ دین پناہ
مصدر علم و حیا با عز و جاہ
نور چیشانی سے روشن دو جہاں
مطلع اتوار عیش جاوداں
روئے اتور غیرت ماہ کمال

کون کونیں کسے عہدِ حاکم

موتے خیرباد شدہ نامور
جن سے ہے عالم معطر سرسبز
پھول سے رخسار اور غنچہ دھن
تھے قبل جن سے یہ نرسن نرسن
سرزمین آنکھیں عجب رنگِ غزال
ایروئے خمار سے نامِ ہلال
تھی در دنیا کی وہ نادر بھلک
چشمِ انجم دیکھ کر جائے بھلک
قدرت حق کا نشان سبِ ذوق
دیکھ کر ہو دور سبِ رنج و محن
ریشِ زیبا اوس پہ ثبوت کا ظہور
نور پہ تھا نور کا گویا وفور
وہ صراحی دارِ گردن بے مثال
صاف ظاہر جس سے شانِ لاپرواہ
ہر دو ساعد اور بازو آفتاب
باصفا ہوار عشو آفتاب
ہاتھ ایسے دستِ قدرت سے بنے
دستِ موئی دیکھ کر حیرت کر
واہ واہ سینہ مبارک پہ صفا
مخزنِ اسرار و عرفان الہ
موتے تن باریک اور نازک کمر
رنگ کھائے دیکھ کر تارِ نظر
ساقِ سمیں صاف قدرت کا نشان
ہر دو پایہ کے لائق بے گماں
تھا معطر وہ پیند آپ کا
مٹک سے تھی جس کی خوشبو بس سوا

(۱۵۹)

آپ کی ولادت مقدسہ کا بیان رنگِ قدیم کی شاعری کے انداز و اسلوب کا حامل ہے۔ اس میں تشبیہات و استعارات اور تراکیب و حسنِ تعلیل کی خوبصورت مثالیں بھی ملتی ہیں لیکن اس کا مجموعی تاثر

اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے۔ جب ہم اس عہد کے سماجی رویوں اور مذہبی پس منظر سے اس کا جائزہ لیتے ہیں۔ اس قسم کے مجلسی میلاد ناموں نے جہاں تذکار رسولؐ اور تبلیغ سیرت کے قائل پورے کئے وہاں عمومی طور پر نبی کریمؐ سے اخلاص، فدایت اور والہانہ عشق و شخصیت کے جذبات احساسات نے کیف اور واغلیت پیدا کر دی۔ اور ان پاکیزہ محافل کا پرتو صاف طور پر ادب اور شاعری نظر آتا ہے۔ نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے بارے میں اشعار ملاحظہ ہوں:

کفر سب کافور عالم سے ہوا

جب کہ وہ سلطان دیں پیدا ہوا

اور فرشتوں نے پکڑ شیطان کو

خوب مارا رہزن ایمان کو

تحت سب شاہوں کے اٹے پڑ گئے

محل کسریٰ کے کنگورے مگر گئے

پڑ گیا چوہہ طبع میں شور و نل

مست و نیمو ہو گیا ہر جزو و کل

دو جہاں میں اوس شہ نو زاد کی

تھی صدا ہر جا مبارکباد کی

اٹھی دریائے خوشی سے اک موج

لامکاں تک پہنچی اوس شادی کی اوج

چشم بد دور اوس کے دشمن ہوئیں فوج

چرخ سے اترے فرشتے فوج فوج

اور کیا سب آسمانوں نے سنگار

خوب دکھائی ستاروں کی ہمار

سب زمینوں کو ہوا حکم خدا

پہن کر زیور بنو آراست

ابر بھی تیار ہے چھڑکاؤ کو

یا رسول اللہ جہاں میں آؤ تو

دیکھو تو آکر کے عالم کی ہمار

یا رسول اللہ حبیب کروگار

رحمت عالم کرم فرمائیے

اب تو جلدی اس جہاں میں آئیے

سب کمرے ہیں انبیاء تعظیم کو

اور کھڑے ہیں اولیاءِ مکریم کو
 یامحمد مصطفیٰ خیر الانام
 آکے اب دنیا کا کیجئے انتظام
 کیجئے اندھیر کو دنیا کے دور
 یا رسول اللہ دکھا کر اپنا نور
 اب تو دکھلا دیجئے اپنا جمال
 انتقاری ہو چکی سرور کمال
 کر چکا جب یہ فرشتہ سب بیاں
 سن کے تب محبوبِ خلاق نماں
 بارہویں کو مہ ربیعِ ذیشان کی
 آمد آمد تب ہوئی سلطانِ مکی
 پیر کے دن وقت صبح جب ہوا
 تب وہ شمسِ معرفت پیدا ہوا
 (۱۶۰)

مولوی خلیل الرحمن نے بیان میلاد کو ایک رسمی و رواجی دائرے سے نکل کر اخلاص اور سرمستی و
 فیضی سے پیش کیا ہے۔ اس وجہ سے اس میں کیف و تاثیر کا عنصر بھی داخل ہو گیا ہے۔ زبان و بیان کی
 سادگی، روانی اور ندرت ان کی میلاد یہ شاعری کا جوہر ہے۔

شیخ عبداللطیف قادری

شیخ عبداللطیف قادری متوطن شہر ساگر نے میلاد نامہ بعنوان "مولد شریف لطیف" ۱۸۹۷ء میں اپنے پیر
 و مرشد سید شاہ نظام الدین احمد قادری چشتی نظامی بغدادی کے ایماء پر لکھا۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے بیان
 پر مشتمل ہے۔ اس کی ضخامت ۶۸ صفحات ہے اور اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود
 ہے۔

اس کے عنوانات کی ترتیب درج ذیل ہے:

حمد و نعت، پائے کعبہ کا واقعہ بدست حضرت ابراہیم خلیل اللہ، فضائل محفل میلاد، تور محمدی کی
 روایات، پیدائش حضرت عبداللہ، حضرت عبداللہ کی شادی، ولادت رسالتاب، بیان رضاعت اور بیان
 معراج شریف۔

میلاد سے متعلق ان عنوانات کے علاوہ آخر میں درود صدیقی اور اس کے فضائل کا بیان، منظوم
 کرامت پیر و مرشد مصنف میلاد نامہ اور لطیف نامہ منظوم کا اضافہ ہے۔
 آپ کے سال ولادت کی برکت اور عظمت و شان کو مصنف نے بڑی فصاحت و بلاغت اور لفظی شان

و شکوہ سے بیان کیا ہے :

”دہر سے قہر سالی دور ہوئی، خلقت مسرور ہوئی، کوئی نہ آب و دانہ کو ترسا،
خوب پانی برسا، فصل خزاں کا منہ کالا ہوا، موسم گل کا بول بالا ہوا، بہار آئی، گھٹا چھائی،
گلوں نے قہقہے اڑائے، ملبوں نے چچھے بجائے، گل دادی نے گمان رسالت کیا، گل
عباسی نے علم پرچم شجاعت کیا، مٹی نے بو ترابی آغاز کی، زمین نے فلک مابی انداز کی،
بید بختوں غیرت قیس بنا، عشق بچیاں مثل اولیس بنا، مورد ملاؤس علیہ الرحمۃ ٹھہرا، ہر
پیونئی پر سلیمان نہال کا دھوکہ ہوا، قمری نے قلندری اختیار کی، صد برگ نے توحید کا
اقرار کیا، سر و چمن آزاد بنا، شمشاد فریاد بنا، سورج مکھی نے مشرق معرفت سے طلوع
کیا، فرید بوئی نے عطاری کو شروع کیا، گیندا ہفت ہزاری ہوا، ناقراں قرمان ہر وار باری
ہوا، درخت ابدال ہوئے، اوتار نہال ہوئے، نرگس کو معائنہ قدرت سے مدہوشی ہوئی،
سوسن کو خو فراموشی ہوئی، طوطی درویش سبز پوش ہوا، آئینہ سکوت سے ہم آغوش
ہوا، آب رواں سالک مقبول ہوا، گرداب طواف میں مشغول ہوا، نسیم کو شوق پاس
انفاس ہوا، غنچہ کو ذوق فکر بے قیاس ہوا، نباتات ذکر حنفی میں شاغل ہوئے، حیوانات
ذکر جلی کے حامل ہوئے، گلاب بھولوں میں قطب الاقطاب ہوا، عتاب الحجاز مآب ہوا،
دروازے دوزخ کے بند ہوئے، ابواب بہشت کھلے، جبرئیل علیہ السلام آسمان سے زمین
پر آئے علم سبز لائے، علم کو کعبہ شریف کی چھت پر کھڑا کیا اور تخت شیطان رجیم
اوندھا کر دیا، اہل عرب اس سال غم سے فارغ الیال ہوئے، دور و پال ہوئے، ہر شخص
دل شاد و خوش مزاج ہوا، اسی سبب سے اس سال کا نام سنت الفح واللبتان
ہوا۔“ (۱۶۰)

مصنف نے بیان معراج میں آیات قرآنی اور احادیث نبویؐ سے استفادہ کیا ہے۔ ان کے اسلوب کی
ندرت، تشبیہ و استعارہ کی دلکشی، زبان میں گھلاوٹ اور مرصع کاری کے جوہر پائے جاتے ہیں :

”عرش سے آپؐ لا مکان پر پہنچ کر بلا واسطہ خدائے کریم سے ہم کلام ہوئے۔
فائز المرام ہوئے، منصب دئی، قہلی عطا ہوا۔ عقدہ فکان قاب قوسین او ابئی وا ہوا۔
قاوی الی عبدہ ما اوحیٰ کا مضمون راست آیا۔ کھل مازع البصر وما مفعیٰ چشم خدا بین نے
پایا۔ مختار کائنات نے جنجھار ان امت کا مقدمہ پیش کیا و لسوف یعطیک ربک فترضنیٰ پر
فیصل ہو گیا۔ پانچ وقت لی نماز کا قرمان باری جاری ہوا۔ دم رخصت خلعت شفاعت
عنایت ہوا اور تاج شامہ نشانی کون و مکان بھی حرمت ہوا۔ دوزخ و بہشت کو ملاحظہ
فرمایا۔“ (۱۶۱)

عبد اللطیف قاوری نے معتبر و مستند روایات کو محبت و عقیدت کے جواہر سے پاکیزہ زبان و بیان کے بیکر
میں ڈھالا ہے۔ اس حمد کے تناظر میں جائزہ لینے سے اس قسم کے میلاد ناموں کا وجود ایک نعمت معلوم ہوتا

ہے۔ مسلمانوں کا زوال پذیر معاشرہ، انگریزوں کا جاہلانہ دور اقتدار، عیسائیت کا عام پرچار، سماجی و معاشرتی ماحول میں تناؤ اور کشیدگی اور عامۃ الناس کو گھل و بلبل کے افسانوں سے ہٹا کر اس خیرا بشر کی سیرت طیبہ کی طرف راغب کر دینا، میلاد ناموں کی عطا ہے۔

مولوی محمد اکبر علی گرو اسپوری

مولوی محمد اکبر علی گرو اسپوری کا منظوم مولود شریف ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا۔ ناقص الآخر ہونے کی وجہ سے اس کے صفحات کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ اس منظوم میلاد نامہ کو مولود، نعت، مناقب اور مناجات کے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

مسدس کا پہلا بند درج ذیل ہے :

اے دلا خالق کو ہر دم یاد کر
 ہر کو غفلت میں صحت برباد کر
 باندھ لے حق کی عبادت پر کمر
 ورد کر یہ کلمہ ہر شام و سحر
 کلمہ لا الہ الا اللہ
 ہے محمد میرا رسول اللہ
 (۱۳۳)

اکبر علی کا مولود شریف انداز بیان کی منانیت کی وجہ سے ایک منفرد حسن و تاثیر کا حامل ہے۔

محمد جعفر علی بلخ آبادی

شیخ محمد جعفر علی بن شیخ محمد واجد علی بلخ آباد کے رئیس تھے۔ انہوں نے ”میلاد رسول کریم موسوم بہ صراط مستقیم“ ۱۸۹۷ء میں لکھا۔ یہ نثری میلاد نامہ ۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد و نعت، صفات اصحاب کبار اور در شان اہل بیت الطہار کے بعد فضیلت محفل میلاد، قصہ استن حنانہ، نور محمدی، بیان ولادت مبارکہ، سلام، بیان معراج شریف اور فضائل صبر و شکر کے عنوانات ہیں۔ آخر میں مناجات اور سبب تالیف کتاب بھی شامل ہے۔ مصنف نے اپنے بیان کو مدلل بنانے کے لئے بکثرت آیات قرآنی کے حوالے دیئے ہیں۔ اس کے باوجود اکثر روایات عام میلاد ناموں جیسی بیان کی گئی ہیں۔ مصنف نے نور محمدی کے بیان میں نماز کی فریضت کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :

”نور محمدی صبیح مخلوقات سے دس لاکھ اور ستر ہزار چھ سو برس پہلے موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نور کے واسطے چند پردے رکھے تھے اور ہر ایک پردے میں کئی ہزار برس تک رکھا چنانچہ وہ نور پردہ قدرت اور عظمت اور منت اور رحمت اور سعادت اور کرامت اور منزلت اور ہدایت اور نبوت اور رفعت اور شہادت اور شفاعت میں

تبیح پڑھتا رہا اس کے بعد حق تعالیٰ نے کئی ہزار برس تک دریائے فصیح و شکر و صبر و سخاوت و امانت و یقین و علم و قناعت و محبت میں غوطے اے پھر مقام توحید و معرفت و ایمان و اسلام و خوف و رجا و خضوع و خشوع و ثابت و خشیت میں رکھا پھر کئی قرن سجدہ میں اور بہت دنوں نماز رکوع میں اور چند سال قیام و تشہد و سلام میں رہا چنانچہ اسی نور کی نماز کے باعث قرآنی امت پر نماز فرض ہوئی۔" (۱۳۳)

مصنف کا اسلوب بہت سہل اور رواں ہے۔ عربی اور فارسی کے الفاظ اور تراکیب کو اس خوبصورتی سے استعمال کیا ہے کہ زبان و بیان میں کوئی پیچیدگی نظر نہیں آتی۔

مولوی عاشق حسین بلہروی (م ۱۹۰۲ء)

حکیم مولوی عاشق حسین خلیفہ شیخ رحیم الدین خان رکیں بلہرا پرگنہ فتح پور ضلع بارہ بنگلی اپنے دور کے شاعر شیریں مقال، عالم اکمل اور فاضل اجمل تھے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان "راحت العاشقین فی ذکر ولادت خیر المرسلین" پہلی بار ۱۳۲۱ھ (۱۸۹۸ء) میں مطبع جہانگیر لکھنؤ سے چھپا۔ نظم و نثر کے مضامین پر محیط، یہ میلاد نامہ ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس میلاد نامے کی ابتداء اس دور کے روایتی اندازِ محبت و نعت سے ہوتی ہے۔ اس میں محافل میلاد کی برکات کا بیان نظم و نثر میں ہے۔ اس کے بعد نبی کریمؐ کے فضائل و کمالات، شمائل و خصائل، وضع شریف، آپؐ کے اسمائے مبارکہ کا دیگر الہامی صحائف میں مذکور ہونا، مسدس در فضائل رسالت، بیان اطاعت رسولؐ، نور نبویؐ، ولادت باسعادت، سلام بخشور خیر الانام، معجزات وقت ولادت، ابولسب کا توبہ کو آزاد کرنے کا بیان، رضاعت، منظوم قصہ حلیمہ سعدیہ، منظوم سرلپائی کریمؐ اور پھر منظوم واقعہ معراج ہے جو ۱۸ اشعار پر مشتمل ہے۔ میلاد نامے کے آخر میں مولانا محمد عبدالحمید فرنگی علی کی تقریب ہے۔

مولوی عاشق حسین محفل میلاد کے انعقاد کی برکات بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وہ برہم جس میں ذکر نبی کریمؐ ہے
وہ ذکر جس سے دفع ہر اک خوف و بیم ہے
جس گھر میں آج رحمت خیر الانام ہے
وہ گھر خدا کے فضل سے دارالسلام ہے
محفل میں ذکر ہے شہ گرووں جناب کا
پیدائش جناب رسالت مآب کا
جائے ادب یہ محفل میلاد پاک ہے
سرمہ برائے چشم فلک یاں کی خاک ہے
صل علیؐ کی چار طرف ہے مچھا پکار
محبوب حق کا نام محمدؐ ہے میں شمار

تفاز ذکر ہے اسی عالی مقام کا
اس واسطے ہے شور و درود و سلام کا
عاشق جب آئے نام مبارک زبان پر
تاکید ہے درود کی اسے طالب اثر
(۱۶۵)

نبی کریمؐ کے اسمائے مبارکہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”آپؐ کے نام مبارک کثرت سے ہیں اور کلام الہی اور تورات اور انجیل اور زبور وغیرہ میں بھی مندرج ہیں چنانچہ مجملہ ”تحریر کئے جاتے ہیں کہ نام مبارک آپؐ کا تورات میں میڈ میڈ“ انجیل میں مختار اور روح الحق اور زبور میں عاقب اور فرقان میں طہ و یسین و محمد اور آسمان پر احمد اور زمین پر محمد اور تحت الشریٰ میں محمود اور بہشت میں قاسم اور پریوں کے نزدیک عبدالجبار اور ملائک عرش کے نزدیک مصطفیٰ اور کرویوں کے نزدیک مختار اور روحانیوں کے نزدیک مکرم اور ساق عرش پر رسول اللہ اور کرسی پر حبیب اللہ اور لوح محفوظ پر صفی اللہ اور درخت طوبی کے پتوں میں صفوت اللہ اور لوائے حمد پر خیرۃ اللہ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبداللہ ہے اور اسم مبارک آپؐ کا جنت میں کوئی ایسا درخت نہیں ہے کہ جس کے ہر پتے پر نہ لکھا ہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور محمد ہیں رسول اللہ کے اور نام رکھنا آپؐ کے نام پر مبارک اور روز قیامت اس کی بخشش ہوگی۔“ (۱۶۶)

نبی کریمؐ کے ان اسمائے مبارکہ کے بیان میں مولوی عاشق حسین نے جو روایت بیان کی ہے کہ جنت میں کوئی ایسا درخت نہیں ہے کہ جس کے ہر پتے پر کلمہ طیب نہ لکھا ہوا ہو۔ اور کسی میلاد نامے میں میری نظروں سے نہیں گذری۔ اور اس روایت کے بیان کے سلسلہ میں مصنف نے کوئی حوالہ بھی نہیں دیا۔ نبی کریمؐ کی رضاعت کے بیان میں شاعرانہ جذب و کیف نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ اور محاسن شعری میں انتخاب الفاظ، ایجاد توکیہات اور جزئیات نگاری کا کمال ان کے عارفانہ مزاج کے سبب موثر اور دل آویز کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ چند شعر ملاحظہ فرمائیے:

”لکھا ہے تشریف لائے حضرت زمانہ میں جب بہ حسن عزت
تو آمنہ نے پے رضاعت تلاش کی ایسی ایک عورت
کہ دودھ پیئے کو جو پلائے حقوق خدمت کے اپنے پائے
کنار الفت میں گمہ لٹائے کبھی وہ جھولے کو بھی جھلائے
وہاں پہ تھی جو حلیمہ والی غرض پلانے کو دودھ آئی
وہ گو نہان کی تھی ستائی مگر یہ دولت جب اس نے پائی

ہوئی سرت کچھ ایسی پیدا کہ جان و دل سے ہوئے وہ شیدا
 کبھی تو منہ پیار کر کے چوما کبھی بلائیں لے رخ کی کیا کیا
 گھر اپنے لا کر رکھا یہ عقمت بڑھی حلیمہ کی شان و شوکت
 سائی ہر دل میں اس کی وقعت ہوئی ہر اک دل میں اس کی عزت
 وہ گھر نہ کس طرح ہو منور کہ جس میں تشریف رکھیں سرور
 ضیاء تھی مہر میں سے بڑھ کر فلک کو تھا رشک اس زمیں پر
 پلائی دودھ ان کو تھی مقدم وہ کلام کرتی تھی اور کچھ کم
 نہ دیکھتی ان کو جب کوئی دم تو ہوتا تھا اس کو بے طرح غم
 سلاتی کتنی پیارے سو جا اے آئینہ کے ولارے سو جا
 اے لخت دل ماہ پارے سو جا خدا کے اپنے ستارے سو جا
 نہ سوتے حضرت تو پھر لٹاتی لٹا کے جھولے میں پھر بھلاتی
 ذری جو گرمی زیادہ پاتی بلا کے پکھلا انہیں سلاتی
 (۶۷)

مولوی عاشق حسین نے واقعہ معراج کو جس انداز سے نظم کیا ہے۔ ان کے معراج پیغمبر کے ذیل میں
 لکھے گئے اشعار ایک مکمل اور عمدہ معراج نامہ کا موجد رکھتے ہیں۔ معراج میں بیت المقدس اور پھر وہاں
 سے آسمانوں پر تشریف لے جانے کے سلسلہ میں نمونہ کے طور پر چند شعر ملاحظہ ہوں۔

”زمین کی سیر میں بیت المقدس آ پہنچے
 ہر ایک مقام پہ ہوتے ہوئے رسول جلیل
 تو اس مقام پر دونوں فرشتان خدا
 وہ یعنی حضرت جبرئیل اور اسرائیل
 بڑھے رکابوں کو دونوں نے جلد تمام
 برائے عاشق برداری پہنچے یہاں
 غرض کہ داخل بیت المقدس آپ ہوئے
 مثال برج شرف جیسے مہر کی تحویل
 ہر اک نبی سے انھیں کناں ہوئے واں پہ
 ہر اک رسول سے باتیں ہونیں کثیر و قلیل
 لکھا ہے واں پہ پر صائی نماز حضرت نے
 پیغمبروں کے ہوئے آپ مقتدائے جلیل
 چلی سواری شہ آسمان اول پر

جو پہنچے در پہ فلک کے کمرے تھے اعلیٰ
 کھلا وہ در مع فوج تپ ہو گئے داخل
 تو دیکھا حد نہیں اتنے ہیں طائران جمیل
 زیاں پہ ان کی تھا سبحان الملک قدوس
 بھی بس ان کی تھی تسبیح اور یہی تھلیل
 رسول پاک نے حیرت سے ان کا پوچھا حال
 یہ کس طرح کے ہیں طائر بتاؤ یا جبرئیل
 کہا یہ حق کی عبادت مدام کرتے ہیں
 یہ سب ملک ہیں جو کرتے ہیں یوں ثنائے جلیل
 غرض ہر ایک وہاں پر ہوا مطابق پھر
 ملے ہر ایک سے سب کے ہوئے معین و کفیل
 نظر پڑی جو وہاں واقعات حیرت کے
 اگر بیان کروں اس کی کچھ بھی میں تفصیل
 یہ مختصر ہے کسی پر عذاب کو دیکھا
 کسی میں خیر کوئی مستقل بذکر جمیل
 کسی کو سوئے جہنم فرشتے بھیجے تھے
 جہل تھا اپنے محاسن پہ وہ حقیر و ذلیل
 کوئی بہشت میں مشغول عیش و راحت تھا
 کینیز جس کی تھیں حوریں عجب حسین و کھلیل
 (۱۷۸)

مخاطب میلاد کی ضرورت اور روایت کے مطابق مولوی عاشق حسین نے اپنے میلاد نامے میں بکثرت
 منکلمات سے فضا بندی اور ماحول سازی کا کام لیا ہے۔ نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ، رضاعت، بچپن، معراج،
 معجزات، وفات اور دیگر فضائل و خصائل کو نظم کرنے سے میلاد نگاروں نے تشبیہات و استعارات،
 تراکیب، حسن تعلیل، تسمیحات، سراپا نگاری زبان و بیان کی نفاستیں، مضمون آفرینی، رعایت لفظی اور دیگر فنی
 عناصر کو بھی اپنے موضوع کی مناسبت سے برتا۔ میلاد ناموں میں اس قسم کے فنی عناصر کے استعمال کی
 بدولت اردو ادب کی جملہ اصناف پر نفاست، پاکیزگی اور شائستگی کے اثرات مرتب ہوئے۔ قرآن و حدیث
 اور دیگر علوم و فنون کے مختلف حوالوں کے سبب زبان و ادب میں ثقاہت و بلاغت در آئی۔ مولوی عاشق
 حسین نے بھی اپنی فنی مہارت سے فضا سازی، ماحول نگاری کے موثر نمونے پیش کئے ہیں۔ اور ان کے
 میلاد یہ اسلوب، الفاظ، تراکیب اور تشبیہات و استعارات نے نشانیہ آہنگ اور حسن و تأثر کا مبلغ اور وقع
 انداز میں اظہار کیا ہے۔

محمد فخر الدین رائے پوری

محمد فخر الدین رائے پوری کا میلاد نامہ بعنوان ”مولودِ حرز ایمان در مدحِ پیغمبرِ آخر الزماں“ نظم و نثر کے ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔ یہ مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ اس میں نور محمدیؒ بیان ولادت شریف، فضائل درود شریف، معجزات سرور کائنات، اوصاف و شمائل رسالت اور نظم الوداع رمضان کے عنوانات ہیں۔

مصنف نے بیان میلاد میں مستند اور معتبر کتابوں کے حوالے دیے ہیں۔ نثر کے نمونہ کے طور پر حضرت عبدالمطلب کے خواب کے بیان سے ایک اقتباس درج ذیل ہے:

”آنحضرتؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے پانچویں تاریخ جمادی الثانی جمعہ کی رات کو خواب دیکھا کہ حضرت عبد اللہ کے گھر سے ایک لال تارا نکل کر اوپر آسمان کے جاتا ہے اور جوں جوں بلند ہوتا ہے۔ اس کی تجلی سے چاند اور ستارے بے نور ہوئے جاتے ہیں۔ جب قریب آسمان کے پہنچا جتنی روشن چیزیں آسمان پر نظر آتی ہیں، سب بے نور ہو گئیں اور وہ نور پاک مثل آفتاب کے درخشاں ہوا۔ حضرت عبدالمطلب نہایت ششدر ہوئے اور خواب کا حال علی الصبح عبدالرحمن سے تعبیر جاننے کے لئے بیان کیا۔ اس نے کہا اے عبدالمطلب مبارک ہو ان دنوں تمہارے فرزند عبد اللہ کا طالع نہایت اوج پر آیا ہے یعنی اس کی پشت سے جناب محبوب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے۔ جب وہ پیدا ہوں گے۔ سب دنیاؤں کو منسوخ کر ڈالیں گے اور نور مبارک ان کا مثل آفتاب کے روشن ہو گا۔“ (۱۶۹)

محمد فخر الدین رائے پوری کا میلاد نامہ معتبر اور مستند روایات کے بیان کی وجہ سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی دوسری نمایاں خصوصیت زبان و بیان کی سادگی ہے۔

منشی ابراہیم ثابت

منشی ابراہیم نام اور ثابت تخلص کرتے تھے۔ والد کا نام غلام محی الدین تھا۔ ثابت اپنے گاؤں کی مناسبت سے ”جھولی“ لقب رکھتے تھے۔ نبی کریمؐ کے کمال فضیلت کے بیان میں ایک مختصر قصہ مسدس کی صورت میں انہوں نے نظم کیا تھا۔ اگرچہ استدلال کی رو سے قصہ محض ایک روایت ہے لیکن اس سے عوام کی خوش اعتقادی اور گہری عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ دو بند بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

جا کے خدمت میں محمدؐ کی ہوئی وہ شاداں
ہوئی سرفراز وہ خدمت سے محمدؐ کی وہاں
لے کے رخصت وہ گئی آنے کو پھر اپنے مکاں
پارِ دواڑے کے حضرت کے تھے حلقین وہاں

دیکھ کر لڑکی نے عطین کو حضرت کے اٹھا
لے کے بو سے بو سے اسے چھاتی سے لگا
لے کے پھر جوتاں خوش ہو کے اسے سر پر رکھی
اور انگلیاں بھی انہیں کشتوں پہ خوش ہو کے ملی
پھر ادب وار ہو ہاتھوں سے زین پر ہے رکھی
ایک چٹکی ہی اٹھا خاک انے لے کے چلی
جا کے دیکھی کہ پدر سوتا ہے مڑے کی مثل
خاک عطین ملی آنکھ میں مانند کھل
(۱۷۰)

قصہ کے انداز میں حضور کی صفات پیش کرنے سے شعروں میں دلچسپی کا عنصر بڑھ گیا ہے۔

مولوی ممدی علی پروانہ (م ۱۸۹۳ء)

مولوی ممدی علی پروانہ کا میلاد نامہ شمع لاہوت معروف ہے بزم ملکوت نظم و نثر کے بڑے صفحات پر
مشتمل ہے۔ مولوی ممدی علی کا تین شباب میں انتقال ہوا۔ ان کی وفات پر مولوی ابراہیم حسین نے قطعہ
تاریخ وفات لکھا:

شمع لاہوت یہ میلاد شریف نبوی
کیا پروانہ جلاپاز نے جس دم تیار
مگل ہوئی شمع حیات اس کی کہا ہاتھ لے
شمع لاہوت پہ پروانہ ہوا آ غار
۱۸۹۳ء

اس لحاظ سے اس میلاد نامے کی اشاعت مصنف کے انتقال کے سات سال بعد ہوئی۔ اس میں حمد و
نعت، مناقب خلفائے راشدین، تمہید محفل میلاد، فضائل محفل میلاد، فضائل درود شریف، فضائل امت
محمدی، فضائل محبت رسالت، روایت جنگ احد، روایت استن حنائہ، بیان ولادت باسعادت، سلام، بیان
رضاعت، بیان معجزات، معراج شریف، حکمت معراج، دلائل وقوع معراج اور واقعہ معراج شریف کے
عنوانات ہیں۔

خلفائے راشدین کی مناقب سے ایک ہند ملاحظہ ہو:

صدیق لقب محرم اسرار کا ڈنکا

فاروق لقب قاتل کفار کا ڈنکا

اس صاحب نورین وفادار کا ڈنکا

خیر ممکن حیدر کراڑ کا ڈنکا

جتنا ہے دو عالم میں انہیں چار کا ڈھنگ

(۱۷۱)

اس میلاد نامے میں بندہ ۱۰ خوش اور مذہبی عقیدت مند کے عناصر غالب ہیں۔ عربی اور فارسی الفاظ بھی بکثرت استعمال کئے گئے ہیں۔ نثر کے نمونہ کے لئے درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

”حب عزیز و اقارب مردے کو دفن کر کے چلے جاتے ہیں تب وہ فرشتے منکر و نکیر قبر میں آتے ہیں اور علاوہ دیگر سوالات کے ایک شبیبہ پاک صاحب نولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دکھا کر پوچھتے ہیں کہ یہ کس کی شبیبہ ہے اگر وہ شخص صحن حیات میں فسق و فجور سے مشاغل خدا اور رسول سے غافل رہا ہے جواب نہیں دے سکتا۔ اس پر عذاب کرتے ہیں اور جو شخص پائیمان مرا ہے نور معرفت و ضیائے محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرا ہے فوراً جواب دیتا ہے کہ

شکل ان کی دیکھ کر مضطر نہ ہوں

وہ جمال دلریا پہچان لوں

(۱۷۲)

مندی علی پروانہ کے میلاد نامے میں عشق و وارفتگی کی کیف اور فضا نے حسن و تاثیر میں اضافہ کر دیا

ہے۔

محمد عبدالرزاق راسخ

مولوی محمد عبدالرزاق راسخ بن شیخ ابراہیم صنی تریچناپلی کے رہنے والے تھے۔ مفتی سید غلام رسول کے شاگرد تھے۔ انہوں نے ۱۳۹۹ھ میں مدراس کے نواب حسن علی خان کے ایماء پر ”سرایائے سید المرسلین“ نظم کیا۔

ایک بند نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو:

آئینہ مر ہے جبین خط جبین ہیں جوہر

محو حیرت ہو نہ کیوں اس سے دل اسکندر

یا ہے رخشاں قمر برج فضیلت آور

یا ہے خورشید فلک رشک شرافت پرور

غم ابرو و جبین شہ خورشید جمال

طرفہ پر نور ہیں یا اک نہ کامل دو ہلال

(۱۷۳)

راسخ کی مثنوی ”سرایائے سید المرسلین“ میں نبی کریمؐ کے اعضاء مبارک اور ظاہری جمال کی

تفصیلات اپنی جزئیات کے ساتھ موجود ہیں اور قاری پر اپنا بھرپور تاثر چھوڑتی ہیں۔ اس سرلیکے منقولہ پر ایک قصیدے کا گمان گذرتا ہے۔ اس میں انہوں نے تراکیب و تشبیہات اور مختلف منافع بدائع کا خاص خیال رکھا ہے۔ جو اپنے فنی محاسن اور شعری لطافتوں کے ساتھ نظر آتے ہیں۔

سید عبدالفتاح اشرف علی

سید عبدالفتاح اشرف علی، بانک کے شاہ صادق کی اولاد سے ہیں۔ اشرف کے والد کا نام سید عبداللہ حسینی پیرزادہ گلشن آبادی تھا۔ اشرف کو اپنے وقت کے کئی جید علماء مثلاً سید میاں سورتی، مولوی شاہ عالم، مولانا محمد ابراہیم خطیب جامع مسجد بمبئی سے تلمذ حاصل تھا۔ ۱۸۳۸ء میں سرکاری صدر عدالت میں مفتی گری کا امتحان دے کر سند لی۔ ۱۸۵۷ء میں ہائی سکول بمبئی میں ملازمت کی اور پھر حکومت کی طرف سے وظیفہ یاب ہوئے۔ آخر وقت تک درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔

اشرف متعدد کتابوں کے مصنف اور مولف ہیں۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان "باقیات الصالحات" فی مولد اشرف الملوقات "۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ (۱۷۳)

مصنف نے مواد کی فراہمی میں اہمل سے کام لیا ہے اور غیر ضروری تفصیلات سے پرہیز کیا ہے۔ اسلوب صاف، سہل، رواں اور خوشگوار ہے۔

غلام محمد

غلام محمد کے منقولہ معراج نامہ کا ایک مخطوطہ اور نیشنل لائبریری مدراس میں موجود ہے۔ یہ قلمی نسخہ مصنف کا اپنا تحریر کردہ ہے۔ اس کے علاوہ ایک نامکمل مخطوطہ بھی لائبریری میں موجود ہے۔ اس پر بہت کثرت چھانٹ کی گئی ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ اس سے صاف نسخہ نقل کیا گیا ہے۔ مخطوطہ صاف خط نستعلیق کے ۲۳۹ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ پر ۲۱ سطریں ہیں۔ اب قدرے کرم خوردہ ہو گیا ہے۔ یہ قلمی نسخہ مصنف نے سب رجسٹرار کو ۲ جولائی ۱۸۹۹ء کو پیش کیا تھا۔ معراج نامہ کی ابتداء میں شاعر نے اپنا نام ظاہر کیا ہے۔ اور ساتھ ہی اپنی محنت شاقہ کا اظہار بھی کیا ہے:

بہ بسم اللہ میں کروں تقریر نامہ

بہ بسم اللہ میں کروں تحریر خامہ

میرا نام غامی غلام محمد

غلام ہوں غلامان آل محمد

کیا میں بہ تحریر کوشش زیادہ

کیا میں بہ تقریر پوش زیادہ

رکھا معراج نامہ اس کے تئیں نام

خدایا تو کر جلدی سے اتمام

(۱۷۵)

شاعر نے معراج النبیؐ کی پوری تفصیلات کو نظم کرنے میں اپنی قوتِ مخیلہ کا پورا زور صرف کیا ہے۔ اس میں منظر نگاری، محاکاتی اسلوب اور کہیں کہیں مکالماتی و ڈرامائی کیفیت و اسلوب سے کام لیا ہے۔

اردو میں میلاد نگاری کے اس زریں دور میں میلاد ناموں نے بے حد مقبولیت حاصل کی۔ مثلاً کہ ۱۸ میلاد نگاروں کے علاوہ اور بھی کئی ایک اصحاب نے میلاد نامے لکھے۔ جن میں کئی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ شامل ہیں۔ ان کا مختصر تعارف اور جائزہ درج ذیل ہے:

عبدالعزیز محدث لکھنؤی کا مولود شریف عزیز ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ بشارت احمدی کا ترجمہ ہے اور مطبع نول کشور لکھنؤ سے ۱۸۵۳ء میں طبع ہوا۔

عقلمت علی کا مولود منظوم بعنوان ”مولود النبیؐ“ ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع گلزار محمدی بمبئی سے ۱۸۵۳ء میں شائع ہوا۔

غفار شاہ قادری کا میلاد نامہ ”انوارِ رسول“ بتگور سے ۱۸۵۸ء میں شائع ہوا۔ اس کے ۳۰ صفحات ہیں۔

مسکین و دہخیر کا مولود شریف مدراس سے ۱۸۵۸ء میں طبع ہوا۔

مولوی احمد علی کے معجزات ناموں میں پہلا مجموعہ ”اثباتِ انصاف فی عظمتِ معجزہ شق القمر“ منظرِ الادب مدراس سے ۱۸۶۳ء میں شائع ہوا اور دوسرا مجموعہ ”اثباتِ الاخبار فی اعجازِ سید المرار“ ۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ۱۸۶۶ء میں کٹیور سے اشاعت ہوئی۔ ان کا رسالہ میلاد شریف ۱۸۷۰ء میں طبع ہوا۔

عبدالقادر کا میلاد نامہ سوائے آخرت ۱۸۶۵ء میں شائع ہوا۔ یہ ۱۸۲ صفحات پر محیط ہے۔

مولوی محمد وجیہ کا میلاد نامہ ”مولد شریف“ ۱۸۶۵ء میں کلکتہ سے چھپا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۲۸ ہے۔

مولوی حفاظت حسین نے مولود برزنجی کا اردو ترجمہ میلاد النبیؐ کے نام سے ۱۸۶۶ء میں کیا۔ یہ ۳۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں مولود برزنجی کا اصل عربی متن بھی ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

محمد ظہیر الدین بکرامی کا ”اسرارِ نبوت“ ۱۸۷۰ء میں لکھنؤ سے شائع ہوا۔ اس میں عام میلاد ناموں کی طرح روایات کا بیان ہے۔ اس کی ضخامت ۱۶۲ صفحات ہے۔

محمد ابراہیم ہاشمی کا میلاد نامہ نجات العاشقین ۱۸۷۰ء میں شائع ہوا۔ اور مردان علی شاہ کا میلاد نامہ ”نبوت“ کے نام سے ۱۸۷۱ء میں لکھنؤ سے چھپا۔

وزیر الدین کا میلاد نامہ اذکار محمدی امیر الطالبع آگرہ سے ۱۸۷۲ء میں شائع ہوا۔ اس کی ضخامت ۸۰ صفحات ہے۔ اس میں میلاد و معجزات کے بیان کے علاوہ ورود و سلام کی برکات بھی بیان کی گئی ہیں۔

محمد جمال الدین حسین نے شبیر احمدی میں نبی کریمؐ کا سراپا بیان کیا ہے۔ ۱۸۷۲ء میں لکھنؤ سے اس کی طباعت ہوئی۔ یہ ۵۱ صفحات پر مشتمل ہے۔

محمد عباس نے ”توحہ حقّی“ میں نبی کریمؐ کے اسمائے مبارک کے فیوض و برکات کو بیان کیا ہے۔ اس

کی ۱۸۷۳ء میں مدراس سے اشاعت ہوئی۔

فیض الحسن کا مولود فیض عام ۱۸۷۳ء میں لدھیانہ سے طبع ہوا۔ اس میں نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت سے وفات تک کے احوال کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کی ضخامت ۳۳۲ صفحات پر محیط ہے۔

نواب باقر علی خان لکھنؤی کا میلاد نامہ چراغ دین کے نام سے ۱۸۷۵ء میں لکھنؤ سے دو حصوں میں چھپا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۱۵۲ ہے۔ ان کا ایک اور میلاد نامہ ۱۸۹۹ء میں مطبع گلزار محمدی لکھنؤ سے ”اکا ابدی فی مولد محمد مصطفیٰ“ کے نام سے شائع ہوا۔ اس میں نثری بیان کے ساتھ منظومات بھی شامل ہیں۔

فیاض احمد خاں کا مولود رسول اکرمؐ صرف ۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت ۱۸۷۶ء میں ہوئی۔ حکیم محمد احسن امروہوی کا ”میلاد شریف معروف بہ آفتاب عالم تاب“ ۱۸۷۶ء میں دہلی سے چھپا۔ اس کے ۳۶ صفحات ہیں۔

محمد باقر علی ہمسر لکھنؤی کا میلاد نامہ ”مقبول سندی معروف بہ میلاد محمدی“ ۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ لکھنؤ سے ۱۸۷۶ء میں طبع ہوا۔

مولوی محمد امیر کا نور نامہ ”انوار محمدی“ ۷۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور ان کا میلاد نامہ ”اکا ابدی محمدی“ بھی ۷۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان دونوں تالیفات کی مطبع گلشن ہند آگرہ میں ۱۸۷۸ء میں طباعت ہوئی۔

محمد حسن کا میلاد نامہ ”نور الابصار فی ذکر خیر الابرار“ ۱۸۸۰ء میں لکھنؤ سے چھپا۔ اس کے صفحات ۶۰ ہیں۔ اور منور حسین خیر کا میلاد نامہ ”سرور بشر“ ۱۸۸۱ء میں لکھنؤ میں طبع ہوا۔

انوار علی کا میلاد نامہ زیور ایمان ۱۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ نو کشور لکھنؤ سے ۱۸۸۱ء میں طبع ہوا۔ یہ مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ اس میں عام میلاد ناموں کے سے عنوانات ہیں اور سوانح روایات کا بیان ہے۔

محمد اسماعیل کا نور نامہ نور محمدی ۱۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۸۸۳ء میں میرٹھ سے چھپا۔ اور اسی سال شیخ و ذریع علی عاقل کا ”منظر میلاد منظوم“ داستان پریس حیدر آباد دکن سے چھپا۔

محمد وجیہ الدین رضوی کا میلاد نامہ ”ریاض الازہار“ ۲۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ۱۸۸۵ء میں اشاعت ہوئی۔

فخر الدین احمد الہ آبادی کا رسالہ مولد شریف میں مستند اور معتبر کتابوں سے میلاد و معراج النبیؐ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ مولانا فخر الدین شاہ رفیع الزماں کی اولاد میں سے تھے۔ ان کا ۱۸۸۵ء میں انتقال ہوا۔

مولوی غلام نبی امرتسری نے ”معجزات محمدیہ“ ۱۸۸۵ء میں مرتب کی۔ یہ ۱۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع ریاض ہند امرتسر سے اس کی اشاعت ہوئی۔

مولوی محمد عبداللہ کے میلاد نامہ ”وسیلۃ المعاد فی اثبات میلاد خیر العباد“ میں اثبات میلاد کے علاوہ میلاد و معراج کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ اس کی ۱۸۸۵ء میں اشاعت ہوئی۔ ان کی دیگر تصانیف میں معراج

آسانی مطبع نظامی بدایوں سے چھپی، نور نامہ و شامل نامہ کی نول کشور لکھنؤ سے طباعت ہوئی، شوق القمر المعجزہ سید ابشر مفید عام پریس، آگرہ سے ۱۸۸۱ء میں چھپا، اور درۃ التاج فی بیان المعراج مطبوعہ ۱۸۹۰ء شامل ہیں۔

مولانا عبدالرزاق فرنگی علی (م ۱۸۸۹ء) کا میلاد نامہ ”ذکر ولادت آنحضرت“ اور تنسیط العشاق فی احوال النبی المشتاق“ مستند حوالوں سے مزن میلاد نامے ہیں۔ مولانا حافظ محمد برکت اللہ فرنگی علی کا رسالہ ”ولادت النبی“ میں صرف بیان میلاد ہے۔ مولانا عبدالقادر کا میلاد نامہ بعنوان ”مولود شریف پیر مصطفیٰ“ ۱۸۸۹ء میں مرتضوی پریس دہلی سے چھپا۔ اور مولانا فیض بخش کا میلاد نامہ شمس الہدای فی بیان ولادت مصطفیٰ معروف بہ فیض محمدی ۱۸۹۰ء میں مطبع گلزار محمدی لکھنؤ سے اشاعت پذیر ہوا۔ عبداللہ مقبول احمدی کا میلاد محمدی ۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی مطبع گلزار محمدی لکھنؤ میں ۱۸۹۰ء میں طباعت ہوئی۔

محمد جان شاہ کا میلاد نامہ بعنوان میلاد النبی ۱۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ غلام ابن جزری کے میلاد النبی کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کی ۱۸۹۰ء میں لکھنؤ سے اشاعت ہوئی۔

عاصم کا نالہ عاصم در بیان میلاد شریف لکھنؤ سے ۱۸۹۱ء میں چھپا۔

محمد بشیر کا میلاد نامہ ریاض الانوار ۱۸۹۳ء میں نو کشور لکھنؤ سے طبع ہوا۔ یہ میلاد مدرس کے امداد میں ہے۔ قاضی سید سرور علی کا ”میلاد سرور انبیاء“ ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۸۹۳ء میں اودھ اخبار پریس لکھنؤ سے شائع ہوا۔ ناصر علی کا میلاد ناصر المصیب فی اسماء الحسب ۱۸۹۳ء میں دہلی سے طبع ہوا۔

محمد اکبر علی کا میلاد نامہ صرف آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ ناشر ہند پریس امرتسر سے ۱۸۹۷ء میں چھپا اور محمود حسن جلیل بدایونی کا ”میلاد باغ رسول“ ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور ۱۸۹۸ء میں بریلی سے چھپا۔ مولوی شاہ ابرار عالم الہ آبادی کا مولود ابرار عالم اور مولوی محمد حسین کاکوروی کا ”مولود سرور سینہ چراغ“ میں معتبر اور مستند کتابوں سے حوالے دیئے گئے ہیں۔

دور جدید کے میلاد ناموں کا جائزہ

اس جائزہ میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۹۹ء تک کے میلاد نامے شامل ہیں۔ میلاد ناموں کے فروغ کا یہ زریں دور ہے۔ ۱۸۵۷ء سے پہلے بیشتر میلاد نامے منظوم تھے۔ اس دور میں منظوم میلاد ناموں کی تعداد کم اور نثری میلاد ناموں کی تعداد زیادہ ہے البتہ ان نثری میلاد ناموں میں جابجا شعری ٹکڑے مجلسی تقاضوں کو مد نظر رکھ کر شامل کئے گئے ہیں۔

اس دور میں کوئی سال ایسا نہیں گذرا جب نئے میلاد نامے نہ لکھے گئے ہوں یا علی قاری کے میلاد ناموں کے تراجم نہ ہوئے ہوں۔ ان میلاد ناموں کی کثرت و بہتات کی وجہ سے ان میں موضوعات کی تکرار ہے۔ میلاد ناموں کا محرک صرف اظہار عقیدت ہے۔ اس لئے آپ کی شخصیت اور کارناموں پر روشنی ڈالنے کا مشنری جذبہ موجزن ہے۔ میلادیہ منظومات کی بنیاد صرف خلوص و عقیدت پر رکھی گئی ہے۔

زبان و بیان کے اعتبار سے اس دور کے بکثرت میلاد نامے آسان، سادہ اور عام فہم زبان میں لکھے گئے ہیں اور کچھ پرانی روش کے تحت پر تکلف اور پر شکوہ انداز سے بھی تحریر کئے گئے ہیں۔ زیادہ تر میلاد ناموں میں سادگی اور حقیقت پسندی کو اختیار کیا جانے لگا۔ اظہار خیال کے لئے آسان راہیں تلاش کی جانے لگیں اور فطری انداز سے اظہار خیال ہی کمال فن قرار پایا۔

جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد محرومیوں اور مایوسیوں کے شکار مسلمانوں کو نہ کوئی منزل نظر آتی تھی اور نہ منزل کا راستہ، اقتدار و غلبہ ختم ہو چکا تھا۔ معاشی، سیاسی اور سماجی تباہ حالی نے مذہبی رجحانات کو اجارا۔ میلاد ناموں اور دینی ادب کے فروغ کا سامان کیا۔ اس دور کے میلاد ناموں میں آپ کے میلاد و سیرت، معجزات و معجزات کے بیان میں انتہائی شائستہ، عالمانہ اور سنجیدہ و متین لب و لہجہ ملتا ہے۔ میلاد نگاروں کے مد نظر انقلابی فکر و نظر ہے انہوں نے نبی کریم کی سیرت طیبہ کو سمجھنے میں تدبر، دانشمندی اور عقلیت پسندی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ نبی کریم کے معجزات و سراپا کو بھی موضوع بنایا گیا ہے لیکن آپ کے اخلاق حمیدہ اور شخصی خوبیوں کے بیان کا رجحان غالب ہے۔ میلادیہ منظومات میں شاعری کی بنیاد جذبات نگاہی پر نہیں رکھی بلکہ جمال محمدی پر والہانہ فریفتگی کے باوجود اسوہ حسنہ کی عظمت کو اجاگر کرنے اور خلق محمدی کی برکات کے بیان میں زیادہ زور صرف کیا ہے۔

اس دور کے میلاد نگاروں میں لطافت حسین، محمد ممدی و اعصف، کریم بخش بدر، مولانا عبدالعلیم فرنگی، علی شیخ لعل اور میر ممدی مجروح وغیرہ نے آپ کے شاکل و خصائل اور بیان معجزات پر زیادہ زور دیا ہے۔ مولوی مصوم علی مسیح فتح پوری بڑے بیان میلاد میں جزئیات و تفصیلات اس انداز سے قلمبند کی ہیں کہ ان سے معاصر ادبی و فنی رویوں کی جھلکیاں اس میں نظر آئے گی ہیں۔ حالی نے مولود شریف میں نبی کریم

کے عادات و خصائل، حسن سلوک، خفو و درگزر، فقر و درویشی اور شفاعت و معجزات کا ذکر ہرے و نشیں انداز میں کیا ہے۔ مولوی محمد علی خاں سعید کے میلاد نامہ کو لکھنؤی ماحول اور مزاج کے اعتبار سے ایک منفرد نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ احمد خان صوفی اکبر آبادی نے نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ سے وفات تک کے اہم واقعات کو اختصار اور جامعیت سے بیان کیا ہے۔ مولانا نقی علی خان نے میلاد و سیرت اور خصائل و شمائل کی پوری تفصیلات کے بیان میں مناظرانہ انداز سے پرہیز کیا ہے۔ اسلوب و نشین اور پر اثر ہے۔ مولانا نجم الدین عیسیٰ نے مشکل پسندی اور آرائش لفظی کے ساتھ ساتھ تصحیح روایات اور تدقیق روایات کا بھی مد نظر رکھا ہے۔ مولانا عبدالسیح بیدل رامپوری نے میلاد کی معتبر اور مستند روایات کے بیان کے علاوہ نبی کریمؐ کے والدین کے ایمان کو مستند حوالہ جات اور دلائل سے ثابت کیا ہے۔ خاص غلام علی مہری، مظلوم میلاد نامہ معتبر روایات اور رنگ رنگ کیفیات و تاثرات کی وجہ سے بے حد مقبول رہا ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے اشعار سے وفور عقیدت کی جگہ گاہٹ محسوس ہوتی ہے۔ نجم نواب صدیقی حسن خان نے میلاد نامے میں مواد کی فراہمی میں امتیاز سے کام لیا ہے۔ اختلاف مسلک کے باوجود یہ پہلا میلاد نامہ ہے جو کسی غیر مقلد نے لکھا ہے دراصل مسلمانوں میں نبی کریمؐ کے احوال کی ترویج کے سلسلہ میں ان کی کسی قسم کی ایک دوسرے کے ساتھ کوئی مخالفت نہیں ہے۔ شیخ محمد متقی اور اک کے میلاد نامے کے ہر فقرے سے اس کا سال تصنیف ۱۳۵۵ھ نکلتا ہے۔ اس کی ترتیب و تدوین سے مصنف کے والہانہ ذوق و شوق اور محنت و لگن کا اندازہ ہوتا ہے۔ کرامت علی جوہری، سلامت اللہ کشتی، نواب نیاز احمد، عبدالحفیظ کاکوروی، مولوی ابراہیم علی خاں ظلیل، سید بہان الدین احمد، بادل کاپٹوری، عطارد اکبر آبادی، ظلیل الرحمن واعظ، مولوی عاشق حسین، ممدی علی پروانہ، محمد حسن میرٹھی اور عزیز الرحمن عرشی غازی پوری وغیرہ کے میلاد ناموں میں معتبر و مستند کتابوں کے حوالوں سے احوال میلاد و سیرت بیان کئے گئے ہیں۔

بریلوی مسلک کے زیر اثر پورے برصغیر میں محافل بکثرت منعقد ہونے لگیں۔ ان محافل مقدسہ نے نبی کریمؐ کی ذات اقدس سے روحانی اور دینی رشتہ استوار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ مسلمانوں کے اس قسم کے ایمان پرور اجتماعات انگریزوں کو بہت کھٹکتے تھے۔ ان کی شاطرانہ چالوں سے مخصوص انداز سے میلاد کے رو میں فتنے جاری ہونے لگے۔ ملائے اہلسنت والجماعت نے اثبات میلاد میں مسکت دلائل پر جتنی بے شمار کتب تالیف کیں۔ ان میں سب سے وقیع عبدالحق محدث الدہ آبادی کی تصنیف "الحوال المستطعم فی بیان الحکم مولد النبی الاعظم" ہے جو ۱۸۸۹ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔ میلاد اور قیام کے حق اور رد میں "ازاحہ لاہام لما نعی المولد والقیام" (مولانا نقی علی خان)، "نصرت احمدیہ فی رد قول النجدیہ (سید احمد علی)، "بشری الکرام فی عمل المولد والقیام" (مولوی رحمن علی)، "الانوار السالطہ فی اثبات المولد والقیام" (مولوی عبدالسیح بیدل رامپوری)، "حایت الکلام فی ابطال عمل المولد والقیام" (یزدان فارسی)، "مولوی بشیر الدین عثمانی توتہی"، "کلمۃ الحق (یزدان فارسی)، "نواب صدیقی حسن بھویانی"، "فتاویٰ میلاد شریف و عرس و میلاد (مولانا احمد علی محدث ساہنوردی)، "المیلاد فی القرآن (مولانا محمد عالم آسی)، "اور اثبات المولد والقیام (شاہ احمد سعید مجددی) جیسی معروف کتابوں کی اشاعت ہوئی۔

اس دور کے قریباً ہر میلاد نگار نے اثبات میلاد کے سلسلہ میں فضائل محفل میلاد اور فضائل درود و سلام کو موضوع بنایا ہے۔

اس دور میں انگریزوں کے ظلم و ستم، مسلمانوں کی معاشی بد حالی، عدم اطمینان، سکون تلاشی کی فضا عام ہے۔ ان مخصوص حالات کی وجہ سے خائفہ مشرپی اور بزم پسندی کے رجحانات کو فروغ حاصل ہوا۔ ماحول کی کھٹن کی وجہ سے میلاد ناموں میں ہندوستان کی فضا سے بیزاری، روضہ رسول پر حاضری کی شدت سے تڑپ اور جا کر واپس نہ آنے کی آرزو اور جنت البقیع میں دفن ہونے کی شدید خواہش کا اظہار کیا ہے۔

اس دور میں عیسائیوں، مسلمانوں اور ہندوؤں کو اشاعت و تبلیغ کے بے شمار مواقع میسر آئے۔ مذہب پرستی کا عنصر صدیوں سے ہندوستان کی مٹی میں موجود ہے۔ ان تینوں مذاہب کے پیروکاروں نے مذہبی سیاسی اور تمدنی بقا کو مد نظر رکھ کر مختلف مذاہب اور چارحانہ اقدام کئے۔ ان میں سب سے اہم قدم تحریر و تقریر تھا۔ اس روش کی وجہ سے اردو میں عوامی رابطہ کی زبان ہونے کے ناطے سے تینوں مذاہب کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ اس ذخیرے کے بارے میں ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم لکھتے ہیں:

”تقلم و نشر کی ان تحریروں کی حیثیت علمی و ادبی اور عامی بھی ہے۔ اس کا دائرہ اثر بہت وسیع ہے۔ ان میں خالص دینی اور مذہبی مباحث کے ساتھ ساتھ تصوف و اخلاق اور سیاسی و تمدنی امور کا بیان بھی شامل ہے۔ اس دائرے کی وسعت کی سب سے بڑی وجہ مذہب کے اثر و رسوخ کی وسعت ہے۔ برصغیر کے تمام مذاہب اسلام سے مخالفانہ یا موافقانہ تعلق ضرور رکھتے تھے۔ اس لئے وہ مذہبی چھاپ سے آزاد نہ ہو سکے۔“ (۱۷۶)

اس دور میں مغربیت کا تند و تیز سیلاب مسلمانوں کی تمدن و تمدن اور ان کے مذہب و ایمان کے بنیادی ستونوں کو ہمائے لے جا رہا تھا۔ اس وقت اس سیل کو تھامنے اور اس سے اثر پذیر نہ ہونے کی صلاحیت، طاقت اور قوت صرف نبی کریم کی والہانہ محبت و عقیدت اور عشق و شیخگی کے جذبہ نے پیدا کی اور اس کو تیز کرنے میں محافل میلاد اور مولید نے اہم کردار ادا کیا۔

پچھٹا باب

میلا دتا مول کا دورِ جدید (۲)

۱۸۵۷ء ————— ۱۹۴۷ء

حصہ دوم

۱۹۰۱ء ————— ۱۹۴۷ء

میلاو ناموں کا دور جدید (۲)

۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء

حصہ دوم

۱۹۰۱ء ————— ۱۹۴۷ء

○ دور جدید کا سیاسی، تمدنی اور مذہبی پس منظر۔

○ حافظ محمود حسین خاں نازاں / مصباح الدین محمد / حافظ محمد امین / محمد دولت خاں / شاہ محمد عبداللہ نقشبندی / مولانا حسن رضا خاں حسن / مولانا محمد حسین عطار اکبر آبادی / حاجی غلام محمد ہادی علی خاں / مولوی محمد امداد العلی / خواجہ محمد سلامت اللہ سونی پتی / حافظ محمد عبدالحیید / خواجہ محمد حافظ علی / سید جعفر اللہ / محمد یقین کانپوری / مولوی محمد حبیب اللہ / مولوی محمد ابراہیم بنارس / مولوی محمد انوار اللہ / محمد عبدالغفار بلخ / مولوی محمد عظیم / مولوی محمد ابراہیم دہلوی / مولوی سید محب الحق / محمد رکن الدین لوری / حسن علی خاں / خواجہ نقی الدین اکبر آبادی / قاضی ذکیر الدین / محمد جمیل الرحمن خاں / شاہد حسین خاں / مولانا عبداللطیف شرر / حافظ محمد انوار اللہ خاں بنجود / مولوی عبدالسمعان / علی احمد خاں اسیردایوٹی / قاضی عید اللہ / منشی گوہر علی خاں گوہر رامپوری / محمد سراج الدین اکبر آبادی / حاجی رحیم بخش / فدا حسین شاہ جہانپوری / مفتی محمد ظلیل / سید محمد بشیر الدین احمد / مولوی محمد کریم بخش / خواجہ محمد احمد بخش اکبر آبادی / منشی محمد احسن خن بہاری / سید دیدار علی شاہ / مرزا محمد ہادی عزیز کلکتوی / علامہ راشد الخیری / محمد تہر الدین / غلام محمد عباس / شیخ محمد ابراہیم نقشبندی / سید عاجز رامپوری / قاضی قلندر علی / نمل احمد علوی / شیخ عبدالصمد صدیقی / عبدالرزاق ندوی / مولانا محمد اشرف علی قہاوی / بیہم دارٹی / مولوی غلام رسول / خواجہ محبوب عالم / محمد احسن وحشی مگرامی / علامہ نور بخش توکلی۔

○ دور جدید کے میلاو ناموں کا جائزہ (۲)

دور جدید کا سیاسی، تہذیبی اور مذہبی پس منظر

دور جدید انگریزوں کی عملداری کے زمانہ پر پھیلا ہوا ہے۔ اس دور کی وسعت کے پیش نظر گذشتہ باب میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۰ء تک کے دور کو شامل کیا گیا تھا۔ اب زیر نظر باب میں ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۷ء قیام پاکستان تک کے میلاد نگاروں کے احوال و تبصرہ پر مشتمل ہے۔

اس دور کی سیاسی، سماجی اور مذہبی تحریکوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے سماجی رویوں اور ادبی و فکری پہلوؤں پر گہرے انقلابی اثرات مرتب کئے۔ انہی اثرات کے زیر اثر اس دور کے میلاد ناموں کے اعداد و ابلاغ میں ایک واضح اور نمایاں فرق نظر آتا ہے۔

اس دور میں پچھلی صدی کی طرح سیاسی لحاظ سے مسلمانوں میں غلامی کی کیفیت اور مشرقی اقداری ناقدی و کسمپرسی نے جذبات و احساسات پر ضرب کاری لگائی۔ مسلمانوں کے سیاسی غلبہ کے خاتمہ کے بعد اقتصادی اور مذہبی مستقبل بھی تاریک ہو گیا تھا۔ میلاد نگاروں نے اس آڑے وقت میں امت مسلمہ کی دیکھ بھری کا کام اپنے ذمے لے لیا۔ اس طرح انہوں نے اردو نظم و نثر میں اپنی روایات اور علامات کو بہت بڑے پیمانے پر پھیلایا۔

بیسویں صدی کے آغاز میں کانگریس کی طرف سے تقسیم بنگال کی مخالفت سے ہندوؤں کے اصل عزائم بے نقاب ہو گئے۔ ۱۹۰۶ء میں ڈھاکہ میں مؤذن ابجیکشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں مسلمانوں کے سیاسی حقوق اور مفادات کے تحفظ کے لئے نواب سلیم اللہ خاں کی تحریک پر آل انڈیا مسلم لیگ قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ معاشی عوامل کے لحاظ سے مسلمانوں کا سرکاری ملازمتوں سے اخراج اور ہندو اکثریت کے علاقوں میں صنعتوں کے قیام کی وجہ سے مسلمان صنعتی پس ماندگی کا شکار ہوئے۔ یورپی تاجروں کے تجارت پر تسلط اور انگریزوں کی طرف سے ہندوؤں کی بھرپور حمایت نے مسلمانوں کو تجارت میں بہت پیچھے وکیل دیا۔ اس قسم کے عوامل کے باعث قائد اعظم محمد علی جناح کے نزدیک ایسی مملکت کی تخلیق ضروری تھی، جہاں ہماری تہذیب پھلے پھولے اور جہاں معاشرتی و اقتصادی انصاف ہو۔ اس سلسلہ میں ۱۹۰۶ء میں وائسرائے ہند لارڈ متھو سے شملہ میں مسلم قائدین کا ایک وفد ملا اور اس وفد نے مسلم قومیت کے جداگانہ تشخص پر روشنی ڈالی۔

مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کے سلسلہ میں اور سماجی و سیاسی لحاظ سے تحریک علی گڑھ نے مسلمانان ہند کی زندگی پر دور رس نتائج مرتب کئے۔ اس سے تعلیم کی ترویج، اصلاح معاشرہ اور اتحاد کے علاوہ تعلیم یافتہ طبقہ نے مسلمان نوجوانوں میں اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے سیاسی قیادت فراہم کی۔ معاہدہ کننٹو ۱۹۳۱ء میں کانگریس نے مسلمانوں کے جداگانہ انتخاب کے مطالبے کو تسلیم کر لیا۔ اس لحاظ

سے انہوں نے نظریہ قومیت اور جداگانہ تشخص کو قبول کر لیا۔ ۱۹۴۹ء میں آل انڈیا تحریک خلافت کی بنیاد پڑی۔ مسئلہ تحفظ ناموس خلافت نے ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کو متحد کر دیا۔ دراصل ترکی کے سلطان کو دنیائے اسلام کا خلیفہ سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے ترکی کی کمزوری یا شکست کو عالم اسلام کی توہین خیال کیا جاتا تھا۔ پہلی جنگ عظیم میں ترکوں نے انگریزوں کے خلاف جرمنی کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تو ہندوستان کے مسلمانوں نے ترکی کے مفادات کے تحفظ کے لئے تحریک چلائی۔ اس تحریک میں سکولوں، کالجوں اور عدالتوں کا پابیکٹ، انگریزی مال کی خریداری کا مقاطعہ، سول نافرمانی کا آغاز اور قریباً ۸۰ ہزار مسلمانوں کی گرفتاری اس دور کے انقلابی واقعات ہیں۔ اس تحریک کی بدولت برصغیر کے مسلمانوں میں سیاسی بیداری پیدا ہوئی۔ تحریک خلافت کا تذکرہ میلاد ناموں کی مناجاتوں اور شعری نکتوں میں نظر آتا ہے۔ امت مسلمہ کی زبانوں حالی، انگریزوں کے مظالم اور نبی کریمؐ کے حضور استغاثہ و استغاثہ کا بیان بھی مخصوص عصری عوامل کے تحت ملتا ہے۔ دراصل تحریک خلافت سے مسلمانوں کے دلوں میں مغرب سے بیزاری، موثر قیادت کا حصول اور برطانوی راج کے زوال جیسے اثرات مرتب ہوئے۔

قائد اعظم نے ۱۹۴۹ء میں مسلم لیگ کے اجلاس دہلی میں سنو رپورٹ کے جواب میں مسلمانوں کے بنیادی مطالبات پیش کئے۔ علامہ اقبال نے ۱۹۳۰ء میں الہ آباد میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت کی اور اس میں انہوں نے اسلام کے تصور اور فلسفہ حیات کی وضاحت کی۔ مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ مملکت کے قیام کا مطالبہ کیا۔ یہی خطبہ تصور پاکستان کی بنیاد بنا۔

۱۹۳۵ء میں مسلم لیگ اور کانگریس نے انتخابات میں حصہ لیا۔ کانگریس گیارہویں سے سات صوبوں میں وزارتیں قائم کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ کانگریس کے برسرِ اقتدار آ جانے سے ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ نہایت خالصانہ طرزِ عمل اختیار کیا۔ مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہ رہی۔ کانگریس اقتدار کے دھاتی سال مسلمانانِ ہند پر قیامت بن کر گذرے۔ ۱۹۳۷ء میں کانگریس مسلمانوں کے جداگانہ تشخص سے منحرف ہو گئی۔ جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی مذہبی آزادی کا خاتمہ ہو گیا۔ بیچہ گلو پر پابندی عائد کر دی گئی۔ مسلمانوں کی مساجد ہندو غنڈوں سے محفوظ نہ رہیں۔ محرم کے جلوس کو درہم برہم کیا جانے لگا۔ کئی مقامات پر مساجد کو بھی سہارا کر دیا گیا۔ اس سے مسلم ریاست کے قیام کا مطالبہ برصغیر کے مسلمانوں کے دل کی آواز بن گیا۔ مسلم لیگ عوامی تحریک بن گئی۔ لاہور میں ۲۳ مارچ ۱۹۳۰ء کو مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی۔ ۱۹۳۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے پاکستان کا مطالبہ اور دو قومی نظریہ کی بنیاد پر انتخابات میں حصہ لیا۔ مسلمانوں نے مسلم لیگ پر اعتماد کا اظہار کر کے کانگریس کو قیام پاکستان کا مطالبہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ تحریک پاکستان کے دوران ہر زبان پر پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ، کافروں کا نعرہ تھا۔ پاکستان کے قیام کا مقصد اسلام کے مذہبی، تمدنی، ثقافتی، سیاسی اور معاشی نظام کو عملی طور پر رائج کرنا اور انفرادی و اجتماعی زندگی کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کا عہد تھا۔ بالآخر ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو قائد اعظم کی قیادت میں پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔

اس دور میں انگریزوں نے اپنے تسلط کو طویل دینے کے لئے کئی حربے استعمال کئے۔ ان میں ایک حربہ

مسلمانوں میں جذبہ جہاد ختم کرنے کی بھرپور کوشش بھی تھا۔ انہیں اس بات کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ تک مسلمانوں میں جذبہ جہاد موجود رہے گا۔ وہ سکون سے ہندوستان پر حکومت نہ کر سکیں گے۔ دیگر ممالک میں بھی جہاں جہاں مسلمان انگریزی پیچہ استبداد سے نجات پانے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے سب جذبہ جہاد سے ہی سرشار تھے۔ انگریزوں نے ایک طرف پادریوں کے ذریعے سے مسیحیت کا پیغام شروع کرا دیا تھا اور دوسری طرف مسلمانوں کو کمزور کرنے کی خاطر مسلمانوں کے اندر فرقہ واریت کو بے دینے لگے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کے اندر نفاق اور اختلاف کو بڑھانے اور جذبہ جہاد چھین لینے کی کوشش میں مرزا غلام احمد قادیانی سے مسیح موعود اور نبی ہونے کا دعویٰ کرا دیا۔ اس کافر گروہ نے انگریزوں کی بھرپور سرپرستی میں مسلمانوں کو گھٹا دکھانے کی بھرپور کوششیں شروع کر دیں۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ مسلمانوں کے غیور دینی و سیاسی رہنماؤں کی توجہ انگریز کی جانب سے ہٹ گئی اور اس فتنہ کی سرگرمی کی طرف مرکوز ہو گئی۔ اس فرقہ باطلہ کے استیصال کے لئے مولانا محمد حسین بیالوی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری، سید مرعلی شاہ، انور شاہ کشمیری اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے فرقہ میدان عمل میں اترے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قیادت میں رد قادیانیت ایک عوامی تحریک بن گئی۔ چوہدری افضل حق، تاج الدین انصاری، قاضی احسان احمد، شیخ حسام الدین، مولانا محمد علی جالندھری، شورش کشمیری اور سید ابو ذر غفاری جیسے مخلص کارکنوں نے قادیانی تبلیغ کی شر و اشاعت کے سارے راستے بند کر دیئے۔ ۱۹۳۳ء میں مسلمانوں نے متحد ہو کر اور شہدا کا پاک خون نہ لے کر جذبہ جہاد کو زندہ کر دیا اور قادیانی جھوٹی نبوت کی دھجیاں کھیر دیں۔

اسی زمانے میں تائبہ عصر علامہ حیات اللہ خاں المشرقی کی زیر قیادت پورے برصغیر میں خاکسار تحریک نے احراروں کے قدم پر قدم روح جہاد بیدار کرنے میں اپنی بے مثل جرات اور پامردی سے مثبت کردار ادا کیا۔

اس دور کے میلاد ناموں میں رد قادیانیت کے سلسلہ میں آپ کے خاتم النبیین ہونے کا بار بار ذکر ملتا

ہے۔

اسی دور میں اسلام کی ترویج و اشاعت کے سلسلہ میں ہر مکتب فکر کے مدارس کثرت سے قائم ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند کے زیر اثر مراد آباد، سارنہور اور گنیش کے علاوہ پورے ہندوستان میں سینکڑوں ایسے مدارس قائم ہوئے جو دیوبند کو اپنی رہنمائی کا مرکز سمجھتے تھے۔ ۱۹۰۳ء میں مولانا شبلی نعمانی نے ندوۃ العلماء لکھنؤ کا انتظام سنبھالا۔ ان کی وجہ سے ندوہ کے نظم و نسق میں بہتری پیدا ہوئی۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کا اصل مقصد تبلیغ اسلام تھا مگر اس انجمن نے ۱۹۲۵ء سے تعلیمی اور سماجی میدان میں شاندار کارکردگی شروع کر دی اور باقاعدہ تعلیمی و فلاحی ادارے بنانے شروع کئے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ ۱۹۲۵ء میں دہلی منتقل ہوا۔ جامعہ ملیہ کے منتظمین نے قدیم و جدید کے درمیان ایک حسین امتزاج پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اردو اکیڈمی کا قیام اس ادارے کا شاندار کارنامہ ہے۔ ان تمام سیاسی اور سماجی تحریکوں کے ساتھ ساتھ علماء نے مساجد کو آباد رکھا اور ہر جہہ کو قرآن و حدیث کی اشاعت سے عام مسلمان حیثیت یا ہندو مت میں جذبہ

ہونے سے بچ گیا۔ دارالعلوم دیوبند مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی تحریک اور المحدث خیر مقلدین نے مذہبی تبلیغ و اشاعت سے عام مسلمانوں کو نہ انگریزوں کا وقار بٹنے دیا اور نہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا متحدہ قومیت کا تصور مسلمان عوام کے اندر جڑ پکڑ سکا۔ اس دور کے میلاد ثانی مسلمانوں کی زبانوں حالی اور آشوب زمانہ کے مختلف انداز اور مخصوص سلمی رویوں کی جھلک دکھاتے ہیں۔ میلاد یہ محفلات اپنی فکری اور شعوری بلندی کی وجہ سے جدید ذہنوں کو متاثر کرنے کے قابل نظر آتی ہیں۔ مناجاتی انداز میں درد و کرب کا بیان دراصل مسلمانوں کے عصری کرب اور تقاضوں سے ہم آہنگی کا واضح ثبوت ہے۔ اس دور کے میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کے حضور استغاثہ و استدعا طلبی کے مضامین کا بھی اضافہ ہوا۔

اس دور میں جشن عید میلاد النبیؐ منانے کی تحریک سید ممتاز علی نے ۲۵ دسمبر ۱۹۰۹ء کو تہذیب نسواں میں شروع کی۔ انہوں نے اس تحریک کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھا:

”مجھے ایک مرتبہ کرمس کی رات عیسائیوں کی عبادت کا جوش و خروش اور اگلے دن اس تقریب کی خوشیوں کا سلمان و اہتمام دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میں یہ سب کچھ دیکھ کر دنگ رہ گیا اور یہ خیال کر کے دل ہی دل میں بے حد ناوم و شرمسار ہوا کہ اس کے مقابلے میں ہماری مجالس میلاد کس قدر بچ اور حقیر ہوتی ہیں۔“ (۱)

مسلمانوں میں جشن عید میلاد النبیؐ منانے کی روایات صدیوں پرانی موجود ہیں۔ اس جشن منانے کے جواز میں ملا علی قاری نے اپنے رسالہ ”مورد الردی“ میں ابن جریرؒ (م ۸۴۳ھ) کا درج ذیل قول نقل کیا ہے:

”جب نصاریٰ اپنے نبی کی پیدائش کی رات کو عید اکبر مناتے ہیں تو اہل اسلام

کو ان سے زیادہ اپنے نبی کی محرم و تعظیم کرنا چاہئے۔“ (۲)

برصغیر کے مسلمانوں کو جشن عید میلاد النبیؐ منانے کے سلسلے میں اس لحاظ سے بھی تقویت ملی کہ دیگر ممالک میں صدیوں سے مسلمان جشن عید میلاد النبیؐ منا رہے تھے۔ اب وسیع پیمانے پر جشن عید میلاد النبیؐ منانے کے سلسلے میں مسلمانوں میں تحریک کا آغاز ہوا۔ اس تحریک کے محرک کے لحاظ سے مولوی سید ممتاز علی نے اپنے رسالہ تہذیب نسواں میں ۲۵ سال (۱۹۰۹ء سے ۱۹۳۵ء تک) عید میلاد النبیؐ کو پورے مذہبی جوش و خروش اور تزک و احتشام سے منانے کے سلسلے میں متعدد مضمون لکھے۔ مولوی ممتاز علی کا خیال تھا کہ ہم سال بھر میں مولود کی ایک مجلس کی بجائے کئی کئی مجلسیں کر لیتے ہیں مگر ان سے وہ خوشی یا عظمت ظاہر نہیں ہوتی جو نبی کریمؐ کی شایان شان ہو۔ ان کے نزدیک ”بزرگوں کی یادگار کو قائم رکھنا اور ان کو تہواروں کی طرح منانا دنیا میں نیک دلی اور خدا ترسی کی صفت پیدا کرتا ہے۔“ (۳)

مولوی ممتاز علی نے تجویز پیش کی کہ اگر مسلمان عید میلاد کو بھرپور تکلف و اہتمام سے منانے کی ہمت و قدرت نہیں رکھتے تو اس موقع پر کم از کم اتنا کریں کہ شام کے وقت جس کی صبح کو عید ہو۔ بہت سی چاروں طرف اس طرح گولے چلائے جائیں، جس طرح عید کا چاند دیکھ کر چلائے جاتے ہیں۔ صبح کو لوگ غسل کر کے لباس تبدیل کریں اور ایک بہت بڑا جلوس درود و سلام اور نعین پڑھتا ہوا، کسی خاص مقام

سے روانہ ہو اور شہر کے دور ترین مقام کی طرف جائے۔ تیسرے شامیائے لگا کر ایک جگہ کو تقریروں اور لیکچروں کے لئے مخصوص کیا جائے۔ چوتھے شہر میں کثرت سے مجالس مولود متعقد کی جائیں اور رات کو چراغوں کا ہوا۔ (۳)

مولوی ممتاز علی کی تحریک بسلسلہ جشن عید میلاد النبیؐ کے اثرات پورے ہندوستان میں مرتب ہوئے۔ برصغیر کے بیشتر مقامات پر اس تقریب کو دھوم دھام سے منایا گیا۔ ۱۹۱۱ء میں عید میلاد النبیؐ کے موقع پر اخبارات و رسائل نے عید میلاد کے خاص نمبر نکالے۔ علماء و مجتہدین نے بھی عید میلاد کو قومی سطح پر منانا نہایت ضروری سمجھا اور لاہور میں میلاد شریف کا باقاعدہ اجتماع ۱۹۱۱ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا جس کی صدارت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ (دربار علی پور سیدان) سیالکوٹ نے کی۔ مقررین میں علامہ اقبالؒ بھی شامل تھے۔ اس جلسہ کی رواد و رسالہ تہذیب نسواں میں شائع ہوئی۔ (۵) علامہ اقبالؒ نے اپنی تقریر میں نہایت خوبی سے لوگوں کو یہ بات سمجھائی:

”جسے صرف تماشا تھیں بلکہ قومیت کو مضبوط کرنے اور اچھی پچھلی قوم کی شخصیت کو ایک کرنے کے لئے بہت ضروری ہیں۔ جب تک ساری قوم اپنے بزرگوں کے حالات سن کر خود ان عظیم الشان بزرگوں کی ذریت ہونے کا فخر اور گھمڑا دل میں پیدا نہ کرے گی تب تک ان کے سینوں میں الواعزی اور بلند حوصلگی جوش زن نہیں ہو سکتی۔“ (۶)

اس اجلاس میں علامہ اقبالؒ کے علاوہ شیخ عبدالقادرؒ، مولانا ظفر علی خاںؒ، مفتی محمد عبداللہؒ، مولوی عبدالعظیمؒ اور پیر سید جماعت علی شاہ نے نبی کریمؐ کے اخلاق و شانگل پر تقاریر کیں۔ اسی دور میں خواجہ حسن نظامی نے رسالہ نظام الشائخ میں ”عید میلاد الرسولؐ“ کے عنوان سے میلاد النبیؐ کا جشن منانے کے سلسلہ میں ایک پرزور مضمون لکھا۔ یہ مضمون بھی تہذیب نسواں (۳۵- مارچ ۱۹۱۱ء) میں شائع ہوا۔

جشن عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں مولوی ممتاز علی کی تحریک پر اکابرین نے بھرپور توجہ دی اور اس طرح برصغیر کے ہر شہر ہر قصبہ اور ہر بستی میں نہایت بزرگ و اعتراف سے جشن عید میلاد النبیؐ منایا جانے لگا۔

اس دور کے میلاد ناموں کی روایت، ترکیب و ترتیب اور ساخت کم و بیش پرانے میلاد ناموں کی طرح ہے۔ اس دور میں بھی مثنوی میلاد ناموں میں جا بجا شعری کھڑے موجود ہیں۔ اس دور میں علامہ اہلسنت والجماعت نے خاصی تعداد میں میلاد نامے لکھے اور ابجدیث حضرات نے میلادی روایات کے ضمن میں کتابیں تصنیف کیں۔ میلاد کے حق اور رد کے سلسلہ میں فتاویٰ کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔ اس موضوع پر بے شمار کتب و رسائل کی اشاعت ہوئی اور ان میں علماء نے اپنے مخصوص مذہبی خیالات کا بڑا اظہار کیا۔ مجموعی طور پر اس دور کے میلاد نامے ضخیم، وسیع، عالمانہ اور جدید افکار و نظریات کی روشنی میں مرتب کئے گئے۔ سیرت النبیؐ کی ترویج و اشاعت اخبارات و رسائل، محفّظوں، کتابوں اور مقالوں کے ذریعے ہونے

گ۔ سیرت کمیشیاں قائم ہوئیں۔ (اس میں سیرت کبھی پٹی کی کارکردگی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔) جشن میلاد النبیؐ منانے کے سلسلہ میں ثبت اقدامات کئے گئے۔ اس طرح اردو زبان و ادب میں کثیر تعداد میں ہر سال اور ہر وضع کے میلاد ناموں کی اشاعت ہوئی۔

حافظ محمود حسین خاں نازاں

حافظ محمود حسین خاں نازاں چشتی سلیمانی سلسلہ میں بیعت تھے۔ علاقہ منجھر کے رہنمیں تھے۔ ان کا میلاد نامہ ”بزم میلاد“ ۱۳۴۰ء صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں فضائل میلاد، ولادت مقدسہ اور معجزات رسالت کو انعم و نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ اس میلاد نامہ کو قبولیت عام حاصل ہوئی اور کئی بار چھپا۔ اس کا ۱۹۵۰ء کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ اس کی پہلی اشاعت میں بیان میلاد سدس میں ہی کیا گیا تھا۔ موجودہ اشاعت میں سدس کے علاوہ موقع بموقع شکر کا اضافہ کیا گیا ہے۔ سدس کا ایک بند بطور نمونہ درج ذیل ہے:

اس نور بے رُوال کا ہوتا ہے اب ظہور
ذره ہے ایک جس کا جلی شمع طور
مشہور مہر و ماہ ہوئے اس سے دور دور
وہ نور پاک ذات خدا کا ہے خاص نور
مژدہ کہ بزم مولد خیرالورئی ہے آج
ذکر ظہور نور صیب خدا ہے آج
(۷)

اس میلاد نامے کی حمد و نعت کا مجلس انداز ہے۔ ان منظومات سے جہاں تذکار و تبلیغ سیرت رسول کے غرضے پورے ہوتے ہیں۔ وہاں ان کی اثر آفرینی اور عثمانی آہنگ سے کیف اور فضا پیدا ہوتی ہے:

مولا کی کر بندے یاد
حق کی یاد سے رکھ دل شاد
فکر جہاں سے ہو آزاد
ذکر خیر مبارک یاد
حسی ربی جل اللہ
مانی قلبی غیر اللہ
لا الہ الا اللہ
نور محمد صلی اللہ
(۸)

حافظ محمود حسین خاں کے میلاد ثانیے میں میلاد یہ منقولات کے موثر اور دل آویز نمونے ملتے ہیں۔ ان کے اشعار میں زور، روانی اور اثر آفرینی خیالات کی رفعت اور تشبیہ و استعارہ کی لطافت کے ساتھ ساتھ اس قسم کے میلاد ناموں نے فکری اور فنی دونوں لحاظ سے نئے امکانات سے روشناس کرا کے شعری روایت کو آگے بڑھایا۔ یہ مصنف کی غلیظت کا ثبوت ہیں۔

مصمام الدین محمد

مصمام الدین محمد بن مولوی سید عبدالدین مدراس کے رہنے والے تھے۔ مولوی عبدالرزاق کے تھے۔ انہوں نے فضائل و شمائل رسالت پر ۳۳ فصیح الانوار فی بیان خصائص سید الابرار لکھی تھیں۔ کتاب کے حاشیے سے وضاحت ہوتی ہے کہ اس کا سال تصنیف اوائل ۱۹۰۰ء ہے۔ (۹) اس کا ایک نسخہ رضا لاہوری رامپور میں موجود ہے۔ یہ نسخہ مصنف کے اپنے قلم کا معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے متن میں قطع و برید موجود ہے۔ اس کے کل ۲۶ اوراق ہیں۔ متن میں عربی عبارتوں پر سرخ لکیر کھینچی گئی ہے۔ آخری اوراق بوسیدہ ہو چکے ہیں۔ مصنف نے عربی اور فارسی کے الفاظ بکثرت استعمال کئے ہیں۔

حافظ محمد امین

حافظ محمد امین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بعنوان ”جذب الاصفا الی فضائل المصطفى“ نثر میں لکھے ہیں۔ یہ رسالہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں انہوں نے آپؐ کے فضائل کو قرآن، حدیث کے دلائل سے بیان کیا ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ ان کا دوسرا رسالہ ”اشعش المشتاقین الی حیات سید المرسلین“ بیان میلاد پر مشتمل ہے اور ”المتقبل فی علم غیب الرسول“ میں نبی کریمؐ کے علم غیب کے بارے میں مدلل بیان ہے۔ جذب الاصفا الی فضائل المصطفى سے ایک مختصر اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

”رحمتہ للعالمین میں لفظ رحمت پر غور کیا جائے۔ رحمت ایک ایسا وسیع لفظ ہے جو ہر ایک چیز کے لئے بولا جاسکتا ہے۔ ماں، باپ کی رحمت استعمال ہوتا ہے۔ بارش بھی ایک رحمت ہے۔ خدا کا رحم، حاکم کا رحم، بادشاہ کا رحم، استاد کا رحم، پس اسے درویش اس نکتہ باریک کو سوچ اور خوب سمجھ لے، صرف بارش کی رحمت کو مد نظر رکھ کر اس کے عجائبات کو ملاحظہ کر کہ کیا کیا عمدہ سبزیاں، پھل پھول اس سے ظاہر ہوتے ہیں، اور اس کا دنیا پر کیا اثر ہے۔ پس پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس لفظ کے ساتھ لقب کیا گیا، قریان جاؤں، وہ اسی کے لئے موزوں ہے۔ واقعی اس کا وجود تمام عالم کے لئے اسی طرح رحمت ہے جس طرح کہ بارش دنیا کے لئے۔“ (۱۰)

حافظ محمد امین نے نبی کریمؐ کے فضائل کے بیان میں انتخاب و استعمال الفاظ میں فنی نزاکتوں کا پورا لحاظ رکھا ہے۔ ان کے طرز استدلال اور علمی انداز میں بے ساختگی کا رنگ نمایاں ہے۔

دولت خاں

دولت خاں بن محمد ہمت خاں افغان، شمس آباد ضلع قریش آباد کے رہنے والے تھے۔ مولانا فضل الرحمن صاحب نے مراد آبادی کے مرید تھے۔ ان کا مکتوم معراج نامہ بعنوان ”معراج مصطفیٰ موسومہ بہ دولت خاں“ صفحات پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اپنے معراج نامہ کے بارے میں درج ذیل اشعار میں حیرت کی ہے:

جس طریق انداز سے میں نے لکھا
کسی شاعر سے نہیں اب تک سنا
میں کہوں توصیف اس کی کیا بیاں
دیکھنے سے غلی اس کی ہے عیاں
غیر کا مضمون چرانا یا کلام
یہ نہیں واللہ باللہ میرا کلام
(۱۱)

شاعر نے نعت نبیؐ میں احد اور احمد کے فرق مراتب کو ملحوظ رکھا ہے۔
ایک بند ملاحظہ ہو:

یمن کہیں طہ کہیں نور اس کو کہا ہے
تفہیم سے ہے جس جگہ قرآن میں لکھا ہے
دیکھو تو روف اور رحیم اس کی ثا ہے
وہ مظهر حق ہے یا کون شکل خدا ہے
سو سجدہ اس کرتا مجھے بیم نہ ہوتا
احمد کے اگر نام میں یہ بیم نہ ہوتا
(۱۲)

اس معراج نامہ کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس معراج نامے کا طرزِ نظم متنوع اور رنگا رنگ کیفیات و تاثرات کا حامل ہے۔ اس میں آسمانوں اور عرش کی رونق اور ہماہمی کا ذکر ہے و کشمکش پیرائے میں کھینچا گیا ہے۔ بیان معراج میں جذبات و احساسات کے اظہار میں شاعرانہ رنگ ہے۔

محمد عبداللہ نقشبندی

علامہ محمد عبداللہ نقشبندی، جامع مسجد کانپور کے امام اور سید محمد شاہ عبدالحق کانپوری کے خلیفہ تھے۔ ان کے نامہ مجموعہ مولود شریف اور وعظ شریف میں حمد و نعت کے بعد اصحاب پاکؓ کی تعریف، تعریف

اہل بیتؑ حضرت کے نزدیک اصحاب کبارہ کی کیسی توقیر ہے، بزرگی و برکات ذکر مولود شریف، آداب محضر مبارک، بیان درود شریف و فضائل درود خوانی، بیان پیدائش نور محمدی، حسن و جمال حضرت عبداللہ کا شمار حضرت عبداللہ کا نکاح، نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ، احوال رضاعت، بیان معراج شریف، دیگر معجزات، بیان شفاعت کبریٰ، بیان مقام محمود، آپؐ کے شمائل و خصائل کا بیان، حضورؐ کے علم و صبر کا بیان، شرف نقل شریف اور حالات صادقہ و کرامات حضرت خوث الاعظمؑ کے عنوانات ہیں۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ مصنف نے تمام واقعات کے سلسلہ میں تحقیق و تدقیق سے کلام لیا ہے۔ یہ حالات مبارکہ بیان کرتے وقت ان کا اسلوب سادہ اور دل نشیں ہو جاتا ہے۔ اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے:

”حضرت آدمؑ سے واسطے نور محمدیؑ کے جو ان کی پشت میں سونپا گیا تھا۔ عہد لیا گیا کہ اس کی تقسیم و توقیر کرتے رہیں اور پاک عورتوں میں نقل کریں۔ آدمؑ نے اقرار کیا اور فرشتے گواہ ہوئے۔ جب آدمؑ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت شیثؑ کو وصیت کی کہ جو تمہاری پشت میں نور ہے اس کی محافظت ضرور ہے اور ارحام طیبہ و طاہرہ میں اس کی تحویل ہو پس وہ نور مبارک پاک مردوں اور پاک عورتوں میں نقل کرتا رہا حضرت آدمؑ سے حضرت شیثؑ اور حضرت ادریسؑ حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ اور ان سے حضرت اسمعیلؑ کو سرفراز و ممتاز فرماتا ہوا حضرت عبدالمطلبؑ پھر ان سے حضرت عبداللہؑ میں آیا۔ جس پشت میں نور محمدیؑ آتا تھا اپنا جلوہ دکھاتا تھا۔ حضرت آدمؑ کی خطا اسی نور کی برکت سے غصہ ہوئی۔ حضرت شیثؑ کے بدن میں خوشبو مشک کی اسی نور کی برکت سے آتی تھی، حضرت نوحؑ کی کشتی کو اسی کے طفیل نجات ملی، اسی نور کی برکت سے حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ پر آگ کو گھڑا کیا۔ حضرت اسمعیلؑ کے واسطے جنت سے دنبہ اسی نور کی برکت سے آیا اور بے ذبح کئے ہوئے، حضرت اسمعیلؑ ذبح اللہ کلمات۔ حضرت عبدالمطلبؑ کی دعا اسی نور کی برکت سے قبول ہوئی تھی۔ حضرت عبداللہؑ کو دیکھ کر تمام بت منہ کے بل گر جاتے تھے۔“ (۱۳)

موضوع اور اسلوب ہر دو اعتبار سے اس میلاد نامہ میں ایک معقول اولیٰ استدلال موجود ہے۔ مصنف نے اپنی تحریروں کو موثر بنانے کے لئے مشکل الفاظ، بے جا تراکیب اور مطلق عبارات سے دامن بچایا ہے۔ نیز عربی اقوال و ضرب الامثال بھی بکثرت استعمال کرتے سے پرہیز کیا ہے۔

مولانا حسن رضا خاں حسن (م ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء)

مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان کے ”میلاد حسن“ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اور اکثر محافل میلاد میں پڑھا جاتا ہے۔ اس میلاد نامے کی عبارت عام فہم نہیں

ہے بلکہ عربی و فارسی کے مشکل الفاظ اور جا بجا آیات قرآنی کی کثرت ہے۔ کسی کسی جگہ بڑی تکلف عبارت بھی لکھی ہے۔ جیسے نور نبویؐ کے بیان میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

”ذات کریم کنز مخفی تھی۔ جب منظور ہوا کہ اپنے بندوں کو پیدا کریں اور اپنی اور اپنے محبوب کی شان جلوہ تلمسور پائے، اپنے نور سے نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنایا۔ پھر اس نور منور کو جو ہر لطیف بنا کر دس ٹکڑے کئے۔ نو ٹکڑوں سے عرش و کرسی، لوح و قلم، جنت و دوزخ، چاند سورج اور فرشتے بنائے۔ دسویں ٹکڑے سے وہ پیاری پیاری روح جلوہ تلمسور کی شمع انجمن ہوئی جس کی ادنیٰ چمک سے چودہ طبق روشن ہو جائیں ایک جھلک سے تحت اثری سے عالم بالا تک عالم چرخاں ہوا پھر جبرائیلؑ کو حکم رب اللعالمین جل شانہ، پہنچا کہ سطح خاک پر جا اور جہاں کی خاک پاک دیکھے۔ لا۔ روح اعظم حکم محکم پا کر زمین پر آئے اور زمین کہہ سے خاک طلب کرتے گئے اس طلب کو سن کر زمین اس قدر خوش ہوئی کہ حالت وجد میں شق ہو گئی۔ گویا زبان حال سے گویا تھی کہ ایسی خوشخبری سنانے والے تیرے قربان۔ ایسے پیارے محبوب کی طینت پاک کے لئے تو اس افتادہ و خاکسار کی جان حاضر ہے۔“ (۱۳)

میلاد حسن میں نور محمدیؐ حضورؐ کی تشریف آوری، ایام رضاعت اور پھر اس کے بعد واقعہ معراج شریف کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ آخر میں ماہ ربیع الاول کی فضیلت لکھی ہے۔ ذکر میلاد کے صرف ۱۰۰ صفحات ہیں، باقی ۳۰ صفحات میں مشابہت غلامے کرام اور صوفیائے عظام کا فقہیہ کلام ہے۔ جس کا عنوان ”خط مجموعہ“ رکھا گیا ہے۔

معراج شریف کے بیان میں فاضل معصوف نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں۔ اپنی عقیدت کے پھول پھوار کرتے ہوئے لکھا ہے:

”سمان اللہ کیا رات ہے۔ اس رات کی کیا بات ہے۔ طالب و مطلوب ملتے ہیں۔ غنچہ ہائے وصل کھلتے ہیں۔ رنگ برنگی کی تیرنگیاں چمن چمن بہا رہیں دکھا رہی ہیں۔ یکسانی و وحدت کی کلیاں کیا کیا گل کھلا رہی ہیں۔ مطلوب اپنے طالب کا طالب، طالب اپنے مطلوب کا مطلوب، یہ اس کا پیارا وہ اس کا محبوب، روح اعظم کا براق لے کر آتا تو انلر من الشمس ہے مگر سمان الذی امرنی، بعد لیل، ”من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ“ سے تو کچھ اور ہی جلوے چمکتے ہیں۔ نازک مقام ہے یہاں عقل کا کیا کلام۔ دل پیچر خبردار ہوش میں آ، دیکھ اپنے آپ کو سنبھال حد سے آگے قدم نہ ڈال۔“ (۱۵)

معراج کے بیان میں اکثر جگہ پر فلسفیانہ اندازیاں بھی اختیار کیا ہے۔ غالباً اسی وجہ سے اس کے بیان میں اردو روزمرہ اور محاورے جن کی بہت سے زبان میں شیرینی و مٹھاس پیدا ہوتی ہے، مفقود ہیں۔ آخر میں جو میلادویہ و فقہیہ کلام شامل ہے۔ اس سے بھی سادگی و سلاست کے ساتھ مشکل پسندی کا پتا چلتا ہے۔

حسن بدایونی کو داغ دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا اور وہ اسی نسبت سے بدایونی رامپور میں استاد داغ کے دامن سے وابستہ رہے۔ اسی وابستگی کی وجہ سے ان کے انداز بیان میں سادگی و سلاست اور پاکیزگی ہے۔ معراج کے بارے میں لکھتے ہیں :

معراج کی یہ رات ہے رحمت کی رات ہے
قرحت کی آج شام ہے عشرت کی رات ہے
ہم تیرے اختروں کی شفاعت کی رات ہے
اعزاز ماہ طیبہ کی رست کی رات ہے
(۴)

سراپا نگاری میں انہوں نے نبی کریمؐ کے بحال ظاہری کو تادیر تشبیہات و استعارات میں بیان کیا ہے۔ ایک مطلع دیکھئے :

یہ گردن پر نور کا پھیلا ہے اجالا
یا صبح نے سر ان کے گریباں سے نکالا
(۵)

صبح ولادت کو بڑے دلنشیں انداز میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

پھولوں سے باغ مئے شاخوں پہ مرغ چمکے
حمد ہمار آیا صبح شب ولادت
شوکت کا دبدبہ ہے بیت کا زلزلہ ہے
شق ہے مکان کسری صبح شب ولادت
روح الامیں نے گاڑا کعبہ کی چھت پہ جھنڈا
تا عرش اڑا پھریرا صبح شب ولادت
(۶)

آخر میں دوسرے شعراء کا کلام بھی شامل کیا گیا ہے۔ ان میں جمیل قادری، غلیل بدکاتی، کیف ٹوکی، ضیاء میرٹھی، سیف ٹوکی اور حسرت حیدر آبادی کا کلام ہے نیز آخر میں قاری کے معروف شعراء کی بعض بھی موجود ہیں۔ یہ میلاد نامہ ”نگارستان لطافت“ کے نام سے بھی کئی بار طبع ہوا ہے۔ اس کی نویں اشاعت یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ سے ۳۰ مارچ ۱۹۳۵ء کو ہوئی جو صرف ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا محمد حسین عطار اکبر آبادی

مولانا محمد حسین المتخلص بہ عطار اکبر آبادی کے میلاد نامے پر تاریخ طباعت درج نہیں ہے اور نہ ہی

مولانا موصوف کے کچھ حالات زندگی درج کئے گئے ہیں۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ ”گلدستہ عطار کامل الموصوف بہ چشتان رسالت“ آگرہ میں ۱۹۳۶ء میں طبع ہو کر مقبول ہوا۔“ (۱۹) یہ میلاد نامہ چار حصوں میں لکھا گیا ہے۔ حصہ اول میں ذکر پیدائش نور محمدی، حصہ دوم میں معجزات و معراج، حصہ سوم میں سانحہ ارتحال رسالت، اور حصہ چہارم میں اولیاء کبار کی کرامات بیان کی گئی ہیں۔

چشتان رسالت کی زبان میلاد نامہ غلام امام شہید کی طرح مسکح و مرہز ہے۔ تراکیب الفاظ اور بلاغت و فصاحت بدرجہ اتم ہے۔ روایات کے بیان میں کچھ اسناد بھی درج کی گئی ہیں لیکن زیادہ تر روایات بغیر اسناد کے لکھی گئی ہیں۔

اس میں نور محمدی کے بیان کے سلسلہ میں تمام معروف روایات درج ہیں۔ روایت الاحباب کے حوالے سے ایک روایت درج ہے کہ ”جس رات کو حضرت عبداللہ حضور کے پدر بزرگوار پیدا ہوئے اسی روز اہل کتاب کو معلوم ہو گیا تھا کہ اب زمانہ سید البشر، نبی آخر الزماں کا قریب آگیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کا ایک خون اکوڑ جامہ اہل کتاب کے پاس موجود تھا اور کتب سلویٰ میں لکھا ہے کہ جب یہ جامہ دوبارہ خون سے تر ہو جائے اور خون کے قطرے اس سے ٹپکنے لگیں تو سمجھ لینا کہ خاتم الانبیاء کا زمانہ ولادت قریب آگیا اسی وجہ سے یہود حضرت عبداللہ کے دشمن ہو گئے چونکہ نور محمدی آپ کی پیشانی مبارک پر چمک رہا تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے والد ماجد حضرت عبدالمطلب نے بہ نمرانی وہب زہری آپ کو شکار کے لئے بھجوایا۔ پلاک ایک جنگل میں نوے سوار ظاہر ہوئے۔ مگر قدرت نے ان کی سرکوبی کے لئے ستر سوار پردہ غیب سے نمودار کئے۔ جنہوں نے ان دشمنوں کو قتل کر دیا۔ وہب زہری یہ دیکھ کر ڈر گئے۔ حضرت عبداللہ کو لے کر حضرت عبدالمطلب کے پاس پہنچے۔ سب حال بیان کیا پھر اپنی بیوی کے پاس گئے اور سب حال بیان کر کے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ آمنہ کی شادی حضرت عبداللہ سے کر دی جائے۔“ (۲۰)

دیگر میلاد ناموں کی طرح گلدستہ عطار میں بھی سلام بخشود سرور کائنات، بوقت ولادت لکھا گیا ہے۔ دراصل ہر میلاد نامہ کا مرکزی خیال یہی ہے کہ اگرچہ نبی کریم ہماری ظاہری آنکھوں سے ضرور پردہ کر گئے ہیں لیکن دنیا کے حالات سے پوری طرح باخبر ہیں چونکہ ہمراہ نور ہیں اس لئے ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں پر تشریف لا سکتے ہیں۔ اسی خیال کی بدولت محافل میلاد میں تقسیماً کھڑا ہونا ضروری ہے۔ اس ضمن میں بخاری شریف کی حدیث مبارکہ کا حوالہ دیا جاتا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسانہ منبر پر کھڑے ہو کر نبی کریم کی یزائی اور بدترتی بیان کرتے تھے۔

السلام	اے	و	جہاں	کے	پیشوا
السلام	اے		انبیاء	کے	رہنما
السلام	اے		امتوں	کے	دیکھبر
السلام	اے		عاشق	رب	تدبیر

اس میلاد نامہ میں معجزات روحانی و جسمانی کو دو الگ الگ عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ معجزات

روحانی میں سب سے بڑا معجزہ کلام پاک ہے اور اس ضمن میں قاض عیاضؒ کی الشفاء کے حوالے سے بھی لکھا گیا ہے کہ کلام اللہ میں بلاغت کے اعتبار سے سات ہزار سے کچھ زائد معجزات ہیں۔ علمائے محققین نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ سورہ انا اعطینک میں دس کلمے ہیں اور سارے کلام اللہ شریف میں ستر ہزار سے کچھ زائد کلمات ہیں اور جب ستر ہزار کو دس سے تقسیم کیا تو سات ہزار جواب ہوا پس کلام پاک میں بھی سات ہزار معجزات ہیں۔ دوسرا معروف معجزہ شق القمر بیان کیا گیا ہے۔ ”سوانح الحرمین“ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ دریائے چنبل کے کنارے ضلع مالوہ میں ایک ریاست وحارہ ہے۔ وہاں کا راجہ اس وقت چھت پر بیٹھا تھا اس نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور صبح ہوتے ہوئے دونوں ٹکڑے مل گئے۔ صبح اس نے پتھروں کو بلایا اور حال دریافت کیا پتھروں نے کہا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مخیر عرب میں پیدا ہوں گے اور ان کے ہاتھ سے معجزہ شق القمر کا ظاہر ہو گا۔ راجہ نے یہ خیال دریافت حال اپنے ایک اچھی کو عرب بھیج دیا اور جب تحقیق ہو گیا تو ایمان لے آیا۔ اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اس راجہ کی قبر شہر سے باہر تھ نک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔“ (۲۲)

ان کے علاوہ نبی کریمؐ کا سورج کو لوٹانا، بتوں کا نبوت پر گواہی دینا، آپؐ کے پائے مبارک کے نیچے آ جانے والے پتھروں کا موم ہو جانا، سنگریزوں کا نبوت کی شہادت دینا، مردہ لڑکے کا زندہ کر دینا وغیرہ معجزات کو احادیث کے حوالے سے لکھا گیا ہے۔

معجزات جسمانی میں آپؐ کے پسینہ کی خوشبو، آپؐ جس صف میں کھڑے ہوتے سب سے بلند قامت نظر آتے، ستون کا آپؐ کے ہجر و جدائی میں روننا، معراج شریف اور براق کی صفات کو نہایت خوبی سے قلمبند کیا گیا ہے۔ معراج النبیؐ کو مگدستہ عطار میں جس طرح بیان کیا گیا ہے، وہ درج ذیل ہے:

”راویان شہرس کلام نیک انجام اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ”مستامیسویں تاریخ رجب المرجب کی دو شب کے دن بوقت شب محبوب رب بعد نماز عشاء اپنی پھوپھی ام ہانی کے گھر خواب استراحت میں تھے کہ یکایک بخت بیدار نے رسائی پائی۔ عاشق کو معشوق کی جدائی یاد آئی۔ جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اسے روح الامین آج کی رات گوشہ طاعت اور ذوالیہ اطاعت چھوڑ۔ آج تیری عبادت ایک خدمت کے صلے میں حضوری سے معاف ہوتی ہے۔ تسبیح و تہلیل موقوف کر پر طاووس بازوئے مرصع قدوسی جامہ نگاریں فردوسی اپنے بدن پر آراستہ کر کمر خدمت گاری کو مضبوط باندھ تاج فرمانبرواری کا سر پر رکھ مروحہ سعادت ہاتھ میں لے اور میکائیلؑ سے کہہ کہ یہاں ارزاق ہاتھ سے رکھے۔ ایک ساعت قسمت ارزاق موقوف کرے تیری ہمراہی کے واسطے آمادہ اور مستعد ہو۔ اسرائیلؑ صور ہاتھ سے رکھ دے۔ عزرائیلؑ قبض ارواح موقوف کرے۔ آسمان کے توبیٰ صدق و صفا کی توبت بجائیں۔ فرشتان نور چاندی کا فرش طبقات مساوت پر بچھائیں۔ صحن آسمان و دنیا کو جاروب شعاع آفتاب سے جہاز کر شیر سحر اور گلاب روز سے دھوئیں عرش کو لباس زر نگار قدس پہنائے۔ کواکب کو

آنکھوں میں سرمہ شب قدر لگاؤ۔ رضوان بہشت بریں کو آئینہ ہندی کر کے چمن بہمن
روشِ روش پر اطلسِ زمیں تجلیات بچھاؤ۔ مالکِ دروازےِ دوزخ کے بند کر کے حکم
و تسکین کے قفل لگا دے۔ خورانِ غلہ بریں صف یہ صف آراستہ ہو کر انگلیٹھیل
عودِ قمار کی سلگ دیں۔ غلامِ طبعِ ہواہرات گراں بہا ثمار کے واسطے لاویں۔ آفتاب نکلنے
سے پانی چلنے سے افلاک گردش سے ہوا جنبش سے باز رہے۔ (۲۳)

عطار اکبر آبادی کی زبان و بیان سے مذہبی عقیدت مندی جھلکتی ہے۔ ان کے اسلوب میں جذبہ و
جوش اور شینگی و سرشاری کے عناصر غالب ہیں۔ قرآن و احادیث کے حوالے اور فارسی و عربی ترکیب بھی
نظر آتی ہیں۔ ان کے دشتِ بیانات میں کم و بیش وہی باتیں ہیں جو میلاد شریف کی رائج کتابوں میں بیان ہوئی
ہیں مگر اپنے مخصوص اسلوب کی بناء پر گلدستہ عطار میلاد ناموں کی فہرست میں ایک عظیم الشان تصنیف کا
استاذ کرتا ہے۔

حاجی غلام محمد ہادی علی خاں

حاجی غلام محمد ہادی علی خاں کا میلاد نامہ مجمع الحسنات فی ذکر اشرف الکائنات، مطبع نامی لکھنؤ سے شائع
ہوا۔ (۲۳) دراصل یہ میلاد نامہ ۳۳ مختلف رسائل میلاد کا مجموعہ ہے۔ یہ رسائل مصنف نے مختلف
اوقات میں ترتیب دیئے تھے۔ ہر علیحدہ علیحدہ کتابی صورت میں چھپتے رہے۔ ان سب رسائل میں عام
میلادی موضوعات بیان ہوئے ہیں۔ ان سب رسائل کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے :

- ۱۔ خیر الاذکار فی ذکر سید الابرار صفحات ۶۸ سال اشاعت ۱۹۱۳ء
 - ۲۔ نور الابصار فی ذکر سید الابرار صفحات ۵۲ سال اشاعت ۱۹۰۰ء
 - ۳۔ نجم الہندی فی ذکر سید الوری صفحات ۷۳ سال اشاعت ۱۹۰۰ء
 - ۴۔ مصباح الغلام فی ذکر خیر الانام صفحات ۶۳ سال اشاعت ۱۹۰۶ء
 - ۵۔ سفینۃ النجات فی ذکر سید الموجودات صفحات ۵۶ سال اشاعت ۱۹۰۳ء
 - ۶۔ کل الابصار فی ذکر الہی الخار صفحات ۶۳ سال اشاعت ۱۹۰۵ء
 - ۷۔ نور الہندی فی ذکر خیر الوراء صفحات ۶۸ سال اشاعت ۱۹۱۲ء
 - ۸۔ نور الصمیمین فی ذکر رسول الخلیفین صفحات ۷۶ سال اشاعت ۱۹۰۹ء
 - ۹۔ مصدر الخیرات فی ذکر سید السوات صفحات ۶۳ سال اشاعت ۱۹۱۳ء
 - ۱۰۔ معدن البرکات فی ذکر صاحب البینات والمعجزات صفحات ۷۷ سال اشاعت ۱۹۱۳ء
 - ۱۱۔ کل الصمیمین فی ذکر سید الکونین صفحات ۶۳ سال اشاعت ۱۹۱۱ء
 - ۱۲۔ مسکیتہ القلوب فی ذکر المحبوب صفحات ۵۶ سال اشاعت ۱۹۱۵ء
 - ۱۳۔ شمع الاحزان فی ذکر نبی آخر الزمان صفحات ۳۳ سال اشاعت ۱۹۱۵ء
- ان میلادیہ رسائل کے ناموں سے ایک خاص قلبی تعلق، محبت و عقیدت اور والہانہ شینگی کا احساس

اور تاثر مٹا ہے۔

مولوی محمد امداد العلی

مولوی محمد امداد العلی امروہی (ضلع مراد آباد) کے رہنے والے تھے۔ ان کے میلاد نامے ”تذکرہ الابرار و تذکرہ الاخیار“ کا ایک مخطوطہ رضا لاہوری رامپور میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ ۲۸۸ اوراق پر مشتمل ہے۔ (۲۵) اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں نور محمدیؒ ولادت مقدسہ، بعثت و نبوت، معراج، عزوات، وفات مبارکہ، شمائل و خصائل اور حلیہ مبارک کا بیان ہے۔ دوسرے حصے میں خلفائے راشدین، امام حسنؑ، امام حسینؑ اور عشرہ مبشرہ کے احوال کا بیان ہے۔ مصنف نے عربی اور فارسی کے فقہ، نجوم، جمل اور مشکل الفاظ بکثرت استعمال کئے ہیں۔

خواجہ محمد سلامت اللہ سونی پتی

خواجہ محمد سلامت اللہ سونی پتی بن خواجہ کرامت اللہ کا میلاد نامہ ”مولود مرغوب فی ذکر محبوب“ نظم و نثر کے ۱۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نور محمدیؒ ولادت مقدسہ، فضائل امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، فضائل محبت سرور کائنات، معجزات رسالت، فضائل و روو شریف، نسب نامہ، احوال رضاعت، حلیہ شریف، اخلاق سرور انام، عبادت و ذوق اطاعت اور وفات شریف کے عنوانات ہیں۔ مصنف نے اپنی تحریر کی وضاحت کے لئے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں: قرآن مجید، صحیح بخاری، کتاب الشفاء، مواہب اللدنیہ، معارج النبوت، مدارج النبوت، زواہل المعاد اور سیرت حلیہ وغیرہ۔ آپ کی ولادت مقدسہ کے بیان میں بڑے خوش و خروش اور بڑے والہانہ پن کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ مثلاً مصنف لکھتا ہے:

”جب محبوب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدمِ معینت لزوم سے کلشنِ عالم کو شاداب فرمایا۔ سب سے پہلے ثویہ ابو لب کی لودھی نے آپ کو دودھ پلایا جس نے مژدہ ولادت باسعادت ابو لب کو پہنچایا تھا۔ ابو لب نے یہ خوش خبری سن کر اسے آزاد کیا اور آپ کو دودھ پلانے کا حکم دیا۔ مسلمانو! ابو لب سا کافر جس کی مذمت کلامِ مجید میں ہو خوشی میلاد شریف کے سبب خاص دو شنبہ کے دن عذاب میں تخفیف پائے کیا عجب ہے کہ اگر مسلمان اپنے آقا کی رضا مندی کے لئے اپنا جان و مال لٹا کر موردِ الطاف ایزدی بن جائے۔“ (۳۶)

مصنف نے اس میلاد نامے میں زبان و بیان کے اعتبار سے جدید انداز اختیار کیا ہے اور عبارت آراہنی سے کام نہیں لیا۔ تمام حالات و واقعات کو سلیس انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔

حافظ محمد عبد المجید

مواہبِ حافظ محمد عبد المجید علاقہ کلہنری ضلع بہمنی میں بطور محفلیت فرائض اتمام دیتے رہے۔ ان کا

رسالہ ”محفل میلاد مبارک خاتم النبیین“ ۱۹۱۳ء میں نظام الطالع پریس، حیدر آباد دکن سے چھپا۔ اس کا مطبعہ نسخہ کتب خانہ خاص ”انجمن ترقی اردو پاکستان“ کراچی میں موجود ہے۔ اس میں محفل میلاد مبارک خاتم النبیین، بیان نور محمدی، بیان دفع درجات حضور سرور عالم مع ذکر تولد مبارک، رفعت ذکر مبارک، بیان فضائل و حالات معراج شریف، بیان حسن صورت و سیرت، بیان فضیلت امت محمدیہ، بیان معجزات قبل ولادت، مختصر بیان سراپا نبوی، بیان شفاعت خاتم المرسلین، بیان وسیلہ و اہتمام فضیلت و کمالات نبی الخاتم الان، عظمت ماہ مبارک ربیع الاول اور بیان بعثت و فضیلت خاتم المرسلین کے عنوانات ہیں۔

نور محمدی کے بیان سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

”تو اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔ اس کی صفات سے اور صفات پاری تعالیٰ منور ہیں نکلا ہونے سے۔ ظاہری طور پر دیکھ لیں کہ اگر ایک شمع سے دوسری شمع کو جلایا جائے تو اول شمع کا نور دوسری شمع میں ظہور کر جاتا ہے اور شمع اول کا نکلا نہیں ہوتا ہے بلکہ جب وہ نور اشیاء ارضی سے ترکیب پا کر ظاہر ہوتا ہے اور اس کا تجزیہ نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے نور سے نور محمدی ظاہر ہو گیا اور اس کا تجزیہ نہ ہوا تو کیا محال ہے۔“ (۲۷)

حافظ محمد عبدالحیید نے بیان میلاد میں استدلال، شائستگی اور سنجیدہ لب و لہجہ اختیار کیا ہے۔ انہوں نے عبارت آرائی، آرائش و زیبائش اور صنائع لفظی کی بجائے سلاست، روانی اور سادگی کو زیادہ پسند کیا ہے۔

خواجہ محمد حافظ علی

خواجہ محمد حافظ علی بن خواجہ محمد عاشق علی کا میلاد نامہ بعنوان ”شمع حرم فی ولادت سرور امم“ نظم و نثر کے بیان پر مشتمل ۳۶ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں نور محمدی، ولادت مبارکہ، بیان معجزات کے بعد نابینا بیوہ کی کا منکوم قصہ ہے جس نے بیٹائی اور شرف ایمان کی دولت پائی۔ نمونہ عبارت درج ذیل ہے:

”حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ جب شب ولادت حضرت رسالتؐ سراپا رحمت

آئے۔ ایسی جگہ انوار مجھ میں سمائی کہ مشرق سے مغرب تک تمام عالم میرے پیش نظر تھا۔ آتا، فنا، ترقی پر نور بھر تھا۔ دیکھا میں نے کہ تین علم بزر مشرق و مغرب اور کعبہ شریف کی چھت پر گڑے ہیں اور کچھ لوگ معلق ہوا پر طشت و آفتاب لئے مسجد خدمت گاری کھڑے ہیں اس وقت مجھ کو اپنی تمنائی کا خیال آیا۔ فوراً میں نے عرض کی کہ یا بار الہا! اس وقت تمنائی میں کوئی بھی میونس و روشناس نہیں۔ دختران عبد مناف بھی تسلی کے لئے میرے پاس نہیں۔ ہنوز میں نہ کہہ چکی تھی کہ تین بھیکہ باستان و شوکت عالی قدر والا منزلت نظر آئیں۔ سڑوہ فرزند ارحم الراحمین۔ میں نے ان سے پوچھا کون ہو، تمہارا نام کیا ہے، انہوں نے کہا ہمارا نام مریم و آسیہ و حوا ہے۔“ (۲۸)

خواجہ حافظ علی کے اشعار جن میں اللہ تعالیٰ کے حضور قریاد ہے، سوز و گداز اور کیف و اثر کی وجہ سے ایک خاص انفرادیت کا احساس دلاتے ہیں:

خاتمہ ہو یا خدا میرا بخیر
روخِ بہت کی دیکھوں جا کے میر
اور فشارِ قبر سے مجھ کو بچا
واسطہ اپنے حبیبِ پاک کا
مشر میں کوئی نہ ہو مجھ پر عذاب
چھائے سر پر تیری رحمت کا سحاب
جب حلیں میزان میں میرے عمل
میری رشتی نیکیوں سے دے بدل
ہو پائمانی مرا پل سے گزرا
رحم کی ہر دم رہے مجھ پر نظر
کر دعا مقبول حافظ کی خدا
تیری ہی رحمت کا بس ہے۔ آسرا
(۲۹)

سید جعفر اللہ حسینی صادق (م ۱۹۱۷ء)

سید جعفر اللہ حسینی صادق حیدر آباد دکن کے رہنے والے تھے۔ صوفی مشرب تھے۔ میلادِ ولادت سے خصوصی دلچسپی اور رغبت رکھتے تھے۔ انہوں نے ”تجلیاتِ دل“ کے نام سے معراج نامہ ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء میں لکھا۔ معراج نامہ کے نام اور اس کی تاریخ تصنیف کی صراحت درج ذیل اشعار سے ہوتی ہے:

پہلی ہے عمر جلوس شاہ کی
تالیف ہے یادگار یہ بھی
یہ مدح شد اس کی مشتمل ہے
نام اس کا ”تجلیاتِ دل“ ہے
یہ گل ہے تو وہ چمن ہے دھوکا
”مخمس خانہ دل“ میں سن ہے اس کا
(۳۰) ۱۳۳۰ھ

اس معراج نامہ کا ایک محفوظ ادارہ اوقیات اردو حیدر آباد دکن میں موجود ہے۔ یہ نسخہ نہایت خوش خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ اس میں مصنف نے جگہ جگہ ترمیم کی ہے، اس لحاظ سے یہ نسخہ بہت اہم ہے۔ معراج نامہ کے صرف ۲۳ ہند ہیں۔ پہلا ہند درج ذیل ہے:

اللہ اللہ ہے عجیب سماں آج کی رات
 ذرہ ذرہ ہے بنا نور فضاں آج کی رات
 نور ہی نور ہے ہر سمت حیاں آج کی رات
 ہو گی معراج شہ کون و مکاں آج کی رات
 دھوم ہے جس کی یہاں اور وہاں آج کی رات

آخری بند ملاحظہ ہو :

روشنی افزا تھے مسند پہ شہ کون و مکاں
 ظلمات کہتے تھے کہ دوپلا ہے فردوس کی سماں
 آپ کے آنے سے نہنت ہوئی یولا رضواں
 حوروں نے نقد مبارک کا سنایا تھا وہاں
 نظم معراج کی صائق نے یہاں آج کی رات
 (۳۱)

بیان معراج میں پاکیزگی بیان اور متانت انداز کی وجہ سے ایک خاص انفرادیت کا احساس ہوتا ہے۔ یہ انداز بیان دکن کے صوفیاء و شعراء کی صدیوں پرانی تبلیغی روایت کا حصہ ہے۔

محمد یقین کانپوری

محمد یقین کانپوری کا میلاد نامہ بعنوان ”یقین الیقین فی ولادت خاتم النبیین“ نظم و نثر کے ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں نور محمدیؑ فضائل میلاد، ولادت مبارکہ، رضاعت، سلام، مہر لیا مبارک، معراج شریف، اخلاق محمدیؑ اور اس کے علاوہ کچھ مختلف روایات کا بیان شامل ہیں۔ آخر میں امیر مہتابی اور ان کے پند ہم عصر شعراء کا میلاد اور نعتیہ کلام ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ سنٹرل لائبریری، کراچی یونیورسٹی، کراچی میں موجود ہے۔

آپؑ کی ولادت مقدمہ کے بیان میں ایک سمدس وقفا نامی شاعر کا شامل کیا گیا ہے۔ اس کے دو بند بطور مسودہ درج ذیل ہیں :

بڑھتی تھی باغِ خلد میں ہر حوریں درود
 ہر غنچہ درود کے تھا دلنشین درود
 زہرہ بھی اور عطارد و ماہ مبین درود
 کیونکہ بڑھیں نہ ساکن عرش ہر درود
 صل علیٰ کی عرش برس پہ صدا ہوئی

دنیا میں جب ولادت خیر الورا ہوئی
 جس دم طلوع صبحِ حیل سے یہ مہ ہوا
 گھر آمنہ کا نور سے پر نور ہو گیا
 حوریں طہیق لئے ہوئے نوری ہزار ہا
 اتریں غار کرنے کو از حکم کبریا
 اس دم کی دھوم کیا لکھوں میں جو وفا ہوئی
 دنیا میں جب ولادت خیر الورا ہوئی
 (۳۲)

آپ کے سرِ اہ مبارک کے بیان سے نثر کا اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے۔
 "مقد شریف حضرت کا میانہ اور بے مثال خولع و لطافت کا تو نہال، سر مبارک
 آپ کا پڑا تھا اس قامت یکتا پر نہایت موزوں اور خوشنالی سر کے گھونگر والے سیاہ
 تھے کبھی دونوں شانوں کے درمیان اور کبھی کان کی لو تک چہرہ نورانی آپ کا گول
 چہرہ ہویں رات کے چاند سا نظر آتا تھا رنگ چہرہ مبارک کا سفید جس میں سرخی ملی
 ہوئی آنکھیں آپ کی بڑی اور خوشنالی غیر سرمہ لگائے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا سرمہ لگا
 ہوا ہے اور سرخ سرخ ڈورے اس میں نمودار، گوش مبارک نہایت خوبصورت دور و
 نزدیک سے یکساں سننے ناک آلائشوں سے پاک پتلی دراز تھی اس پر نور کا ابھار تھا
 رخسار نرم نرم مائل سرخی جیسے گلاب کی پتہ دندان مبارک آپ کے سفید چمکتے ہوئے
 مثل گوہر آبدار جب آپ ہنستے تو اس میں سے نور بھرتا اور آواز آپ کی نہایت
 دلکش اور کلام میں فصاحت اور بلاغت جس قدر آپ کو تھی کسی اور کو خالق نے نہ
 دی تھی لعاب دہن مبارک ہر درد کی دوا اور ہر مرض کے لئے شفا تھا گردن صراحی
 دار بلند اور آب و تاب میں چاندی کی طرح مصفا تھی۔ شانے اونچے اونچے اور ان پر
 بال اور دونوں میں کچھ جدائی، بغل شریف نہایت صاف جس سے بڑے ٹھک پیدا نہ
 مبارک آپ کا چوڑا اور فی الجملہ ابھرا ہوا شکم مبارک نہایت ہموار اور صاف مگر ایک
 خط باریک بالوں کا سینہ سے ناف تک ہوتا، دونوں شانوں کے مابین مہریت ابھری
 ہوئی، کلائیوں چوڑی اور پر گوشت، انگلیاں پتلی پتلی، موافق اعتدال کے ناخن شریف
 اعضاء مبارک کے جوڑ نہایت مضبوط اور قوی تھے۔" (۳۳)

محمد یقین نے نبی کریم کے حالات نہایت سلیس اور عمدہ زبان میں لکھے ہیں۔ انہوں نے معتبر اور صحیح
 روایات کو بیان کر کے نیم خواندہ عوام کے روحانی جذبات کی تسکین کا وافر سامان مہیا کیا ہے اور ساتھ
 انہوں نے حقیقی واقعات کی روشنی میں تبلیغ و ترویج سیرت کی عمدہ مثال قائم کی ہے۔

مولوی محمد حبیب اللہ

مولوی محمد حبیب اللہ بن مولوی محمد فرحت حیدر آباد دکن کے رہنے والے تھے۔ چشتی قادری سلسلہ میں بیعت تھے۔ نواب میر عثمان علی خان کے عہد حکومت میں مکہ مسجد حیدر آباد دکن میں محافل میلاد منعقد ہوتی تھیں۔ مولوی حبیب اللہ نے ان محافل میلاد کے لئے میلاد نامہ بعنوان ”مولود سلطان الانبیاء شرف المرسلین“ لکھا۔ یہ نثر کے ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی میں موجود ہے۔ اس میں درج ذیل عنوانات ہیں :

قرآن سے کئی انبیاء کے مولود نکلتے ہیں، احادیث ذکر ولادت میں، مسجد میں شعر پڑھنے کے بیان میں، تاریخ مولود شریف، جواز و اباحت مولود، بیان خلقت نور محمدی اور ولادت مبارکہ، بیان شامل و خصائل، رسالت، میلاد و قیام اور فضائل درود شریف۔

اس میں قرآن و حدیث کے علاوہ فیوض الحرمین، الباعث علی انکار البدع و الملوذات، سبل الہدی، الرشاد، مدارج النبوت، سیرت شامیہ، شرح الصدور، حسن المقصد فی عمل المولود، مولد التبی (ملا علی قاری)، موجد الکرام (شیخ برہان الدین)، فتاویٰ ابراہیم شامی، در الختام اور بحر الرائق وغیرہ مستند اور معتبر کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں۔

مصنف نے اپنے مولود شریف میں بیان ولادت رسالت کا حقیقی ماخذ قرآن مجید بیان کیا ہے۔ مولود شریف کی اصل قرآن مجید کو قرار دیتے ہوئے، انہوں نے اپنے استدلال میں مولود حضرت آدمؑ، مولود حضرت موسیٰؑ، مولود حضرت اسماعیلؑ، مولود حضرت اعلیٰؑ، مولود حضرت یعقوبؑ، مولود مریمؑ اور مولود حضرت عیسیٰؑ کی آیات قرآنی کے حوالے دے کر نشان دہی کی ہے۔

میلاد التبی کے جواز کے سلسلہ میں درج ذیل اقتباس شریلوں ثبوت ملاحظہ ہو :

”آیہ کریمہ قل بفضل اللہ وبرحمۃ لہ فلیفرحوا ذل مولود ہے۔“

ترجمہ : کہو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے فضل اور رحمت کی خوشی کیا

کریر۔ در مستور عن ابن عباس فی الایۃ قل بفضل اللہ العلم ورحمۃ محمد صلی

اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ وما ازلناک الا رحمۃ للعالمین اخرجہ ابو الشیخ نجد

السویہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت کا نام فضل اللہ بھی ہے جس پر ابن وجیہ نے استدلال

کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ فضل اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔ (۳۳)

مولوی محمد حبیب اللہ نے اپنے بیان میلاد میں مخاطب کو زور بیان کی بجائے زور استدلال سے قائل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس سلسلہ میں انہوں نے کئی مستند کتابوں سے حوالے دیئے ہیں اور صرف حلقی الث پیچھے کا سارا نہیں لیا۔ مصنف نے مواد کی فراہمی میں ابتال سے کام لیا ہے لیکن مواد کی کمی گراں نہیں گذرتی۔ ان کے جملوں کی ساخت اور لفظوں کا استعمال سہل رواں اور خوش گووار ہے۔

مولوی محمد ابراہیم بناری

مولوی محمد ابراہیم بناری کے میلاد ثانیہ "النور اللطیف فی بیان المولد الشریف" کی اشاعت ۱۹۱۵ء میں ہوئی۔ اس کے عنوانات میں روایات میلاد شریف، راحت القلوب کا ذکر ظہور اور سلام بوقت قیام (عربی) و سلام (اردو) شامل ہیں۔ اس میلاد ثانیہ میں ولادت باسعادت کا بیان صحیح اور مستند کتابوں سے اخذ کر کے لکھا گیا ہے۔ نثر کے نمونہ کے طور پر درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

"نور محمدی" اصلاط طیبہ و ارحام طاہرہ میں منتقل ہوتا ہوا۔ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا۔ اس نور کرامت ظہور کی برکت سے سارے قریش میں آپ کے والد ماجد کا چہرہ خوش نما تھا۔ ان کا حسن و جمال عرب میں خاص طور پر مشہور ہوا۔ عرب کی صاحب جمال عورتیں ان کی طلبگار ہوئیں اور نکاح کی خواستگار ہوئیں مگر جب ارادہ نکاح کا ہوا تو قریش میں سب سے لائق اور فائق اور حسین و جمیل حضرت آمنہؓ تھیں۔ حسب مشورہ والدین انہیں سے نسبت کا استحکام اور نکاح کا سرانجام ہوا چنانچہ وہ نور منتقل ہو کر آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس آیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا عجیب و غریب جلوہ دکھایا۔ ایک سے ایک نیا معاملہ پیش آیا۔ تمام دنیا کے بت اس دن سر کے بل الٹ گئے۔ قریش قحط کی شدت اور مصیبت میں تھے کہ عین ناامیدی کی حالت میں ابر رحمت کی صورت نمودار ہوئی۔ خشک سالی میں سب آپ کی برکت سے نمل ہوئے۔ زمین پر سبزے کی ببار ہوئی۔ (۳۵)

مولوی محمد ابراہیم نے اپنے موضوع سے انصاف کرنے کے لئے تاریخ و سیرت کی کتابوں سے وثیقات اخذ کر کے بیان کئے ہیں جو معیار تحقیق پر پورے اتریں۔ اس لحاظ سے انہوں نے نہ تو محبت و شینگی کو غیس کئے دی ہے اور نہ حقائق کو سح کیا ہے۔ یہی اس کی مقبولیت کا راز ہے۔

مولوی محمد انوار اللہ (م ۱۹۱۸ء)

مولوی محمد انوار اللہ ۳۔ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ ر ۱۸۳۸ء میں بمقام ٹانڈیر (صوبہ اورنگ آباد، دکن) پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور علوم متداولہ مقبول و معقول (تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ) کی تکمیل مولانا فیاض الدین اورنگ آبادی، مولانا عبدالحلیم فرنگی علی اور مولانا عبدالحی قرنگی علی سے کی۔ تفسیر اور حدیث کی سند شیخ عبداللہ یحییٰ سے حاصل کی۔ اپنے والد ماجد محمد شجاع الدین سے تمام سلاسل میں بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے۔

۱۸۷۷ء میں حضرت حاجی امداد اللہ، مہاجر مکی قدس سرہ کی صحبت بابرکت سے مکہ مکرمہ میں مستفید ہوئے۔ انہوں نے بھی اپنے سلسلہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

۱۸۶۸ء میں حیدر آباد دکن میں مکملہ مال میں خلاصہ نویسی پر مامور ہوئے۔ ۱۸۷۵ء میں جامعہ نظامیہ کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور سالہا سال تک طلباء کو مستفید کرتے رہے۔ ۱۹۱۳ء میں شہزادگان اعظم جاوہر معظم جاہ کی تعلیم و تربیت ان کے سپرد ہوئی اور فضیلت جنگ کے خطاب سے ممتاز ہوئے۔ ۱۹۱۳ء میں صدر الصدور صوبہ بات سلطنت آصفیہ مقرر ہوئے۔ یکم جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ ر ۱۹۱۸ء کو انتقال ہوا اور جامعہ نظامیہ میں سپرد خاک کئے گئے۔

ان کی تصانیف کی تعداد قریباً ۱۷ ہے۔ ان میں انوار احمدی، ذکر میلاد و فضائل و آداب رسالت، پر مشتمل ہے۔ افادۃ الافہام، قادیانی مذہب کی تردید میں ہے۔ حقیقتہً اللہ، اہل حدیث کی رو میں ہے اور مقاصد الاسلام اجاب صحابہ، مسئلہ تقدیر، تصوف اور تہذیب و تمدن کے بیان میں ہے۔ انوار احمدی پہلی مرتبہ اشاعت العلوم حیدر آباد دکن نے ۱۹۰۵ء میں شائع کی پھر اس کی مقبولیت کی وجہ سے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس کے عنوانات اور مندرجات کی تفصیل درج ذیل ہے:

صالحین کے ذکر سے رحمت الہی کا نزول، اجازت شہداء، حضرت، آنحضرتؐ کا اشعار فقہیہ و قصیدہ بابت سعادت سے سرور ہونا، آنحضرتؐ ازلا و ابدا، مدوح و محمود ہیں، آنحضرتؐ کی شہرت آسمان و زمین میں، آنحضرتؐ اور صالحین کا ذکر کفارہ گناہ ہے، آنحضرتؐ کا ذکر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، آپؐ کا ذکر باعث اطمینان قلب، فضیلت و نجات بہ فضیل نام مبارک، نبی کریمؐ کا نام عرش پر، نبی کریمؐ کا ذکر علامت محبت و ایمان ہے، آنحضرتؐ تمام عالم کی پیدائش کا باعث ہیں، نام مبارک صلی اللہ علیہ وسلم باعث رفیع و حشت ہے، حدیث لولاک، نام مبارک سے مراد کا زندہ ہونا، نام مبارک اماکن علویہ میں، آنحضرتؐ کے فضائل کسی نہیں، خاتم النبیین، دوسرا شخص نہیں ہو سکتا، فضائل درود شریف اجمالاً، درود شریف کا اہتمام، درود شریف لکھنے والے فرشتے، درود شریف پڑھنے والوں کے لئے فرشتوں کی دعا، درود شریف کے ساتھ فرشتوں کا عروج بجانب عرش، بحکم حق تعالیٰ درود شریف کا آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش ہونا، عرض سلام بوسالت جبرئیل علیہ السلام، درود شریف کا پیش ہونا بوسالت فرشتہ، بلا واسطہ درود شریف کا سماعت فرمانا، سماع موقی، کلام میں عقل کی رعایت، حق تعالیٰ کا درود بھیجنا، صلوات کے معنی، حقائق اشیاء، ایک ضمیر میں خدا و رسول کا ذکر، اوقات درود شریف، کثرت درود اہلسنت والجماعت کی علامت ہے، سلام، قیام وقت سلام، قیام برائے اکرام، ادب و تعظیم و توقیر آنحضرتؐ، حضرت عمرؓ کا اعتراف غلامی، فضیلت صحابہ، لا توفعوا مصواتکم کی تفسیر، آداب صحابہ اور قطعات فقہیہ وغیرہ۔

نبی کریمؐ کے فضائل مبارکہ بیان کرتے وقت زبان جس طرح سادہ اور اسلوب جس طرح دل نشین ہو جاتا ہے، اس کا اندازہ درج ذیل عبارت سے ہو سکتا ہے:

”آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند شیث علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے فرزند تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو پس خلافت کو عمارت تقویٰ اور دستگاہ محکم کے ساتھ لو اور جب یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو تو اس کے ساتھ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کا ذکر کرو کیونکہ میں نے ان کا نام ساق عرش پر لکھا دیکھا ہے۔ جب میں روح وطین میں تھا پھر تمام آسمانوں میں پھر کر دیکھا کہ کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا نہ ہو۔ اور میرے رب نے مجھ کو جنت میں رکھا وہاں کوئی محل اور کوئی بالا خانہ اور برآمدہ ایسا نہیں دیکھا جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لکھا ہو اور سینوں پر تمام حوروں کے ہر جنت کے تمام درختوں اور شجر طوبیٰ اور سدۃ المستی کے پتوں پر اور ان کے اطراف اور قرشتوں کے آنکھوں کے درمیان میں نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا ہے اس لئے اکثر ان کا ذکر کیا کرو۔“ (۳۶)

مولوی محمد انوار اللہ نے قرآن مجید، احادیث نبوی، اور کتب سیرت سے استنباط کر کے جمال و کمال نبوی فضائل و معجزات اور آداب بارگاہ رسالت کے مضامین کا ایک ایسا دلنواز مرقع تیار کیا ہے جسے نعت مشور کہیں تو بے جا نہ ہو گا۔

محمد عبدالغفار بلخ

محمد عبدالغفار نام متخلص بہ بلخ حیدر آبادی خاندان قواہد سے تعلق رکھتے تھے۔ عربی فارسی میں کامل و سنگاہ کی وجہ سے حیدر آباد وکن میں صدر محاسبی میں تنظیم کے عہدہ پر فائز رہے۔ ان کی مشہوری ”انوار رحمت“ سرایا مبارک اور شمائل و معجزات کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک مخطوط کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد وکن میں موجود ہے۔ اس کے نام کی توجیہ مصنف نے بیان کی ہے:

”آپ کی شان مقدس و قد جاء کم نور“ اور آپ کی ذات فیض آیات ”وما ارسلک الا رحمتہ للعالمین“ ہے لہذا اس بندہ امیدوار مغفرت نے اس نظم کو ”انوار رحمت“ سے موسوم کیا ہے۔

قبر کی خلقت کا ہم کو کچھ نہیں خوف و خطر
اپنے سر میں ہم سر انوار رحمت لے چلے
(۳۷)

اس کی تاریخ تصنیف ۱۳۳۶ھ ر ۱۹۱۸ء ہے اور اب یہ مشہور شائع ہو چکی ہے۔ اس کی ابتداء میں مشہور دیاچہ ہے۔ پھر مشہوری کو چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ باب اول میں نبی کریم کی روئی افروزی اور اس کے خوارق کا بیان ہے۔ باب دوم میں نبی کریم کے بعض معجزات مثلاً معجزہ شق القمر، معجزہ رجعت آفتاب، معجزہ روانی آب از آئینہ مبارک، معجزہ عکس طعام، معجزہ اشارہ (حاضری و واپسی درخت و شجرات سنگ ریزہ ہا)، اشارہ معجزہ آہو اور تمام انبیاء پر سید الانبیاء کی ترجیح کی وجہ بیان کی گئی ہیں۔ باب سوم میں آپ کے سرایا مبارک کا تفصیلی بیان ہے۔ باب چہارم میں شجاعت و شجاعت و اخلاق و خوش بیانی، جود و کرم، شرم و حیا، فصاحت و بلاغت، معجزہ قرآن شریف، خلق مبارک اور محاسن و مکارم کو موضوع بنایا گیا ہے۔ آخر میں

اعلیٰ حضرت حضور نظام حیدر آباد دکن کی مدح اور قیام جامعہ عثمانیہ و فیرو قلم میں ہے۔
مصنف نے دیباچہ میں فوائد بدریہ (مولوی محمد صبحہ اللہ) 'بین الاثر (ابن سید الناس) 'زاد العاد (شیخ
ابن قیم) 'فتح الباری (ابن حجر عسقلانی) 'خصائص الکبریٰ (شیخ جلال الدین سیوطی) 'مواہب اللدنیہ (تسلطانی)
(اور مدارج النبوت سے استفادہ کی نشاندہی کی ہے۔
اس مشنوی میں معتبر روایات بیان کرنے اور سادہ زبان اختیار کرنے کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے

”مجھے زیادہ یہ خیال رہا کہ تلبہ امکان اصل مضامین لمخاطب روایات متفقہ ہوں اور
ان کے الفاظ بھی حتی الوسع ایسے رنگ و دھنگ سے جوڑے جائیں کہ معمولی افراد بھی
مستفید ہو سکیں۔“ (۳۸)

نبی کریمؐ کے سراپا مبارک کے بیان سے پہلے ساقی نامہ کے چند شعر ملاحظہ ہوں :

ساقیا مئے کے چلنے میں نہ کر اب جھٹ
رہے آبیاد تیرا میکدہ بوجہی دولت
دل میں آتا ہے سراپا ہو بیاں سرور کا
بے سرو پا ہوں خدا کے لئے دینا ہمت
و بھیری ہو اگر تیری تو سنبلوں کا ضرور
ہر قدم پر مجھے لغزش کی ہے ساقی بیست
چاہتا ہوں کہ بیاں ہوں تو روایات صحیح
کیسں مستی میں نہ کہوں میں خلاف صحت
میرے منہ سے وہی نکلے جو بزرگوں نے کہا
ساقیا بہر خدا میری پہچانا عزت
(۳۹)

رواق افروزی اور اس کے خوارق کے بیان سے نمونہ کلام کے طور پر چند شعر درج ذیل ہیں :

جبکہ قارآن کی چوٹی سے مہ دہیں چمکا
کاخ کسریٰ کا ہوا زلزلہ با صد دہشت
کنکرے گر گئے اس کاخ کے ایک شور مچا
پوچھتے کیا ہو کہ کسریٰ کی ہوئی کیا حالت
کنکرے چودہ تھے آٹھ کے عدد بھی چودہ
چودہویں رات کا وہ چاند خدا کی قدرت
راؤ یک اور تھا چودہ کے عدد میں پنہاں

چند ہویں پشت جو آئی تو پھر آئی آفت
 عہد میں حضرت فاروقؓ کے یہ ملک ملا
 سعد نے فتح کیا اس کو بوزر طاقت
 آمد کمتی ہیں گھر شام کے دیکھے میں نے
 وہ ہوا نور ہویدا کہ خدا کی قدرت
 دس صدی سے تھا ساوئی کا بنو دریا سوکھا
 جلد وہ بنے لگا شہ کی قدم کی برکت
 (۴۰)

مولوی محمد عظیم

مولوی محمد عظیم، سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ سررشتہ امور مذہبی سرکار عالی حیدر آباد دکن میں ملازم تھے۔ مولوی حبیب الرحمن شروانی صدر الصدور امور مذہبی کی تحریک پر حیدر آباد دکن سے رسالہ "واعظ" جاری ہوا اور ان کی تجویز پر مولوی محمد عظیم نے محافل میلاد کے لئے مواعظ میلاد لکھے۔ مواعظ میلاد کے اس گرانقدر ذخیرہ کو تبلیغ دین کے سلسلہ میں ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچایا جاتا تھا۔ اس میں بارہ ربیع الاول کی یکم تاریخ سے بارہ تاریخ تک روزانہ ایک وعظ پڑھنے کے لئے بارہ مواعظ لکھے گئے۔ انہیں بعد میں "مواعظ میلاد" کے نام سے کتابی صورت میں ۱۹۹۹ء میں شائع کیا گیا۔ ان کا دو سرا میلاد نامہ یعنی ان "نور کا ظہور" تحفہ عثمانیہ ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی طباعت ۱۹۹۲ء میں مطبع مرتضائی آگرہ سے ہوئی۔

مواعظ میلاد کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ مواعظ میلاد کی بارہ مجالس کے عنوانات کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلی مجلس عید میلاد النبیؐ میں مجلس میلاد کی اصل، مجلس میلاد کا انعقاد دلی محبت کی نشانی ہے، حضرت عباسؓ کا خواب، فتویٰ میلاد شریف، قیام میلاد، مجلس میلاد کی اصلاح اور نبی کریمؐ کا ادب و احرام کے عنوانات ہیں۔ دوسری مجلس میں بحث سے قبل عرب کی حالت، عام دنیا کی حالت، عربوں کی بت پرستی اور ان کی دیگر بری رسوم کا بیان ہے۔ تیسری مجلس میں رحمۃ اللعالمینؐ کی تشریف آوری، بنی اسرائیل کی حالت، عیسائیوں کے عقائد، ہندوؤں، پارسیوں اور دیگر مذاہب کی حالت اور عربوں کی اصلاح کی اجماعی کیفیت کا بیان ہے۔ چوتھی مجلس میں دعائے خلیلؑ و توبہ مسیحؑ، توحید الہی کا غلبہ، اسلام کی اشاعت، حضورؐ کی صداقت، صحابہ کبارؓ کی ہمدردی و جاہلاری، اخوت و پرہیزگاری اور صمان نوازی و ایثار فی سبیل اللہ کے موضوعات کا بیان ہے۔ پانچویں مجلس میں افضل الرسلؐ، فرق مراتب سب چیزوں میں موجود ہے، انبیاء میں تفاوت مراتب ہے، حضورؐ افضل الرسلؐ ہیں، حضورؐ تمام مخلوق کے لئے رحمت، تمام جن و انس کے رسول، حضورؐ خاتم الانبیاءؐ ہیں، حضورؐ تمام بنی آدم کے سردار ہیں، حضورؐ کو قرآن جیسی کامل کتاب عطا ہوئی، حضورؐ

کا دین تمام دینوں پر غالب، حضورؐ کی امت خیرالام، حضورؐ کی رسالت پر خدا نے قسم کھائی، حضورؐ کی شریعت تمام شرائع سابقہ سے جامع و اکمل، حضورؐ کی قدر و منزلت کو خدا نے بلند کیا ہے، حضورؐ کو خدا نے عام لے کر مخاطب نہیں کیا، حضورؐ پر خدا اور فرشتے درود بھیجتے ہیں، حضورؐ کو اللہ نے شرف معراج بخشا، حضورؐ کی آنحضرت مبارک کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوا، حضورؐ حوض کوثر کے مالک ہوں گے، حضورؐ کو مقام محمود عطا ہو گا، حضورؐ کی امت میں سے بھٹی دو تہائی ہوں گے، اور حضرتؐ کی امت گمراہی پر جمع ہو گی، کا بیان ہے۔ چھٹی مجلس میں نور محمدیؐ حضورؐ کے فضائل کا بیان محال ہے، سب سے پہلے حضورؐ کا نور پیدا ہوا، حضورؐ باعث ایجاد عالم ہیں، حمد و مہاشق، حضورؐ کا نور آدمؑ کی پشت میں رکھا گیا، حضرت آدمؑ کی معصرت کا سبب نور محمدیؐ کے عجائبات اور آپؐ کے نسب شریف کی پاکیزگی کا بیان ہے۔ ساتویں مجلس میں حضورؐ کی ولادت باسعادت کا بیان، آپؐ زم زم کے بند ہونے اور جاری ہونے کا واقعہ، عبدالمطلب کا عجیب و غریب خواب، حضورؐ کی امت کی بزرگی، بچوں کا سرنگوں ہونا، حضرت عبداللہؐ سے عورتوں کا نکاح کے لئے درخواست کرنا، یہود کے علماء نور محمدیؐ کی تعظیم کرتے، ایام حمل کا بیان، حضورؐ کے والد ماجد کا انتقال اور شب ولادت مبارکہ کا بیان ہے۔ آٹھویں مجلس میں حضورؐ کا تشریف لانا اور عرب کی اصلاح فرمانا، نزول وحی و رسالت، آپؐ کا امی ہونا، اصلاح عرب کے اسباب، خدا کے واحد کی پرستش اور بت پرستی کا رد اور شان رسالت کا بیان ہے۔ نویں مجلس میں اسوہ حسنہ یا عرب کی اصلاح کے اسباب، مذہب کی وحدت اور یکسانیت، تمام انبیاء کی عظمت، شرافت کا معیار، ابوبکر صدیقؓ کا خطبہ، حضرت عمر فاروقؓ کی چند مثالیں، حضرت خالد بن ولیدؓ کی پاکیزہ مثال، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کی مساوت و اخوت، صحابہ کبارؓ کی اخوت اور ملت اسلام ایک جسم واحد ہے، کے عنوانات کا بیان ہے۔ دسویں مجلس میں عرب کی اصلاح کے اسباب، اسلام نے سب کو برابر کر دیا، مسلمان کی نشانی، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا پہلا خطبہ، عدالت، دین اور دنیا کا تعلق، حکومت، غلبہ اور تجارت کے عنوانات ہیں۔ گیارہویں مجلس میں اسوہ حسنہ یا خلقِ عظیم، قومیت کی بنیاد، شتم رسالت کی وجہ، کامل نمونہ حضورؐ انورؐ کی ذات ہے، حضورؐ کی امانت و دیانت اور حضورؐ کا توکل و اخلاص باللہ کا بیان ہے۔ بارہویں مجلس میں حضورؐ کی شفقت و رافت، حضورؐ کے اسباب معیشت، جود و سخا، استقلال و استقامت، صبر و تحمل، اعزاز و احترام اور عدل و انصاف کا بیان ہے۔

اسلام سے قبل پارسیوں اور ہندوؤں کی حالت کے بیان سے شر کا ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

”بنی اسرائیل کے بعد عرب کی دوسری پڑوسی قوم ایرانیوں کی تھی۔ یہ آتش پرست تھے۔ ان کا خیال تھا کہ نیکی اور بدی دونوں کا ایک خدا کیونکر ہو سکتا ہے۔ اسی بناء پر انہوں نے نیکی اور بدی کا الگ الگ خدا بنایا ہوا تھا۔ یزواں (خالق خیر) اور اہرمین (خالق شر) کے لحاظ سے وہ دو خالق کے قائل تھے۔ اخلاقی حالت ان کی بد سے بدتر تھی۔ تمدن کا یہ حال تھا کہ رعایا بادشاہوں کو قتل کر دیتی تھی۔ ملک میں امن نہ تھا۔ عورتوں کے معاملات میں یہ قوم حد سے زیادہ گندی اور ناپاک حالت میں تھی اور

ہندوؤں کے ہاں جہاں جہاں بستے تھے۔ برہما، بشن، میس تین خدا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں اوتار تھے۔ اور آج بھی کئی کمبوڈ ہندو اسی پرانے اصول پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس زمانہ میں ان کی کیا حالت ہوگی۔ اخلاقی اور تمدنی حالت ان کے پرانوں اور کتابوں سے آج بھی آشکار ہے۔ مخلوق پرستی کی اس قوم میں کوئی حد باقی نہ رہی تھی۔ عورتوں کے معاملہ میں ان کی حالت اور بھی گری ہوئی تھی۔ ان کے ہاں عورت کی جائیداد شوہر کو مل جاتی تھی۔ عورت کسی قسم کے معاملہ میں مختار نہ تھی۔ اولاد کو بیٹوں اور دیویوں پر نذر چڑھاتے تھے۔ ہندوستان میں دختر کشی نہایت کثرت سے جاری تھی۔ (۴۱)

مولوی محمد عظیم کے اسلوب میں ایجاز و اختصار، متانت و وقار اور سادگی و دلکشی پائی جاتی ہے۔ انہوں نے میلاد و میرت جیسے ٹھوس موضوعات کو بھی الفاظ کی موزونیت، تراکیب اور جملوں کی چستی و برہنگی سے فرحت و انبساط افزا بنا دیا ہے۔

مولوی محمد ابراہیم دہلوی

مولوی محمد ابراہیم کے مواعظ میلاد کا مجموعہ بعنوان "فضل المواعظ" ۳۴ صفحات نشر پر مشتمل ہے۔ اس میں ان کے آٹھ وعظ ہیں۔ ان میں رضاعت، نبوت، معراج شریف، ہجرت، اخلاق مبارک، معجزات، وفات مبارک اور شفاعت کا بیان ہے۔ بیان نبوت سے ایک اقتباس نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو:

"ورقہ بن نوفل کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ کو عدا اس نامی راہب کی خدمت میں لے گئیں اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ عدا اس نے کہا: میری بیٹائی کمزور ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے سامنے لاؤ، مجھے لا کر دکھاؤ۔ عدا اس نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اٹھا کر جناب کی مہربوت پر نظر ڈالی مہربوت سے نور کا چمکارہ نکلا۔ عدا اس سجدہ میں گرا قدوس قدوس کا نعرہ مار کر کہنے لگا بیشک آپؐ وہی نبی ہیں جن کی بشارت اٹھنے نبی دے گئے۔ حضرت موسیٰؑ نے آپؐ کا ذکر کیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے آپؐ کی نبوت کی منادی فرمائی۔ یا نبی آپؐ بڑے مرتبے والے ہیں اور بڑی رحمت ساتھ لائے ہیں ایک دن آپؐ کی قوم آپؐ کو مکہ سے نکالے گی مگر اللہ آپؐ کا مددگار ہو گا۔ ملائکہ آپؐ کے ساتھ ہوں گے۔ مسلمانو! ادھر وحی کا نزول ہوتا، ادھر بتوں کا اونڈھے منہ گرنا، جنت شیطین پر انگارے برے، کابھوں کا غیب کی خبریں بتانا موقوف ہوتا، شاہ فارس کے محل میں زلزلوں کا آنا۔" (۴۲)

مولوی ابراہیم نے اکثر تفصیلی واقعات حدیث کو اللہ کتابوں سے تلاش کر کے لکھا ہے۔ سادگی اور خلوص کی خصوصیات ان کے اسلوب میں نمایاں ہیں۔ اس لحاظ سے یہ ایک مربوط اور عالمانہ کاوش ہے۔

مولوی سید محب الحق

حافظ مولوی سید محب الحقؒ رئیس پینڈہ عظیم آباد کا میلاد نامہ بعنوان ”میلاد النبیؐ“ نظم و نثر کے ۴۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد و نعت کے بعد حالاتِ ایامِ جاہلیت، صلوات و سلام، خطبہ اور میلاد کی غرض و غایت، علیہ اقدس، صحفِ ماسیق کی پیش گوئیاں، مختصر احوالِ طفلی تا نبوت، نزولِ وحی، اشاعتِ اسلام، ہجرت، فتح مکہ، معراج، اوصاف و شمائل، عادات و خصائص، احکامِ قربانی، پند و نصائح اور رسالت کی برکات کا اجمالی بیان کے عنوانات ہیں۔ میلاد نامہ نثر میں ہے لیکن مصنف نے حافظِ تحفہ کے تحت جا بجا اشعار بھی لکھے ہیں۔ نثر میں فصاحت و سلاست اور نظم میں بھی زبان و بیان کی مناسبت اور مضمونِ آفرینی کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ ان کا طرزِ اظہار بظاہر پر تکلف نظر آتا ہے لیکن انہوں نے جس التزام سے اسے نبایا ہے اس کے باعث اس آرائش و تکلف کو ان کا فطری اسلوب مانا پڑتا ہے۔ برکاتِ رسالت کے بیان سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

”آپؐ کا تشریف لانا تھا کہ فیضِ نبوی تمام عالم پر برس پڑا۔ عشق و محبت کا گلزار سرسبز ہو گیا۔ ایمان و یقین کا چمن لہلہا اٹھا۔ توحید کے پھولوں کی بیہوش کرنے والی خوشبو سے دلوں کو سکون ہو گیا۔ عرفان کے گلدستوں سے دماغِ معطر ہو گئے۔ وہ جو ہر اول جو تخلیقِ عالم سے پہلے خدا کے کثرِ تخیلِ در بے ہما کی طرح چھپا ہوا تھا زیبِ تاجِ نبوت ہوا۔ وہ ودیعتِ خداوندی جس کی اگلے پیغمبروں نے شہادت دی تھی۔ انسان کو عنایت ہوئی۔ حقیقتِ جامعہ جامد ہستی نما بین کر ایمان کی آنکھوں کے سامنے جلوہ افروز ہوئی۔ عالم روشن ہو گیا۔ عقل و دانش کا بازار گرم ہوا۔ تہذیب و شانِ نسلی کی دکانیں آراستہ ہو گئیں دنیا نے کروٹ بدلی، انسانی فطرت کی تو کلیا ہی پلٹ گئی۔“ (۳۳)

اس میلاد نامے میں آیاتِ قرآنی کے حوالے جا بجا موجود ہیں۔ مصنف نے میلادِ نبویہ منظومات میں علیت کے امتزاج سے ایک منفرد لہجہ، آہنگ اور اسلوبِ ظاہر کیا ہے جس میں جذبات و عقیدت نگاری کا عنصر نمایاں ہے۔ آپؐ سے دوری اور زندگی کی بے ثباتی کا بیان نہایت موثر اور درد میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس کے کچھ اشعار دیکھئے:

جان بھی فرقت میں دو بھر ہو گئی
زندگی مرنے سے بدتر ہو گئی
کچھ کہا چاہوں کہا جاتا نہیں
چپ رہوں چپ بھی رہا جاتا نہیں
کون میری جا سنائے یار کو
کون آئے پرش پیار کو
تجھ سے اے فریاد رس فریاد ہے
بھر میں مٹی مری برباد ہے
وصل کی امید پر جینا پڑا

خون دل خون جگر پیتا پڑا
 کس طرح ہو وصل دلیر دیکھے
 کیا دکھائے اب مقدر دیکھے
 زندگی مرنا ہے مرنا زندگی
 ہے حقیقت میں فنا پائینگی
 یہ نمود و بود سب بے بود ہے
 سود کی امید یاں بے سود ہے
 ہے وجود عالم فانی فنا
 ہے سراب وہم پر اس کی بنا
 کس طرح درد دل لیکل کموں
 دل ٹھہرنے دے تو حال دل کموں
 کیوں نہ یہ دل مصلحت انوار ہو
 کیوں نہ یہ دل مخزن اسرار ہو
 آپ کی صورت ہے اس میں جلوہ گر
 یا رسول اللہ یا خیر البشر
 (۴۴)

اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص 'انجمن ترقی اردو پاکستان' کراچی میں موجود ہے۔ اس قسم کے
 میلاد ناموں نے محنت روایات، زبان و بیان کی چاشنی اور خلوص و عقیدت سے وابستگی و شغف کے اظہار
 نے میلاد ناموں میں فنی طور پر نئی روایات قائم کیں۔ خاص طور پر دسویں طرز اظہار بہت بلیغ اور
 کارگر ہے۔

محمد رکن الدین الوری

مولانا شاہ محمد رکن الدین نقشبندی الوری کا میلاد نامہ "مولود محمود" ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا
 تاریخی نام "عیون بخشش" (۳۹ھ) ہے۔ اس کے عنوانات اور مندرجات کی تفصیل درج ذیل ہے:
 حمد و نعت، بیان فضائل درود شریف، حکایات متعلقہ درود شریف، فوائد دنیوی
 فوائد دینی، صلوات، بیان فضائل ذکر ولادت شریف، بیان آداب مجلس ذکر ولادت
 شریف، در بیان فضیلت حلیہ مبارک، حلیہ شریف، سلام علی النبی، اوصاف حمیدہ و
 اخلاق عظیمہ آنحضرت، بیان پیدائش نور مبارک و تحویل نور مبارک بہ آدم علیہ
 السلام، ولادت حضرت عبداللہ اور شادی، نسب نامہ پدری حضرت عبداللہ، نسب نامہ
 مادری حضرت عبداللہ، نسب نامہ پدری و مادری حضرت آمنہ خاتون، بیان تحویل نور

مبارک، بیان ذکر ولادت باسعادت، سلام بزیان عربی، فارسی، اردو، ثبوت قیام شریف، بدعت کا معنی و شرح، بیان واقعات بعد از ولادت مبارک، بیان رضاعت شریف، نسب نامہ حضرت طیبہ، در بیان معجزات عقلی، حسی و دیگر معجزات، مناقبات اور آخر میں شجرہ شریفہ نقشبندیہ مجددیہ۔

اس میلاد نامے کی زبان و بیان سادہ اور اسلوب دل نشین ہے، اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے:

”ایک یسودی بڑا عالم تھا۔ حضور پر اس کے کچھ دنار قرض تھے۔ اس نے قرض کا تقاضا کیا، فرمایا میرے پاس کچھ نہیں ہے، اس نے کہا میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا، جب تک میرا قرض نہیں ادا کر دیا جائے گا، آپ نے فرمایا، میں بھی تیرے پاس بیٹھتا ہوں چنانچہ آپ اس یسودی کے پاس بیٹھ گئے اور پانچ نمازیں آپ نے وہاں ادا کیں۔ اگلے دن یسودی نے گلہ پڑھا اور عرض کیا کہ آدھا مال میرا اللہ کی راہ میں تصدق ہے۔ آگاہ ہو قسم خدا کی جو کچھ میں نے کیا اس لئے کیا کہ دیکھو آپ کی صفت جو توریت میں لکھی ہے اور وہ صفت یہ ہے کہ محمد بن عبد اللہ مکہ میں ان کی ولادت ہے۔ مدینہ میں ان کی ہجرت اور شام ان کا ملک ہے، وہ درشت خو اور سخت کلام کرنے والے نہیں ہیں، بیہودہ بات اور حد ادب سے گذرنے والے نہیں ہیں، یہ میرا مال ہے، جو آپ کی رائے میں آئے کیجئے۔“ (۳۵)

یہ میلاد نامہ پہلی بار ۱۹۳۰ء میں شائع ہوا۔ موجودہ نسخہ ۱۹۷۹ء کا سیالکوٹ کا مطبوعہ ہے اور لیاقت یسودیل لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔ اس کی اب تک کی اشاعتوں سے اس کی مقبولیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ یہ میلاد نامہ رطب و یابس سے پاک اور مجالس میلاد میں پڑھنے کے لئے بہت موزوں ہے۔ اس میں مصنف نے مستند واقعات اور روایات کو بیان کیا ہے اور حد اعتدال کو ملحوظ رکھا ہے۔

حسن علی خان (م۔ ۱۹۲۱ء)

حسن علی خان بن غریب اللہ خان متوطن ملتان، چوکنڈی قصبہ، شرام ضلع شاہ آباد صوبہ بہار تھے۔ ان کا میلاد نامہ ”حسن المیلاد“ مطبع سلیمانی بنارس سے ۱۹۳۰ء میں چھپا۔ مصنف نے اس کے دیباچہ میں اپنی شاعری کے بارے میں عاجزی و انکساری کا اظہار کیا ہے اور نثری روایات کی صحت و درستی کے ضمن میں وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

”میں نہ شاعر ہوں نہ مجھ کو دعویٰ فن شاعری ہے میں محض معمولی لکھتا پڑھتا جانتا ہوں۔ عربی عبارات اور جملہ حوالہ کتب جو اس کتاب میں نثر کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔ ان کی تصحیح میری استدعا پر مولوی حاجی قادر بخش حنفی قادری نے فرمائی ہے۔ ان نثری عبارات کو خاکسار نے عبارت آرائی سے زیب و زینت دینا مناسب نہ

جان کر اس طرح اپنی اصل حالت پر چھوڑ دیا ہے۔" (۳۷)

احسن المیادِ قلم و نثر کے بیانات پر مشتمل ہے۔ اس کی ضخامت ۷۶ صفحات اور کتابت و طباعت معیاری ہے۔ اس میں حمد باری تعالیٰ کے بعد فضیلت و ذکر خیر حضرت ختم رسالتؐ بیان فضائل محفل میلادِ مقدس بنیادؐ نور محمدیؐ کی شان اور اس کی پیدائش کا بیان، حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہؓ سے بہت آپؐ کی آمد کی برکت سے رنگ نہانہ بدل جانا، منظوم تمہید ذکر ولادت باسعادت، سلام اور دو نصیحتیں جنہیں بنو ان غزل دیا گیا ہے، بیرونی و اجزاع رسالتابؐ فضائل مدینہ محل رحمت و سکینہ، فضیلت زیارت مرقہ مقدس نبویؐ مدینہ کی سکونت اختیار کرنے کی فضیلت، چند نکایات عاشقان سید السادات، مناہج اور آخر میں منظوم مناقب قاضی محمد عثمانیت حسین چڑیا کوئی کے عنوانات کے تحت اظہار خیال کیا گیا ہے۔ روایات کے بیان کے ضمن میں مصنف نے بخاری شریف، صحیح مسلم، جامع ترمذی، مستدرک حاکم، بحر طرائفی، رد منہ الاجاب، مدارج النبوت اور شواہد النبوت وغیرہ کے حوالوں سے اسے معتبر اور وقیع بنا دیا ہے۔ اس کے دو نسخے پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہیں۔

محفل میلاد کی عظمت اور تقدس کو بڑے سادہ اور دلنشین انداز میں بیان کیا ہے:

ذکر میلاد شب ہر دوسرا ہونے کو ہے
مہرباں اسے سامعین تم پر خدا ہونے کو ہے
یاں ادب سے بیٹھ کر پڑھتے رہو ہر دم درود
حاضرین بزم ذکر مصطفیٰ ہونے کو ہے
مانگ لیں اس بزم میں جو کچھ کہ چاہیں مستند
آج مقبول خدا سب کی دعا ہونے کو ہے
مرتبہ اس بزم کا کیا پوچھتے ہو مومنو
پر تو ذات خدا جلوہ نما ہونے کو ہے
جیتے جی جنت میں پہنچا جو یہاں حاضر ہوا
رنگ قردوس بریں بیشک یہ جا ہونے کو ہے
(۳۷)

برکات شب ولادت کے بیان میں عبارت کے تیور یہ ہیں:

"خواجہ عبدالملک کہتے ہیں کہ شب ولادت میں رسول اکرمؐ کے کعبہ کے نزدیک تھا۔ جب آدمی رات گزری تو دیکھا کہ کعبہ مقام ابراہیم علیہ السلام کی طرف جھکا اور سجدہ میں گیا اور اس سے آواز بکیر کی آئی۔ اللہ اکبر اللہ اکبر رب محمدان المصطفیٰ الان قد طهرنی ربی من انجاس الاقسام و ارجاس المشرکین یعنی اللہ بزرگ ہے جو پروردگار محمد مصطفیٰؐ کا ہے اب اس نے مجھے پاک کر دیا نجاست سے بتوں کی اور

خیانت سے مشرکوں کی اور غیب سے آواز آئی کہ قسم ہے کعبہ کی جس نے کعبہ کو بزرگ کیا آگاہ ہو جاؤ کہ کعبہ کو خدا نے قبلہ اور مسکن گردانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور جتنے بت گرد کعبہ کے تھے سب کو دیکھا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور ان بتوں میں جو بڑا بت بنے ہبل کہتے تھے وہ اونٹن کا زمین پر گرنا پڑا تھا۔" (۳۸)

نبی کریم کے فضائل و برکات کے بیان میں رقم طراز ہیں: "نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے دیکھا مجھے خواب میں بے شک بلاشبہ اس نے دیکھا مجھے اس لئے کہ شیطان کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ میری شکل بن سکے یا کسی شکل سے آکر دیکھنے والے کے خیال میں یہ ڈالے کہ یہ شکل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے بعض علماء نے اس فضیلت کو تمام انبیاء کی نسبت عام لکھا ہے مگر صاحب مواہب اللدنیہ نے اس کو خصائص آنحضرت میں ذکر کیا ہے اور حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا قریب ہے کہ مجھے بیداری میں دیکھے پس اسی حالت میں ہم گنگناہوں کو ہر لحظہ و ہر آن مشتاق زیارت سید انس و جان اور حتمی دیدار سرور کون و مکان رہنا چاہئے کہ دنیا میں بھی موجب خیر و برکت ہے اور آخرت میں بھی ذریعہ نجات ہے۔" (۳۹)

سلام بخشور سرور کوئین سے چند شعر درج ذیل ہیں:

السلام اے سر رحمان السلام

السلام اے نور یزداں السلام

السلام اے سرو بستان جہاں

السلام اے خسرو ملک اہاں

السلام اے کاشف اسرار دین

السلام اے رہبر راہ یقین

السلام اے شاہد غم خوار من

السلام اے واقف اسرار من

السلام اے زینت قرش زمیں

السلام اے رونق عرش بریں

مرحبا اے شاہد رب العا

مرحبا اے مظهر نور خدا

مرحبا اے معدن جود و کرم

مرحبا اے اختر برج حکم

(۵۰)

حکایات عاشقان سید السادات میں سے ایک حکایت ملاحظہ ہو، جو مصنف نے مدارج النبوۃ حوالے سے لکھی ہے :

”عبدالرحمن ثانی مدینہ کا رہنے والا چچا اس کا کفیل تھا، جب وہ جوان ہوا اونٹ و بکری اور چند غلام اس نے جائیداد سے بچا کے پایا، دل میں اس کے محبت ایمان و اسلام کی تھی اور ہمیشہ اسلام میں داخل ہونا چاہتا تھا لیکن اپنے چچا سے جو کافر تھا بہت تک تھا اور ڈرتا تھا یہاں تک وہ شہر و مشرق اسلام کا رہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا اور لشکر اسلام مکہ سے مظفر و منصور مدینہ کو پلٹ کر آیا اس وقت اس سے نہ رہا گیا چچا سے کہا کہ اے چچا میں ایک مدت سے شہر ترے اسلام کا رہا اور اوس پر میں نے اپنے اسلام لانے کو موقوف رکھا مگر اب صبر کا یارا نہیں اور حیات پر بھروسہ نہیں شاید موت مہلت نہ دے اور اس دولت سے محروم رہوں لہذا تجھ سے اجازت قبول اسلام کی چاہتا ہوں چچا نے اس کے کہا اگر تو ایمان لائے گا اور متابعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کرے گا تو جو کچھ مال و متاع میں نے تجھ کو دیا ہے وہ سب لے لوں گا یہاں تک کہ تیرے بدن کا کپڑا بھی اتار لوں گا وہ عاشق جانثار مشتاق سید الابرار بولا کہ جو تیرے دل میں آئے کر گذر بخدا میں مسلمان ہوتا ہوں اور پروانہ وار اوپر جمال سید ابراہیم آثار ہونے جاتا ہوں۔“ (۵۱)

یہ میلاد نامہ فنی لحاظ سے اور زبان و بیان کے اعتبار سے روایتی میلاد ناموں کی سطح سے بہت بلند نظر آتا ہے۔ اس میں مصنف نے واقعات اور روایات کے سلسلے میں مبالغہ سے کام نہیں لیا۔ اس کے اثر مستند اور دقیق شری حوالہ جات اور خلوص و حقیقت پر مبنی سادہ و عام فہم منظومات میں اس کی مقبولیت کا راز مضمر ہے۔

خواجہ نقی الدین اکبر آبادی

خواجہ نقی الدین بن خواجہ محمد وزیر اکبر آباد کے رہنے والے تھے۔ چشتی قادری سلاسل میں بیعت تھے۔ مولود خوانی میں حافظ محمد جان کی شاگردی اختیار کی۔ انہیں مولانا غلام امام شہید سے تلمذ حاصل تھا۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان ”فردوس نقی“ نظم و نثر کے ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی میں موجود ہے۔ اس میلاد نامے کی ترتیب اور اس کے عنوانات عام مروج میلاد ناموں کی طرح سے نہیں ہیں۔ اس میں نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ اور معجزات کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ کئی دیگر بزرگان دین کی کرامات اور فیوض و برکات کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ نبی کریمؐ کے سجدے آب کے بارے میں رقم طراز ہیں :

”ایک روز نبی کریمؐ مسجد میں رونق افروز تھے کہ آپ کو ازروئے رکاشہ معلوم

ہوا کہ ایک قافلہ دور جنگل میں پراسا پڑا ہے۔ آپ اسی وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ اس طرف چل پڑے۔ قافلہ میں جا کر دیکھا کہ مارے پیاس کے لوگوں کا برا حال ہے۔ آپؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے پانی تلاش کرنے کے لئے فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ پانی تلاش کرنے لگے۔ آپؓ نے دیکھا کہ ایک جھٹی اونٹ پر کئی مشکیزے لئے چلا جاتا ہے۔ آپؓ نے اس سے ایک مشکیزہ طلب کیا تو اس نے بتایا کہ میں اپنے سردار کے لئے لے کر جا رہا ہوں۔ میں نہیں دے سکتا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نبی کریمؐ کے پاس واپس آئے اور پوری صورت حال عرض کی۔ یہ سن کر حضورؐ خود تشریف لے گئے اور اس جھٹی سے فرمائے لگے۔ اے شخص ان میں سے ایک مشک ہمیں دے دے پھر ہم تری مشک تجھ کو بھری واپس کر دیں گے۔ اس نے کہا میں اپنے سردار کے واسطے لے جاتا ہوں اور یہ قیاس میں کب آ سکتا ہے کہ بھری مشک لے کر اور پھر بھری کی بھری واپس کریں گے آپؓ نے فرمایا کہ پھر قدرت خدا کا تماشا دیکھ پس اسی دم اس نے مشک حضورؐ کو دے دی۔ آپؓ نے اس مشک سے پانی تمام قافلہ کو مع جانوروں کے پلایا اور پھر اس کو مشک بھری کی بھری واپس عطا کی۔" (۵۲)

خواجہ تقی الدین کے میلاد نامے میں واقعات کی ترتیب کا فقدان ہے۔ اسلوب بیان مادہ اور عام فہم ہے۔

قاضی ذکیر الدین

قاضی ذکیر الدین ریاست الور (راجپوتانہ) کے متوطن تھے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان "ہمارے خزاں مولود حبیب الرحمن" ۱۳۳۳ھ ر ۱۹۱۳ء میں چھپا۔ یہ میلاد نامہ لکھ و نثر کے مضامین پر مشتمل ہے اور اس کی صفحات ۶۱ صفحات ہیں۔

اس میں حمد و نعت کے بعد فضائل محفل میلاد شریف، فضائل درود شریف، بیان فضائل محبت سرور کائنات، بیان پیدائش نور محمدی، بیان ولادت آنحضرت، سلام و مبارکبادی، مسدس و شان رسالت، رضاعت، شق صدر، سفر شام، حضرت خدیجہ الکبریٰ سے شادی، بیان معجزات اور بیان معراج شاہ ذی جاہ کے عنوانات ہیں۔ آخر میں مناجات ہے۔ ولادت نبویؐ پر حضرت بی بی آمنہؓ کو مبارکباد کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

میلاد ناموں میں اس قسم کے تمثیل نامے بہت کم ہیں :

عجب ہے چاند سا کھڑا بشر کیونکر نہ ہوں صدقہ
فرشتوں کو بھی ہے بھایا مبارک ہو مبارک ہو
فدا جن پر ہوئے آدمؑ خوشی جن کی کریں عیسیٰؑ
وہ تم نے نہ لقا پللا مبارک ہو مبارک ہو
بلائیں جس کی لیں آسیا و مریم و سارا

جسے حوا نے ٹھلایا مبارک ہو مبارک ہو
جناب آمنہ بی بیؓ تمہارا سا نہیں کوئی
کہ تم نے مصطفیٰ جلیا مبارک ہو مبارک ہو
جیسی ہے دھوم عالم میں خدا ہر سو سے ہے آتی
شہ ہر دوسرا آیا مبارک ہو مبارک ہو
(۵۳)

ہندی انداز میں درود و سلام ہندو تہذیب و معاشرت کی وجہ سے اپنا مخصوص مذہبی پس منظر رکھتے ہیں۔ ہندی عجموں اور گیتوں کے زیر اثر اس قسم کی منظومات وجدانی کیفیات کے اظہار کا ذریعہ بنی ہیں۔
ملاحظہ ہو :

اے کفر کی ریت ملاؤں حارے تم پہ خدا کا درود و سلام
سب دھرتی کا اکاس سبکاون ہارے تم پہ خدا کا درود و سلام
تورے کپا کی دھوم ہے جگ میں ہوئی نہیں ہم کو گناہوں کی چٹا پڑی
اے امت کے بخشاؤں ہارے تم پہ خدا کا درود و سلام
تورے آنے سے کفر کا راج گویا جو تھا سور مارن کا وہ بھانج گویا
اسلام کا ڈنکا بجاؤں ہارے تم پہ خدا کا درود و سلام
جب نوح کی نیا بھنور میں بچسی توری کپا ہوئی وہ پار لگی
واہ رے نیا کے پار لگاؤں ہارے تم پہ خدا کا درود و سلام
(۵۴)

نور محمدی حضرت عبداللہ کو ودیعت ہونے کے بارے میں عبارت ملاحظہ ہو :

"ایک دن حضرت عبداللہ نے حضرت عبدالمطلب سے عرض کیا کہ میں جب بطحائے مکہ کی طرف جاتا ہوں تو ایک نور عظیم میری پیٹھ سے ظاہر ہو کر دو حصے ہو جاتا ہے۔ نصف اس کا جانب مشرق اور نصف مغرب کی جانب پھیل جاتا ہے اور پھر وہ ہی نور خوبصورت پارہ ابر جمع ہو کر میرے وجود پر سایہ کرتا ہے۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوتا ہے جس سے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور جب میں زمین پر بیٹھتا ہوں تو آواز آتی ہے کہ اے وہ شخص کہ نور محمدی تیری پشت پر جلوہ افروز ہے۔ تجھ پر درود و سلام۔ اور جس درخت خشک کے پاس سے گزرتا ہوں وہ درخت فوراً سرسبز ہو جاتا ہے اور مجھ پر سایہ کرتا ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ اے عبداللہ تجھے بشارت ہو کہ تیرے صلب سے نبی آخر الزماں سید رسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی تعریف توریت و انجیل سے عیاں ہے پیدا ہوں گے۔" (۵۵)

قاضی ذکیر الدین نے میلاد ناسے کی ترتیب و تدوین میں مختلف مستند کتب سے استفادہ کیا ہے، اور یوں اسے حتی الامکان مفید اور وسیع بنانے کی کوشش کی ہے۔

محمد جمیل الرحمن خاں

محمد جمیل الرحمن خاں کا تاریخی میلاد نامہ ”حیات و ذکر“ (۱۳۴۰ھ) مطبوعہ ۱۹۲۱ء اسی صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد و ثناء کے بعد نبی کریمؐ کی دیگر انبیاء پر فضیلت و برتری، فضائل قرآن، روایت اسحاق حنبلہ، معجزات رسالت، کرامات اولیا، نور محمدی، ولادت مقدسہ اور رضاعت و بچپن کے حالات مرقوم ہیں۔ اس نثری میلاد نامے میں جو چند منظوم شامل ہیں، وہ حداائق بخشش سے ماخوذ ہیں۔ اس میں عام مروجہ میلاد ناموں کی ہی ترتیب مضامین کے فقدان کی وجہ سے بے ربط اور غیر مربوط ہونے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ تاہم اس میں معجزات رسالت، کے بیان میں زیادہ زور دیا گیا ہے۔

مصنف نے روایات کے بیان کے سلسلہ میں قرآن مجید اور احادیث نبویؐ کے علاوہ مدارج النبوت، شواہد النبوت، ریاض النہجین اور احسن الکلام (مولانا عبد القادر بدایونی) وغیرہ کے حوالے دیئے ہیں۔ فضائل قرآن مجید کے بارے میں لکھتے ہیں:

”قرآن میں چھ ہزار چھ سو چھیانوے آیتیں اور سات سو تالیس اور چودہ ہجڑے ہیں۔ ایک سو چودہ سو تیس اور پانچ سو چالیس رکوع ہیں۔ چھتر ہزار چار سو تیس کلمے ہیں اور تین لاکھ اکیس ہزار ایک سو اسی حروف ہیں اور ایک لاکھ پانچ ہزار چھ سو اکیس نقطے ہیں اور سترہ سو اکتрид اور بارہ سو تین ہجڑے ہیں اور تین ہزار دو سو تین تالیس زبر اور اسی تالیس ہزار پانچ سو پچاسی زیر اور آٹھ ہزار آٹھ سو چار پیش ہیں۔ یہی وہ عظیم کتاب ہے جس کے لئے رب العزت فرماتا ہے: **وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْقًا** لکل شئی۔ اسے محبوب اتاری ہم نے تجھ پر ایسی کتاب کہ جس میں ہر چیز کا روشن تفصیلی بیان ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یہ وہ قرآن ہے جس کی ہر آیت کے نیچے ساٹھ ساٹھ ہزار علم، جس کی ایک ایک آیت کی تفسیر سے ستر سو اونٹ کتابوں سے بھر جائیں۔ اہل کتابیں بدل دی گئیں۔ دشمنوں نے مضامین گھٹائے اور برعائے توریت و انجیل کا تبادلہ کر دیا مگر قرآن کے لئے محبوب سے وعدہ فرمایا گیا ہے کہ **اِنَّا لَنَعْنُ زُكْرًا لِّلذِّكْرِ وَاِنَّا لَنُحِيطُ لَوْنِهِمْ** ہمیں نے یہ قرآن اتارا ہے اور ہمیں اس کے محافظ و نگہبان ہیں کہ اس میں کسی کو تصرف اور دست اندازی نہ کرنے دیں گے۔ آج مسلمانوں کے بارہ بارہ سال کی عمر والے بچوں تک کے سینوں میں تیسوں پارے نقش ہیں، ان کو کون مٹا سکتا ہے۔ ہزارہا قرآن کے حفاظ ہر ملک میں موجود ہیں۔“ (۱۰)

حضرت سعد بن وقاصؓ کے نبی کریمؐ سے والمانہ عشق و شفیقتی کے بیان میں رقم طراز ہیں :

”جنگ احد میں کچھ لڑائی بگڑ جانے پر سید الحبیبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کے لئے تمام لشکر اسلام سے آگے فوج کفار کے مقابلے پر تشریف فرما ہو گئے۔ کفار کی طرف سے تیر چلے آ رہے ہیں۔ محبوب کریمؐ کے بچے جانثار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر جا پڑتی ہے۔ فوراً فکر ہوتی ہے کہ مبادا کوئی تیر دشمنوں کا آقائے نامدار کو صدمہ پہنچائے۔ چٹا باندہ دوڑ کر محبوب اکرمؐ کے آگے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنے آقا کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بغرض حفاظت لے لیتے ہیں۔ آقائے نامدار ترکش سے تیر نکال کر پیچھے سے سعد بن ابی وقاصؓ کو دے دیتے جاتے ہیں اور ہر تیر پر فرماتے ہیں۔ ادم سعد ہالی انت وامی اے سعد تیر پھینک تھہ پر میرے ماں باپ قربان۔ ادھر سے ایک تیر جاتا ہے اور ادھر سے یکفرت تیر چلے آ رہے ہیں جو حضرت سعدؓ کے جسم میں چھد رہے ہیں مگر حضرت سعدؓ بڑے اطمینان کے ساتھ آقا کو پیٹھ کے پیچھے لئے ہوئے تیر کھا رہے ہیں، یہ کشش حسن محمدیؐ ہے۔“ (۵۷)

”حیات واکر“ میں آپؐ کے معجزات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ بیان معجزات سے درج ذیل اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو۔ اس میں دوسرے انبیاء کے معجزات کے ساتھ قابلِ جائزہ بھی موجود ہے :

”سلیمان علیہ السلام نے جن فرماں بردار کئے۔ نبی کریمؐ کی مدد کے لئے فرشتے لڑائی میں بھیجے۔ سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مطیع کی، نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے براق بھیجا کہ ہوا سے بہت زیادہ تیز رفتار تھا اور خندق کی لڑائی میں ہوا آپؐ کی مدد کے لئے بھیجی کہ تمام لشکر کفار تہہ و بالا ہو گیا۔ حضرت سلیمانؑ کو تمام دنیا کی بادشاہت بخشی، نبی کریمؐ نے سلطنت دنیا قبول نہ فرمائی اور بندگی اختیار کی جس کے بدلے محشر اور اہل جنت کی سرداری حاصل ہوئی۔ داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہوا۔ حبیب کبریاؑ کے ہاتھ کی برکت سے خشک لکڑی نے تلوار کا کام دیا۔ ریاض الناحین میں لکھا ہے کہ ایک یہودی خدمت اقدس میں ایک پتھر لایا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ پتھر حضرت داؤد علیہ السلام جیفیر کے پتھروں سے ہے۔ آپؐ نے ہاتھ میں لیا موسم ہو گیا۔ یہ یہودی یہ معجزہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ عیسیٰؑ کو بچپن میں گویائی عنایت فرمائی کہ انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت مریمؑ کی طہارت و پاکیزگی پر گواہی دی۔ نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے دودھ پیتے بچوں نے کلام کیا اور آپؐ کی رسالت پر گواہی دی۔ مکہ مکرمہ میں ایک بچہ کہ اسی دن پیدا ہوا تھا۔ خدمت اقدس میں حاضر لایا گیا۔ اس سے فرمایا میں کون ہوں۔ اس نے صاف کہا۔ انت رسول اللہ (آپ اللہ کے رسول ہیں)۔“ (۵۸)

یہ غالباً پہلا میلاد نامہ ہے جس میں کرامات اولیائے عظام بھی بیان کی گئی ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”ایک بزرگ کا وصال ہوا۔ مٹانے والے نے غلطی سے بجائے واپسی جانب کے بامیں جانب سے حمل شروع کیا۔ فوراً اس بزرگ نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا کہ اے شخص کیا تو مجھے مردہ خیال کرتا ہے۔“

ایک بزرگ نے ایک بزرگ کو قبر میں اتارا اور ان کے سر کے نیچے سے کفن بنایا اور ان کا سر خاک پر رکھنا چاہا تاکہ دربار الہی میں عاجزی و انکساری ظاہر ہو۔ فوراً وہ بزرگ آنکھیں کھول کر فرماتے ہیں کہ اے شیخ! تو میرے تاز اٹھانے والے کے آگے مجھ کو ذلیل کرتا ہے۔ پوچھا آپ کا تو انتقال ہو گیا تھا، کیا آپ زندہ ہیں فرمایا جو اللہ کے محب ہوتے ہیں وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں اور تجھ کو اگر آج یقین نہیں تو کل روز قیامت میں تیری مدد کر کے تجھ کو یقین دلا دوں گا۔

جس رات خواجہ بایزید، مسطی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا، اسی رات ایک صالح نے خواب میں دیکھا کہ میں عرش کو اپنے سر پر اٹھائے ہوئے اڑ رہا ہوں۔ صبح کو تعبیر کے لئے خواجہ بایزید، مسطی کے مکان پر گیا، دیکھا کہ کفن سلج رہا ہے۔ دریافت کیا کس کا انتقال ہو گیا۔ کہا تمہیں نہیں معلوم رات خواجہ کا وصال ہو گیا۔ اس شخص نے خیال کیا کہ خواب کی تعبیر کسی اور سے لے لیں گے۔ اب تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر چلوں۔ ٹھہر گیا جنازہ تیار ہو گیا جب لوگ جنازہ لے کر چلے اس قدر ہجوم تھا کہ یہ شخص خواب دیکھنے والا چاہتا تھا کہ میں جنازہ کو کاندھا دوں مگر بوجہ ہجوم کے مجبور ہو کر دور رہ جاتا تھا۔ ایک بار جوش محبت بڑھا اور بیتابانہ جنازہ تک پہنچ ہی گیا مگر کاندھا دینے کا موقع اب بھی نہ ملا تو جنازہ کے نیچے آگیا اور جنازے کے پیچ میں اپنا سر لگا دیا فوراً خواجہ بایزید، مسطی جنازے میں سے فرماتے ہیں کہ اے شخص!

تمہارے خواب کی یہی تعبیر ہے۔“ (۵۹)

کرامات اولیاء کے بیان سے محمد تمیل الرحمن یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اولیاء اللہ مرتے یا فدا نہیں ہوتے بلکہ موت ان کے نزدیک مَقْلُوبٌ مِّنْ دَوْلِیْ خَلُوْیْ اِیکَ گھر سے دوسرے گھر میں بدل کر چلے جاتے ہیں اور ان کے تصرفات و کمالات جس طرح اس دنیا میں تھے اسی طرح بدستور اس جہان میں بھی جاری رہتے ہیں بلکہ اس عالم سے اعلیٰ، اکمل اور اتم ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم کے اونی خادموں کا یہ حال ہے۔ جنہوں نے کروڑوں مردہ دل زندہ کئے تو پھر اس لحاظ سے نبی کریم کے فضائل و درجات کا اندازہ و احاطہ کیوں کر ممکن ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

مگر ان میلاد کے بارے میں مصنف کا لہجہ مت تند و تیز ہے۔ اس کی غالب وجہ یہ ہے کہ اس عہد

کے اہل حدیث علمائے کرام اپنے تشدد رویے کی بناء پر محافل میلاد کے انعقاد کو بدعت قرار دیتے تھے۔ اس قسم کے خیالات فتاویٰ کی صورت میں اور اس دور کی مناظراتی تحریروں میں عام ملتے ہیں۔ مصنف نے ان عقائد کے خلاف رد عمل کے طور پر نہ صرف بحث کی ہے بلکہ اپنے مسلک کی تبلیغ و تفسیر کا فریضہ سر انجام دیتے ہوئے اپنے مخالفین کے بارے میں طنز و تحقیر سے کام لیا ہے اور ان کی بھرپور مذمت کی ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

”و دشمن دو قسم کے ہیں۔ ایک کھلا دشمن، دوسرے چھپا دشمن۔ کھلے دشمن جیسے یہودی، نصاریٰ، مجوسی، مشرکین اور چھپے دشمن منافق مردوں کو نظر ایمان سے پہچان۔ ان کے اقوال افعال و حرکات کو ایمانی میزان میں تول۔ پہلے عقائد وہابیہ کو سن۔ یہ فرقہ مدعی اسلام مجلس میلاد شریف کو حرام بتاتا ہے۔ اسے جہنم کنیا سے تشبیہ دیتا ہے۔ قیام تعطیلی کو شرک و بدعت قرار دیتا ہے۔ حبیب خدا کو اپنا جیسا سمجھتا ہے اور حضرت رسالت کے ساتھ دوسری کا دعویٰ کرتا ہے۔ ان کو واقف غیب ہونے عالم ما کان و مابین ہونے سے صاف انکار کرتا ہے۔ رسول اللہ کے علم پر شیطان کے علم کو بدھاتا ہے۔ ابن عبد الوہاب نجدی حضور کے روضہ انور کو صنم اکبر یعنی بت بڑا بت کہتا تھا (معاذ اللہ)۔ اس نے شہداء کے قبوں اور مزارات کو شہید کیا۔ اب ایمان سے پوچھ کہ تیرا ایمان اس فرقے کو کیا سمجھتا ہے۔ واللہ کہ جس کے دل میں ایک ذرہ بھی محبت و عظمت حبیب ہو گی۔ وہ اس گمراہ فرقے کو اپنا خالص دشمن جانے گا، اسی طرح دوسرے فرقے جیسے روافض، نچریہ و قادیانی غیر مقلدین پکاڑ الوی یہ سب ایک دسی میں ہیں۔ وہ سب فرقے ناری جہنمی ہیں، فقط ایک فرقہ اہلسنت والجماعت کہ یہ جنتی ہے۔ تم ان بد عقیدہ لوگوں سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں۔ وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ ان سے میل جول نہ کر مہربان سے برا شخص بد عقیدہ ہے۔ یہ زہریلے سانپ سے بدتر ہیں بقول بروی:

دور شو از اختلاط یار بد

یار بد بدتر بود از مار بد

مار بد تھا جیسے ہر جاں زند

یار بد بدتر دین و بر ایمان زند

(۶۰)

حیات ڈاکٹر بریلی کتب فکر کا نمائندہ میلاد نامہ ہے۔ اس سے بریلوی مسلک کے روحانات کی واضح طور پر عکاسی ہوتی ہے۔ اور اس سے یہ سب رویے نکھر کر سامنے آتے ہیں۔ دراصل اس کتب فکر کا اصل جوہر عشق رسولؐ اور اس سے پیدا ہونے والا اخلاص ہے اور اسی سوز و جذبہ دروں کا اس میں بھرپور اظہار ہے۔ زبان و بیان عام فہم اور دل نشیں ہے۔

شاہد حسین خاں

شاہد کا میلاد نامہ منظوم بعنوان ”مولود شریف مرغوب القلوب“ بہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ترجمہ ضلع روہنگہ کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ سرورق نہ ہونے کی وجہ سے اس کے اشاعتی ادارے کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ مولود شریف مرغوب القلوب مسدس کے انداز میں ہے۔ نمونہ کے طور پر درج ذیل بند ملاحظہ ہوں:

نکھڑا ہوا ہے باغ جہاں اپنے رنگ میں
ہر پھول ہے گفتگوئے اپنے ڈھنگ میں
مرغن تغہ خیز ہیں ہر سو امنگ میں
دکھاتی ہے نسیم ہماری ترنگ میں
خجول کو ہے ضبطِ عمر مسکراتے ہیں
صلِ علی کا شورِ حنا دل بچاتے ہیں
باغ جہاں میں کس گل تر کا ظہور ہے
سایہ گلن چمن میں سحاب سرور ہے
نرجس کے حال پر نظر برق نور ہے
بلبل چمک رہی ہیں خوشی کا دغور ہے
ہیں نکل بھڑکتے عیشِ عشرت پئے ہوئے
مینا و جام ہیں گل و خنجر لئے ہوئے

(۴)

شاعر نے اس مسدس کے آخر میں اپنے فرزند اور حاضرین مجلس کے لئے دعا مانگی ہے۔ اشعار ملاحظہ

ہوں:

یا رب جناب سید جیلاں کے واسطے
سب سلسلہ پشت کے پیراں کے واسطے
رحمت حسین خان جو مرا نور چشم ہے
تو اس کو عمر و دولت و عزت سے حصہ دے
کر اس کو ایسا عالمِ کامل زمانہ میں
کوئی نہ نکلے اس کا مقابل زمانہ میں
یا رب فقیل جملہ رسولان نامور
یہ حاضرین بزم ہیں اس وقت جس قدر

اور جس قدر ہے امت سلطان بحر و بر
ہر ایک کی مراد کو بر لا تو جلد تر

دین خمی کو وہ حاصل وقار و جلال
چشم نظر ہر اک کے یہی ایک رطل

شہاد کے بیان میلاد میں حسن و دل آویزی، سوز و گداز اور اخلاص و شیفتگی کے عناصر سے
اشعار میں کیف و تاثیر کا رنگ بھر دیا ہے۔ میلاد نامے کے آخر میں استاد اور استفاض کا انداز ملی شعری
علامت ہے۔ اس دور میں امت مسلمہ کی زبوں حالی اور انگریزوں کے مظالم کی وجہ سے میلاد نگاروں
کئی حوصلہ شکنی و ربار رسالت میں پیش کی ہیں۔ اور جب ہم اس عہد کے مذہبی اور سیاسی پس منظر میں
میلاد نگاروں کی استاد و طلی کا جائزہ لیتے ہیں تو پھر ان کی کثرت، شدت اور اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔
انہوں نے اوصاف و مقامات محمدیؐ کے بیان میں کہیں ضعیف روایات کا سہارا نہیں لیا اور نہ ہی شاعری کی
شریعت کی حدود سے تجاوز ہوئے ہیں۔ انہوں نے سلیس زبان، سہل انداز اور مترنم لہجہ سے کشش
جاذبیت پیدا کر دی ہے۔

مولانا عبدالخلیم شرر (م ۱۹۳۶ء)

مولانا عبدالخلیم شرر ۲۰۔ جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ (مطابق ۱۸۶۰ء) لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد
مفضل حسین عربی، فارسی اور طب میں کامل بصیرت رکھتے تھے اور واجد علی شاہ کے شاہی طبیب تھے۔
کی ابتدائی تعلیم و تربیت مہیا برج میں ہوئی اور مختلف اہل کمال سے تعلیم حاصل کر کے شرر ۱۸۷۹ء میں
گئے۔ راستہ میں سرسید سے ملاقات ہوئی۔ دہلی سے لکھنؤ آ کر شرر نے ۱۸۸۱ء میں اوہ اخبار میں
کری۔ ۱۸۸۷ء میں دگلداڑ کے نام سے اپنا رسالہ جاری کیا۔ ۱۸۹۳ء میں نواب وقار الامراء نے اپنے
کی تربیت کے لئے انگلستان بھیج دیا۔ وہاں تین سال رہ کر واپس حیدر آباد آئے اور یہاں سے دوبارہ لکھنؤ
کا اجرا کیا مگر جلد ہی واپس لکھنؤ آ گئے۔ ۱۸۹۶ء میں لکھنؤ میں شرر کا انتقال ہوا۔

مولانا عبدالخلیم شرر کے تاریخی ناولوں، عام سوانح عربیوں، نظم و ڈرامہ اور مختلف کتابوں کی تصانیف
ایک سو دو جہتی ہے اس لحاظ سے وہ اپنے تمام معاصرین میں ایک ممتاز حیثیت کے حامل ہیں۔ شرر نے
خاتم المرسلین، جو یائے حق اور ایک میلاد شریف نبی کریمؐ بھی لکھا ہے۔

”سوانح خاتم المرسلین“ کے عنوان سے ۱۹۱۹ء میں لکھی گئی، نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت پر ۱۹۲۳ء
کی کتاب ہے۔ اس کے تعارف کے سلسلہ میں ڈاکٹر ابو الخیر کشتی لکھتے ہیں:

”مولوی عبدالخلیم شرر نے جامعہ عثمانیہ کے لئے تاریخ اسلام لکھی جس کی پہلی
جلد میں شرر نے اختصار کے ساتھ حضورؐ کی زندگی، اخلاق و شمائل اور کارناموں کو
بیان کیا ہے۔ اور اس میں جہاں انہوں نے فن ناول نگاری کا سہارا لیا ہے، وہ کامیاب

تھیں۔ یہ موضوع اتنا نازک ہے کہ مورخ کے پر بھی اس وادی میں جل اٹھتے ہیں نہ کہ اسے کمائی کے پھرائے میں بیان کرنا۔ شرر کے فنی شعور نے ان کی اس وادی بے راہ میں رہنمائی کی اور انہوں نے ”جوہائے حق“ کا ہیرو ایک ایسے راجہ کو بنایا جسے اس کے دور کی عیسائیت کچھ نہ دے سکی تھی۔ اس کے روحانی اور مادی سفر میں ہذا کرب ہے۔ عیسائیوں کے معتقات، ان کی خافتاہوں کے مرتعے اور بعض افراد کی تلاش اور اس حقیقت تک رسائی کی کمائی بڑی دل آویز ہے۔“ (۲۳)

جوہائے حق چھ سو صفحات پر مشتمل تین حصوں میں تاریخی ناول ہے۔ اس میں انہوں نے حضرت سلمان فارسیؑ کے تلاش حق کی روحانی منازل کو قبضہ کیا ہے۔ اور ان کی زبان سے بڑے موثر انداز میں میلاد و سیرت رسالتؐ ناول کے انداز میں بیان ہو جاتی ہے۔ شرر نے ”جوہائے حق“ میں تاریخی صداقتوں کو مد نظر رکھا ہے۔ یہ ناول آج بھی اپنی مقبولیت کی وجہ سے شائع ہو رہا ہے۔ (۶۳) یہ ناول ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۱ء کے درمیان لکھا گیا تھا اور ماہنامہ دل افروز میں قسط وار شائع ہوتا رہا۔ (۶۵)

شرر نے میلاد شریف مولوی عین القضاۃ کی فرمائش پر لکھا۔ مولانا عین القضاۃ نے کسی سے علامہ ابن جوزیؒ کے رسالہ میلاد شریف کا اردو میں ترجمہ کرایا اور اس میں ایک طرف عربی متن اور دوسری طرف ترجمہ دیا گیا تھا مگر وہ ترجمہ باوجود صحیح ہونے کے ایسی زبان میں تھا کہ سننے والوں کو نہ لطف آتا تھا اور نہ ہی پوری طرح سمجھ میں آتا ہے۔ ابن جوزیؒ کے مولد شریف کے ترجمہ کے بارے میں عبدالحلیم شرر اس کی وضاحت میں رقم طراز ہیں :

”میں نے ابن جوزیؒ کے مولد شریف کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ نثر کا ترجمہ نثر میں اور نظم کا ترجمہ نظم میں۔ دو ایک جگہ کسی قدر تصرف بھی کرنا پڑا مگر پھر بھی کوشش کی گئی ہر شعر کا پورا مفہوم ایک شعر میں ادا ہو جائے۔“ (۶۶)

اس میلاد نامے کی ابتداء حمد سے ہوتی ہے۔ پھر نعت رسالتؐ نثر میں ہے۔ اس کے بعد تور محمدیؑ ولادت باسعادت کی عظمت، ولادت کے وقت کے معجزات، آپؐ کی بشارات اور دیگر انبیائے کرامؑ آپؐ کی صفات، حلیہ مبارک، خصائل و شمائل، تخلیق اول، تقسیم نور، کعب اخبار کی روایت، آپؐ کا نام نامی عرش معلیٰ پر لکھا ہوا، آدمؑ کی توبہ کی قبولیت کا وسیلہ اسم محمدؐ، تور محمدیؑ کا منتقل ہونا، کابھوں کی پیشین گوئیاں، حضرت عبداللہ کی شادی کا واقعہ، آپؐ کا نسب نامہ، حضرت آمنہؑ کو خوش خبریاں ملنا، ولادت باسعادت، حضرت عبدالمطلب کی دعا، رضاعت اور بچپن کے واقعات، شق صدر، میلاد منانے کی برکات اور دعائے ختم مولود الہیؑ پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ نثر میں ہے البتہ اس میں چند منقعات بھی شامل ہیں جن کا عربی سے شرر نے نظم میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ میلاد نامہ ”ولادت سرور عالمؐ“ کے نام سے بھی ۱۹۳۳ء میں دہلی کے گلہ از پریس لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔

اس میلاد نامے سے ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو :

”بعض روایان اخبار کا بیان ہے کہ ہمارے نبی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے

جد امجد حضرت عبدالمطلب نے ایک خواب دیکھا۔ جاگے تو متحیر اور دہشت زدہ تھے۔ فوراً قریش کے کاہنوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے سامنے اپنا خواب بیان فرمایا کہ ”میں نے دیکھا کہ نور کی ایک بڑی بھاری زنجیر مجھ سے نکلے۔ جس کی چمک سے تمام دیکھنے والوں کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ پھر دیکھا کہ اس زنجیر کی چار لڑیاں ہیں، ایک انتہائے مشرق تک پہنچ گئی دو سری مغرب کی انتہائی حدود میں پہنچ گئی۔ تیسری آسمان سے جا لگی اور چوتھی زمین کے اندر پیوست ہو کر تحت الثریٰ تک چلی گئی۔ اس زنجیر کو میں دیکھ ہی رہا تھا کہ یکایک وہ ایک عظیم الشان ہرا بھرا درخت بن گئی جس میں قسم قسم کے پھل لگے ہوئے ہیں۔ اب کیا دیکھتا ہوں کہ اس درخت کے سایہ میں دو بزرگ کھڑے ہیں جن کے چہروں سے ایک ہیبت برس رہی ہے۔ میں نے ان سے پوچھا ”آپ کون بزرگ ہیں؟ ایک نے کہا ”میں نوح ہوں اور دوسرا بولامیں ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔ پھر وہ دونوں بزرگ فرمائے گئے ہم اس درخت کے سایہ میں آرام لینے کو آئے ہیں جو تمہاری بیٹہ سے نکلا ہے۔ تمہیں مبارک ہو۔“ کاہنوں نے یہ سن کر کہا۔ یہ بشارت تو تمہارے لئے ہے۔ ہمارے لئے نہیں ہو سکتی اور اگر تمہارا یہ خواب سچ ہوا تو تمہارے صلب سے ایک ایسا فرزند پیدا ہو گا جو تمام اہل مشرق و مغرب کو فطکی والے ہوں یا تری والے اپنی طرف بلائے گا۔ وہ ایک قوم کے لئے رحمت اور دوسروں کے لئے تباہی و ہلاکت ہو گا۔“ حضرت عبدالمطلب نے یہ مژدہ سنا بنی تھا کہ حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔ اور ان کی ولادت پر حضرت عبدالمطلب کو بڑی خوشی ہوئی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ بَارِکٌ وَسَلَامٌ۔“ (۶۷)

نبی کریم کی ولادت باسعادت کے بارے میں نمونہ کے طور پر درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں :-

پیدا ہوئے حبیب خداوند کروگار
پیدا ہوا نہ ہوگا کبھی ایسا کھزار
پیدا ہوئے ہیں سرمہ لگا عطر میں ہے
اور چاند کے سے گالوں پہ ہے نور آشکار
پیدا ہوئے اگر یہ نہ ہوتے تو کچھ نہ تھا
نے جلوہ گاہ حسن نہ وعدہ نہ کوئے یار
گر یہ نہ ہوتے ہوتی نہ یہ مسجد قبا
حاجی نہ ری گاہ میں یوں پھینکتے ہمار
یہ وہ ہیں ہنسی دوڑتی آئی تھی جن کے پاس
بول اٹھی کلڑی آپ محمدؐ ہیں ذی وقار
چمک بھی ہیں سارے نبیوں کے پیشوا

خاتم یہ انبیاء کے ہیں سرورِ تبار
یوسف کا حسن اگر تھا زمانے میں بے مثال
ہیں ان سے بھی زیادہ یہ محبوب روزگار
گر تھے مسک نہد و عبادت میں بے نظیر
ان سے بھی بیحد کے آپ کا ہے نہد یادگار
دیکھ ان کی جلوہ گاہ کو پکارے یہ جبرئیل
احمرؑ بھی ہیں اور بھی محمود روزگار
ہے یہ حدیث میں کہ نہیں مثل آپ کے
آدم کی نسل سے ہوا کوئی بھی آشکار
الطاف کے تمام فرشتوں نے یہ کہا
ایسا حبیب پھر نہ کبھی ہو گا ذلیل
بھیجو درود اور سلام آپ پر مدام
ہر روز صبح و شام کو سو سو ہزار بار
(۶۸)

شرر کا انداز عیاں نظم و نثر میں خلقت اور رواں ہے۔ منظر نگاری میں مصورانہ رنگ آمیزی کر جاتے ہیں۔ شاعرانہ تشبیہات و استعارات کے بکثرت استعمال کے دلدادہ ہیں۔ مولود النبیؑ عربی سے ترجمہ ہے مگر اس پر اصلیت کا نگاہ ہوتا ہے۔ انداز عیاں کی اسی دلچسپی اور دلکشی کی بناء پر شرر کو اپنے ہم عصروں میں فزیت اور برتری حاصل ہے۔

حافظ محمد انوار اللہ نیخو

حافظ محمد انوار اللہ نیخو ریاست ناٹھ کے رہنے والے تھے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان "انوار المیلاد" نظم و نثر کے ۹۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ۱۹۳۴ء کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ اس میں تمہید محفل میلاد شریف، پیدائش آنحضرتؐ اور معراج شریف کے علاوہ بہشت کا بیان، نماز کا بیان اور عمل صالح کی تعلیم کے عنوانات بھی شامل ہیں۔ آخر میں نیخو کے فرزند حافظ منظور حسن کا نعتیہ کلام ہے۔

نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے باب میں بھی آپ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

"خدا کا شکر ہے کہ ہم پر ایسا نبی بھیجا جو کل پیغمبروں کا سرور خاتم النبیین ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "محمد رسول اللہ تم میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور ختم کرنے والے ہیں پیغمبروں کی نبوت۔" آپؐ نبوت کے ختم

کرنے والے ہیں مگر نور آپؐ کا سب سے پہلے ظاہر ہوا۔ (۶۹)
 نبی کریمؐ کی ولادت کی خوش خبری کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

آج عالم میں حبیب کبریا آئے کو ہیں
 مومنو خوش ہو محمدؐ مصطفیٰ آئے کو ہیں
 آج عالم میں نہ کیوں ہو خیر و برکت کا نزول
 جو کہ ہیں خیر البشر وہ دلربا آئے کو ہیں
 جو نبی محبوب حق ہیں اور ختم المرسلین
 مومنو وہ آج فخر انبیاء آئے کو ہیں
 (۷۰)

معراج کے وقت آپؐ شان و شوکت سے براق پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ اس کیفیت کو شیخون نے
 نظم کیا ہے۔

عرش پر جاتے ہیں محبوب خدا آج کی رات
 کیوں نہ پر نور ہوں سب ارض و سما آج کی رات
 دھوم ہے حور و ملک میں کہ حضورؐ آتے ہیں
 سب کو ہے ورد زباں صل علیٰ آج کی رات
 مگر گداتی ہے، ہنساتی ہے، گلوں کو کیا خوب
 گل کھلاتی ہے نئے باد صبا آج کی رات
 (۷۱)

ہندو تمدن و معاشرت کے اثرات میلاد ناموں پر بھی پڑے۔ ہندی زبان کا لب و لہجہ اور الفاظ
 مروج بھجیوں کے مناسبات اور علائم و رموز کا استعمال میلاد ناموں میں شعری انداز، گیت، راگ اور بھجن
 وغیرہ میں ہونے لگا۔ شیخون نے آپؐ کی عرش پر تشریف آوری کو ہندی گیتوں کے انداز میں بیان کیا ہے:

جھوم رہے آکاش کے باسی احمد علیا آوت ہیں
 نور کی صورت چند بدن وہی بانگے چھیلا آوت ہیں
 حور و ملک میں نولائے روشن کارن دھائے رہے
 پیر پیکر سب اٹھ بولے ہمرے سہیا آوت ہیں
 کپا ساگر سکل گمن مگر راج دلارے بدھنا کے
 امت کے پت پر اکھن ہارے ناؤ کھویا آوت ہیں
 چھیل چھیلے عین ریلے پاکی ج متوار چلن

مکمل ہو چکا اس کتاب سے وہ بھی مجبوراً فوت ہیں
(۷۲)

حافظ انوار اللہ کی میلادِ شاعری کا غالب حصہ انوار المیاد میں موجود ہے۔ ان کی منظومات، موضوعات اور طرزِ اظہار کے اعتبار سے رنگا رنگ کیفیات اور تاثرات پر مبنی ہیں۔ بیان معراج میں زمین و عرش کی رونق کا نقشہ بڑے دلکش پیرائے میں کھینچا ہے۔ ہندی عناصر کی وجہ سے میلاد ناموں میں غیر مشروح انداز ملتا ہے۔ ان سے عربی اور فارسی موالید کا دامن بچا ہوا تھا لیکن اردو میں ہندو طرزِ معاشرت اور تہذیب و تمدن کے اثرات کے تحت یہ عناصر شامل ہو گئے۔ حفظ مراتب نظر انداز کرنا شانِ اقدس کے سراسر متنافی ہے۔ یہودی منظومات میلاد میں زبان کی شیرینی اور بیان میں اثر و گداز ہے۔

مولوی عبدالسبحان

مولوی عبدالسبحان کا میلاد نامہ بعنوان ”میلاد النبی“ نثر کے ۹۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں چند منظومات بھی موقع کی مناسبت سے شامل کی گئی ہیں۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ اس میں پیدائشِ آدم، قرشتوں کا ہجرت، فضائلِ درود شریف، فضائلِ رسول کریم، بیانِ حسن و ثناء، رسالتِ مبارک، عرقِ جسد شریف، آپ کا خلق، قناعت اور توکل، فضائلِ امتِ مروجہ، اعجازِ قرآن شریف، معجزہ جس جس، معجزہ طعام، معجزہ شتر، احیاءِ موتی، احوالِ قیامت، بیانِ میلاد شریف، بیانِ رضاعت، بیانِ شوقِ صدر اور واقعہ معراج شریف کے عنوانات ہیں۔ ہر بیان کے اختتام پر درود شریف لکھا گیا ہے۔ اس میں کتبِ معتبرہ سے مستند روایات بیان کی گئی ہیں۔

درج ذیل عبارت بطور نمونہ ملاحظہ ہو :

”محمود مقامِ شفاعت، عرش کے قریب ہے۔ بحرِ ہمارے حضرت کے کوئی وہاں کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اس مقام کے لئے تمام انبیاء و مرسلین شروع سے رشک کرتے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نبی کریم کو کلیدِ جنت عطا فرمائے گا اور لوائے حمد آپ کے ہاتھ میں ہو گا۔ آدم سے لے کر جتنے نبی ہیں، سب اس لوائے حمد کے نیچے ہوں گے۔ آپ حلقہ سبز پہننے والے اور شفاعتِ عظمیٰ آپ کے ہاتھ میں ہو گی۔“ (۷۳)

اس میں نبی کریم کا اسوہ حسنہ بہت دلنشین اور موثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ مولوی عبدالسبحان کا عالمانہ اسلوب ہے۔ الفاظ و تراکیب کا چناؤ، محاورات کا انتخاب اور اعتدال پسندی اپنی تمام تر لطافت و نزاکت اور عقیدت مندی سمیت موجود ہے۔

علی احمد خاں اسیر بدایونی (م ۱۹۷۷ء)

علی احمد نام، اسیرِ قلعہ، اصل وطن بریلی تھا۔ بریلی سے نقل مکانی کر کے بدایوں چلے گئے۔ ۱۹۷۷ء میں حج بیت اللہ کے لئے گئے اور وہیں ابدی خیمہ سو گئے۔ (۷۴)

اسیرداریوں سے متعدد مذہبی و تاریخی کتابیں یادگار ہیں۔ ان کی ایک مشہور "ذکر ولادت رسول" بہت قبول ہوئی۔ چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

آمنہ کے گھر آئے وہ پیارے
خاوم جن کے ملائک سارے
چاند وہ نکلا آج نہیں پر
نور ہے جس کا عرش ہمیں پر
آج عرب کی قسمت جاگلی
کفر کی غلت کوسوں بھاگی
آئے جہاں میں فخر و وعالم
قرش نہیں ہے عرش اعظم
شافع محشر رحمت عالم
فخر ملائک تارش آدم
(۷۵)

اسیر کی مشکلات میں سادگی اور دلکشی کی خوبی موجود ہے۔

معراج النبی کے موضوع پر ان کے دو معراج نامے "نظام المعراج" اور "نظم المعراج" ہیں۔ "نظام المعراج" ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ۱۹۳۲ء میں نظامی پریس بدایوں سے اشاعت ہوئی جبکہ "نظم المعراج" ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کی طباعت ۱۹۳۰ء میں اسی پریس سے ہوئی۔ (۷۶)

قاضی عبید اللہ (م ۱۹۲۷ء)

قاضی عبید اللہ بن قاضی بدر الدولہ علوم دینی کے بڑے بلند پایہ عالم تھے۔ ان کا میلاد نامہ "ربیع الانوار فی مولد سید الابرار" ۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ ۱۳۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں لکھا گیا تھا۔ اس کا ایک مخطوط مدرسہ محمدی مدراس میں موجود ہے۔ (۷۷)

یہ میلاد نامہ دراصل علامہ جلال الدین سیوطی کی خصائص الکبریٰ کی شرح ہے۔ اس کے علاوہ اس میں دیگر معتبر کتابوں سے بھی نئی کریم کے میلاد و معراج اور خصائل و شائفل کے بارے میں استفادہ کر کے اضافے کئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ میلاد نامہ خاصا وسیع اور مستند ہے۔

منشی گوہر علی خاں گوہر رامپوری

میلاد گوہر کے پبلشر محب علی خاں قادری علق اکبر گوہر رامپوری ہیں۔ ۹۶ صفحات پر مشتمل میلاد گوہر ناظم پریس رامپور کا مطبوعہ ہے۔ یہ نسخہ کائنات و کتابت کے لحاظ سے معیاری ہے۔ دو اور نسخے بھی میری نظر سے گزرے ہیں۔ دونوں کراچی کے مطبوعہ ہیں۔ ایک معمولی کتابت شدہ و اجبی سے کائنات پر ۹۲ صفحات پر

مشکل ہے اور امین برادر اس کا چچا ہوا ہے جبکہ دوسرا نسخہ ۷۹ صفحات پر مشتمل ہے اس پر سن طباعت اور مرتب کا نام تک موجود نہیں ہے۔ یہ مدینہ حبشہ کی کتب خانہ کا مطبوعہ ہے۔

میلاد گوہر میں ایسی روایات بیان کی گئی ہیں جو دیگر میلاد ناموں میں نہیں ہیں۔ مثلاً ایک روایت مولانا فدا حسین کی کتاب "تحفہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"جو شخص بعد نماز ایک بار کلمہ طیبہ پڑھتا ہے اور لام پر مد یعنی کھینچ کر پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے بارہ ہزار گناہ کبیرہ معاف فرماتا ہے۔ اور جو تین بار پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے چھتیس ہزار گناہ کبیرہ معاف کرتا ہے اگر پانچوں وقت کی نماز کے بعد تین تین بار کر کے یہ کلمہ پڑھتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے ایک لاکھ اسی ہزار گناہ معاف فرماتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ کسی بندہ گنہگار سے ایک دن ایک لاکھ اسی ہزار گناہ کبیرہ سرزد نہیں ہوتے ہوں گے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے ماں باپ اور کنبے والوں کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔" (۷۸)

اسی طرح "جامع الجوامع" (علامہ جلال الدین سیوطیؒ) کے حوالے سے ایک اور روایت لکھتے ہیں:

"بغداد شریف میں ایک سوداگر بڑا مالدار تھا اور وہ عاشق رسول تھا۔ اس کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ ایک دن اس یہودی کی بیوی نے اپنے شوہر سے پوچھا کہ آج سوداگر کے گھر اس قدر ہجوم کیوں ہو رہا ہے۔ یہودی نے کہا شاید آج ان کے پیغمبر کے میلاد کا دن ہے۔ یہودن یہ سن کر میلاد شریف کے تصور میں سو رہی رات کو خواب میں دیکھا کہ سوداگر کا مکان نور سے معمور ہے پھر یکایک کیا دیکھتی ہے کہ ایک سواری اس شان و شوکت سے آئی کہ دیکھنے والے دنگ ہو گئے۔ جس وقت محفل میلاد ختم ہوئی۔ یہودن نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں اور کہاں گئے تھے۔ حضورؐ نے اپنا اسم مبارک بتایا اور فرمایا کہ سوداگر نے میلاد کرایا تھا اس کے گھر گیا تھا۔ صبح یہودن اور یہودی مسلمان ہو گئے۔" (۷۹)

میلاد گوہر میں بہت ساری روایات تو وہی ہیں جو دیگر میلاد ناموں میں موجود ہیں اور کچھ روایات درج النبوت (شیخ عبدالحق) جامع الجوامع (امام سیوطیؒ) جواہر التفسیر، ارشاد الطالین اور تفسیر قادری سے لے کر آئی ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی روایات ایسی شامل کر دی گئی ہیں جو میلاد کے موضوع سے متعلق نہیں ہیں۔ اس کے باوجود میلاد گوہر اس لحاظ سے قبیح ہے کہ اس میں زبانِ مذہب و لغت شامل کئے گئے ہیں۔ "علیہ سعدیہ" کی لوری "اور" "معراج نامہ" جیسی منہومات اپنے فنی محاسن اور شعری لطافتوں کے ساتھ موجود ہیں۔ پہلے لوری کے چند شعر ملاحظہ فرمائیے:

تجھے دے رہی ہوں لوری تجھے کر لوں پیار سو جا
کہ تو جاتا ہے راتوں مرے ہوشیار سو جا
نئی سہ کا قبیلہ ہوا باغ باغ تجھ سے

مرا دودھ پینے والے گل تو بہار سو جا
 مری جاں ہو تجھ پہ واری مرا دل ہو تجھ پہ صدقہ
 مرے نور عین سو جا مرے تمکداس سو جا
 تری چاند سی جبین پر مری روح ہو تصدق
 تری مست آنکھوں پر مری جاں نثار سو جا
 جو جھلا رہی تھیں جھولا تو یہ کہہ رہی تھیں خوریں
 اے حبیب کبریا و شہ نام دار سو جا
 ہے یہ وعدہ اس کا سچا وہ ضرور بخش دے گا
 تو برائے امت اتنا نہ ہو بے قرار سو جا
 (۸۰)

شب معراج نبی کریمؐ بستر استراحت پر تھے۔ حضرت جبرائیلؑ آپ کو بنگانے کے لئے اپنا منہ نبی کریمؐ کے
 قدموں سے ملتے ہیں اور یوں عرض کرتے ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

شب معراج ہے اے دین کے سرور جاگو
 طالب دید ہے خود خالق اکبر جاگو
 ہیں کمرے آپ کی خدمت میں فرشتے اتنے
 اور حاضر ہے براق آپ کے در پر جاگو
 لینے آئے ہیں ملک اے سرور دین
 دعوت وصل ہے اللہ پیہر جاگو
 مٹھر آپ کا ہے عرش پہ خلاق جہاں
 وقت سونے کا نہیں شافع محشر جاگو
 آسمانوں کو بہت شوق ہے پا بوسی کا
 ملک ارفع کے اے ماہ منور جاگو
 (۸۱)

نبی کریمؐ سے استمداد و شفاعت طلبی اور زیارت رسول کے لئے توبہ نے کیف اور تائثر کو نمایاں
 ہے۔ یہ وہ دویے ہیں جن میں داخلی احساسات کی جھلک ملتی ہے۔

تمنا وقت مرون یہ مری اے کبریا نکلے
 زباں سے نام تیرا اور محمد مصطفیٰؐ نکلے
 نگار احمد مختار ان آنکھوں سے ہم دیکھیں

اتنی جلد دل کا یہ ہمارے مدعا نکلتے
 بھی کہتا ہے میرا شوق مجھ سے ہر گھڑی گوہر
 زبان عجز سے ہر دم عجز کی بنا نکلتے
 (۸۳)

میلادِ اشعار کے سلسلہ میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی، حسن بریلوی، طالب اور سخاوت رامپوری کے
 غلام سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آخر میں صبر رامپوری کا منظوم معراج نامہ بھی شامل ہے۔
 اس قسم کی متنوع منظومات نے میلاد گوہر کی ترویج و تشریح میں اہم کردار ادا کیا۔

گوہر رامپوری کا دوسرا میلاد نامہ ”مدینہ کا چاند“ مطبوعہ ناظم پریس، رامپور میں بھی کم و بیش انہی
 روایات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مندرجات سے بھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولف نے جو کچھ علماء کی
 روایت سنایا جو کچھ اسے یاد تھا وہ سب ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ منظومات بہر صورت عام قسم اور پاکیزہ ہیں۔

محمد سراج الدین اکبر آبادی

سراج اکبر آبادی کے میلاد نامے ”ذکر مقبول المومنین میلاد رسول“ میں نور محمدی یا ایامِ رضا کے
 حالات درج نہیں ہیں۔ اس میں مختلف روایات بیان کی گئی ہیں اور ان روایات کے سلسلہ میں کوئی سند سیا
 نہیں کی گئی۔ نصف سے زیادہ میلاد نامہ میں فضیلتِ بسم اللہ بیان کی گئی ہے اور اس کا اصل موضوع سے
 کوئی تعلق نہیں۔ اس میں بیان کردہ روایات میں سے ایک روایت یہ بھی ہے:

”جس دن امام حسینؑ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم شروع کی۔ اس روز حضرت علی
 المرتضیٰؑ نے بہت خوشی کی اور دس ہزار درہم اپنے خادم کو راہِ خدا میں خیرات کرنے
 کے لئے دیئے۔ خادم نے کہا کہ دس ہزار تو بسم اللہ کے اعداد بھی نہیں ہیں آپ اتنی
 خیرات کیوں کرتے ہیں۔ آپ نے حکم دیا کہ میں ہزار دینار خیرات کئے جاؤں۔ ساتھ
 ہی یہ بھی فرمایا کہ بسم اللہ کے بارے میں تم جتنی بھی گفتگو کرتے جاؤ گے میں اتنی ہی
 رقم بوجھتا جاؤں گا۔“ (۸۴)

اس روایت سے بسم اللہ کی عظمت ثابت ہو گئی مگر سوال یہ ہے کہ حضرت علیؑ جن کی ساری زندگی
 قیام اور قناعت میں بسر ہوئی ان کے پاس دس ہزار اور بیس ہزار اور اس کے بعد مزید گفتگو پر اور رقم
 بوجھتے رہنے کا دعویٰ قرنِ روایت نہیں ہے۔ اور اگر اس روایت کو درست مان لیا جائے پھر بھی اس سے
 اتنا زیادہ فضیلتِ بسم اللہ ظاہر ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے اس میلاد نامے میں ربط و تسلسل اور داخلی تنظیم
 مستحکم ہے۔ یہ میلاد نامہ ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۹۳۰ء کا مطبوعہ ہے۔

علی رحیم بخش

خان بہادر حاجی رحیم بخش، لاہور کے رہنما سیشن جج تھے۔ ان کا معراج نامہ بعنوان ”تحفہ معراج

شریف" نثر کے ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس میں مصنف نے قرآن و حدیث کی روشنی میں انجاز معراج کو بیان کیا ہے۔ وہ معراج جسمانی کے قائل تھے۔ اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

"موجودہ دور پر وحی الہی کل تک سمجھ سے بالا تر تھی۔ آج بے تاریخ و زمانہ کھولنے نہیں دیتی۔ ترقی کا ہر اگلا قدم عقول انسانی کی حدود اسی طرح وسیع کرتے ہوئے علوم قرآنی کی صداقت کی خود بخود دلیل بن رہا ہے۔ جسدی معراج الہی محدود عقول انسانی کی سمجھ میں نہ آیا اور اس وقت کی ناقص و نامکمل سائنس کی نظروں میں نظریہ نقل سے ٹکراتا تھا اس لئے اس کی تاویل یہ کر دی گئی کہ یہ معراج جسدی نہیں بلکہ روحانی تھا یا خواب تھا لیکن کیا خبر تھی کہ آگے چل کر یہی سائنس نظریہ نقل سے بغاوت کر کے انسان اور انسان کے ساتھ سینکڑوں من و زنی اشیاء کو ہوائی جہاز میں بٹھا کر غیر معمولی سرعت کے ساتھ پوری دنیا میں گھماتی پھرے گی۔ ظہور و جہول عقل انسانی! جس خدا نے تجھے جہاز بنانے، برق (بجلی) سے کام لینے کی قدرت بخشی ہے کیا وہ خدا اتنا قاور نہیں کہ ہوا اور برق پر خود اپنا حکم چلائے اور اپنی قدرت کاملہ دکھائے اور اپنے رسولؐ کو جسدی حالت میں برق پر برق اور ہوا سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ آپ آیات ربانی کا نظارہ دکھائے۔" (۸۳)

حاجی رحیم بخش نے بیان معراج میں قرآن مجید، مستند کتب احادیث اور سیرت و تاریخ سے استفادہ کیا ہے۔ ان کا انداز بیان مدلل ہے۔ انہوں نے صحیح روایات کی روشنی میں معراج جسمانی کے بارے میں شبہات دور کرنے کی کوشش کی ہے اور انہوں نے واقعات و تصدیقات کتابوں سے تلاش کر کے مہیا کئے ہیں۔

فدا حسین شاہ جہانپوری

فدا حسین بن مولوی احمد حسن شاہ جہانپور کے رہنے والے تھے۔ ان کا میلاد نامہ "گلزار احمدی" نظم و نثر کے ۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس میں بیان فضیلت و ذکر خیر حضرت نبی کریمؐ در فضائل امت محمدی، در بیان شفاعت، پیدائش نور محمدی، بیان ولادت سرور عالم، بیان رضاعت، بیان نشوونما آنحضرت، بیان شاکل آنحضرت، بیان معجزات و معراج شریف، بیان وفات مبارکہ، در بیان غم بھول اور در بیان شہادت امام حسینؑ کے عنوانات ہیں۔ اس میلاد نامے میں مصنف نے خصوصی طور پر اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہر روایت کے بیان کے ساتھ ہی حلیے پر اس کا حوالہ درج کر دیا ہے۔

وقت ولادت رسالتؐ کے بیان سے درج ذیل عبارت بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"آپؐ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب وقت پیدائش حضرت آیا۔ عبدالمطلب طواف میں تھے۔ روز ولادت شریف میں تھا تھی۔ ایک عظیم الشان بلند آواز میرے کان میں

بچی۔ جس کے سننے سے مجھ پر خوف غالب ہوا۔ اتنے میں ایک مرغ سفید نمودار ہوا اور اس نے اپنے بازو میرے سینے پر ملے فوراً خوف جاتا رہا اور درود جو لاحق تھا وہ بھی موقوف ہو گیا۔ اس کے بعد میرے لئے شربت سفید آیا۔ میں نے اسے آسودہ ہو کر پیا۔ مجھے تسکین ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک بلند نور مجھے نظر آیا۔ زنان بلند قامت مثل دختران عبدالنواف نظر آئیں۔ مجھے تعجب ہوا کہ یہ کیونکر آئیں۔ ان میں سے ایک نے بیان کیا کہ میں آسیہ زوجہ فرعون ہوں۔ دوسری نے کہا میں مریم بنت عمران ہوں۔ باقی حوران بھٹی ہیں۔ (۸۵)

متذکرہ بالا اقتباس کے لئے مصنف نے مدارج النبوت، باب اول، جلد دوم اور صفحہ ۲ کا حوالہ متن کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

فدا حسین شاہ جاناپوری نے ”نگزار احمدی“ کو جا بجا حواشی دے کر مفید تر بنایا ہے اور یوں اسے حتی الامکان مستند و معتبر بنانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اس میلاد نامے کے شروع میں جو ادبی اسلوب اختیار کیا، اسے اختتام تک نبھایا ہے۔ ان کا انداز بیباں آسان، سادہ اور بے تکلف ہے۔

مفتی محمد خلیل

مفتی محمد خلیل، انجمن ہدایت الاسلام مالیر کوٹلہ کے صدر تھے۔ انہوں نے نبی کریمؐ کے منظوم فضائل بعنوان ”فضائل النبی الاکرمؐ“ بیان کئے ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند شعر درج ذیل ہیں :

وہ نبی جو روز محشر میں پلائیں گے ضرور
حوض کوثر سے وہ پانی جس کا ہے شریں مزا
وہ نبی ہے جس کی امت با فضیلت اس قدر
جس کے عالم باعمل کی شان ہے کالانبیاء
وہ نبی ہے جس کی امت پر خدا کی نظر خاص
نصف جنت مہربانی سے کیا ان کو عطا
وہ نبی جس کی تمنا میں رہا موسیٰ نبی
وہ نبی جس کا پتہ دیتے رہے سب انبیاء
وہ نبی ہے ذکر جس کا جا بہ جا تورات میں
وہ نبی جس کا پتہ دیتے ہیں حضرت یسعیٰ
وہ نبی جس کا بنے گا عیسیٰ آ کر امتی
کون عیسیٰ ابن مریم آسمان پر جو گیا

(۸۶)

مفتی محمد خلیل کے بیان فضائل سے ایک ایک شعر حضور اکرمؐ کی محبت و عقیدت میں ڈوبا نظر آتا

ہے۔ یہ اسلوب بیان اردو میلاد ناموں میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔

سید محمد بشیر الدین احمد (م ۱۹۳۱ء)

سید محمد بشیر الدین احمد شہرامی کا میلاد نامہ ”تحفہ مقبول معروف بہ میلاد رسولؐ“ اکبری پریس پٹنہ سے ۱۹۱۸ء میں چھپا۔ اس کا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے جو ناقص الآخر ہے۔ اس وجہ سے اس کی ضخامت کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ حمد و نعت کے بعد فضائل میلاد رسول کریمؐ اور آغاز نور کرامت ظہور کے عنوانات ہیں۔ انتقاد محفل میلاد کے سلسلہ میں ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”اے عاشقان محمدیؐ و اے شیخستان روئے احمدی میلاد پاک کی خوبیاں بیان سے باہر ہیں۔ بالاتفاق سب علمائے اسلام اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ مولود شریف کے انتقاد سے ہزاروں خیر و برکت حاصل ہوتی ہیں چنانچہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بلکہ تمامی اہل عرب و عجم ہر کام کے آغاز اور انجام میں محفل میلاد ترتیب دیا کرتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ان کے کاموں میں خیر و برکت ہوتی ہے تو اے مسلمانو! جب تم میں سے کوئی ارادہ مولود شریف کرنے کا کرے تو چاہئے کہ اول نیت خاص اللہ کے واسطے کرے اور نمود کو دخل نہ دے اور جو کچھ اس میں صرف کرے حلال وجہ سے ہو“

فقرا اور مساکین کی بہت خاطر کرے۔“ (۸۷)

مصنف نے معروف کتب سیرت سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے اور ان کے حوالے جا بجا موجود ہیں۔

مولوی محمد کریم بخش

مولوی محمد کریم بخش ضلع مظفر گڑھ کے رہنے والے تھے۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر رہے۔ ان کا میلاد نامہ بعنوان ”ذکر الرسولؐ“ نثر کے ۲۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں درج ذیل عنوانات ہیں:

تحقیق مسئلہ پیدائش نور محمدیؐ (روایت و درایت کی روش سے) ”عبد از جمع انبیاء دربار نبوت ختم المرسلین“ شرافت نسب رسول اللہؐ، طہارت نسب رسول اللہؐ، فضیلت و منقبت عرب، فضیلت قریش، حالت عرب بوقت تشریف آوری رسول اللہؐ، تفصیل نسب رسول اللہؐ، واقعہ اصحاب قبل، نکاح والد رسول اللہؐ، وفات والد رسول اللہؐ، ولادت باسعادت، شیر خواہی، شق صدر، مہر نبوت، وفات والدہ رسول اللہؐ، برکت قدم، بکریاں پرانا، سفر شام، حزب فجار میں شرکت، مجلس حلف الفضول میں شرکت، شام کا دو سراسر، نکاح معراج، خدمت اکبری، تعمیر کعبہ میں شرکت، عصمت و حفاظت، واقعات عجیبہ قبل نبوت، طلوع آفتاب نبوت، آغاز و نتائج تبلیغ و دعوت، جور و ستم قریش، جور قریش پر ابو بکر صدیقؓ، حضرت بلالؓ، عمار بن یاسرؓ، تجویز اصلاح و الفت، شق القمر، ہجرت حبشہ، تقریر حضرت جعفر طیارؓ و اسلام نجاشی، پیش گوئی متعلق فتح روم، معراج نبویؐ اور ہجرت نبویؐ۔

ولادت مبارکہ کی علامات و دلائل کے بارے میں ایک اقباس درج ذیل ہے :

”شب ولادت کو کسریٰ نوشیروان عادل کے محل واقعہ مدائن میں زلزلہ پڑ گیا اور اس کے چودہ نکلے مگر پڑے اور خود کسریٰ نے ایک ہولناک خواب دیکھا۔ جس کی تعبیر یمن کے ایک مشہور کاہن کسریٰ سے پوچھی گئی۔ فارس کا آتش کدہ جو ایک ہزار برس سے روشن تھا۔ یک لخت بجھ گیا اور بحیرہ ساوہ واقعہ فارس اور بعض روایتوں کی رو سے بحیرہ طبریہ واقع شام خشک ہو گیا۔ آئمہ سیرت مثل سہلی و ابن سید الناس وغیرہ نے ان خوارق عادات کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ پس بعض ہم عصر خشک مزاجوں کا اٹکار کرنا بے معنی ہے۔“ (۸۸)

مولوی کریم بخش نے محترم اور مستند کتابوں کے حوالوں سے نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کو بیان کیا ہے۔ طرزِ نگارش ساوہ صاف اور عام فہم ہے۔

خواجہ محمد احمد بخش اکبر آبادی

خواجہ محمد احمد بخش اکبر آبادی کا میلاد نامہ ”انتخاب احمدی“ یعنی نذر رسولؐ مرتضائی پریس آگرہ کا مطبوعہ ہے۔ دیباچہ میں میلاد نامہ کی تالیف کے بارے میں لکھتے ہیں :

”محمد حاضر کی میلاد خوانی کے واسطے زبانِ دانی، علمیت و قابلیت، اظہارِ حقیقت اور سب سے زیادہ اصلی واقعات پر گہری نظر کی ضرورت ہے۔ کمترین جو اس کوچہ سے تابلہ ہے۔ مدتِ العمر میں کتبِ محبوبہ سے جو اس خاکسار نے جمع کیا ہے اور اس کے علاوہ جانبا عشاقِ شیدا کا رنگین دل تزیین دینے والا کلام بھی شامل کیا ہے۔ یہ سب کچھ چند احباب کے اصرار اور بے حد مجبور کرنے پر بغرض یادگار گلدستہ کی شکل میں طبع کرا کر پیش کرتا ہوں۔“ (۸۹)

اس مختصر تمہید کے بعد عام میلاد ناموں کی طرح اندازِ تحریر اپنایا ہے اور پھر روایات در روایات کو قدم قدم پر بیان کیا ہے۔ ان روایات کے ماتھ کا کوئی حوالہ نہیں دیا، اور تمام روایات بغیر کسی سند کے درج کی گئی ہیں۔ زبان و اسلوب ساوہ اور عام فہم ہے۔

منشی محمد احسن خن بہاری (م ۱۳۵۵ھ)

منشی محمد احسن خن بہاری کا میلاد نامہ بعنوان ”ظہورِ قدسی“ یکم صفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۲۱ء میں مطبعِ ”حیدری“ ولی اللہ لین، کلکتہ سے شائع ہوا۔ اس میں قصینِ اولیٰ کی انجمنِ آرائی، ”صفِ ماضیہ کی حق نوائی“ تہجِ جاہلیہ کی کج ادائی، عیدِ سعید کی رحمتی، ”سیرت و عشرت کی دلربائی اور تبلیغِ طبع کی فرمانروائی وغیرہ کے عنوانات کے تحت دل پذیر انداز میں بیان میلاد ہے۔ اس میلاد نامے کا زیادہ حصہ نثر میں ہے کہیں کہیں خن بہاری کے اپنے اشعار بھی قصا سازی اور حسن و تاثیر میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔

نبی کریمؐ کی آمد کی بشارات تمام الہامی صحائف میں موجود ہیں۔ صحف ماضیہ کے عنوان سے ان بشارات کا بڑے اختصار اور جامعیت سے مصنف نے ذکر کیا ہے، عبارت ملاحظہ ہو:

”علماء جاہل میں صحف اولیٰ کی ترمیم و تنسیخ کا ایسا زیروست مادہ پایا جاتا ہے کہ معاندانہ تحریف سے احمد کی جگہ پارا قلیسوس کو کمفارٹر لکھ دینا کوئی عیب نہ تھا، ہنر تھا تاہم آج بھی تورات کے صحیفوں اور انجیل کے خطوں میں حضور انورؐ کی تشریف آوری کی بشاراتیں محبت بھرے الفاظ میں پائی جاتی ہیں۔ تورات کے پارہ غزل الغزلات میں حلیہ شریف کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ”میرا محبوب سراپا عشق انگیز (محمدؐ) ہے اسے پرہیزگار کی بیٹی، یہی میرا پیارا بی بی میرا جانی ہے۔“ انجیل کے پارہ یوحنا میں ہے کہ ”جب یوحنا سے پوچھا گیا کیا تو ایلیاہ ہے کہا نہیں پھر پوچھا کیا تو وہ نبی (محمدؐ) ہے، کہا نہیں۔“ اسی پارہ میں حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں۔ ”اب میں تم سے زیادہ باتیں نہ کروں گا کیونکہ سرور عالم (پرنس آف دس ورلڈ) تشریف لانے والے ہیں۔“ آگے چل کر فرماتے ہیں۔ ”وہ شفیع الودائی (کمفارٹر) جو روح القدس ہیں (سپرٹ آف ٹریٹھ) میری شہادت دیں گے“ اور یوں بھی فرماتے ہیں۔ ”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ مرا جانا تمہارے حق میں قائمہ مند ہے کیونکہ جب تک میں نہ جاؤں گا تب تک وہ نہیں آئیں گے۔ میں جاتے ہی ان کو بھیج دوں گا۔“ اور اس طرح بھی فرمایا ہے۔ ”میں خدا سے عرض کروں گا تو وہ تمہیں ایسا شفیع الاعظم بھیج دے گا جو ابد تک تمہارے ساتھ رہیں گے۔“ (۹۰)

ظہور قدسی ایک ایسا میلاد نامہ ہے جس میں شوکت الفاظ اور زور بیاں کے اوصاف موجود ہیں۔ دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمانی رشتہ درحقیقت والمانہ حقیقت و محبت کا رشتہ ہے جس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں۔ میلاد نگاروں نے اسی جذبہ کی کارفرمائی کے تحت اپنی تحریروں کے ذریعہ سے گھمے رنگا رنگ اس ذات ستودہ صفات کے حضور پیش کرنے کے لئے سعی تبلیغ کی ہے، دراصل جو حب نبویؐ کی دولت سے سرفراز ہوا، وہی کامیاب ہوا اور حقیقت میں یہ ایسی سردی دولت ہے جو دونوں جہانوں کی نعمتوں سے مستغنی کر دیتی ہے۔ خن بھاری نے عید سعید کے عنوان کے تحت آپؐ کی دنیا میں تشریف آوری کو اپنے مخصوص اسلوب میں جذب دروں سے سرشار ہو کر بیان کیا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

”جب اتفاق اپنے عز و ناموس کو کھو کر اسیر ہو گیا، جب انسان کی اشریتِ بندہ سے بدل چکی اور دنیا اپنی روحانیت کو مٹا کر ظلمات کے گیسوئے شب گوں میں بھنس کر حرم محترم کو صہم خانہ بنا چکی۔ کفر کی تاریکی اور الملوکی آوازی نے مل جل کر نظام عالم کے ہر شعبے سوشل، مارل، پالیٹیکل کو تر بھر کر کے اپنے دل کا حوصلہ نکال چکی، تب رب العالمین کی رحمت رحمتہ للعالمین کے پردے میں امدی اور وہی نور علی

نور جو صبح ازل میں جلوہ قلن ہوا تھا اور جس مر عرفان کی شہادت پر کتب ماضیہ حلق
 اٹھا چکی ہیں، سلسلہ بسلسلہ حضرت آدمؑ و نوحؑ حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ کے
 حلب منور میں نزول اجمال فرماتا ہوا، عرب کے قبیلہ قریش میں حضرت عبداللہ بن
 عبدالمطلب کی وساطت سے بمقام مکہ مکرمہ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۰ء صبح صادق کو حضرت
 بی بی آمنہؑ کی آغوش مطہر میں طلوع ہوا۔ ظہور قدسی کے بعد رساؑ سات روز تک
 حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ محترمہ کی آغوش محبت میں جلوہ فرما رہے پھر
 عقیقہ ہوا اور نام پاک محمدؐ رکھا گیا۔ اس کے بعد اقریاء کی دعوتیں ہوئیں جس سے بڑی
 چہل پہل رہی اگرچہ یہ درمکون ولادت پاستے ہی یتیم ہوا مگر حق تو یہ ہے کہ اس گوہر
 یکسا کی قدر و قیمت دونوں عالم سے بلند و بالا تھی مزید برآں چھٹے سال آپ کی والدہ بھی
 رحلت کر گئیں جس سے دہری یتیمی کا سامنا ہوا تاہم کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسا یتیم
 مادر و پدر رب العالمین کا محبوب نبی رحمتہ للعالمین ہو گا۔“ (۹۱)

خُنِ بَمَارِی کے میلادِ اشعار میں اسلوب بیان کی ندرت اور مضامین کی صداقت اپنے مخصوص حسن
 و انداز میں ہر جگہ جلوہ گر ہے۔ ان کے اشعار کی ایک اور خصوصیت زبان کی سلاست، روانی اور بے
 ساختگی ہے۔ بیان ولادت کے اشعار میں لفظوں میں فصاحت، توکبوں میں کھاوٹ اور بیان میں طلاوت و
 لطافت ہے:

مطر رہے تم تو اس بلخ میں بھی
 جہاں بچوں پر پتے جوڑے گئے تھے
 تمہیں حلب ابراہیمی میں تھے پنہاں
 جو آتش کدہ کو گلستاں بنائے
 تمہارا نسب ایسا بالا ترین تھا
 ہوئے کتنے اعلیٰ نسب جس پہ صدقے
 تمہاری ولادت سے چمکی زین تھی
 تمہاری چمکی سے آفاق چمکے
 اسی نور کی روشنی میں ہیں ہم بھی
 کہ جس کی بدولت ملے سیدھے رستے
 (۹۲)

زبان و بیان میں ایسی وارفتگی، چٹائی اور والہانہ پن سے ظاہر ہوتا ہے جیسے میلاد نگار نے میلاد نامہ میں
 سب کچھ خون جگر کی آمیزش سے لکھا ہے۔

سید دیدار علی شاہ (م ۱۹۳۵ء)

سید دیدار علی شاہ محدث الوریؒ نے ابتدائی دینی علوم حاصل کرنے کے بعد دہلی میں مولانا کرامت اللہ سے درس نظامی کا کچھ حصہ پڑھا۔ مولانا عبدالولی رامپوریؒ، مولانا ارشاد حسین نقشبندیؒ اور مولانا احمد علی محدث سہانپوریؒ سے دورہ حدیث پڑھا۔ ان دنوں آپ کے ہم سبق مولانا وصی احمد سورتی اور حضرت جبریل علی شاہ گونڈویؒ تھے۔ حضرت فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلوک کی منزلیں طے کیں۔ لاہور کی درسگاہ مدرسہ نعمانیہ میں ۱۹۱۷ء تک رہے پھر آگرہ چلے گئے، جہاں وہ جامع مسجد کے خطیب اعظم قرار پائے۔ ۱۹۳۲ء میں وہاں سے جامع مسجد وزیر خاں لاہور کے خطیب بن کر چلے آئے۔ ان دنوں مسجد وزیر خاں لاہور کی علمی و دینی سرگرمیوں کا مرکز تھی وہ یہاں علمی و دینی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۳۵ء میں انتقال ہوا اور دارالعلوم حزب الاحناف اندرون دہلی دروازہ میں مدفون ہوئے۔

ان کی علمی یادگاروں میں رسول الکلام فی بیان الملووہ والقیام، میلاد کے مباحث پر مبنی کتاب۔ میلاد النبیؐ پر بلوغ المرام کے نام سے انہوں نے میلاد نامہ لکھا۔ جب اسے مولانا احمد رضا خان بریلویؒ نے سنانے پڑھا گیا تو وہ سنتے سنتے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرط انجسام میں جھوٹے لگے۔ (۹۳) اس میلاد نامے میں مستند اور ثقہ روایات کو بیان کیا گیا ہے اس کے مندرجات دیگر میلاد ناموں کی طرح سے ہیں۔ اس کا انداز نگارش علمی شان و وجاہت کا حامل ہے۔ اس میں حب رسولؐ کے تذکار کے تاثر کو خلوص کی شدت نے اور زیادہ ابھار دیا ہے۔

مرزا محمد ہادی عزیز لکھنؤی (م ۱۹۳۵ء)

مرزا محمد ہادی نام، عزیز شخص ۵۔ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۲ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کے جد امجد مرزا محمد جعفر شیراز کشمیر آئے اور پھر شہان اودھ کے دور حکومت میں لکھنؤ منتقل ہو گئے۔ ان کے والد مرزا محمد علی اپنے زمانے میں فضل و کمال کے لحاظ سے بلند پایہ رکھتے تھے۔ عزیز نے اپنے خاندان کی اس روایت کو قائم رکھتے ہوئے تحصیل علم میں بڑے ذوق و شوق کا ثبوت دیا۔ عزیز کو شاعری سے قطری لگاؤ تھا۔ صفی لکھنؤی سے اصلاح خن لی۔ پھر رفتہ رفتہ کثرت مشق سے بہت جلد خود بھی استادی کا درجہ حاصل کر لیا۔ عزیز کا ۱۹۳۵ء میں لکھنؤ میں انتقال ہوا۔

ان کے فقیدہ قصائد "بہار ربیع در جوش موسم اردو و برسنے از حالات ولادت انسان کامل عین الحدیث خلیفۃ المصطفیٰ مرآت الصفا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" میں حضورؐ کی ولادت کا بیان ہے اور معراجیہ مذاق تغزل و نعت ہادی سبل حضرت ختم الرسلؐ میں معراج کا بیان تغزل کے رنگ میں ہے۔ قصیدہ بہار ربیع میں بہاریہ تشبیب کے بعد بیان میلاد النبیؐ ہے :

نوید آدم و حوا کو دے کوئی جا کر
کہ وجہ خلقت دنیا کا اب ہوا اہمار

وہ گل کھلایا ہے فطرت کے موقلم نے آج
کہ گر گئے ہیں نگاہوں سے سارے نقش و نگار
نچک رہی ہے اشادوں سے داروئے مستی
ہزار جام و صراحی تری نگہ پہ نثار
(۹۳)

عزیز نے قصیدہ معراجیہ میں تعزول اور مکالمے کے انداز میں معراج کے بیان کو دل آویز بنا کر پیش کیا ہے :

میں نے یہ کہا ہاتھ سرودش تھا کس کا
فرمایا نہ پوچھ اس کو وہ تھی اور ہی ایک بات
کس نے لیا تھا بوسہ پا ہائے مبارک
یہ تو مجھے بتائیے اے قبلہ حاجات
فرمایا وہ تھی عرش الہی کی جہارت
مانع ہوئی مجھ کو روش حسن مراعات
میں نے کہا ”فرمائیے“ خلوت میں ہوا کیا؟“
فرمایا یہ ہیں راز نہ کر ایسے سوالات
(۹۵)

اس کے بعد شاعر حضور کے اوصاف مبارکہ کو اس طرح بیان کرتا ہے :

تو شارح آیات کتب تقدیس
خلوت کدہ حسن کی ہراز تری ذات
کس منہ سے کہوں کیفیت لذت تقریر
واللہ کہ میں وحی سمجھتا ہوں تری بات
زلفوں سے تری چھیں بہ جبیں کا ہے اشارہ
ہو معجزہ شمع قمر آئی ہے اب رات
کہتے ہیں اس واسطے تجھ کو ابوالارواح
تھا نور تیرا مظہر ارضین و سموات
(۹۶)

عزیز کی زبان لکھنؤ کی عکسالی زبان ہے۔ اشعار میں سلاست و صفائی کے علاوہ لکھنؤی تہذیب کی
ستانت اور شائستگی کا جو ہر بھی موجود ہے۔

علامہ راشد الخیری (۱۸۷۰ء - ۱۹۳۶ء)

راشد الخیری "مصور غم" کے لقب سے مشہور ہیں۔ وہ فطری طور پر حزن و ملال کے دلدادہ تھے۔ ان کی توجہ زیادہ تر عورتوں کی تعلیم و ترقی، اور ان کے مسائل و مصائب حیات پر مبذول رہی۔ وہ اردو کے ان چند خوش قسمت مصنفوں میں سے تھے کہ جن کی کتابیں زیادہ تعداد میں ہونے کے باوجود قبول عام کی سند حاصل کر چکی ہیں۔ بار بار چھپتی ہیں اور فروخت ہو جاتی ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد تیس سے کم نہیں۔

راشد الخیری کا میلاد نامہ "آمنہ کا لال" طرز نگارش کے لحاظ سے نہایت جدید اور اصلاحی ہے۔ اسے زنانہ مجالس میلاد میں پڑھنے کے لئے مرتب کیا گیا ہے۔ اس امر کی نشاندہی کتاب کی ابتداء میں کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولود شریف کی سینکڑوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور ہر ری ہیں مگر میری رائے میں مسلمان لڑکیوں کے واسطے ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو رطب و یابس سے بالکل پاک ہو اور نہ صرف ان ہی کو مطمئن کر سکے بلکہ وہ اپنی مجلسوں میں غیر مسلموں کے سامنے بھی اپنے رسولؐ کو پیش کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام کتاب میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جس کے یقین میں قیاس تامل کر سکے اور یہی حقیقت بھی ہے۔ استعارہ اور تشبیہ مصنف کا جائز حق ہے۔ اس کو مبالغہ سمجھنا غلطی ہوگی۔" (۹۷)

در اصل میلاد ناموں کا مقصد اصلاح دین، اصلاح معاشرہ اور اصلاح کردار ہے۔ ان میلاد ناموں کی وجہ سے عوام میں سیرت النبیؐ عام فہم روایات کے ذریعہ ہمیشہ بھیجی رہی ہے۔ اور مسلمان میلاد و سیرت نگاروں نے نبی کریمؐ سے متعلق کوئی پہلو نقشہ نہیں چھوڑا۔ نبی کریمؐ کی شکل و شہادت، حسن و جمال، خصائص و کمالات، رفتار و گفتار، اخلاق و کردار، عدل و انصاف، جود و سخا، زہد و عبادت، صبر و قناعت، عزم و استقلال، خوی و درگزر، حسن خلق، حسن سلوک، سادگی و بے تکلفی، لطافت طبع، غرضیکہ ہر ادا اور ہر وصف کو قلمبند کیا ہے اور انہی خصائص حسنہ کو میلاد ناموں میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے محفل میلاد سے تبلیغی و اصلاحی مقاصد حاصل ہوتے رہے ہیں۔

"آمنہ کا لال" لکھنے کا بڑا مقصد یہ تھا کہ مسلمان خواتین کو میلاد النبیؐ کے بارے میں صحیح معلومات میر آسکیں۔ اس لحاظ سے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب رطب و یابس سے پاک ہے اور اس میں واقعات و روایات کے بیان میں مبالغہ آمیزی سے کام نہیں لیا گیا۔ تشبیہات و استعارات کے استعمال میں اسے اپنا جائز حق سمجھتے ہوئے مصنف نے اعتدال کو ملحوظ نہیں رکھا۔ خیال آرائی اور اسلوب کی رنگینی نے ان کی نثر میں شاعرانہ لطافت پیدا کر دی ہے۔ نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے بارے میں یوں بیان کیا گیا ہے:

"دنیا خواب غفلت میں پڑی سو رہی تھی اور علم نہ تھا کہ اس مینے کا چاند اپنے ساتھ

کیا لاتا ہے۔ رات کے تارے اور دن کا آفتاب کائنات کو کیا پیام دے رہے ہیں اور آسمان و زمین ایک ایسے بچے کی پیدائش کا تقارن بنا رہے ہیں جو عرب کے ساتھ تمام دنیا کی کاپیٹ دے گا۔ چھٹی صدی عیسوی نے اپنی ستر منہیں ملے کر لی تھیں۔

۵۷ء کا موسم بہار شروع ہو چکا تھا۔ ربیع الاول کی آٹھویں اور اپریل کی چودھویں رات سرزمین عرب پر چھائی ہوئی تھی کہ عبدالمطلب کے کانوں میں سو کے درد زہ کی خبر پہنچی اور آنا "فانا" گھر اور اس کی چار دیواری عورتوں سے بھر گئی۔ چلنے والے قدم آنے والی بیبیوں اور توجہ ہونے والی عورتوں کو کیا معلوم کہ ان کے دل کس بچہ کا استقبال کر رہے ہیں۔ یہ بچہ جو باپ کی شفقت سے محروم ہو چکا قدرت کی محبوب ترین مخلوق ہو گا اور ہم اس پر سوچنا سے قریان ہوں گے۔" (۹۸)

"تمہ کا لال" پہلی بار ۶۳۰ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ اس کی ضخامت ۱۵۳ صفحات ہے اور اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس میں نبی کریمؐ کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی دعا سے ابتدا کر کے عرب کی حالت، آپؐ کی ولادت، خاندان، شیر خواہی، دانی حلیمہؓ کے ہاں پرورش، والدہ اور دوا جان کی رحلت، ابو طالب کی کفالت، لڑکپن، جوانی، سفر شام، حضرت خدیجہؓ سے شادی، غار حرا میں عبادت، پہلی وحی کا نزول، ورقہ بن نوفل کی بشارت نبوت، بی بی خدیجہؓ اور ابو طالب کا انتقال، مدینہ میں اشاعت اسلام، مدنی زندگی، یروشلم کے یہودیوں کا آپؐ کی نبوت کا اعتراف، آپؐ کے متعدد نکاح اور غیر مسلموں کے اعتراضات کا جواب، اسلام کا عورتوں کے حقوق کی حمایت کا اعلان، جیسے موضوعات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے ذکر ولادت سے متعلق سیرت مقدسہ کے احوال کو بیان کیا گیا ہے۔ معراج اور لڑائیوں کے حالات چھوڑ دیئے ہیں۔

راشد الخیری نے میلاد ناموں کے مرتبین کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے کہ وہ جوش عقیدت میں اعتدال سے تجاوز کر جاتے ہیں جس کی بناء پر غیر مسلم ناقدین ان میلاد ناموں پر تنقید کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"حضور اکرمؐ کے خلاف مغرب نے جو زہر اگلا، اس کا بڑا حصہ مولود شریف کی کتابوں اور مولود خوان حضرات کی عنایت کا ممنون ہے اور ولیم میور کی تصنیف "لائف آف محمدؐ" ایسا آئینہ ہے جس میں ہر مسلمان اپنا چہرہ آسانی سے دیکھ سکتا ہے۔" (۹۹)

راشد الخیری نے اپنی ساری مصنیفی عمر عورت کی مظلومیت کا رونا روتے اور حقوق نسواں کے لئے جہاد کرتے گزاری ہے۔ ان کا یہ مخصوص رنگ میلاد نامے میں بھی واضح طور پر جھلکتا ہے۔ نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت سے پہلے عرب کی حالت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عورت! ہائے عورت!! کیا مٹی پلید ہے کہ خدا دشمن کی بھی نہ کرے۔ لونڈی ہے، جانور ہے، ذلیل ہے، حقیر ہے، کبھی عزت، کہاں کی وقعت، کس کا ترکہ، کدھر کا

درشہ؟ مشورہ نہ صلاح، نکاح نہ بیاہ۔ مار بیٹ جائز اور ظلم و ستم مباح۔ یعقوب و یوسف کی بے والی زمین پر جہاں غلوں و صداقت کے پھول منک چکے تھے، اب مکرو و عا کی سرس جاری ہیں اور جبر و دیا کے کانٹوں سے انسانیت کا گلشن ایسا پنا پڑا ہے کہ پاؤں صبا بھی قدم دھرتی کاٹتی ہے۔ ایمان کے ٹکڑے گل ہوئے، انصاف کی ہوائیں ختم ہوئیں اور مظلوم عورت کی رگ رگ سے مرہ کے ستم کی قریا دیں بلند ہونے لگیں۔ معصوم بچیاں، جتنی جاگی اور ہنستی بولتی، زمین کا پیوند ہو رہی ہیں اور کوئی اتنا نہیں کہ ان زندہ رگوں کی خوں ریزی پر اف بھی کر سکے۔ اندھے کنوئیں اور گہرے گڑھے ان بد نصیب بچیوں کی زندہ ہڈیاں گود میں لئے ان کی ٹیکسی و لاچاری کا مرہیہ پڑھ رہے ہیں۔ جوان عورتیں جن کی عصمت کوئی وقعت نہیں رکھتی، بے پناہ ہیں۔ بڑھیاں نوکروں اور ملاؤں کی خدمت انجام دے رہی ہیں اور اس سرے سے اس سرے تک تمام عربستان مصائب کی پوٹ اور آفات کا میدان بنا ہوا ہے۔“ (۱۰۰)

علامہ موصوف نے اپنی شاعرانہ نثر میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے بیان میں ایسا انداز اختیار کیا ہے جیسے وہ آپؐ کے سامنے عرض حال کر رہے ہوں، ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

”آمنہ کے لال! تیری پیدائش ایک نعمت ہے جو خدا ہم کو عطا فرما رہا ہے، تیرا مبارک وجود جس نے کارخانہ حیات کو زیر و زبر کر دیا تیری مقدس ہستی جس نے دنیا کی تاریکی میں تھمکے چھا دیا۔ قدرتی انعام تھا۔ عبد اللہ کے یتیم تو انسانیت کا سر تاج تھا جو ہم کو آدمیت کے معنی بتا گیا۔ تیری زندگی جس نے عدل نوشیرواں کو شکست دی اور عرب کی سنگلاخ زمین پر خلق و مروت کے دریا بہائے عطیہ خداوندی تھا۔ دنیا کو روشن کر دینے والے چاند! شیر و بکری کو ایک گھاٹ پانی پلا دینے والے بادشاہ! بڑھیا بھکارن کی صدا پر بلیک کہنے والے آقا! یتیم کے زخموں پر مرہم رکھنے والے طبیب! بیوہ کے داغوں کو پھول بنا دینے والے باغیاں تو نے دکھایا اور ہم نے دیکھا کہ کس طرح ایک انسان بغیر کسی فوج اور لشکر کے لا تعداد دلوں پر حکومت کر سکتا ہے۔ عرب کی جماعت کو مٹا دینے والے نور! عالم کے اندھیرے کو روشن کر دینے والے چراغ! بچوں کو دھانے اور شرک کو مٹانے والے رسول! تو نے سنایا اور ہم نے سنا، تو نے زبان سے فرمایا اور ہم نے آنکھ سے دیکھا کہ ایک تن واحد کی صداقت گروہ اور جماعت ملک اور عالم کے مقابلہ میں کیونکر کامیاب ہو سکتی ہے۔ تیرے کرم نے اندھے کی آنکھوں میں لہریں لیں۔ تیرے رحم نے لاپنج کے دل میں رحم پیدا کیا۔ تیرے خلق نے جانی دشمن کی عداوت ختم کی اور تیری حمایت نے غیر کو عزیز بنا دیا۔

رسالت کے لازوال چمنستان میں خالق حقیقی نے نبوت کا تاج تیرے سر پر رکھا اور دنیا کی محدود آبادی میں دشمن تیری صداقت پر اور اغیار تیری امانت پر قربان

ہوئے صداقت کے مجسم پتیلے! ایثار کے کامل انسان، تو نے دنیا کے ہر گوشے کو اپنی روشنی سے جگمگایا۔ آمنہ کے لال اور عبداللہ کے بیٹیم تو نے عالم میں اپنی انسانیت کا ڈنکا بجا دیا۔" (۱۰۱)

اس مندرجہ بالا اقتباس کی فصاحت و بلاغت اور معنی آفرینی میں کوئی شک نہیں ہے کہ علامہ موصوف نے اپنی حقیقت کے پھول پھلاور کئے ہیں لیکن نبی کریمؐ کو مخاطب کرنے کے سلسلہ میں "تو" اور "تیرے" کی عوامی علامات ذوق سلیم پر بار گذرتی ہیں۔ اور یہ انداز بہت عجیب سا معلوم ہوتا ہے۔ آخر میں مناجات کے طور پر استدعا و طلبی کے لئے دوسوز اور پرتاثر عبارت لکھی ہے۔ اس کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"فقور الرحیم! تنگنار بندے نادم و شرم سار تیرے حضور میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہماری زبانیں گندی ہماری آنکھیں اندھی۔ ہمارے دل کھوٹے۔ ہمارے منہ چھوٹے تیری ذات رافع۔ تیری شان اعلیٰ۔ تیرا کلام کرم۔ تیرا شیوہ رحم! دکھا اپنی قدرت کے کرشمے اور قبول کر ہماری دعا۔ ظاہر کر اپنی شان کریمی اور سن ہماری التجا۔

رب العالمین! دل کو بہت دے، جسم کو طاقت دے، دعا کو اثر دے، التجا کو قبولیت، بچوں کو زندگی، عزیزوں کو خیر، رزق میں برکت، حوصلہ میں جرات، قلب کو اطمینان، مشکل کو آسان، مقاصد کی تکمیل، آفات کی تسہیل، مرنے والوں کی مغفرت، بیماروں کی صحت، خیر سب کی خیر، دوست ہوں یا دشمن، اپنے ہوں یا غیر، معصوم بچے گمراہ گمراہ کر تو تلی زبان میں تتلا تتلا کر تیرے دربار میں حاضر ہوئے ہیں۔ تیری سرکار میں جتنی ہیں۔ صدق اس بچے کا جو آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہوا، حقیل اس کا جس نے حلیمہ کا دودھ پیا، اور واسطہ اس کا جو مطلب کی گود میں کھیلا۔ ان بچوں کی فریاد سن، ان کی دعا قبول کر، ان کی عمروں میں ترقی دے۔ مقدر میں اقبال دے۔ دولت سے خوشحال کر۔ علم سے مالامال کر۔ نافرمان لونڈیاں بھد ادب ہاتھ جوڑے سر جھکائے اپنی آرزوئیں لے کر اپنی مرادوں کے ساتھ اس لئے کہ یہ مجلس میلاد اس کی ہے جس کی تو نے سنی، ذکر اس کا ہے جو تیرا محبوب تھا۔ مولا کریم! ان کے ساگ قائم رکھ۔ تندرستی دے ان کے شوہروں کو۔ عمر دے ان کے بچوں کو۔ برکت دے رزق میں۔ سلوک دے میاں بیوی میں۔ محبت دے بہن بھائی میں۔ صحت بیماروں کو، رہائی دے گرفتاروں کو، توفیق دے عبادت کی، شوق دے علم کا، پورے کر ایمان۔ عطا کر ایمان۔" (۱۰۲)

علامہ راشد الخیری نے نبی کریمؐ کے نکاح کا ایک علیحدہ باب قائم کیا ہے اور اس میں غیر مسلم مبلغین جو مسلمان عورتوں کو بیکاتے ہیں اور نبی کریمؐ کی ازواج مطہرات کا ذکر کر کے بدظن کرتے ہیں۔ ان امور پر فاضل مصنف نے خاص طور پر روشنی ڈالی ہے اور ان کی وجہ و دلشیں چیرا یہ میں بیان کی ہیں۔ ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کی عمر حضور سے دینی نہیں تو دیوڑھی تھی۔ اس کے علاوہ آپ نے شباب کا زمانہ

ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ کے ساتھ گزارا اور ان کی حیات طیبہ میں کوئی دوسری شادی نہ کی۔
سوائے حضرت عائشہ کے اور کوئی بھی دوشیزہ نہ تھیں۔ اس قسم کے ذہنی دلائل کے ساتھ موصوف نے
مسلمان عورتوں کے اذہان سے ایک اہم اشیاء کو دور کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔
ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے اس میلاد نامہ کو سرسید اور حالی کے موالید کے سلسلہ کی توسیع قرار دیتے ہوئے
لکھا ہے:

”سرسید احمد خاں اور حالی نے مولود ناموں کو وقت کی اہم ضرورت سمجھا تاکہ
میلاد کی مجلسوں کے لئے ایسی مختصر کتابیں لکھی جائیں جن میں ثابت شدہ روایات
ہوں اور موضوعی روایات و احادیث سے واسن بچایا جائے۔ سرسید کی ”جلاء القلوب
یذكر المحبوب“ اور حالی کے ”مولود شریف“ سے اس سلسلہ کا آغاز ہوتا ہے بعد میں
اسی نمونہ پر مولانا راشد الخیری نے ”آمنہ کا لال“ اور سیماں اکبر آبادی نے ”زمانہ
میلاد“ لکھا۔“ (۱۳۳)

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کی یہ رائے درست ہے کہ ”آمنہ کا لال“ میں راشد الخیری نے وضعی روایات سے
اجرا کیا ہے اور ایک نئی وضع اور نئے رجحان کا حامل مولود نامہ لکھا ہے لیکن زبان و بیان کے اعتبار سے
راشد الخیری کے اسلوب میں رعیتی خیال ہے جبکہ سرسید و حالی کے مولود ناموں کی زبان بہت سادہ ہے۔
تاہم طرز اعتبار کے لطف اور احساس و جذبہ کی شدت و تاثیر میں ہی اس کے حسن و دل آویزی کا راز مضمر
ہے۔ اور بقول ڈاکٹر انور محمود خاں ”یہ کتاب کتب مولود کی مجلس میں صدر نشیں بننے کی مستحق
ہے۔“ (۱۳۴)

علامہ راشد الخیری نے محافل میلاد اور میلادی روایات کی اصلاح کے سلسلہ میں ۱۹۲۳ء سے ۱۹۳۹ء
تک مختلف مضامین لکھے جو مختلف جرائد میں بالعموم اور ”محنت“ میں بالخصوص چھپتے رہے۔ ان مضامین کا
”محسن حقیقی“ کے نام سے ایک علیحدہ کتابی صورت میں مرتب کیا گیا جو راشد الخیری کے انتقال کے بعد
۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔ (۱۳۵) ان مضامین میں بھی انہوں نے میلاد شریف کی معتبر کتب کی اشاعت کا
ضروری خیال کرتے ہوئے لکھا ہے:

”میں مسلمانوں سے درخواست کر رہا ہوں کہ وہ اگر ایک ایسا مولود شریف تیار
کر دیں جو مبالغہ سے پاک ہو تو وہ مذہب کی بہت بڑی خدمت انجام دیں مگر اب تک
کسی نے اس طرف توجہ نہ کی۔ اب میں خود کوشش کر رہا ہوں۔“ (۱۳۶)

محسن حقیقی کے مضامین سے ”آمنہ کا لال“ لکھنے کے سلسلہ میں راشد الخیری کے نظریات اور سماجی
عوامل و محرکات کی بھی پوری طرح وضاحت ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ”آمنہ کا لال“ ہر لحاظ سے ربط
و یابی سے پاک اور زمانہ محافل میلاد میں پڑھنے کے لئے موزوں ہے۔

محمد قمر الدین

محمد قمر الدین فرزند حاجی محمد یعقوب، مالک مطبع احمدی نے ”مولود شریف جدید“ مرتب کیا۔ اس کے

ہدائی اور اراق میں کچھ نئے موضوعات شامل ہیں مثلاً نبی کریمؐ کے اوصاف اور شائل و فضائل کا بیان قرآنی آیات اور ان کے تراجم کے ساتھ دیا گیا ہے۔ نبی کریمؐ سے محبت و عقیدت کی برکات اور دیگر امتوں پر امت محمدی کی فضیلت حقائق کو مد نظر رکھ کر بیان کی گئی ہے۔ ولادت مقدسہ اور ہجرت کے دوسرے بیانات ہیں دیگر عام میلاد ناموں کی سی کیفیت ہے۔ آخری آٹھ صفحات میں محفل میلاد کی حمایت میں علماء کے آراء دیئے گئے ہیں۔ اس کی ضخامت ۸۵ صفحات ہے اور یہ میلاد نامہ ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۰ء میں مطبع قیومی لاہور سے طبع ہوا۔ زبان و بیان سادہ اور عام فہم ہے۔

غلام محمد عباس (م ۱۹۳۹ء)

اصل نام عبداللہ تھا مگر غلام محمد عباس کے نام سے پکارے جاتے تھے اور اسی نام سے زیادہ مشہور ہوئے۔ پڑنے کے رئیس اور مشہور طبیب حکیم رعایت حسین کے صاحبزادے تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت والد کی سرپرستی میں باگی پور میں ہوئی۔ کچھ عرصہ پھولاری ضلع پڑنے میں بھی مقیم رہے۔ غلام محمد عباس نے مختصر سی مدت میں نظم و نثر لکھنے پر قدرت حاصل کر لی۔ ان کا زیادہ طبی لگاؤ اور رجحان مذہب سے تھا۔ انہیں اپنے دور میں شاعری اور علم و فضل کی وجہ سے بہت شہرت ملی۔

ان کا میلاد نامہ ”ذکر میلاد“ ۱۳۳۲ھ، ۱۹۱۳ء میں پہلی بار چھپا۔ اس کی ضخامت ۶۰ صفحات ہے۔ یہ نظم و نثر کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس میں حمد و نعت کے بعد محفل میلاد کی برکات، نبی کریمؐ کی ولادت، مسعود کا بیان، رضاعت، اور بیان معراج کے عنوانات ہیں۔ اس میں معراج کے واقعات کو نظم و نثر میں دلکش شرح اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ اس بیان معراج میں بھی زیادہ حصہ منظوم ہے۔ یہ میلاد نامہ ۱۳۳۳ھ کی محفل میلاد بسلسلہ معراج النبیؐ کے سلسلہ میں لکھا گیا تھا اسی مناسبت سے اس میں معراج کے واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اور اسی بیان معراج میں مصنف نے اپنی ساری صلاحیتیں صرف کی ہیں۔ واقعات کے بیان میں مبالغہ آمیزی سے کام نہیں لیا گیا۔ بلکہ معتبر اور مستند احکامات بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے معراجیہ اشعار میں اثر آفرینی، زور اور روانی، حسن بیان کی ندرت و جملہ کے ساتھ ہر جگہ جلوہ گر ہے۔ چند شعر درج ذیل ہیں:

جب مرکب شہ مسکن جبرئیلؑ میں پہنچا
اور پرتو حسن عرش کی قدیل میں پہنچا
اس اونچ پہ پہنچا جو نہ تخیل میں پہنچا
الہام خدا راہ کی تسہیل میں پہنچا

بس خاتمہ درجہ جبرئیلؑ بھی ہے

درفق کے لئے منزل تبدیل بھی ہے

کی عرض جبرئیلؑ نے چلنا محال ہے

آگے بڑھوں میاں سے یہ کس کی محال ہے

یہ اتمائے اوج براق خیال ہے
 آغاز باب بارگاہ لایزال ہے
 جان پر وہاں آئے اگر یال بحر اژدہا
 کب بڑھ سکوں جو عمر کے سبھی سال بحر اژدہا
 خادم کو جتنا اوج خدا سے عطا ہوا
 مولا اسی قدر حق خدمت ادا ہوا
 ہاں فخر پائے ہوس سے رتبہ سوا ہوا
 آغاز حجاب نور و ظلمات کا ہوا

پروے یہ ہیں صاف ہیں روشن کہ تار ہیں
 اس کی شرح میں چشم سہاں تار تار ہیں
 رفرف پہ پھر وہاں سے شہ بحر و بر چلا
 تھا تو شعاع نور مگر عجب خیرہ کر چلا
 ہر ہر قدم نگاہ کی حد پر وہ دھڑ چلا
 کروں سے آفتاب کی بھی تیز تر چلا
 شہ پہنچے وہاں تار نظر چلتے ہیں جس جا
 اور طائر اور اک کے پر چلتے ہیں جس جا

کسار نہیں، وادی ایمن یہ نہیں ہے
 ہوں زاغ و زغن جس میں نشین یہ نہیں ہے
 پانی ہو جگر درد سے، وہ بن یہ نہیں ہے
 اور آگ جہاں دھوئیں وہ کلھن یہ نہیں ہے

نظمیں جہاں پتے تم آئے ہو یہ عرش ہے
 یاں آنکھ بچھاتے ہیں ملک نور کا فرش ہے
 لامع خدا کا نور تھا سرور جدھر ہو گئے
 تھے پوئے گل بیان نسیم سحر گئے
 تھے قزو باصرہ کہ بکس نظر گئے
 تھے جسم نور مثل شعاع قمر گئے

خالق نے پکارا کہ محمد چلے آؤ
 میں طالب دیدار ہوں احمد چلے آؤ

(۱۰۷)

غلام محمد عباس نے واقعہ معراج کے نمایاں مضامین کو بیان کیا ہے۔ ان اشعار میں روحانی و دہلیہ موجد

ہے۔ اسی وجہ سے ان اشعار کو محافل میلاد میں روائی اور تیزی کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ تشبیہات و استعارات بھی سادہ اور عام فہم ہیں۔ موسیقی کا احساس پیدا کرنے کے لئے لفظوں کو سجا کر استعمال کیا گیا ہے۔ اور ہم قافیہ الفاظ کے استعمال سے ایک کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

شیخ محمد ابراہیم نقشبندی

شیخ محمد ابراہیم نقشبندی سیالکوٹ چھاؤنی کے رہنے والے تھے اور پیر سید جماعت علی شاہ (حلی پور سیدان) کے مرید تھے۔ ان کا میلاد نامہ ”خیر الملوک فی مولود الملوک“ شکر کے ۳۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں چند ایک منظومات بھی شامل ہیں۔

اس کے عنوانات درج ذیل ہیں:

حمود و نعت ”منقبت اصحاب کبار“ وصف حضرت ابو حنیفہ ”بیان نماز“ فضائل درود شریف ”فضیلت میلاد“ بیان کرامت صدیق اکبر ”معجزات رسالت“ کا بیان ”قصہ عاشق نبی اکرم عبدالرحیم“ بیان ”معراج آنحضرت“ آنحضرت کا زیارت مبارک ”معجزہ حضرت امام حسن“ امام حسین ”بیان آہو“ بیان حلقہ جنت ”بیان شہادت حضرت امام حسین“ بیان کرامت پیر و نگیر عبدالقادر جیلانی ”بیان کرامت خواجہ مصعب الدین اجمیری“ قصہ حضرت بلال ”حضرت اولیس قرنی“ بیان شراب خوروں کا ”بیان خوف خدا سے رونے والوں کا ”بیان نافرمان نورتوں کا ”بیان وفات سرور کائنات“ بیان گنہگار امت ”بیان قیامت کے دن کھڑا ہونا“ جہنم کا اور بیان جنتی اور دوزخیوں کا۔

مصنف نے چند روایات کے بیان میں احتیاط سے کام نہیں لیا۔ مثلاً بیان معراج میں ایک ایسی روایت بیان کی ہے جو مستند کتابوں میں نظر نہیں آتی۔ اقتباس ملاحظہ ہو:

”۳۔ جبرئیل آج حق تعالیٰ نے سرفراز کیا“ میری سواری کو براق بھیجا لیکن میں اس اندیشہ میں ہوں کہ قیامت کے دن میری امت تنگی بھونکی پیاسی گناہوں کے بوجھ گردن پر رکھے ہوئے قبروں سے باہر نکلیں گے اور پچاس برس کی راہ قیامت کے آگے رکھی گئی ہے اور تیس برس کی راہ پل صراط پر کھینچی ہے ”کیونکر طے کر کے منزل مقصود پر پہنچیں گے۔ جناب باری سے علم آیا“ حبیب میرے کچھ غم نہ کیجئے۔ جس طرح میں نے آج تمہارے لئے براق بھیجا ہے اسی طرح تمہاری امت کے واسطے ہر ایک کی قبر پر براق بھیجوں گا۔ سب کو براق پر سوار کر کے پل صراط سے پار آمار دوں گا۔ یہ کلام حق تعالیٰ سن کر براق پر سوار ہو کر مقام ابراہیم سے ایک لمحہ میں بیت المقدس پہنچے۔“ (۱۰۸)

اس میں میلاد کے علاوہ دیگر واقعات مجلسی تقاضوں کے تحت شامل کئے گئے ہیں۔ میلاد کے موضوعات و مضامین کم و بیش دیگر میلاد ناموں کی طرح یکساں نوعیت کے حامل ہیں۔ منظومات کے آہنگ میں تبلیغی جذبہ کا تاثر نمایاں ہے۔

سید عاجز رامپوری

سید خورشید علی خاں پورا نام 'عاجز' تھیں۔ ان کے والد سید مبارک علی خاں ریاست رامپور کے ایک فرد تھے۔ سید عاجز نے ایک حادثے سے متاثر ہو کر فقیری اختیار کر لی تھی۔ مولود خوانی میں حافظ احمد جان رامپوری کے شاگرد تھے۔ ان کے 'میلاد شریف' کا مخطوطہ ۱۷۰۰ اور اوراق پر مشتمل ہے، جو رضا لاہوری رامپور میں موجود ہے۔ اس میں ہر عنوان کے تحت اس کی تاریخ تالیف بھی مندرج ہے۔ ذکر میلاد (۳۶۱-۳۶۲ جنوری ۱۹۴۵ء)؛ ذکر وفات (۸۱- نومبر ۱۹۴۳ء) اور ذکر معراج (۱۵- نومبر ۱۹۴۳ء) کو لکھا گیا تھا۔ (۱۰۹) اس میں ذکر شعبانہ فاسدہ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ایک کرامت بھی بیان کی گئی ہے۔ یہ مخطوطہ مصنف کا اپنا تحریر کردہ ہے۔

قاضی قلندر علی

جامی مولوی قاضی ابوالفیض قلندر علی سروروی لاہور کے مشہور صاحب دل بزرگ اور عالم یا عمل تھے۔ ان کا مبسوط معراج نامہ "سیاح لامکاں" نثر کے ۲۸۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ اس میں درج ذیل عنوانات ہیں۔

سائنس اور 'معجزہ' معجزہ اور اس کی حقیقت، معجزات سید انس و جان، ترجمہ آیت معراج شریف، یلئے الاسراء میں مقام روانگی اور انتخاب سواری، تاریخ کعبہ مکرمہ، شامسوار عرب مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، تاریخ بیت المقدس یا مسجد اقصیٰ، عروج الی السماء یا سیر افلاک، لقائے حبیب، یلئے المعراج کے اعمال اور حقیقت صلوات، سیرجنت، محاسن جنم، مسئلہ معراج اور معتزمین، حکایات ثاویرہ اور نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے مثل فی الصفات ہونا۔

معراج نامہ "سیاح لامکاں" میں مصنف نے نبی کریمؐ کی سیر افلاک اور محبوب حقیقی سے ملاقات کے واقعات کو اجمالی طور پر پیش کرنے کے بعد ایک پورا باب نماز کی برکات، نماز کی اہمیت اور نماز کے فوائد کے بارے میں لکھا ہے۔ مسلمان کی ترقی کے تمام راز نماز میں مضمر ہیں۔ مسلمانوں کو مرکزیت نماز یا جماعت ادا کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لحاظ سے واقعہ معراج کی سب سے بڑی یادگار نماز ہے۔

جنت کی نعموں کے بیان سے ایک اقتباس بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

"نبی کریمؐ نے جنت کی نعموں کا ذکر فرمایا ہے کہ جنت میں پانی کی نہریں ہیں جو گھڑیاں نہیں۔ صوبہ کی نہریں ہیں جو بد مزہ نہیں ہوتی۔ شراب کی نہریں ہیں جس میں خرابی نہیں اور پینے والوں کے لئے لذت ہے اور شہد کی نہریں ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جنت کی نہریں ایک مشک کے پھاڑ سے نکلتی ہیں اور بغیر خندق کے بہتی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کوثر بھی جنت میں ایک نہر ہے جس کی گہرائی ستر ہزار فرسنگ ہے۔ اس کا پانی صوبہ سے

زیادہ سفید اور شد سے زیادہ شیریں ہے۔ اس کے دونوں کنارے موتی اور زبرجد اور یاقوت کے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یحییٰ اور یحییٰ فرات اور نیل سب جنت کی شیریں ہیں۔ ایک نر کو بیدخ اور ایک کو ریان فرمایا۔ نبیوں کے علاوہ سلیمان اور تسنیم چشموں کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے۔ (۱۰۰)

قاضی قلندر علی کے بیان معراج میں ایک ایسی جلالت اور چاشنی ہے جو دل کو گدگداتی ہے اور محسوس کراتی ہے کہ اس کا لکھنے والا کوئی صاحب دل بزرگ اور روحانیت کی منازل سے آشنا ہے۔ مصنف نبی کریمؐ کے معراج جسمانی کے قائل ہیں۔ انہوں نے اپنے اس نظریے کو ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کی مشہور آیت سبحان الذی کی نہایت دلکش تفسیر بیان کی ہے۔ اس معراج نامے میں انہوں نے دیگر معجزات کی بحث کے ضمن میں سائنس اور معجزات کے فرق کو بھی واضح کیا ہے۔ اس میں دو ابواب خانہ کعبہ اور بیت المقدس کی تاریخ کے بیان پر مشتمل ہیں جو دلچسپ ہونے کے علاوہ معلومات سے پر ہیں۔ غیر اقوام کے ابواب اور شعراء نے بھی معراج شریف کے متعلق اپنی استعداد کے مطابق طبع آزمائی کی ہے۔ ان کے بیانات سے بھی عقیدت مندی جھلکتی ہے۔ اس واقعہ کے بارے میں قاضی قلندر علی نے بھگت اور دلچسپ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اور ان کے ایک ایک لفظ سے والہانہ عقیدت چلتی ہے۔

نمال احمد علوی (م ۱۹۴۱ء)

نمال احمد علوی قصبہ کڑا ضلع الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ "الاحسان" کے مدیر رہے۔ ان کا منظوم میلاد نامہ بعنوان "نظم روح افزائی ذکر خیر الوری" مطبع انوار احمدی الہ آباد سے چھپا۔ نمال احمد علوی علامہ اقبالؒ کے ہم عصروں میں سے تھے۔ ان کے بیان میلاد و معراج میں سادگی، صفائی اور روانی کے علاوہ حقیقت محمدیؐ ان کی نظموں میں پیام نیت کی طرح بسی ہوئی ہے اور جان و دل کے ساتھ بچ مت ہے۔ اسوہ حسنہ کے محاسن اپنی بھرپور رعنائیوں کے ساتھ شاعر کے تخیل کو مسکور کئے ہوئے ہیں، اسی وجہ سے واقعات کے بیان میں بھی شعریت دہنے نہیں پاتی۔ بیان ولادت سے چند شعر درج ذیل ہیں:

میں سے فرشتوں نے آکر کہا
مبارک تھے عزت جاوداں
فلک تاز کرتا تھا اس پرست
کہ مجھ پر ہے یہ آفتاب جہاں
قرم بھی ہے مجھ میں ستارے بھی ہیں
ملائک بھی ہیں اور حور جہاں
ترا رجب ہے آج سب سے بلند

تو ہے تخت گاہ شہ دو جہاں
 اتر آئے سب آسمان کے فلک
 نہ باقی رہے عرش پر قدسیاں
 صدا دے رہے تھے نقیب فلک
 خراماں خراماں ادب سے دواں
 بھوم ملائکہ ہوا اس قدر
 کہ جس کا نہیں ہو سکا کچھ بیاں
 ہوا پھر ورود حبیب خدا
 جو ہیں غایت خلق کون و مکان
 ازل سے ہو صاحب ہیں لولاک کے
 جو رتبہ میں ہیں سرور سرورال
 کمال ان کی مسند جمال ان کا تاج
 براق ان کا مرکب مکان لا مکان
 وہ مختار کل احمد پاک نام
 وہ محبوب حق شافع عاصیاں
 خنی و کریم و رؤف و رحیم
 خلیق و حلیم اور شیریں زباں
 حمیدہ خصائل و جمیل اشہم
 وہ غفور امت پناہ جہاں
 ہر اک سو سے آتی یہی پھر صدا
 سلام علیک اے شہ دو جہاں
 سلام علیک اے رؤف رحیم
 سلام علیک اے شہ انس و جہاں

(۱۱)

نبی کریمؐ کی تشریف آوری کی برکات اور ثمرات کے بارے میں شاعر کا تعمیل ساری دنیا کا جائزہ لے کر
 حضورؐ کی مدح میں طرح طرح کے مضامین پیدا کرتا ہے۔ شاعر آپؐ کو باہمی عالم کے رنگ میں پیش کرتا ہے
 جس نے دنیا کو جہالت و گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر رشد و ہدایت کی راہ پر گامزن فرمایا۔ کلام شہ
 خلوص اور اثر آفرینی ہر جگہ موجود ہے:

ہوا مگر جب آفتاب جمال
 پڑا سرو بازار حسن بیاں

پرستش بتوں کی کرے کون پھر
 جمال خدا ہو جو سب پر عیاں
 نہ باقی رہا خمر میں اب شمار
 شراب محبت سے ہیں مست جاں
 کبھی ہو رہا ہے جہاد کبیر
 کبھی جنگ بپا ہے با دشمنان
 نہ باقی رہا اب وہ فسق و فجور
 ہیں خوف خدا سے سبھی خستہ جاں
 دروغ جہاں ہو گیا بے فروغ
 کہ ہے صدق کا معتقد اب جہاں
 عداوت سے سب کو عداوت ہوئی
 جو دشمن تھے وہ بھی ہوئے مریاں
 جمالت گئی معرفت سے بدل
 وہ سر نماں ہو گیا اب عیاں
 (۱۳۴)

جمال احمد علوی نے نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کے بیان میں ہر جگہ واقعیت کو قائم رکھا ہے، صحت روایات، ضخامت اور زبان کی سادگی و روانی کے اعتبار سے یہ مثنوی میلاد یہ منظومات میں گرانقدر تصنیف ہے۔

شیخ عبدالصمد صدیقی

اصل نام شیخ عبدالصمد، معروف نام محمد عبدالغنی، لقب نور اللہ شاہ، صدیقی انساب تھے۔ ان کے پدر گرامی شیخ احمد حسین لکھنوی مشہور عالم دین تھے۔ عبدالصمد قادری طریقت میں شاہ سلامت اللہ کے مرید تھے۔
 شیخ عبدالصمد نے مولود برزنجی کی شہرت و مقبولیت کو مد نظر رکھ کر اس کا سلیس ترجمہ کیا ہے۔ انہوں نے ایک دو سری وجہ بھی بیان کی ہے:

”مولود برزنجی میں بیان کردہ روایات اور حالات صحیح اور معتبر ہیں۔ جن سے

جمہور علمائے محققین و محدثین اور اہل سیر یا خبر ہیں۔“ (۱۳۳)

حرفی متن کے ساتھ اردو ترجمہ ۷۷ صفحات پر محیط ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ لیاقت میموریل

لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔

نمونہ کے طور پر مختصر عبارت درج ذیل ہے:

”فرشتے تجھے درود و سلام کے ہماری طرف سے اس درگاہ عالی جاہ میں پیش لے جائیں۔ جس کی ہیبت سے نوشیرواں کے محل کے ستون گر پڑے اور ان کی تعظیم کے واسطے درختوں، پتھروں اور جانوروں تک نے سجدہ تعظیمی کیا۔“ (۱۳)

عبدالرزاق ندوی

عبدالرزاق ندوی کا ”میلاد نامہ جدید“ صدیق بک ڈپو، کلکتہ سے پہلی بار ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ یہ میلاد نامہ ۱۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں درج ذیل عنوانات ہیں:

رسالت سے پیشتر دنیا کی حالت، اصحاب قبل کی بربادی، ولایت باسعادت، صغیر سنی، آمنہ خاتون کی وفات، عبدالملک کی وفات، سید دو جہاں، بکریاں چراتے ہیں، امین کا خطاب، ملک شام کو سفر، شادی خاتہ آبادی، کفر و شرک سے نفرت، غار حرا میں گوشہ نشینی، رسالت، ورقہ بن نوفل کی شہادت، ابوبکر صدیق کا قبول اسلام، اعلانیہ دعوت اسلام، رسول خدا اور مسلمانوں پر مصائب اور ان کی ثابت قدمی، حضرت حمزہ کا اسلام، اسلام عمر بن الخطابؓ، خانہ کعبہ میں نماز، ہجرت حبشہ، دربار نجاشی میں مسلمان، حضرت خدیجہ اور ابو طالب کی وفات، سفر طائف، مدینہ میں اسلام، اہل مدینہ کا مذہبی و جنگی بیان، آفتاب اسلام نصف النہار پر، مدینہ کی زندگی، مشرکوں سے لڑائیاں، جنگ بدر، جنگ احد، جنگ خندق، صلح حدیبیہ، کفر و شرک کا خاتمہ، جنگ حنین، یودیوں سے جنگ، حجۃ الوداع، وصال نبوی، اہمات المؤمنین اور اولاد نبوی۔

اس میلاد نامے میں نبی کریمؐ کے حالات و اوصاف اختصار مگر بڑی جامعیت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسول کریمؐ کی ذات والا صفات سرایا رحمت تھی اور آپؐ کا سب سے بڑا معجزہ حسن و اخلاق تھا۔ مصنف نے میلاد نامے میں صحت واقعات پر پوری توجہ دی ہے اور صرف تحقیق شدہ روایات کو بیان کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بارے میں ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

”نبی کریمؐ عبداللہ بن ارقم کے مکان میں رونق افروز تھے، حضرت عمرؓ وہاں پہنچے اور دروازہ پر دستک دی، صحابہؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ عمر یا شمشیر برہنہ کھڑے ہیں تو حواس پر آگندہ ہو گئے مگر اسد اللہ حضرت حمزہؓ نے فرمایا۔ خوف کی کیا بات ہے؟ اگر نیک نیتی سے آیا ہے تو سر آنکھوں پر، ورنہ اسی کی تلوار سے اس کی گردن قلم کردی جائے گی، پھر خدمت اقدس میں عرض کیا اگر حکم ہو تو دروازہ کھول دوں؟ چنانچہ عمر داخل ہوئے اور بولے ہی ان پر رسول خداؐ کی نظر پڑی، زور سے نکمیر فرمائی جس سے تمام مکان گونج اٹھا اور حضرت عمرؓ کا دل بل گیا۔ اور قدم بوسے کے ارادہ سے بے اختیار جبک پڑے لیکن آپؐ نے سینہ سے لگایا، اب کیا تھا، قلب، نور ایمان سے لبریز تھا!“ (۱۵)

اسلوب تحریر کے اعتبار سے مولانا اشرف علی تھانویؒ طرز استدلال، سلاست، روانی اور سادگی کو زیادہ پسند کرتے ہیں، ان خصوصیات کی بناء پر اثر پذیری کے عناصر ان کے اسلوب میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔
بیدم وارثی (م ۱۹۴۳ء)

بیدم شاہ وارثی، حضرت حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ وہ صوفی منش درویش انسان تھے اس لئے ان کے حال اور حال کی صدائیں ایک تھیں۔ دراصل طریقت نے ان کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔ وہ عشق مرشد میں چور اور حب رسولؐ میں غمخور رہتے تھے۔ انہیں اپنے کھانے پینے، لباس، راحت و آرام کی کوئی پروا نہ تھی۔ انہیں نبی کریمؐ سے والہانہ عقیدت تھی اور اسی وابستگی کا ثمرہ ان کے کلام میں کیف و اثر کی وجد آور کیفیت ہے۔ ان کا میلاد و نعت رسالتابؐ پر جی کلام مجالس سماع اور محافل میلاد میں فوق و شوق سے سنا جاتا ہے۔ ان کی درج ذیل نعتیں محافل میلاد میں بطور خاص بہت مقبول ہیں:

آئی حسین کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کھینچے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 (۵۸)

قلہ و کعبہ ایمان رسول عربی
 دو جہاں آپ پہ قربان رسول عربی
 (۵۹)

میرا دل اور مری جان مدینے والے
 تجھ پہ سو جان سے قربان مدینے والے
 (۶۰)

بیدم وارثی کی میلادِ و نعتِ شاعری کا وصف اس کا سوز و گداز ہے جو سننے والوں کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ اس میں زندگی کی ایسی تڑپ نظر آتی ہے جس کا جلوہ کہیں اور دکھائی نہیں دیتا۔ قبولِ عالم کے لحاظ وہ اردو کے دوسرے نظیر اکبر آبادی ہیں۔ انہوں نے میلادِ و نعتِ شاعری کو رسمی انداز سے قلمبند نہیں کیا بلکہ عجاز کے رنگ میں حقیقت کی ترجمانی کی ہے۔ میلاد کی کوئی محفل، درود و سلام کی کوئی مجلس اور سماع کی کوئی تقریب ان کے کلام کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔

مولوی غلام رسول (م ۱۹۴۳ء)

مولوی غلام رسول تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے مشہور عالم دین تھے۔ عربی اور فارسی میں ایٹمی علمی وجاہت کی بدولت عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ”تویر العیون“ کے نام سے میلاد و سیرت کے بیان پر مشتمل ان کی کتاب محافل میلاد میں اپنی جامعیت اور اختصار کی وجہ سے بہت مقبول ہوئی۔ دراصل

یہ کتاب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ”سرور المؤمنین“ کا سلیس اردو ترجمہ ہے۔
اس میں ایام ولادت نبی کریمؐ سے سرور عالم کے دنیائے فانی سے رحلت فرمانے تک آپؐ کے تمام حالات و واقعات، عادات و عبادات اور معاملات و معجزات کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے۔ اس کے عنوانات درج ذیل ہیں:

نسب پاک، تواریخ ولادت، ایام طفولت، شق صدر و سفر شام، بعثت، جنگ کفار، حجتہ الوداع، اخلاق و عادات، فصائل و شمائل، سفر کی عادات و مزاج، نبی کریمؐ کی انواع مطہرات، اولاد، حضورؐ کے چچا اور غلاموں کا بیان، حضرتؐ کی پاندیوں اور غلاموں کا بیان، حضرتؐ کے اسیطیوں کا بیان، حضورؐ کے کاتبوں کا بیان، حضورؐ کے ترکہ کا بیان، حضورؐ کے معجزات کا بیان، اور نبی کریمؐ کی رحلت کا بیان وغیرہ شامل ہیں۔

نبی کریمؐ کے معجزات کے بیان سے ایک اقتباس درج ذیل ہے:

”ایک معجزہ آپؐ کا یہ ہے کہ جب آپؐ غار میں جا کر چھپے تو کھڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ اس میں کوئی نہیں ہے اور ایک معجزہ آپؐ کا یہ ہے کہ جب آپؐ مدینہ منورہ کو جانے کے لئے نکلے تو آپؐ کو پکڑنے کے لئے سراقہ بن مالک آپؐ کے پیچھے نکلا جب قریب پہنچا تو اس کے گھوڑے کے پاؤں سخت زمین میں دھنس گئے اور آگے نہ بڑھ سکا اور ایک معجزہ آپؐ کا یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت عمرؓ کے لئے دعا فرمائی کہ ان کے سبب سے اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت دے، سو آخر ایسا ہی ہوا اور ان کی وجہ سے بہت کچھ عزت حاصل ہوئی اور ایک معجزہ آپؐ کا یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت جابرؓ کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کے خرے میں برکت دے سو اتنی برکت ہوئی کہ قرض داروں کا حق ادا کر کے تیرہ اونٹ کے بوجھ کے برابر کھجور باقی رہتی تھی حالانکہ اس سے پہلے بالکل کم ہوتی تھی اور ایک معجزہ آپؐ کا یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت انسؓ کے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں اور مال و اولاد میں برکت دے سو ویسا ہی ساری چیزوں میں ان کو برکت حاصل ہوئی اور ایک معجزہ آپؐ کا یہ ہے کہ ایک بار لشکر کا توشہ ختم ہو چکا تھا تو آپؐ نے بچے ہوئے توشوں کو جمع کر کے برکت کی دعا فرمائی اور لشکر میں تقسیم کرنے لگے تو سب کو کفایت کر گیا۔“ (۱۲)

مولوی غلام رسول نے زبان و بیان کا دلنشیں انداز اختیار کیا ہے۔ نہایت سادہ، صاف اور رواں دواں سلیس الفاظ استعمال کئے ہیں جن کی ترکیب اور ان کے طبعی خلوص نے مل کر بیان کو پرتاشیرینا دیا ہے۔ اس دور میں ایسے مختصر جامع اور مدلل میلاو ناموں کی قوی سطح پر اشد ضرورت تھی کیونکہ اس زمانے میں ہندو مسلم کی چپقلش، جنگ عظیم اول، دوم، انگریزی سامراج کی گرفت، آزادی کے مسائل، تقسیم بنگال، حادثہ کانپور اور اس قسم کے واقعات و حادثات امت مسلمہ کو درپیش تھے۔ ان کو ناگوں مسائل میں گمراہ ہوئے مسلمانوں کو مغربی تہذیب و ثقافت کے سہرے جال میں گرفتار ہونے سے بچانے کے لئے قرآن کریم

تعلیمات و فرمودات نبویؐ اور اسلامی فلسفہ تمدن سمجھانے کی سخت ضرورت تھی اور اسی میں مخلوق خدا کی فلاح کا راز مضمر تھا۔ اس قسم کے صحیح روایات پر مبنی میلاد ناموں نے صحیح نظریات کو فروغ دیا۔ کیونکہ مسلمانوں کو آپؐ کے اسوہ حسنہ کی مکمل اتباع اور اسلام کی لافانی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ہی ان کے جملہ مسائل کا حل مل سکتا ہے۔

خواجہ محبوب عالم

خواجہ محبوب عالم معجزات کے رہنے والے تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے معروف بزرگ تھے۔ ان کا معراج نامہ ”شب حسین بر عرش میں المعروف اسراء جمیل الی رب الجلیل“ ۱۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ معراج نامہ نثر میں ہے لیکن چند منکلمات بھی شامل ہیں۔ اس میں اسراء اور معراج معراج کی نوعیت، آیت معراج سے معراج جسمانی ہی ثابت ہوتا ہے، جدید و قدیم فلسفہ کے اعتراضات کا مختصر حل، شب معراج کی تقریب، درو تاج، بیان معراج شریف، براق، ان واقعات کی تفصیل جو بیت المقدس میں نبی کریمؐ پر ظاہر ہوئے، آسمان اول سے آسمان ہفتم تک کے عجائبات کا بیان، دس اشیائے نادرہ، سدرۃ المنتہی، وہ واقعات جو سدرۃ المنتہی گزرنے کے بعد ظاہر ہوئے، دس لطائف جو آیت معراج شریف سے متعلق ہیں، اہمیت کے لطائف و اشارات اور چند خاص اسرار جن کا اظہار آنحضرتؐ پر ہوا، کے عنوانات ہیں۔ اس کے علاوہ معراج النبیؐ کے موضوع پر بیان میرٹھی، رضا بریلوی، حقیر، ممتاز، طاہر، وحشی، متین، امیر میثاقی، فدا حسین، دائم اقبال، دائم اور محمود توکلی کی منکلمات شامل ہیں اور آخر میں اسلامی تصوف اور اس کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔

اس معراج نامہ کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس کی اشاعت کسی ناشر کی بجائے مصنف کے صاحبزادے نے کی ہے۔

نبی کریمؐ کے سدرۃ المنتہی سے گزرنے کے بعد کے واقعات کے بیان سے ایک اقتباس مندرجہ طور نمونہ ملاحظہ ہو:

”نبی کریمؐ فرماتے ہیں کہ جب میں ساق عرش پر پہنچا تو بہت سے حجاب میرے سامنے آئے۔ منجملہ ان کے ستر ہزار پروے سونے کے تھے اور ستر ہزار چاندی کے اور ستر ہزار مروارید کے اور ستر ہزار زمر کے اور ستر ہزار یاقوت کے اور ستر ہزار نور کے اور ستر ہزار حکمت کے اور ستر ہزار پانی کے اور ستر ہزار آگ کے اور ستر ہزار باد غلیظ کے اور ہر حجاب ستر ہزار سالہ راستہ کے برابر، مید عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رفرف نے مجھے ان تمام حجابوں میں چشم زندان میں پار کر دیا۔ بعد ازاں میں نے دیکھا کہ ستر ہزار پردے ہیں اور ہر پردہ میں ستر ہزار زنجیریں اور ہر زنجیر ستر ہزار فرشتوں کی گردن پر رکھی ہوئی ہے اور ان میں سے ہر ایک فرشتہ اتنا بڑا تھا کہ اس کے ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک ستر سال کی مسافت کے برابر

راستہ تھا۔ ان پردوں میں سے بعضے موارید کے تھے۔ بعضے یا قوت اور دوسرے جواہرات کے اور ہر پردہ پر ایک فرشتہ ملازم تھا اور ان فرشتوں میں سے ہر ایک کے تابع ستر ہزار فرشتے اور تھے رُقرِف نے مجھے ان تمام پردوں سے آگے پہنچا دیا یہاں تک کہ میرے اور عرش معلیٰ کے درمیان صرف ایک پردہ باقی رہ گیا۔ میں نے رُقرِف کو دیکھا کہ میرے پاؤں کے نیچے سے ناپید ہو گیا اور ایک نئی صورت گھوڑے کی مانند جو موارید سفید کے ایک دانہ سے بنی ہوئی تھی اور جس کے منہ سے نور نکل رہا تھا، تسبیح پڑھتے ہوئے میرے سامنے آئی، مجھے اٹھایا اور لے چلی اور پردہ سے گذار کر ساق عرش تک پہنچا دیا۔ جب میں تجلج کبریائی میں پہنچا تو دیکھا کہ وہ سواری بھی ہم ہو گئی اور اب میرے پاس کوئی ایسی سواری نہ رہی جو مجھ کو اٹھا سکے اور میں اس فضا میں یکہ و تنہا رہ گیا خطاب آیا کہ میرے حبیب آگے چل۔ میں نے جو نگاہ کی تو دیکھا کہ تجلج کبریائی گذر چکا تھا۔ (۱۳۲)

اردو معراج ناموں میں اتنی کثیر معلومات کا حامل اور کوئی معراج نامہ میری نظروں سے نہیں گذرا۔ عام معراج ناموں کی نسبت اس کی فضا علمی انداز اور حقیقت و واقعیت پر مبنی ہے۔ معراج کے بیان میں مصنف نے بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ جوش عقیدت اور منظر نگاری میں بھی آداب و احترام کو ملحوظ رکھا ہے۔ اس میں منزل بہ منزل نبی کریمؐ کے ستر معراج کی روداد آسمان اور سادہ انداز میں بیان کی گئی ہے۔ مصنف نے قرآن و احادیث سے معراج کی روایات صحیحہ تلاش کی ہیں۔ ان کے مقابلے میں کتب سیر و تاریخ کی روایات کو ثانوی حیثیت دی ہے۔

محمد احسن وحشی نگرانی (م ۱۹۳۵ء)

حافظ محمد احسن وحشی نگرانی اردو میں شعر گوئی کرتے تھے۔ دینی و مذہبی لگاؤ اور رجحان کی وجہ سے انہوں نے فقہ حرم ۱۳۳۳ھ ر ۱۳۴۳ھ میں میلاد نامہ لکھا۔ فقہ حرم (۱۳۴۳ھ) تاریخی نام ہے۔ اس میلاد نامے کی ضخامت ۱۳۶ صفحات ہیں۔ اس کی ضخامت کا مصنف کو شدت سے احساس تھا کہ اسے ایک نشست میں محافل میلاد میں پڑھنا ممکن نہیں ہے اس لئے انہوں نے اس کی وضاحت میں لکھا ہے:

”فقہ حرم کسی قدر حجم ہے اور ایک جلسہ میں پورا پورا پڑھ لینا ہر شخص کے لئے آسان نہیں لہذا اس کی ابتداء میں فہرست مضامین شامل کر دی گئی ہے تاکہ حاضرین محفل میلاد مبارک کے مذاق و مصلحت وقت کو ملحوظ رکھ کر جو مضمون پڑھنا مناسب معلوم ہو، وہ آسانی سے انتخاب و تلاش کر کے پڑھ لیا جائے۔“ (۱۳۳)

اس کے مضامین کی ترتیب درج ذیل ہے:

ابتداء میں تمہید اور حمد و نعت کے بعد محافل میلاد اور اسلام کے متعلق بنیادی مسائل و مباحث کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں فضیلت و ذکر رسالت، مشریت و ذکر رسولؐ، اذ روئے حدیث، مشروعیت بیان

دلاوت شریف، بیان شرکت محفل میلاد، ثواب شرکت محفل ذکر نبی کریم، آداب شرکت محفل ذکر رسول، مناقب خلفائے راشدین، بیان خدمات تبلیغ، دین سلف صالحین، مناقب اصحاب، ذکر مرتبہ شرح صدر، مجاہد ازواج مطہرات، منقبت آل اطہار، امت کے حال پر نبی کریم کی شفقت، جاں نثاری اصحاب کبار، وفاداری صحابہ کرام، شوق جاں نثاری اصحاب، آزادی رائے کا نمونہ، مومن کی عزت نفس، کسب دولت کی ترغیب، گداگری کی مذمت، مواخات مہاجرین و انصار، صدقہ لینے کی برائی، کسب معاش کی فضیلت، بنی ہاشم پر صدقہ کی حرمت، تجارت کی فضیلت، صحابہ کا تمول، اتفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت، ربوبیت کی مذمت، ایمان کا بیان، کلمہ طیبہ کی فضیلت، فضائل کلمہ طیبہ کا فلسفیانہ ثبوت، خلاف فطرت مجاہدات کی مذمت، عبادت میں اعتدال، بنی ہاشم کو دعوت اسلام، اعدا کے ساتھ نبی کریم کا عضو و کرم، دشمن جان کے ساتھ لطف و درگزر، عورتوں کے حقوق، صحابیات کی جاں نثاری، مذمت و خیر کشی اور لڑکیوں کی پرورش کی ترغیب، علم کی فضیلت، فن کلامت کا ذکر، غیر مذاہب والوں کی زبان کی تعلیم کا ذکر، علوم قانون حاصل کرنے کا بیان، جسوریت کا بیان، یونیورسٹی کا بیان، اصحاب عقد کی تعلیم، فضائل درود شریف، فضیلت درود شریف کی توجیہ، فضیلت ذکر، فضائل نماز، نماز پر فلسفیانہ نظر، تسبیح و تہلیل کی فضیلت، توبہ کا ذکر، فضائل استغفار، ثمرات عبادت، روزے کے فضائل، ایثار فی سبیل اللہ کا ذکر، صحابہ کا زہد، اپنے اہل پر خرچ کرنے کی فضیلت، ہر نیک کام صدقہ ہے، ثواب امت مرحومہ کا ذکر، غلاموں کی قدر و منزلت، حجت البوایح میں پیام امن، دین اسلام کی عمومیت کا معجزہ، فریضہ حج کی برکت، حرم کعبہ کا شرف اولیت، کعبہ کی تعمیری خصوصیات، عرب کے مرکز دین فطرت ہونے پر جغرافیائی دلیل، مکہ مکرمہ کے مرکز دین حنیف ہونے پر اقتصادی دلیل، حجاز کے مرکز دین حق ہونے پر سیاسی دلیل، مختلف ادیان و ملل کے مقابلہ میں عرب کے مرکز دین حق ہونے کی دلیل، قرآن مجید کا عربی زبان میں ہونا، حقانیت کی دلیل، دین اسلام کی دلیل، مسجد نبوی کے آداب، فضائل مدینہ طیبہ، خواص خاک پاک مدینہ، ساقیت وجود محمدیہ، ساقیت نور محمدیہ کی تحقیق، حقیقت نور محمدی کی توجیہ، لولاک لما خلقت الافلاک پر فلسفیانہ نظر، کتب سابقہ میں نبی کریم اور امت محمدیہ کی پیش گوئی اور انبیائے سابقین کی زبان سے نبی کریم کے ظہور کی بشارات کے حوانات شامل ہیں۔

اس کے بعد دلاوت باسعادت، بیچین، شوق صدر، شادی، نزل و قی، اخلاق نبوی، معجزات، معراج اور آپ کے دیگر شائل و خصائل کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں نبی کریم کے مختصر فضائل، نسب نامہ نبی کریم، طہارت آیاتی نبی کریم، حدیث انا ابن الذنہجین کی تصریح، حضرت عبداللہ کا عقد، نبی کریم کا رحم مادر میں آنا، حضرت عبداللہ کی وفات، یتیموں کا قابل توجہ حال، زمانہ حمل میں حضرت آمنہ کو بشارات، ظہور قدسی کا بیان، حالات وقت دلاوت مبارکہ، بعض امور عجائب پر فلسفیانہ نظر، خصائص وقت دلاوت شریف، اسم شریف میں خاص نکتہ، بیان رضاءت شریف، شوق صدر کا بیان، مسئلہ شوق صدر کی فلسفیانہ توجیہ، طیبہ سحریہ اور ان کے شوہر و اولاد کے ساتھ نبی کریم کا برتاؤ، طیبہ شریف، مہربانیت کا بیان، نبی کریم کا سامیہ نہ دیکھا گیا، خصوصیت بالا پر معقولی دلیل، نبی کریم اپنے سامنے پشت کی طرف یکساں دیکھتے تھے، اس خصوصیت پر تحقیقی نظر، نبی کریم کے جسم مطہر پر کبھی نہ چٹختی تھی، خصوصیت بالا پر طبی شہادت، حضرت آمنہ کا

انتقال، نبی کریمؐ کی امانت و راجتازی، حضرت محمدؐ سے نکاح، غیب سے آپؐ کی عصمت کا انتظام، آنحضرتؐ کا لغویات سے محفوظ رہنا، ابتدائی وحی، کیفیت نزول وحی، مومنین سابقین، مشرکین مکہ کے مسلمانوں پر مظالم، جناب بلالؓ، خاندان یاسر، اخلاق نبویؐ، معجزات ملبوسات نبویؐ، معجزہ قرآن مجید، معجزہ فصاحت، معجزہ شق القمر، شق القمر کی سائنس سے تصدیق، معجزہ استن حنّانہ، اس معجزہ کی فلسفیانہ تحقیق، معجزہ عبور بحر، عبور بحر کی عقلی تحقیقات، بیان معراج، واقعات عالم برزخ کا مشاہدہ، مسئلہ معراج پر فلسفیانہ نظر، وجہ اختلاف، معراج کے بارے میں جو شکوک کئے جاتے ہیں، تحقیق سموات، ورائے عرش، معراج ہونے کی وجہ، خواب گاہ کا مسئلہ، براق کی تحقیق، جنت و دوزخ کا بیان، نبی کریمؐ کو خواب میں دیکھنے کا ذکر اور نبی کریمؐ کی ذات مقدسہ سے توسل حاصل کرنے کے ذکر پر مشتمل موضوعات ہیں۔

مصنف نے اپنے دیباچہ میں اس سیلاب نامہ کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”میں مدت سے اس تلاش میں تھا کہ کوئی مولد شریف ایسا ملے جو مذاق سامعین کے مطابق ہو مگر اس میں دور ازکار قصص و حکایات اور رطب و یابس روایات نہ ہوں بلکہ مستند اور صحیح واقعات قلمبند کئے گئے ہوں اور شبہات و اعتراضات کو دفع کیا گیا ہو چنانچہ یہ رسالہ تالیف کیا گیا، جس کی ترتیب تو اسی طریقہ پر کی گئی ہے جیسے کہ دوسرے رسائل مولد شریف ہیں تاکہ عوام کی دلچسپی میں فرق نہ آئے مگر انتخاب روایات و مضامین میں زندگی کی ضروریات اور وقت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ سامعین کو دینی و دنیاوی دونوں طرح کا فائدہ حاصل ہو اور علوم جدیدہ و تحقیقات سائنس کی بناء پر جو شکوک مذہبی روایات کے ضمن میں لوگوں کو ہوتے ہیں، ان کا مناسب طور پر فوائد میں ازالہ کر دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ تالیف اپنی ترتیب کے لحاظ سے منفرد ہے۔“ (۱۳۳)

احادیث کا وہ حصہ خاص طور پر سیلاب نگاروں کے مد نظر رہا ہے جس میں آپؐ کے فضائل و خصائص کی توصیف کا اظہار کیا گیا ہے۔ سنن ترمذی میں مناقب النبیؐ کے عنوان سے ایک باب موجود ہے اور شمائل النبیؐ کے نام سے امام ترمذیؒ نے ایک علیحدہ مجموعہ احادیث ترتیب دیا ہے اس میں آپؐ کے علیہ شریف، اشیائے استعمال، لباس و خوراک، طریق نفست و رفتار، عبادات و عادات، آپؐ کے عطین، پینہ، پال، مہر نبوت، اور اسمائے مبارکہ کی فضیلت اور توصیف کو بیان کیا گیا ہے۔ سیلاب نامہ ”نقد حرم“ میں آپؐ کے ملبوسات کے بیان سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”نبی کریمؐ کے لباس میں بہت سادگی تھی۔ عام لباس میں چادر، قمیض اور جھمڑ تھی۔ عمامہ اکثر سیاہ رنگ کا ہوتا تھا اور عمامہ کے نیچے ٹوپی کا التزام تھا۔ سب سے زیادہ یمن کی دھاریدار چادریں پسند تھیں۔ کبھی کبھی نہایت قیمتی اور خوشنما لباس بھی زیب تن فرماتے تھے۔ شاہ روم نے آپؐ کی خدمت میں ایک پوشتین جس میں ربیعہ کی سفیاف تھی، میسجی تھی، وہ بھی آپؐ نے پسلی ہے۔ آپؐ کے پاس دو چادریں بہتر اور ایک کھس سیاہ اور ایک کھس سرخ دھاری کا اور ایک کھس بالوں کا یعنی کبیل تھا اور کرتا سوت کا تھا جس

کے دامن اور آستین دراز نہ تھیں اور آپؐ نے کتلاں اور صوف بھی پہنا ہے مگر زیادہ استعمال سوتی کپڑے کا فرماتے اور نکیہ آپؐ کا چہرہ کا تھا جس کے اندر پوست خرمابھرا تھا۔ مونوں کی علوت نہ تھی لیکن نجاشی نے جو سیاہ موزے بھیجے تھے آپؐ نے استعمال فرمائے تھے۔ وہ چرمی تھے، عطین مبارک اس طرز کے تھے جس کو ہمارے دیس میں پچل کہتے ہیں۔ یہ صرف ایک تلا ہوتا تھا جس میں تسمے لگے ہوتے تھے۔ صاحب العطین آپؐ کا وصف انجیل میں ہے۔ حاشیہ دلائل الخیرات میں ہے کہ اکثر محدثین نے لکھا ہے کہ جو کوئی نقش عطین شریف کا اپنے پاس رکھے، کمال خیر و برکت پائے اور تمام مخلوق اس کی عزت اور حرمت کرے اور مال اس کا ضائع نہ ہو اور ہمیشہ فتح یاب ہو اور جس سختی میں رکھا ہو وہ عرق اور ضرر سے محفوظ رہے۔ (۳۵)

حضورؐ کے عطین شریف کے بارے میں وحشی عجمی کے اشعار میں حب رسولؐ عقیدت مندی کی قزوائی اور عشق و مستی کی وارفتگی ملاحظہ ہو:

باعث تسکین مضطر نقش عطین رسولؐ
 حزب اعظم، حمز اکبر، نقش عطین رسولؐ
 قبلہ اصحاب ایقان، کعب ارباب عشق
 شرح طغرائے مقدر، نقش عطین رسولؐ
 آرزوئے مستندان، مدعاۓ عارفان
 نسیب قد کمر، نقش عطین رسولؐ
 وقف سجدہ تھی شب امرا جبین قدسیاں
 تا اٹھا کے رکھ لیں سر پر نقش عطین رسولؐ
 اپنے جامہ میں نہیں پھولے سلتے جبرئیل
 ایسے اترائے ہیں پا کر نقش عطین رسولؐ
 عرصہ محشر میں ہو گی کیسی باطل و کینا
 جب رکھوں گا پیش واد نقش عطین رسولؐ
 مجھ کو سوتا چھوڑ کر واپس گئے سکر نکیر
 دیکھ کر میرے کفن پر نقش عطین رسولؐ
 (۱۲۶)

احسن وحشی عجمی کے میلاد نامہ ”نغمہ حرم“ کی پہلی بڑی خوبی صحت واقعات کی طرف توجہ اور حقیقت بیانی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں وئی موضوعات کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی شعوری تلاش کی گئی ہے اور مختلف امور کو فلسفیانہ انداز فکر سے بیان کرنے کا التزام کیا گیا ہے۔ یہی اس میلاد نامے کی جدت و انفرادیت ہے۔ سلاست و روانی کے جوہر نے اسے پراثر اور دل آویز بنا دیا ہے۔ حسن

شعریہ بھی نمایاں ہے، جو قلبی وادوات کا آئینہ دار ہے۔

علامہ نور بخش توکلی (۱۸۷۷ء - ۱۹۳۸ء)

علامہ نور بخش توکلی موضع چک قاضیاں ضلع لدھیانہ (مشرقی پنجاب) میں ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد جہاں خیلوں کے اراوت مند تھے، اس نسبت سے انہیں فقراء سے عقیدت و رشتہ میں ملی۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم۔ اے عربی کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۸۹۳ء میں انبالہ چھوٹی کے سکول میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ اسی دوران سائنس توکل شاہ لہنؤوی کے مرید بنے۔ اسی نسبت سے توکلی کہلائے۔ ۱۸۹۶ء میں امرتسر میں بورڈ کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد لاہور گورنمنٹ کالج چلے آئے۔ لاہور کے قیام کے دوران ایک عرصہ تک انجمن نعمانیہ کے دارالعلوم کے ناظم تعلیم رہے۔ قیام پاکستان کے بعد فیصل آباد قیام پذیر ہو گئے۔ یہیں ۲۳ مارچ ۱۹۳۸ء کو انتقال ہوا اور نور شاہ ولی کے مزار کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

مولانا تصنیف و تالیف کی اہمیت سے بھی خوب واقف تھے۔ ان کے قلم کو ہر بار سے بہت سی تصانیف علمی دنیا میں شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ ان میں عید میلاد النبیؐ، سیرت رسول عربیؐ، معجزات النبیؐ، طلیہ النبیؐ، غزوات النبیؐ، رسالہ نور، مولود ہرنجی کی اردو شرح اور تذکرہ مشائخ نقشبند خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ دینی خدمات میں سے ایک اہم کام یہ ہے کہ انہوں نے گورنمنٹ کے گزٹ میں عید میلاد النبیؐ کے مقدس دن کی عام تعطیل منظور کرائی۔ اور سرکاری کھدات میں بارہ وفات کی بجائے عید میلاد النبیؐ کے نام کی تبدیلی کرائی۔

مولانا توکلیؒ کا میلاد نامہ بعنوان ”عید میلاد النبیؐ“ ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں درج ذیل

عنوانات موجود ہیں:

حضور نبی کریمؐ کا نور اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا، حضورؐ کے تولد شریف کے وقت قصر کسریٰ کے چوہے ٹکڑے کر پڑے، آتش فارس بجھ گئی، نبی کریمؐ کا نسب شریف، حضورؐ دعوت ابراہیمؑ ہیں، حضورؐ بشارت عیسیٰؑ ہیں، حضورؐ خاتم الانبیاء ہیں، حضورؐ افضل الرسل ہیں، حضورؐ نبی الانبیاء ہیں، ان کی شریعتیں دراصل حضورؐ کی شریعتیں ہیں، حضورؐ تمام جن و انس کے رسول ہیں، حضورؐ کافرشتوں کے لئے رحمت ہونا، حضورؐ تمام بنی آدم کے سردار ہیں، حضورؐ تمام مخلوقات کے لئے رحمت ہیں، حضورؐ کا مومنوں کے لئے رحمت ہونا، حضورؐ کا کفار کے لئے رحمت ہونا، حضورؐ کا بیانی و مساکین و یتیموں، یتیموں، غلاموں، یتیموں پرندوں، حشرات الارض، حیوانات، نباتات اور جمادات کے لئے رحمت ہونا، حضورؐ کی خاطر اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کو پیدا کیا، حضورؐ کے تولد شریف سے پہلے یہود آپؐ کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے، حضورؐ شاہد اور شہید و نذیر اور سراج منیر و نور ہیں، حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے کنایہ سے خطاب و یاد فرمایا بخلاف دیگر انبیاء کے کہ انہیں ان کے نام سے خطاب و یاد کیا، حضورؐ کا نام مبارک اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں طاعت و معصیت، فرائض و احکام، اور وعد و وعید کا ذکر کرتے وقت اپنے پاک نام کے ساتھ یاد فرمایا ہے، حضورؐ کے نام مبارک

کے ساتھ خطاب کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا حالانکہ دیگر امتیں اپنے اپنے نبیوں کو نام کے ساتھ خطاب کیا کرتی تھیں، حضورؐ کے سوا اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کی زندگی کی قسم نہیں کھائی، حضورؐ کی ہدایت و رسالت پر اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے، حضورؐ کے قدموں کی برکت سے مکہ مکرمہ کو یہ اعزاز ملا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی، حضورؐ کی قدر و منزلت کو اللہ تعالیٰ نے بلند کیا ہے حتیٰ کہ عرش و فرش پر سب جگہ مشہور ہیں۔ حضورؐ پر اللہ تعالیٰ اور فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں، معجزہ معراج، معجزہ قرآن، معجزہ شق القمر اور دیگر معجزات رسالت کا بیان، حضورؐ کے فراق میں ستون جتناہ رویا، حضورؐ کی انگلیوں سے چشمہ کی طرح پانی جاری ہوا، حضورؐ کی رسالت پر حجر و شجر نے شہادت دی، قرآن مجید تحریف و تبدیل سے محفوظ ہے برعکس کتب دیگر انبیاء، حضورؐ کا دین تمام دینوں پر غالب ہے۔ حضورؐ کے دین میں تقوہ و خشعی نہیں، حضورؐ کی امت خیر الامم ہے، حضورؐ سب سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے، نبی کریمؐ کی امت سب سے پہلے بہشت میں جائے گی، حضورؐ کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حوض کوثر عطا فرمائے گا، قیامت کے دن مقام محمود میں آپؐ گنگادوں کی شفاعت فرمائیں گے، حضورؐ خلیفہ مطلق و نائب کل حضرت باری تعالیٰ کے ہیں اور آخر میں درود و سلام ہے۔ ان سب عنوانات کے لئے آیات قرآنی کے حوالے موجود ہیں اور ان آیات کا ساتھ ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ اس ترجمہ کے بعد درود شریف دیا گیا ہے۔ پورا میلاد نامہ نثر میں ہے۔ ایک مختصر سا اقتباس نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمائیں:

”حضور خاتم الانبیاء ہیں چنانچہ اللہ جل شانہ“ ارشاد فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ لِّمَا أَحَدٌ مِنْ رُجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (پ ۳۲- از باب ۵)

ترجمہ: محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور میر ہیں سب نبیوں پر اور اللہ سب چیز جانتا ہے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَأَصْحَابِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ كُلَّمَا ذَكَرَكَ وَذَكَرَهُ الْمَلَائِكَةُ وَغُلَّ عَنْ ذِكْرِكَ وَذَكَرَهُ الْمَلَائِكَةُ“ (۱۲۷)

پروفیسر توکلی کا معراج نامہ بعنوان ”معراج النبی“ ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ (۱۲۸) اس کے آخر میں سلام ہے۔ معراج نامہ نثر میں ہے اور اس میں معراج شریف کے تمام معروف حالات و واقعات نمائت سلیس اور سادہ انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ مولانا توکلی کی تصانیف جدید تعلیم یافتہ اصحاب کی ذہنی ضرورت کے لئے لکھی گئی ہیں۔ اور ان میں سیدھے سادے انداز میں نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کے واقعات درج کئے ہیں۔ اس بیان میں انہوں نے تاریخ و سنین اور واقعات کو منطقی ترتیب کے ساتھ شرح اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس لحاظ سے ان کا میلاد نامہ و معراج نامہ اس دور کے میلاد ناموں میں ایک نمایاں مقام و اہمیت کے حامل ہیں۔

اس دور میں متذکرہ بالا میلاد نگاروں کے علاوہ کئی دوسرے میلاد نگاروں نے بھی سرکارِ دو عالم سے

اپنی وابستگی کے اعتبار کے سلسلہ میں ترویج سیرت کے لئے میلاد نامے لکھے۔ محض طوالت کی وجہ سے ان سب کے فکری و فنی پہلوؤں پر سیر حاصل تبصرہ ممکن نہیں ہے تاہم ان کا مختصر تعارفی جائزہ درج ذیل ہے۔
منظر الاسلام کا مولود منظر الاسلام ۱۹۹۱ء میں مطبع بجنائی دہلی سے چھپا۔ یہ نظم و نثر کے مخلوط بیان پر مشتمل ہے۔

حاجی قمر الدین بن نظام الدین نے معراج نامہ مع سرلکے رسول منظوم ۵۶ صفحات پر مشتمل ۱۹۰۶ء میں لکھا۔ اس کی طباعت نول کشور لکھنؤ سے ہوئی۔

حافظ عبدالعزیز کا "میلاد شریف عربی" ۱۹۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اس میں تاریخی واقعات کو قرآن و حدیث اور عقل و درایت سے اصول جرح و تعدیل کو مد نظر رکھ کر بیان کیا ہے۔ بیان میلاد میں ان کی عارفانہ شیفتگی نے اسے روحانی تاثیر کا مرقع بنا دیا ہے۔

محمد یوسف کا میلاد نامہ مراد المستحقین فی فضائل سید المرسلین ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۹۰۹ء میں مطبع گلزار حسنی بمبئی سے شائع ہوا۔

مولوی مجید الدین نے میلاد مجیدی ۱۹۱۲ء میں لکھا۔ یہ نظم و نثر کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع اکبری، آگرہ سے شائع ہوا۔

مولانا شاہ حسن میاں پھولاروی نے میلاد الرسول ۱۹۱۰ء میں لکھا۔
مولوی عبدالرحمن بزاروی کا میلاد نامہ بعنوان "صلوۃ اللہ علی النبی الخاتم" ۱۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۱۱ء میں کتب خانہ حنفیہ، محلہ گلے زبیاں لاہور نے شائع کیا۔

سید شاہ محمد عبدالحی بنگلوری نے "جنس السیر احوال سید المرسلین" ۱۹۱۳ء میں لکھا جو حیدر آباد دکن سے چھپا۔

غلام شمیم بدایونی کا میلاد نامہ "سیکینہ فی اخبار المدینہ" ۱۵۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۱۳ء میں اقبال پریس بدایوں سے شائع ہوا۔

عبدالوحید کا میلاد نامہ "تذکرہ الحق" نثر کے ۳۲۳ صفحات پر محیط ہے۔ ۱۹۱۵ء میں دہلی سے چھپا۔
محمد حبیب اللہ کا میلاد نامہ "سلطان الانبیاء اشرف السالین" ۱۹۱۵ء میں عثمانی پریس حیدر آباد دکن سے چھپا۔ یہ ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

ابوالخیر خیر اللہ کا میلاد نامہ "جلوۃ طہور" شمس الطالع حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔
مشتاق احمد حسنی کا "مرقع رسول" ۱۹۱۵ء میں حیدر آباد دکن میں چھپا۔

سید ابوالبلیان کا چچا میلاد شریف ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۱۶ء میں اخبار پریس آگرہ سے شائع ہوا۔
سجاد مرزا بیگ دہلوی کا خطبہ در ذکر میلاد نظم و نثر کے ۹۳ صفحات پر مشتمل ہے۔
مفتوح علی خان کا ذکر معراج محمدی ۱۹۱۸ء میں انوار الطالع لکھنؤ سے شائع ہوا۔

عبدالروف شوق کی مثنوی "مرقع رحمت" بیان میلاد پر مبنی ہے۔
شمس العلامہ خان بہادر نواب عزیز جنگ کا میلاد نامہ "تصویر نور مظلوم" ۷۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ

۱۹۳۰ء میں عزیز المطالع حیدر آباد دکن سے طبع ہوا۔ اس میں سرپائے سید المرسلینؐ کے متعلق تقریباً چار سو شعرا مسدس کے انداز میں لکھے گئے ہیں۔

عبدالرحمن نے میلاد نامہ ”حبیب المیلاد فی ذکر میلاد الحبیب“ ۱۹۳۰ء میں لکھا جو اعظم جانی پریس حیدر آباد دکن میں چھپا۔

نصرت حسین واصف اکبر آبادی کا معراج نامہ ۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۳۰ء میں آگرہ اخبار پریس سے طبع ہوا۔

نواب مرزا برلاس کا میلاد نامہ ”ذکر محمدی“ ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ۱۹۳۰ء میں خیر خواہ اسلام آباد آگرہ میں طباعت ہوئی۔

حبیب حسین کا میلاد حبیب ۱۹۳۰ء میں ہندوستانی پریس، لکھنؤ سے شائع ہوا۔ یہ نظم و نثر کے بیان پر مشتمل ۵۳ صفحات پر محیط ہے۔

مولانا گل محمد خاں کا میلاد نامہ بعنوان ”ذخیرہ العقی فی استحباب مجلس میلاد مصطفیٰ“ مفید عام پریس سے شائع ہوا۔

ابوالبرکات بن فشی قادر علی کا رسالہ میلاد النبیؐ ۹۸ صفحات پر مشتمل ہے اسے ۱۹۳۱ء میں شیخ غلام علی تہلی، تاجران کتب کشمیری بازار لاہور نے شائع کیا۔

رحمن علی خاں کا ”طریقہ حق“ ۱۹۳۳ء میں نول کشور لکھنؤ سے چھپا۔

حافظ محمد حنیف کا ”میلاد شریف“ رسول اکبرؐ مع برکات شاہ ابرار ۱۹۳۳ء میں آگرہ اخبار پریس، آگرہ سے شائع کیا۔ یہ عام کتابی سائز کے ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

قبل حسین نے ذکر میلاد مولد النبی القاسم ۱۹۳۳ء میں لکھا۔

ابوالحسن حسن کا میلاد نامہ ”احوال الانبیاء فی تفریح الاذکیاء“ ۱۹۳۳ء میں نول کشور، لکھنؤ سے طبع ہوا۔

فشی سجاد حسین اکبر آبادی نے ”معراج النبیؐ“ میں نظم و نثر کے مخلوط انداز میں معجزہ معراج کو بیان کیا۔

یاور حسین نے ”میلاد سرفرازی“ ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ۱۹۳۵ء میں لکھا۔ اسے دفتر القاسم دیوبند نے شائع کیا۔

صوفی اسلام اللہ اکبر آبادی کا معراج نامہ ۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۳۵ء میں کاسٹ پٹاری پریس سے چھپا۔

عظمت اللہ قادری کا مولود مکرم و صراط مستقیم ۱۰۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ۱۹۳۵ء میں مکتبہ العبد حیدر آباد دکن سے طباعت ہوئی۔

مولانا نور الدین احمد کے میلاد منظوم کی اشاعت ۱۹۳۵ء میں ہوئی۔ یہ میلاد نامہ ۲۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

سید عبدالحمید کا میلاد نامہ بعنوان ”سرور عالم“ ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے دارا تصانیف، پکپور تھلہ

نے ۱۹۲۷ء میں شائع کیا۔ اس میں ظہور قدسی سے وفات مبارکہ تک کے حالات اختصار سے مرقوم ہیں۔
شیخ البغویہ محمد مدنی کا "سبحان المولود" ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۹۲۷ء کا سلطان حسین ایڈیٹر
کراچی کا مطبوعہ ہے۔

عبد الشکور لکھنؤی کا میلاد نامہ "تحفہ عبریہ" ۱۹۲۷ء میں دفتر انجم لکھنؤ سے شائع ہوا۔
حاجی محمد سعید بن عبد اللہ کا میلاد نامہ "البیان فی سیرت النبی آخر الزمان" ۱۹۲۹ء میں ثانی پریس لکھنؤ
سے چھپا۔

محمد شمس الدین صدیقی کا میلاد نامہ "مجالس میلاد النبی" تین حصوں میں شائع ہوا۔ حصہ اول، دوم
سوم بالترتیب ۱۹۲۷ء، ۱۹۲۸ء اور ۱۹۲۹ء میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوئے۔

۱۹۲۰ء اور ۱۹۳۰ء کے درمیان اعجاز احمدی (جلال الدین) حبیب خدا کی عیدی (شیر خدوی) میلاد
مقبول (کیف المسلمی الامروی) تحفۃ الرسول (شاہ محمد معین الدین احمد فریدی آروی) مولود شریف چندی
(محمد قمر الدین) میلاد مطہر (حمید الدین حمید) ذکر میلاد مبارک (عبد الرحمن نگرانی) اور سرور کائنات (ابو
علی) شائع ہوئے۔

محمد صالح کا میلاد نامہ "منہاج القبول فی اوب رسول" ۱۹۳۱ء میں حمایت اسلام پریس، لاہور نے شائع
کیا۔

مولانا ہادی علی خاں بیتا پوری کا میلاد مبارک نظم و نثر کے ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔
مولانا نبی بخش حلوائی کا غیر مطبوعہ "میلاد شریف" ۱۸۰ صفحات پر محیط ہے۔ ابوالنضام مولانا محمد باقر
میلاد شریف انجمن حزب الرحمن بصرہ پور نے شائع کیا۔

قاضی محمد حبیب الحق کا غیر مطبوعہ "میلاد النبی" ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔
مولانا محمد سراج الدین اتھیری کا میلاد نامہ "تحفہ سراج" مطبع رضوی، دہلی سے شائع ہوا۔

محمد موسیٰ کا مولود ۱۹۱۰ء صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ کے ولادت مقدسہ سے ہجرت
کے واقعات کو ائمہ روایات کو مد نظر رکھ کر مرتب کیا گیا۔ اس کی ۱۹۳۲ء میں عہد آفریں پریس، حیدر آباد
دکن سے اشاعت ہوئی۔

محمد ادریس گاندھلوی کا میلاد نامہ "ظہور خاتم الانبیاء والمرسلین" ۱۹۳۳ء میں قول کشور، لکھنؤ سے
چھپا۔

عبد الرحمن شوق کا میلاد نامہ بعنوان "میلاد دین محمدی" ۱۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے ۱۹۳۳ء میں
ملک دین محمد ایڈیٹر، لاہور نے شائع کیا۔

محمد عبدالقدیر حسرت صدیقی کے مجموعہ "زمزم محبت" میں مقدمات میلاد و معراج شامل ہیں۔ اس
۱۹۳۵ء میں دکن سے اشاعت ہوئی۔

عنایت علی مسرور کی منظوم سیرت بعنوان "کارنامہ اسلام" مطبع نامی لکھنؤ سے ۱۹۳۵ء میں چھپی۔
نصیر الدین ہاشمی کا میلاد نامہ "ذکر نبی" ۱۹۳۵ء میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ (۱۲۹) مولانا احمد

۱۔ رسالہ "تحفہ میلاد النبیؐ" ۱۹۳۶ء میں انجمن خدام الدین لاہور نے شائع کیا۔

آغا رفیع بلند شہری کا میلاد نامہ بعنوان "آفتاب رسالت" نو بار یک ڈیو، دریا سنج، دہلی نے شائع کیا۔ اس کے بعد سیٹھ آدم جی عبداللہ لاہور نے طبع کرایا۔

ملک فضل الدین نے بار یثرب، دربار یثرب، گلزار یثرب کے عنوانات سے منظوم سیرتیں لکھیں۔ ان کی اشاعت ملک فضل الدین گلے ڈی، کشمیری بازار، لاہور نے کی۔

سعید الدین عاصی کا میلاد نامہ بعنوان "یادگار عاصہ" ۹۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے ۱۹۳۵ء میں ممبای کتب خانہ، کراچی نے طبع کرایا۔

مولوی حفیظ الرحمن کا میلاد نامہ "ذکر کرم" نظم و نثر کے ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۹۳۸ء میں فاروقی پریس، دہلی سے طبع ہوا۔

سید ممتاز حسین کا نور نامہ "رسول مقبول" ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے ۱۹۳۸ء میں سلطان حسین اینڈ سنز، کراچی نے شائع کیا۔

خواجہ حبیب حسن کا "زمانہ میلاد" ۱۹۳۸ء میں صدیق بک ڈیو لکھنؤ نے شائع کیا۔ خواتین کی محافل میلاد میں مقبولیت کی بناء پر اس کے کئی ایڈیشن چھپے۔

سید چراغ علی طیش گورکھپوری کا منظوم میلاد نامہ بعنوان "مولود طیش" دو حصوں میں ۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے ۱۹۳۸ء میں ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور نے شائع کیا۔

اکبر علی نے میلاد النبیؐ کے موضوع پر تقاریر کا مجموعہ بعنوان "ذکر الحبيب" ۱۹۴۰ء میں مرتب کیا جو مطبع صحیفہ، حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔

عنایت علی بیک کی "رقعات احمدی" اور "رقعات محمدی" نبی کریمؐ کے فضائل و شمائل کے بیان پر مشتمل مثنویاں ہیں۔

مفتی عبدالحمید سحر نے "ذکر ولادت" میں آپؐ کی ولادت مبارکہ کے وقت محیر العقول واقعات اور فیوض و برکات کو نظم کیا ہے۔

مولوی حکیم مرتضیٰ نے "نظم المعجزات نبوی" کے نام سے آپؐ کے بڑے بڑے معجزات کو نظم کیا ہے۔

مولوی حفظ اللہ نے ایک مثنوی میں معراج کے واقعات کی تفصیل بیان کی ہے۔ مولوی حفظ اللہ مولانا رستم علی کے مرید اور خلیفہ تھے۔

مولانا سید حامد علی شاہ، خطیب چوہڑ، راولپنڈی کا میلاد رسولؐ ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت کیمیل پور ملٹری پریس سے ہوئی۔

الیاس احمد مجیبی کلایا میلاد ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ۱۹۴۳ء میں دہلی سے چھپا۔ محمد بدر الحسن حسنی کا میلاد نامہ "سید الذکار یعنی میلاد احمد مختار" ۷۶ صفحات پر مشتمل دہلی سے شائع ہوا۔

ابراہیم احمدی نے "خاتم النبیین" کے نام سے میلاد نامہ لکھا جو مکتبہ سلطانی، بمبئی سے شائع ہوا۔
ابراہیم احمدی، اسماعیل بیگ، ہائی سکول بمبئی میں استاذ اسلامیات تھے۔

احمد سارنہوری کا میلاد نامہ بعنوان "ہلالِ شرب" محمد یوسف خاں نے سارنہور سے شائع کیا۔ یہ نثر کے
۹۱ کتابی سائز کے صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا عبدالخالق مجددی کے میلاد نامہ "ذکر میلاد صاحبِ لولاک" میں میلاد کے موضوع پر آیات
قرآنیہ کی تفسیر بھی شامل کی گئی ہے۔

زاہد علی کا میلاد نامہ "تاریخی میلاد شریف" نظم و نثر سے مرصع ۱۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔
اعجاز الحق قدوسی نے "سرپائے رسول" کے نام سے نبی کریم کا حلیہ مبارک، لباس، اخلاق، عبادات
اور سماجی تعلقات کو بیان کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۳۶ء میں مکتبہ قدوسی، حیدر آباد
دکن سے اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود
ہے۔ ان دونوں اسے مکتبہ فلاح انسانیت، لاہور نے شائع کیا ہے۔

فتی احمد علی خاں کا "میلاد احمد" ملک بشیر احمد، یک سٹرز اردو بازار، لاہور نے شائع کیا۔
سید نوروز علی کا مولود شریف حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ یہ نظم و نثر کے ۷۲ صفحات پر مشتمل
ہے۔

مولانا وحید الزماں کا میلاد نامہ "محفل میلاد" بمبئی سے شائع ہوا۔ سید محمد خطیب مکتبہ مسجد، حیدر آباد
دکن کا میلاد نامہ بعنوان "بیان الحمودی ذکر ولادۃ المسعود" نظم و نثر کے ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ عزیز
بھوپالی، موج کھنوی کے شاگرد تھے۔ ان کا منظوم میلاد نامہ بعنوان "میلاد شریف" ہے۔ (۱۳۰)
عبدالغفار دہلوی کا معراج نامہ بعنوان "معراج النبی" ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے خطیب محمدی
مسجد، کراچی نے شائع کیا۔

رحمان علی طیش کا "میلاد طیش" ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اور عباسی کتب خانہ، کراچی کا شائع کردہ
ہے۔

مولوی غلام غوث کا معراج نامہ "رحمت بھری کتب" ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ملک شاہ دین تاجر
کتب، کشمیری بازار، لاہور نے شائع کیا۔

مولوی محمد عبدالرب دہلوی کا میلاد نامہ بعنوان "مکدستہ آسیہ" ۵۱ صفحات پر مشتمل ہے اور افضل
المطالع، دہلی کا شائع کیا ہوا ہے۔

مولانا احتشام الحق تھانوی کا "مولود شریف منور منظوم" ۲۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک نسخہ کتب
خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔

مولانا ولایت حسین عارف کا "میلاد عارف" حفظ الرحمن امرہوی نے شائع کیا اور حافظ فیض اللہ بیگ
کا میلاد نامہ "گلزارِ نقی کلاں" دو حصوں میں بمبئی پریس، آگرہ سے چھپا۔

مجموعہ ہشت بہشت، مجلس ذکر خیر ۱۹۹۱ء میں اور مولود ہمار ولادت ۱۹۰۵ء میں مطبعہ مجبائی، دہلی سے شائع

ہوئے۔ واقع الاوبام فی محفل خیر الانام ۱۹۰۳ء میں مطبع نائی 'لکھنؤ سے چھپا۔ تذکرہ رسول اکبر (۱۹۳۱ء) 'مظہر
 المیلاد (۱۹۳۳ء) 'میلاد سرور انبیاء (۱۹۳۳ء) اور مجموعہ میلاد مصطفیٰ (۱۹۳۳ء) 'مطبع تو کشور لکھنؤ سے چھپے۔
 بنار خلد ۷۸ صفحات پر مشتمل، سب ایس سنت سنگھ اینڈ سنز لاہور نے شائع کیا۔

دور جدید کے میلاد ناموں کا جائزہ (۲)

اس جائزہ میں ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۳ء تک کے میلاد نامے شامل ہیں۔ یہ میلاد ناموں کی کثرت و بہتات کا دور ہے۔ اس دور میں بھی نثری میلاد ناموں کی تعداد زیادہ ہے اور ان میں جاہل شاعری، ٹکڑے موجود ہیں۔ محافل میلاد کے حق میں اور رد میں بے شمار فتویٰ میلاد، میلادی روایات اور اثبات میلاد کے سلسلہ میں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس امر کو مد نظر رکھتے ہوئے، اثبات میلاد کے سلسلہ میں قریباً ہر میلاد نگار نے فضائل محافل میلاد اور فضائل درود و سلام کو موضوع بنایا ہے۔

اس دور میں جدیدیت کی روئے ادبوں، شاعروں، دانشوروں اور اہل علم و فضل کو فکری، علمی، تہذیبی اور اخلاقی و مذہبی اصلاح کا کام کرنے کا شعور عطا کیا۔ اس زمانے کی بے صغیر کی مختلف سیاسی، علمی اور مذہبی تحریکوں نے بدلتے ہوئے حالات و نظریات اور افکار کی روشنی میں نئی شخصیں روشن کیں۔ اس مقصدیت اور اصلاح پسندی کے اجتماعی زندگی پر خوشگوار اثرات مرتب ہوئے۔

جدید علوم و فنون کی ترویج و ترقی کی بدولت مختلف نظریات کے پھیلنے کی وجہ سے میلاد نگاروں نے ان سب کا مثبت جواب دیا اور میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ اور تعلیمات و ارشادات میں تمام قیمتی الاقوامی نظریات، مسائل اور تحریکوں کے زاویہ ہائے نظر کا شافی حل پیش کیا جو پوری کائنات میں امن و سکون اور خوشحالی کے پیامبر ہیں۔

اس دور کے میلاد ناموں میں استمداد و استفادہ اور شفاعت طلبی کا بیان پہلے کی نسبت زیادہ ہے۔ دراصل مسلمان تہذیبی، سیاسی اور اقتصادی طور پر پس ماندہ ہو گئے تھے۔ اس پس منظر میں ان مضامین کی کثرت کو مسلمانوں کے سوز و دروں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

مسلمانوں کے لیڈروں نے کانگریس کے محدود، غیر اسلامی اور بت پرستانہ نظریات کے خلاف آواز اٹھائی اور مسلمانوں میں دوبارہ سیاسی اور تہذیبی عروج کے حصول کا جذبہ بیدار کیا۔ مذہبی و تہذیبی انفرادیت کا احساس بیدار کرنے میں مولانا حسن رضا خاں، حسن، عطار اکبر آبادی، غلام محمد ہادی علی خاں، حافظ محمد انوار اللہ، فضیلت جنگ، عبدالغفار بلخ، محمد رکن الدین الوری، عبدالحلیم شرر، گوہر رامپوری، علامہ راشد الخیری، عبدالرزاق ندوی، بیہم وارثی اور علامہ نور بخش توکلی وغیرہ نے اپنے میلاد ناموں سے بہت موثر اور سووند کام لیا۔

معراج ایک ایسا معجزہ ہے جو اپنی حیثیت سے منفرد اور بے مثال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس انداز اور نوعیت کے معجزے نبی کریمؐ کی ذات ستودہ صفات سے متعلق ہیں، اس قسم کے کسی دوسرے نبی کو نصیب نہ ہو سکے۔ تمام میلاد نگاروں نے واقعہ معراج کو بیان کیا ہے۔ اس دور کے معراج ناموں میں طاقی رحیم

بخش، قاضی قلندر علی اور خواجہ محبوب عالم کے معراج نامے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس دور کے میلاد نگاروں میں حافظ محمود حسین نے اپنے منظوم بیان میلاد سے فکری اور فنی لحاظ سے شعری روایت کو آگے بڑھایا۔ مصمم الدین نے عربی اور فارسی کے بکثرت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ حافظ محمد امین نے نبی کریمؐ کے فضائل کو قرآن و حدیث کے دلائل سے بیان کیا ہے۔ محمد دولت خان نے بیان معراج میں آسمانوں اور عرش کی رونق اور ہماہمی کا نقشہ بڑے دلکش پیرایے میں کھینچا ہے۔ ان کا طرز اظہار متنوع اور رنگ رنگ کیفیات و تاثرات کا حامل ہے۔ مولانا حسن رضا خاں نے بیان معراج میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں اور اکثر جگہ پر فلسفیانہ انداز عیاں بھی اختیار کیا ہے۔

عطار اکبر آبادی نے اپنے میلاد نامہ میں نبی کریمؐ کے معجزات کو روحانی و جسمانی لحاظ سے الگ الگ بیان کیا ہے۔ ان کے اسلوب میں جذبہ و جوش اور شیطانی و سرشاری کے عناصر غالب ہیں۔ ان کے بیان میلاد میں قرآن و حدیث کے حوالے اور فارسی و عربی تراکیب بھی نظر آتی ہیں۔

حافظ عبدالحمید نے بیان میلاد میں طرز استدلال اختیار کیا ہے۔ خواجہ حافظ علی کے اشعار میلاد میں سوز و گداز اور کیف و اثر کی وجہ سے ایک خاص انفرادیت کا احساس ہوتا ہے۔

محمد تقی کلاپوری نے بیان میلاد میں معتبر اور مستند روایات نہایت سلیس اور عمدہ زبان میں تحریر کی ہیں اور نیم خواندہ عوام کے روحانی جذبات کی تسکین کا وافر سامان مہیا کیا ہے۔ مولوی محمد انوار اللہ نے قرآن مجید، احادیث نبویؐ اور کتب سیرت سے نبی کریمؐ کے فضائل و معجزات کا ایک دلنواز مرقع تیار کیا ہے۔ مولوی محمد عظیم کے بیان میلاد میں ایجاز و اختصار، متانت و وقار اور سادگی و دلکشی پائی جاتی ہے۔ سید محب الحق نے صحت روایات کو مد نظر رکھا ہے۔ محمد رکن الدین الوری کا میلاد نامہ رطب و یابس سے پاک ہے اور بیان روایات میں حد اعتدال کو ملحوظ رکھا ہے۔

حسن علی خان نے مستند اور وقیع حوالوں سے واقعات اور روایات کو عام فہم انداز میں بیان کیا ہے۔ خواجہ فقی الدین مولود خواں کے میلاد نامے میں واقعات کی ترتیب کا فقدان ہے۔ قاضی ذکیر الدین نے بیان میلاد میں ہندی گیتوں کے انداز میں درود و سلام ہندو تہذیب و معاشرت کے اثرات کے تحت لکھا ہے۔

محمد جمیل الرحمن خان کے بیان میلاد میں ان کے سوز و جذبہ دروں کا بھرپور اظہار ملتا ہے۔ شاہد حسین خاں نے اوصاف و مقامات محمدیؐ کے بیان میں کہیں ضعیف روایات کا سہارا نہیں لیا اور نہ ہی شاعرانہ رو میں شریعت کی حدود سے تجاوز ہوئے ہیں۔

عبدالحمید شرر کا انداز عیاں تکلفیہ اور رواں ہے۔ انہوں نے بیان میلاد میں شاعرانہ تشبیہات و استعارات کو بکثرت استعمال کیا ہے۔ انوار اللہ نیچو کی منظومات میلاد میں زبان کی شیرینی اور بیان میں اثر و گداز ہے۔ گوہر رامپوری نے زبان زد عام سلام اور منظومات کو بھی شامل کیا ہے۔ ان کے لوری کے اشعار میں شعری لطافتیں اور فنی محاسن موجود ہیں۔ فدا حسین شاہ جہان پوری نے اپنے میلاد نامہ میں عبارات کے ساتھ ساتھ حوالہ جات نقل کر کے حتی الامکان مستند اور معتبر بنانے کی کوشش کی ہے۔ خواجہ احمد بخش اکبر آبادی نے عام روایتی انداز سے میلاد نامہ لکھا ہے اور اپنی بیان کردہ روایات کا کوئی ماخذ عیاں نہیں کیا۔

فشی محمد احسن غن بہاری کے اشعار میں سلاست و روانی اور بے ساختگی ہے۔ نیز اسلوب بیان کی سادگی اور مضامین کی صداقت اپنے مخصوص انداز سے ہر جگہ جلوہ گر ہے۔

سید دیدار علی نے صرف مستند اور ثقہ روایات کو بیان کیا ہے۔ ان کا میلاد نامہ علمی شان و وجاہت کا حامل ہے۔ عزیز لکھنؤی کی نکسالی زبان کے علاوہ لکھنؤی ترتیب کی متانت اور شائستگی کا جو ہر بھی ان سے میلاد نامے کی امتیازی شان ہے۔

راشد الخیری کا میلاد نامہ ”آمنہ کا لال“ ہر لحاظ سے رطب و یابس سے پاک ہے اور زنانہ محافل میں پڑھنے کے لئے موزوں ہے۔ انہوں نے وضعی روایات سے پرہیز کیا ہے۔

غلام محمد عباس کے اشعار میلاد میں روانی اور ربط موجود ہے۔ شیخ ابراہیم نقشبندی کے اشعار میں تطبیق جذبہ کا تاثر نمایاں ہے۔ نہال احمد علوی نے صحت روایات اور واقعت کو برقرار رکھا ہے۔ زبان کی سادگی و روانی کے اعتبار سے ان کی مثنوی ایک گر انداز قدر تصنیف ہے۔

عبدالرزاق ندوی کے طرز استدلال اور تحقیقی انداز سے مخاطب متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انہوں نے اپنی آراء کے اثبات کے لئے جا بجا حوالوں سے کام لیا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے طرز استدلال اور سلاست کی بناء پر اثر پذیری کے عناصر ان کے اسلوب میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ بیدم وارثی کے میلاد نامہ اشعار اور سلاموں میں سوز و گداز کا وصف سامعین کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتا۔

محمد احسن نگرانی نے صحت واقعات اور حقیقت بیانی پر بھرپور توجہ دی ہے۔ علامہ نور بخش توکل نے بیان میلاد میں واقعات کو منطقی ترتیب کے ساتھ وضاحت و صراحت سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے قرآن معروف حالات و واقعات کو سلیس اور سادہ انداز میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے تمام دینی تصانیف جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی دینی ضروریات کو مد نظر رکھ کر تالیف کی ہیں۔

سالتواں باب

عصر حاضر کے میلاوتنامے

۱۹۲۸ء ————— ۱۹۹۰ء

عصر حاضر کے میلاد نامے

(۱۹۳۸ء ————— ۱۹۹۵ء)

- عصر حاضر کا سیاسی و سماجی یس منظر۔
- محمد شفیع علی خاں اختر رضوی / محمد بدر الدین خاں / مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی / حافظ محمد اسحاق
افسر صابری چشتی / عزیز الدین احمد قادری / مولوی عبدالستار جالندھری / مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی /
خلیق احمد آرزو لکھنوی / علامہ سیما اکبر آبادی / مولانا اخلاق حسین / خواجہ محمد اکبر خاں وارثی / مولانا
شاہ عبدالعظیم صدیقی میرٹھی / عزیز / خواجہ حسن نظامی / مفتی محمد فضل الکریم فضل / مناظر احسن گیلانی /
صوفی امداد حسین نصرت / مولانا ابوالکلام آزاد / سید علی نقی / ابوالحسنات سید محمد احمد قادری / مفتی انتظام
اللہ شہابی / فیض محمد قادری / غلام مصطفیٰ کوثر امجدی بلیادی / سید حمید الدین احمد / مفتی غلام معین الدین
ناصر الدین محمد / درد کاکوروی / سید ایوب احمد مہر شاہ جہان پوری / احترام الدین شاعری / یزاد لکھنوی /
صوفی محمد شریف غیرت قادری / عبدالغنی / احمد علی / میاں علی محمد خان چشتی نظامی فخری / خواجہ محمد شفیع
دلوی / حفیظ جالندھری / حافظ محمد رحیم دلوی / مولانا محمد شفیع اوکاڑوی / ثار احمد محشر رسول ٹکری / علامہ
سید احمد سعید کاظمی / علامہ حامد الوارثی / اشفاق حسین قریشی / مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں / کوثر نیازی /
سید محمود احمد رضوی۔
- عصر حاضر کے میلاد ناموں کا جائزہ۔
- میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ۔

عصر حاضر کا سیاسی و سماجی پس منظر

۱۹۴۷ء میں برصغیر کی تقسیم اور قیام پاکستان کی وجہ سے مسلمانوں کے سیاسی اور سماجی حالات نے پڑا کھایا۔ غلامی کی زنجیریں کٹیں۔ روایات کمن بدلیں۔ مسلم اکثریتی علاقوں میں مسلمانوں کے حق خود ارادیت کو عملی جامہ پہنانے میں ہندوستان کے مختلف علاقوں بالخصوص مشرقی پنجاب میں تقریباً سولہ لاکھ مسلمان مہاجرین اور بچے شہید کر دیے گئے۔ ان شہادتوں میں ایک کروڑ کے لگ بھگ مسلمان اپنے آبائی گھروں سے زبردستی نکلے گئے۔ اس انقلاب میں ہزاروں خاندان اجڑ گئے۔ مسلمانوں کو بے شمار دلخراش مناظر اور گرفتار کی قیادت سے دوچار ہونا پڑا۔ تقسیم ہندوستان کے بعد مسلمان دو حصوں میں بٹ گئے۔ بھارت کے مسلمانوں کو وہاں تین نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔

قیام پاکستان کے بعد قائد اعظم اور ان کے رفقاء کو سرحدوں کے غلط تعین، مہاجرین کی آمد، اچاٹوں اور واجبات سے محرومی، فوجی ساز و سامان کی عدم دستیابی، سری پانی کا مسئلہ، وسائل اور تجربہ کار عملے کی کمی، اقتصادی پس ماندگی، انتظامی مشکلات، مسئلہ کشمیر، بیرونی تجارت اور خارجہ تعلقات، دستور کی تکمیل اور عوام کے اعتماد کی بحالی جیسے کئی مسائل کا سامنا تھا۔

نئی مملکت پاکستان میں لاکھوں بے خانہاں مہاجرین کی آیاہ کاری کے مسئلہ کو ہر چیز پر اولیت دی گئی۔ مہاجرین پورے ملک میں کھڑے تھے۔ اس انقلاب میں جہاں اور کئی نقصان ہوئے وہاں سماجی طور پر شریف اور روٹیل کی شناخت بھی گم ہو گئی۔ کوئی کسی کو جانتا نہ تھا۔ متروکہ املاک کی الاٹمنٹ کے لئے سچے جھوٹے حکیم داخل ہوئے۔ متروکہ جائیدادوں کی خاطر دین و ایمان بکے گئے۔ مغرب زدہ اذہان اور مادیت پرست انسان مختلف روپ و ہمار کر ایک دوسرے کو ورغلائے گئے۔

خواجہ ناظم الدین کے عہد وزارت مارچ ۱۹۵۲ء میں مجلس احرار نے قادیانوں کے خلاف تحریک ختم نبوت کا آغاز کیا۔ ان دیگر مطالبات کے علاوہ سب سے اہم مطالبہ یہ تھا کہ قادیانوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے کیونکہ وہ نبی کریم کی ختم نبوت کے منکر ہیں۔ یہ مطالبات مسلمانوں کے دل کی آواز تھے اس لئے پورے ملک میں اشتعال پیدا ہو گیا۔ حالات اس قدر بگڑے کہ ۶ مارچ ۱۹۵۳ء کو لاہور میں مارشل لاء نافذ کرنا پڑا۔

جمہوری روایات کے فقدان اور سیاسی شعور کی بیداری اس معیار کے مطابق نہ تھی جس سے سالمیت پاکستان کی طرف بھرپور توجہ دی جاتی۔ مرکز اور صوبوں کے مابین تقسیم اختیارات کا مسئلہ شروع ہی سے باعث نزاع بنا رہا۔ ۱۹۵۵ء میں محمد علی بوگرہ کی وزارت عقلی کے دوران آئین کی تیاری کا کام بڑی حد تک مکمل ہو گیا تھا۔ وحدت مغربی پاکستان کا اصول بھی طے کر لیا گیا تھا مگر یہ معاملات علاقیت پرستی، نسلی

تصہبات اور لسانی اختلاف و نزاع کا شکار ہو کر رہ گئے۔ مشرقی پاکستان میں سیاسی حالات تیزی سے بگڑ رہے تھے۔ ملک کا برسرِ اقتدار طبقہ عوام کا اعتماد کھو چکا تھا۔ روزنی وزارتوں کے بننے اور ٹوٹنے سے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کا وقار بکھوج ہو رہا تھا۔

اکتوبر ۱۹۵۸ء میں بری فوج کے سربراہ محمد ایوب خان نے مارشل لاء نافذ کر دیا۔ مسئلہ کشمیر، شہری پانی کا مسئلہ اور مہاجرین کی آباد کاری جیسے قومی مسائل ابھی حل طلب تھے۔ فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں نے نظم و

نظم کی اصلاح، تعمیر و ترمیمی چور بازواری اور سنگت کے گندہ کو مہاجرین کی آباد کاری اور زرعی اصلاحات کے سلسلہ میں ٹھوس اقدامات کئے۔ عائلی قوانین کا نفاذ، دارالحکومت کی تبدیلی، بنیادی جمہوریت کا نظام، میثاقِ استیصال (آر۔ سی۔ ڈی) شہری پانی کا تصفیہ اور آئینِ کمیشن کا تقرر جیسے امور اس دور کے شاندار کارنامے ہیں۔ ستمبر ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے بعد عوامی تحریک کا آغاز ہوا۔ ایوب خان نے ۲۵ مارچ ۱۹۶۶ء کو اقتدار سنبھالی خاں کو محفل کر دیا۔ بچی خانے نے مارشل لاء نافذ کر کے یکم اپریل ۱۹۷۱ء کو دن یونٹ توڑ کر پرانے صوبے بحال کر دیئے۔

۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں شیخ مجیب الرحمن اور ذوالفقار علی بھٹو میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ سول ناخروائی کی تحریک اور پاک بھارت جنگ ۱۹۷۱ء کے بعد بچی خانے کے اقتدار کا خاتمہ ہوا۔ جنگ ۱۹۷۱ء کے نتیجے میں سقوطِ مشرقی پاکستان کی وجہ سے پوری قوم غم زوہ اور اشکبار تھی۔ اس وقت ذوالفقار علی بھٹو نے بحیثیت صدر پاکستان عمران حکومت سنبھالی۔ سقوطِ ڈھاکہ کی وجہ سے عوام میں مایوسی، فوسے ہزار قومی قیدیوں کا مسئلہ، روس کی شہ پر پاکستان کے خلاف افغانستان کا شدید معاندانہ پروپیگنڈا اور شکست خورہ قوم میں اعتماد کی بحالی جیسی مشکلات پیش آئیں۔ اسلامی سربراہی کافرنس ۱۹۷۴ء لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس میں ۲۵ ممالک کے سربراہوں اور ۱۳ ممالک کے نمائندوں نے شمولیت کی۔ اس کا مقصد اسلامی ممالک کے ہلاک کی تشکیل تھا تاکہ تمام مسلمان مستقبل کی اقتصادی، دفاعی اور سلامتی منصوبہ بندی کر سکیں۔ مسلم ہلاک بنانے کے سلسلے میں یہودی لابی بھٹو کی دشمن بن گئی۔

قادیانی مسئلہ کا حل ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا ایسا شہری کارنامہ ہے جسے پاکستان کی تاریخ میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو نے عوامی نمائندہ ہونے کا بھرپور ثبوت دیا اور قومی اسمبلی کے جملہ ارکان کو اپنے ضمیر کے مطابق ۹۰ سالہ قادیانی فتنہ پر آزادانہ رائے دینے کی اجازت دی۔ قومی اسمبلی نے اپنے آپ کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا۔ قادیانی فرقے کے سربراہ مرزا ناصر احمد اور لاہوری پارٹی کے سربراہ کے بیانات قومی اسمبلی کے ارکان نے خود سنے۔ ان سے وضاحتیں طلب کیں اس طرح کافی غور و خوض کے بعد ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اسی شام سینٹ نے قومی اسمبلی کے فیصلہ کی توثیق کر دی اور صدر مملکت فضل الہی چوہدری نے بھی دستخط کر دیئے۔ اس طرح یہ دیرینہ فتنہ اپنے انجام کو پہنچا۔

۷ مارچ ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات کے نتائج کو قومی محاذ نے قبول نہ کیا اور ملک بھر میں بد امنی اور انتشار پیدا کر دیا۔ چیف آف آرمی سٹاف جنرل ضیاء الحق نے ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو ملک میں مارشل لاء نافذ

تصہات اور لسانی اختلاف و نزاع کا شکار ہو کر رہ گئے۔ مشرقی پاکستان میں سیاسی حالات تیزی سے بگڑ رہے تھے۔ ملک کا ہر سر اقتدار طبقہ عوام کا اعتماد کھو چکا تھا۔ روزنی وزارتوں کے بے بنی اور ٹوٹنے سے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کا وقار مجروح ہو رہا تھا۔

اکتوبر ۱۹۵۸ء میں بری فوج کے سربراہ محمد ایوب خان نے مارشل لاء نافذ کر دیا۔ مسئلہ کشمیر، سہری پانی کا مسئلہ اور مہاجرین کی آباد کاری جیسے قومی مسائل ابھی حل طلب تھے۔ فیملڈ مارشل محمد ایوب خاں نے نظم و نسق کی اصلاح، ذخیرہ اندوزی، چور بازاری اور سرکٹنگ کے انداز، مہاجرین کی آباد کاری اور زرعی اصلاحات کے سلسلہ میں ٹھوس اقدامات کئے۔ عائلی قوانین کا نفاذ، دار الحکومت کی تبدیلی، بنیادی جمہوریت کا نظام، میثاق استنبول (آر۔ سی۔ ڈی)، سہری پانی کا تصفیہ اور آئین کمیشن کا تقرر جیسے امور اس دور کے شاندار کارنامے ہیں۔ ستمبر ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے بعد عوامی تحریک کا آغاز ہوا۔ ایوب خان نے ۲۵۔ مارچ ۱۹۶۹ء کو اقتدار سنبھالی خاں کو محفل کر دیا۔ بچی خان نے مارشل لاء نافذ کر کے یکم اپریل ۱۹۷۱ء کو دن پونٹ توڑ کر پرانے صوبے بحال کر دیئے۔

۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں شیخ مجیب الرحمن اور ذوالفقار علی بھٹو میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ سول نافرمانی کی تحریک اور پاک بھارت جنگ ۱۹۷۱ء کے بعد بچی خان کے اقتدار کا خاتمہ ہوا۔ جنگ ۱۹۷۱ء کے نتیجے میں سقوط مشرقی پاکستان کی وجہ سے پوری قوم غم زدہ اور اٹکبار تھی۔ اس وقت ذوالفقار علی بھٹو نے بحیثیت صدر پاکستان عثمان حکومت سنبھالی۔ سقوط ڈھاکہ کی وجہ سے عوام میں مایوسی، نوے ہزار قومی قیدیوں کا مسئلہ، روس کی شہ پر پاکستان کے خلاف افغانستان کا شدید معاندانہ پروپیگنڈا اور شکست خوردہ قوم میں اعتماد کی بحالی جیسی مشکلات پیش آئیں۔ اسلامی سربراہی کانفرنس ۱۹۷۳ء لاہور میں منعقد ہوئی۔ اس میں ۲۵ ممالک کے سربراہوں اور ۱۳ ممالک کے نمائندوں نے شمولیت کی۔ اس کا مقصد اسلامی ممالک کے ہلاک کی تحلیل تھا تاکہ تمام مسلمان مستقبل کی اقتصادی، دفاعی اور سماجی منصوبہ بندی کر سکیں۔ مسلم بلاک بنانے کے سلسلے میں یہودی لابی بھٹو کی دشمن بن گئی۔

قادیانی مسئلہ کا حل ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کا ایسا سہری کارنامہ ہے جسے پاکستان کی تاریخ میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو نے عوامی تہمتوں ہونے کا بھرپور ثبوت دیا اور قومی اسمبلی کے جملہ ارکان کو اپنے ضمیر کے مطابق ۹۰ سالہ قادیانی فتنہ پر آزادانہ رائے دینے کی اجازت دی۔ قومی اسمبلی نے اپنے آپ کو ایک خصوصی کمیٹی میں تبدیل کر دیا۔ قادیانی فرقے کے سربراہ مرزا ناصر احمد اور لاہوری پارٹی کے سربراہ کے بیانات قومی اسمبلی کے ارکان نے خود سنے۔ ان سے وضاحتیں طلب کیں اس طرح کافی غور و خوض کے بعد ۷۔ ستمبر ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ اسی شام جسٹس نے قومی اسمبلی کے فیصلہ کی توثیق کر دی اور صدر مملکت فضل الہی چوہدری نے بھی دستخط کر دیئے۔ اس طرح یہ دیرینہ فتنہ اپنے انجام کو پہنچا۔

۷۔ مارچ ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات کے نتائج کو قومی محاذ نے قبول نہ کیا اور ملک بھر میں بد امنی اور انتشار پیدا کر دیا۔ چیف آف آرمی سٹاف جنرل ضیاء الحق نے ۵۔ جولائی ۱۹۷۷ء کو ملک میں مارشل لاء نافذ

کر کے نظم و نسق اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ دسمبر ۱۹۷۹ء میں روس نے فوجی مداخلت سے باہرک کارمل
اقدار سوچنا۔ کارمل انتظامیہ نے مخالفین کو کچلنے کے لئے روسی فوج کو استعمال کیا جس کی وجہ سے تیس سالہ
سے زائد افغان باشندے پناہ حاصل کرنے پاکستان چلے آئے۔ یہ افغان باشندے ملک بھر میں پھیل گئے۔
میں کچھ روسی تحریک کار بھی تھے جس کی وجہ سے پورے ملک میں بموں کے دھماکے، اغواء، تاجاز اسلحہ
خرید و فروخت، رہنئی اور لاقانونیت کے واقعات عام ہونے لگے۔ جنرل ضیاء الحق ۷۱- اگست ۱۹۸۸ء تک
حکمران رہے۔ ان کے بعد بے نظیر بھٹو ۷۲- دسمبر ۱۹۸۸ء کو وزیراعظم بنیں۔ مرکز اور صوبہ پنجاب کے
اختلافات کی وجہ سے ان کا دور اسی کشمکش میں گزر گیا۔ دوبارہ عام انتخابات میں نواز شریف وزیراعظم بنے۔

پاکستان کی ادبی تاریخ مرتب کرتے ہوئے متذکرہ بالا سیاسی واقعات کے علاوہ یہ حقیقت بھی پیش نظر
رکھنا چاہئے کہ پاکستان ایک مخلوط ثقافتی ملک ہے۔ اس کے مختلف علاقوں میں نسلی، رسم و رواج، طرزِ زندگی
باش، لباس اور زبان میں بھی بہت فرق ہے لیکن یہاں کے تمام مسلمان توحید و رسالت پر کامل ایمان کی وجہ
سے آپس میں متحد ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام اس تمام ثقافتی ورثے کا منبع ہے۔ زبان و ادب کے لحاظ سے
پاکستان کی سرکاری زبان اردو ہے جو پورے ملک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ علاقائی زبانوں میں پنجابی،
سندھی، پشتو، بلوچی، بروہی اور سرائیکی وغیرہ شامل ہیں۔ ان تمام زبانوں میں قیام پاکستان کے بعد علمی و ادبی
کام ہوا۔ ملکی سطح پر کھیل، ثقافتی شے، میلے اور عرس ملکی ثقافت کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ عرسوں کے
اجتماعات میں اکثر و بیشتر مذہبی خوش و خروش اور خلوص و عقیدت مندی کے جذبہ کی بجائے عام ملحد
ٹھیلوں کا سانگ پیدا ہو گیا ہے۔ اسلامی اقدار جدید مادیت کے پیچہ استبداد کی مضبوط گرفت کی بنا پر دم
توڑ رہی ہیں۔ جدید علوم کی ترقی نے مثبت نتائج دینے کی بجائے انسانوں کو خود غرض، اقریاء پرور اور مادی
پرست بنا دیا ہے۔ روحانیت کا جذبہ مفقود ہو رہا ہے۔ فحش لٹریچر اور عالمی ذرائع ابلاغ کی وجہ سے اخلاقی
راہ روی کے واقعات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ لوگ جائز اور ناجائز ذرائع سے دولت کے حصول میں
کوشاں ہیں۔ بناوٹ، تصنع اور فیشن شری زندگی کا معمول بن چکے ہیں۔ اونچے طبقہ کے لوگ اپنی آمدنی تعیش
اور غیر ضروری اشیاء پر صرف کر رہے ہیں۔ بڑے شہروں میں مذہبی تعلیم کی کمی اور اجتماعی زندگی کا فقدان
ہے۔ جدید رہائشی علاقوں کے مکینوں میں ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کا بہت کم احساس پایا
رہ گیا ہے۔ آشوب زمانہ کے ان حالات سے متاثر ہوا انسان سکون کی تلاش میں رحمت للعالمین کے در پر
گیا ہے۔ ان جدید تقاضوں کو مد نظر رکھ کر میلاد ناموں اور سیرتی ادب میں اسلامی اقدار کو پر خلوص جذبات
کی آماج سے پھلا کر قلب و فکر کی اصلاح کا سامان مہیا کیا جا رہا ہے۔

بھارت میں موجود مسلمان نامساعد حالات کے باوجود ہندوؤں، سکھوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں نے
مقابلے میں اپنے مذہب، تہذیب اور تمدن کی محافظت کے لئے پورے خلوص سے کوشاں ہیں۔ اسلام کی
تعلیمات اور نبی کریم سے ان کی وابستہ وابستگی برقرار ہے۔ ہندوؤں کے مظالم کی داستان بہت طویل ہے۔
اب تک سینکڑوں مسلمان ہندو خندوں کے ہاتھوں مسلم کش فسادات میں شہید ہو چکے ہیں۔ عدم استحکام

فرقہ وارانہ فسادات اور اقتصادی بدحالی کی وجہ سے وہاں کے مسلمان اپنے دینی عقائد میں پہلے سے بھی زیادہ راسخ ہو گئے ہیں۔

قیام پاکستان کے وقت بیشتر مہاجرین اپنا علمی، ادبی اور مذہبی سرمایہ ہندوستان چھوڑ آئے۔ پاکستان میں میلاد ناموں کی مجلسی ضرورت کے تحت اشاعتوں کا اہتمام ہوا۔ نئے میلاد نامے لکھے گئے اور چند پرانے میلاد نامے مثلاً مولود شہید اور میلاد اکبر وغیرہ دوبارہ شائع ہوئے۔ اس دور کے بیشتر میلاد نامے علوم جدیدہ اور نئے احوال و مسائل کو مد نظر رکھ کر مرتب کئے گئے۔ نیز آپ کے دیگر پہلوؤں معراج، معجزات، شائل و خصائل اور حلیہ مبارک وغیرہ پر الگ تصانیف منظر عام پر آئیں۔ نبی کریمؐ کی ذات اقدس مسلمانوں کے لئے عزیز ترین متاع حیات ہے۔ اس لئے اس باب میں بلا تخصیص پاک و ہند کے میلاد ناموں کا جائزہ شامل ہے۔ لیکن اس جائزے سے پہلے یہ بات جان لینا چاہئے کہ اس دور سے قبل اردو نعت کے سلسلے میں امیر مینائی، علامہ اقبالؒ، محسن کاکوروی اور مولانا ظفر علی خاں جیسے نعت گو شعراء نعت کو ایک نیا رخ دینے کے لئے اس کے بیشتر امکانات کھنگال چکے ہیں۔ اب نعت زلف و کملی کی مدح سرائی سے آگے بڑھ چکی ہے اور اسے امت کے مسائل کے حل کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس طرح اب صرف روایت کا دور ختم ہو چکا ہے اور روایت کے ساتھ ساتھ درایت و تعقل پسندی بھی آگئی ہے۔ سیرت میں مولانا شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی وغیرہ ایسا تجربہ کر چکے ہیں جس کے بعد سیرت کے سلسلے میں بھی تحقیق نے اہمیت حاصل کر لی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سب امور نے میلاد نگار حضرات کو بھی متاثر کیا جس کی واضح جھلکیاں ہمیں زیر نظر دور کے میلاد ناموں میں نظر آتی ہیں۔

محمد شفیع علی خاں اختر رضوی (م ۱۹۳۸ء)

مولانا حافظ محمد شفیع علی خاں اختر رضوی کی زندگی میں خاندانی روایات کا پورا عمل دخل رہا ہے۔ ان کی تحریروں میں زہد و ورع کا رنگ نمایاں ہے۔ ان کا میلاد نامہ ”تور القلوب فی ذکر المحبوب“ ۱۰۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ میلاد نامہ نثر میں ہے لیکن کہیں کہیں منظومات بھی شامل کی گئی ہیں۔

اس کی ترتیب مضامین میں سب سے پہلے تلقین نماز، حضرت عمر فاروقؓ کا ایمان لانا، حکایت جبرائیل اور حضرت موسیٰؑ شامل کی گئی ہیں۔ اس کے بعد برکات میلاد، مختلف معجزات، رسالتؐ، نور نبویؐ کی برکات، بیان پیدائش، بیان معراج شریف، مناجات، نعتیہ کلام، مناقب اصحاب کبارؓ اور سلام بخیر سید خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوانات ہیں۔

مصنف نے قرآن و حدیث کے علاوہ دیگر مستند کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ ان کی میلاد نامہ منظومات میں حضورؐ کی مدح میں طرح طرح کے مضامین بیان ہوئے ہیں۔ نبی کریمؐ کے جمال معنوی پر فدائیت کا یہ عالم ہے کہ ذکر حبیبؐ جہاں بھی آتا ہے تو آپؐ کی صفات اس کے دل و دماغ میں روشن ہو جاتی ہیں۔ خلوص کا یہ عالم ہے کہ کلام کی اثر آفرینی ہر جگہ موجود ہے۔ چند ایک منظومات سے اشعار درج ذیل ہیں :

غیر ممکن ہے صفت حضرت رسول اللہؐ کی

جب کہ خالق خود کرے مدحت رسول اللہ کی
روز محشر جمع ہوں گے اولین و آخرین
تب دکھائے گا خدا عزت رسول اللہ کی
کچھ بشر پر ہی نہیں موقوف کل خلق خدا
کرتی ہے صبح و سہ ما مدحت رسول اللہ کی
(۱)

جان اٹکے مرے مولا یاد محمدی میں
لب پر ہو نام تیرا دم الفت نئی میں
عشق محمدی میں پشک فنا بقا ہے
یا رب تیرے صدمے کرنا فنا اسی میں
(۲)

ماند ہو جائیں ابھی شمس و قمر
رخ سے کر برق اٹھا کر دیکھ لو
ہو گئے میرے گناہ حد سے فزوں
اے شفیع روز محشر دیکھ لو
یا نبی فرقت زووں کا حال راز
پردہ دوری اٹھا کر دیکھ لو
(۳)

مصنف نے چرواہا اور حضرت موسیٰؑ کی حکایت بیان کرنے کے بعد مقام محبت کی وضاحت کر کے چند
اولیاء اللہ کے صبر و استقامت کے احوال بھی قلمبند کئے ہیں۔ نمونہ کے طور پر ایک اقتباس درج ذیل ہے:

”حضرت سہیل بن عبد اللہ مستری سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب محبت کو
پیدا کیا۔ چار ہزار برس عرش کے نیچے گریہ و ٹالال رہی کہ اے پروردگار عالم تو نے ہر
ایک چیز کے واسطے ایک مقام مقرر فرمایا ہے مجھ کو تمہیں معلوم کہ میرا مقام کس جگہ
ہے ارشاد ہوا کہ تیرا مقام میرے عاشقان خاص کا دل ہے۔ اس نے عرض کیا الہی
تیرے بندے میرے تحمل کی طاقت نہ لاسکیں گے۔ خطاب ہوا کہ وہ میرے بندے
ایسے ہیں کہ اگر آسمان کی بلا اور غم ان کے سر پر گرے تو بھی راہ طلب سے قدم نہ
اٹھائیں گے تو اسی مقام پر موافق ظرف اور حوصلہ ہر طالب کے لذت و حلاوت بخشنے
رہتا۔

حضرت ابراہیم اوہمؑ کو دیکھئے کہ جس وقت عشق نبویؐ نے جوش مارا باوشاہت
چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی ایک مرتبہ دریا کے کنارے بیٹھے اپنی گدڑی ہی رہے تھے

ایک شخص جو بادشاہت کے زمانے میں آپ کا ملازم رہ چکا تھا آیا اور طہریہ کہنے لگا کہ اے بادشاہ اس فقیری کو کیا بستر سمجھا کہ آج اپنی گدڑی سی رہے ہو کاش آج بادشاہ ہوتے تو شاہی لباس پہنتے اور ہر کلام اشارہ کرتے فوراً ہو جاتا، افسوس ایک وقت ہے کہ کوئی پرسان حال نہیں۔ یہ کلمات سن کر آپ کو جلال آگیا۔ سوئی دریا میں پھینک دی اور دریائی جانوروں کو اشارہ کیا۔ سب ایک ایک سونے کی سوئی لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ ان کو کیا کروں۔ یہ نہیں چاہتا میری سوئی لا کر دو ایک مچھلی نے غوطہ مارا اور فوراً آپ کی سوئی لا کر دی۔ طعنہ زن سے فرمایا دیکھا تو نے پہلے صرف آدمیوں پر حکومت تھی جو میری سلطنت میں تھے اور یہ طفیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان تو انسان سنگ و حجر الغرض اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی اس جہان میں پیدا کیا ہے جس سے جو کام چاہوں کرا لیتا ہوں۔ آپ کے فرمانے کا اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ صدق دل سے غلام ہو گیا اور آپ ہی کے ساتھ رہنے لگا۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

ہر کرا جامہ ز عشق چاک شد
او ز حرص و عیب کلی پاک شد

(۴)

اختر رضوی کے دل و دماغ کی صلاحیتیں ان کی نثر سے بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ بیان معراج کی ابتداء میں ہی ایسا ساٹا ساٹا زبان کی سلاست، روانی اور موسیقیت کا باندھتے ہیں کہ جو سمجھ کر پڑھتا ہے، سر دھتتا ہے اور جو سمجھ کر نہیں پڑھتا وہ بھی لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ مطالب و محاسن کو پوری طرح سمجھنے کے لئے دینی معلومات کی استعداد ضروری ہے۔ انہوں نے الفاظ کی نشست، محل استعمال، مضمون سے ان کی مناسبت کی دلپذیر صورتیں پیدا کر کے تخیل کے لئے بے پایاں وسعت کا سامان کیا۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

”سبحان اللہ مسک سے ساک تک ایک غلغلہ شادمانی و طہنہ کا مرانی بلند ذرہ ذرہ

قطرہ قطرہ اپنی قسمت پر شادیاں و خورشید زمین و آسمان کے حضور سر جھکا دے کہ آج تو جلوہ گاہ شہی ہے۔ آسمان زمین کے قریان کہ تیرے گھر سے یہ دولت پائی ہے۔ زمین آسمان پر پاؤں نہیں دھرتی۔ آسمان کی چوٹی عرش سے باتیں کرتی خوشی کی گزریاں مٹانے والو دوست شاد و دشمن پامال، ہاں کدھر ہیں۔ مہرکار کے عالی جاہ و بلند اقبالی کو“ جلد حاضر آئیں۔ پھولوں کی کشمیاں نذر لائیں۔ گلزار شریعت کو داہنے ہاتھ کو جو قاسم کی ہری کیاری ہے اس کے بھینے پھولوں سے طرہ بنائیں۔ گلستان طریقت میں خلق عظیم، جو مسکتا تحفہ ہے اس کی مسکتی کلیوں سے ہار گوندھیں و ولعنا لک ذکور کا جھلکتا سرا بدلہ، فوق الہم کا جھلکتا گجرا دل و جان نثار بصلوٰی علی النبی کی نچھاور

ایک شخص جو بادشاہت کے زمانے میں آپ کا ملازم رہ چکا تھا آیا اور طحیہ کھنے لگا کہ اسے بادشاہ اس فقیری کو کیا بہتر سمجھا کہ آج اپنی گدڑی سی رہے ہو کاش آج بادشاہ ہوتے تو شاہی لباس پہننے اور ہر کام اشارہ کرتے فوراً ہو جاتا، افسوس ایک وقت ہے کہ کوئی پرسان حال نہیں۔ یہ کلمات سن کر آپ کو جلال آگیا۔ سوئی دریا میں پھینک دی اور دریائی جانوروں کو اشارہ کیا۔ سب ایک ایک سونے کی سوئی لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ ان کو کیا کروں۔ یہ نہیں چاہتا میری سوئی لا کر دو ایک مچھلی نے غوطہ مارا اور فوراً آپ کی سوئی لا کر دی۔ طعنہ زن سے فرمایا دیکھا تو نے پہلے صرف آدمیوں پر حکومت تھی جو میری سلطنت میں تھے اور یہ طفیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان تو انسان سنگ و حجر الغرض اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی اس جہان میں پیدا کیا ہے جس سے جو کام چاہوں کرا لیتا ہوں۔ آپ کے فرمانے کا اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ صدق دل سے غلام ہو گیا اور آپ ہی کے ساتھ رہنے لگا۔ مولانا روم فرماتے ہیں :

ہر کرا جامہ ز عشق چاک شد
او ز حرص و عیب کلی پاک شد
(۳)

اختر رمضی کے دل و دماغ کی صلاحیتیں ان کی نثر سے بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ بیان معراج کی ابتداء میں ہی ایسا ساٹا ساٹا، زبان کی سلاست، روانی اور موسیقیت کا پاندہتے ہیں کہ جو سمجھ کر پڑھتا ہے، سر دھتا ہے اور جو سمجھ کر نہیں پڑھتا وہ بھی لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ مطالب و محاسن کو پوری طرح سمجھنے کے لئے دینی مطلوبات کی استعداد ضروری ہے۔ انہوں نے الفاظ کی نشست، محل استعمال، مضمون سے ان کی مناسبت کی دلپذیر صورتیں پیدا کر کے تخیل کے لئے بے پایاں وسعت کا سامان کیا۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیے :

”سبحان اللہ سمک سے سماک تک ایک غفلتہ شادمانی و طنطنہ کا امرانی بلند ذرہ ذرہ قطروہ قطروہ اپنی قسمت پر شاداں و خورشید زمین و آسمان کے حضور سر جھکا دے کہ آج تو جلوہ گاہ شامی ہے۔ آسمان زمین کے قریبان کہ تیرے گھر سے یہ دولت پانی ہے۔ زمین آسمان پر پاؤں نہیں دھرتی۔ آسمان کی چوٹی عرش سے باتیں کرتی خوشی کی گھڑیاں مٹانے والو دوست شاد و شمن پامال، ہاں کدھر ہیں۔ سرکار کے عالی جاہ و بلند اقبالی کہو“ جلد حاضر آئیں۔ پھولوں کی کشتیاں نذر لائیں۔ گلزار شریعت کو داہنے ہاتھ کو جو قاصد کی ہری کیاری ہے اس کے پیچھے پھولوں سے طرہ بنائیں۔ گلستان طریقت میں غلطی عظیم، جو ممکن تھفہ ہے اس کی ممکن کیوں سے بار گوندھیں و ولعنا لک ذکر کی کا جھلکتا سرا بمثلہ فوق الہمہم کا جھلکتا گجرا دل و جان نثار بصلوں علی النبی کی نچھاور

کچھ عجیب بڑھتی دولت ہے کہ ایک اٹھاتے ہیں دس پاتے ہیں۔ فقیروں کی چاندی ہے۔ غنی کی برکت ہے۔ ہاں خدا کو سجود، نبی پر درود، مداح کو جنت، جنت کو امت، امت کو شفاعت، شفاعت کو وجاہت، فقیروں کو ثروت، ذیلیوں کو عزت، متعصوبوں کو قوت، آنکھوں کو نور، دل کو سرور، مجھ جیسے بے دست کو لطف حضور کہ اب وہ سانی گھڑی خیر سے آتی ہے کہ دارین کے دولہا کو جہستان والا سے مسجد اعلیٰ، مسجد اعلیٰ سے مقصد بالا تک لے جائیں گے۔ پائے سک سے تاج سماک، فرش خاک سے عرش پاک تک سبحان الذی اسری بعبہ کا ڈنکا بجائیں گے۔" (۵)

اختر رضوی کے بیان میلاد و معراج میں ان کی نظم و نثر میں شدت احساس کے ساتھ قلبی خلوص اور جذب و کیف موجزن ہے۔ انہیں فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ علمی حوالوں کی کثرت سے بسا اوقات رکاوٹ فطری ہماؤ کو مدھم کر دیتی ہے مگر ان کی تحریریں ایسی کسی وقت یا مشکل سے دوچار نظر نہیں آتیں۔ بیان شروع سے آخر تک یکساں ہماؤ اور موثر انداز میں جاری و ساری نظر آتا ہے۔ عصر جدید میں میلاد ناموں نے ایک شافعی و دینی تحریک کی حیثیت حاصل کر لی۔ یہ چلتی پھرتی درس گاہیں تبلیغ دین، حضور کے میلاد و سیرت کی اشاعت، تعمیر و تشکیل کروار، مذہبی تقدس و پاکیزگی، اور زبان کی بالواسطہ ترویج و تشریح کا ذریعہ ثابت ہوئیں۔ میلادیہ منظومات پر مستند شخصیات شعر و ادب نے بحر پور توجہ دی اور فنِ نعت کو صنفِ سخن کا درجہ دینے میں نمایاں طور پر موثر کردار ادا کیا۔

محمد بدر الدین خان (م ۱۹۳۸ء)

ابو ظفر محمد بدر الدین خاں صوبہ بہار میں سب رجسٹرار تھے۔ مذہب سے انہیں بہت لگاؤ تھا۔ انہوں نے اپنے اس طبعی میلان کے پیش نظر میلاد نامہ بعنوان "تحفہ ربیع الاول" لکھا۔ اس کی تالیف کا مقصد بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"تمام مسلمانوں کے سامنے ربیع الاول اور دیگر مجلسوں میں جہاں آپ کا ذکر خیر

ہو اسے پڑھا جائے تاکہ مسلمانوں کے اندر اسلامی تہذیب کا صحیح مذاق پیدا ہو۔" (۶)

"تحفہ ربیع الاول" میں ذکر ولادت باسعادت، سیرت النبی کے مختصر حالات، پیغامِ محمدی، مشن کی کامیابی، ہجرت و وطنیت کا فلسفہ، معجزات اور معراج کے عنوانات کے تحت تفصیلات بیان کی ہیں۔ جشنِ عید میلاد النبی منانے کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"زندہ قوموں کا دستور ہے کہ وہ اپنے بادی و پیشوا کی یادگار میں سال بہ سال ان

کے یومِ پیدائش منایا کرتے ہیں۔ ہمیں بھی لازم ہے کہ محسنِ اعظم، بادیِ برحق نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منایا کریں اور نہایت ہی عقیدت مندی کے ساتھ

آپ کا ذکر خیر سنیں اور لوگوں کو سنائیں۔" (۷)

ان مضامین کے بیان میں خلوص جھلکتا ہے۔ مصنف نے بڑے دلکش اور ساوہ انداز میں حالات تحریر

حافظ محمد اسحاق افسر صابری چشتی

حافظ محمد اسحاق دہلی کے رہنے والے تھے۔ صابری چشتی سلسلہ میں بیعت تھے۔ شعر و سخن میں مہجور دہلوی کے شاگرد تھے۔ تقسیم ہند و پاک کے بعد کراچی آ گئے۔ ان کا میلاد نامہ ”ظہور انور معروف بہ میلاد حبیب اکبر“ ۱۹۳۸ء میں طبع ہوا۔ اس کی ضخامت ۳۶۸ صفحات ہے۔ نظم و نثر کے مخلوط مضامین پر مشتمل ہے۔

محمد و نعت کے بعد اس میں فضائل درود شریف اور رمضان المبارک کا بیان ہے۔ اس کے بعد فضائل قرآن مجید، فضائل خدمت والدین، فضائل محفل میلاد، فضائل کلمہ طیبہ، حضور کی دیگر الہامی کتابوں میں بشارات، ختم نبوت، مدح صحابہ کبار و مناقب خلفائے راشدین، و فضائل اہل بیت، جلوہ نور، ولادت با کرامت، نبوت قیام، سلام بوقت قیام، واقعات بعد ولادت، واقعات رضاعت، خلق عظیم، معجزات خاتم النبیین، علیہ مبارک، معجزہ معراج اور مناجات کے عنوانات ہیں۔ مصنف نے اپنے بیان کو مدلل بنانے کے لئے مختلف کتابوں کے حوالے درج کئے ہیں اور ان حوالوں کے لئے انہوں نے معتبر اور مستند کتابوں کو اپنا ماخذ بنایا ہے۔ بیان خاتم النبیین سے ایک مختصر عبارت بطور نمونہ درج ذیل ہے :

”حکم فرمایا جو شخص کسی نبوت کے دعویدار سے نشان نبوت اور معجزہ طلب کرے گا وہ اسی وقت کافر ہو جائے گا اس لئے کہ جو شخص معجزہ طلب کرے گا یہ بات ثابت کرے گا کہ وہ دوسرے نبی کا ہونا آپ کے بعد ممکن الوقوع سمجھتا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں (تفسیر روح البیان بواوق لامعہ) نبی

کریمؐ پر ہمارا ایمان لانا یوں واجب ہے کہ تحقیق وہ اب بھی ہمارے رسول ہیں اور یہ کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہیں اور جو یہ ایمان لائے کہ وہ ہمارے رسول تو ہیں لیکن اس پر ایمان نہ لائے کہ وہ خاتم الانبیاء و رسول ہیں تو وہ مسلمان نہیں (مجمع الانوار شرح ملتی الامعار صفحہ ۳۰ مصری)۔ (۱۱)

یہ میلاد نامہ اپنے عہد کے اصلاحی رجحانات کا آئینہ دار ہے۔ اس میں مصنف نے موقع بہ موقع بعض لطیف حقائق و معارف کی طرف اشارے بھی کئے ہیں جس سے میلاد نامے کا لطف دوہلا ہو گیا ہے۔ ان کی زبان اور ان کے اسلوب سے ان کے علمی رجب کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی تحریر میں ہر بات محکمہ مدلل اور نمائندہ وضاحت سے بیان ہوئی ہے۔ وہ شان نبوت کو ایک سچے عاشق رسول کی طرح بیان کرتے ہیں۔ یہ میلاد نامہ اپنی افادیت کے اعتبار سے قیام پاکستان کے بعد تحریر کئے گئے میلاد ناموں میں منفرد حیثیت کا حامل ہے۔

عزیز الدین احمد قادری

عزیز الدین احمد قادری، کوچہ پختیاں، موچی دروازہ لاہور کے رہنے والے تھے۔ ان کا میلاد نامہ ”آئینہ خلق محمدی“ نثر کے ۱۵۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور میں موجود ہے۔ اس کی اشاعت کا سال ۱۹۴۹ء ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل عنوانات ہیں:

توحید، رسالت اور خلافت، بعثت رسول کریمؐ، دعائے حضرت ابراہیمؑ، نوید مسیحؑ، حضرت سلیمانؑ کی بشارت، حضرت موسیٰؑ کی پیش گوئی، ظہور نور، نور محمدیؐ کا تدریجی دور، نور نبویؐ کی ضیا باریاں، شجرہ نسب، سیرت شاہنشاہ کونینؑ، نور مجسمؑ کا سفر شام، عبد کاملؑ، حضور نبی کریمؐ کی روحانیت کے اوصاف کا اجمالی بیان، اخلاق و الطاف، جنگ کا حکم، تنظیم اسلام، مساوات، غلامی کا خاتمہ، رحم اور حسن معاشرت، حجتہ الوداع، مرض الموت، رحلت رسول پاکؐ، عید مبارک، زر و دولت کا بحرین، مصرف، شجاعت رسول اکرمؐ، حضورؐ کی عبادت و طاعت، عشق رسولؐ، زکوٰۃ کے حقدار، اقوال حضرت نظام الدین اولیاءؒ، مذہب کی ضرورت اور کیوں وجود میں آیا، حضورؐ کا شفع عبادت اور دعائیں، احادیث رسول اللہؐ کی عقلیت، حضورؐ کی تجارتی تعلیم، حضورؐ کی کھانے میں سادگی اور صفائی کا معیار، حضورؐ کی اخلاقی رعنائی، فیاضانہ زندگی اور بلند خیالی، حضورؐ کی تنظیم اور اخوت اسلامی، الوداعی سلام، لمحہ فکر یہ از مصنف اور خاتمہ کتاب و دعا۔

مصنف نے مثنوی مولانا رومؒ، تذکرۃ اولیا (عطارؒ)، رسالہ مولوی دہلی، کتاب الاسلام (سید نذیر الحقؒ)، مصحف بیہم، نعمت سماع اور دیگر کتابوں سے استفادہ کی نشاندہی کی ہے۔ مصنف نے اس کی تصنیف کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”اس کے لکھنے کا مقصد امت محمدیؐ کے سامنے حضورؐ کے اسوہ حسنہ کو پیش کر کے اس کی پیروی کی رغبت دلائی مقصود ہے۔ نیز حکومت ماضی یعنی فرنگی حکومت کے تاثرات کو اپنے وجود سے خارج کر کے سچے اسلامی شعار میں ڈھالا جائے۔“ (۱۲)

نبی کریمؐ کی اولاد سے والہانہ محبت کے بیان میں ایک اقتباس بطور ثبوت درج ذیل ہے:

”حضورؐ کو اپنی تمام اولاد سے محبت تھی۔ اس میں صغیر و کبیر کی کوئی تمیز نہ تھی۔ ابراہیمؑ پیدا ہوئے تو بہت خوشی ہوئی اور مژدہ سنانے والے ابو رافعؓ کو ایک غلام عطا فرمایا۔ بچے کو لے کر دیر تک پیار کرتے رہتے تھے۔ بیماری کی اطلاع پا کر فوراً گئے۔ عبدالرحمن بن عوفؓ ساتھ تھے نزع کی حالت دیکھ کر ٹپ ٹپ آنسو نکلنے لگے۔ عبدالرحمنؓ کے استفسار پر فرمایا۔ میں نے بین کرنے، بال توپنے اور حج کر رونے کو منع کیا ہے یہ تو محبت و رحمت کے آنسو ہیں کیونکہ دل پر کسی کا قابو نہیں چلتا۔“ (۳)

مصنف نے مستند اور معتبر تاریخی روایات سے کہیں بھی انحراف نہیں کیا۔ اس کے مباحث و افادات اور زبان و طرز نگارش کی خصوصیات نے اسے عام قاری کے لئے خاص طور پر مفید بنا دیا ہے اور قیام پاکستان کے بعد لکھے گئے میلاد ناموں میں اسے ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔

مولوی عبدالستار جالندھری

مولوی عبدالستار جالندھری نے ”میلاد آفتاب“ تصنیف کیا ہے۔ یہ میلاد نامہ جلی قلم سے لکھا ہوا ہے اور ۹۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ میلاد نامے میں کسی جگہ سن طبعیت درج نہیں ہے۔ اس کا زیادہ حصہ منجمد ہے۔

اس میلاد نامے کی ابتداء ذکر ولادت کی بجائے فضائل درود شریف سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد تفصیلاً فضائل محفل میلاد بیان کئے گئے ہیں۔ اس بیان کے بعد لفظ محمدؐ سے بہت سارے نکات پیدا کئے گئے ہیں جیسے ”اللہ کا نام بھی چار حرفی ہے اور محمدؐ کا نام بھی چار حرفی ہے۔ اللہ کا نام بھی بے نقط ہے اور محمدؐ کا نام بھی بے نقط ہے۔“ (۴) اکیس صفحات کے بعد نور محمدی کا بیان شروع ہوتا ہے جو من و عن وہی ہے جو دوسرے میلاد ناموں میں ملتا ہے۔ اس میلاد نامے میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ اس میں حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے مناقب کے سلسلے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے مگر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کو نہ معلوم کیوں چھوڑ دیا گیا ہے حالانکہ میلاد نامہ کو میلاد تک محدود رکھنا چاہئے اور اگر خلفائے راشدینؓ کے مناقب کو بطور خیر جوئی شامل کیا جائے تو چاروں اصحاب کو شامل کرنا چاہئے تھا۔

مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی (م ۱۹۵۰ء)

مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی (نواب صدر یار جنگ بہادر) کی ولادت ۵ جنوری ۱۸۹۷ء کو ان کے آبائی قلعہ بھیکن پور میں ہوئی۔ انہوں نے جملہ مروج علوم و فنون میں کمال و دسترس حاصل کی۔ ان کے تمام آیات اجداد بیعت یا ذکر و فکر اور احسان و تصوف کا سلسلہ رکھتے تھے لہذا انہوں نے بھی حضرت شاہ فضل الرحمنؒ کی سچ مراد آبادی سے بیعت کی۔ ریاست و امارت انہیں موروثی طور پر ملی تھی لیکن معاملات ریاست

کو بطریق احسن نبھانے میں ان کی نظر بہت وسیع اور عمیق تھی۔

مولانا شروانی کو فطری طور پر اصلاحی و تعمیری کاموں سے گہرا شغف تھا۔ انہوں نے سرسید کے علمی کارناموں سے متاثر ہو کر ان کی طرف دستِ آخون بڑھایا اور بیش اپنی سرگرمیوں کو علم و تعلیم اور خدمتِ دین تک محدود رکھا۔ ان کی زندگی کا ایک گراںمایہ حصہ حیدر آباد وکن میں بطور صدر الصدور بسر ہوا جس میں انہوں نے دینی خدمت کے سلسلے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

مولانا حبیب الرحمن نے حیدر آباد وکن میں میلاوی مجلسوں کے رواج کی اصلاح کی اور اس بات کی پروا کئے بغیر کہ ان کے منصبِ جلیل کا اقتضاء کیا ہے، ہر اس شخص کے گھر جانے پر راضی ہو جاتے جو ان سے میلاد پڑھوانا چاہتا تھا۔ سیرت مقدسہ نبی کریمؐ کے متعلق ان کا مطالعہ کافی وسیع تھا، اس لئے ان کے بیان اور خطاب کا طریقہ بھی حد سے زیادہ متین اور سنجیدہ ہوتا تھا۔ جو شخص بھی بلاتا اپنی موثر کار پر اس کے گھر پہنچ جاتے اور گھنٹہ دو گھنٹہ سیرت رسالتِ مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں پر مسلسل، پر مغز اور موثر انداز میں میلاد بیان فرماتے۔ رفتہ رفتہ ان کی کادشوں کی بدولت انفرادی محافل میلاد کی بجائے اجتماعی محافل میلاد کا ذوق و شوق پھیلنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے میلاد کی بعض اجتماعی محافل کے سامعین کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ مولانا کی میلاد خوانی کے بارے میں ملاحظہ احسن گیلانی لکھتے ہیں:

”مولانا شروانی کے بیان میلاد میں موضوع، جملی حد، شوق، جھوٹے تراشیدہ افسانوں اور شعر و نغمہ کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی تھی۔ وہ قرآنی آیات، معتبر احادیث، سیرت کی تاریخی اور مستند روایات سے اتنی غیر معمولی دل آویزی پیدا کر دیتے تھے کہ مشکل ہی سے حیدر آباد کی پبلک دوسروں کی تقریر یا وعظ سننے کے لئے آمادہ ہوتی تھی۔ غلط عقائد، بے بنیاد اوہام، جاہلی رسوم و رواج ہر ایک چیز کی اصلاح بھی ان کی عالمانہ تقریروں سے ہوتی چلی جاتی تھی۔ یہ ان کے طرزِ بیان کی خوبی تھی کہ مخالف خیال رکھنے والوں میں بھی کسی قسم کی گرائی پیدا نہ ہوتی تھی۔“ (۱۵)

مولانا حبیب الرحمن خاں کی معاشرتی اصلاح اور دینی شعبوں کی تنظیم و ترقی کے بارے میں سید معین الدین شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں:

”ربیع الاول شریف میں مجالسِ حید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں میلاد خوانوں کے طلبہ صدارتِ عالیہ میں طلبہ کئے جاتے تھے، ان کی جانچ کی جاتی، اہل کو میلاد خوانی کی باضابطہ اجازت اور نااہلوں کو یک قلم ممانعت کر دی جاتی۔ مولانا شروانی کی صدر الصدوری کے زمانے میں مذہبی رنگ کچھ ایسا چڑھا کہ ہائی کورٹ کے جج اور حکیموں نے ججی کے فیصلوں اور مطلب کے ساتھ ساتھ مجالسِ وعظ و میلاد میں خوب خوب تقریریں کیں۔“ (۱۶)

حیدر آباد سے واپسی کے بعد مولانا بدستور علمی مشاغل اور ملی مسائل کی طرف متوجہ رہے۔ آخری ایام میں تسبیح و درود میں بڑی کثرت کرتے تھے۔ بالآخر یہ آفتابِ چشمِ عالم سے ۱۱ اگست ۱۹۵۴ء کو نہاں ہو

گیا۔

مولانا شروانی کے میلادِ رساں کا سلسلہ ”ذکرِ خیر“ کے نام سے حیدر آباد وکن سے شائع ہوتا رہتا تھا۔ ان رساں میلاد میں شانِ رسالت۔ ذکرِ الحبيب۔ آفتابِ رسالت۔ رسالتِ عامہ۔ پیغامِ رحمت۔ شامِ مبارک اور اسوہ حسنہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ حیدر آباد کی انجمن اسلامیہ نے بھی ذکرِ جمیل اور شمعِ ہدایت وغیرہ کے نام سے میلادِ رساں شائع کئے تھے۔ ان رساں کی اشاعت بالخصوص ۱۹۳۰ء میں ہوئی۔ دراصل مذکورہ بالا تمام رساں میلادِ حیدر آباد اور حبیب گنج کی مجالس میلاد کی تقاریر کا مجموعہ ہیں۔ ان میں واقعات کی صحت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ عقیدت مندوں کی گری، تاشیر اور ادب شناسی کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو :

”ام عثمان سے روایت ہے کہ جب حضرت پیدا ہوئے تو ستارے جھک کر زمین سے ایسے قریب ہو گئے تھے کہ گمان ہوتا تھا کہ گر پڑیں گے، اس میں یہ ایماء تھا کہ حضرت سرورِ کائنات، کل اتوار کے مرکز ہیں اور ہر شے اپنے مرکز کی طرف مائل ہوا کرتی ہے، ملک فارس کے آتش کدوں کی آگ جو ہزار برس سے دہک رہی تھی، بجھ گئی۔ اس میں یہ رمز تھی کہ دین حق کے جلوہ سے آتش پرستی کی گرم بازاری نہ رہے گی، دریائے سادہ سوکھ گیا، اس میں یہ اشارہ تھا کہ اب آب پرستی اور پرستشِ دریا پر پانی پھر جائے گا۔ تمام روئے زمین کے بت اوندھے منہ کر پڑے اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ کی رسالت سے بت پرستی کا منہ کالا ہو گا، نوشیرواں کے محل میں زلزلہ پیدا ہوا۔ اس کے چودہ کنگورے ٹوٹ گئے اور لرز کر گر پڑے۔“ (۱۷)

مولانا شروانی کی تالیف میلاد نامہ ”ذکرِ جمیل“ میں نبی کریم کی پوری سنی و مدنی زندگی کے قریب تمام واقعات کو عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے ورنہ میلاد ناموں میں بالعموم ولادت مبارکہ۔ معراج شریف اور وفات کا بیان، تین بڑے عنوانات ہوتے ہیں اور باقی عنوانات انہی کے ذیل میں آ جاتے ہیں۔ اس میلاد نامے میں ترک و انتخاب کے اصول کی کارفرمائی نہیں جس کی وجہ سے یہ کتاب ایک تاریخ معلوم ہوتی ہے۔ معجزات کے بیان میں پہلوئی کی گئی ہے، اس میں صرف تاریخی حقائق کو بیان کیا گیا ہے۔ اس منظرِ انداز کی وجہ سے یہ میلاد نامہ دیگر میلاد ناموں سے مختلف نظر آتا ہے۔ قرآنی آیات و احادیث کے حوالے جابجا ملتے ہیں۔ اسلوبِ سادہ، سہل اور عام فہم ہے۔ مولانا شروانی کی میلاد نگاری میں ان کا اسلوبِ شگفتگی و بلاغت کے ساتھ حلاوت، چٹکی اور برہنہگی کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔ ان کی تحریروں سے بھی مقبولیت کا اثر صاف نمایاں ہے۔

خلیق احمد

خلیق احمد کا منظوم وقفات نامہ ۲۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور عزیزی آرٹ پریس، بھوپال کا ملبیود ہے۔ (۱۸) اس کے سال اشاعت کا اندازہ نہیں ہو سکا۔ کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو کو کتابت جنگ بہادر نے عطا کیا ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کی وقفات مبارکہ کا منظوم بیان ہے۔

آرزو لکھنؤی (م ۱۹۵۰ء)

انور حسین نام آرزو تخلص، سید ذاکر حسین یاس کے چھوٹے بیٹے تھے۔ ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے، پہلے امید تخلص کرتے تھے، بعد میں آرزو رکھا۔ جلال لکھنؤی کے شاگرد تھے۔ کچھ عرصہ معاشی پریشانیوں کی وجہ سے بمبئی اور کلکتہ کے محفّز میں گیت لکھتے رہے۔ ان کے آباؤ اجداد اجیر سے لکھنؤ آکر آباد ہوئے تھے۔ ان کا سپہ گری سے تعلق تھا لیکن وقت کے تقاضوں کا ساتھ دیتے ہوئے شعروءِ سخن کی دنیا میں نام پیدا کیا۔ ۲۱ اپریل ۱۹۵۰ء کو انتقال ہوا۔

ان کی مثنوی ”صبح اسلام“ بیان میلاد پر مشتمل ہے۔ اس میں میلاد و معراج کے واقعات کو نظم کیا گیا ہے۔ ان کی شاعری میں قدیم و جدید رنگ کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ حقیقت و تخیل کی آمیزش ملاحظہ ہو :

ظہور حال و مستقبل سے ماضی کو ملا دوں گا
مجھے آج پھر دوہراتا ہے افسانہ محمدؐ کا

(۱۹)

بتا ہے جب جبرئیل کا شانہ محمدؐ کا
اب افسانہ خدا کا ہے ہر افسانہ محمدؐ کا
دوئی اک داغِ قسمت، غیرت الزام ہے معنی
وہ اپنا ہے جسے اپنائے یارانہ محمدؐ کا

(۲۰)

عام فہم زبان اور سادگی و خلوص ان کے کلام کی منفرد خصوصیت ہے۔

علامہ سیماب اکبر آبادی (م ۱۹۵۱ء)

عاشق حسین نام، سیماب تخلص ۱۸۸۰ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ والد کے سانحہ ارتحال نے ایف۔ اے میں سلسلہ تعلیم قطع کرنے پر مجبور کر دیا۔ ۱۸۹۹ء میں داغ سے تلمذ حاصل کیا۔ قمر اوب کے نام سے تصنیف و تالیف کا اوارہ قائم کیا۔ ساغر نظامی کے ساتھ ۱۹۳۶ء میں لاہور آئے۔ اپنا ماہنامہ ”سپانہ“ بھی آگرہ سے لاہور منتقل کیا۔ لاہور کی فضا راس نہ آئی اور واپس چلے گئے۔ ۱۹۳۰ء میں ماہنامہ ”شاعر“ جاری

کیا جو قیام پاکستان تک جاری رہا۔ یہ اصلاح زبان اور شعر و ادب کا معیاری رسالہ تھا۔ سیماپ تقسیم ہند کے بعد کراچی آ گئے اور بیس ۳۱۔ جنوری ۱۹۵۱ء کو انتقال ہوا۔ مزار قائد اعظم کے نزدیک مدفون ہیں۔ علامہ سیماپ اکبر آبادی کو علم عروض میں کامل و مستزں حاصل تھی۔ شعر و شاعری میں ان کا کمال دیکھ کر مختلف اطراف سے لوگ ہزاروں کی تعداد میں غرضاً گروی حاصل کرنے لگے۔ اس لحاظ سے سیماپ کنت مشق، صاحب طرز، قادر الکلام اور آگرہ سکول کے ایک کامیاب شاعر تھے۔ مختلف موضوعات پر تقریباً ۲۸۳ سے زائد کتابیں ان کے قلم کے رچن منت ہیں۔ سیماپ نے قرآن حکیم کا منظوم اردو ترجمہ کیا۔ خواجہ حسن کے لئے زمانہ میلاد لکھا۔ ”ریاض الاطهر فی احوال سید البشر“ عرف بارہ چمن کے مولف اول مولوی محمد باقر آکاہ ہیں۔ اس کے منظوم شارح اور عصری نقضوں سے ہم آہنگ کر کے متن اور مواد کو از سر نو مرتب و مدون کرنے والے سیماپ ہیں۔ سیماپ کے نعتیہ مجموعوں میں بھی میلاد یہ منظومات موجود ہیں اور سلاسل کے مجموعے ان کے علاوہ ہیں۔

ریاض الاطهر فی احوال سید البشر عرف بارہ چمن کی ترتیب نو کے بارے میں سیماپ اکبر آبادی رقم طراز ہیں:-

”مولوی محمد باقر آکاہ کی زبان قدیم کرنا تک ہے جس کو فی زمانہ جاننا ہر کوئی بوجہ تا آشنائی زبان مذکورہ سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس میں زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے جو مواد اصل کتاب میں بھی درج نہیں یا کم ہے۔ غزوات، معجزات اور وفات کا بیان، ہر ایک کا ضروری قدر حصہ کتب مستحبہ سے اخذ کر کے کتاب میں داخل کر دیا گیا ہے۔“ (۳۱)

ریاض الاطهر کو بارہ چمن میں تقسیم کرنے کی وضاحت کی گئی ہے:

”اس تقسیم کا اصلی سبب یہی ہے کہ ماہ مبارک ربیع الاول کے اوائل میں حضور سرور کونین کے مقدس حالات و حیرت و واقعات پڑھنے اور سننے کا ہر ایک کو شوق اور یوم ولادت ۱۲۔ ربیع الاول پر ختم کرنے کا ہندوستان کے اکثر حصوں میں عموماً رواج ہے اس لئے اس کا ہر ایک حصہ اگر ایک ایک دن ختم کر دیا جائے تو بارہ ایام میں کتاب ضرور ختم ہو جائے گی۔“ (۳۲)

پہلی جلد میں نو چمن بیان کئے گئے ہیں۔ پہلے آٹھ چمن منظوم ہیں۔ نواں چمن نثر میں ہے۔ دوسری جلد کے آخری تین چمن کی شرح مولوی سید حسن مرتضیٰ شفیق رضوی نے کی ہے۔ یہ دوسرا حصہ مطبع کوثر، مطبوعہ ہے اور پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود اس مطبوعہ نسخہ میں چمن دواؤد ہم کے آخری اوراق حائب ہیں۔

پہلا چمن حمد باری تعالیٰ، نعت مصطفیٰ اور منقبت عوہیہ سے شروع ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد انوار رسالت، تقسیم نور محمدی، اور تخلیق عالم، انتقال نور پیشانی آدم میں، آدم علیہ السلام جنت میں، آدم دنیا میں، حضرت عبداللہ کا نکاح آمنہ خاتون سے، ام التثال خواہر ورقہ کا حال، حضرت عبداللہ اور ایک شامی کلبہ

تائید غیبی اور عقد، آثار حمل، ایام حمل، وفات حضرت عبداللہ، واقعہ قیل اور حمل کا اٹھواں مہینہ کا بیان شامل ہے۔

دوسرا چمن نوید رسالت، ظہور رسالت کی بشارات جن کا ذکر آسمانی کتابوں میں ہے، صحیفہ آوم، صحیفہ شیت، صحیفہ ادریس، صحیفہ ابراہیم، توریت شریف، زبور، انجیل، ظہور آنحضرت کی بشارات جو انبیاء و پیغمبر رہے، حکایت شیخ بادشاہ یمن اور چار سو حکماء کی بشارات ظہور آنحضرت کے متعلق، بخت نصر کا خواب، حضرت وانیال کی تعبیر، ربیعہ سلطان یمن کا خواب، شق و سطح کی تعبیریں اور بشارت ظہور، بشارت سیف بن ذی یزن سلطان یمن، احوال سعد بن عدنان، بشارت کعب بن لوی و الیاس بن معمر، حضرت صدیق اکبر کا ایمان، ہشام بن عاص کا قیصر روم سے مکالمہ اور نبی کریم کی تصویر، حکایت ذریب و صی یسعی اور بشارت ظہور نبی ذوالکرام پر مشتمل ہے۔

تیسرا چمن حمد و مناجات اور نعت و منقبت سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں زمانہ حمل کے باقی حالات قبل تولد سرور کائنات، ولادت باسعادت، معجزات ولادت، معجزات تولد جن کی خبر آپ کے جد امجد نے دی، ہانڈی کا پھٹ جانا جو رسم عرب کے مواقع آنحضرت پر ڈھکی گئی تھی، ان معجزات کا بیان جن کی خبر حضرت صفیہ آنحضرت کی پھوپھی نے دی، ان معجزات کا بیان جن کی خبر مادر عثمان بن العاص نے دی، ان معجزات کا بیان جن کی خبر شفا والدہ عبدالرحمن نے دی، ایک یہودی کا مکہ مکرمہ میں نبوت آنحضرت کی خبر دینا، مدینہ منورہ میں حضور کی ولادت کی بشارت ایک یہودی کی زبان سے، ہنگام ولادت باسعادت بتوں کا سرنگوں ہونا، ولادت رسول کی وجہ سے شیاطین کی آمد و رفت کا آسمان پر موقوف ہونا، انوار کی درخشانی اور بلندی میں ندائے غیب، آتش کدوں کا بجھنا، دریائے ساوہ کا خشک ہونا، قصر نو شیرواں کا لرزہ میں آنا اور یہودیوں کے پیر کا خواب نظم کیا گیا ہے۔

چوتھا چمن شمیم نبوت، نعت، منقبت، دایوں کا بچوں کے لئے مکہ مکرمہ آنا اور حلیمہ سعدیہ کا سرور عالم کو لے کر اپنے گھر جانا، حضرت حلیمہ کا مرکب اور ظہور نبوت کی گفتگو، زمین کا سرسبز ہونا، رسول خدا حلیمہ سعدیہ کے گھر میں، احتیاط و پاکیزگی، گوارہ رسول اور چاند، نشو و نما، نبی کریم، پہلا کلمہ جو نبی کریم کے منہ سے نکلا، آنحضرت کا مکہ جانا اور واپس آنا، رسول کریم چڑا ہے کی حیثیت سے ہوا زن کے جنگلوں میں، معجزہ شق صدر، ایک کاہن کی کمانت اور اظہار نبوت، مراجعت رسول جانب مکہ اور معجزات سفر، نبی کریم بی بی آمنہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں، ایک یہودی کی بشارت مدینہ منورہ میں، انتقال حضرت آمنہ خاتون اور شہادت نبوت، حضور انور مند عبدالمطلب پر، نزول باران برکت، حضرت عبدالمطلب کا انتقال، ابو طالب کو پردگی اور وصیت کے مضامین تک منظم ہے۔

پانچواں چمن شمیم نبوت کے عنوان سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں بھی روایت کے مطابق اس کی ابتداء میں حمد، نعت اور منقبت کے بعد اصل مضمون نظم کیا گیا ہے۔ حضرت نبی کریم کفالت ابو طالب میں، نو برس کی عمر میں حضرت کی دعا سے بارش کا ہونا، آپ کا تیرہ برس کی عمر میں بیعت شام سفر کرنا اور ذکر بخیرہ راہب، سرور عالم انیس برس کی عمر میں، بیس برس سے چھتیس برس کی عمر تک کے حالات، سفر شام کے

بعض واقعات اور حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے آپؐ کا نکاح تک کا بیان ہے۔

چھٹا جن 'تکمیل نبوت' آثار نبوت اور اس کے مقدمات 'ابتدائے بعثت و نبوت و نزول جبرئیل' فترت وحی و نزول سورہ مدثر' بیان ان لوگوں کا جو سب سے پہلے ایمان لائے 'دعوت عام' ہجرت حبش' حضرت عمرؓ کا قبول اسلام' اہل قریش اور مقاطعہ رسول' وفات ابو طالب' اور حضرت خدیجہؓ ہجرت فرمانا رسول مقبول' کا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ' ہجرت کا دوسرا' تیسرا اور چوتھا سے گیارہواں سال کے احوال پر مشتمل ہے۔

ساتواں جن 'شماکل نبوت میں حلیہ شریف' سر مبارک' روئے مبارک' آنکھیں اور بصارت کا بیان' کان اور ان کی شنوائی' جبین مبارک' ابروئے مبارک' بینی مبارک' دھن' لب ہا و دندان مبارک' ریش مبارک' گردن اور دوش مبارک' سینہ مبارک' پشت مبارک و مہر نبوت' دست ہائے مبارک' قدم مبارک' قامت زیبا' رنگ و رفتار مبارک' خوشبو و عرق مبارک' آنحضرتؐ کا علم و صبر اور عقل و حلم' حیا و چشم پوشی' جود و کرم' شجاعت' رحمت و شفقت' پاس عمد و مسئلہ رحم' عدل و صدق و امانت' حکمت و وقار' زہد مبارک' تواضع مبارک' عادات سرور کائنات' و قلت اکل' وہ چیزیں جنہیں آنحضرتؐ پسند فرماتے تھے' آپؐ چند چیزوں کو ملا کر کھاتے تھے' آداب طعام' وہ چیزیں جو نبی کریمؐ نے نہ کھائیں' آب و شربت' لباس مبارک' آنحضرتؐ کا پسندیدہ لباس' آداب لباس' خاتم آنحضرتؐ منورہ مبارک' مزاج و تقسیم' آپؐ کا فرش خواب' ہجرات مبارک اور مقام حضرت خیر الانامؐ تک منظوم ہیں۔

آٹھواں جن 'خصائص نبوت میں وہ خصوصیات جو نبی کریمؐ پر فرض تھیں' وہ چیزیں جو نبی کریمؐ پر حرام تھیں مگر آپؐ کی امت پر حلال ہیں' وہ چیزیں جو نبی کریمؐ پر مباح تھیں لیکن امت پر حرام ہیں' آپؐ کے 'خصائص' فضائل اور کرامات' نبی کریمؐ کی وہ خصوصیات جن کا تعلق آخرت سے ہے' 'خصائص امت نبی کریمؐ اور نبی کریمؐ کی امت کی وہ خصوصیات جن کا تعلق آخرت سے ہے' بیان کی گئی ہیں۔

نواں جن 'غروب رسالت میں وصال حقیقی پر آپؐ کی رضا مندی' اس سلسلہ میں سات روایات کا بیان' وفات سرور کائنات' کی حکمتیں اور پانچ روایات کا بیان' وفات شریف ایک مصیبت حقیقی ہے' واقعات وفات حضور سرور کائنات' آخری زیارت' وفات حسرت آیات' غسل شریف' کفن پاک' نماز جنازہ' تدفین' زیارت روضہ منورہ' حضرت صفیہؓ کی ایک علیٰ لہم کا ترجمہ اور عالم برزخ میں آپؐ کی تشریف آوری کی پانچ روایات تک سارا بیان منظوم ہے۔ صرف عنوانات نثر میں ہیں۔ اس کے بعد کا بیان شفاعت کبریٰ و صغریٰ کا بیان نثر میں ہے۔

دسواں جن 'معجزات پر مشتمل ہے۔ اس میں معجزات انبیائے پیشین و معجزات خاتم النبیین' سب معجزوں سے عظیم الشان 'معجزہ قرآن' 'معجزہ شق القمر' 'معجزہ رد الشمس' 'معجزہ چشمہ آب از اعنشتان رسالتاب' 'معجزہ سایہ ابر' 'معجزہ باران رحمت' 'معجزہ نادر' 'معجزہ شتر' 'معجزہ گرگ' 'معجزہ آہو' 'معجزہ سوسمار' 'معجزہ شجر' 'معجزہ مستن حنظلہ' 'معجزہ سلام الاحجار' 'معجزہ الجبل اور معجزہ الاصنام وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔

گیارہواں جن 'معراج کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس میں لہم المعراج' تکلم و حبیب' راویان احادیث 'معراج' بحث روحانی و جسمانی' پانچ دلائل چہ نسبت خاک را با عالم پاک' معراج کی سات حکمتیں' معراج

کے دو نکتے، ساقی نامہ معراجیہ، خواب توشیں، سلمان ترمین، آمد روح الامیں، بیداری خواب، شق صدر،
نعت فردوس، خیال امت، التجائے براق، سواری براق، جمال بے حجاب، جام شیر و قدح شراب، نزول مسجد
اقصی، عروج عالم بالا، آسمان اول، لہائے حضرت آدم، جنت و دوزخ کے دروازے، معائنہ عذاب معاصی
آسمان دوم، سوم، چہارم، بیت المعمور، آسمان پنجم، ششم، ہفتم، قیامت و شفاعت، لہائے سیدنا ابراہیم علیہ
السلام، سدہ المنتہی، رخصت جبرئیل، رخصت براق، سواری رقرق، رفع تجلیات، ساقی نامہ عرش معلیٰ،
سلام معراجیہ مقام اعلیٰ، چمن وحدت تفسیر قاب قوسین، فاوہی الی عبدہ ما اوہی کی تفسیر مدہ تو اقوال،
تحقیق عبادت، رخصت، ہشتی ساقی نامہ، مرقع ہشت، داخلہ ہشت، ایوان جنت، حوران جنت، اشجار جنت،
انمار جنت اور تنہیت نامہ مراجعت کو نظم کیا گیا ہے۔

بارہواں چمن پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور کے نسخہ میں موجود نہیں۔ یہ اوراق تلف ہو چکے ہیں
اس لئے اس کی تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں۔

ولادت باسعادت کے بیان میں شاعر رقم طراز ہے، انداز بیاں ملاحظہ ہو:

ہو چکا تھا قصہ اصحاب قبل

گذرے بچپن دن اسے بے کال و قیل

حضرت عیسیٰؑ سے چھ سو تیس سال

بعد چکا آفتاب پر جلال

یعنی محبوب خدا پیدا ہوئے

بادشاہ دوسرا پیدا ہوئے

پیشوائے اولیا پیدا ہوئے

ظاتم کل انبیاء پیدا ہوئے

آپؐ کے انوار سے چکا وہ نور

سب اندھیر ہو گیا دنیا سے دور

واہ کیسی راحت افزا تھی وہ شب

یوں ملائک کو ہوا ارشاد رب

کھول دو دروازہ نہ آسمان

باب جنت کو بھی کھولو بے گماں

سارے عالم کو ستوارو قدسیو

نہیب و نعمت کو ابھارو قدسیو

نور ہو حد سے سوا خورشید میں

دوشنی بڑھ جائے صبح عید میں

دیکھئے اس سال انصال خدا

وضع جس گھر میں ہوا بیٹا ہوا
 عام تھا یہ فیض انوار قدم
 تھے نمایاں سب میں آثار قدم
 جب ہوئے پیدا محمد مصطفیٰ
 سب سے پہلے سجدہ خالق کیا
 پھر اٹھائی انگلی ست آسمان
 تاکہ وحدت کی شہادت ہو عیاں
 من میں پھر اپنا انگوٹھ لے لیا
 دودھ جاری اس انگوٹھے سے ہوا
 یک یک ابر سپید اک ٹاکہاں
 لے گیا حضرت کو سوئے آسمان
 آئی اک آواز ہاں ایسا کرو
 سارے عالم میں پھراؤ آپ کو
 تاکہ پہچانے انہیں عالم تمام
 خلق میں اسم و صفات ان کے ہوں عام
 سارا عالم شاہ دیں کو جان لے
 شاہ کونین آپ ہیں پہچان لے
 ہاں اسے فوراً کئے جائیں عطا
 خلق و اوصاف تمام انبیاء
 الغرض جملہ فضائل اور کمال
 جمع ہوں اک ذات میں بے قیل و قال
 یک یک وہ ابر بھی پھر کھل گیا
 اور نظر آیا جملہ مصطفیٰ
 چاند سے روشن تھا کھڑا آپ کا
 ہوئے مشک آتی تھی منہ سے برقا
 ہاتھ میں نور خدا کی سرسبز
 تین مجھ کو سبیاں آئیں نظر
 کوئی کہتا تھا کہ ہیں یہ سبیاں
 نصرت و ذکر و نبوت کا نشان
 اختیار ان کو خدائی کا دیا

ان خزانوں کا انہیں مالک کیا
 کان میں رضواں نے حضرت کے کہا
 تو نے پایا علم جملہ انبیاء
 علم میں ہو گا تو ان کا مقتدا
 ہو گی تیری ہی شجاعت بھی کثیر
 اور دو عالم میں تو ہو گا عزیز
 آمنہ کہتی ہیں وہ نور خدا
 جب خدا کے فضل سے پیدا ہوا
 ساتھ ہی پیدا ہوا اک نور بھی
 تھی خدائی بحر میں جس کی روشنی

(۲۳)

ریاض الاظہر فی احوال سید البشر منظوم میلاد نامہ ہے جسے ربیع الاول کے پہلے بارہ دنوں کی مناسبت سے بارہ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے تاکہ ہر روز ایک باب محفل میلاد میں پڑھا جاسکے۔ گیارہواں باب منظوم معراج نامہ ہے۔ معراج رات کو کیوں ہوا؟ اس حکمت کو شاعر نے بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ یہ نکتہ بھی وضاحت کا ہے محتاج

ہوئی کیوں دن کے بدلے شب کو معراج
 کوئی کہتا ہے اس میں بھید یہ تھا
 نہ ہوں دو آفتاب اک وقت یکجا
 کوئی کہتا ہے شب تھی پردہ راز
 برائے عاشق و معشوق و ساز
 وصال طالب و مطلوب کی رات
 نہ تھی کچھ اور جز رمز و کنایات
 شب آمد پردہ دار عشق بازاں
 شب آمد راز دار و لہوازاں
 کوئی کہتا ہے یہ سر نہاں تھا
 کہ ہر مومن کا منظور استحصال تھا
 ادب سے جس نے کی تصدیق کامل
 ہوا بندہ وہ صدیقوں میں داخل
 یہاں ہے مقام غور و انصاف

جو دن کا واقعہ ہوتا عیاں صاف

نہ تھی کوئی صداقت کی ضرورت

نہ ایمان و شہادت کی ضرورت

(۲۴)

ساقی نامہ معراجیہ میں معراج اور اس کے متعلقات کا ذکر کر کے شاعر نے کیف و دل آویزی کی کیفیت پیدا کی ہے۔ زبان و بیان کی سادگی اور سہل لب و لہجہ مہارت فن اور شاعرانہ صلاحیتوں کا بین ثبوت ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

پلا ساقی وہ سے رطل گران سے

جو آئی ہو اتر کر آسمان سے

خم گرووں سے لا بھر کر وہ ساغر

جو ہو لہرز شکل جام کوثر

سرور آنکھوں میں رنگ ایسا جما دے

کہ سیر عالم بلا دکھا دے

عروج نظم کا نشہ ہو سر میں

شب اسرئی کا نقشہ ہو نظر میں

حجاب آنکھوں سے اٹھ جائیں فلک کے

دکھائی دیں ستارے عرش تک کے

منور چشم چٹا ہو یہاں تک

نظر آئے مکاں سے لا مکاں تک

خبر لے دور کی طبع رسا آج

زبان قال پر ہو حال معراج

بڑھے وحدت رہے کثرت نہ باقی

وہی مئے ہو وہی مینا۔ وہ ساقی

کہوں یوں ہو کے مست خوش مغالی

ساقی الحب کلمات الوصالی

(۲۵)

سیماب اکبر آبادی نے "سیرت النبیؐ" میں آپؐ کی ولادت سے وفات تک کے حالات "آپؐ کے شامل و خصائل اور ارشادات عالیہ کو سیدھے سادے جملوں میں بیان کیا ہے تاکہ اسے میلاد کی محفلوں میں سب یکساں دلچسپی سے پڑھ سکیں۔ (۲۶)

سیماب کے سلاموں کے مجموعہ میں بیان کی پاکیزگی و لطافت اور تشبیہوں اور استعاروں کی ندرت ان

کی غیر معمولی اہم اور شاعرانہ باریکی بینی کے شواہد ہیں۔ سلام کا ایک شعر ملاحظہ ہو :

سلام اس پر صلوة اس پر ورد و کائنات اس پر
خدا کی ترجمانی جس نے کی انساں کے پیکر میں

(۳۷)

سیماب کا کلام زبان کی لطافت اور فن کی تکمیل کی پوری تصویر ہے۔ ان کی شاعرانہ عظمت یہی ہے کہ انہوں نے نبی کریمؐ کے خصائل و شمائل کو بڑے پاکیزہ الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ان کی میلادیت، معراجیت اور دیگر منقولات میں معاصر ادبی و دینی اور فنی رویوں کی جھلکیاں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ اس لحاظ سے ان کے اشعار ان کے باطنی غلوں و عقیدت کے آئینہ دار ہیں اور انہی حقائق نے ان کی شاعری میں زور اور جوش پیدا کر دیا ہے۔

مولانا اخلاق حسین (م ۱۹۵۲ء)

مولانا اخلاق حسین مدرسہ حسین بخش، نیا محل، جامع مسجد دہلی میں ۱۹۳۶ء میں ماہ ربیع الاول کے دوران وفات النبیؐ کے موضوع پر خطاب کرتے رہے۔ ان تقریروں کو ”وفات النبیؐ“ کے نام سے ہمدرد ہفتی پریس دہلی نے شائع کیا ہے۔ اس وفات نامے میں نبی کریمؐ کی علالت کی ابتداء سے وفات تک کے مستند واقعات لکھے ہیں۔ بیماری کے دوران ہونے والے تمام ہدایت آموز واقعات اور آپؐ کی وصیتوں کو محققانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس میں اس کے علاوہ چند دیگر مباحث کو بھی عنوان بنا کر وضاحت کی گئی ہے مثلاً نبیؐ کی ولادت اور نبیؐ کی وفات کا اصولی فرق (ص ۱۰)، موت کیوں ضروری ہے (ص ۳۹)، حضورؐ کو اپنی وفات کا کب علم ہوا (ص ۸۵)، حضرت ابوبکرؓ کی امامت کا اعلان (ص ۱۳۳)، کیا امامت ابوبکرؓ فضیلت ابوبکرؓ کی دلیل ہے (ص ۱۳۵)، حضرت ابوبکرؓ کی امامت کے متعلق حضورؐ کی تاکید پر تاکید، رسول اللہؐ کی جبینہ و مخفی میں تاخیر کے بارے میں احادیث کی روشنی میں روافض کے بے بنیاد الزام کا رد (ص ۱۷۳)، آخر میں حضرت عائشہؓ حضورؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عباسؓ، حضرت حسانؓ بن ثابت کے مرفیہ کے اشعار اور حیات النبیؐ کا مسئلہ بیان کیا ہے۔ کتاب کی ضخامت ۲۸۴ صفحات ہے۔ اس کے مباحث، افادات، زبان اور طرز استدلال باعث کشش ہیں۔

اس کی زبان عالمانہ ہونے کے باوجود دقیق نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی قیادت کے بارے میں رقم طراز ہیں :

”آپؐ نے ابوبکرؓ کی زیر قیادت مسلمانوں کی تنظیم پر اظہار مسرت فرمایا جب آپؐ نے وصال کے دن صبح کی نماز کے وقت پردہ اٹھا کر امت کو دیکھا اور مسکرا دیئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے صلی چھوڑ کر پیچھے ہٹنا چاہا مگر اشارہ سے منع کر دیا اور پردہ چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے یہ مسکراہٹ دراصل اس بات پر خوشی کا اظہار تھی کہ مسلمان ابوبکرؓ

مدینہ کی امامت میں معظم ہیں اور اللہ کا پیغمبر اپنی امت کو ایسی قابل الطمینان حالت میں چھوڑ رہا ہے کہ اگر امت قیام دین کے لئے اس تنظیم و اتحاد پر قائم رہی تو ترقی کے راستہ پر گامزن رہے گی۔" (۲۸)

خواجہ محمد اکبر خاں وارثی (م ۱۹۵۲ء)

خواجہ محمد اکبر خاں موضع بھولی تحصیل ہارپڑ ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ وارثی، قادری اور چشتی سلسلوں سے وابستگی رہی۔ میلاد اکبر کی وجہ سے لازوال شہرت ملی۔ کراچی میں ۱۹۵۲ء میں انتقال ہوا۔ صوفی اکبر میرٹھی روحانی و باطنی نسبت کے لحاظ سے چشتی وارثی اور قادری سلاسل سے فیض یافتہ تھے۔ انہیں "میلاد اکبر" کی وجہ سے سب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی۔ اس کے اب تک بے شمار ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ میلاد اکبر مطبوعہ سال ۱۹۳۰ء مطبع محمدی بمبئی اور رتن اینڈ کو دہلی ۱۳۰ صفحات پر مشتمل ہیں۔ جبکہ جمائیکر بک ڈپو، نوکھٹا بازار لاہور کے میلاد نامہ کے ۱۱۲ صفحات ہیں۔ معراج مصلیٰ کے نام سے اس کا معراج نامہ مشتمل بر ۲۳ صفحات پانچویں مرتبہ ۱۹۳۰ء میں شیخ احمد حسن و ذکر الرحمن تاجران کتب دہلی نے شائع کیا۔ ان کے علاوہ ان کے کئی نعتیہ مجموعے باغ کلام اکبر، نہالِ روضہ اکبر، ریاض اکبر، گلزار اکبر، گلستان اکبر وغیرہ کے نام سے چھپ چکے ہیں۔

میلاد نامہ کا آغاز حمد باری تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد فضائل درود شریف، آداب و فضائل محفل میلاد، حضرت بلالؓ کی روایت، اعجاز قرآنی، نبی کریمؐ کے متعلق غیر مسلموں کے اقوال بیان کئے گئے ہیں، بیان ولادت پاک، سلام بوقت قیام، حالات رضاعت، لوری، جھولنا، سرایا مبارک، نعت در آرزو، مدینہ، بیان معجزات، معراج شریف، زمین و آسمان کا مباحثہ، قصیدہ معراج، نماز کی تعریف، فضائل صحابہ کرام و آل پاکؑ کا تفصیلی ذکر ہے۔ اس کے بعد مناقب کے سلسلہ میں منقبت امام حسینؑ، غوث الاعظم خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت علیؑ، جویریؒ اور سید وارث علی شاہؒ دیوا شریف لکھی گئی ہیں۔ آخر میں حضرت زبیرؓ مناجات حضرت ابوبکر صدیقؓ، منظوم اسماء الحسنیؑ، خلیفہ مستنصر باللہ کی روایت، روایت حضرت ابو ایوب انصاریؓ، حضرت شاہ بملول داتا، نمرود و شداو کی روایات، واقعہ حضرت سعدؓ حکایت حضرت سلیمانؑ، حضرت ایوبؑ، عبرت آمیز مسدس کے اشعار، میلاد کے بارے میں استفسارات اور منظوم دعا مظفر وارثی شاعر ہیں۔

میلاد اکبر میں علامہ برزنجیؒ اور ابن جوزیؒ کے میلاد ناموں کے اقتباسات موجود ہیں۔ دیگر روایات میلاد ناموں کی طرح درج ہیں۔ اکبر وارثی نے میلاد کے بارے میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور جدہ کے علماء سے استفسار کیا کہ محافل میلاد النبیؐ عقائد اسلامی کے موافق ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں علماء نے اپنے فتوے بھجوائے۔ ان تمام فتاویٰ کے نقول اس میلاد نامے کے آخر میں شامل کر دی گئی ہیں۔ ان فتوؤں کا ما حاصل یہ ہے کہ محافل میلاد کا انعقاد مبارک بلکہ انقب ہے۔ مدینہ منورہ کے فتویٰ پر تیس علماء مہرین ثبت ہیں جبکہ مکہ مکرمہ کے بیالیس اور جدہ کے پندرہ علماء کی مہرین ہیں۔ ان علماء میں مفتی، شافعی،

دیگر عقائد کے سب ہی علماء شامل ہیں۔

میلاد اکبر میں بہت سے نکات بھی بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً کلمہ طیبہ دو ناموں سے مرکب ہے اللہ اور محمد۔ اللہ بھی بے نقط نام ہے اور محمد بھی اللہ میں چار حرف ہیں اور الف 'ل' 'ہ' ان چاروں حروف میں ایک ایک کو الگ کر کے دیکھئے تو بے معنی نہ ہو گا کچھ نہ کچھ اچھے معنی ضرور نکلیں گے مثلاً الف کو الگ کیا تو 'ل' رہا ان سے اللہ یا معنی بنا لہذا مافی السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ اب ایک ل بھی الگ کیجئے تو باقی رہا 'ل' اور ہ اس سے لفظ لہ بنا یہ بھی با معنی لفظ ہے یعنی لَدُنْكَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ اب دوسرا "ل" بھی الگ کر دیجئے تو باقی رہا حرف "ہ" اس کو اگر پیش سے پڑھیں تو ہو بنا جس کے معنی "وہ" کے ہیں۔ اب بھی اشارہ اللہ ہی کی طرف ہے یعنی هُوَ الْأَوَّلُ هُوَ الْآخِرُ هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ۔ جس طرح اللہ اسم ذات ہے ایسے ہی محمد اسم ذات ہے۔ جس طرح اللہ بے نقط ہے اسی طرح محمد بے نقط ہے۔ جس طرح اللہ میں "ل" مشدود اسی طرح محمد میں "م" مشدود ہے۔ جس طرح اللہ کے حروف الگ الگ کئے جانے کے بعد با معنی رہتے ہیں۔ اسی طرح محمد کے حروف بھی الگ الگ کرنے کے بعد بھی با معنی رہتے ہیں۔ مثلاً محمد میں م، ح، م، د، چار حرف ہیں اگر پہلے میم کو الگ کیجئے تو 'ح' م، د باقی رہا جس کے معنی اللہ کی تعریف کے ہیں جیسے الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ایسے ہی "ح" کو الگ کیجئے تو "م" د باقی رہا اس سے لفظ بنا یا تو مد بنا جس کے معنی ہمیشہ اور پھیلاؤ کے ہیں یہ بھی اللہ ہی کی ذات کو زیبا ہے۔ اب اگر میم کو بھی الگ ہٹایا تو خالی "و" رہی جس کے عدد بحساب ابجد چار ہیں اور چار ہی لفظ هُوَ الْأَوَّلُ هُوَ الْآخِرُ هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ کے ہیں۔ یہ چاروں صفات بھی اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات پاک کے لئے موزوں ہیں۔ جس کا مشرق و مغرب، شمال و جنوب میں ظہور ہے۔ یہ تمام فضائل قدرتی طور پر ظاہر ہوئے ہیں۔ اس کا موازنہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ اور دیگر مذاہب کے معبودوں اور اوتاروں میں سے کچھ حروف کم کر کے دیکھئے تو با معنی حروف باقی نہیں رہیں گے۔" (۲۹)

میلاد اکبر میں گرو نانک کے حوالے سے ایک اور نکتہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ جس کے لحاظ سے ساری کائنات سرکارِ دو عالم نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام میں نظر آتی ہے۔ گرو نانک کا دوا ہے :

نام لو ہر بہت کا اور چوگن کر لو وائے
دو ملا کر چوگن کر لو بہت پر دو بھاگ لگائے
بچے کچے کو توگن کر لو اس میں دو تم دو بھی ملائے
گورو نانک یوں کہیں کہ نام محمد پائے

مثال کے طور پر ہم نے دل کا نام لیا۔ دل کے عدد ۳۴ ہوتے ہیں۔ ان کو چوگنا کیا یعنی چار پر ضرب دیا۔ ۳۴ ضرب ۴ = ۱۳۶ ہوئے۔ ان میں دو ملائے تو ۱۳۸ ہوئے۔ ان کو اب پھر پانچ پر ضرب دیا۔ ۱۳۸ ضرب ۵ = ۶۹۰ ہوئے۔ میں پر تقسیم کیا تو ۱۲ بچے پھر نو پر ضرب دیا تو نوے ہوئے۔ دو ملائے تو ۹۲ ہو گئے یہی عدد نامِ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اس ترکیب سے ہر عدد ۹۲ بن جاتا ہے۔" (۳۰)

”میلاد اکبر“ کی عوامی حلقوں اور مجالس میلاد میں مقبولیت کی غالب وجہ ان کی میلادی منظومات ہیں جن میں جذبہ حب رسولؐ کی قراوانی، خیال و احساس کی پاکیزگی، اور بیان کی سادگی ہے۔ انہوں نے ولادتِ نبی کریمؐ اور معراجِ النبیؐ کے واقعہ کو خاص طور پر منظوم کیا ہے۔ ان منظومات میں سلام، لوری، بھولنا، ڈالی اور سہرا عوامی مجالس میلاد میں بہت پسند کئے جاتے تھے۔ ہندی گیتوں اور بھجوں کے زیر اثر منظوم واقعہ معراج اور منقبتِ خواجہ معین الدین چشتیؒ میں پوری فضا ہندی رنگ میں رنگی ہوئی نظر آتی ہے۔ انہوں نے اپنی میلادی منظومات میں اپنی معیار کو برقرار رکھا، اس سے ان کی علییت کا پتا چلتا ہے۔ موصوف میلاد خوانی کے سلسلہ میں پنجاب کے اکثر اضلاع کا دورہ کرتے رہتے تھے۔ (۳۱) اس اعتبار سے ان کا رابطہ عوام سے تھا اور یہی میلاد خوانی ان کی زندگی تھی۔

میلاد اکبر میں انہوں نے چند سلام لکھے ہیں۔ ان کا درج ذیل سلام اردو کے مقبول و معروف مسالوں میں ہے۔

یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک، صلوات اللہ علیک
(۳۲)

کئی شاعروں نے اس سلام کی تصنیف میں سلام لکھے ہیں لیکن اس سے زیادہ نہ کوئی سلام آج تک پڑھا گیا ہے اور نہ سنا گیا ہے۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری:

”پاک و ہند کا شاید ہی کوئی مسلمان ہو جس کے کان اس سے آشنا نہ ہوں۔
درو و سلام کے عنوان سے اردو میں درجنوں نظمیں لکھی گئیں۔ خود اکبر وارثی کے سلام کی تقلید میں سینکڑوں سلام منظر عام پر آئے ہیں لیکن سادگی و صفائی، اثر و تاثیر اور قبول عام کے لحاظ سے کوئی بھی اکبر کے سلام کو نہیں پہنچتا۔“ (۳۳)

درج ذیل سلام اکبر وارثی نے عیدِ منورہ کی حاضری پر روضہ اقدس پر برجستہ لکھ کر پڑھا تھا۔ اس کے چند شعر درج ذیل ہیں:

السلام اے حق تعالیٰ کے حبیب
السلام اے درو عصیاں کے طیب
السلام اے سرور ارض و سما
السلام اے سید کل انبیاء
السلام اے شافع روزِ یقین
السلام اے رحمت اللعالمین
السلام اے باعث کون و مکال
السلام اے حامی درمائدگان

السلام اے خواجہ کل کائنات
 السلام اے شاہ محبوبی صفات
 السلام اے حافظ جملہ نظام
 السلام اے وارث مآ السلام
 کون سے منہ سے کہوں میں دل ملول
 آپ میری حاضری کر لیں قیول
 خود کو اس قاتل نہیں پاتا ہوں میں
 کثرت عصیاں سے شرابا ہوں میں
 (۳۳)

حضرت حلیمہؓ کی لوری کے اشعار میں خلوص و عقیدت کی فراوانی اور لب و لہجہ بھی سہل اور قاتل فہم ہے:

سو جا سو جا پیارے محمدؐ میں تجھ پر ہمداری
 گورے گورے کھنڈے پر ہے صدقہ خدا کی ساری
 کالی کالی زلفوں والے تجھ پہ حلیمہ داری
 سو جا سو جا

آپ اکثر پڑھتے تھے نمازیں ساری ساری رات
 آخر سے دوبار خدا سے حکم ہوا یہ جاری
 سو جا سو جا

کس نے کہا ہے کہلی والے تجھ سے اتنا جاگ
 ورم آ جائے پاؤں پہ تیرے گزرے رات بھی ساری
 سو جا سو جا (۳۵)

لوری کے ساتھ جھولنا کے اشعار ہیں۔ اگرچہ یہ انداز ذکر و مسالک کے لائق نہیں لیکن مجلسی نقضوں، سرمستی و فریفتگی اور ترنم و موسیقی کے عناصر نے انہیں کیف آور بنا دیا ہے۔

جھولتے تھے جو نور خدا جھولنا
 تھا وہ اک نور کا خوشنما جھولنا
 قدسیوں نے ہلا کر کہا جھولنا
 جھولو جھولو حبیب خدا جھولنا
 اشرف الانبیاء جھولتے جھولتے

جھولے حضرت مصطفیٰ جھولنا

چاند سورج تصدق ہوئے آپ پر
چاند سے آپ تھے چاند سا جھولنا

لوریاں دیتے رہتے تھے روح الامیں
جھولتے رہتے تھے مصطفیٰ جھولنا

آپ کے جھولنے کے لئے یانی
عرش پر بھی تو ڈالا گیا جھولنا

(۳۶)

مدینہ منورہ کی آرزو میں دو منکومات ہیں۔ مدینہ میں موت کی آرزو اور جذبہ عشق کی سرشاری کے
کیفیات قلبند کی ہیں :

مقابلہ جو کیا عرش کا مدینے سے
تو عرش رہنے میں ہلکا رہا مدینے سے
دروو پڑھنے سے محفل منگ رہی ہے یہ
کہ عطر لائی ہے باو صبا مدینے سے
جو موت آئے تو آئے مجھے مدینے میں
کہ عشق رکھتا ہوں میں اے خدا مدینے سے

(۳۷)

اکبر وارثی لکھتے ہیں کہ کسی سرکار دربار میں حاضر ہوتے ہیں تو ڈالیاں پیش کی جاتی ہیں۔ نبی کریمؐ کے
روضہ اقدس پر جب کوئی زائر حاضر ہو تو اسے بھی کچھ پیش کرنا چاہئے۔ اس محفل ذکر پاک رسالتابؐ میں
کچھ پیش کرنا چاہئے اس لئے سامعین درود کی ڈالیاں پیش کریں اور میلاد خواں نعت کی ڈالیاں۔ ڈالی کے
عنوان سے نعتیہ کلام کا نمونہ دیکھئے :

جب دین الہی کی حضرت نے بنا ڈالی
بت خانوں کی بنیادیں گلے سے ہلا ڈالی
امت کو لیا اپنی حم کے حلقے میں
نبیین کی جب سر پر حضرت نے روا ڈالی
کائنات بھی مدینہ کا گل ہی نظر آتا ہے
کس سرو سہی قد نے یہ اپنی ہوا ڈالی
سورج بھی پھرا الٹا شق چاند ہوا فوراً
انگشت شہادت جب حضرت نے ہلا ڈالی

(۳۸)

معراج کے بیان میں پوربی انداز کے درج ذیل شعر دیکھیں :

کھوں سے مل کر نیاں جبریل چن یہ سلاوت ہے
طیبہ کے بیا اٹھ بیٹھو رب تم کو تمہارا بلاوت ہے
لایا ہوں براق میں ساتھ اپنے جلدی چلے جلدی چلے
قاب قوسین او ادنیٰ آج اپنا جلوہ دکھاوت ہے
رضواں ہے حاضر چوکھٹ پر کوثر کی صراقی دو لے کر
مرکار اٹھو اور غسل کرو شب وصل کی جتنی جلاوت ہے
ترے صدقے میں سب کی بگڑی بنی مری بگڑی بنا طیبہ کے وطنی
یا سیدنا کی مٹی تو رؤف رحیم کلاوت ہے !!!
(۳۹)

معراج النبیؐ کے بیان میں مخصوص آہنگ و موسیقی بھی ان کی مقبولیت کا ایک بڑا سبب ہے۔ لب و لہجہ
سل اور قائل قسم ہے :

دیکھو دیکھو احد کا دلارا چلا دیکھو دیکھو کہ خالق کا پیارا چلا
دیکھو دیکھو کہ روشن ستارا چلا شان بدر الدہی آج کی رات ہے
جا رہے ہیں شہنشاہ کوں و مکاں فرش سے عرش تک نور کا ہے سال
جلوہ نور حق سے ہے روشن جہاں واہ کیا جلوہ آج کی رات ہے
آسمان چہارم پہ پہنچے نبی تو صدائے مبارک مبارک سنی
ہر طرف سے صدا یہ آنے لگی جشن معراج کا آج کی رات ہے
(۴۰)

راکوں اور خیموں کی طرز پر ہندی و پوربی انداز میں خواجہ معین الدین چشتیؒ کی منقبت میں عورت کی
طرف سے عاشقانہ و ادوات و کیفیات کا بیان ہندی گیتوں کی اندھی پیروی کا نتیجہ ہے۔ اس قسم کے اثرات
ہندوستانی معاشرت کے سبب مرتسم ہوئے۔ نسائی اقلہار کا انداز علائم و رموز اور تلازمات و مناسبات کے
ساتھ دیکھئے :

پاک پن کی گلیاں چھانیں پچھی قطب کے دوار
دولت دولت اجیر آئی خواجہ کے دربار
گاگرا کو دیکھ کے بھرنا پنہاری انجان
نوٹ نہ جائے موری گاگر خواجہ تھرے دوار
بجری چکے میگھا برسے کرے پیہا شور

ترے در کی جو گن خواجہ روئے زار تظار
 بھری نگریا سب کھیلوں پر خالی مورے پاس
 موری بگڑی بات بنا دو ولین کے سردار
 (۳۱)

میلاد نگاری میں اس قسم کی منظومات کو بہت مقبولیت ملی۔ میلاد اکبر میں نثری بیان میلاد کے ساتھ
 سلام، لوری، جھولنا، ڈالی، میلاد یہ نعتیں اور دیگر منظومات موجود ہیں۔ اور انہی خصوصیات کی بدولت
 اکبر کو مقبولیت حاصل رہی ہے۔
 خواجہ محمد اکبر خان وارثی کا معراج نامہ کلاں یعنی معراج مجلی نظم و نثر کے مضامین پر مشتمل ہے۔
 میں قرآن و حدیث اور کتب معتبرہ سے حوالے دیئے گئے ہیں۔
 معراج نامہ کلاں کی منظومات برسوں زباں زد خلائق رہی ہیں۔ قصیدہ معراج شریف کے اشعار ملاحظہ

ہوں:

دونوں عالم ہیں نور علی نور کیوں کیسی رونق فزا آج کی رات ہے
 یہ سرت ہے کس کی ملاقات کی عید کا دن ہے یا آج کی رات ہے
 دل بھلے ہوں تو دل اس کا بھٹون بنے زلف شب گول میں ہر روز الجھا رہے
 اوڑھنی چاند تارے کی اوڑھے ہوئے لیلیٰ دل رہا آج کی رات ہے
 طور چوٹی کو اپنی جھکانے لگا چاندنی چاند ہر سو بچھانے لگا
 عرش سے فرش تک جھلکانے لگا رشک صبح صفا آج کی رات ہے
 فرش کون و مکان میں ہے کم خواب کا ہیں یہ معنی کہ سونا شمس ہے روا
 سونے والوں کو اکسیر ہے جاگنا جاگ تو رہتا آج کی رات ہے
 اس کی سونگھیں جو بو اس کی دیکھے ضیاء دن پھرے دونوں کے اور نصیب کھلا
 عارض شد پہ قربان دن آج کا زلف پر جھلا آج کی رات ہے
 وہ حبیب خدا سید المرسلین خاتم الانبیاء شاہ دنیا و دین
 یوم قوسین میں ہوں گے مسند نعش جشن معراج کا آج کی رات ہے
 خواب راحت میں تھے ام ہانی کے گھر آ کے جبریل نے یہ ستائی خبر
 چلے چلے شہنشاہ والا گھر حق کو شوق لقا آج کی رات ہے
 جاگو جاگو شہنشاہ دنیا و دین اٹھو اٹھو ذرا لا مکان کے کمپیں
 دیکھو دیکھو یہ حاضر ہے روح الامیں روح تم پر خدا آج کی رات ہے
 برق سے تیز ہے یہ براق آپ کا کیونکہ خالق کو ہے اشتیاق آپ کا
 اب نہیں دیکھا جاتا فراق آپ کا جلد چلنا روا آج کی رات ہے

بلخ عالم میں باو ہماری چلی سرور انجیا کی سواری چلی
 یہ سواری سوئے ذات باری چلی ابر رحمت اٹھا آج کی رات ہے
 جذب حسن طلب ہر قدم ساتھ ہے دائیں بائیں فرشتوں کی بارات ہے
 سر پر نورانی سرا کی کیا بات ہے شاہ دولہا بنا آج کی رات ہے
 گھات وہ گھات جس گھات میں بات ہو بات وہ بات جس بات میں بات ہو
 رات وہ رات جس رات میں بات ہو لطف اس بات کا آج کی رات ہے
 عطر رحمت فرشتے چمکتے چلے جس کی خوشبو سے رستے سکتے چلے
 چاند تارے جلو میں چمکتے چلے کنگشاں زیر پا آج کی رات ہے
 اور نیوں کو یہ مرتبہ ہی نہیں عرش اعظم پہ کوئی گیا ہی نہیں
 ایسا رتبہ کسی کو ملا ہی نہیں جیسا رتبہ ترا آج کی رات ہے
 حکم تھا اے فلک اب قدم چوم لے جھک کے ہر اک ملک اب قدم چوم لے
 عرش دیکھے جھلک اب قدم چوم لے تجھ پہ شاہ ولی آج کی رات ہے
 چاند ہالہ ہے اس روئے بے داغ کا اس کی آنکھوں میں سرمہ ہے مازاغ کا
 یہ وہی گل ہے توحید کے بلخ کا جس کی زلف دو آج کی رات ہے
 خلوت خاص میں یہ حضوری ہوئی قرب ہی قرب تھا دور دوری ہوئی
 تمہی جو دل میں تمنا وہ پوری ہوئی دیدہ شوق وا آج کی رات ہے
 جس مکاں میں فرشتوں کے چلتے ہیں پر اس میں راز و نیاز بشر و بشر
 ناز و انداز ادھر اون مٹی ادھر ہر ادا میں ادا آج کی رات ہے
 پھر کہا حق نے جلوے رب دیکھ لے وہ مجھے دیکھ لے جو تجھے دیکھ لے
 میں تجھے دیکھ لوں تو مجھے دیکھ لے دیکھنے کا مزا آج کی رات ہے
 تو نہ مجھ سے الگ میں نہ تجھ سے جدا تجھ سے جو مل چکا ہے وہ مجھ سے ملا
 اور جو تجھ سے گیا ہے وہ مجھ سے گیا بس یہی فیصلہ آج کی رات ہے
 اس طرف رحمت حق کے ہوہر کھلے اس طرف سے شفاعت کے دفتر کھلے
 کہہ دیا دیکھ ہیں فیض کے در کھلے مالک جو مالکنا آج کی رات ہے
 شہ نے کی عرض امت گنگار ہے عشق میرے مالک تو غفار ہے
 تجھ کو آساں ہے سب مجھ کو دشوار ہے فکر روز جزا آج کی رات ہے
 لطف جب ہے کہ دیکھیں گے سارے نبی ہو گئی تیری شفاعت یہ رحمت مری
 بخش دوں گا قیامت میں امت تیری تجھ سے وعدہ مرا آج کی رات ہے
 تجھ سے بندہ مرا گر کوئی پھر گیا طبقہ نار دوزخ میں وہ گر گیا
 اور جو ایمان لایا وہی تر گیا یہ مرا دعا آج کی رات ہے

پھر ہوا حکم اب میر جت کو اور مکانات امت کے سب دیکھ لو
اور جو کچھ ضرورت ہو ہم سے کہو باب رحمت کھلا آج کی رات ہے
نزع میں، قبر میں، حشر میں، اے خدا سختی و تنگی و پریش جرم کا
خوف اکبر کو رہتا ہے بے انتہا فضل کرنا دعا آج کی رات ہے
(۴۲)

اکبر دارٹی نے معراجیہ منظومات کو ایک محترم اسلوب دیا۔ ان کی میلادیں و معراجیہ منظومات میں بحسن
محترم زبان اور لب و لہجہ سادہ ہے۔

معراج نامہ کی ابتداء میں معراج جسمانی کے دلائل ہیں۔ منظومات کے درمیان وضاحت کے لئے یہ
میں موقع عمل کی مناسبت سے مستند واقعات لکھے گئے ہیں۔

اکبر دارٹی کی میلادیں و معراجیہ منظومات ترنم و سادگی کے سبب مجالس میلاد میں بڑے ذوق و شوق سے
سنی جاتی تھیں۔ ان کے بیان میلاد میں شوق و عقیدت کی فراوانی ہے اور اس میں انہوں نے جدت و
عذرت اور درد مندی کو بھی بڑے قریب سے سمویا ہے جس سے اثر و تاثر اور لطف و کیف بہت بڑھ گیا
ہے۔

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (م ۱۹۵۳ء)

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی موجودہ صدی کے مبلغ اسلام اور عظیم مفکر گذرے ہیں۔ آپ کی
مسلح جدوجہد اور مخلصانہ کاوشوں سے براعظم افریقہ اور یورپ میں شیع اسلام روشن ہوئی۔ ستر ہزار سے
زائد غیر مسلم حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

آپ ۳ اپریل ۱۸۹۲ء کو شاہ محمد عبدالکیم کے ہاں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ شاہ عبدالعلیم نے سولہ برس
کی عمر میں درس نظامی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۷ء میں بی۔ اے کیا۔ ۱۹۱۹ء میں زیارت حرمین شریفین کے لئے
تجاز پہنچے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ مولانا عبدالباری فرقانی علی، شیخ احمد
الغیس مغربی، مقیم مدینہ منورہ، شیخ السنوسی (لیبیا) اور اپنے بڑے بھائی مولانا احمد مختار صدیقی سے بھی اکتساب
فیض کیا اور چاروں سلاسل میں ایازت حاصل کی۔

ان کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ ۳۵ برس تک (۱۹۱۹ء تا ۱۹۵۳ء) یورپ، افریقہ اور امریکہ کے
متعدد ملکوں میں تبلیغ اسلام ہے۔ ان ممالک کے گوشے گوشے میں مساجد، مکتب، کتب خانے، رسائل،
ہسپتال، یتیم خانے اور تبلیغی مراکز قائم کئے۔ آپ کی کاوشوں سے نامور وکھلا، فلاسفر، ڈاکٹر، سائنس دان اور
دیہیے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۱۹۳۶ء میں بھارت کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں تحریک پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔ ۱۹۵۰ء میں پوری
دنیا کا تبلیغی دورہ کیا۔ ۲۲ اگست ۱۹۵۳ء کو مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں دفن ہوئے۔

شاہ عبدالعلیم صدیقی بہترین خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم المرتبت ادیب بھی تھے۔ ان کی تصانیف میں ذکر حبیب (میلاد نامہ) اسلام کی ابتدائی تعلیمات، احکام رمضان، کتاب التصوف، انسانی مسائل کا حل، اسلامی اصول

Forgotten Path of Knowledge Quest for Happiness

اس کتاب میں مسلمانوں کی بد حالی کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان حقیقی خوشی کی تلاش میں کیوں سرگرداں رہتا ہے اور اس کے حصول کا صحیح ذریعہ کیا ہے اور ایک کتاب قادیانیوں کے خلاف ”المرآۃ“ عربی میں لکھی جس کا جواب قادیانی تاحال نہیں دے سکے۔

انہوں نے ”ذکر حبیب“ میلاد نامہ ۱۹۳۸ء میں لکھا۔ یہ ۷۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی تصنیف کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”آج کل کے میلاد ناموں میں چونکہ رطب و یابس بھی کچھ شامل ہوتا ہے اور مراتب الوہیت و نبوت کے فرق و امتیاز سے بھی مولفین تجاوز کر جاتے ہیں لہذا متعدد روایات اور نبی کریمؐ کی تعلیمات و اخلاق حسنہ کی جچی تصویر پیش کرنے کے لئے اس میلاد نامے کو ترتیب دیا گیا ہے۔“ (۳۳)

موضوعات کے اعتبار سے ولادت نبویؐ اور اخلاق حمیدہ کے مقابلے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد سے زیادہ بحث کی گئی ہے۔ معاشرتی و سماجی مسائل کے احکام کا استنباط قرآن مجید سے کیا ہے۔ مصنف کو پاکستان سے والمانہ محبت تھی، اس کا اظہار انہوں نے ”ذکر حبیب“ کے اختتام پر دعا میں کیا ہے:

”اے غلاموں کے سر پر تاج رکھنے والے! اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے! من لے، من لے، ہم بیکوں، بے بسوں کی بن لے! ہم یہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے! دین کی عزت رکھ لے! علم کو سرنگوں نہ ہونے دے، ہمیں قوت دے، طاقت دے، عزت دے، حیت دے، غیرت دے! برصغیر میں جو چھوٹی سی آزاد خود مختار پاکستانی حکومت تو نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے اس کی حفاظت فرما! اسے قوی سے قوی تر بنا اور صحیح معنی میں اسلامی دولت، اسلامی سلطنت اور الہی مملکت بنا! جہاں تیرا قانون، تیرے احکام جاری ہوں، تیرے دین کا علم بند ہو اور تیرے نام کا ابد الابد تک بول بالا رہے۔ مولیٰ! مولیٰ! اے رحم و کرم والے مولیٰ! ہماری دعائیں قبول کر!“ (۳۴)

ذکر حبیب کی تالیف کا بڑا مقصد یہ ہے کہ مسلمان نبی کریمؐ کی فلاحی اختیار کریں اور اپنے تمام معاملات میں آپؐ کے ارشادات، طرز عمل اور قوانین کی پابندی کریں۔ آپؐ کی ذات مقدسہ کی تعظیم و توقیر کو مد نظر رکھیں۔ اسی میں دین و دنیا کی فلاح مضمر ہے۔ ”ذکر حبیب“ کی زبان سادہ اور اسلوب موثر ہے۔

عزیز نامی شخص کا مرتبہ میلاد نامہ ”گلاب کا پھول“ ہے۔ اس میلاد نامے میں مرتب نے دعویٰ کیا ہے کہ اس میں بیان کردہ روایات مستند ہیں لیکن وہ اس دعویٰ کی پوری پابندی نہیں کر سکے۔ اس میں عام روایات کے بیان کے علاوہ بعض معاشرتی بدعات کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۳ ہے۔

خواجہ حسن نظامی (م ۱۹۵۵ء)

خواجہ علی حسن عرف حسن نظامی ۱۲۵۰ھ و ۱۸۷۸ء کو پرانی دہلی بستی درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ میں حافظ سید عاشق علی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کے والدین کی رحلت کے وقت ان کی عمر بارہ سال تھی۔ پھر ان کے بڑے بھائی نے ان کی پرورش کی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد مولوی عبدالغنی محدث مولوی وصیت علی اور حکیم وصی الحسن سے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ اخبارات و رسائل میں مضمون لکھے گئے اور پھر ۱۹۰۸ء کے بعد سے ان کی زندگی مضمون نویسی، تصنیف و تالیف اور خدمت مریدین میں صرف ہوئی۔ حسن نظامی نے کثرت تصانیف کے باوجود ایسے مضامین پر قلم اٹھایا ہے جو اب تک اردو ادب میں یادگار ہیں۔ ان کا انتقال ۳۱ جولائی ۱۹۵۵ء میں ہوا۔ بستی نظام الدین اولیاءؒ دہلی میں مدفون ہیں۔

میلاد اور سیرت کے موضوع پر میلاد نامہ اور رسول بنی (۱۹۱۷ء)، اسلامی رسول (۱۹۲۳ء)، رسول کی عیدی (۱۹۲۳ء)، محمد کی سرکار اور محمد و رشن ان کی معروف کتابیں ہیں۔ میلاد نامہ اس قدر مقبول ہوا کہ اس کے کئی ایڈیشن چھپے۔

حسن نظامی کا پیدائش اور خاندانی لحاظ سے باطنی نسبت طریقت چشتی نظامی سلسلہ سے تھی۔ ان کا بیشتر وقت پیری فقیری میں مشغولیت، محافل سماع کی وجدانی اور کیف آور فضا میں محبت اور درود و سلام کی رقت انگیز صداؤں میں گذرتا تھا۔ اس قسم کے ماحول کے اثرات کے تحت نبی کریمؐ سے محبت و عقیدت ایک فطری عمل تھا۔ ان کی طبیعت کی بنیاد پر عشق رسولؐ کی فراوانی تھی ان کے اسلوب کو اثر و تاثر سے بھر دیا ہے۔ اور بقول ڈاکٹر ابوالخیر کشتی: خواجہ حسن نظامی اردو کے ایلیے انشا پرداز اور عاشق رسولؐ تھے۔ ان دونوں عناصر کی آمیزش سے ان کے قلم نے جاوہر چنگیا ہے۔ (۳۵)

میلاد نامہ میں میلاد شریف کی فضیلت اور احتیاط، صاحب میلاد کے بزرگوں کا بیان، مفسر کی کرامت چھپے داوا قضی، عبد مناف، ہاشم، ہاشم کی مدینہ میں شادی، عبدالمطلب، مدینہ کی پہلی مددگاری، عبدالمطلب مقبول بارگاہ خداوندی، عبدالمطلب کی چلہ نشینی، اصحاب قبل کا قصہ اور عبدالمطلب کی کرامت، تقریبی شہ اور سمیل شہ، حضرت عبداللہ، خدا کی چھری کا نذرانہ آنکھ والوں کی دید، یاپ بھی مدینہ میں، حضرت آمنہ زکریہ ولادت، ازل میں نور، ابد میں نور، حمل کا زمانہ، قیام، تقسیم کو کھڑے ہو جاؤ، وقت ولادت قریب، کوائل دکنی کی نظم میلاد، سینہ چاک، بچپن اور جوانی، صبح کا ستارہ، شام کو بچپن کا ایک قصہ، بھری میں رک گئے، جوانی کی ترنگ، امین کا خطاب، پہلی سرداری، ادب کعبہ کا حلق، لو وہ دوہما ہے، پرانی کتابوں میں آپ کی بشارات، سب سے پہلا مسلمان، معراج، نبی ہاشم اور ابو طالب کی مدد، غریب مسلمانوں پر رحم، حضرت حمزہؓ کا اسلام، حضرت عمرؓ کا مسلمان ہونا، مسلمانوں کا پایکالت، مدینہ کی لیک، ہجرت، مدینہ والا مدینہ میں، ہجرت

کا پہلا سال، جہاد کا پہلا سفید جھنڈا، سنہ ۲ ہجری، بدر کی لڑائی، یہودیوں سے لڑائی، جنگ احد، علیؑ کی ماں رسول کی ماں، یہودیوں کا ایک برا ارادہ، خنوق کی لڑائی، بنی قریظہ پر حملہ، فتح مکہ، فوجیں کی فوجیں مسلمان، صورت و سیرت، لباس، کھانا اور روزمرہ کی عادات کے عنوانات ہیں۔

خواجہ حسن نظامی میلاد شریف کی فضیلت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

”امت کے نیک و بد حالات کی اطلاع فرشتے نبی کریمؐ کو دیتے ہیں۔ وہ ہمارے نیک اعمال سے خوش ہوتے ہیں اور گناہوں سے بدست و رنجیدہ ہوتے ہیں۔ پس جب ہمارے رسولؐ کو ہمارا ایسا خیال ہو تو ہم کو بھی چاہئے کہ اپنے محبت کرنے والے پیغمبرؐ کو بیشمار یاد رکھیں اور ان کا ذکر خیر کیا کریں۔ میلاد شریف کی محفلیں اصل میں اسی ذکر خیر کے لئے ہیں تاکہ مسلمانوں کے چھوٹے بڑے، عورت مردوں میں اپنے ہادی رسولؐ کی یاد قائم رہے۔ میلاد شریف کی مجلسیں ساری دنیا میں ہوتی ہیں، ہر قوم اور ہر فرقہ اور ہر شخص اپنی اپنی بساط کے موافق ایسی بزم کرتا ہے جس میں آنحضرتؐ کا ذکر خیر ہو۔“ (۳۶)

قیام میلاد کے بارے میں خواجہ حسن نظامی نے مدلل بحث کی ہے۔ اس بیان سے ایک اقتباس درج ذیل ہے:

”نبی روشنی والے قومی گیت گاتے ہیں تو تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم نغمہ وحدت کے موجد کی آمد پر تعظیم کو کیوں نہ کھڑے ہوں۔ ہوا پیام حق لاتی ہے، زمین کی ڈھیریلی خاصیتوں کو اپنے زور سے پاک کرنا چاہتی ہے۔ پیاریوں کو آبادیوں سے اڑانا اس کا مقصود ہوتا ہے تو خاک کے ذرے تک اس کی تعظیم میں کھڑے ہو کر اڑنے لگتے ہیں، پھر ہم کیوں نہ اس یزوانی جھوٹے کی تعظیم کریں جو زمین کی سب خرابیوں کو دور کرنے آیا۔ دنیاوی بادشاہوں کے خط ماتحتوں کے نام جاتے ہیں تو وہ سرود کھڑے ہو کر تعظیم دیتے ہیں۔ آج ہمارے ہاں بھی شمشادہ کوئین کی آمد کا ذکر ہے۔ ہم غلام اس کی عزت کو ہاتھ باندھ کر کیوں نہ کھڑے ہوں۔“ (۳۷)

خواجہ حسن نظامی نے میلاد نامہ میں نبی کریمؐ کا سراپا محبت و عقیدت سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے جو سراپا بیان کیا ہے۔ وہ ان کے اپنے ذہن کی پیداوار نہیں ہے بلکہ انہوں نے تاریخ کی کتابوں سے پڑھ کر پیش کیا ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے آپ کے قد و خال کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اس کو پڑھنے کے بعد کسی قسم کی حقیقی کا احساس باقی نہیں رہتا۔ انہوں نے اس لحاظ سے جامع اور مکمل انداز میں سراپا پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت لمبے تھے نہ بہت ٹھنڈے، درمیانی قد اور گندمی رنگ تھا اور چہرے پر سرخی جھلکتی تھی۔ رخسار صاف سڈول تھے۔ نہ کچھ بھولے ہوئے نہ ہڈیوں میں دھنسے ہوئے، آنکھیں سیاہ اور ہر وقت ان میں لال دورے نظر

آتے تھے جیسے کوئی نشتے میں ہو۔ چہرے کی ادا شرمیلی اور خواہ مخواہ دل پر اثر کرنے والی تھی، بلاوجود اس کے ہیبت اور رعب بھی آپ کے بشرے کا دیکھنے والے پر بہت پڑتا تھا۔ داڑھی خوب بھرواں اور گنجان تھی۔ سر کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ بہت گھونٹھرا والے تھے۔ کبھی آپ کے بال کندھے کے نیچے لٹکتے ہوئے اور کبھی کندھے کے اوپر، کبھی کان کی لونگ لپٹے ہوتے۔ آپ لہجے کتراتے تھے۔ کبھی کبھی مونچھیں بالکل ترشوائی ہیں۔ آپ کے سینے سے لے کر ناف تک ایک لمبی لکیر کھٹے بالوں کی تھی اور پشت پر دونوں کندھوں کے بیچ میں گوشت کچھ ابھرا ہوا تھا اور اس پر کچھ بال تھے۔ لمبی مرنیت کھلاتی تھی۔ گردن آپ کی صراحی وار اور نہایت خوبصورت تھی۔ ہاتھوں اور پیروں کے پٹھوں پر گوشت خوب بھرا ہوا تھا۔ داڑھی اور سر کے بال وفات تک سفید نہیں ہوئے چند بالوں میں سفیدی آئی تھی اور ان کو کبھی کبھی مندی کا خضاب لگا لیتے تھے۔ پیشانی خوب چوڑی اور بلند تھی۔ ناک کے تھننے نرم اور باریک تھے، مگر ناک بلند تھی، پاؤں کے انگوٹھے کے برابر والی انگلی انگوٹھے سے ذرا بڑی تھی۔ بدن نہ موٹا تھا نہ رطلا۔ اوپر کا حصہ خوب مضبوط تھا اور سینہ چوڑا اور بھرا ہوا تھا۔ (۳۸)

”رسول کی عیدی“ انہوں نے بچوں کے لئے لکھی تھی۔ اس میں رسول کی عیدی، عید میلاد النبی، عید میلاد صاحب بزم میلاد کے اخلاق، بد خلقی کی برائی، کلمات الرسول، رسول کی من بھائی، صاحب میلاد کا بچپن، ہلال عید، چاند رات، عید میلاد کا گیت، صاحب میلاد پر درود، ترغیب پیروی، اور عید کے مسائل کے عنوانات ہیں۔ رسول کی عیدی میں انہوں نے ظہور قدسی کے بارے میں عید الرسول کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

”ایک سو ایک ضرب اللہ کی سلامی دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں۔ آنکھیں مڑگاں کی سناں اور ابرو کی تیغ سنبلے لوجہ سے چٹکیاں جھکائے کھڑی رہیں۔ زبان درود کا مینڈ بھائے، بدن کی سب رگوں کو حکم دو کہ صلواتی مینڈ میں یک جان ہو کر سر ملائیں۔ یہاں تک کہ ہر بن مو سے نفخہ صلواتی علی محمد نکلے لگے۔ روزہ کی عید، حج کی عید دونوں دست بستہ آئیں اور عید میلاد کا خیر مقدم کریں۔ غریبوں، مظلوموں کے غمگسار، سرکشوں، ظالموں کے زیر کرنے والے، حق جن کا نام لینے سے ہمارے خون میں حرارت اور دل میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ ایسے برگزیدہ و پاکیزہ وجود کے ظاہر ہونے کا وقت آیا ہے کہ آسمان، زمین، شجر و حجر کیف میں ہیں، پھر تم کیوں اسے مسلمانوں کا یوم ولادت کو قومی شہوار نہیں بناتے۔ یہ وہ خوشی ہے جس میں ہر فرقہ اور ہر عقیدہ کے مسلمانوں کو یکساں حصہ لینا چاہیے، یہاں شیعہ، سنی، مقلد، غیر مقلد، صوفی، وہابی کی قید نہیں، سب یک دلی و اتفاق سے میلاد کا شہوار مقرر کریں اور

دنیا کو دکھائیں کہ امت ان کے نام پر قربان ہے۔“ (۴۹)
خواجہ حسن نظامی اپنے تخیل کے زور اور اپنے مخصوص الہیہ انداز سے مستانہ بزم مولود منعقد کرتے ہیں۔ اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو :

”دن گئے کہ ہم فراق کی راتوں سے رخصت ہوں۔ ربیع الاول کا چاند عرب کے افق سے بلند ہونے کو ہے۔ آؤ سب مل کر اس کو دیکھیں اور چشمِ خطر کو ٹھنڈا کریں۔ سارا جہاں اس ماہ مبارک میں اس پاکیزہ وجود کے میلاد کا ذکر کرے گا جو تمام موجودات کے وجود کا سبب ہے۔ ہم بھی جہاں میں ہیں کیوں نہ ایک بزمِ میلاد منعقد کریں۔ نظامِ المشائخ کے اوراق کا فرش بچھا دو۔ حروف کے نقش و نگار سے محفل کو آراستہ کر دو اور صدائے مستانہ سنو! ہم اپنی محفل میں اغیار کو نہیں بلائیں گے، نہ کوئی اس قابل ہے کہ اس شاندار بزم میں مدعو ہو سکے۔ رقعہ خدا کو گیا تھا اور اس سے درخواست کی تھی کہ ہماری مجلس کی صدارت قبول فرمائے اور اپنی مرضی سے جس کو چاہے شرکت جلسہ کی دعوت دے۔ سو اس نے لوحِ محفوظ کے پتھروں پر مطبوع وحی میں حسبِ ذیل اعلان چھپوا کر اخبارِ القرآن میں شائع کر دیا : **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا**“ خدا اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، تم بھی اے ایمان والوں اس پر درود و سلام بھیجو۔“ چونکہ القرآن کثیر الاشاعت اخبار ہے۔ بے شمار اہل ایمان اس بزمِ درود و سلام و ذکر خیر الانام کی شرکت کے لئے جمع ہو گئے۔“ (۵۰)

خواجہ حسن نظامی نے اپنی زبان کو آسان، سادہ اور عام فہم بنانے کے لئے عربی، فارسی کے الفاظ بہت کم استعمال کئے ہیں۔ مترادفات کے استعمال میں بھی انفراد و تقریب سے پرہیز کیا ہے۔ وہی عام فہم الفاظ جو عام طریقے سے بولے اور لکھے جاتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں موجود ہیں۔ اس لحاظ سے ان کے اسلوب کو بول چال، عام روزمرہ و محاورہ اور کماؤتوں سے باآسانی پہچانا جاسکتا ہے۔ اس لحاظ سے ان کی زبان میں سادگی اور سادگی کا جوہر موجود ہے، ان کے اسلوب کی لطافت، سلاست اور فصاحت دیستانِ دہلی کی آئینہ دار ہے۔ بیانِ میلاد و سیرت میں وابستگی و محبت رسائلِ کتاب کے جذبات نے ان کی تحریروں میں کیف و تاثر کو دہلا کر دیا ہے۔

مثنیٰ محمد فضل الکریم فضل

مثنیٰ محمد فضل الکریم فضل نے ”مولود و پندیر“ کے نام سے میلاد نامہ لکھا ہے۔ اس میں قریباً ایک حصہ ستر ہے اور تین حصے نظم کے ہیں۔ پورا میلاد نامہ ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے جو روایات منقول ہیں۔ ان میں زیادہ تر کتبِ میر کے حوالے دیئے ہیں۔ نظم کا حصہ زیادہ جانداز ہے۔ اس میں مختلف شعراء کا کلام شامل ہے۔ فضل، سقا، شہرت، صوفی، عاشق، عرشی، ابد، حسرت، کافی وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ میلاد

نامے کا کاغذ بہت معمولی لیکن طباعت معیاری ہے۔

ابتدائی صفحات میں فضائل میلاد شریف پر پورا باب لکھا گیا ہے جو اس بات کی غمازی کرتا ہے۔
مؤلف کا سابقہ مکررین میلاد سے پڑا ہے اور اسی ضرورت کے پیش نظر اس باب کا اضافہ کیا گیا ہے۔
لکھتے ہیں :

”محافل میلاد کا عمل قدیم الایام سے ہے۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی محافل میلاد منعقد ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ عجم، روم، شام اور ہندوستان وغیرہ میں بھی یہ عمل خیر ہوتا رہا ہے۔“ (۵۱)

اسی سلسلہ میں حافظ ابو النضر شمس الدین دمشقی کی روایت بھی نقل کی گئی ہے :
”جو شخص بھی محافل میلاد منعقد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت نعیم میں جگہ دے گا یہاں تک کہ ابو لب سا کافر جو ختم المرسلینؐ سے سخت دلی بغض رکھتا تھا۔
میلاد مبارک کی خوشی میں عذاب سے تخفیف پاتا ہے اور جب ولادت مقدسہ پر فرشتے نازل ہوئے تھے تو اب جب بھی ذکر میلاد ہو گا فرشتوں کا نازل ہونا لازمی بات ہے۔“ (۵۲)

”معارج النبوت“ اور ”روشت الاحیاء“ کی روایات کو اس میلاد نامے میں بیان کیا گیا ہے۔ زبان بیان کے اعتبار سے مولود و پندیر کی زبان دوسرے میلاد ناموں کی نسبت قدرے مشکل اور قاری آمیز ہے۔ روایات کے بیان میں روایتی انداز ہے۔

پاکستان میں مطبوعہ میلاد ناموں کے اسلوب اور طرز نگارش میں انیس بیس کا فرق ہے۔ ان میں یہ جیسی روایات ہیں۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک نقل و نقل کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تقسیم برصغیر ۱۹۴۷ء کے وقت ہندوستان سے نقل مکانی کر کے آنے والے مسلمان اپنے ساتھ اپنے بزرگوں کا علمی و ادبی سرمایہ نہ لاسکے۔ یہ لوگ ہر مصیبت و ابتلاء اور خوشی کے موقع پر محافل میلاد کا انعقاد جزو ایمان اور باعث خیر و برکت سمجھتے تھے۔ انہی فیوض و برکات سے مالا مال ہونے کے بعد جلدی میں میلاد نامے مرتب کئے گئے، ان میں ایک دوسرے سے مدد لی گئی اس لئے ان کا طرز نگارش جلتا نظر آتا ہے۔

عنوانات کے لحاظ سے اس میں فضائل میلاد، برکات ولادت، باسعادت، بیان اثبات مولد شریف، تولد شریف، حلیہ شریف، معجزات، معراج، مناجات اور منظومات شامل ہیں۔
اس میلاد نامے میں مصنف نے کئی ضعیف روایات کو بھی بیان کیا ہے مثلاً نبی کریمؐ کے زمانہ ولادت میں ایک شخص نے آکر حضرت آمنہؓ سے کچھ کہا۔ بیان ملاحظہ ہو :

قرب ایام ولادت جب ہوا
مجھ سے پھر اک شخص نے آکر کہا
آمنہ اس طرح سے تو کر دعا

میں پکڑتی ہوں پناہ کبریا
 یہ جو اب میرے شکم میں ہے ولد
 سوچتی ہوں اس کو اللہ الصمد
 شر حامد سے اے میرے خدا
 اس کو تو لیجیو بچا اے کبریا
 (۵۳)

زبان و بیان کے لحاظ سے اس میلاد نامے کا نمایاں وصف فطری اور برجستہ انداز نگارش ہے۔

مناظر احسن گیلانی (۱۸۹۲ء — ۱۹۵۶ء)

سید مناظر احسن گیلانی کا میلاد نامہ ”ظہور نور“ میں نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کا مدلل اور ولولہ انگیز بیان ہے۔ یہ میلاد نامہ اسلامک پبلی کیشنز لاہور اور اسلامک پبلی کیشنز سوسائٹی حیدر آباد وکن سے ایک ساتھ ۱۹۵۳ء میں شائع ہوا۔ حیدر آباد وکن کا مطبوعہ ۵۲ صفحات پر مشتمل ہے اور لائبریری شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں موجود ہے۔

ان کی دوسری کتاب ”النبی الخاتم“ سیرت پر لکھی ہوئی ہے۔ اس میں انہوں نے سیرت رسالتؐ کے چند مخصوص پہلوؤں کا انتخاب کر کے بیان کیا ہے۔

”ظہور نور“ میں آپؐ کے نور مقدس، ولادت مبارکہ اور معجزات ولادت کا بیان ہے۔ واقعات کے بیان میں تاریخی ترتیب کا التزام نہیں ہے۔ ان کی عبارات سے ان کے علم و فضل، کثرت معلومات اور دقت نظر کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ظہور نور اور النبی الخاتم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میں خطابت کا انداز موجزن ہے۔ میلاد نامے ظہور نور میں اختصار کے باوجود سیرت کے تمام قابل غور پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے جن پہلوؤں کو سطح میں دنیا نے قابل غور نہیں سمجھا۔ واقعات میں تاریخی ترتیب کا التزام شاید اس لئے نہیں کیا گیا کہ اس میں ان کا مطمح نظر تبلیغ اور دعوت الی الحق ہے۔ انہوں نے حیات نبویؐ کے ہر واقعے کو آپؐ کی صداقت کا بیان اور پیغام کا مصدق بنا کر پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اسی بناء پر انہوں نے تصویحات کا کام صرف اشارات سے لیا ہے۔ اگر وہ اپنے ان اشارات کو تفصیل سے لکھتے تو کم از کم چار پانچ جلدوں میں مضامین مشکل سے ملتے۔

علم و تحقیق کی وسعت یا گہرائی اور اپنی معلومات کو دل نشین انداز سے بیان کر دینے میں بڑی مدد تکہ ذاتی محنت اور کسب کو دخل حاصل ہے لیکن تحریر میں عشق و گداز کی وجد اور کیف اور کیفیات صرف دولت خدا داد ہے۔ ان کی تحریروں میں جوش بیان کی سرمستی جھلکتی ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے ظہور نور اور النبی الخاتم دونوں کو میلاد نامے کہا جا سکتا ہے۔

”النبی الخاتم کی ابتداء میں زندہ نبیؐ کے عنوان سے رقم طراز ہیں:

”میں تو آنے کو سب ہی آئے، سب جگہ آئے (سلام ہو ان پر) بڑی کٹھن

گھروں میں آئے لیکن کیا کیجئے کہ ان میں جو بھی آیا، جانے کے لئے ہی آیا۔ پر ایک اور صرف ایک جو آیا اور آنے ہی کے لئے آیا۔ وہی جو ابھرنے کے بعد پھر کبھی نہ ڈوبا۔ چمکا اور پھر تھکتا ہی چلا جا رہا ہے، بیٹھا اور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، چڑھا اور چڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ ایک اسی کا چراغ ہے جس کی روشنی بے داغ ہے۔ (۵۴)

خطابت کا یہی انداز ”ظہور نور“ میں بھی موجزن ہے۔ مصنف نے شاعرانہ لب و لہجہ میں ایجاز و اختصار سے صداقتوں کو بیان کیا ہے۔

صوفی امداد حسین نصرت

صوفی امداد حسین نصرت کا سابقہ وطن مالوف مراد آباد تھا۔ ان کے والد ولایت حسین نے ان کی دینی و روحانی ماحول میں پرورش کی۔ امداد حسین نسب کے لحاظ سے عباسی، نسبت کے لحاظ سے صابری چشتی قادری اور شعر و سخن میں قاضی محمد شہاب الدین اثر مراد آبادی کے شاگرد تھے۔ ان کے میلاد نامہ ”گوارہ مغفرت“ موسوم بہ ہفت آسمان نصرت کی اشاعت ۱۹۵۷ء میں ہوئی۔ میلاد نامے کا نام تاریخی ہے اور گوارہ مغفرت سے سنہ عیسوی ۱۹۵۷ء اور ہفت آسمان نصرت سے سنہ ہجری ۱۳۷۷ء لکھا ہے۔ یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے مخلوط ۱۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ حمد و نعت کے بعد فضیلت و برکت درود شریف، جواز اور فضیلت میلاد شریف، غم پر غزل قدسی، تمہید نور محمدی، ولادت مبارکہ، بشارات ولادت، درود شریف، آمد رسالت، سلام، رضاعت مبارکہ، القاب، ذکر نبی، حلیہ مبارک، اوصاف حمیدہ، معجزات، توصیف النبی، معراج و نشان، تقصین بر شعر سعدی اور سلام بوقت قیام کے عنوانات پر مشتمل ہے۔ فضیلت و برکت درود شریف سے اقتباس ملاحظہ ہو:

”درود پڑھنے والے کی اولاد میں چار پشت تک برکت رہتی ہے اس کو دھتوں پر نصرت ملتا، تنگدستی، بیماری، کرب، بلا سے نجات ملتا، حضور کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوتا، حضور کی محبت کا دل میں پیدا ہوتا، تین دن تک گنہگار نامہ اعمال میں درج نہ ہوتا، جاکہنی کی سختی سے آسانی ہوتا اور دینی فوائد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کا واجب ہوتا، حضور سے مصافحہ کا ہوتا، حضور کی زیارت سے مشرف ہوتا، جنت کے دروازے پر حضور سے دوش پہ دوش ہوتا، حضور سے قرب کا ہوتا، قیامت کو حضور کا اس کے تمام امور میں متولی ہوتا، حضور کا اس کے ایمان اور اعمال صالحہ پر گواہی دینا، فرشتوں کا اس سے محبت کرنا وغیرہ۔“ (۵۵)

میلاد خوانی کے لحاظ سے اس کا انداز سلیس اور رواں ہے۔ بیان میلاد میں مستند اور معتبر کتابوں کے حوالے بکثرت موجود ہیں۔ معلومات میں صوفیانہ جذب و کیف اور سوز و گداز کے عناصر نے ایک موثر قضا پیدا کر دی ہے۔

ابوالکلام آزاد کا اصل نام محی الدین احمد ہے۔ ۱۸۸۸ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ حجاز و مصر میں تعلیم حاصل کی۔ ان کا انتقال ۱۹۵۸ء میں دہلی میں ہوا۔ ہندوستان کے مشہور سیاست دان، مقرر، اویس اور عالم تھے۔ مولانا موصوف نے تقریباً پچاس کتابیں لکھی ہیں۔ ان کتابوں میں ان کا میلاد نامہ ”میلاد النبی“ ایک نئی طرز ادا کا حامل ہے۔ یہ میلاد نامہ اختصار کے باوجود اردو کے بہت سے میلاد ناموں پر بھاری ہے۔ حضور کی سیرت پاک اور حیات طیبہ کو ابوالکلام آزاد نے فراغت عالمانہ انداز میں دیکھا ہے۔ مولانا عربی و فارسی اور تفسیر و حدیث میں کمال مہارت رکھتے تھے اس لحاظ سے اس میلاد نامے کو سینکڑوں عربی کتابوں کا نچوڑ سمجھا جاسکے۔ اس کے علاوہ والمانہ محبت رسولؐ نے اس تصنیف میں عجب لطافت پیدا کر دی ہے۔

میلاد نامہ لکھتے وقت ابوالکلام آزاد لکیر کے فقیر تھے بلکہ انہوں نے اپنے لئے نئی طرز نگارش نکالی۔ نادر و حسین تشبیہات و استعارات، ولعین آیات قرآنی کے سوائے اور فارسی کے اشعار، مرصع نثر کے ساتھ چسپاں کئے اور جگہ جگہ احادیث کا حوالہ دیا ہے۔ درج ذیل عبارت ملاحظہ ہوں:

”جب زمین پانی ہوتی ہے تو رب السعادات والارض پانی برساتا ہے، جب انسان اپنی غذا کے لئے بے قرار ہوتا ہے تو وہ موسم ربیع کو بھیج دیتا ہے، جب خشک سالی کے آثار چھا جاتے ہیں، تو آسمان رحمت پر بدلیاں بھیل جاتی ہیں۔“

اللّٰهُ الْبَقِيَّةُ يُرْسِلُ الرِّيحَ فَتُفَوِّضُ سَحَابًا ۖ يَسْبِغُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَ يُجْعَلُ كَسْفًا ۖ تَرَى الْوُدَّ يُخْرَجُ مِنْ خِلَالِهِ ۖ فَلَمَّا أَصْلَبَ بِهِ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ يُسَبِّحُونَ۔ (۳۰:۳۷)

ترجمہ: ”وہ خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہوائیں بادلوں کو اپنی جگہ سے ابھارتی ہیں اور جس طرح اس کی مرضی نے انتظام کر دیا ہے، بادل فضا میں بھیل جاتے ہیں پس تم دیکھتے ہو کہ ان کے اندر سے میت برسنے لگتا ہے اور تمام زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور پھر جب وہ اپنے بندوں پر جو بارش سے مایوس ہو گئے تھے پانی برساتا ہے، تو وہ کامیاب و خرم ہو کر خوشیاں منانے لگتے ہیں۔“ (۵۲)

پھر ایک اور آیت کریمہ لکھ کر اسی مفہوم کی وضاحت فرماتے ہیں۔

”پھر وہ کون ہے کہ جب تم اور تمہاری تشہ و بے قرار زمین پانی کے ایک ایک قطرہ کے لئے ترس جاتی ہے، خاک کا ایک ایک ذرہ رطوبت و نمو کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے۔ کہ ارضی اپنی بے خودانہ حرکت میں آفتاب کے آتش کدہ سے قریب تر ہوتی جاتی ہے۔ اس کی تمام کائنات نیا تاقی اپنا حسن و جمال فطری کھودیتی ہے۔ پرند اپنے گھونسلوں میں، مٹھیاں درختوں میں اور انسان اپنے گھروں میں پانی کے لئے ماتم کرتا اور ہر دم آسمان کی گرم و خشک فضا کی طرف مایوسی کی نگاہیں اٹھاتا ہے، تو وہ اپنی

محبت و ربوبیت کے نقاب میں آتا ہے اور مایوسی کے بعد امید کا نامرادی کے بعد مراد کا موت کے بعد زندگی کا پیام زمین کے ایک ایک ذرہ تک پہنچا دیتا ہے۔“ (۵۷)

اس کے بعد ایک اور نص قرآنی تحریر کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ رحمت پروردگار زمین کے لئے جو ایک بے جان چیز ہے اس قدر باعث رحم و کرم ہے تو کیا انسانیت کے لئے اس نے کچھ نہ کیا ہو گا اور کیونکر ممکن ہے کہ روح کو ہدایت دے کر ضلالت سے نہ بچائے۔

نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

”عالم انسانیت کی فضاء روحانی کا ایک ایسا ہی انقلاب عظیم تھا، جو پچھٹی صدی عیسوی کے وسط میں ظاہر ہوا۔ وہ رحمت الہی کی بدلیوں کی ایک عالمگیر نمود تھی، جس کے فیضان عام نے تمام کائنات ہستی کو سرسبزی و شادابی کی بشارت سنائی اور زمین کی خشک سالیوں اور محرومیوں کی بد حالی کا دور ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ وہ خداوند قدوس جس نے سینا کی چوٹیوں پر کہا تھا کہ میں اپنی قدرت کی بدلیوں کے اندر آتھیں بچیوں کے ساتھ آؤں گا اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ میرے جاہ و جلال الہی کی نمود ہو گی۔ سو بالآخر وہ آگیا اور سعیر و قارآن کی چوٹیوں پر اس کے ابر کرم کی بوندیں پڑنے لگیں۔ یہ ہدایت الہی کی تکمیل تھی، یہ شریعت ربانی کے ارتقاء کا مرتبہ آخری تھا، یہ سلسلہ ترسیل رسل و نزول مصحف کا اختتام تھا، یہ سعادت بشری کا آخری پیام تھا، یہ وراثت ارضی کی آخری بخشش تھی۔ یہ امت مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن تھا اور اس لئے یہ حضرت ختم المرسلین و رحمت اللطالین محمدؐ بن عبد اللہ کی ولادت باسعادت تھی۔

صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و سلم“ (۵۸)

اردو کے تمام میلاد نگاروں نے نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے ساتھ ایسی روایات بیان کی ہیں جو غیر مذاہب کے سامنے یا تو حق تبلیغ ادا نہیں کرتیں یا پھر لوگ انہیں درست تسلیم کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں۔ یہ تمام روایات اپنی جگہ درست ہیں مگر عوامی اجتماعات میں غیر مذاہب کے لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرنی چاہئیں۔ ابوالکلام آزاد نے ان روایات میں سے کسی کا تذکرہ نہیں کیا اور یہی ابوالکلام آزاد کے میلاد نامہ کی امتیازی خوبی ہے۔ انہوں نے جگہ جگہ آیات قرآنی کا حوالہ دیا ہے۔ جو بہت اثر انگیز ہے۔ ابوالکلام آزاد نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے، آیت مبارکہ اَنَا اَوْسَلَنَکَ شَہِدًا و مَبَشِّرًا و نَفِیًّا و دَاعِیًّا اِلَی اللّٰہِ بِالْقَنَہِ و سِرَاجًا منیرًا کا ترجمہ لکھنے کے بعد رقم طراز ہیں:

”پس تمام کہ ارض کی روشنی کے لئے، یہی ایک آفتاب ہدایت ہے جس کی عالم تسخیر کروں کے اندر دنیا اپنی تمام تاریکیوں کے لئے نور بشارت پا سکتی ہے اور اس لئے صرف وہی ایک ہے جس کے طلوع کے پہلے دن کو دنیا کبھی نہیں بھلا سکتی، اور اگر اس نے بھلا دیا ہے تو وہ وقت دور نہیں جب اسے کامل عشق و شفقت کے ساتھ صرف اس کے آگے جھکنا پڑے گا اور اسی کو اپنا کعبہ امید بنانا پڑے گا۔“ (۵۹)

ایک دوسرے مقام پر نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کو امت مسلمہ کی تائیس قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”نبی واقعہ ولادت نبویؐ ہے جو دعوت اسلامی کے ظہور کا پہلا دن تھا اور یہی ماہ ربیع الاول ہے، جس میں اس امت مسلمہ کی بنیاد پڑی، جس کو تمام عالم کی ہدایت و سعادت کا منصب عطا ہونے والا تھا۔ یہ ریگستان تجار کی بادشاہت کا پہلا دن نہ تھا، یہ عرب کی ترقی و عروج کے بانی کی پیدائش نہ تھی۔ یہ محض قوموں کی طاقتوں کا اعلان نہ تھا، اس میں صرف فسلوں اور ملکوں کی بزرگی کی دعوت نہ تھی، جیسا کہ ہمیشہ ہوا ہے اور جیسا کچھ کہ دنیا کی تمام تاریخ کا انتہائی سرمایہ ہے بلکہ یہ تمام عالم کی ربانی بادشاہت کا یوم میلاد تھا، یہ تمام دنیا کی ترقی و عروج کے بانی کی پیدائش تھی، یہ تمام کرہ ارض کی سعادت کا ظہور تھا۔ یہ تمام نوع انسانی کے شرف و احرام کا قیام عام تھا، یہ انسانوں کی بادشاہتوں، قوموں کی ہوائیوں اور ملکوں کی فتوحات کا نہیں، بلکہ خدا کی ایک ہی اور عالمگیر بادشاہت کے عرش جلال و جبروت کی آخری اور دائمی نمود تھی۔“ (۶۰)

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے دلنشین انداز سے یہ بات ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے کہ نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کا دن ہی ایسا ہے جو شان و شوکت سے منایا جا سکتا ہے ورنہ اور کسی کا یوم ولادت اپنے اندر اتنی جامعیت نہیں رکھتا کہ وہ اس طرح منایا جائے جس طرح میلاد النبیؐ منایا جاتا ہے۔

مولانا آزاد نے اپنے میلاد نامے میں ایک عجیب عالمانہ نکتہ پیدا کیا ہے۔ اور انہوں نے اس سلسلے میں آیات قرآنی کے حوالے دیئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس انسان کاملؐ اور فرد اکمل کو صرف عبد کے لفظ سے یاد فرمایا ہے۔ بعض دیگر انبیاء کے لئے اگر ”عبد“ کا لفظ فرمایا ہے تو اس کے ساتھ نام کی بھی وضاحت کر دی ہے۔ اس امتیاز اور خصوصیت سے اس بات کا اظہار مقصود تھا کہ عبدیت انسانیت کی آخری معراج ہے۔ اور جس میں اور کوئی عبد اس عبد کامل کا شریک و سیم نہیں۔

ابوالکلام آزاد نے اس بات پر انوس کا اظہار کیا ہے کہ محافل میلاد کا مقصد عام مسلمانوں میں صرف یہ رہ گیا ہے کہ رات بھر چند نعتیں پڑھ لیں لیکن نبی کریمؐ کے ظہور کے مقصد سے غافل ہو گئے۔ دل کی کدورت اور رنگ کا کوئی بندوبست نہ ہو سکا۔ ایسی صورت حال میں میلاد منانے کا اصل مفہوم پورا نہ ہو سکا۔ محض کافوری شمعیں جلانے یا پھولوں کے گلدستے سجانے سے سیاہ خانہ دل میں شمع نورانی فروزاں نہیں ہو سکتی اور نہ ہی مشام روح معطر ہو سکتی ہے۔ اس امر کی ضرورت تھی کہ مسلمانوں کے اعمال کے اندر سے اسوہ حسنہ کی مدح و ثناء کے ترانے اٹھتے۔ وہ مجالس مولود کے بارے میں لکھتے ہیں:

”مولود کی مجلسیں بھی اپنے مقصد کے لحاظ سے ایک بہترین دینی عمل تھا، جس کی صورت تو قائم ہے مگر حقیقت مفقود۔ ان مولود کی مجلسوں کا اصلی مقصد یہ ہونا تھا کہ وہ اس اسوہ حسنہ کے جمال الہی کی تجلی گاہ ہوئیں، نبی کریمؐ کے صحیح حالات سنائے جاتے۔ ان کے اخلاق عظیمہ اور خصائل کریمہ کے اتباع کی لوگوں کو دعوت دی جاتی

اور ان اعمال کا دلوں میں شوق و ولولہ پیدا کیا جاتا، جو ایک مسلم و مومن زندگی کے کیریکٹر کا اصلی مایہ خیر ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ظاہر ہے کہ ان مجالس سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے سعادت کو نہیں کا ڈر یہ اور کیا تھا؟ یہ تمام کانفرنسیں اور انجمنیں جن کا چاروں طرف ہنگامہ پیا ہے ایک طرف اور اس مجلس کا ایک لمحہ ایک طرف، جو اس اسوہ حسنہ کے نظارے میں سر ہو۔ ہماری مجلسیں اسی ذکر کے لئے اور ہماری آنکھیں اسی جمال جمال آرا کے نظارے کے لئے وقف ہونی چاہئیں۔ (۶۶)

آخر میں مولانا ابوالکلام آزاد نے استفسارات کے جوابات دیئے ہیں۔ ان میں میلاد النبیؐ اور موضوع روایات کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔ یہ پہلا میلاد نامہ ہے جو آیات قرآنی سے نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے استنباط کا سلیقہ سکھاتا ہے۔

سید علی نقی

سید علی نقی کا میلاد نامہ بعنوان ”رسول خدا“ سرگراز پریس لکھنؤ سے ۱۹۵۸ء میں چھپا۔ (۶۷) یہ ۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں مروج میلاد ناموں جیسی روایات بیان کی گئی ہیں۔ ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن کو امامیہ مشن نے دیا ہے۔

ابوالحسنات سید محمد احمد قادری (م ۱۹۶۱ء)

ابوالحسنات سید محمد احمد قادری ۱۸۹۶ء میں الور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سید دیدار علی شاہ ملکہ کے ممتاز عالم دین اور بزرگ ہو گزرے ہیں۔ انہوں نے مروج دینی مدارس کی تعلیم کے علاوہ طب میں بھی فنی مہارت اور دسترس حاصل کی۔ لاہور کی مشہور مسجد وزیر خاں کے خطیب رہے۔ انجمن حزب الاحناف ہند کے ناظم یوم تنظیم، شعبہ اشاعت کے طہر پر کام کرتے رہے۔ تحریک آزادی کشمیر میں حصہ لیا اور جمعیت علمائے پاکستان کے صدر رہے۔ ۳۰۔ جنوری ۱۹۶۱ء کو انتقال ہوا۔ احاطہ مزار علی ہجویریؒ میں مدفون ہیں۔ موصوف کئی خوبیوں کے مالک تھے اور بیک وقت ایک خطیب، خطیب، عالم دین، شیخ طریقت، شاعر، مصنف اور مترجم تھے۔ ان کی تصانیف میں صبح نور، اوراقِ ثم، ترجمہ کشف المحجوب، میلاد نامہ ”مدنی تاریخ“ اور ملیت النبیؐ خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ تفسیر الحسنات وصال سے صرف ایک دن قبل مکمل ہوئی۔

میلاد نامہ ”مدنی تاریخ“ نثر میں ہے اور ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ شب ظلمت کے عنوان کے تحت عرب کی قدیم سیاسی تہذیب، تمدنی اور مذہبی صورت حال بیان کی گئی ہے۔ پھر اس کے بعد اصل کتاب آغاز ہوتا ہے۔ اس میں جوان باغی عبداللہؑ پر یہودیوں کا بیہانہ حملہ، انداز نبیؐ، واقعہ اصحاب قبل اور بیت اللہؑ پر حملہ، صبح سعادت، ولادت سے قبل حضرت عبدالملکؑ کا خواب، عبدالملکؑ کو نور جہاں تاب، بشارت، ولادت باسعادت، فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور ایام طفولیت میں سرکارِ مدینہؐ کی برکات و معجزات کے عنوانات کے تحت احوال و رنج ہیں۔ صبح سعادت کے عنوان کے بعد ایک سلام ہے۔

طبقات ابن سعد کے حوالے سے حلیمہ سعدیہؓ کا آپ کو لے جانے کا حال یوں بیان کیا گیا ہے:

”چنانچہ طبقات کبریٰ ابن سعد میں ایک واقعہ نقل ہے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں تم سب سے افصح ہوں کیوں کہ علاوہ قریشی النسل ہونے کے میری زبان بنی سعد کی زبان ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ بھی مع اپنے شوہر کے تشریف لائیں۔ لیکن چونکہ تمام قافلہ میں سب سے زیادہ غریب یہی تھیں تو آپ کی سواری بھی اسی غریب کے لحاظ سے کمزور تھی۔ قافلہ سے پیچھے رہ گئی تھیں۔ علاوہ ازیں آپ کے دودھ بھی بوجہ قافہ مستی اتنا کم تھا کہ گود کے بچہ کا پیٹ بھرنا بھی مشکل تھا مگر جب ذریعہ معاش ہی یہ ہوا تو کیا کرتیں؟ آنے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ شرفاء و متولین کے بچے جب تقسیم ہو چکے اس وقت آپ مکہ پہنچیں۔ معلوم ہوا کہ اب بچے نہیں ہیں۔ آپ سخت مایوس اسی فکر میں کہ کیا کروں اور شرم بھی کہ قوم طعنہ کرے گی۔ حتیٰ کہ قافلہ کی روانگی کا وقت آگیا۔ مجبوراً روانگی کو تیار ہوئیں لیکن خیال آیا کہ کم از کم طواف کعبہ تو کر چلوں۔ یہ سوچ کر نہایت غم زدہ بیت اللہ کی طرف آئیں۔ آپ پر حضرت عبدالملک کی نظر پڑی اور بلایا۔ پوچھا تم مغموم کیوں ہو؟ آپ نے فرمایا۔ میں دایہ ہوں۔ دودھ پلانے کے لئے بچہ لینے آئی تھی مگر قافلہ سے پیچھے رہ گئی تھی۔ بچے سب تقسیم ہو چکے۔ بے نسل و مرام واپس جا رہی ہوں۔ مایوسی کے ساتھ شرم و امن گیر ہے کہ قوم کیا کہے گی۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارا کیا نام ہے؟ عرض کی حلیمہ سعدیہ۔ آپ نے فرمایا کہ بچے سے تو تم مایوس نہ جاؤ۔ میرے پاس ایک درہم یتیم ہے جو صدف نبوت کا گوہر اور ملک رسالت کا اختر ہے، اسے لے جا سکتی ہو۔ یہاں زر و جواہر کا معاوضہ کم ہے بچہ اگرچہ یتیم ہے مگر حسن و جمال میں اس وقت تمام بچوں پر اسے فروغ ہے۔ حضرت حلیمہؓ نے فرمایا۔ مجھے منظور ہے۔ آپ حلیمہ سعدیہؓ کو اپنے ساتھ گھر لائے اور جب حلیمہ کو گود میں دیا اور انہوں نے جو اپنی سوکھی چھاتی منہ میں دی تو علی الفور اس سے دودھ کی دھاریں چلنے لگ گئیں۔ یہ برکت دیکھ کر حلیمہ تصویر حیرت بن گئیں۔ خوشی خوشی اپنے بچے کو بھی خوب سیراب کر کے دودھ پلایا لیکن چھاتی میں دودھ کے فوارے بدستور ابل رہے تھے۔ وہ یتیم باغی جب حلیمہ کی گود میں آگیا اور فراوانی شیر کا مجرہ دایہ کے دل پر نقش کر گیا۔“ (۳۴)

علامہ ابوالحسنات نے ”حلیۃ النبیؐ“ کے عنوان سے سرور کائنات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل سرایا احادیث و سیر کی مستند کتابوں سے مرتب کیا۔ حلیۃ النبیؐ کے پیش لفظ میں علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے:

”مولانا سید احمد قادری شاعر بھی ہیں اور ادیب بھی ہیں، اس لئے شعر و ادب کی زبان حسن و عشق میں انہوں نے اہل شوق کے لئے حلیمہ مبارک کی ایک ایک چیز کو پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ نعت کا مقام بڑا مشکل مقام ہے، ایک طرف شوق کا تقاضا ہے کہ اس کو حسن و عشق کی زبان بنا دیا جائے، دوسری طرف ادب و تعظیم کا اقتضاء ہے کہ اس مقام میں بیان کی ہر رکاوٹ اور زبان کے ہر اجتہاد سے بچا جائے۔ ان دونوں مقتضائے حال کو جمع کرنا آسان کام نہیں۔ اس لحاظ سے مولانا

قادری کی محنت لائق تحسین ہے۔" (۶۳)

اس میں اعضائے نبویؐ کا ذکر قرآن پاک میں، سر مبارک، چہرہ انور، چشم حق ہیں، نبین انور، دھن دندان مبارک، خندہ و تبسم، لعاب دھن، ابدوئے مبارک، ریش مبارک، استعمال خضاب، بینی مبارک، گیسوئے مبارک، حلق شریف، صدر و بطن، اذن مبارک، دست زبردست، پشت مبارک، خاتم نبوت، ستر شریف، قدم شریف، قد بالا، پینہ، بغل کی خوشبو، اور سفیدی، خوشبوئے بدن، اور ہیبت و محبت کے عنوانات ہیں۔

نبی کریمؐ کی جبین انور کے بارے میں حلیۃ النبیؐ میں سے ایک اقتباس بطور نمونہ درج ذیل ہے:

"سرور کائنات کی پیشانی نہایت واضح، چوڑی اور پر نور تھی۔ چاند کا ٹکڑا کہئے روشن چراغ کہئے، مہر پارہ کہئے، سب قیچ ہیں، کس سے تشبیہ دیجئے، سب فرو تر ہیں، کس کے مقابل لکھئے، اس کی تابانی و نور افشانی کا یہ حال تھا کہ اگر بالوں کی سیاہی نہ ہوتی تو اس پر نگاہوں کا ٹھہرنا دشوار ہو جاتا یہ بھی مخلوق پر خدا کی مہربانی تھی ورنہ کوئی شخص چہرہ انور کی طرف نگاہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ بالوں کی سیاہی نور کو اس لائق بنا دیتی تھی کہ اس پر نگاہ ٹھہر سکے۔ جب سرکار لوگوں کی طرف چہرا اٹھاتے تھے تو پیشانی ایسی دکھائی دیتی تھی جیسے روشن چراغ چمک رہا ہو اس کی روشنی نہ صرف اندھیرے گھروں کا اجالا تھی۔ بلکہ تاریک دلوں کا نور بھی تھی۔" (۶۵)

علامہ ابوالحسنات کے اسلوب تحریر میں والہانہ پن پایا جاتا ہے۔ موصوف علم و فضل، نکتہ رسی، وقت نظر اور دقیقہ سنجی میں ثاورہ روزگار تھے۔ انہوں نے نبی کریمؐ کے میلاد کے مخصوص پہلوؤں کو منتخب کر کے بیان کیا ہے اور صرف وہی روایات بیان کی ہیں جو محقق و معتبر ہیں۔

مفتی انتظام اللہ شہابی (م ۱۹۶۸ء)

مفتی انتظام اللہ ابن مولوی اکرام اللہ شہابی اگرہ میں ۱۸۹۴ء میں پیدا ہوئے۔ ۸۔ ستمبر ۱۹۶۸ء کو وفات پائی۔ مفتی انتظام اللہ شہابی کا میلاد نامہ ذکر خیر البشر الموسوم بہ میلاد قمر ۹۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ میلاد نامہ حنائی کافہ پر چھپا ہوا ہے۔ طباعت و کتابت معیاری ہے۔ یہ میلاد نامہ تو مفتی انتظام اللہ شہابی نے لکھا ہے مگر اس کا نام اپنے دوست مفتی قمر الدین کے نام پر رکھا ہے۔ زبان و بیان کے اعتبار سے اس عبارت نہایت مرصع اور جامع ہے۔ روایات اور واقعات کے بیان میں آیات قرآنی کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ ہر واقعہ اسناد کے ساتھ درج کیا ہے۔ بعض حالات اس قدر واقع ہیں کہ دیگر میلاد ناموں میں ملتے ہیں۔ سب سے پہلے "۱۳ تہاس" کے عنوان سے میلاد نامہ لکھنے کی غرض و غایت بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"مولانا غلام امام شہیدؒ نے سب سے پہلے اردو میں میلاد نامہ تحریر کیا، اس کے بعد غیر زائد دار حضرات نے میلاد نامے لکھے، جن میں صحیح اور موضوع روایات کا امتیاز تک نہیں۔ صحیح میلاد کی ترتیب کی اس وقت ضرورت تھی۔ میلاد قمر قرآن مجید و

احادیث مقدسہ اور مستند کتب میر سے موجودہ زمانے کے مذاق کا لحاظ رکھتے ہوئے

مرتب کیا۔ (۶۶)

اس میلاد ثانی میں التماس کے بعد تمام مذاہب کا مختصر حال اور ان کی رسومات کی بیہودہ گمیاں بیان کر کے ان کی بے عملیوں پر جو قدرت نے سزا دی، اس کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ ظہور قدسی کے سلسلہ میں سیرت النبیؐ سے اقتباس لیا گیا ہے، جس کی عبارت بہت ایمان افروز ہے۔ اس کے بعد ایام رضاعت کا بیان ہے۔ اس کا انداز روایتی نہیں بلکہ تاریخی ہے۔ اس طرح اس میں جگہ جگہ دی ہوئی میلادیہ منظومات کو الگ کر لیا جائے تو باقی واقعات ہر مستند تاریخ میں بغیر کسی اختلاف کے مل جائیں گے۔ معراج کا واقعہ کلام پاک کی آیات کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد مدینہ میں اسلام کا پانچواں، ميثاق مدینہ اور نہایت اختصار کے ساتھ غزوہ بدر، احد اور فتح مکہ سے متعلق تاریخی واقعات قلمبند کئے ہیں۔ اس کے بعد اسوہ حسنہ کو دلنشیں عبارت اور فصیح الفاظ میں بیان کیا ہے:

”نبی کریمؐ کی ذات میں وہ تمام اوصاف حسنہ جمع ہو گئے تھے جن کی وجہ سے بڑے بڑے جغہوں اور مصلح اقوام کے نام اب تک زندہ ہیں۔ آپؐ میں حضرت نوحؑ کی سی سرگرمی، اور حضرت ابراہیمؑ کی سی نرم دلی، حضرت اسماعیلؑ کی سی سبک دوی، حضرت ایوبؑ کا سا صبر و تحمل، حضرت ہارونؑ کی سی امانت، حضرت یوسفؑ کا سا عفو، حضرت داؤدؑ کی سی فتوحات، حضرت سلیمانؑ کا سا ہدایہ، اور زکریاؑ کا سا زہد تھا۔ اگرچہ حضرت موسیٰؑ کی طرح آپؐ بھی جلالت و احرام انسانیت کا جذبہ رکھتے تھے لیکن ان کے سخت احکام دین نہیں لائے تھے اور نہ آپؐ کی ہدایت صرف مخصوص مقامات یا مخصوص قوم تک ہی محدود تھی۔ حضرت عیسیٰؑ کی سی انکساری آپؐ میں ضرور تھی لیکن آپؐ کی ہدایت ایک قوم اسرائیل کے لئے نہ تھی بلکہ تمام عالموں کے لئے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ (۶۷)

عام میلادوں کی روش سے ہٹ کر اس میں جتہ الوداع کا پورا حال بیان کیا گیا ہے البتہ وفات حسرت آیات کو ایک دو سطور میں لکھا ہے۔ سب سے آخر میں ایک فہرست دی گئی ہے جس میں قرآن مجید کی الگ الگ عنوانات کے تحت آیات دی ہیں مثلاً آپؐ روشن چراغ تھے۔ آپؐ رحمۃ للعالمین تھے۔ آپؐ خاتم النبیین تھے وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے میلاد ناموں کی ضرورت ہے جن میں روایات کو اسناد کے ساتھ بیان کیا جائے۔ اس لحاظ سے ”میلادِ قمر“ ایسا میلاد نامہ ہے جس میں کوئی روایت بھی ایسی نہیں ہے جس کے لئے سند کی ضرورت پیش آئے۔ سلام میں صفات محمدیؐ کا بیان ہے اور منفرد انداز ہے۔ ”میلادِ قمر“ میں سے چند سلام کے اشعار ملاحظہ ہوں:

”السلام اے لمحہ نور خدا
السلام اے شاہد رب العطا

السلام اے حبیب روح الامیں
 السلام اے رحمتہ للعالمین
 السلام اے صاحب ام الکتاب
 السلام اے شافع یوم الحساب
 السلام اے رواق بزم غلیل
 السلام اے آن بشیر سلیل
 السلام اے پیشوائے مرسلین
 السلام اے فخر قوم مسلمین
 (۶۸)

فیض محمد قادری (م ۱۹۶۸ء)

فیض محمد قادری بن مولانا غلام رسول بھکر کے قصبہ گج کے رہنے والے تھے۔ تعلیم و تدریس میں ماہر اور بہترین خطیب تھے۔ ساری زندگی علوم اسلامیہ کی تعلیم و تدریس کے فرائض پلے بھکر پھولاہور میں انجام دیتے رہے۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو لاہور میں انتقال ہوا۔

ان کا میلاد نامہ بعنوان ”سرور العباد فی بیان المیلاد“ نثر کے ۱۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں درج ذیل عنوانات کے تحت تفصیلات موجود ہیں:

مجہز کتاب روشن، تحقیق صدائق نور، نورانی صورت اقدس، نور کی تحقیق، برکات سیرت طیبہ، اثبات حقوق رسالت، عبد و عیدہ، محبت اور ایمان، عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت، احوال نور مقدس، نور کی طہ کری، چمکتا ہوا ستارہ، تحقیق کائنات، بعثت عامہ، تعدد آدم، قدیم تر اقوام، جنات کا ذکر، انبیاء کا بیان، خواب عبد المطلب، تلوار چاہ زمزم، نذر مولود مسعود، واقعہ فحل، حضرت عبداللہ، تذکرہ واقعات عجیبہ، حضرت اور پاکدامنی، شادی کے اسباب، حضرت عبداللہ کی وفات، ولادت باسعادت، وجہ تسمیہ اسم مبارک، فضا کے شب میلاد، مسئلہ قیام، غلطی، ایوان کسریٰ کا ہلنا، آتش کدہ ایران، بحیرہ ساوہ کی خشکی، وادی طبریہ کی روانی، سطح کے حالات، وادی حلیہ کا خواب، روانگی بسوئے مکہ مکرمہ، حضرت عبد المطلب سے ملاقات اور حال رضاعت شریفہ وغیرہ۔

جن کتابوں کی عبارتیں حوالہ جات کے ساتھ میلاد نامے میں درج ہیں، ان کی قمریت درج ذیل ہے:

تفسیر ابن عباس، موضح القرآن، تفسیر قرطبی، عراقس البیان، روح المعانی، تفسیر کبیر، جواہر الحسن السراج المنیر، فتح البیان، تفسیر مدارک، تفسیر مظہری، شرح بیضاوی، جامع البیان، تفسیر حسینی، روح البیان، تفسیر ابن جریر طبری، تفسیر عزیزی، بخاری شریف، صحیح مسلم، مستدرک حاکم، ابوداؤد، سنن نسائی، ابن عساکر، ابن ماجہ، فتح الباری، صحن حصین، دلائل النبوت، مدارج النبوت، سیرت حلبیہ، اور مواہب اللدنیہ وغیرہ۔

اس میلاد نامے میں ہر بیان کے بعد کتاب کا نام اور صفحہ نمبر درج کیا گیا ہے۔ ”سرور العباد فی بیان

المیلاد“ (۶۹) اپنے انداز بیان کی خوبی اور مباحث کی تحقیق کے لحاظ سے میلاد ناموں کی فہرست میں ایک عظیم الشان تصنیف کا اضافہ ہے۔

غلام مصطفیٰ کوثر امجدی بلیاوی

غلام مصطفیٰ قصبہ رحہ یو۔ پی میں ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ سے حاصل کی۔ درس نظامی کی ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء میں تکمیل کے بعد حافظ عبدالحیہ سے علوم حدیث سیکھے۔ ۱۹۵۱ء میں مدینہ طیبہ و مکہ معظمہ کی حاضری کا شرف نصیب ہوا۔

غلام مصطفیٰ کوثر نے اپنے میلاد نامہ میں بیان میلاد کے علاوہ محافل میلاد کے متفرق زمین کو مسکت اور دلیل جوابات بھی دیئے ہیں۔ انہوں نے اپنے میلاد نامہ ”سورگہ پاک صاحب لولاک“ میں روایات کے بیان میں معتبر اور مستند کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ میلاد شریف میں نبی کریمؐ کے بارے میں حاضر کے اشعار پڑھے جاتے ہیں اور وقت قیام درود و سلام پڑھتے ہیں جبکہ آپؐ نظر تمیز آتے۔ یہ انداز خطاب شرعی لحاظ سے جائز نہیں۔ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

”ایسی کوئی کتاب ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ غائب کے لئے حاضر کے الفاظ بولنے جائز نہیں ہیں۔ مگر یہ باتیں کہ جب نماز میں التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ پڑھتے ہیں تو اس وقت ضرور کافر ہو جاتے ہوں گے۔ علامۃ اہلسنت کے خیال کے مطابق جب تک کہ ”التحیات“ نہ پڑھیں نماز صحیح نہیں ہوتی۔ اگر حضورؐ پر سلام نہ بھیجیں تو ترک صلوٰۃ کفر ہے۔ حدیث کے مطابق بدعہ مومن و کافر میں صرف نماز کا فرق ہے۔ معتزمین کو چاہئے کہ وہ اعتراض کرتے وقت ہوش اور عقل کی بات کیا کریں۔“ (۷۰)

مصنف کا لہجہ بڑا سخت ہے۔ ایک دوسری جگہ علامہ امام برزنجیؒ کے رسالہ عقد الجواہر فی مولود النبی الازہر کے حوالے سے تحریر کیا ہے:

”قد استحسن القیام عند ذکر ولادۃ الشریف یعنی نبی کریمؐ کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا امر مستحسن ہے۔“ (۷۱)

اس میں بیان میلاد کے علاوہ محافل میلاد سے متعلق تمام اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ میلاد میں حقونما کا حصہ عشق و محبت اور عقیدت سے لبریز ہے۔ ۳۳ صفحات پر مشتمل اس میلاد نامے کی کتابت کاغذ اور سرورق نہایت خوش نما اور دیدہ زیب ہے۔

سید حمید الدین احمد

سید حمید الدین احمد حمید کے میلاد نامے ”میلاد مطہر“ کو عنوانات کے اعتبار سے ولادت اور معراج شریف کے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ضمنی طور پر اور بھی بہت سی باتوں کا ذکر آگیا ہے۔ سب

سے پہلے درود شریف کا بیان ہے۔ اور اس سلسلہ میں مولف نے نبی کریمؐ کی یہ مشہور حدیث نقل کی ہے کہ ”قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو گا۔“ (۷۲) حم کے بیان کا انداز دعائیہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور عظیم الشان صفات ذکر کر کے طلب غنہ و رحمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان قرآن مجید سے ماخوذ ہے۔ اسی طرح نبی کریمؐ کی تعریف و توصیف کا ماخذ بھی کلام الہی ہے۔ ذکر ولادت ہرے اختصار سے کیا گیا ہے۔ درود و عقیدت سے معمور ہے۔ اس میلاد نامے کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ عقیدت مندی، مبالغہ آرائی سے پرہیز رہی ہے۔ اس وجہ سے بیشتر موقعوں پر انداز بیان مجلسی سے زیادہ تاریخی قسم کا ہو گیا ہے۔ نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کے موقع پر ظہور پذیر ہونے والے معجزات اور ذکر معراج دوسرے میلاد ناموں سے مختلف ہیں۔ معراج کا خصوصی تحفہ چونکہ نماز ہے اس لئے اس موقع پر یہ حدیث خاص طور پر نقل کی گئی ہے۔ ”صلوات عماد الدین (نماز دین کا ستون ہے) اور من ترک الصلوة متعمدا فقد كفره (نماز کو قصداً ترک کرنے والا کافر ہے)۔“ (۷۳) عام میلاد ناموں کا خطابیہ طرز بیاں اس میں موجود نہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اسے مجالس میں پڑھنے کی بجائے انفرادی مطالعہ کے لئے تحریر کیا گیا ہے۔ عام کتابی سائز کے صفحات پر مشتمل ہے زبان سادہ اور آسان ہے۔

مفتی غلام معین الدین (م ۱۹۷۱ء)

مفتی غلام معین الدین ابن سید صابر اللہ شاہ چشتی صابری ۲۳ دسمبر ۱۹۲۳ء کو مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ سید نعیم الدین مراد آبادی سے علوم دین کی تحصیل کی۔ اسی دور میں طب کی سند حاصل کی۔ پاکستان آئے اور مختلف تحریکوں اور تنظیموں سے مل کر کام کیا۔ ہفت روزہ سواد اعظم نکالا اور یہ سامانی کے باوجود تا حیات جاری رکھا۔ ۱۳۔ اگست ۱۹۷۱ء کو انتقال ہوا۔ مرقہ مبارک قبرستان میانی صابری بہاولپور روڈ لاہور میں واقع ہے۔

”بیان المیلاد النبوی“ میلاد نامہ ہے۔ اور نثر میں ہے جو دراصل محدث ابن جوزیؒ کے میلاد نامہ اردو ترجمہ ہے۔ اس میں نور محمدیؑ کی ولادت مقدسہ سے پہلے کی بشارات اور نشانیاں، حضرت عبداللہ کی شادی کا واقعہ، آپؐ کے حسب نسب کی شرافت اور بلندی، ولادت مبارکہ اور ایام رسالت بیان شامل ہیں۔ نمونہ کے طور پر مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

”جب حلیہؑ نے حضورؐ کو گود میں لے کر اپنی سواری پر سوار ہو کر وطن کی طرف کوچ کرنے کا قصد کیا اور قافلہ چلنے لگا تو جب بھی جس خشک وادی پر یہ قافلہ پہنچتا تو حضورؐ کی برکت سے وہ سرسبز و شاداب ہو جاتی۔ اور وہ حضورؐ کو سلام کرنے کی آوازیں پتھروں سے سنیں اور درختوں کی ٹہنیاں آپؐ کی طرف جھک کر سلام کرتیں اور پھر جب وہ اپنی آبادی میں پہنچیں اور اپنے گھر داخل ہوئیں تو زمین کو دیکھا کہ اس نے نیا لباس پہن لیا ہے اور پرانا لباس اتار دیا ہے یعنی زمین سرسبز و شاداب ہو گئی

ہے۔ (۷۳)

زبان و بیان کی سلاست و روانی سے طبع زاد میلاد نامہ معلوم ہوتا ہے اور اس پر ترتیب کا گمان نہیں ہوتا۔ موصوف نے ترجمہ میں بھی جو اولیٰ معیار قائم کیا ہے۔ اس سے ان کے جذبہ کی سچائی اور خیال و احساس کی پاکیزگی جھلکتی ہے۔

ناصر الدین محمد (م ۱۹۷۱ء)

ناصر الدین محمد بن قاضی عبید اللہ نے میلاد نامہ بعنوان ”احوال تولد رسول اللہ“ لکھا ہے۔ (۷۵) اس میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ، رضاعت اور بچپن کے واقعات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

درو کا کوروی (م ۱۹۷۲ء)

مکرم احمد نام، درو تخلص تھا۔ دیائے ادب میں اپنے تاریخی نام میر نذر علی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مشہور عالم حبیب علی کے صاحبزادے تھے۔ ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے برادر محترم حکیم وصی علی سے پائی۔ بعد میں مزید تعلیم کے لئے اپنے دو سرے بھائی رضی علی افگر کے پاس ۱۹۱۱ء میں راسپور چلے گئے۔ ۱۹۲۷ء میں اورنگ آباد دکن میں محکمہ امور مذہبی میں ملازم ہو گئے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور ہجرت کر کے آ گئے۔ یہاں دو سال قیام کے بعد کراچی جا کر مقیم ہو گئے۔ ۷۲ جون ۱۹۷۲ء کو عصر کی نماز ادا کرتے ہوئے حالت سجدہ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ عزیز آباد کراچی کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

۱۹۳۷ء سے تقسیم برصغیر تک ان کی منظومات نیرنگ خیال، عالمگیر، ہمایوں، ساقی، درو اور الناظر وغیرہ میں باقاعدہ چھپتی رہی ہیں۔ کراچی میں کوئی نعتیہ نشست ایسی نہ ہوتی تھی، جس میں وہ شریک نہ کئے جاتے ہوں۔ مولانا ضیاء القادری، ملا واحدی، اور ہنزوا لکھنوی ان سے بہت خلوص برتتے تھے۔ ممتاز حسن ان کی نعت گوئی اور میلادویہ منظومات کے دلی معترف تھے۔

حسن کا کوروی ان کے والد کے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے، شاہ تراب کا رنگ تصوف یا شاہ نیاز بریلوی کی عقیدت ان کے کلام میں مخصوص صوفیانہ ماحول میں رہنے کی وجہ سے نمایاں تھی۔

ان کے میلاد نامہ ”میلاد پیغمبرؐ“ کی ابتداء میں مولف اور تالیف کے بارے میں ہنزوا لکھنوی اور شمس وارثی کا تعارف اور ضیاء القادری کا مختصر مقدمہ شامل ہے۔ اس میلاد نامہ کو عنوانات کی ترتیب اور زبان و بیان کے لحاظ سے میلاد اکبر کی ایک اچھی نقل کہا جا سکتا ہے، جس میں کوئی واضح اور نمایاں ترسیم و انصاف تک نہیں کیا گیا۔ ان کی میلادویہ منظومات میں سوز و گداز اور شعری محاسن ان کے صوفیانہ نطق و شوق کی ترجمانی کرتے ہیں۔ نبی کریمؐ کی صبح ولادت کا حسین منظر بیان کرتے ہیں:

صل یا رب کہہ کے خود فطرت ملا میں گائے ہے
دیکھئے صبح ولادت کی تجلی جلوہ بار

ہے محمد نے کیا ساری خزاں کو لالہ زار
دم بدم کوثر کا ساقی کیف سا برسائے ہے، صل یارب۔۔۔
آج ہے صبح ولادت سو بباروں کی بہار
صل یارب سلوا گاتے ہیں سب مسئلہ وار
گمت ستو علیم یوں صبا پھیلائے ہے صل یارب۔۔۔
(۷۶)

سید ایوب احمد صبر شاہجمانی پوری (م ۱۹۷۳ء)

سید ایوب احمد صبر شاہجمانی پوری جلالی بخاری پیشی نے ۱۹۷۳ء میں میلاد نامہ "آفتاب نبوت" لکھا۔ انہوں نے اس کی تصنیف کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عربی زبان میں سیرت مقدسہ کے بیان میں بہت مبسوط اور ضخیم کتابیں موجود ہیں لیکن اختصار پسند اور عربی زبان سے ناواقف حضرات کے لئے ایسی ضخیم تواریخ و کتب سے استفادہ بہت دشوار اور مشکل ہوتا ہے۔ عام مسلمان مسود و نصاریٰ کے ذریعے اسلام میں داخل ہونے والی غیر مستند روایات کے اسیر ہیں اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ سرولیم مسود جیسے متعصب مصنف کا گرویدہ ہے۔ اس قسم کے حالات میں انہوں نے اس بات کو شدت سے محسوس کیا کہ نبی کریمؐ کے دلچسپ اور صحیح حالات عام مسلمانوں کے سامنے پیش کئے جائیں تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں اور دوسری طرف غیر مذاہب کے یہود کا بھی آپؐ کی سیرت طیبہ مکرم اخلاق و شمائل کو پوری طرح سمجھ سکیں اور جس سے ان کو بخوبی اندازہ ہو کہ آپؐ کی زندگی صحیح معنوں میں رحمت اللعالمین کی مصداق تھی۔

آفتاب نبوت کی مجلسی اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے محمد عمر نعمانی رقم طراز ہیں :

"آفتاب نبوت کے مصنف نے تحقیق و تدقیق سے کام لے کر نبی کریمؐ کے آباء اجداد کے حالات سے لے کر فتح مکہ تک کے مختصر اور صحیح حالات قلمبند کر دیئے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ محافل میلاد میں عام طور پر اس کے مطالب سے فراموش نہ رہیں۔ روئے محمدؐ مستفید ہوں اور خیرام جو گرانمایہ کتب کے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں۔" (۷۷)

صبر شاہجمانی پوری کا میلاد نامہ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے اور عام میلاد ناموں میں ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ انہوں نے واقعات و روایات کو مستند کتابوں سے اقتداء کیا ہے۔ اور اس کا حوالہ بھی ساتھ ہی دیا ہے۔ اس میلاد نامہ میں نبی کریمؐ کا نسب نامہ، آپؐ کے آباء اجداد کے حالات، راہبوں اور علمائے عصر کی پیشین گوئیاں، نبی کریمؐ کے والد کا انتقال، ولادت باسعادت، پیدائش کی جگہ، عہد طفلی، والدہ اور دادا کا انتقال، تربیت، سفر کا حال، نکاح، زمانہ قبل رسالت، تعمیر کعبہ، کعبہ کو قبلہ قرار دینے کی وجہ، نبوت اور بعثت، نزول وحی اور اس کے بعد کے واقعات، ہجرت حبشہ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا اسلام لانا، حضرت ابو طالبؓ اور حضرت خدیجہؓ کا انتقال، ہجرت انجیل و توریت کی پیش گوئیاں، مدینہ کی زندگی، حضرت عبداللہ

اسلام اور حضرت سلمان فارسیؓ کا اسلام لانا، تعمیر مسجد نبویؐ، اذان کا تقریر، کفار مکہ کا طرز عمل، لڑائی کی سید، بدر کی پہلی لڑائی، عظیم الشان معرکہ اسلام اور امیران جنگ سے حسن سلوک، جنگ احد، واقعہ بدر، فتح خیبر، فتح موتہ، فتح مکہ اور شان نبوت، اخلاق و عبادت، حضرت عائشہؓ، درع و انعام، شرم و حیا، جود و سخا، شفقت و رحمت، تواضع، صبر، ہیبت، خندہ روئی، تفرافت، صدق و عفت، عدل و انصاف، وقار، مروت، نظام خانہ داری اور گھر والوں کے ساتھ رکھ رکھاؤ وغیرہ کا دلپذیر تذکرہ ہے۔

میر شاہجہانپوری نے پرانی کتب میلاد کی خامیاں دور کرنے کے بارے میں اپنی کاوش کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

”آفتاب نبوت میں نبی کریمؐ کے سادہ حالات زندگی کے مطابق عبارت آرائی سے کلام نہیں لیا گیا ہے بلکہ سلیس اور دلچسپ اردو میں قلمبند کئے گئے ہیں۔ علاوہ انہیں اس مضمون پر جو کتب میلاد شریف آج کل ملک میں رائج ہیں، ان کے متعلق نئی روشنی والوں کو یہ شکایت ہے کہ اس میں محض عبارت آرائی کو مد نظر رکھ کر بعض واقعات کو مبالغہ سے بیان کیا گیا ہے یا کہیں کہیں ضعیف روایات کو جگہ دی گئی ہے، رفع ہو جائے گی، میں نے نبی کریمؐ کے صحیح حالات و واقعات کو معہ اسناد کے لکھ کر حوام میں پیش کیا ہے۔“ (۷۸)

آفتاب نبوت کی تالیف کے سلسلہ میں قرآن مجید، صحیح بخاری، سیرت ابن ہشام، مواہب اللدنیہ، شہادہ، سیرت حلبیہ، معارج النبوت، زاد المعاد، شرح مواہب اللدنیہ (زرقاتی)، عجائب القصص اور تراجم وغیرہ سے مواد اخذ کیا گیا ہے۔ سیوطی اور طبری کی کتابوں سے بھی اقتباسات نقل کئے گئے ہیں۔ اس میں کے عہد نامہ جدید کی عبارت بھی درج کی گئی ہیں۔ اور حضرت عیسیٰؑ اور نبی کریمؐ کے دور رسالت کی تطبیق کا موازنہ کر کے آپؐ کی اخلاقی برتری واضح کی گئی ہے۔ غیر مسلم مفکرین میں سے ڈاکٹر ویل و ڈاکٹر سٹ، گڈ فرے، ویلیو آئر لینڈ، ایڈورڈ گہن اور جان ڈیون پورٹ کے مختصر اقوال بیان کر کے نبی کریمؐ کی رسالت کی صداقت پر شہادت لائی گئی ہے۔ جیمز اسٹیکلوپیڈیا جلد ششم سے اذان کے بارے میں شعائر اسلامی کی برتری کا دلکش تاثر بڑے جوش و والہانہ پن سے بیان کیا ہے:

”موزن کی اذان جو سادہ مگر نہایت شین و دلکش ہوتی ہے، گو کہ شہروں میں بوجہ شور و غوغا کے کم سنائی دیتی ہے، لیکن کتنی سرلی اور خوش آئند معلوم ہوتی ہے۔ رات کی خاموشی میں جب کہ چار جانب سنا سنا چھلایا ہوا ہوتا ہے، اس کا اثر عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے اہل یورپ نے بھی اس امر پر مبارکباد دی ہے کہ اذان کی آواز ناقوس اور گھنٹے سے بڑھ کر ہے۔ فی الحقیقت جبکہ کل پرند اپنے اپنے آشیانوں میں بھرا لے رہے ہوں، عالم پر سکون و سکوت چھایا ہوا ہو، انسان نے اپنے آرام کو اپنے مہیوہ حقیقی کی عبادت کے لئے چھوڑ رکھا ہو اور اپنے ہم جنسوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے ”اللہ اکبر اللہ اکبر“ کہتا ہو

۔۔۔۔ یہ کتنا موثر اور دلکش طریقہ ہے۔ (۷۹)

آفتاب نبوت میں بھی دیگر میلاد ناموں کی طرح مروجہ روایات بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً نبی کریمؐ کے والد محترم حضرت عبداللہ کے حسن و جمال کے تذکرے کے ساتھ ہی اس وقت کے عالموں کی پیش گوئیاں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”حضرت عبداللہ خوبصورتی اور ملاحیت میں مثل یوسفؑ معلوم ہوتے تھے آپؐ کی روشن اور چمکتی ہوئی پیشانی سے نور چھڑی ظاہر ہوتا تھا۔ اس زمانہ کے اصحاب سے اور حجاز کے کاہنوں سے یہ سنا جاتا تھا کہ نبی آخر الزماں اسی نوجوان کے حلیہ سے پیدا ہوں گے، کیونکہ ہماری دینی و مذہبی کتب میں لکھا ہے کہ جب یحییٰ علیہ السلام کے اس خون آلود سفید اوٹی چنے سے جو یسویوں کے پاس ہے، تازہ خون کے قطرے ٹپکیں گے، تو اس وقت نبی آخر الزماں کے والد ظہور پذیر ہوں گے، چنانچہ اب اس خشک چنے سے سرخ خون ٹپک رہا ہے، لہذا معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی شخص ہے کہ جس کی پشت سے نبی آخر الزماں ظہور پذیر ہوں گے۔“ (۸۰)

اسی طرح ابر کے ٹکڑے کا نبی کریمؐ کو پیدائش کے وقت اٹھا کر لے جانے کی نسبت پورا واقعہ تفصیلات کے ساتھ موجود ہے۔ سفر شام میں بصری کے مقام پر بخیرا راہب سے اور ایک سفر میں مسطورا راہب سے آپؐ کی ملاقات کا حال قلمبند کیا گیا ہے۔

آپؐ کی شان نبوت کا تذکرہ کرتے ہوئے، آپؐ کی ذات اقدس میں تمام برگزیدہ فیوض کے اوصاف مجتمع دکھائے گئے ہیں۔ اور ان کی سیرت کے نمایاں پہلوؤں سے آپؐ کی سیرت کا موازنہ کر کے آپؐ کو ان سب کا جامع ثابت کیا گیا ہے۔ اسی طرح آپؐ کے اخلاق حسنہ کے بارے میں مصنف بڑے جوش و خروش سے لکھتا ہے:

”جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام صفات و کمالات کا مجموعہ ہیں۔ عالم ایسے کہ کسی کا علم ان کے علم کو حسیں پہنچتا۔ فصیح و بلیغ ایسے ہیں کہ بڑے بڑے فقہاء نے ان کے سامنے سر ٹیک دیا ہے۔ متقن ایسے کہ ہر قوم، ہر فرقہ اور زمانے کے لئے ان کا قانون ایک اچھا دستور العمل ہے۔ حلیم اور صاحب خلق ایسے ہیں کہ خود خداوند جل و علا ارشاد فرماتا ہے: اِنَّكَ لَعَلٰی خَلْقٌ عَظِيْمٌ۔ جبری ایسے کہ ضرورت کے وقت میدان کارزار میں دشمنوں کے لئے ایک مستعد اور بہادر سپاہی، فقیر ایسے کہ بیت الشرف میں کئی کئی دن تک چولہے سے دھواں نہیں نکلتا۔ اتنا بھی نہیں ہے کہ مکان میں چراغ بھی جلے۔ امیر ایسے ہیں کہ ہزاروں لاکھوں روپیہ ایک لمحہ میں ختم کر دیتے ہیں اور اپنی جگہی کا بھی کچھ خیال نہیں آتا۔ چٹائی بچھاتے ہیں، کبیل پختے ہیں مگر بڑے بڑے عالی جاہ بادشاہوں کی بھی پروا نہیں کرتے۔“ (۸۱)

اس میلاد نامے سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اس کا مصنف اپنے گرد و پیش میں ہونے والی زبان

د بیان کی تبدیلیوں سے بھی پوری طرح باخبر ہے۔ اس نے اس میلاد نامے کی تحریروں میں عبارت آرائی سے کام نہیں لیا اور نہ ہی اسے مرصع و رنگین بنایا ہے بلکہ سلیس اور سادہ زبان میں مختصر حالات زندگی قلمبند کئے ہیں۔ انگریزوں کی عملداری کی وجہ سے انگریزی زبان کا عمل دخل ہر طرف پھیل رہا تھا چنانچہ اس بات کا بھی بخوبی اندازہ درج ذیل اقتباس سے ہوتا ہے:

”چنانچہ کفار مکہ نے ایک کمیٹی اس سکیم کے سوچنے کے لئے بٹھائی جس کا نام دارالاندوہ رکھا گیا۔ اس کمیٹی میں مختلف تجاویز اور ریزولوشن پاس ہوئے۔“ (۸۲)

اس مختصر عبارت میں کمیٹی ’سکیم‘ ریزولوشن جیسے انگریزی الفاظ بلا حلف استعمال کئے گئے ہیں۔ نبی کریمؐ کی عظمت و صداقت کا اعتراف غیر مسلموں کی زبان سے پیش کرنا بھی اس دور کی عقلیت پرستی اور سر سید کی تحریک کے اثرات کا حاصل اور نتیجہ ہے۔ الفرض ان سب زبان و اسلوب کی خوش آئید تبدیلیوں کی بناء پر آفتاب نبوت کو میلاد ناموں میں ایک منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہے۔

احترام الدین شاعری

احترام الدین احمد نام ’شاعری مختص‘ نسب کے لحاظ سے شیخ عثمانی، مشرقی ’چشتی الجہانی‘ وطن قدیم نارنول اور سکونت مابعد ہے پور میں رہی۔ ان کی ولادت ۳۰ دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوئی۔ (۸۳) ان کے والد مولوی احتشام الدین شوکت کی زیر نگرانی ابتدائی تعلیم و تربیت ہوئی۔ ذوق سخن خاندانی ورثہ تھا۔ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۳۸ء تک سائنس ’جے پور‘ اور دیگر ممالک پر محکمہ پولیس میں فرائض انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد مسلم ہائی سکول ’جے پور‘ میں اگست ۱۹۵۳ء تک مدرس رہے۔

احترام الدین شاعری کا میلاد نامہ تین سو تیس (۳۳۰) صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۹۶۳ء میں جے پور سے شائع ہوا ہے۔ اس میں بارہ بزم میلاد عام فہم انداز میں لکھی گئی ہیں۔ ہر بزم کا آغاز صلوٰۃ و سلام سے ہوتا ہے اور بطور پیش خوانی ایک نعتیہ رباعی اور کچھ نعتیہ اشعار ہیں۔ پھر کسی آیت قرآنی سے بیان کا آغاز ہوتا ہے۔ فاضل مصنف نے اپنے میلاد نامے میں موجود زمانے میں بزم میلاد کے انعقاد میں ہونے والی لغزشوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کی ہے۔ جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

”بعض وقت نعت خواں، وقت نعت خوانی مخمور ہوتے ہیں، بعض جگہ ایسا ہوتا

ہے کہ بزم میلاد کا صدر کوئی کافر یا مشرک ہوتا ہے، ہو جوتا پسے تخت صدارت پر بیٹھا ہوتا ہے اور مقرر جو مستند عالم دین ہو وہ زمین پر کھڑے ہو کر ذکر سرور کائنات کرتا ہے۔ بعض دفعہ بزم میلاد ایسی گندی اور غیر صاف جگہ منعقد کیا جاتا ہے جہاں بے انتہا ٹالیوں کی بدبو آتی رہتی ہے۔ یا ایسی جگہ بزم میلاد منعقد کیا جاتا ہے جہاں موٹروں، لاریوں اور ٹانگوں کی آمد و رفت کا شور مچا رہتا ہے۔ اکثر جگہ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ جس جگہ محفل میلاد منعقد کی جاتی ہے۔ وہاں لاؤڈ اسپیکر لگا دیا جاتا ہے اور اس غرض سے کہ سامعین جمع ہو جائیں، محفل میلاد کے شروع ہونے سے پہلے

سامعین کو جمع کرنے کے لئے سنیما کے گائے گائے جاتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہریم میلاد کو سیاسی مطلب برآری کا آلہ بنالیا جاتا ہے۔ یہ اور اس قسم کے بہت سے ایسے واقعات ہوتے ہیں جن کی اصلاح ہونا نہایت لازم ہے اور یہی تمام باتیں اس میلاد نامے کی تالیف کا اصل سبب ہیں۔“ (۸۳)

یہ میلاد نامہ اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ ہر ہریم دو ڈھائی گھنٹے میں ختم ہو جاتی ہے اور روز ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہے۔ اس میں ان روایات کو شامل کیا گیا ہے۔ جن کا ثبوت یا تو کلام الہی سے حاصل کیا جاسکتا ہے یا احادیث مجتہدہ سے، دیگر میلاد ناموں کی طرح مشہور روایات کو اس میلاد نامے میں بھی بیان کیا گیا ہے لیکن چند ایسی مستند روایات بھی ہیں جس کا تذکرہ اور میلاد ناموں میں نہیں ہے۔ مثلاً ایک روایت درج ہے:

”تمام عرب میں ”محمدؐ“ کسی کا نام نہیں رکھا گیا تھا۔ جب آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کا نام محمدؐ رکھا تو قریش نے اس عجیب نام کا سبب دریافت کیا کیونکہ عرب کے لوگ اس بات کے عادی تھے کہ اپنے بچوں کے نام بتوں کے نام پر رکھیں۔ حضرت عبدالمطلب نے ان لوگوں کو جواب دیا کہ میں نے محمدؐ اس وجہ سے نام رکھا ہے کہ یہ ایسا ہو کہ جس کی تمام دنیا تعریف و توصیف کرے۔“ (۸۵)

نبی کریمؐ کے سنہ ولادت، تاریخ اور وقت کے بارے میں لکھتے ہیں:

”دنیا میں آپؐ کی تشریف آوری نورج الاول مطابق ۲۲۔ اپریل ۵۷۰ء موافق یکم جینیہ ست ۳۸ ہجری جبکہ آفتاب برج حمل سے ۳۱ درجہ اور ۲۰ دقیقے پر تھا اور یکم جینیہ کو شروع ہوئے تیرہ گھنٹے سولہ منٹ گزرے تھے یعنی مکہ مکرمہ کے وقت کے مطابق صبح صادق چار بج کر بیس منٹ پر ہوئی۔“ (۸۶)

چوتھی ہریم میں احرام الدین نے ایک مدلل نکتہ پیش کیا ہے:

”جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب سراج منیر بن کر تشریف لائے تو اس کے بعد اسلام میں ہی نہیں بلکہ کسی قوم میں کوئی نبی نہیں آیا ورنہ اس سے قبل دنیا کی اور قوموں میں کئی کئی نبی آئے جیسے کہ بنی اسرائیل میں ایک وقت دو دو چار چار نبی آتے رہے مگر حضورؐ کی تشریف آوری کے بعد نہ مصریوں نے اور نہ جینیوں نے نبوت کا دعویٰ کیا نہ ہندوؤں اور مجوسیوں نے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تمام مذاہب نے سراج منیر کے روشن ہوتے ہی اپنے چراغ گل کر دیئے۔“ (۸۷)

اس میلاد نامے کی ہر ہریم ولادت باسعادت مختصر بیان اور سلام پر ختم ہوتی ہے۔ ایک سلام کے چند شعر درج ذیل ہیں:

السلام اے پیشوائے انبیاء
السلام اے خلق کے امن و آمان

السلام اسے مصطفیٰ و محمدی
 السلام اسے درود عیسا کی دوا
 ہوں خدا کے آپ پر لاکھوں درود
 اور سلاموں کا رہے عظیم درود
 شافل بکس کی بھی لیجئے خیر
 اہل امت پر ہو رحمت کی نظر
 (۸۸)

”میلاد النبیؐ“ میں دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے ساتھ نبی کریمؐ کی تبلیغ کا مقابلہ کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

”دنیا میں چار مذاہب ایسے ہیں کہ جن میں قریب قریب دنیا کی پوری آبادی تقسیم ہو رہی ہے۔ عیسائی، یہودی، ہندو مت اور ہندو مذاہب۔ ان چاروں مذاہب کا مطالعہ کریں تو اس کا خلاصہ یہ ہو گا کہ موسیٰؑ کا دائرہ ہدایت صرف اسرائیل تک تھا۔ عیسائی کی تعلیم کا خلاصہ اور نتیجہ سوائے اس کے کہ کچھ نہ تھا کہ وہ صرف ایک محدود طبقے میں اپنی عیسائیت کی تبلیغ کریں اور پھر جب عیسائی ان سے باقی ہوں تو وہ اپنے ہی پیغمبر کو سولی پر چڑھا دیں۔ مہاتما بدھ اور سری کرشن سمندر پار تبلیغ کو مذاہب کے خلاف سمجھتے تھے۔ اس صورت میں ساری کائنات کے لئے ان مذاہب کے اصول کس طرح مشعل راہ ہو سکتے ہیں۔ ان سب کے برخلاف حضورؐ نے رنگ و نسل اور ملک و قوم سے بالاتر ہو کر پوری دنیا کو پیام حق دیا۔ عہد و معبود کا رشتہ بتایا علم و حکمت کی تعلیم دی۔ غلامی کو مٹایا۔ خوریزی کو دلیا۔ افعال رذیلہ اور اعمال قبیحہ سے منع کیا۔ اسی واسطے آپؐ کو خود اللہ پاک نے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ فرمایا۔“ (۸۹)

اس میلاد ثانی میں ایسی روایات لکھنے سے گریز کیا گیا ہے جن کو دوسرے مذاہب کے لوگ عقل کے معیار پر صحیح تصور نہ کریں۔ اس لحاظ سے عصری نقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس میلاد ثانی کے بارے میں حق تبلیغ ادا کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔

بہزاد لکھنؤی (م ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۷۳ء)

بہزاد لکھنؤی کا پورا نام سردار احمد خاں ہے۔ ۱۹۰۳ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ عرصہ تک ریلوے کی خازمت کی پھر آل انڈیا ریڈیو دہلی اور لکھنؤ سے وابستہ رہے۔ ہندوستان سے ہجرت کر کے کراچی چلے آئے اور پاکستان ریڈیو کراچی کے عملے سے منسلک ہو گئے۔ آپ کے کلام کے متعدد مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔

ان کا مجموعہ ”شکائے حبیب“ ادارہ فروغ اردو لکھنؤ نے ۱۹۵۳ء میں شائع کیا تھا۔ اس مجموعہ میں بیان

مدینہ کے عنوان سے ۳۰ نعت کے عنوان سے ۱۷ درود و سلام کے عنوان سے ۲۵ اور میلاد و شب ولادت کے عنوان سے ۳۳ میلادیہ کاوشات شامل ہیں۔ وہ رنگ شاعری میں حالی، حفیظ اور ماہر کے پیر و نظر آتے ہیں۔ ان کا پیرایہ اہلکار عام فہم، انداز عیاں دل آویز اور الفاظ صاف و سادہ ہیں۔ اس انداز کے چند شعر ملاحظہ ہوں:

دروہ ان پر جو آئے بے نواؤں کی صدا بن کر
سلام ان پر جو آئے نیکوں کا آسرا بن کر
جنہوں نے دھگیری کی گنگارن عالم کی
جو آئے کشتی بے چارگی کے ناخدا بن کر
جنہوں نے راہ حق دکھلائی پیچ و خم کو سمجھایا
جو آئے دونوں عالم کے لئے اک رہنما بن کر
جنہوں نے ہم کو بتلایا حقیقی زندگی کیا ہے
جو آئے خود ہی اہل زندگی کا آئینہ بن کر
جنہوں نے روح کی پاکیزگی کا راز بتلایا
جو آئے راستی و پاکی صدق و صفا بن کر
جنہوں نے عبد اور معبود کے رشتے کو سمجھایا
جو آئے ختم مرسل اور حبیب کبریا بن کر
دروہ ان پر پڑھو ہنزاؤں اور بھیجو سلام ان پر
جو روحوں میں بے رستے ہیں دل کا مدعا بن کر
(۹۰)

صوفی محمد شریف غیرت قادری (م ۱۹۷۳ء)

صوفی غیرت قادری گوجرانوالہ میں ۱۹۰۷ء میں پیدا ہوئے۔ نامور عالم دین، خطیب، ماہر تعلیم، ادیب، طبیب اور شاعر تھے۔ انہوں نے حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام کی تقلید میں ”شاہنامہ اسلام“ میلادیہ مشنوی لکھی۔ اس کا انداز اور بحر و بی ہے جو حفیظ کے شاہنامہ اسلام کی ہے۔ غیرت قادری کی یہ تصنیف بہت جامع اور ضخیم ہے۔ ان کی زندگی میں اس کے چھ حصے اشاعت پذیر ہوئے مگر ان کی ۱۹۷۳ء میں وفات کی وجہ سے اس شاہنامہ کی مکمل اشاعت کی نوبت نہ آنے پائی۔ یہ مشنوی بحال مکمل اشاعت کی منتظر ہے۔ (۹۱)

عبدالغنی

عبدالغنی علی گڑھ کے رہنے والے تھے۔ اکبر وارثی کے جانشین تھے ان کا ”میلاد غنی“ الموسوم بہ ہما

شریعت ۱۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ کافہ اور طباعت معمولی درجہ کی ہے۔ اس پر سال تصنیف درج نہیں۔ طرز نگارش نہایت سلیس اور باتحاورہ ہے۔ عبدالغنی نے میلاد نامے میں موقع کی مناسبت سے اپنی میلادیہ منظومات درج کی ہیں۔ ایک نعت کے مقطع سے مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے بہت سے باطنی سلاسل سے فیوض و برکات حاصل کئے ہیں :

قادری ہوں، نقش بندی ہوں، میں چشتی وارثی
جس گھرانے کا ہو لینا اے غنی پیغام لے !!
(۴۳)

عبدالغنی کے میلاد نامے میں نثر بہت کم ہے وہ پانچ سات سطور لکھنے کے بعد ایک طویل میلادیہ نظم لکھنے کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً

”اے خدا کے لاڈلے رسول مقبول“ اے حضرت آمنہؓ کے نورالعین، اے
حضرت عبدالملک کے دل کے چین، اے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے گھر کی برکت، اے
کل عالموں کی رحمت، روز ازل سے لے کر آج تک۔

نگاہ جہاں ہماری مائل رہی ہے
طبیعت ہر اک تجھ پہ مائل رہی ہے
تجھے شان گلشن میں حاصل رہی ہے
گلوں میں جگلی تری مل رہی ہے
عبت سے ہر اک کُلی کھل رہی ہے
(۴۴)

اکثر مقامات پر روایات کو بھی منظوم کر دیا گیا ہے۔ پورا میلاد نامہ روایات پر مشتمل ہے اور ان روایات کی اسناد میں کسی کتاب کا حوالہ درج نہیں ہے۔

احمد علی

احمد علی کے مرتبہ میلاد نامہ ”تخت میلاد النبیؐ“ کے کتناہی ساتھ کے ۱۲۰ صفحات ہیں۔ اور اسے ۱۳۸۵ھ میں پنجاب پریس لاہور نے شائع کیا۔ اس میلاد نامے کی ابتداء ولادت کے ذکر خیر سے ہوتی ہے۔ اور اس کے اختتام پر چند علماء کی اس میلاد نامے سے متعلق آراء دی گئی ہیں۔ ابتدائی بیان میں نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ سے قبل عرب کی حالت زار کا خاکہ کھینچا گیا ہے اور ضلالت و گمراہی کی وجہ سے ایک مصلح کی ضرورت پر توجہ دلا کر آپؐ کے فضائل و محاسن بیان کئے گئے ہیں۔ محفل میلاد میں عام مولود خوانوں کی نسبت عالم با علم کو بلایا جائے جو مذہب کی پوری اور صحیح معلومات رکھتا ہو نیز آداب محفل میلاد کی پابندی کرنی چاہئے۔ آخر میں ان دو باتوں پر خصوصاً زور دیا گیا ہے۔

میاں علی محمد خان چشتی نظامی فخری (م ۱۹۷۵ء)

میاں علی محمد خان کی ولادت ۱۸۸۸ء میں ایسی عمر خان (ہوشیار پور) میں ہوئی۔ باطنی طریقت و معرفت میں اپنے نانا میاں محمد شاہ خان کے جانشین تھے۔ موصوف عظیم المرتبت روحانی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی حمیدہ و خصائل پسندیدہ کے جامع تھے۔ زیادہ وقت عبادت و ریاضت اور تربیت مریدین میں بسر کرتے تھے۔ ۲۵ جنوری ۱۹۷۵ء کو انتقال ہوا۔ پاکپتن شریف میں درگاہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کے احاطہ میں مدفون ہیں۔

تصانیف میں میلاد نامہ شرح ن والقلم اور راہ فردا ان کی یادگار ہیں۔ راہ فردا کے نام سے مولانا غلام قادر گرامی کی منظوم مدح حضرت خواجہ خواجگان خواجہ غریب نواز معین الدین اجیری کی شرح فارسی میں تحریر فرمائی۔ اور میلاد نامہ تقریباً ستر سال پہلے کسی محفل میلاد شریف میں پڑھا۔ آخر میں مکتوب در مسئلہ وحدت الوجود والشو و سہو قلم فرمایا۔

میلاد نامہ شرح ن والقلم کو قریباً ستر سال پہلے حکیم فقیر محمد چشتی نظامی کے صاحبزادے حکیم نظام قادر امرتسری نے چھپوایا۔ دوسری بار سید مسلم نظامی دہلوی نے پاکپتن سے شائع کیا۔ موجودہ اشاعت مرکزین مجلس فرید العصر (پاکستان) لاہور کی جانب سے ہوئی ہے۔ میاں علی محمد کے بارے میں ماہنامہ انوار القرینہ ساجیوال کا فرید العصر نمبر چھپ چکا ہے۔

میاں علی محمد نے میلاد نامہ میں میلاد نبویؐ کی چودہ حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔ (۱) تعظیم نبویؐ: محفل میلاد کے انعقاد سے نبی کریمؐ کی عظمت اور تعظیم کے نقوش اجاگر ہوتے ہیں۔ (۲) نعمت عظمیٰ کا ذکر: نبی کریمؐ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں اس لئے محفل میلاد میں یہ بھی حکمت ہے کہ اس سے بڑی نعمت کا ذکر خیر ہوتا ہے (۳) ادائے شکر: نعمت کے حصول پر ادائے شکر لازم ہے۔ نبی کریمؐ کی تشریف آوری پر شکر ادا کرنے کا بہترین ذریعہ محفل میلاد ہے۔ (۴) دینی و دنیاوی نفع: محفل میلاد کے انعقاد سے دین و دنیا کی نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ (۵) باطنی پالیدگی: محفل میلاد کی برکت سے انسان کو باطنی پالیدگی اور اہم مسرت حاصل ہوتی ہے۔ (۶) عظمت نبویؐ: محفل میلاد کی برکت سے دل پر نقش ہو جاتی ہے۔ (۷) محبت نبویؐ: عظمت نبویؐ کا لازمی نتیجہ محبت مصطفیٰؐ کا حصول ہے اور یہ میلاد ہی سے ممکن ہے۔ (۸) تجدید محبت: محافل میلاد انبیاءؑ سے حب رسولؐ کی تجدید ہوتی رہتی ہے۔ (۹) اضافہ محبت: محافل میلاد کے انعقاد سے نبی کریمؐ سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور کمال و معراج ایمان ہے۔ (۱۰) رابطہ خداوندی: محفل میلاد کی برکت سے بندہ اپنے خدا سے رابطہ قائم کرتا ہے۔ فکر و مسالمتاب سے براہ راست اللہ تعالیٰ سے رابطہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ انسان حادث ہے اور اللہ تعالیٰ قدیم ہے۔ حادث اور قدیم کا رابطہ محال ہے مگر نبی کریمؐ کی ذات اقدس سے جس قدر رابطہ مستحکم ہو گا۔ اس قدر بندے کا اللہ تعالیٰ سے رابطہ بھی مستحکم ہو جائے گا۔ (۱۱) رضائے مصطفیٰؐ: محفل میلاد میں حاضر ہونے سے رحمت خداوندی خصوصی طور پر متوجہ ہو جاتی ہے کہ اس کے حبیبؐ کے ذکر خیر سے رضائے الہی ملتی ہے اور نبی کریمؐ کی رضائی رضائے الہی ہے۔ (۱۲) رحمت

کے فرشتوں کا نزول: محفل میلاد میں ذکر خداوندی بھی لازمی جزو ہے اس لئے اس محفل پر فرشتوں کا نزول وعدہ الہی ہے۔ (۳۳) حصول برکات: محافل میلاد کے بارے میں بزرگان دین اور اولیائے کرام کا تجربہ ہے کہ اس سے انسان کو بے شمار برکات حاصل ہوتی ہیں۔ (۳۴) علم خاص کی اشاعت: نبی کریمؐ کے فضائل و شمائل کا بیان ایک مستقل اور خاص علم ہے اور محفل میلاد اس کی ترویج کا سبب بنتی ہے۔ اگرچہ انسان آپؐ کے کمالات و فضائل کا بیان کر سکتا ہے۔

پورا میلاد نامہ نثر میں ہے۔ اس میں جا بجا آیات قرآنی کے حوالے موجود ہیں۔ اور تفسیر کبیر سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

”ایک دن نبی کریمؐ غار حرا کی طرف تشریف لے گئے تھے اور وہ یہ تک تشریف نہ لائے تو ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ آپؐ کی تلاش میں نکلیں لیکن نہ پایا۔ بس ناگاہ آپؐ تشریف لے آئے تو آپؐ کے چہرہ مبارک کا رنگ حقیر دیکھ کر حضرت ام المومنین ممدودہؓ نے عرض کی کہ کیا حال ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل نازل ہوئے اور مجھ کو یہ کہا کہ پڑھ میں نے کہا پڑھنا نہیں جانتا ہوں۔ جبرائیل نے مجھ کو اپنے سینے سے زور سے دیا کہ کہا کہ پڑھ اسی طرح تین دفعہ کے بعد میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں کیا پڑھوں؟ تو انہوں نے کہا کہ اقرا بلسیم ویک! اس مقام پر صاحب تفسیر کبیر یوں فرماتے ہیں کہ پھر فرش زمین پر جبرئیلؑ ظاہر ہوئے انہوں نے وضو کیا اور میں نے بھی وضو کیا۔ پھر انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور میں نے بھی ساتھ ان کے دو رکعتیں پڑھیں اور کہا کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نماز اس طرح ہوتی ہے۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا یہ سن کر اپنے چچا زاد بھائی ورق بن نوفل کے پاس تشریف لے گئیں جو دینا قرآنی تھا۔ آپؐ نے اس قصہ کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ آپؐ تشریف لے گئے اس نے پوچھا کہ جبرئیلؑ نے یہ بھی کہا کہ اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دو تو آپؐ نے فرمایا نہیں۔ پس اس نے کہا کہ قسم ہے خدا کی اگر میں تیری دعوت کے وقت تک زندہ رہا تو دل و جان سے تیری مدد کروں گا۔“ (۳۴)

میاں علی محمد کے بیان میلاد میں زبان و بیان کی پاکیزگی اور سادگی ہے نبی کریمؐ سے والہانہ عشق و شغف کی وجہ سے ان کی تحریروں میں صوری و معنوی دلکشی پیدا کر دی ہے۔ اس لحاظ سے یہ میلاد نامہ اپنے دور کے دیگر تمام میلاد ناموں میں ایک منفرد مقام و حیثیت کا حامل ہے۔

خواجہ محمد شفیع دہلوی

خواجہ محمد شفیع دہلوی نے نزول رحمت المعروف بہ میلاد شریف ۶۳ صفحات پر مشتمل ۱۹۷۷ء میں لکھا۔ انہوں نے اس میلاد نامہ کی تصنیف کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

”تقریباً شادی کے ایک سال بعد میری بیوی نے لوبان سلاک، اگر قیاں روشن کر، چغیر میں پھول بچھ، ایک چھوٹی سی چوکی پر کتابیں رکھ کر محلہ بھر میں اعلان کرا دیا کہ محفل میلاد ہے۔ میلے کھینچے اور پھٹے کپڑوں والی بیٹنیں جوق و درجوق اتنی شمعیں ہونگی۔“

میلاد کی کتابوں سے چند اقتباسات پڑھے گئے۔ سب کے چلے جانے کے بعد میں نے بیوی سے پوچھا کہ یہ جو ہمیں آئی تھیں ان کے پلو میں بھی کچھ باندھ کر بھیجا یا خالی ہاتھ گئیں۔ بیوی نے جواب دیا لڈو۔ میں نے کہا۔ لڈو اور تھوڑا سا ثواب جو اس محفل کی شرکت سے ملا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ تعلیم اسلام سے یہ ہمیں ایسی ہی تھی دست گئیں جیسی آئی تھیں۔ حقیقت یہ کہ مسلمان بہنوں کا ایک طبقہ ایسا ہے جو سوائے محفل میلاد کے اور کسی محفل میں شریک نہیں ہوتا اور یہ طبقہ ہماری قوم کا جزو اعظم ہے۔ ان تک اسلامی تعلیمات میلاد نبویؐ ہی کے ذریعہ پہنچائی جاسکتی ہیں۔

اس ارادہ کے تحت میں نے میلاد نبویؐ لکھا ہے۔ (۹۵)

یہ میلاد نامہ نظم و نثر کے قلوب مندرجات پر مشتمل ہے۔ حمد و نعت، ذکر معراج، سلام اور چند دیگر منظومات ہیں جبکہ پہلا سفر تجارت، پہلی انجمن، سبک اسود نصب کرنے کا واقعہ، غار حرا اور نزول وحی کے تحت مندرجات نثر میں ہیں۔

ذکر معراج سے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

گرم حضرت کا یہ بازار تھا معراج کی شب
کہ خدا آپ خریدار تھا معراج کی شب
وہ سر افراز کہ کہتے ہیں جسے روح القدس
آپ کا غاشیہ ہزار تھا معراج کی شب
وہ اٹھی گرد وہ حضرت کی سواری آئی
غل فرشتوں میں یہ ہر بار تھا معراج کی شب
شع ایماں کی فیاء فرش سے تھی تا سر عرش
بخت اسلام کا بیدار تھا معراج کی شب
جو کہا آپ نے اللہ نے منظور کیا
مہیاں ایزد غفار تھا معراج کی شب
(۹۶)

خواجہ محمد شفیع چھوٹی کی منظومات سلاست و روانی اور سادگی و خلوص کے سبب خاص تاثر اور حسن رکھتی ہیں۔ نثر کی عبارات بھی عام فہم ہیں۔

حفیظ جالندھری (م ۱۹۸۲ء)

حفیظ جالندھری ۱۳ جنوری ۱۹۴۴ء کو پیدا ہوئے۔ حفیظ کے آباؤ اجداد مذہب سے گہری وابستگی رکھتے تھے۔ ابتدائی خانہ دانی تربیت نے مذہب کے گہرے نقوش ان کے دل و جان پر ثبت کر دیئے۔ مولانا غلام

گمراہی کی شاگردی، رہنمائی اور فیضانِ صحبت نے حقیقہ کو شعری صحت گری پر عبور عطا کیا۔ فقہ زار، سوز و ساز اور تنکا بہ شیریں ان کے مجموعہ کلام ہیں۔ ان کا اصل کارنامہ مثنوی ”شاہنامہ اسلام“ ہے جو چار جلدوں اور تقریباً گیارہ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ حقیقہ نے شاہنامہ اسلام میں نبی کریمؐ کے دنیا میں تشریف لانے کے متعلق جو اشعار لکھے ہیں ان میں پڑھ کر کیف اور وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ میلاد النبیؐ کے علاوہ انہوں نے اس میں سیرت طیبہ اور اسلام کے درخشندہ ماضی کو اس کمال سے نظم کیا ہے کہ اس میں قومی و ملی شعور کی عکاسی بھی ملتی ہے۔ قومی ترانہ پاکستان کے خالق حقیقہ جالندھری ۱۹۶۱ء دسمبر ۱۹۸۲ء کو لاہور میں خالق حقیقی سے جا ملے۔

حقیقہ کے مجموعہ سوز و ساز میں ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۳ء تک کا کلام شامل ہے۔ اس میں عید میلاد النبیؐ اور ہلالِ عید جیسی منظومیت پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ اس میں شاعری اور دلی عقیدت کا خوشگوار امتزاج ہے۔ تصورِ قدسی کے بیان میں ولولہ و ارواح ملاحظہ ہو:

آج زانوئے اذل پر صبح نے انگڑائی لی
مسکرا کر اک کرن نے ہاتھ میں شستانی لی
غل ہوا دنیا میں ختم المرسلینؐ پیدا ہوا
مغزون اسرارِ قدرت کا امن پیدا ہوا
کشتیِ ارض و سما کا ناخدا پیدا ہوا
ابتدا و انتہا کا پیشوا پیدا ہوا
عرش پر سے شاہدیانوں کی صدا آنے لگی
مازِ الفت سے ترانوں کی صدا آنے لگی
فرش پر روح الامیں آنے جانے لگے
ظہرانِ قدس نغمے نعت کے گلے لگے
کعبہ توحید پر رکھ کر جبیں سات آسمان
جھک گئے تعظیم کو پیش زمیں سات آسمان
نہی یہ صبحِ زندگی تمہیدِ میلادِ النبیؐ
آپ خالق نے منائی عیدِ میلادِ النبیؐ

سوز و ساز کا دور تخلیق بھی شاہنامہ اسلام کا زمانہ تصنیف و تکمیل ہے۔ حقیقہ نے شاہنامہ ۱۹۳۶ء میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ شاہنامہ کی پہلی جلد ۱۹۳۸ء اور دوسری جلد ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔ سوز و ساز کی اشاعت بھی اس سال ہوئی۔ اس کے بعد حقیقہ نے جس قدر میلادِ منظومیت لکھیں۔ وہ شاہنامہ اسلام کی زینت بنیں۔

شاہنامہ اسلام منظوم میلاد و سیرت کے زمرے میں آ جاتا ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے فطرتی

معاشرتی و تمدنی کیفیت بیان کر کے آپؐ کی ولادت مبارکہ، پرورش، اعلان نبوت، ہجرت، غزوات اور سیرت مقدسہ کے دیگر اہم واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس طویل قلم میں انہوں نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریمؐ کی سیرت کا نقشہ پیش کر دیا ہے۔ وہ بڑی انکساری سے اعتراف کرتے ہیں کہ وہ سیرت نگاری کی اہلیت و استعداد کے مالک نہیں ہیں۔

مرا منہ اور سرکار محمدؐ کی ثنا خوانی
مجھے معلوم ہے اپنے سخن کی تنگ دامانی
نہیں ہرگز کوئی دعویٰ نہیں ہے لب کشائی کا
دھن کیا ہے مرا ہاں ایک کاسہ ہے، گدا کی کا
میں حیثیت سوا کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا
محتاج ہے کللی کے سوا کچھ بھی نہیں رکھتا
(۹۷)

حقیقت جائیدہری کے اس اعتراف عجز کے باوجود شاہ تاج اسلام میں شامل آپؐ کی ولادت باسعادت کے اشعار بشمول سلام انہیں حسان بن ثابتؓ، کعب بن زہیرؓ، ابو میریؓ، سعدیؓ، خسروؓ، جامیؓ، اقبالؓ و محسن اور ظفر علی خان کے زمرے میں شامل کرانے کے لئے کافی ہیں۔ ذیل میں نظم ولادت باسعادت میں سے کچھ اشعار درج کئے جاتے ہیں:

ہوا عرش مہلی سے نزول رحمت باری
تو استقبال کو انھی حرم کی چار دیواری
صدا ہاتھ تے دی اے سالکان خط ہستی
ہوئی جاتی ہے پھر آباد یہ اجڑی ہوئی بستی
مبارکیاد یہ اوں کی حسرت زانگاہوں کو
اثر آنا گیا نالوں کو، فریادوں کو، آہوں کو
ضعیفوں، بیکسوں، آشت نصیبوں کو مبارک ہو
قییوں کو، غلاموں کو، غریبوں کو، مبارک ہو
مبارک ہو کہ ختم المرسلین تشریف لائے ہیں
جناب رحمت للعالمین تشریف لائے ہیں
بعد انداز یکسانی، بعایت شان زیبائی
امین بن کر اہانت آتش کی گود میں آئی
بہر سو نغمہ صلی علیٰ مگوں نجاتوں میں
خوشی نے زندگی کی روح دوڑا دی ہواؤں میں

فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
جنتاب آمنہؓ سنتی تھیں یہ آواز آتی تھی
(۹۸)

اس کے بعد حنیفہ کا اچھوتا سلام شروع ہوتا ہے جو فرشتوں نے حضورؐ کے استقبال میں پیش کیا۔ یہ سلام عقیدت، سپردگی، مناسب الفاظ اور مضمون کے اعتبار سے بے نظیر ہے۔
جیلانی کا مران اس سلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اس سلام میں ایک وقت تاریخی، مذہبی اور فکری سچائیوں کا اظہار ہے۔ اور نبی کریمؐ کے ہمہ گیر اور عالمگیر مقام کا تذکرہ کرتے ہوئے نہ صرف مسلمانوں کے بنیادی عقائد کی تصدیق کرتا ہے بلکہ انسانی تاریخ پر نبی کریمؐ کے احسانوں کا ذکر کرتے ہوئے انسانی تاریخ کے لئے اقدار کے دائمی معیار کی طرف اشارہ بھی کرتا ہے۔“ (۹۹)
اس سلام کے چند شعر درج ذیل ہیں:

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر مہجوات فخر نوح انسانی
سلام اے عقل رومانی سلام اے نور یزوانی
ترا نقیص قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی
سلام اے سر وحدت اے سراج بزم الہانی
رہے یہ عزت افزائی رہے تشریف ارزانی
ترے آنے سے رونق آتی تھکوار ہستی میں
شریک حال قسمت ہو گیا پھر فضل ربانی
سلام اے صاحب خلق عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمال پاکیزہ یہی اشغال روحانی
زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرے کو تابانی
ترا در ہو مرا سر ہو مرا دل ہو ترا گھر ہو
تو تنہا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی
(۱۰۰)

شاہنامہ تاریخی واقعات کی مناسبت سے صرف مدح و عقیدت تک محدود رہ سکتا تھا مگر شاہنامہ کے تاریخی پہلو پر اوساف درماتاب کا بیان غالب آگیا ہے۔ جب رسولؐ میں متعدد شعر شاہنامہ میں موجود

عہد کی محبت، خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے
عہد ہے متاع عالم ابتداء سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال، جان، اولاد سے پیارا
(۱۰۱)

حفیظ نے شاہنامہ اسلام میں سیرت مقدسہ کو منظوم کرنے کی مربوط کوشش کے ساتھ صحیح روایات لکھنے
پر بھی خاص توجہ دی ہے۔ انہوں نے صحت واقعات اور حقیقت بیانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:
”ایسی روایات سے حتی الوسع پرہیز کیا گیا ہے جو کافی سند کے بغیر مولود شریف کی
عام کتابوں اور بعض کتب سیر میں درج کر دی گئی ہیں یا عوام کی محفل میں مگر
محفل کے لئے بیان کی جاتی ہیں۔“ (۱۰۲)
انہوں نے اس کا اعجاز شاہ نامہ کے اشعار میں بھی کیا ہے:

تحفہ پر عیس بنیاد مرے شاہ نامے کی
صدافت کی طرف جاتی ہے راہ راست خانے کی
مجھے ہے عاقبت کی فکر، میں اللہ سے ڈرتا ہوں
اوب لازم ہے محبوب خدا کا ذکر کرتا ہوں
(۱۰۳)

اردو ادب میں منظوم سیرتی ادب کے حوالے سے نوازش علی شیدا کی اعجاز احمدی، محمد باقر آگاہ و بلوری
کی ہشت بہشت، سید امیر الدین کی ممتاز القاسم، حامد علی لکھنوی کی محامد النبی فی احوال السید الانبیاء اور
فیض الحسن کی فیض عالم وغیرہ موجود ہیں مگر قوی شاعری کا دور جو الطاف حسین حالی سے شروع ہوتا ہے
حفیظ جالندھری انہی مصلحین شعراء کے سلسلے کی ایک کڑی ہیں۔ انہوں نے اپنا سارا زور شاعری میں سیرت
پاک کا ایسا مرقع پیش کرنے میں صرف کر دیا ہے جس سے نبی کریم کا جیتا جاگتا اسوہ حسنہ ہمارے نظروں کے
سامنے آکر ہماری رگوں میں زندگی کا خون دوڑا دے۔ حفیظ کے کلام کی اسی قسم کی خوبیوں کے بارے میں
سید رفیع الدین اشفاق رقم طراز ہیں:

”حفیظ کا کلام سیرت رسولؐ کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ اس کے ساتھ شاعر اپنے
مقام کی نزاکت کا احساس بھی رکھتا ہے اس لئے وہ ایک جذب و کیف میں خیالات کو
سمیٹتا ہوا، الفاظ کو تولد ہوا، آداب کو ملحوظ رکھ کر خطاب سرکار کے خطاب سے بارگاہ
نبویؐ میں عقیدت کا ہدیہ پیش کرتا ہے۔ بیان میں وہ جانفیت اور اثر ہے کہ رقت
طاری ہو جاتی ہے، دل اٹھ آتا ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ حقیقت

میں یہی شاعری کا کمال بھی ہے۔" (۱۰۳)

حقیقۃً اشعار میں ایک ایسا احرام اور تقدس جلوہ گر ہے کہ اگر ان کے اشعار کو ان کے متن سے علیحدہ اور الگ کر کے بھی پڑھیں تو پھر بھی ان کا تاثر عام اشعار سے واضح طور پر جدا محسوس ہو گا۔ ولادت مقدسہ کے بیان میں حقیقہ نے میلادِ نبوی و نصیبِ شاعری کے کئی محاسن بیان کر دیئے ہیں۔ مولانا حالی نے بھی ولادت کا مضمون بڑے موثر اور دلنشین انداز میں بیان کیا لیکن حقیقہ کی تفصیلات میں زیادہ اثر آفرینی ہے :

خلیل اللہ نے جس کے لئے حق سے دعائیں کیں
ذبح اللہ نے وقتِ ذبح جس کی التجائیں کیں
وہ جس کے نام سے واؤں نے نغمہ سرائی کی
وہ جس کی یاد میں شاہ سلیمان نے گدائی کی
دل بچھا میں ادھار رہ گئے جس کی زیارت کے
لب عیسیٰ پہ آئے وعظ جس کی شان و رحمت کے
وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے تورات کے وعدے
خدا نے آج ایسا کر دیئے ہر بات کے وعدے
مراویں بحر کے دامن میں مناجات زبور آئی
امیدوں کی سحر پڑھتی ہوئی آیات نور آئی
(۱۰۵)

حقیقہ نے شاہنامہ اسلام میں آپ کی ولادت، سیرت و کردار، اخلاق و عادات، اعمال و اوصاف اور سیرت طیبہ کے دیگر واقعات کو جذبہ حب رسول سے نظم کیا ہے۔ اس میں عصر جدید کی قومی و ملی شاعری اور عالمگیر سطح پر مسلمانوں کے جذبہ اخوت کو حالی، اقبال اور ظفر علی خاں کی طرح قرونِ بیسے کا رجحان بھی موجود ہے۔ تعمیل کی پاکیزگی، تشبیہ و استعارے کی ندرت، خوبصورت الفاظ کا انتخاب اور رومانوی و غنائی مزاج نے کلام میں اثر انگیزی پیدا کر دی ہے۔

حافظ محمد رحیم دہلوی

حافظ محمد رحیم سہ اکتوبر ۱۹۱۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم کا آغاز ناٹرو اور حفظ قرآن سے ہوا۔ ان کے اساتذہ میں اس وقت کے مشہور و معروف قاری وحید بخش پانی پتی، قاری نور محمد پانی پتی، حافظ قربان علی اور حافظ محمد سلیمان تھے۔ تعلیم قرآن کے بعد اردو اور انگریزی علوم کی طرف توجہ دی۔ ۱۹۳۷ء میں ہجرت کے بعد کراچی آ گئے۔ یہاں مختلف رسائل و اخبارات میں مقالات نگاری کے ساتھ ساتھ ریڈیو سے بھی تقاریر نشر ہوئے لگیں۔ تجارتی تقاضوں کی انجام دہی اور سیر و سیاحت کے شوق میں پوری دنیا کی میر کرہتے رہے اور حجاز مقدس میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ کراچی جیمبر

آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے ممبر ہیں۔

حافظ محمد رحیم نے قیام پاکستان سے قبل اپنی مصنیعی و تالیفی زندگی کا آغاز کیا۔ فاطمہ کا لعل، شہید کریم اور تاریخ سلطنت مغلیہ کے ضمن میں باجر، ہمایوں اور جہانگیر کے مختصر حالات زندگی کو کمانیوں کے روپ میں لکھا۔ ان کے مضامین ماہنامہ ”برہان“ دہلی، ”مناوی“ دہلی، ”افکار“ کراچی اور ”ساقی“ کراچی میں چھپتے رہے۔ ان کی میلاد سے متعلق رسائل نمائندوں میں شجرہ رسول مقبول، باشم کے تجارتي کارواں (۱۹۷۷ء)، سوانح عبدالملک، واقعہ فیل (۱۹۸۸ء) تاجدار دو عالم کے والدین (۱۹۸۸ء)، چمن درود و سلام (۱۹۸۳ء)، شب معراج (۱۹۸۴ء) اور ظہور قدسی (۱۹۸۳ء) شامل ہیں۔ ان کا میلاد نامہ ”میلاد رحیم“ ۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت ۱۹۸۳ء میں ہوئی۔

میلاد رحیم میں رحمت کی طلب کا اسم اعظم، عالی مرتبہ ہستی، ذات واحد، سب سے بڑا احسان، اللہ سے ہم کلامی، وعظ کی محفلیں، عید میلاد النبی، حضورؐ کے پیغام کو پھیلانے کا حکم، عورتوں کی محفلیں، شاہ زمان کا تذکرہ، میلاد شریف اظہار محبت ہے، ذکر الہی، برکتوں کا ظہور، درود کی مجلسوں میں حاضری دو، درود کی محفل سے خوشبو پھیلتی ہے، سلام، اہل محبت نبی کریمؐ کے سامنے پیش ہوتے ہیں، دیدار کی چاہت، درود و سلام، فرشتے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں، فضائل درود شریف، ظہور قدسی، گروڑوں خوشیاں قریان، اللہ پاک ناز کرتے ہیں، رحمت کی گھنٹائیں بجا گئیں، حضور اقدسؐ کے والدین، واد جان کی دعا، ابراہیمؑ کی دعا، عیسیٰؑ کی بشارت، آمنہؑ کا خواب، پہلے اور آخری نبیؐ، علیہ السلامی اسم گرامی، ذکر کی بلندی، رحمتہ للعالمین، پوری تعریف ممکن نہیں ہے، والی حلیمہ، لوری والی حلیہ، نبوت، وحی سے پہلے نبوت کی علامتیں، سچے خواب، شب معراج، تفصیلات معراج، قصیدہ ہمد میں معراج کی آب و تاب، ہجرت، معجزات، حلیہ مبارک، شکل و شمائل، آپؐ کے اوصاف قرآن بیان کرتا ہے، آپؐ کی صفات، اوصاف اور القابات، محفل میلاد کے آداب، محفل میلاد بدعت نہیں ہے، نذر و نیاز قبول ہوتی ہے، اللہ کا نبیؐ دعوہ ہے، رسول اکرمؐ حاضر و ناظر ہیں، حضورؐ کے دیلے سے دعائیں مانگو، حضورؐ کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور دعا کے عنوانات کے تحت تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ مصنف نے اپنی تحریر کو مدلل اور جاندار بنانے کے لئے قرآن و حدیث، تفاسیر اور معروف کتب سیرت کے جا بجا حوالے نقل کئے ہیں۔ اس سے ان کی وسعت مطالعہ اور تحقیق و تدقیق کا اندازہ ہوتا ہے۔ واقعہ معراج کے بیان میں انہوں نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ معراج جسمانی تھا۔ وحی سے پہلے نبوت کی علامات کے بیان سے نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

”تذنی کی حدیث ہے کہ نبوت سے پہلے ملک شام کا سفر کرتے ہوئے شریعہ بنی

میں رسول اکرمؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام جس درخت کے نیچے بیٹھے، اس کی تمام شاخوں نے ان کے اوپر جھک کر سایہ کر دیا۔ پھر راہب نے یہ دیکھا تو اس کو آپؐ کے نبی ہونے کا یقین ہو گیا۔ اور صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ حضور اطہر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔“ (۱۶۶)

حافظ محمد رحیم کے میلاد رحیم میں مولودوں الفاظ، خوش آہنگ ترکیب اور ایک طرح کی عاشقانہ سرسبزی

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی (م ۱۹۸۳ء)

مولانا محمد شفیع کے علم و فضل اور علمی تجربے سے دنیا کے اسلام بخوبی متعارف ہے۔ ان کا میلاد نامہ "ذکر الحسین" ۳۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ مضامین کے بیان میں اسناد ضرور لکھی ہیں جو عالمانہ طرز ہے۔ اس لحاظ سے یہ میلاد نامہ بہت معتبر اور وسیع بن گیا ہے۔

میلاد نامے کی ابتداء میں نبی کریمؐ کا شجرہ طیبہ تحریر کیا گیا ہے اور ہر ایک کا مختصر حال لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد نور نبویؐ تاریخ ولادت پر تفصیلی بحث 'رضاعت' 'آپ' کا بچپن، حضرت ابو طالب کی آغوشِ رافت، حضرت خدیجہ الکبریٰؓ سے شادی وغیرہ کے ابواب ہیں۔

حافظ میلاد کی افادیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حافظ میلاد کے انعقاد سے سامعین کو حضور اکرمؐ کے حسب نسب، پیدائش و پرورش، بچپن و جوانی، فضائل و کمالات، بعثت و نبوت، اولاد و ازواج، غرضیکہ سبکدوشوں طرح کی معلومات اور مستند دینی مسائل معلوم ہو جاتے ہیں۔ جن کی آج کل سخت ضرورت ہے۔ نبی کریمؐ کے حالات و واقعات سن کر حضور سے محبت بڑھتی ہے۔ ایمان قوی ہوتا ہے۔ عمل میں تیزی، ہذیبت میں فرحت، اخلاق میں وسعت اور افعال میں صداقت پیدا ہوتی ہے۔ آپؐ کے خصال و محامد، حمد و نعت کے نئے قلوب کو متور کرتے ہیں اس لئے ہمیں چاہئے کہ اس ذکر خیر کی زیادہ سے زیادہ ترویج کریں اور یہ آواز حق دنیا کے چپے چپے پر پہنچائیں کیونکہ حضورؐ کی تشریف آوری کا دن دراصل محسن کائنات کی تشریف آوری کا دن تھا۔ (۱۰۷)

نبی کریمؐ کے بعد سلسلہ نبوت ختم کرنا ذہن قدرت میں مستور تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے جمیع اوصاف و صفات آپؐ کی ذات بابرکات میں مجتمع کر دیئے تھے۔ اس کی وضاحت میں "ذکر الحسین" میں ممدوح ہے:

"آپؐ کو آدمؑ کا خلق، شیثؑ کی معرفت، نوحؑ کی شجاعت، ابراہیمؑ کی خلعت، اسمعیلؑ کی زبان، اسحاقؑ کی رضا، صالحؑ کی فصاحت، لوطؑ کی حکمت، یعقوبؑ کی بشارت، یوسفؑ کا حسن، موسیٰؑ کی شدت و قوت، ایوبؑ کا صبر، یونسؑ کی طاعت، یوشعؑ کا جہاد، داؤدؑ کی آواز، دانیالؑ کی حب، الیاسؑ کا وقار، یحییٰؑ کی عصمت اور عیسیٰؑ کا زور عطا کیا۔" (۱۰۸)

"ذکر الحسین" زبان و بیان کے اعتبار سے بالخصوص، سلیس اور مہذب ہے۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی مقرر، عالم اور مبلغِ دین تھے۔ ان کے اس میلاد نامے میں جذبہ شوق کی فراوانی کے ساتھ سمرستی و سرشاری جھلکتی ہے۔ اور میلاد کے بیان میں سطر سطر سے نبی کریمؐ کے ساتھ مصطفیٰؐ کی خوشگلی نمایاں ہوتی ہے۔

ان کی دوسری تصنیف "ذکر جمیل" (ص ۳۱۸) میں نبی کریمؐ کے سراپائے اقدس کی تفصیلات ہیں۔

نثار احمد محشر رسول نگر (م ۱۹۸۳ء)

نثار احمد محشر رسول نگرہی موضع لالہ پنڈی (گجرات) میں ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے بچپن میں ان کے والد الہی بخش نقل مکانی کر کے کوئٹہ آ گئے۔ محشر رسول نگرہی نے ۱۹۳۱ء میں سندھین ہائی سکول کوئٹہ سے میٹرک کیا۔ پھر ملٹری اکاؤنٹس میں آڈیٹر رہے اور محکمہ جنگلات میں بھی ملازمت کرتے رہے۔ اس کا ۲۲۔ دسمبر ۱۹۸۳ء کو انتقال ہوا۔

محشر رسول نگرہی نے مسدس ”نذر کوئین“ میں نبی کریمؐ کی مکمل سیرت طیبہ کو نظم کیا ہے۔ اس مسدس کے قریباً ۳۰۰ بند ہیں، اس لحاظ سے سیرت النبیؐ پر یہ طویل ترین مسدس ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کے میلاد و سیرت کے بیان میں اور واقعات کی جزئیات و تفصیلات میں ہر جگہ قرآن و حدیث کو رہنما بنایا گیا ہے۔ کہیں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جو اصل واقعات کے منافی ہو۔ شاعر نے تمام واقعات کے بیان میں حد درجہ سادگی و صفائی اور روانی و حسن کاری کو ملحوظ رکھا ہے۔

میلاد و سیرت کے بیان میں مسدس کہیں زیادہ موزوں ہے۔ محسن کا کوروی نے مسدس کے ۷۳ بندوں میں نبی کریمؐ کا سراپا لکھا ہے۔ ۱۸۷۹ء میں حالی نے اپنی شہرہ آفاق مسدس ”بد و جزر اسلام“ لکھی۔ ۱۸۷۹ء میں ہی شیخ وزیر علی عاقل نے ۲۲۲ بندوں پر مشتمل میلاد نامہ ”مظہر المیلاد“ لکھا۔ اسی دور میں شاد علی آبادی نے میلاد نامہ ”ظہور رحمت“ بصورت مسدس لکھا۔ اس لحاظ سے محشر رسول کے سامنے مسدس کی صورت میں اپنے والمانہ جذبات کے اظہار کے موثر نمونے موجود تھے۔

حالی کی مسدس بد و جزر اسلام کے بعد صحیح معنوں میں مسدس ”نذر کوئین“ پوری آب و تاب اور شان و شوکت سے جلوہ گر ہوئی ہے۔ مسدس حالی ماضی کے شاندار کارناموں کا مرجعہ اور مستقبل کے لئے دعوت عمل کا پیغام تھا۔ نذر کوئین میں نبی کریمؐ کی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ کو اپنانے کے پیغام کے علاوہ ختم نبوت کے حق میں مدلل ثبوت بھی ہے۔ اس لحاظ سے محشر رسول نگرہی نے آپؐ کی سیرت کو شاعری میں موضوع بنا کر نشاط روح اور تزکیہ قلب کا سامان فراہم کیا ہے۔

نذر کوئین کے بیان میں جو ہر صداقت اور خلوص موجود ہے۔ روایت و درایت کی موضوعی صحت پر اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس احساس اور ذمہ داری کے بارے میں انہوں نے خود نشاندہی کی ہے :

نظروں سے چومتا ہوں مدینے کے در و بام
کرتا ہوں پھر ثنائے شہنشاہ بحر و بر
دشوار ہے یہ مرحلہ نعت کس قدر
میں چل رہا ہوں تیغ ہمدرد کی دھار پر
سرمست ہوں اگرچہ فروغ نشاط سے
رکتا ہوں ایک ایک قدم احتیاط سے
(۱۰۹)

نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے بیان میں محشر کا انداز بہت دلکش ہے :

صدیوں سے مہر و مہ کو تھا جس کا انتظار
آئی گیا وہ لمحہ پر کیف و پر ہمار
پھیلا فضائے صبح میں دامن زر نگار
رنگ شفق سے بن گئے صحرا بھی لالہ زار
پھر آگئی شباب پہ دنیائے رنگ و بو
شبنم کا آئینہ ہوا ہر گل کے رو برو
(۱۱۰)

نبی کریمؐ کے حلیہ مبارک کے بیان سے دو شعر ملاحظہ ہوں:

چہرے کی ہر جھلک میں تھا قرآن کا اک ورق
شروا رہی تھی عارض کھفام سے شفق
سینہ ابھی سے چاند کا ہونے لگا تھا شق
چھانے لگا تھا فکر باطل پہ رعب حق
(۱۱)

معراج کے بیان میں موضوع کی عظمت اور لطافت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس میں کئی طبع اشارات بیان کئے گئے ہیں:

آب ہمال لائے ہیں مرے حضور ہی
لاریب پیش نور ٹھہرتا ہے نور ہی
رہتی ہے مشت خاک مگر نامبور ہی
یہ راز جانتا ہے فقط کوہ طور ہی
طاقت کہاں بشر کو تماشائے ذات کی
جب تک نہ اتنا ہو تولائے ذات کی
پردے تعینات کے تھے چاک سر بسر
ماضی کی طرح فاض تھا مستقبل آپ پر
کیا کیا نہ جلنے دیکھا کئے سدا بشر
حق کے عجائبات تھے اور آپ کی نظر
دیکھی ہے مصطفیٰؐ نے حقیقت قریب سے
بے واسطہ حبیب ملا ہے حبیب سے
(۱۲)

”فخر کونین“ میں ہیئت کے اعتبار سے تنوع نہیں ہے لیکن موضوعات میں تنوع موجود ہے۔ اس میں سوانح، رسالت، نبوت، اختصار سے بیان کی گئی ہے۔ لیکن اختصار و انبساط میں کہیں تفصیلی یا عدم توازن کا احساس نہیں ہوتا۔ اختصار کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں میلاد و سیرت، کردار و شخصیت، کوائف و ملاحد نبوت اور معجزات و معراج کو منطقی اور تاریخی تدوین سے مربوط انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس بیان میں محشر رسول مگر کی قلبی وابستگی اور دلی تڑپ بھی شامل ہے۔ محشر نے اپنے ان جذبات کا اظہار درج ذیل اشعار میں کیا ہے:

راہ ہستی میں تھا بے ثمر و برگ
مجھ پہ ذات خدا مہرماں ہو گئی
عشق ختم الرسل زاد راہ بن گیا
یاد ختم الرسل حرم جاں ہو گئی
ایک صورت نگاہوں میں ایسی بسی
جس کے فیض نظر سے میری زندگی
بے نیاز بہار و خزاں ہو گئی
ماورائے زمان و مکان ہو گئی
(۱۳۳)

محشر رسول مگر نے فخر کونین میں کوئی ایسی بات بیان نہیں کی جو اصل واقعات کے منافی ہو اور جس کی بناء پر مورخانہ نقطہ نظر سے حرف گیری کی جاسکے۔ واقعات کی جزئیات و تفصیلات کے بیان میں بڑے مشکل اور نازک مقام آئے لیکن ان مشکل مقامات سے محشر اس کامیابی سے گذر گئے کہ ان کی قادر الکلامی کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ صوفیاء کی طرح ان کے کلام میں مٹھاس اور درد و سوز ہے۔ انداز بیاں رنگیں، الفاظ موزوں اور موثر ہیں۔

علامہ سید احمد سعید کاظمی (م ۱۹۸۶ء)

علامہ سید احمد سعید کاظمی ۱۹۳۳ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ اسلامی درس گاہوں سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے تو اپنے سینے میں خدا اور رسولؐ کی محبت لئے ہوئے تھے۔ موصوف ۱۹۳۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں علماء و مشائخ کے وفد کے ہمراہ شریک ہوئے اور مطالبہ پاکستان کی حمایت کی۔ انہوں نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۲ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں قائدانہ حصہ لیا۔ مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان اور تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان کے صدر رہے۔ مدرسہ انوار العلوم کی نصف صدی کے لگ بھگ دینی و علمی خدمت کرتے رہے۔ ۳ جون ۱۹۸۶ء کو ملتان میں انتقال ہوا۔

علامہ کاظمی بیک وقت بہترین مدرس اور محدث، بلند پایہ مصنف، شعلہ بیاں خطیب اور صاحب حال شیخ طریقت تھے۔ ان میں درویشی کا جمل، رشد و ہدایت کا صوفیانہ انداز اور اسلام کی مری بلندی کے لئے سوز و

حقیقت 'حمد ہارنی' 'مناجات' 'درد شریف' 'سلام' 'مبارک' ہو محمد مصطفیٰ تشریف لے آئے 'والفحس' 'والنہی' طہ تمیں تو ہو 'بارہویں تاریخ' نور ازل کی شمع فروزاں تمیں تو ہو 'مقام مصطفیٰ' حسن محمد دست اقدس کے خصائص 'سلام بر نبی علیہ السلام' حدث شریف بیان ولادت 'انجاز و برکت' 'علمت کفر مٹانے کے لئے آپ آئے' جذب و فیضان 'حبیب کبریا پیدا ہوئے' سرور کون و مکاں پیدا ہوئے 'استقبال' 'قطعات' اسم پاک محمد 'فضائل و برکت' 'زمزم نعت' 'رحمت کی بار' 'شرف و فضیلت اور تیا نبی ہمارا' اردو کے عنوانات ہیں۔
پنجابی میلاد یہ عنوانات غیر متعلق ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیئے ہیں۔
نبی کریمؐ کی تشریف آوری کا بیان ملاحظہ ہو :

رسولوں کے امام و پیشوا تشریف لے آئے
مبارک ہو حبیب کبریا تشریف لے آئے
صدائیں نغمہ صل علی کی ہر طرف گونجیں
مبارک ہو محمد مصطفیٰ تشریف لے آئے
شعور حق و باطل سے تھا انسان بے خبر اب تک
مبارک ہو جہاں کے راہبر تشریف لے آئے
مبارک ہو انیس بیسیاں تشریف لے آئے
مبارک ہو امیر کارواں تشریف لے آئے
(۱۲۰)

میلاد کے موضوع پر ایک اور نمونہ درج ذیل ہے :

مصطفیٰ بن کر نبی الانبیاء پیدا ہوئے
آمنہ کے گھر حبیب کبریا پیدا ہوئے
آج کا دن کیوں نہ ہو افضل بھلا عیدین سے
آج کے دن شافع روز جزا پیدا ہوئے
قدسیوں نے محفل فروس کی آراستہ
آج کے دن صدر بزم دوسرا پیدا ہوئے
اٹھ گھنٹے ہیں آج آنکھوں سے تجلیات مجاز
آج سر کنت کنزا "محققہ پیدا ہوئے
بیکسوں کو، مقلوں کو، اب دبا سکتا ہے کون
آج کے دن بیکسوں کے 'ہمنوا پیدا ہوئے
جل نہ جائے حسن کی تابش سے سب کچھ اس لئے
خاک کے پردے میں نور کبریا پیدا ہوئے

دنیا و حقینی کے سارے مرحلے طے ہو گئے
یعنی ساری خلق کے مشکل کشا پیدا ہوئے
(۱۲۱)

جن دونوں حامد الوارثی نے میلاد حامد مرتب کیا ہے۔ اس زمانے میں ردِ قادیانیت کے سلسلہ میں تحریک ختم نبوت ایک عوامی تحریک بن گئی تھی۔ تحریک ختم نبوت کے اثرات اس دور کے دینی و سیرتی ادب پر بہت نمایاں ہیں۔ اس سلسلہ میں سلام سے ایک بندہ ملاحظہ ہو:

جس کی برکت سے قائم ہیں دونوں جہاں
جس کی رحمت کے محتاج کون و مکان
جس کی نظروں میں ہے طور سینا نماں

اس رسول امیں پر ہزاروں سلام

خاتم المرسلین پر ہزاروں سلام (۱۲۲)

اسم پاک محمد کے فضائل و برکات بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”آپؐ کے نام مبارک میں بے شمار برکات ہیں۔ مذکور ہے کہ جو شخص اپنے لڑکے کا نام الفت سے محمد رکھے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر عتاب و عذاب نہیں فرمائے گا کیونکہ اس نے اپنے بیٹے کا نام اللہ کے محبوب کے نام پر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس لئے مجھے اسے عذاب کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ جس دسترخوان پر محمد نام کا کوئی آدمی ہو تو کھانے میں برکت پیدا ہو جاتی ہے۔ دن میں جتنی دفعہ اس نام پاک سے اس آدمی کو پکارا جائے اتنی ہی نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔“ (۱۲۳)

نذر عقیدت کے عنوان سے لکھتے ہیں:

”کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے کئی ایک سطلی اور مادی ذہنیت رکھنے والے عرفان سے محروم لوگ اکثر اوقات فضائل کی احادیث اور اشعار پر خواہ مخواہ الجھنے لگتے ہیں مگر جن لوگوں نے ارض و سما کی حقیقت کو سمجھا ہے۔ انہیں افکارہ ہزار عالموں میں اتوار محمدی کے جلوے نظر آتے ہیں۔ بانک نے لکھا ہے۔

عدد گنتوں جس انچر کے کمیو چمٹے تا
دس ملاؤ شی گن کمیو کالو میں بنا
باقی بچے جو تو گن کمیو دد اس میں اور ملا
بانک ہر کے بچن سے محمد نام بنا

مثلاً حامد کے حروف ہیں۔ ۵۳ x ۳ : ۲۲ : ۱۰ + ۵ x ۲۲ : ۱۰ - ۲۰ حاصل تقسیم ۱۰ پچھ۔ ۱۰ x ۹ + ۲ : ۹۳ حروف محمد کے ہیں۔

اسی طریق پر آسمان و زمین کی ہر مخلوق انسان ہو یا حیوان، جاندار ہو یا بے جان۔ ذی عقل ہو یا غیر ذی عقل ہر نام سے ۹۳ ہی برآمد ہو گا اس فارمولہ کو سمجھ لینے سے ہر قسم کے شکوک و شبہات اٹھ جاتے ہیں۔ دل پر معرفت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ (۳۳)

حامد الوارثی نے بیان میلاد میں ثقہ روایات اور مستند حوالوں سے استفادہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنے میلاد نامے میں جابجا تفسیر ابن کثیر، تفسیر عزیزی، تفسیر نعیمی، تفسیر کبیر، جلالین، مدارک، خازن، خزائن العرفان، احیاء العلوم، روح المعانی، روح البیان، سرور العباد، کیمیائے سعادت، انوار محمدی، مواہب اللدنیہ، تاریخ طبری، فتح الملکم، بہتقی فی الدلائل، دلائل النبوت، سیرت ابن ہشام، البدایہ والنہایہ، سیرت نبویہ از دحلان، سیرت حلبیہ، سیرت کبریٰ، الشفا (قاضی عیاض)، اصالب، خلاصۃ السیر، تاریخ الانبیاء (ابن خلدون)، تجرید البغاری، دلائل الخیرات، انیس الجلیس (سیوطی) اور خصائص الکبریٰ کے حوالے دیئے ہیں۔ ان حوالوں کی کثرت ترسیل مضمون میں حارج نہیں ہوتی۔ ان کی شاعری میں تمام محاسن شعری کے نمونے موجود ہیں۔ ان کے میلادیہ اشعار سے ان کی قوت ایجاد، تخیل کی بلندی اور اس تخیل کو اپنے موضوع میں پیوست اور منضبط کرنے کی صلاحیت انہی کا کمال ہے۔ ان کی شاعری پر تصنع اور بناوٹ کا گمان نہیں گذرتا۔ ان کا انداز نعت و میلاد عقیدت و احترام کے جذبہ سے سرشار ہے اور یہی ان کی انفرادیت ہے جو قاری پر اپنا بھرپور تاثر چھوڑتی ہے۔

اشفاق حسین قریشی (م ۲۸ - نومبر ۱۹۹۲ء)

اشفاق حسن قریشی لاہور میں ۳۰ مئی ۱۹۶۶ء کو موچی دروازہ کے مشہور تاجر احمد حسن قریشی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کے نانا غلام محی الدین قریشی کے زہد و پرہیزگاری کی وجہ سے ان کا دور و نزدیک فیض جاری تھا۔ ۱۹۳۶ء میں پنجاب یونیورسٹی سے گریجوایشن کرنے کے بعد محکمہ زراعت و اطلاعات سے وابستہ رہے۔ قیام پاکستان کے بعد برطانیہ کی ایک ایڈورٹائزنگ فرم میں ملازم ہو گئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد لاہور میں ذاتی کاروبار کرنے لگے۔

اشفاق حسین کے دور جوانی میں برصغیر میں ملی اور دینی تحریکوں کا زور تھا۔ درود و سلام کی محفلیں مسلمان آبادی کے محلوں میں ان کی دینی حمیت بیدار کرنے کے لئے کثرت سے منعقد ہوتی تھیں جن میں انہیں شرکت کا موقع ملتا رہتا تھا۔ اس قسم کے دینی و روحانی ماحول نے انہیں بچپن سے ہی مقامات مقدسہ کی زیارت اور بزرگان دین اور پیران طریقت کی خدمت میں حاضری کے ذوق کو جلا بخشی۔ یہی وارفتگی انہیں بار بار زیارت روضہ رسول اکرمؐ اور حاضری بیت اللہ پر اکسانے لگی اور اس طرح وہ ۱۹۶۰ء سے تادم مرگ حج و عمرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ ۲۸ نومبر ۱۹۹۲ء کو مسجد نبویؐ میں اصحاب صفہ کے

چہ ترے پر نماز مغرب ادا کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اگلے دن بعد نماز عشاء حرم نبوی میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور جنت البقیع میں مدفن بنا۔

ان کا میلاد نامہ ”پیارے نبی کریمؐ کی بیماری زندگی“ ۱۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ موصوف نے مختلف اوقات میں انتہائی مفید معلومات پر مبنی چھوٹی چھوٹی کتابیں تصنیف کیں اور افادہ عام کے لئے بڑی قیمت تقسیم کیں۔ جن سے ہزارہا بندگان خدا استفادہ کر چکے ہیں۔ ان میں تحفہ حج و عمرہ، نماز و اوقات نماز، چمک آیات قرآن مجید، فضیلت کی راتیں، عراق کی زیارتیں، احسن الوطائف اور بارہ عاشقان رسولؐ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

”پیارے نبی کریمؐ کی بیماری زندگی“ چار حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں حیات طیبہ، حصہ دوم میں احادیث مبارکہ، حصہ سوم میں مستون دعائیں اور حصہ چہارم میں نعت و رسائل شامل ہیں۔ حیات طیبہ میں حضرت علیہ السلام کی گویا ”واقفہ شوق صدر“ حضرت آمنہؓ کا وصال، جناب عبدالمطلب کا وصال، تجارت کی غرض سے پہلا سفر، جنگ فجار، حلف الفضول، نبی کریمؐ کی ابتدائی زندگی، فرزند ان رسول کریمؐ بنات رسولؐ، قیام امن کی انجمن کا انعقاد، خانہ کعبہ کی تعمیر، بعثت و نبوت، نماز کا آغاز، تبلیغ کا آغاز، نبی کریمؐ پر اور اسلام لانے والوں پر کفار مکہ کے مظالم اور سختیاں، ہجرت حبشہ، سردار حبشہ کا نبی کریمؐ کے پاس آنا، حضرت سیدنا امیر حمزہؓ کا اسلام لانا، حضرت عمر فاروقؓ کا ایمان لانا، تین سال شعب ابی طالب میں مکمل بایکات، جناب ابو طالب کی وفات، حضرت خدیجہؓ کا وصال، امات المؤمنین، طائف کا سفر، معراج النبیؐ، حضرت ابوذر غفاریؓ کا ایمان لانا، بیعت عقبہ اولیٰ، بیعت عقبہ ثانیہ، ہجرت مدینہ، مدینہ منورہ کا سفر، مدینہ میں پہلا بین الاقوامی معاہدہ، غزوہ بدر، عمیر بن وہب کا اسلام لانا، غزوہ السویق، غزوہ احد، غزوہ صحراء الاسد، سریہ ابو سلمہ، عبداللہ بن ابیہ کی مصم، دس واعظان اسلام کا مارا جانا (رجیع کا حادثہ)، ستر معلمین اسلام کا قتل کیا جانا (بیر معونہ کا الیہ)، غزوہ بنی نضیر، غزوہ نجد، غزوہ بدر دوم، غزوہ دومتہ الجمل، غزوہ خندق (غزوہ احزاب)، غزوہ بنو قریظہ، واقعہ اٹک، عمرو حدیبیہ (صلح حدیبیہ)، بیعت رضوان، بادشاہوں اور امراء کے نام خطوط، غزوہ علیہ، غزوہ خیبر اور غزوہ وادی القری، حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور اشعرؓ صحابہ کی آمد، حضرت صفیہؓ سے شادی، ذہر آلوہ کبریٰ کا واقعہ، فدک، وادی القری، غزوہ ذات الرقاع، عمرو قحط، جنگ موتہ، فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ طائف، غزوہ تبوک، عدی بن حاتم طائی کا ایمان لانا، نبی کریمؐ نے چار عمرے اور ایک حج ادا کیا، نبی کریمؐ کا خطبہ روزِ حج الوداع، نبی کریمؐ کی رحلت مبارکہ، آغاز مرض، آخری دن اور عشرہ مبشرہ کے عنوانات ہیں۔

مصنف نے اس کی تالیف کے سلسلہ میں درج ذیل کتب سے استفادہ کی نشان دہی کی ہے: رحمت للعالمین، خطبات بہاولپور، خطبات مدراس، رسول وحدت، رسول صادق، الرئیس المعجوم، تاریخ اسلام، ہمارے حضور، سیرۃ النبیؐ اور حیات رسولؐ۔

اشفاق حسین اس کے سبب تالیف کو بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”مگر کے بچے تقاضا کرنے لگے کہ بابا مگر پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

سیرت مبارکہ پر کئی ایک کتابیں ہیں۔ کوئی سات جلدوں میں کوئی پانچ کوئی دو جلدوں میں اور کئی ایک اچھی خاصی بھاری بحرکم دل چاہتا ہے کہ آپ تھوڑا تھوڑا وقت نکال کر آسمان سی اردو زبان میں حضور نبی کریمؐ کی حیات طیبہ پر جامع کتاب لکھیں تاکہ ہم خود اسے پڑھیں اور اپنے بچوں کو بھی وہ الفاظ سنائیں۔“ (۱۲۵)

مصنف نے دسمبر ۱۹۹۹ء میں روضہ رسالت پر حاضر ہو کر مواہبہ شریف درود و سلام کے بعد التجا کی: ”یا صاحب الجود والکرم آپؐ کی حیات طیبہ کو یہ تلافی کم پڑھا لکھا انسان اپنے الفاظ میں لکھ کر گھر گھر پہنچانا چاہتا ہے۔ میری خواہش اور تمنا ہے کہ یہ کتاب میری عاقبت کا ذریعہ ہو۔“ (۱۲۶)

اس کے بعد کی کیفیت ان کے اپنے لفظوں میں سنئے: ”پھر فقیر کبھی صفحہ پر بیٹھا، کبھی حضورؐ کے قدموں میں کھڑا رہا اور کبھی ریاض الجنۃ میں اٹھتا بیٹھتا یہی دعا کرتا رہا اور آنسو بہاتا رہا حتیٰ کہ یہ آنسو خشک ہو گئے۔ واپس لاہور آ کر کتابوں کے ڈھیر دائیں بائیں لگا کر لکھنا شروع کر دیا اور تھوڑے ہی عرصے میں ڈیڑھ سو صفحے کی کتاب مارچ ۱۹۹۲ء میں نہ صرف مکمل ہو گئی بلکہ چھپ کر تیار ہو گئی۔“ (۱۲۷)

اس سیلابِ نامہ کی خاص اہمیت یہ ہے کہ اس میں عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اختصار، جامعیت اور زبان و بیان کی سادگی سے دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”جب آپؐ کی ولادت باسعادت ہوئی تو چند ایک واقعات نبوت کے پیش خیمے کے طور پر ظہور پذیر ہوئے۔ ایوان کسریٰ کے چوہ کنکرے گر گئے۔ مجوسیوں کا آتش کدہ ٹھنڈا ہو گیا۔ بحیرہ ساہو خشک ہو گیا اور اس کے گرے مہدم ہو گئے۔ دادا عبدالمطلب نے جب پوتے کی پیدائش کی خبر پائی تو خوش خوش گھر آئے پوتے کو غالت کعبہ لے جا کر دعا کی اور اس کا نام محمد رکھا۔ عرب میں اس سے پہلے کسی بچے کا نام محمد نہ تھا۔ آپؐ کی والدہ محترمہ نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر آپؐ کا نام احمد رکھا۔ لفظ محمد ”حمد“ سے اسم مفعول ہے اور احمد بھی حمد سے اسم تفضیل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ زمین پر میرا نام محمد اور آسمانوں میں احمد ہے۔ توریت میں آپؐ کا اسم مبارک محمد اور انجیل میں احمد ہے۔ سیدہ آمنہؓ بی بی کو بچے کا نام رکھنے کی بشارت فرشتے کی معرفت ایسے ہی ملی تھی جیسا کہ فرشتے کی بشارت سے حضرت ماجہؓ بی بی نے حضرت اسحاقؑ کا نام اور حضرت مریمؑ نے یسوعؑ کا نام رکھا تھا۔“ (۱۲۸)

اشفاق حسین کا انداز تحریر عقیدت و احترام کے جذبہ سے سرشار ہے۔ ان کے اس خوشگوار لہجہ کی بدولت ”پیارے نبی کریمؐ کی پیاری زندگی“ ادنیٰ و اعلیٰ اور ہر عمر کے قاری کو یکساں متاثر کرتی ہے جس سے نبی کریمؐ کے اسوہ حسنہ کے اتباع کا ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ انہوں نے صرف وہی روایات بیان کی ہیں جو محقق و معتبر ہیں۔

مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں

مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں (سیالکوٹ) کے علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کے والد گرامی مشہور سنی عالم دین مولانا محمد شریف ہیں۔ جن کے زیر اثر مولانا کی تربیت خاص طور پر علمی و مذہبی ماحول میں ہوئی۔ ۱۳۳۵ھ میں دارالعلوم حزب الاحناف میں داخل ہوئے اور علامہ ابوالبرکات کے نامور شاگردوں میں شمار ہونے لگے۔ پہلے کچھڑ کی جامع مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ اب اپنے گاؤں کوٹلی لوہاراں میں خطیب ہیں۔ دینی موضوعات پر ان کی کئی تصانیف ہیں۔ ان میں ”آتا جانا نور کا“ (میلاد نامہ مع معراج نامہ) مقبول عام و خاص ہے۔

”آتا جانا نور کا“ (میلاد نامہ مع معراج نامہ) ۲۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں میلاد اور معراج کا بیان خطاب کے انداز میں ہے۔ اس کی ابتداء نبی کریمؐ کے فضائل و کمالات پر مشتمل آیات قرآنی سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد درود و سلام ہے۔ پھر نعت خوانی کی برکات بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد میلاد رسولؐ نور نبویؐ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے قصیدہ نور کے چند اشعار نور محمدیؑ پر اسیر بدایونیؒ ضیاء القادری کے نورانی ترانے، آفتاب نبوت کا طلوع اور شاہ یمن تیجؒ نبی اور فلاسٹر میں فرق، فضائل ماہ ربیع الاول، آپؐ کے بیان شامل میں احادیث نبویؐ کے حوالے، میلاد الہیؑ کی آمد کی خوشی میں جلوس و جلسے، میلاد الہیؑ کی خوشی سنت ایہ، شہادت کا ازالہ، عید میلاد پر خوشی منانے کے سلسلہ میں منظوم وعظ، محفل میلاد کا قرآن سے ثبوت، تری مثل نہیں ہے خدا کی قسم (حضورؐ کے شامل کے بیان میں)، منظوم سراپا بنو ان سراپائے نور، رحمت عالم، نور فناء لک ذکرک، حبیب اور خطیب، پاکیزہ زندگی، حسن سیرت، زمانہ طفولیت، زمانہ جوانی، بچوں سے پیار اور ان کی تربیت، آپؐ کا عدل، امانت اور پاکیزگی، سرور عالم کا مزاج و تبسم، مہر نبوت، مجلس میلاد شریف، قرآن و نعت خوانی، کھانا کھانا اور شیرینی بانٹنا، خوشبو، قیام، سلام اور دعا۔ اس کے بعد محفل معراج کا حصہ ہے، افتتاح، تلاوت، قصیدہ نور عزیز حاصل پوری، ضیاء القادری اور اختر المجدی کا کلام، معراج شریف کا وعظ، معجزات کا بیان، ازالہ شکوک، معراج شریف کی حکمتیں، عید معراج، ذکر معراج بے مثل نورانی بشریت، براق آسمانوں پر، عظیم رسول یا جان ایمان، جان ایمان کے عنوان سے منظوم بیان عظیم نبویؐ، شان انبیاء، مددہ المنتہی، مسئلہ بشریت، مقام صدیق، دیدار حق، تحفہ معراج، فرمان خدا اور شان مصطفیٰ، معراج سے واپسی اور درود و سلام کے عنوانات ہیں۔ میلاد نامہ میں درج ذیل علماء کے مضامین بھی شامل کئے گئے ہیں :

مولانا نذیر احمد، قاضی محمد زاہد، حضرت قیدہ اعظم، مولانا محمد طیب دانا پوری، مولوی محمد سلمان، صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ جمیل، مولانا حکیم عبدالقادر رضوی، مولانا صبیحۃ اللہ وغیرہ، معراج نامہ میں کسی کا مضمون شامل نہیں ہے۔

مصنف نے مختلف روایتوں کا اپنی کتاب میں حوالہ دیا ہے۔ ان روایات کے بیان میں انہوں نے مسلک اہلسنت کا پورا التزام رکھا ہے۔ مستند اور معتبر روایات مع حوالہ درج کی ہیں۔ آیات و احادیث کا ترجمہ بالعموم لفظ بلفظ دیا گیا ہے۔ اس کے ماخذات میں مشکوٰۃ شریف، مسلم، ترمذی، روح البیان، فتح الباری، تفسیر خازن، ذرقانی، شرح مواہب اللدنیہ، مکتوبات مجدد الف ثانی، خصائص الکبریٰ، تجتہ اللہ علی

العالمین، کثر الاعمال، میزان الاعتدال، جواہر البحار، مدارج النبوت، سلاسل طیبہ، زاد المعاد، تہذیب التہذیب،
روض الفائق اور الشفا (قاضی عیاضؒ) کے سے معروف کتب حوالہ کے نام ہیں۔
جشن میلاد النبیؐ منانے کے سلسلہ میں یوں لکھتے ہیں:

”سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خود خداوند کریم نے سارے جہانوں
میں چراغاں فرمائی اور سارے عالم کو روشن و منور فرمایا اور زمین و آسمان کے سارے
فرشتوں نے مسرت و اہتاج کا مظاہرہ فرمایا اور جنوں کو سچایا گیا اور ان کی خوشبوؤں
سے تمام دنیا کو منکایا گیا۔ آسمانی ستاروں نے جھک کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
استقبال کیا اور اس عظیم الشان جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نورانی جھنڈے
گاڑ دیئے اور فرشتوں نے صلوات و سلام کے نعمات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے جشن میلاد کو منایا۔ پس آج ہمارا یہ جشن میلاد منانا، چراغاں کرنا، جھنڈیوں سے
بازاروں کو سجانا اور مسجدوں کو آراستہ و مزین کرنا اور آسمان کے ستاروں کی مانند اکٹھا
ہو کر بارگاہ رسالت میں عقیدت و محبت کے پھول پیش کرنا اور درود و سلام کے نعمات
اور نغموں پر بکبیر و رسالت سے شان رسالت کے ٹکے بجانا کوئی نئی بات یا بدعت
نہیں بلکہ سنت الیہ کا اتباع ہے۔ اس جشن منانے کے سلسلہ میں ایک شبہ کا ازالہ ہو
جانا چاہئے کہ اگر یہ کہا جائے کہ حضور تو ایک ہی مرتبہ تشریف لائے تھے پھر یہ ہر
سال بارہ ربیع الاول کو اس قسم کا جشن ولادت کیوں منایا جاتا ہے؟ بے شک نبی کریمؐ
کی تشریف آوری تو ایک بار ہی ہوئی تھی مگر جس روز اور جس تاریخ کو نبی کریمؐ کی
تشریف آوری ہوئی۔ وہ روز اور وہ تاریخ ہمیشہ کے لئے مقدس اور مسلمانوں کے لئے
اہم ہو گئی۔ دیکھئے قرآن پاک ایک ہی بار اترا تھا مگر جس رات وہ اترا ہے وہ رات
لیلۃ القدر بن گئی اور آج مسلمان رمضان شریف کی ۲۷ ویں رات کو اس اہمیت و
قدس کے ساتھ مناتے ہیں۔ یہ رات نزول قرآن کی وجہ سے قیامت تک کے لئے
ایک مخصوص رات بن گئی تو جو تاریخ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف
آوری کی تاریخ ہے وہ کیوں نہ ہمیشہ کے لئے مخصوص و مقدس ہو گئی؟

بلن باد میں آپ کا استقرار وسط ایام تشریق میں شب جمعہ کو ہوا۔ امام احمد بن
حنبلؒ فرماتے ہیں کہ شب جمعہ لیلۃ القدر سے افضل ہے اس لئے کہ تمام نیکیاں
برکتیں اور سعادتیں جو سارے عالم والوں اور مومنوں پر اس رات نازل ہوئیں۔
قیامت تک بلکہ ہمیشہ کے لئے کسی رات میں ایسی برکتیں نازل نہیں ہوئیں اور اگر
اس جہت سے شب میلاد کو شب قدر سے افضل کہا جائے تو زیادہ ہے۔“ (۳۹)

اس لحاظ سے شب میلاد، روز میلاد اور تاریخ میلاد مسلمانوں کے لئے یقیناً بڑی
اہمیت اور تقدس کی حامل ہے۔

مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں (سیالکوٹ) کے علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کے والد مشہور سنی عالم دین مولانا محمد شریف ہیں۔ جن کے زیر اثر مولانا کی تربیت خاص طور پر علمی و مذہبی میں ہوئی۔ ۱۹۳۵ء میں دارالعلوم حزب الاحناف میں داخل ہوئے اور علامہ ابوالبرکات کے نامور شاگرد میں شمار ہونے لگے۔ پہلے سکھڑ کی جامع مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ اب اپنے گھڑ کوٹلی لوہاراں میں خطیب ہیں۔ دینی موضوعات پر ان کی کئی تصانیف ہیں۔ ان میں ”آنا جانا نور کا“ (میلاو نامہ محمد معراج نامہ) مقبول عام و خاص ہے۔

”آنا جانا نور کا“ (میلاو نامہ محمد معراج نامہ) ۲۷۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں میلاو اور معراج بیان خطاب کے انداز میں ہے۔ اس کی ابتداء نبی کریمؐ کے فضائل و کمالات پر مشتمل آیات قرآنی سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد درود و سلام ہے۔ پھر نعت خوانی کی برکات بیان کی گئی ہیں۔ اس کے بعد میلاو رسولؐ نور نبویؐ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے قصیدہ نور کے چند اشعار، نور محمدیؐ پر ایسے بدایونی، ضیاء القادری کے نورانی ترانے، آفتاب نبوت کا طلوع اور شاہ یحییٰ تاجؒ نبی اور فلاسٹر میں ذیل فضائل ماہ ربیع الاول، آپؐ کے بیان شامل میں احادیث نبویؐ کے حوالے، میلاو النبیؐ کی آمد کی خوشی میں جلوس و جلسے، میلاو النبیؐ کی خوشی سنت ایسے، شہادت کا ازالہ، عید میلاو پر خوشی منانے کے سلسلہ میں حضرت وعظ، محفل میلاو کا قرآن سے ثبوت، تری مثل نہیں ہے خدا کی قسم (حضورؐ کے شامل کے بیان میں منظوم سرایا بعنوان سرپائے نور، رحمت عالم، نور رضا نک ذکر، حبیب اور غلیل، پاکیزہ زندگی، حسن سیرت زمانہ طفولیت، زمانہ جوانی، بچوں سے پیار اور ان کی تربیت، آپؐ کا عدل، امانت اور پاکیزگی، سرور عالم، مزاج و تبسم، مہربوت، مجلس میلاو شریف، قرآن و نعت خوانی، کھانا کھانا اور شیرینی پاشنا، خوشبو، قیام، دعا اور دعا، اس کے بعد محفل معراج کا حصہ ہے، افتتاح، تلاوت، قصیدہ نور عزیز حاصل پوری، ضیاء القادری اور اختر الخلدی کا کلام، معراج شریف کا وعظ، معجزات کا بیان، ازالہ شکوک، معراج شریف کی تکمیل، معراج، ذکر معراج بے مثل نورانی بشریت، براق آسمانوں پر، تعظیم رسولؐ یا جان ایمان، جان ایمان کے عنوان سے منظوم بیان تعظیم نبویؐ، شان انبیاء، مددہ المستفی، مسکے بشریت، مقام صدیقین، دیدار حق، تحفہ معراج، فرمان خدا اور شان مصطفیٰ، معراج سے واپسی اور درود و سلام کے عنوانات ہیں۔ میلاو نامہ محمد درج ذیل علماء کے مضامین بھی شامل کئے گئے ہیں :

مولانا نذیر احمد، قاضی محمد زاہد، حضرت قیصر اعظم، مولانا محمد طیب دانا پوری، مولوی محمد سلمان، صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ جمیل، مولانا حکیم عبدالقادر رضوی، مولانا صیغۃ اللہ وغیرہ، معراج نامہ میں کسی کا مضمون شامل نہیں ہے۔

مصنف نے مختلف روایتوں کا اپنی کتاب میں حوالہ دیا ہے۔ ان روایات کے بیان میں انہوں نے مسلک اہلسنت کا پورا التزام رکھا ہے۔ متہد اور محترم روایات، مع حوالہ درج کی ہیں۔ آیات و احادیث ترجمہ بالعموم لفظ بلفظ دیا گیا ہے۔ اس کے ماخذات میں مشکوٰۃ شریف، مسلم، ترمذی، روح البیان، فتح الباری، تفسیر خازن، زرقانی، شرح مواہب اللدنیہ، مکتوبات مجدد الف ثانی، خصائص الکبریٰ، حجتہ اللہ علی

العالمین، کنز العمال، میزان الاعتدال، جواہر بحار، مدارج النبوت، سلاسل طیبہ، زوالعاد، تہذیب الشہد،
روض الفائق اور الشفا (قاضی عیاضؒ) کے سے معروف کتب حوالہ کے نام ہیں۔
جشن میلاد النبیؐ منانے کے سلسلہ میں یوں لکھتے ہیں:

”سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خود خداوند کریم نے سارے جہانوں
میں چراغوں فرمائی اور سارے عالم کو روشن و منور فرمایا اور زمین و آسمان کے سارے
فرشتوں نے مسرت و اجتماع کا مظاہرہ فرمایا اور جنوں کو سجایا گیا اور ان کی خوشبوؤں
سے تمام دنیا کو منکلیا گیا۔ آسمانی ستاروں نے جھک کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا
استقبال کیا اور اس عظیم الشان جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نورانی جھنڈے
گاڑ دیئے اور فرشتوں نے صلوٰۃ و سلام کے نعمات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے جشن میلاد کو منایا۔ پس آج ہمارا یہ جشن میلاد منانا، چراغوں کرنا، جھنڈیوں سے
بازاروں کو سجانا اور مسجدوں کو آراستہ و مزین کرنا اور آسمان کے ستاروں کی مانند آکھنا
ہو کر بارگاہ رسالت میں عقیدت و محبت کے پھول پیش کرنا اور درود و سلام کے نعمات
اور نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے شان رسالت کے ڈنگے بجانا کوئی نئی بات یا بدعت
نہیں بلکہ سنت الہیہ کا اتباع ہے۔ اس جشن منانے کے سلسلہ میں ایک شبہ کا ازالہ ہو
جانا چاہئے کہ اگر یہ کہا جائے کہ حضورؐ تو ایک ہی مرتبہ تشریف لائے تھے پھر یہ ہر
سال بارہ ربیع الاول کو اس قسم کا جشن ولادت کیوں منایا جاتا ہے؟ بے شک نبی کریمؐ
کی تشریف آوری تو ایک بار ہی ہوئی تھی مگر جس روز اور جس تاریخ کو نبی کریمؐ کی
تشریف آوری ہوئی۔ وہ روز اور وہ تاریخ ہمیشہ کے لئے مقدس اور مسلمانوں کے لئے
اہم ہو گئی۔ دیکھئے قرآن پاک ایک ہی بار اترا تھا مگر جس رات وہ اترا ہے وہ رات
لیلۃ القدر بن گئی اور آج مسلمان رمضان شریف کی ۲۷ ویں رات کو اس اہمیت و
تقدس کے ساتھ مناتے ہیں۔ یہ رات نزول قرآن کی وجہ سے قیامت تک کے لئے
ایک مخصوص رات بن گئی تو جو تاریخ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف
آوری کی تاریخ ہے، وہ کیوں ہمیشہ کے لئے مخصوص و مقدس ہو گئی؟

بطن ماور میں آپ کا استقرار وسط ایام تشریف میں شب جمعہ کو ہوا۔ امام احمد بن
حنبلؒ فرماتے ہیں کہ شب جمعہ لیلۃ القدر سے افضل ہے اس لئے کہ تمام نیکیاں
برکتیں اور سعادتیں جو سارے عالم والوں اور مومنوں پر اس رات نازل ہوئیں۔
قیامت تک بلکہ ہمیشہ کے لئے کسی رات میں ایسی برکتیں نازل نہیں ہوئیں اور اگر
اس جہت سے شب میلاد کو شب قدر سے افضل کہا جائے تو زیبا ہے۔“ (۱۳۹)

اس لحاظ سے شب میلاد، روز میلاد اور تاریخ میلاد مسلمانوں کے لئے یقیناً بڑی
اہمیت اور تقدس کی حامل ہے۔

نبی کریم کے معراج پر تشریف لے جانے کا واقعہ یوں لکھا گیا ہے:

"نبی کریم کو خدا تعالیٰ نے جو رفعت شان عطا فرمائی ہے ایسی شان نہ کسی نے پائی اور نہ ہی کوئی پا سکتا ہے۔ رجب کی ستائیسویں شب کو خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کو عرش اعظم پر بلایا۔ اور حضور عالم بیداری میں جسد انور کے ساتھ روانہ ہوئے اور مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک زمینی سفر طے فرما کر آپ آسمانوں پر تشریف لے گئے اور ساتوں آسمانوں کو عبور فرما کر عرش اعظم پر جلوہ افروز ہو گئے۔ اور پھر دیدار حق کی عظیم نعمت پا کر اور بارگاہ ایزدی سے شرف خاص سے مشرف ہو کر آن کی آن میں واپس بھی تشریف لے آئے۔ ان سات آسمانوں کا فاصلہ دیکھتے جبکہ ہر دو آسمانوں کے درمیان کا فاصلہ پانچ پانچ سو برسوں کا ہے۔ نبی کریم کا عالم بیداری میں اور جسد انور کے ساتھ فرش سے عرش تک جا پہنچنا ایک عظیم معجزہ ہے اور اس سے شان رفعت مصلوفیٰ ظاہر ہوتی ہے۔" (۱۳۰)

جشن میلاد کے بارے میں ایک روایتی ملاحظہ ہو:

جشن میلاد نبی ہر جگہ ہوتا دیکھا
 بد تعصیوں کا نصیب جو تھا سوتا دیکھا
 ساری مخلوق مسرت میں نظر آتی ہے
 ایک ایسی نصیب ہے جسے روتا دیکھا
 (۱۳۱)

جشن میلاد کے بیان میں حسن و تاثیر اور کیف و دل آویزی کا جوہر اور جذبہ حب رسول کا پیداکون ہے۔ لفظی صنائع اور تصنع کی بجائے ایک فطری انداز نمایاں ہے جو ان کی اعلیٰ صلاحیتوں اور فنی مہارت کا ثبوت ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

عید میلاد النبی پر خوب خوشیاں کیجئے
 رحمت و بخشش کے دن بخشش کا سماں کیجئے
 چشم ما روشن دل ما شاد کا دیجئے ثبوت
 پام و در کیجئے مزین اور چراغیں کیجئے
 مالک باغ جنات آئے ہوئے دل باغ باغ
 کوچہ و بازار صد رشک گلستاں کیجئے
 محفل میلاد کی چاروں طرف ہوں منعقد
 ان کے ذکر پاک سے شیطان کو حیراں کیجئے
 صاف ہے قرآن میں فرمان حق فلیفرحوا

کوئی کچھ کتا رہے قلیل قرباں کچھے
 چھوٹے شرک مسلمان کو بنا چھوٹے
 کافر و شرک جو ہیں ان کو مسلمان کچھے
 اے شریکان جلوس عید میلاد النبی
 متحد رہنے کا اس دن عہد و پیمان کچھے
 مشکلیں پیدا ہوئی ہیں مغربی تہذیب سے
 اجماع مصطفیٰ سے مشکل آسان کچھے
 (۱۳۲)

معراج نامہ کے اختتام پر دعائیں نبی کریمؐ کا وسیلہ موثر طور پر استعمال کرتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

مرے خدا تجھے اس حسین شب کا واسطہ
 جمال نوشہ جہاں شہ عرب کا واسطہ
 وہ راز جو حضورؐ کو بتائے ان کا واسطہ
 عجائبات شہ کو جو دکھائے ان کا واسطہ
 وہ ہاتھ جن کی ہے سخا کی دھوم ان کا واسطہ
 وہ پاؤں جو کہ ہیں نعمت لزوم ان کا واسطہ
 حسین ضیاء تجلی مہ دلی کا واسطہ
 غرض ترے حبیب کی ہر اک اوا کا واسطہ
 گناہگار میں بھی ہوں مرے گناہ بخش دے
 مرے کریم دو جہاں کے پلو شاہ بخش دے
 جہاں میں 'قبر و حشر میں' ترے حبیب ساتھ ہوں
 لیکن جب ان کا نام دور ساری مشکلات ہوں
 پے ملی مرتضیٰ حسن حسین و فاطمہ
 ہو روضہ حبیب پر الہی حسن خاتمہ
 (۱۳۳)

بحیثیت مجموعی مولانا کا اسلوب صاف، سلی، رواں اور خوشگوار ہے۔ مواد کی فراہمی میں مستند حوالہ جات نے اس میلاد نامے کو وقیع اور مدلل بنا دیا ہے۔ تعمیر ضروری تفصیلات سے پرہیز کیا گیا ہے۔ مشکوٰۃ نے ان کے طرز بیان کو، لکھنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ آنا جانا نور کا حصہ حاضر کے میلاد ناموں میں ایک اہم اضافہ ہے۔

مولانا کوثر نیازی (م ۱۹۹۳ء)

مولانا کوثر نیازی ۱۹۳۳ء میں میانوالی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے انگریزی، عربی، فارسی اور اردو کے مضامین میں گریجویشن اور آنرز کئے۔ وہ روزنامہ 'تسليم'، ہفت روزہ 'کوثر'، ماہنامہ 'تغیر' انسانیت اور ہفت روزہ 'شباب' کے ایڈیٹر رہے۔ جماعت اسلامی کو سیاسی مصلحتوں کے تحت دینی نظریات میں رد و بدل کی پالیسی پر گامزن ہونے کی وجہ سے چھوڑ کر ۱۹۶۹ء میں سٹیج پارٹی میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۸۵ء میں اسلام آباد سے سینٹ کے رکن بنے۔ ۱۹۹۳ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین بنے۔ ۱۹ مارچ ۱۹۹۳ء کو انتقال ہوا۔

مولانا کوثر نیازی صحافی، ادیب، عالم دین اور سیاستدان ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی تھے۔ مولانا کوثر نیازی نے "ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے میلاد نامہ لکھا ہے۔ وہ عید میلاد النبی کے حوالے سے اس کی تالیف کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"یہ مجموعہ چند ایسے مضامین پر مشتمل ہے جو عید میلاد النبی کے سلسلے میں مختلف اوقات میں لکھے گئے ہیں۔ عید میلاد النبی کی تقریبات ہر سال منائی جاتی ہیں اور ان تقریبات میں عقیدت و محبت کا اظہار بڑے جوش و خروش سے ہوتا ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اس مجموعہ مضامین کو استفادہ عام کے لئے شائع کر دیا جائے تاکہ ہمارے عوام خصوصاً ہماری نوجوان نسل کے لوگ نمایاں شان طریقے سے تقریبات عید میلاد النبی کا اہتمام کرنے کے آداب سے پوری طرح آگاہ ہوں۔" (۳۳)

ذکر رسول پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت اور عید میلاد النبی کے مختلف پہلوؤں کے بیان پر مبنی ہے۔ دوسرا باب نبی کریم کی جامع صفات شخصیت کے عنوان سے ہے اور اس میں نبی کریم بحیثیت انقلاب عظیم کے داعی، انسان کامل، رحمت دو عالم، آپ کی عسکری قیادت، حضور طیب عربی کے بانی تھے، تجھی پہ ختم ہے روح الامیں کی نامہ بری، جیسے عنوانات ہیں۔ تیسرا باب ختم المرسلین کی شان رسالت کے بارے میں، حضور پر اس نسبت سے ایمان ضروری ہے، نبی کریم امراض روح کے سب سے بڑے معالج تھے، انسانیت کا سارا، آپ کا امی ہونا سب سے بڑا معجزہ ہے، آپ کا اسوہ حسنہ اور حضور کی امتیازی حیثیت بیان کی گئی ہے۔ چوتھا باب آپ کی محبت، اطاعت اور سنت کی پیروی اور پانچواں باب میلاد کی تقاریب، ہمارا عمل و فرائض کے عنوان سے ہے جس میں عید میلاد اور آداب محفل سے ہے پرواہی اور تربیت عمل کے آغاز کی ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

زبان و بیان کی نسبت سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو جس میں کوثر نیازی نبی کریم کے یوم ولادت منانے کے سلسلے میں رقم طراز ہیں:

"یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ تاریخ عالم کے دھاروں کا رخ پلٹ دینے والے کا یوم ولادت منانے کی سعادت ہمیں حاصل ہو رہی

ہے ہم اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہو گا دنیا کی کسی قوم یا دنیا کے کسی فرد کے لئے اس سے زیادہ فخر کی کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ وہ ایسے ہادی کی عظیم ہدایت کا رکن ہے جو پوری دنیا کے فکری و حلقہ کو بدلنے اور عالم انسانیت کو انصاف کے ترازو میں مساوی کر دینے کے لئے پیدا ہوا ہو اور جس نے اپنا مقصد حیات اس حسن و خوبی سے معین فرمایا کہ کوئی بڑے سے بڑا دشمن اس سے انکار نہیں کر سکتا۔" (۳۵)

مولانا کوثر نیازی کی فلسفیانہ تحریروں میں عید میلاد النبیؐ کا بیان اصلاحی و مقصدی انداز میں موجود ہے۔ ان کے آہنگ کی تازگی و حقیقتی ان کی تحقیقی صلاحیتوں کا نمایاں وصف ہے۔ ان کی پوری کتاب کے مطالعہ سے اتباع رسولؐ کا تاثر ابھرتا ہے جس کا اظہار انہوں نے بڑے موثر اور پذیر لہجہ میں کیا ہے۔

سید محمود احمد رضوی

سید محمود احمد رضوی نے میلاد نبویؐ کے موضوع مقدس پر دو کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان دونوں میں تذکرہ میلاد تو ہے مگر حوامی مداخل میں نہیں پڑھی جاتیں۔ ان میں زیادہ تر حوالہ جات درج ہیں اور انہیں عالمانہ انداز میں لکھا گیا ہے۔ ان میں ایک تصنیف "خصائص مصطفیٰ" ہے۔ اس میں بے مثال بشریت، نورانی بشریت، تذکار ولادت یعنی ولادت سے پہلے اور بعد میں رونما ہونے والے کرشموں کا بیان، ولادت کی خوشی کا واقعہ اور اخلاق نبویؐ کو سلسلہ وار بیان کیا گیا ہے۔ ان واقعات کے بیان میں قاضی مصطفیٰ نے صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا، ابو داؤد، مسند احمد بن حنبل، شامی، ترمذی، سیرت ابن ہشام، عیون الاثر اور کنز الاخیلاق سے استفادہ کیا ہے۔ اس لحاظ سے اس میں مستند تاریخی روایات سے کہیں بھی انحراف نہیں کیا گیا اور محمود احمد رضوی نے اپنی فکری استقامت اور تالیفی ہنرمندی سے اپنی تحریروں کو کہیں بھی بے توازن نہیں ہونے دیا۔

نبی کریمؐ کی نورانی بشریت کے بارے میں دوسرے باب میں رقم طراز ہیں:

"امام عبدالرزاق سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت جابرؓ سے روایت کی حضورؐ نے ایک استصواب کے جواب میں فرمایا۔ "یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیت من نور۔ ترجمہ، اے جابر! اللہ نے تمام اشیاء سے قبل تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ حدث میں "من نور" کا لفظ ہے۔ اور "وہ" کی ضمیر خاص ذات خدا کی طرف لوتی ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ حضورؐ کا نور اللہ کے ذاتی نور سے پیدا ہوا نور صفاتی سے نہیں۔ یہاں یہ بھی یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ حضورؐ کا نور اور اللہ کا نور ایک ہی ہے کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ میں مغایرت شرط ہے۔ عام طور سے کہتے ہیں کہ روح اللہ، بیت اللہ وغیرہ یہ اضافات تشریفی ہیں۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ خانہ کعبہ کے اینٹ پتھر اللہ کی ذات کا کوئی جز ہیں، اللہ کے ذاتی نور سے حضورؐ کے نور کے پیدا ہونے کی مثال دی جا سکتی ہے۔ جس

طرح ایک شمع سے ہزار شمعیں روشن کی جائیں تو ظاہر ہے کہ پہلی شمع کے نور کا کوئی حصہ جدا ہو کر دوسری شمع نہیں بنے گا بعینہً یہی مثال علم ہیئت کی ہے کہ ستارے اور چاند اپنا ذاتی نور نہیں رکھتے یہ روشن نہیں ہیں بلکہ سورج کے محتاج ہیں جب سورج کی روشنی ان پر پڑتی ہے یہ چاند ستارے سورج سے نور لے کر روشن ہو جاتے ہیں گویا ذات شمس نے جس پر روشنی ڈالی وہ روشن ہو گیا مگر ذات شمس سے کچھ جدا نہ ہوا نہ اس کے نور میں کمی آئی۔ نہ سورج کے نور کا کوئی حصہ منقطع ہوا۔ یہی حال حضورؐ کے نور کا خدا کے نور سے پیدا ہونے کا ہے۔ (۳۶)

”مکار ولادت“ کے تفصیلی باب میں حضورؐ کی تشریف آوری سے قبل حضرت عبدالمطلب کے خواب کو تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ایک روز حضرت عبدالمطلب آرام فرما رہے تھے۔ قسمت جاگی اور آپ نے خواب دیکھا کہ ایک درخت سرسبز و شاداب زمین سے نمودار ہوا اور طرفۃ العین میں اتنا بلند ہوا کہ اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئیں اور اس سے ایک نور عظیم چمکا کہ خیائے آفتاب سے ستر حصہ زیادہ روشن تھا اور عرب و عجم کو اس کے حضور سجدہ کنائیں دیکھا۔ کانٹوں سے خواب کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے کہا کہ تمہاری سلب سے وہ نیز رسالت و نبوت طلوع ہو چکا کہ جس کی رسالت اور نبوت، حکومت و شوکت، جاہ و منزلت اور قدر و رفعت کا ڈنکا عالم میں بجے گا۔ القصد نور نبوت پیشانی عبدالمطلب سے پیشانی حضرت عبداللہ میں جلوہ گستر ہوا۔ حضرت عبداللہ حسن و جمال میں نکلتا تھے۔ نور محمدیؐ نے ان کی قسمت کو دکھایا۔“ (۳۷)

نبی کریمؐ کی ولادت کی خوشی کو بخاری شریف کے حوالے سے بیان بھرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”ابو لب کو آپؐ کی ولادت کی اتنی خوشی ہوئی تھی کہ اس نے اپنی لونڈی جس نے آکر اسے یہ مژدہ سنایا تھا، فی الفور آزاد کر دیا۔ چنانچہ مہوی ہے کہ جب اس کی لونڈی ثویبہؓ نے آکر اس کو بتایا کہ تمہارے مرحوم بھائی حضرت عبداللہ کے گھر خدا نے فرزند عطا فرمایا ہے تو اس نے عالم مسرت میں لونڈی سے کہا کہ ”بتائیں تجھے آزاد کرتا ہوں“ مرنے کے بعد حضرت عباسؓ نے ابو لب کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ جہنم میں تمہارا کیا حال ہے؟ بولا میں نے ثویبہؓ کو جو محمدؐ کی ولادت کا مژدہ سن کر آزاد کیا تھا اس کی وجہ سے دو شبہ کے دن میرے عذاب میں تخفیف ہو جایا کرتی ہے۔ ایک کافر جب حضورؐ کی ولادت کی خوشی مناتا ہے تو اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ غور فرمائیے کہ اگر مسلمان نور مجسمؐ کی ولادت کی خوشی میں عید میلاد النبیؐ کے جلسے اور جلوس قائم کریں تو ان کو کتنا ثواب ملے گا۔“ (۳۸)

خصائص مصطفیٰ ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ زیادہ تر حوالہ جات اور مورخانہ طرز نگارش کی وجہ سے۔

کتاب عوامی اجتماعات میں قبولیت نہیں پاسکی۔ سید محمود احمد کی دوسری کتاب ”روح ایمان“ ہے۔ یہ کتاب ۹۹ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں نبی کریمؐ کی ذات و صفات کے فضائل و کمالات کو عام قلم جیسے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مضامین میں نبی کریمؐ کا منصب و مقام قرآن کی روشنی میں، نبی کریمؐ کی تشریحی حیثیت، نبی کریمؐ دین کا مرکز ہیں، اختیارات عالیہ، نبی کریمؐ کی علمی قوت، الہی الہامی، قاسم العلوم والخیرات، نبی کریمؐ ہستی کا نقش اول ہیں، علم غیب نبوی، ”میلاد نبوی“ حیات النبیؐ، خصوصیات نبویؐ اور آخر میں فضائل درود شریف شامل ہیں۔ قرآن و حدیث کے علاوہ دیگر واقعات کے بیان میں سید محمود احمد اسلامی تعلیمات کے امکانی نتائج پر تبصرہ کرتے ہیں۔ یہی پیوند کاری اس کتاب کا خاصہ ہے۔ ”قاسم العلوم والخیرات“ کے باب میں دریائے رحمت الہی کے عنوان سے لکھتے ہیں:

”ایک دن دریائے رحمت الہی جوش زن ہوا۔ حضور رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی ربیعہ بن کعبؓ سے فرمایا مانگو کیا مانگتے ہو؟ حضرت ربیعہ بن کعبؓ نے عرض کی، یا رسول اللہ! اسٹک مرا تنگ فی الجنۃ (جنت میں آپ کی رفاقت (ظاہری) کا طالب ہوں۔ مشکوٰۃ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ او غیر ذالک (اس کے علاوہ بھی کچھ مانگنا ہے تو مانگ لو) حضرت ربیعہ بن کعبؓ نے عرض کی۔

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تم کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ مرے اس دعا کے بعد

بحان اللہ! ربیعہؓ کتنے خوش قسمت ہیں۔ دولت و حکومت ہمیں مانگتے جنت میں حضورؐ کی رفاقت کے طالب ہیں حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر وہ ہفت اقلیم کی بادشاہت بھی طلب کرتے تو اس وقت عطا فرما دی جاتی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے کسی خاص چیز کے طلب کرنے کو نہ فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ جو چاہو مانگو اس سے معلوم ہوا کہ ”کار ہمہ بدست ہمت و کرامت او است ہرچہ خواہد و ہر کہ خواہد یافزن پروردگار خود بہ وحدہ“ اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی حضرت ربیعہؓ نہ جنت مانگتے ہیں اور نہ دولت و حکومت مانگتے ہیں، صرف یہ کہ حضورؐ جنت میں بھی آپ کے ساتھ ہی رہوں کیونکہ وہ اس نکتہ کو سمجھ چکے تھے کہ

منزلِ علیٰ مرادِ علیٰ مدعا ملا
مل جائیں مگر حضورؐ تو سمجھو خدا ملا
(۱۳۹)

علم غیب نبویؐ کے عنوان کے تحت شہادت امام حسینؑ کی اطلاع، سیدہ فاطمہؑ کی وفات کی اطلاع،

حضرت عثمانؓ و عمرؓ کی شہادت کی اطلاع، مقتولین بدر کے متعلق ارشاد، حضرت میمونہؓ کے متعلق اطلاع، حضرت علیؓ کی شہادت کی اطلاع، مافی الارحام کی اطلاع، کسریٰ کے کنگن، قیصر و کسریٰ کے متعلق اطلاع، حضرت زینبؓ کی وفات کی اطلاع، حضرت عمارؓ کے متعلق پیش گوئی، قاتل و مقتول بنتی، حضرت زید بن حارثہؓ کا بیان شامل ہیں۔ اور ان پر مکمل اور مبسوط بحثیں کی گئی ہیں۔ میلاد نبویؐ کے باب میں قرآن حکیم میلاد، قرآن میں میلاد نبویؐ، نماز میں میلاد، تمام انبیاء کرامؑ حضورؐ کے میلاد خواں ہیں، حضورؐ نے خود میلاد پڑھا، مجلس میلاد کے لئے فرش و منبر کا اہتمام کے ذیلی عنوانات کے تحت انہیں بڑی وضاحت و صراحت سے قرآن و حدیث کے حوالوں سے بیان کیا گیا ہے۔ میلاد کے بارے میں وضاحت فرماتے ہیں:

”میلاد کیا ہے؟ نبی کریمؐ کی سیرت و صورت، فضائل و مناقب، منصب و مقام کے بیان ہی کا دوسرا نام میلاد ہے۔ اس لحاظ سے اگر آپ دیکھیں گے تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ دنیا میں کوئی ساعت ایسی خالی نہیں رہی ہے اور نہ رہ سکتی ہے جس میں حضور اکرمؐ کا ذکر یا دوسرے انبیاء کے حضور انبیاء میں، قریشوں میں، انبیاء میں، آپؐ کی آمد کا ذکر ہوتا رہا۔ تمام انبیاء کرامؑ حضورؐ کی تشریف آوری کا مژدہ خاتے رہے۔ جب حضورؐ تشریف لے آئے تو دنیا میں آپؐ کی آمد کا ڈھنگ بن گیا اور اب جبکہ آپؐ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں تب بھی آپؐ کا ذکر جاری ہے اور جاری رہے گا۔ (۱۳۰)

روح ایمان کی زبان عام فہم اور اسلوب عالمانہ شان کا حامل ہے۔ یہ کتاب اپنے حجم، مواد اور استدلال کی بدولت اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے کو متاثر کرتی ہے۔

جامع الصفات (ص ۱۸۳) میں نبی کریمؐ کی اس فضیلت پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ آپؐ کی ذات مقدسہ میں تمام انبیاء کے کمالات جمع ہو گئے تھے۔ اس لحاظ سے محمود احمد رضوی نے اس شعر کو صحیح ثابت کیا ہے:

حسن یوسفؑ دم صبیؑ بد بیضا داری
آنچہ خویاں ہمہ دارند تو تھا داری

اس دور میں کئی دیگر میلاد نگاروں نے بھی میلاد نامے لکھے ہیں۔ ان میں سے چند ایک کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

مولانا محمد صالح قنبروی نے ”مولود محمدؐ“ کے نام سے ۱۹۷۹ء میں میلاد نامہ لکھا۔ یہ ۱۰۶ صفحات مشتمل ہے۔ اسے اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ نے زیور طباعت سے آراستہ کیا۔
محمد طفیل اختر کا ”میلاد اختر“ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اسے ۱۹۸۰ء میں ملک بشیر احمد، تاجران لاہور نے شائع کیا۔

میلاد مصطفیٰ، انجمن فدایان رسول، محمدی شریف، جھنگ کی زیر نگرانی طبع ہوا۔ یہ صرف ۲۱ صفحات

مشمول ہے۔

مولانا محمد عاشق الہی میرٹھی کا میلاد نامہ "ماہتاب عرب" ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے ۱۹۸۲ء میں ادارہ تالیفات اشرفیہ، ریلوے روڈ، ملتان نے شائع کیا۔

سید محمود رضوی نقشبندی الہ آبادی کے میلاد نامے "صبح سعادت" اور "خورشید رسالت" کی طباعت سید محمود حسین اکبر حسین چچہ مرچنٹ منٹھاور، کراچی نے کی۔

ملک مسعود اقبال کا میلاد نامہ "عطر میلاد" ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ منشی احمد علی خان کا میلاد نامہ "میلاد احمد" ۶۳ صفحات پر مبنی ہے جبکہ حمید شاہد صابر پٹالوی کا میلاد نامہ "میلاد صابر" ۳۸ صفحات پر محیط ہے۔ یہ تینوں میلاد نامے ۱۹۸۰ء میں ملک بشیر احمد تاجر کتب اردو بازار، لاہور نے شائع کئے۔

عصر حاضر کے میلاد ناموں کا جائزہ

اس دور کے میلاد ناموں میں بھی بنیادی موضوعات میں کوئی تبدیلی ہمیں آنی البتہ عصری رجحانات و میلانات جو ملی و مذہبی اور قومی و سیاسی تحریکوں سے پیدا ہوتے رہے، ان سے میلاد نگار متاثر ہوئے۔ مادی و سائنسی ترقی کے مقابلے میں مسلمانوں کی ایک مرکز پر جمع ہونے کی آرزو، امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا تذکرہ اور روحانی و اخلاقی اقدار کی بازیابی کے جذبات کی عکاسی بھرپور انداز میں نظر آتی ہے۔

آزادی کے بعد کا دور سماجی و معاشرتی مسائل کا دور ہے۔ امت مسلمہ میں انتشار اور بد امنی میں زندگی بسر کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ انقلاب ۱۹۷۹ء کی بازگشت اس دور کے میلاد ناموں میں سنائی دیتی ہے۔ اس دور میں مسلمانوں کی اصلاح کی تحریکیں مذہب کے نام پر انھیں اور حضورؐ کے واسطے سے انھیں۔ ان کے زیر اثر میلاد نگاروں کے انداز نگارش میں معتدبہ تبدیلی رونما ہوئی۔ روحانی اساس کو مضبوط بنانے کی جدوجہد کی گئی۔ میلادیہ منظومات میں نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے نقوش ایسے انداز میں اجاگر کئے گئے جس سے عصر حاضر کا مسلمان مایوسی و افسردگی سے بچ گیا اور اسے روشن زندگی کی راہ بھی دکھا دی۔

اس بدلے ہوئے ماحول و معاشرت کے باوجود اس دور کے میلاد ناموں میں نبی کریمؐ کی سیرت و سوانح کے واقعات، خصائص و شمائل، اوصاف حمیدہ، حضورؐ کی عظمت، ختم نبوت، اسلمے رسول کریمؐ، کتب سابقہ کی مبشرات اور مناقب صحابہ کبارؓ کے موضوعات ملتے ہیں۔ ان میلاد ناموں میں قومی و ملی اشارے اور تاریخی واقعات بھی نظر آتے ہیں۔

اس دور کے میلاد نامے دیگر ادوار کے مقابلے میں زیادہ مستند اور معتبر حوالوں سے مزین کر کے لکھے گئے ہیں۔ میلادیہ نگارشات پر عصری تحریکوں کے اثرات کی وجہ سے معقولیت کی چھاپ نظر آتی ہے اور میلاد نگاروں نے بارگاہ رسالتؐ کے ادب شناس ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ انداز تحریر میں سنجیدگی و مہنت اور وقار کے ساتھ ساتھ شگفتگی اور تائید کی کمی نہیں ہے۔ حقیقی اوصاف کا بیان اور سچے جذبات کی ترجمانی صاف، سلیس اور سادہ زبان میں کی گئی ہے۔ ان میں واقعات کا بیان حکیمانہ بصیرت، ہمتدانہ انداز اور مصالمانہ تقدس کا مظہر ہے۔

اس دور میں میلاد و سماع کی محفلوں سے لے کر سیاسی مجلسوں تک میں نبی کریمؐ کی سیرت و اسوہ حسنة کا ذکر ہونے لگا ہے۔ میلاد ناموں نے شعراء کو نعت گوئی کی طرف مائل کر دیا ہے اور ادب سیرت نگاری کی طرف راغب ہو گئے ہیں۔ عقیدت و جذبات کی بجائے عقلیت پسندی اور ان میلاد ناموں کی بدولت دین میں تدبیر و فکر کی روایت فروغ پذیر ہوئی ہے۔

اس دور کے میلاد نگاروں میں شفیق علی خان کے بیان میلاد و معراج میں علمی حوالوں کی کثرت ہے۔

ان کے بیان میلاد میں شروع سے آخر تک یکساں بہاؤ موثر انداز میں جاری و ساری نظر آتا ہے۔ مفتی محمد شفیع نے اپنے میلاد نامہ میں سیرت نبویؐ کی کئی مستند اور مستبر کتابوں کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔ انہوں نے مسائل جہاد اور تعداد ازواج کے متعلق غیر مسلم مخالفین کے اہواہم کا بھی شافی جواب دیا ہے۔ حافظ محمد اسحاق افسر نے اپنے میلاد نامہ میں ہر بات مدلل، بحوالہ اور نہایت وضاحت سے بیان کی ہے۔ عزیز الدین احمد قادری نے میلاد کے بیان میں مستند اور مستبر تاریخی روایات سے کہیں بھی انحراف نہیں کیا۔ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی نے نبی کریمؐ کی پوری سیرت و معنی زندگی کے قریباً تمام واقعات کو ترتیب وار بیان کیا ہے۔ اس لحاظ سے ان کا میلاد نامہ ایک تاریخ معلوم ہوتا ہے۔ معجزات کے بیان میں پہلو تھی کی گئی ہے۔ قرآنی آیات و احادیث کے حوالے جابجا موجود ہیں۔

علامہ سیماپ اکبر آبادی نے نبی کریمؐ کے خصائل و شمائل کو بڑے پاکیزہ الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ان کی میلاد اور معراجیہ منظومات میں معاصر ادبی و دینی اور فنی رویوں کی جھلکیاں واضح طور پر نظر آتی ہیں۔ مولانا اخلاق حسین کی زبان عالمانہ شان کی حامل ہونے کے باوجود دقیق نہیں ہے۔ خواجہ محمد اکبر خاں وارثی میرٹھی کے بیان میلاد میں شوق و حقیقت کی فراوانی ہے۔ ان کی جوہر طبع کی بدولت اثر و تاثر اور لطف و کیف بہت بڑھ گیا ہے۔ شاہ عبدالعظیم صدیقی میرٹھی کو پاکستان سے والہانہ محبت تھی انہوں نے اپنے میلاد نامے کے اختتام پر اس کا اظہار ایک دعا کے انداز میں کیا ہے۔ موصوف نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے موضوع پر بھی تفصیلی بحث کی ہے۔ انہوں نے معاشرتی و سماجی مسائل کے احکام کا استنباط قرآن مجید سے کیا ہے۔

خواجہ حسن نظامی نے نبی کریمؐ کے سرایا کے بیان میں آپؐ کے خد و خال کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اس کو پڑھنے کے بعد حقیقی کا احساس باقی نہیں رہتا۔ ان کی زبان میں سادگی اور شگفتگی کا جوہر موجود ہے۔ ان کے اسلوب کی لطافت ملامت اور فصاحت و بلی کی آئینہ دار ہے۔ مناظر احسن گیلانی کے بیان میلاد میں علم و تحقیق کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ انہوں نے اس بیان میں جوش بیاں کی سرسستی اور کیف اور کیفیات کو بھی شامل کر دیا ہے۔

ابوالکلام آزاد کے میلاد نامے کو سینکڑوں عربی کتابوں کا نیچوڑ سمجھنا چاہئے انہوں نے بیان میلاد میں نبی کریمؐ سے والہانہ محبت سے عجب لطافت پیدا کر دی ہے۔ انہوں نے دل نشین آیات قرآنی کے حوالے اور قاری کے اشعار مرصع نثر کے ساتھ چسپاں کر کے اپنے لئے جی طرز نگارش وضع کی ہے۔ ان کا میلاد نامہ آیات قرآنی سے نبی کریمؐ کی سیرت مقدسہ کے استنباط کا سلیقہ و قرینہ سکھاتا ہے۔ علامہ ابوالحسنات نے نبی کریمؐ کے میلاد کے مخصوص پہلوؤں کو منتخب کر کے بیان کیا ہے۔ انہوں نے صرف مستند روایات کو بیان کیا ہے۔

مفتی انتظام اللہ شہابی نے بھی روایات کو اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بعض حالات اس قدر واقع ہیں جو دیگر میلاد ناموں میں مفقود ہیں۔ فیض محمد قادری کا میلاد نامہ مباحث کی تحقیق اور اپنے انداز بیان کی خوبی کی وجہ سے منفرد میلاد نامہ ہے۔ غلام مصطفیٰ کوثر امجدی نے بیان میلاد کے علاوہ محافل میلاد سے

متعلق تمام اعتراضات کا جواب دیا ہے۔

درو ناکوروی کی میلاد یہ مضبوط میں سوز و گداز اور شعری محاسن کی جلوہ گری ان کے صوفیانہ ذوق و شوق کی ترجمان ہے۔ سید الہیاب احمد صبر شاہ جہانپوری نے عبارت آرائی سے کام نہیں لیا اور نہ ہی اسے مرصع و رنگین بنایا ہے بلکہ نئی کریم کے حالات زندگی سلیس اور سادہ زبان میں قلمبند کئے ہیں۔ ڈپٹی احترام الدین شاعری نے ایسی روایات لکھنے سے گریز کیا ہے جن کو دوسرے مذاہب کے لوگ عقل کے معیار پر صحیح تصور نہ کریں۔ اس لحاظ سے انہوں نے عصری نقضوں کو ملحوظ رکھ کر حق تبلیغ ادا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

میاں علی محمد خان گھامی باطنی معرفت و طریقت کے لحاظ سے معروف روحانی پیشوا تھے۔ انہوں نے بیان میلاد میں نئی کریم سے والہانہ عشق و شغلی کا اظہار سادہ اور پاکیزہ زبان میں کیا ہے۔ خواجہ محمد شفیع دہلوی کے میلاد نامے میں ولایت سادگی و خلوص کے سبب خاص تاثیر اور حسن رکھتی ہے۔ حفیظ جالندھری نے بیان میلاد میں تجلی کی پاکیزگی کو بصورت الفاظ کے انتخاب اور رومانی و غنائی مزاج کی وجہ سے کلام میں اثر و تاثیر پیدا کر دی ہے۔

حافظ محمد رحیم نے معراج النبیؐ کو دلائل سے ثابت کیا ہے کہ معراج ہمسائی تھا۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کے بیان میلاد میں جذبہ شوق کی فراوانی ہے۔ محشر رسول ٹکری قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کا انداز بیان رنگین الفاظ موزوں اور موثر ہیں۔ علامہ احمد سعید کاشمیری کے آسان اور موثر انداز بیان کی بدولت ان کے رسائل میلاد سے خواندہ و نیم خواندہ بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں۔

حاجہ الوارثی کے میلاد نامے میں روایات اور تحریک ختم نبوت کے اثرات بہت نمایاں ہیں۔ ان کی شاعری پر فصیح اور بناوٹ کا گمان نہیں ہوتا۔ انہوں نے بیان میلاد میں نقد روایات اور مستند حوالوں سے استفادہ کیا ہے۔ اشفاق حسین قریشی کا انداز تحریر عقیدت و محبت کے جذبہ سے لبریز ہے۔ ان کے لہجہ کی سادگی و ملامت ہر عمر کے قاری کو یکساں متاثر کرتی ہے۔ انہوں نے عصری نقضوں کو ملحوظ رکھ کر اختصار اور جامعیت کے جوہر سے اپنے میلاد نامہ کو دلچسپ اور نافع الخلائق بنا دیا ہے۔ انہوں نے صرف محقق اور مستند روایات کو بیان کیا ہے۔ مولانا محمد بشیر کے بیان میلاد میں حسن و تاثیر اور کیف و دل آویزی کا جوہر جب رسولؐ کا پیدا کردہ ہے۔ کوثر نیازی کے فلسفیانہ تحریروں میں عید میلاد النبیؐ کا بیان اصلاحی و مقصدی انداز میں موجود ہے۔ سید محمود احمد رضوی نے بیان میلاد میں مستند کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی فکری استقامت اور تاملی ہنرمندی و خوش اسلوبی سے اپنی تحریروں کو کہیں بھی بے توازن نہیں ہونے دیا۔

میلاد ناموں کا مجموعی جائزہ

اردو زبان کی تاریخ میں ”ادب نبویؐ“ (۱۳۱۶) کے سلسلہ میں میلاد ناموں کے علاوہ جن موضوعات اور اصناف کا اضافہ ہوا، ان میں سیرت، نعت اور منقبت شامل ہیں۔ میلاد ناموں میں نور محمدیؐ، ولادت مبارکہ، رضاعت، پچھن، ہوانی، معراج، معجزات، وفات مبارکہ، خصائل و شمائل اور درود و سلام کے مضامین شامل ہیں۔ آپؐ کے سراپا کے بیان میں سیرت نگاروں نے جو کچھ لکھا ہے، اسے نظم و نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ نیز قرآن مجید کے متن سے عمدہ تراکیب چن کر نبی کریمؐ کے حیلہ مبارکہ کے بیان میں استعارہ اور کنایہ کی شکل میں بیان کیا گئی ہیں۔ میلاد ناموں میں درود و سلام مختلف اسالیب میں لکھا گیا ہے تاکہ اجتماعی طور پر پڑھنے میں آسانی ہو۔ درود و سلام میں اس محفل کے سامعین آپؐ کی موجودگی اور حاضری کا شعور پیدا کر لیتے ہیں اور اپنے آپ کو نبی کریمؐ کے دیار اقدس میں موجود تصور کر کے دلی عقیدت سے کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھتے ہیں۔ بریلوی مسلک کی مساجد میں جمعہ کی نماز کے بعد درود و سلام پڑھنے کی مستحکم روایت موجود ہے۔ میلاد ناموں میں آپؐ کے اعجاز معراج کا بیان بھی شامل ہے اور کوئی میلاد نامہ ایسا نہیں ہے جس میں بیان معراج نہیں ہے۔ بیشتر میلاد ناموں میں معراج کا بیان اسی وجہ سے تفصیل سے دیا گیا ہے تاکہ معراج کے موقع پر سنایا جاسکے۔ منظوم معراج ناموں میں شعراء نے ہنر و فن کے جوہر دکھائے ہیں۔ آپؐ کے اعجاز معراج کی ترویج میلاد ناموں سے ہوئی اور غیر مسلم بھی اس سے متاثر ہوئے۔ بیان معراج نے عالمی ادب پر فکر کی بلندی سے اثر ڈالا۔ ڈانسنے کی کتاب ”ڈیوائن کامیڈی“ اور علامہ اقبالؒ کے ”جاوید نامہ“ کے بیشتر مناظر معراج النبیؐ کے ان واقعات پر مبنی ہیں جو بعض احادیث و روایات میں مذکور ہوئے یا بعض متصوفین اور ادیبان کی کتابوں میں درج ہوئے۔ ڈانسنے کی نظر سے ابوالعلا معریؒ کا رسالہ ”الغفران“ گذرا تھا اور اسی سے ڈانسنے کو شہرت ملی تھی۔ ان اثرات کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

”ڈانسنے کی کتاب ”ڈیوائن کامیڈی“ پر بعض اہم اور نئی تنقیدات سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ گئی ہے کہ ”ڈیوائن کامیڈی“ کے آسمانی ڈرائے کا پلاٹ بلکہ اس کے بیشتر تفصیلی مناظر معراج محمدیہ سے متعلق احادیث و روایات کی نقل ہیں۔ شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے اپنی مشہور کتاب ”فتوحات مکیہ“ میں اور ابوالعلا معریؒ نے رسالہ ”الغفران“ میں خود اپنی سیاحت علوی اور مشاہدہ تجلیات کا ذکر کیا ہے۔ ابن عربیؒ نے اس سیاحت علوی میں دو افراد کو جن میں ایک فلسفی اور دوسرا عالم دین ہے، اپنا رفیق و رہنما بنایا ہے۔ اور ان کی زبان سے دنیا بھر کے علوم و فنون اور مسائل و مباحث کے متعلق اس انداز میں اظہار خیال کیا ہے گویا یہ تمام خیالات و انکشافات و الہامات ہیں جو ان کے قلب پر اس معراج میں القاء کئے گئے۔ ابوالعلا معریؒ نے رسالہ ”الغفران“ میں ادبی رنگ میں عشت و دوزخ کی سیر دکھائی ہے۔ حیات بعد الممات کی

حقیقتوں کے تجسس میں ابن عربی اور ڈائمنے دونوں نے سات ستاروں اور بعض صورتوں میں نو ستاروں کی سیر سے گذر کر ہمش و دوزخ اور اطراف کی فضاؤں کی منظر کشی کی ہے۔ جاوید نامہ میں اقبالؒ نے ”دیوانِ کامیڈی“ ”فتوحاتِ کیم“ اور رسالہ ”انفراں“ کو سامنے رکھ کر ”جاوید نامہ“ کا خاکہ مرتب کیا ہے۔ (۳۲)

ڈائمنے کو حیات بعد الموت سے زیادہ دلچسپی ہے اور اقبالؒ اس حیات کو ابدی بنانے کے آرزو مند ہیں۔ ان دونوں فلسفی شعراء نے اپنے سیرِ افلاک کے شاہکار ”معراجِ النبیؐ“ کے فلسفہ سے اخذ کئے ہیں۔ اس لحاظ سے معراجِ نبویؐ نے شعراء کے تخیل کو آسمان پر پرواز کا حوصلہ عطا کر کے نکتہ آفرینی سکھائی ہے۔ میلاد ناموں کی بدولت اس ذکر کو ہر سال تازہ کیا جاتا ہے اور شبِ معراجِ پاک و ہند میں منائی جاتی ہے۔

میلادِ نامے کی صنف کا سیرتِ نبی کریمؐ اور نعت کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میلاد ناموں کے ارتقائی مراحل کا جائزہ لیتے ہوئے اردو زبان و ادب میں سیرت نگاری اور نعت گوئی کو پیش نظر رکھنا ضروری امر ہے۔ میلاد ناموں میں سیرت و نعت کے موضوعات آغاز ہی سے شامل ہیں۔ اگر ان اصناف کے ارتقائی مراحل کا عہد بہ عہد جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تینوں اصناف میلادِ نامے، سیرت اور نعت ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ہم ابتدائی ابواب میں بحث کر آئے ہیں۔ اردو میلاد ناموں کے اولین ماخذ قرآن و احادیثِ نبویؐ اور کتبِ سیرت ہیں۔ اسی طرح عہد بہ عہد میلاد ناموں کی داخلی ضرورت کے تحت تخلیق ہونے والی نعت بھی ایک شائستگی کے ساتھ میلاد ناموں کا حصہ بنتی گئی۔

اردو میلاد ناموں کی سب سے بڑی عطا سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکارِ مبارک میں نثر اور نظم کے فرق کو قریب قریب ختم کر کے ایک ایسی نئی صنف کا ظہور ہے جس میں سیرت و رسالتِ نبویؐ خصوصاً ولادتِ مبارکہ، بچپن اور جوانی کے ذکر کو نثر میں پیش کرتے ہوئے اسی انداز اور نفسِ مضمون کی مطابقت کو ملحوظ رکھ کر اس میں شعر پاروں کی تزئین کو لازم قرار دیا گیا۔ یوں مجلسِ زندگی کے لئے سیرتِ نبویؐ کے ضمن میں میلادِ نامے نثر اور نظم کی ملی جلی خصوصیات پر مشتمل ایک جداگانہ صنفِ ادب کے طور پر سامنے آئے۔

اردو میلاد ناموں کی تاریخ کا جائزہ اس امر کا گواہ ہے کہ اس میں زبان و بیان کی کم و بیش ان تمام خوبیوں کے نمونے مل جاتے ہیں جو اعلیٰ اور معیاری اسالیبِ ادب کا خاصہ قرار دی جاتی ہیں مثلاً سادگی، جذبات نگاری، منظر نگاری، قافیہ اور سجع، تشبیہ و استعارہ، روانی اور بناؤ، قصہ نگاری، خطابیہ اور مکالماتی آہنگ و اسلوب، منافعِ بدائع اور سب سے بڑھ کر تاثیر اور اثر پذیری ان محاسنِ شعری اور خصوصیاتِ نثر کے حوالے سے ہم نے گذشتہ ابواب میں مختلف میلاد ناموں کا جائزہ لیا اور ان کی تنقید کاری (PRESENTATION) کے تجزیہ میں ان کے محاسن اور خصوصیات کی نشان دہی بھی کی۔

میلاد ناموں نے اردو سیرت نگاری اور نعت گوئی پر اثر ہی نہیں ڈالے بلکہ ایک اعتبار سے میلاد ناموں کی ضروریات نے سیرت و نعت کو عوام الناس میں رائج کیا۔ اردو میں سب سے پہلے نامے ایسے بھی

لکھے گئے جو بعد میں سیرت کی باقاعدہ کتابوں کا حوالہ بنے اور اسی طرح میلاد ناموں کی ضروریات کے سبب نعت گوئی بھی کی گئی۔ خصوصاً ایسی نعتیں لکھی گئیں جن کی ردیف آئے۔۔۔ پیدا ہوئے۔۔۔ آج کے دن۔ یعنی جن میں نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کا ذکر بطور خاص کیا گیا۔ اسی طرح سلام و صلوٰۃ کا ایک تہلیل حصہ بھی میلاد یہ ضروریات کے تحت (جن میں میلاد نگاری اور مجلس میلاد کا انعقاد شامل ہے) تخلیق ہوا۔

ہر زمانے میں ہر قوم کے دو گروہ ہوتے ہیں ایک علماء اور خواص کا اور دوسرا عوام کا۔ تواریخ و میراثی کتابیں علماء و خواص کے طبقہ کے لئے جو اہر بے بیا ہیں جبکہ میلاد نامے عوام کی محفلوں میں ان کی دینی تربیت اور ترویج سیرت کا ذریعہ تھے۔ اس لحاظ سے بحیثیت مجموعی میلاد ناموں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ میلاد نامے ہی ایک ایسی صنف ادب ہیں جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں سیرت و نعت کے فروغ میں سب سے زیادہ حصہ لیا۔ میلاد نگاروں نے سیرت نبویؐ کے مختلف پہلوؤں پر قلم اٹھا کر اور مختلف رسائل اردو میں تصنیف کر کے ایک بڑی ضرورت کو پورا کیا اور ایک دینی خدمت کو انجام دیا۔ اس طرح سے وہ موضوعات جو کتابوں میں مندرج تھے عوامی حلقوں تک پہنچانے میں میلاد ناموں نے بھرپور کردار ادا کیا۔ اس محنت کا ثمر یہ ہے کہ برصغیر ہند و پاک کے گوشے گوشے میں آپؐ کے ذکر و ثناء کے ساتھ مسلمانوں کے دلوں میں شیخگی و عقیدت بڑھتی گئی اور وہ مختلف گمراہ کن تحریکوں سے دامن بچا سکے۔ مزید برآں ان میلاد ناموں کے ذریعے اہل علم و دانش کے سیرت کے باب میں تحقیقی نتائج عامۃ الناس تک پہنچے۔ اور خصوصاً برصغیر پاک و ہند جس میں خواندگی کی شرح بہت کم ہے محافل میلاد اور میلاد ناموں کی روایت نے سیرت نبویؐ کے مختلف پہلوؤں کو عام کیا۔ اگر یہ مجلسی صنف ادب ظہور میں نہ آتی تو مسلمانان پاک و ہند کی ایک بڑی تعداد سیرت رسول اکرمؐ سے اس طرح متعارف نہ ہوتی۔

محافل میلاد کے انعقاد سے امت مسلمہ کو ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا ہوا جس کے ذریعے نہ صرف یہ کہ گھر گھر تہذیب کا رساتیب کی شیطیں روشن ہوئیں بلکہ عہد بہ عہد رونما ہونے والے واقعات خصوصاً ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کی ذہنی بحالی، عیسائی مشنزوں کی آمد اور رد عیسائیت کی تحریک، سرسید احمد خان کی عقلیت پسندی اور اس کا رد عمل، وہابی تحریک اور اس کے اثرات، دیوبند اور بریلی مکاتیب کا قیام اور ان کے اثرات، قادیانیت کا آغاز اور تحریک محاسبہ قادیانیت، تحریک مدح صحابہ، تحریک خلافت اور سیاسی تحریکیں (احرار، خاکسار، مسلم لیگ وغیرہ) مختصراً ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی سماجی، تہذیبی اور سیاسی زندگی میں جب بھی کوئی بڑا واقعہ رونما ہوا اس کے اثرات اس زمانے کے جملہ اصناف ادب پر بھی پڑے بلکہ اگر بنظر غائر مسلمانان ہند کے ذہنی رویوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلمانان ہند نے دنیا بھر کے واقعات جن کا تعلق امت مسلمہ کے ساتھ تھا انہیں بڑی شدت سے محسوس کیا۔ انقرہ، بلقان اور تحریک خلافت وغیرہ کے مسائل اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

زیر نظر مقالے کے موضوع کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اردو میں میلاد نامے کی صنف اور میلاد نامے کے حوالے سے لکھی جانے والی تصانیف سے اردو زبان و ادب خصوصاً دینی نثر و

شاعری میں گرائف اور اضافے ہوئے۔ مذہبی الفاظ، اصطلاحات، علامات، تلمیحات، تشبیہات اور استعارات کا عام استعمال اور اس سے کئی قسم کے مضامین پیدا کرنا انہی میلاد ناموں کا حاصل ہے۔ نہ سیرت کے موضوع کو سادگی کے ساتھ بیان کرنے اور عشق رسول اکرمؐ کے اظہار کے دل آویز قرینے محافل میلاد ہی کے سبب ممکن ہوئے۔ عصر حاضر میں اخبارات و رسائل کی سیرت و میلاد کی خصوصی اشاعتوں نے بھی میلاد پر موضوعات کو عام کیا ہے۔ خصوصاً ربیع الاول کے مہینے میں مذہبی رسائل اور اخبارات کے خاص نمبروں کی اشاعت ایک ایسی مبارک روایت کا درجہ اختیار کر چکی ہے جس کی وجہ سے سیرتی موضوعات اور میلاد پر نعتوں کی نہ صرف ترویج ہوتی ہے بلکہ روز بروز قلوب و اذان پر ان کے نفوذ گہرے ہوتے چلے رہے ہیں۔ اگرچہ محافل میلاد کی ترتیب کے دیرینہ طریقے بدل چکے ہیں تاہم کسی نہ کسی شکل میں ان محافل کا انعقاد مسلم معاشرے میں آج بھی جاری و ساری ہے۔

عصر حاضر میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن نے بھی میلاد پر موضوعات کے فروغ و ارتقاء میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ میلاد و سیرت کے موضوع پر ربیع الاول، معراج، یلدا، القدر اور رمضان المبارک وغیرہ میں خصوصی پروگرام نشر کئے جاتے ہیں۔ محافل اعراس اور مختلف فنی و مذہبی تقاریب میں بھی میلاد اور درود سلام سے اس کی ترویج و اشاعت ہو رہی ہے۔ اسی طرح ضلعی، صوبائی اور ملکی سطح پر منعقد ہونے والی میلاد اور سیرت کانفرنسوں اور سمنارز سے اس کے کبھی نہ ختم ہونے والے امکانات کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

اردو میں میلاد ناموں کی ترویج و اشاعت کے اثرات دو سری پاکستانی زبانوں پر بھی پڑے۔ ان زبانوں پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، برابھوی، کشمیری اور مراٹھی وغیرہ میں بھی میلاد و سیرت اور نعت کی کتابوں اور قابل ذکر پیش رفت ہوئی ہے۔ ان تمام عوامل نے بحیثیت مجموعی وطن عزیز میں ایک ایسی فضا کو جنم دیا ہے جس میں ادب نبویؐ کے روشن مستقبل کی جھلک واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ جہاں تک میلاد ناموں کی صنف کا تعلق ہے ان کی روایتی شکل اور ترتیب پر بھی اس فضا کے گہرے اثرات نظر آتے ہیں۔ عصر حاضر میں طبع ہونے والے سیرتی مواد سے اندازہ ہوتا ہے کہ مستقبل میں لکھے جانے والے میلاد ناموں کی صورت پہلے جیسی نہیں رہے گی۔ انسانی زندگی کی روز افزوں مصروفیات، سیرتی کتب و رسائل کی کثرت، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر منعقد ہونے والی میلاد پر محفلوں کے سبب گھروں میں گزشتہ صدی کی سی فضا ممکن نہیں رہی، جن میں محافل میلاد کا کثرت سے انعقاد ہوتا تھا۔ تاہم قریبے اور سلیقے سے ان دنوں بھی محافل میلاد کا انعقاد ہوتا ہے اور ان میں پرانے میلاد پرانے مواد کے ساتھ ساتھ بیان سیرت کے لئے نئے مواد پر مشتمل تقاریر سے بھی کام لیا جاتا ہے۔ اسی تذکار نے سیرت کانفرنسوں میں باقاعدہ تحقیقی مقالات کی شکل اختیار کر لی ہے۔ وزارت مذہبی امور پاکستان کے زیر اہتمام گزشتہ عشرہ سے منعقد ہونے والی سیرت کانفرنسوں میں ہر بار سیرت نبویؐ کے کسی خاص گوشے کو خصوصی مطالعے کا موضوع بنایا جاتا ہے۔

میلاد و سیرت رسائل و کتاب کے بارے میں آسان زبان میں مختصر کتابیں، سوال و جواب کے آئینے میں ذہنی آزمائش کے لئے لکھی گئی کتابیں، ولادت رسول اکرمؐ کے بارے میں خصوصی میلاد پر نعتیہ کیسٹس

کے یس منظر میں میلاد ناموں کے اثرات آج بھی نمایاں طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

عصر حاضر میں میلاد کا شہری حصہ سیرت کی مختصر کتابوں میں ظہور پذیر ہو رہا ہے اور شعری حصہ میلاد و سیرت کے موضوعات پر لکھی ہوئی منظومات میں لاوت رہا ہے۔ عصر حاضر کے کئی نعتیہ مجموعوں میں آپؐ کی ولادت مبارکہ اور عید میلاد النبیؐ کے ضمن میں علیحدہ باب بنائے جا رہے ہیں مثلاً خلیق قریشی کے نعتیہ مجموعہ ”برگِ سدرہ“ میں عید میلاد النبیؐ سے متعلق منظومات کا علیحدہ باب ہے اور حفیظ تائب کے نعتیہ مجموعہ ”صلو علیہ وآلہ“ میں صبحِ سعادت (ص ۱۰۹ تا ۱۱۰) اور عید میلاد النبیؐ (ص ۱۱۲ - ۱۱۳) کے عنوانات سے جدید عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ میلادیہ منظومات کے سلسلہ میں نمایاں تبدیلی یہ آئی ہے کہ اب شاعروں کے اظہار کا ذریعہ مسدس اور مخمس کی بجائے قصیدہ ہے۔ قصیدہ کے ساتھ دوسری صنف جسے آج بھی سیرتی موضوعات کے اظہار لئے استعمال کیا جا رہا ہے، مثنوی ہے۔ قصیدے کی ہیئت میں نبی کریمؐ کے اوصاف حمیدہ کا بیان، آپؐ سے محبت کا اظہار، آپؐ کے سراپا مبارک کا بیان آج بھی میلادیہ کیسٹوں کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔ میلاد ناموں کے آغاز میں جو حیثیت مولودِ خواں کی تھی۔ عصر حاضر میں کسٹیں کسے وہ جگہ کیسٹ نے لے لی ہے۔ ان دنوں بعض محافل اس انداز سے ترتیب دی جاتی ہیں جہاں پہلے سے تیار شدہ (PRE-RECORDED) خطاب کو سن کر خط اٹھایا جاتا ہے۔ مارکیٹ میں سینکڑوں کی تعداد میں ایسی آڈیو کیسٹیں دستیاب ہیں، جن میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے معروف صدا کاروں نے سیرت رسول اکرمؐ کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا ہے اور ان میں معروف نعت خواںوں کی پڑھی گئی میلادیہ نعتوں اور درود و سلام کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ٹیلی ویژن پر منعقد ہونے والی محافل میلاد کی ویڈیو کیسٹیں بھی مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ، سقوطِ ڈھاکہ ۱۹۷۱ء، اسلامی سربراہی کانفرنس ۱۹۷۳ء، تحریکِ محاسبہ قادیانیت ۱۹۷۳ء، مسئلہ کشمیر و فلسطین اور جنگِ افغانستان ملکی اور بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے ایسے واقعات ہیں جنہوں نے نہ صرف مسلمانانِ پاکستان پر گہرے اثرات ڈالے بلکہ بین الاقوامی سطح پر اسلامی ملکوں میں اسلامی اتحاد کی ضرورت کو نمایاں کرتے ہوئے مسلمانوں میں انتہائی وحدت کے تصور کو بھی اجاگر کیا۔ یہ دور نہ صرف سیاست بلکہ ادب میں بھی صحیح معنوں میں احیائے اسلام کا دور ہے۔ مسلمان دانشور اور شاعر جہاں ایک طرف اپنے شاندار ماضی کا گہرا شعور رکھتے ہیں، وہاں مستقبل کے تقاضوں سے عہدہ برا ہونے کے لئے رونما ہونے والے نئے حالات و واقعات کو سیرت رسول اکرمؐ کے خاص تناظر میں دیکھ رہے ہیں۔

مطالعہ سیرت کے بڑھتے ہوئے ذوق اور پھیلتے ہوئے شوق کے پیشِ نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مستقبل میں میلادیہ موضوعات کو بھی فروغ حاصل ہو گا اور میلاد ناموں کی نئی نئی شکلیں سامنے آئیں گی۔ اردو قدیم و جدید میں لکھے جانے والے میلاد ناموں کا اول و آخر مقصد یہی ہے کہ سننے والوں کو آسان زبان میں سیرت رسالتؐ کے واقعات سنا کر ان کے اندر دین سے وابستگی اور نبی کریمؐ سے والہانہ شینگلی کو فروغ دیا جائے۔ بقول اقبالؒ:

آٹھواں باب

متفرقات

- (i) خواتین کے میلاد نامے (ii) نامعلوم مصنفین کے میلاد نامے
(iii) غیر مسلم شعراء کی میلاد منطومات (iv) دنیائے اسلام میں
جشن ہائے عید میلاد النبیؐ کا اعتقاد

متفرقات

○ خواتین کے میلاد ناموں کا جائزہ

میمونہ گورکھپوری / نعت اختر بانو سرورویہ / نور بیگم بدایونی / بیگم شمس / زاہدہ خاتون / میمونہ سلطان بیگم / کبیرا لہڑا / بیگم شفیق / انیس قاطر خوش گڑھی / منشی عباد الرحمن / ام زہرا / سیدہ فاطمہ الزہرا بکراوی۔

○ نامعلوم مصنفین کے میلاد نامے اور منظومات

نامعلوم مصنف کا میلاد نامہ / مولود النبیؐ / نامعلوم شاعر کا معراج نامہ / دکنی دور کا ایک اور معراج نامہ / معجزات نبویؐ / قصیدہ باز و فائزہ / نامعلوم شاعر کا میلاد نامہ / وفات نامہ نامعلوم مصنف / وفات نامہ نامعلوم / رحمت الرحیم فی ان کان میلاد النبی اکرمؐ / مجموعہ مولود شریف اور وعظ شریف / کشش مصطفیٰ / گلدستہ معراج / سران منیر فی میلاد سید البشر والندویؐ / میلاد سعدی / نور نامہ رسول مقبولؐ / مولود و پسند / میلاد دین محمدیؐ / منظوم میلاد رسول مقبولؐ۔

○ غیر مسلم شعراء کی میلادویہ منظومات

بگن ہاتھ کمال کرتا پوری / سردار بشن سنگھ بیکل / بجن لال بجن / کالی داس گیتا رضا / نوبت رائے شوخ / چنڈت بگن ہاتھ آزاد / سرکشن پرشو شاو / شیم سندھ پامر کا شمیری / چاند ہماری لال صہیا ماتھر / لالہ رام سروپ شیدا / کنور سندھ سنگھ بیدی سحر / شفیق اورنگ آبادی /

○ دنیائے اسلام میں جشن ہائے عید میلاد النبیؐ کا انعقاد

جشن میلاد النبی مکہ مکرمہ / مدینہ منورہ / بغداد / جنوبی افریقہ / شہر اریل / مصر / یمن اور شام / تھلسان / لیبیا / حیدر آباد دکن / عہد شاہ جہاں میں عید میلاد النبیؐ / دہلی، آگرہ اور لکھنؤ وغیرہ / برصغیر میں جشن اور محافل میلاد / پاکستان میں جشن عید میلاد النبیؐ۔

خواتین کے میلاد ناموں کا جائزہ

اس حصے میں خواتین کے میلاد ناموں کا مختصر جائزہ شامل کیا گیا ہے۔ کئی خواتین نے میلاد نامے لکھ کر نبی کریمؐ سے اپنی دلی عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے۔ ان میلاد ناموں میں اکثر و بیشتر خواتین کا مطلع نظر الفاظ کا انتخاب نہیں رہا بلکہ اپنے پر خلوص اور صداقت پر مبنی جذبات و احساسات کی ترجمانی ہے۔ اس فطری انداز خیال میں کیف و درد اور سادگی و صفائی کا عنصر بھی شامل ہو گیا ہے۔

خواتین شاعرات کی میلادویہ منظومات بھی موجود ہیں۔ (۱)

میمونہ گورکھپوری (م ۱۹۱۰ء)

میمونہ گورکھپوری نے زنانہ مولود شریف بعنوان ”تختہ خواتین فی میلاد ختم المرسلین“ لکھا۔ اس پر سید ممتاز علی نے تہذیب نسواں میں تبصرہ شائع کیا۔ (۲) اور بعد میں اس تبصرہ کو سبیل الرشاد میں شامل کر لیا گیا۔ (۳)

یہ میلاد نامہ بڑی تقطیع کے ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے عنوانات اور مندرجات عام میلاد ناموں کی طرح ہیں۔ اور اسے مولوی ہدایت اللہ کتب فروش گورکھپور نے چھپوایا۔ سید ممتاز علی نے تبصرہ میں لکھا ہے کہ مولود شریف کی کتابوں میں آرائش لفظی پر زور دیا جاتا ہے اور روایات بے سند اور بے سروپا بیان کی جاتی ہیں۔ نبی کریمؐ کی تعریف میں آپؐ کی زلفوں، رخسار اور پیشانی کی تعریف میں ایسا انداز اختیار کیا جاتا ہے جو اچھا معلوم نہیں ہوتا اس لئے میلاد کی کتابیں نہایت احتیاط اور اعلیٰ درجے کی خوبیوں سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ (۴)

نجستہ اختر بانو سروردیہ

نجستہ اختر بانو گلگتہ کے سروردی خاندان کے مولانا عید اللہ عیدی کی دختر نیک اختر، سر زاہد سروردی کی اہلیہ، حسن شاہد سروردی اور حسین شہید سروردی، سابق وزیر اعظم پاکستان کی والدہ ماجدہ تھیں۔ (۵)

نجستہ اختر کے زیر مطالعہ خصوصیت کے ساتھ مولانا راشد الخیری کی مشہور تصانیف غم زندگی اور صبح زندگی وغیرہ ہیں۔ اسی وجہ سے مرحومہ راشد الخیری سے زیادہ متاثر تھیں۔ نجستہ کی کئی کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ان میں کوکب دری (میلاد نامہ) اور آئینہ عبرت خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کوکب دری مرحومہ نے ۱۹۰۰ء میں مرتب کیا۔ اس میلاد نامے کی تھفیف شفیق بریلوی نے ”خاتون پاکستان“ رسول نمبر میں پیش کی ہے۔ (۶) یہ میلاد نامہ ۱۹۳۵ء میں کراچی سے دوبارہ طبع ہوا۔ (۷) اس میلاد نامے میں نبی کریمؐ کے حالات زندگی، عرب کے زمانہ جاہلیت کے واقعات اور میلاد النبیؐ کے موقع پر چند و نصیحت کی مثالیں بڑے دلپذیر اور نہایت سبق آموز انداز میں قلمبند کی گئی ہیں۔ فارسی اور اردو اشعار کے بر محل استعمال نے قارئین کی دلچسپی میں دو چند اضافہ کر دیا ہے۔ علامہ وحشت گلوتی، آرزو گلوتی اور ناطق گلوتی نے اس کتاب کی تصنیف پر تحسین آمیز کلمات لکھے ہیں۔ یہ میلاد نامہ نہایت شستہ و سلیس زبان میں لکھے جانے کی وجہ سے بہت مقبول ہوا۔ اس کے مضامین اور عنوانات دیگر میلاد ناموں جیسے ہیں۔ اس میں فضیلت ذکر میلاد کے علاوہ نبی کریمؐ کے خصائل اور اوصاف حمیدہ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

نور بیگم بدایونی

نور بیگم بدایونی کا لکھا ہوا زنانہ مولود شریف بعنوان ”نبیؐ جی کی خوشی“ چوبیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن نظامی پریس بدایوں سے چھپا اور چھٹا ایڈیشن ۱۹۳۸ء میں رفقاہ عام پریس لاہور نے شائع کیا۔ اس سے اس کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس میلاد نامے میں مصنف نے دقیق اور مشکل الفاظ سے بچنے کی کوشش کی ہے نیز میلاد یہ کلام میں زلف و رخسار کی عام روش کے مطابق تعریف کرنے سے احتراز کیا گیا ہے اور اس میں جس قدر کلام شامل کیا گیا ہے۔ اس میں اس بات کو بطور خاص اہمیت دی گئی ہے۔ بیان ولادت میں پرانی مولود کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

سید ممتاز علی نے اس میلاد نامے پر میوند گورکھپوری کے مولود شریف کے ساتھ ہی تبصرہ کیا

ہے۔ (۸)

بیگم شمس

بیگم مولوی محمد شمس الدین، تحصیلدار بدھونہ ضلع اٹاوہ نے میلاد نامہ بعنوان ”عید میلاد“ لکھا ہے۔ اس میں میلاد نبویؐ درود شریف کے فضائل اور معراج شریف کے حالات مختصر کر کے لکھے گئے ہیں۔ اس میلاد نامہ کا انتساب مولوی سید ممتاز علی کے نام ہے۔ عورتیں اور بچیاں اسے پڑھ کر بخوبی سمجھ سکتی ہیں۔ زبان نہایت سادہ اور سلیس ہے۔ یہ میلاد نامہ ۳۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا سال اشاعت ۱۹۱۸ء ہے اور دفتر ”تمذیب نسواں“ لاہور سے دستیاب تھا۔ اس میلاد نامے پر مولوی ممتاز علی نے ۳۔ اگست ۱۹۱۸ء کے ”تمذیب نسواں“ میں تبصرہ لکھا تھا۔ (۹)

زاہدہ خاتون (م ۱۹۲۲ء)

زاہدہ خاتون شروانیہ کی ولادت دسمبر ۱۸۹۳ء میں محکم پور کے نواب سر مرزا اللہ خان کے ہاں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت گھر ہی میں ہوئی۔ شعر و سخن میں اپنی خداواہ ذہانت سے ملک پیدا کیا۔ ۳۔ فروری ۱۹۲۲ء کو بحالہ دوشیزگی انتقال کر گئیں اور خاندانی قبرستان میں مدفون ہوئیں۔

زاہدہ پاکیزہ سرشت اور پردہ نشین خاتون تھیں۔ عربی فارسی میں اچھی استعداد رکھتی تھیں۔ آمینہ حرم (۱۹۲۱ء) اور فردوس تحصیل (۱۹۳۱ء) میں دارالاشاعت پنجاب سے طبع ہوئے۔ شاعرہ نے زاہدہ اور تربیت اوراد ز۔ خ بھی تخلص کیا ہے۔

زاہدہ نے بی بی آمنہ کو بستر مرگ پر دکھایا ہے۔ اس ماں کے دل کی حالت اور کیفیت کا اندازہ کیجئے، جو اس دنیا سے رخصت ہو رہی ہے اور اپنے اکلوتے بیٹے کو بھی ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ رہی ہے۔ یہ ایک ایسا دلگداز مضمون ہے جو صحیح طور پر ایک عورت ہی کے ذہن میں آسکتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

مرا پیارا محمدؐ کہاں ہے لاؤ ذرا
جمال مجھ کو میرے لال کا دکھاؤ ذرا
کنار شوق میں دل کے قریب بٹھاؤ ذرا
میرے لیوں سے وہ ننھے سے لب لگاؤ ذرا
میں اپنے پیارے کو جی بھر کے پیار تو کر لوں

دم و دلخ ذرا ہم کنار تو کر لوں
(۱۰)

چلی ہوں چھوڑ کے گدڑی میں تیغ ہفت اقلیم
چلی ہوں چھوڑ کے اک لعل ایک در یتیم
میں کسی سے کچھ امید ہے تو یتیم ہی یتیم
کرم کرم میرے معبود میرے رب کرم
ترے کرم سے یہ بچے اگر جواں ہوگا
یقین ہے قوت اجسام ناقواں ہوگا
مسی اگرچہ بغور اس نے شرح رنج و ملال
مگر ہوا متزلزل نہ پائے استقلال
چہ برس کا سن اور ضبط نفس میں یہ کمال
(۱۱)

بچائیو نظر ہ سے ایزد متعال
بائے جاتی ہے ماں اس کی کچھ تربیت کو
بچھی کو سوئپ رہی ہے تری امانت کو
(۱۲)

میمونہ سلطان بیگم

میمونہ سلطان بیگم (بھوپال) کا میلاد نامہ ”ذکر مبارک“ چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ پہلی بار علی گڑھ سے ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ لاہور میں کتب خانہ پروفیسر علم الدین سالک میں موجود ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن صدیق بک ڈپو، لکھنؤ نے ۱۹۳۰ء میں شائع کیا۔ اس میلاد نامے میں میلادی روایات کو اختصار اور جامعیت کو ملحوظ رکھ کر بیان کیا گیا ہے۔

کبیر النساء بیگم شفیق

کبیر النساء بیگم شفیق کا میلاد نامہ ”پانچ سرور کائنات“ چالیس صفحات پر مشتمل ہے اور اسے محمد شفیق بک سیل طارق محل، کانپور نے ۱۹۵۳ء میں شائع کیا۔ اس میں عام میلادی روایات کے ساتھ معضفہ کا نعتیہ کلام بھی شامل ہے۔

انیس فاطمہ خوش گڑھی (م ۱۹۷۳ء)

قدیجہ الکبریٰ عرف انیس فاطمہ خوش گڑھی بنت مولوی عبدالرؤف وکیل لکھنؤ نے ”مہلولہ نورانی“

۱۹۳۳ء میں لکھا۔ اور پہلی بار ۱۹۵۴ء میں مکتبہ نورانی لکھنؤ نے شائع کیا۔ بیان میلادِ نثر میں ہے۔ امیر نورانی اور حقیقہ جالندھری کے سلام اور دیگر چند منظومات بھی شامل ہیں۔ اس کے مندرجات درج ذیل ہیں :

برکاتِ محفلِ میلادِ حمد و ثنا، رحمتِ دو جہاں، بعثت سے پہلے دنیا کی حالت زار، ذکرِ پیدائش نور محمدی، "انحضرت" کا سلسلہ نسب، سیدنا اسماعیلؑ کا واقعہ، بنیادِ کعبہ، اصحابِ قبل کا واقعہ، عرب میں نبی کریمؐ کی بعثت کا سبب، نبی کریمؐ کی محبت و اطاعت، اخلاق و عاداتِ نبویؐ، آثارِ ولادت، وعائے غلیل، نویدِ مسیح، ولادتِ یاسعادت، شاہِ نامہ اسلام سے حقیقہ جالندھری کے میلادِ یہ اشعار اور سلام، سلام نورانی (امیر نورانی خوش گزرمی)، آخر میں چند ارشاداتِ نبویؐ اور پھر قرآنی دعائیں شامل کی گئی ہیں۔ تاکہ میلاد کے اختتام پر ان دعاؤں کو پڑھا جائے اور جس پر سامعین محفل آمین کہتے جائیں۔ امیر نورانی کے سلام کا مطلع ہے :

تیرے ظہور سے پچھلی جہاں میں تابانی
تیرے ظہور سے پچھلا فروغ انسانی

مصنف نے مولودِ نورانی کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے :

"اس بات کی ضرورت تھی کہ محافلِ میلاد میں پڑھنے کے لئے کوئی ایسی کتاب ہو جس میں واقعاتِ مستند ہوں نیز طرزِ بیان مروجہ میلاد ناموں سے مشابہت رکھتا ہو تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس کے پڑھنے ہی سے گریز کیا جائے۔ اس خیال کو مد نظر رکھ کر مولودِ نورانی لکھا گیا ہے، جس میں انتہائی اختصار سے نبی کریمؐ کی ولادتِ یاسعادت اور اس کے متعلق خاص خاص واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن مستند و معتبر کتبِ سیرت ہی کو ماخذ قرار دیا ہے۔ زبانِ سلیس اور سہل استعمال کرنے کا خاص لحاظ رکھا ہے۔" (۳۱)

مولودِ نورانی تحقیقی انداز میں لکھا گیا ہے۔ اور سامعین کو قائل کرنے کے لئے اس میں معقول دلائل فراہم کئے گئے ہیں اور جا بجا حوالہ جات سے بھی کام لیا گیا ہے۔ نمونہ عبارت درج ذیل ہے :

"حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب "فیوض الحرمین" میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں بارہ ربیع الاول دو شنبہ کے روز مکہ مکرمہ کے ایک ایسے مکان میں داخل ہوا، جہاں سرورِ کائنات کی محفل تھی اور ولادتِ یاسعادت نیز معجزاتِ رسالت کا ذکر خیر ہو رہا تھا کہ اچانک کچھ انوارِ آسمان سے زمین کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب میں نے ہنظر غور دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ان فرشتوں کے انوار ہیں جو اس متبرک محفل میں حاضر ہوئے ہیں۔" (۱۳)

آپؐ کی ولادتِ یاسعادت کے بیان سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو، اس میں اسلوب کی دل آویزی اپنی مثال آپ ہے :

"واقعہ اصحابِ قبل کے تقریباً دو ماہ بعد ۱۲۔ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل دو شنبہ کے دن عین صبح صادق کے وقت ختمِ نبوت کے آفتاب جہاں تاب نے ہزاروں جاہ و

جلال کے ساتھ سایہ رحمت میں افق مکہ سے طلوع فرمایا یعنی مرور کائناتِ فخر موجوداتِ رحمت للعالمین سیدنا و نبینا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے خلعتِ وجود سے سرفراز فرمایا اور سارے عالم کو رحمت و برکت کی نورانی و غیر فانی شعاعوں سے منور کر دیا۔ یکایک سارے نظام عالم میں انقلاب آگیا۔ ساری دنیا کے بڑے بڑے بت زمین بوس ہو گئے۔ عرب کے لات و ہیل منہ کے بل گر پڑے۔ شاہ کسریٰ کے عظیم الشان محل کے چودہ کنکریں گر پڑے۔ فارس کا وہ آتش کدہ جو مسلسل ایک ہزار سال سے جل رہا تھا اچانک گل ہو گیا۔ کفر و شرک کی بنیادیں ٹل گئیں۔ دنیا کے جمالت کدہ نے ہدایت و حکمت، علم و عرفان کی خوش خبری سنی۔ حق پرستوں کی پیشانیاں چمک اٹھیں۔" (۱۵)

اس میلاد نامہ میں اختصار کے باوجود بڑی جامعیت ہے۔ مصنف نے مواد کی فراہمی میں اہمال سے کام لیا ہے اور غیر ضروری تفصیلات سے پرہیز کیا ہے۔ اسی وجہ سے ان کا اسلوب بیان چست اور متحرک نظر آتا ہے۔

شمسی عباد الرحمن (م ۱۹۸۲ء)

شمسی عباد الرحمن کا میلاد نامہ بعنوان "میلاد شمسی" پہلی بار ۱۹۵۵ء میں رام کمار پریس لکھنؤ سے چھپا۔ یہ نثر کے ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں موقع و محل کی مناسبت سے جا بجا منظومات بھی شامل کی گئی ہیں تاکہ سامعین کی دلچسپی برقرار رہے۔ اس میلاد نامہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ سیرت نبویؐ کی معتبر کتابوں یعنی سیرت النبیؐ (شبلی نعمانی) اور رحمت للعالمین (قاضی محمد سلیمان منصور پوری) سے اس کی روایات اور واقعات ماخوذ ہیں۔ مصنف نے مستند اور محققانہ روایات کو ایک خاص ترتیب سے جمع کر کے ان منتخب واقعات کو بڑے سلیقہ سے تحریر کیا ہے۔ میلاد شمسی کے اس انتخاب کے بارے میں لکھتی ہیں:

"اردو میں سیرت پر اس وقت سب سے زیادہ مستند و دلکش کتابیں سیرت النبیؐ

(شبلی نعمانی) اور رحمت للعالمین (قاضی محمد سلیمان منصور پوری) ہیں۔ یہ ان بزرگوں

کی محنت و کاوش کا ثمر ہے کہ اسلام کی تاریخ اور پیغمبر اسلامؐ کی سوانح اقدس کے

پورے حالات اپنی صحیح و اصلی صورت میں اردو دان مسلمانوں کے سامنے آئے ہیں۔

ان کی عبارتیں دقیق تنقیدی بحث، واقعات کی تفتیش اور مسائل کی تحقیق کے ساتھ

لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے محفل میلاد کی نشست میں مضامین و روایات کا انتخاب کر

کے پڑھنا مشکل ہے۔ اس لئے میں نے نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کا مستند تذکرہ انہی

کتابوں سے اخذ کر کے سہل و عام فہم انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے جو کم از

کم خواتین کی محافل میلاد کے لئے مخصوص و مناسب ہو۔" (۱۶)

اس میلاد نامہ کی ابتداء محمد رب جلیل سے ہوتی ہے پھر اس کے بعد محفل میلاد کی برکات، عرب

مختصر حال، متعصب و تمدن، رسم و رواج، ولادت باسعادت اور آپ کا حسب نسب بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آنے والے عنوانات کو چار ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ دور اول میں آنحضرتؐ کے ابتدائی حالات، مدینہ کا سفر، جد امجد کی سرپرستی، محترم چچا کی کفالت، بخیرا راہب کا واقعہ اور حرب فجار کے مختصر حالات بیان کئے ہیں۔ دور دوم میں آپ کا تجارت کا مشغلہ، شرک سے پرہیز، عبادت، حلیہ شریف اور حضرت خدیجہؓ سے شادی کے واقعات کا بیان ہے۔ دور سوم میں نبوت، تعلیمات الہی کے عملی نمونے، اخلاق محمدی، خلق عظیم و خصائل پاکیزہ، حسن خلق، عدل و انصاف، سخاوت، رسول خدا کا ایثار، عفو و درگزر، بے زبانوں پر رحم و کرم، غلاموں پر شفقت، تعزیت و عیادت، حسن سلوک، پڑوسیوں سے برتاؤ، بچوں پر شفقت، اولاد سے محبت، عورتوں سے حسن سلوک اور مزاج اقدس میں سادگی کا ذکر ہے۔ دور چہارم میں معراج محمدی، فرضیت نماز و روزہ، حق شفاعت، سلام اور تنہیتی نظمیں، آپ کے بارہ احکامات، دعا (عربی)، نبی کریمؐ کے پاکیزہ اقوال اور آپ کی حیات مقدسہ کے مشہور واقعات کا ترتیب وار تذکرہ کیا گیا ہے۔

مصنف کے طرز بیان کی دل آویزی و دلکشی کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے بخوبی کیا جا سکتا ہے :

”آج کی ”صبح سعادت“ شب اول کے خواب کی تعبیر لاتی ہے یعنی یتیم عبداللہ“

جگر گوشہ آمد، شاہ حرم، شہنشاہ کونین، ہادی دو جہاں عالم باطن سے عالم ظاہر میں تشریف لاتے ہیں۔ حضرت آمد (حضورؐ کی والدہ) حجرہ میں بیٹھی ہیں۔ ایک ننھا سا یتیم بچہ چھاتی سے لگا ہے۔ سینہ بامتا سے بھرا ہے اور وہ ایک ایسی رات کے تصور میں ہیں جو آج سے چند مہینے پہلے ہزاروں خوشیاں اور لاکھوں سریتیں لے کر آئی تھی۔ ان کے شوہر مکہ کے حسین اور نیک سیرت عبداللہ ان کے سامنے تھے، وہ خود بھی ایک خوبصورت تھخہ تھیں جو بنی زہرہ نے اسی رات قریش کو دیا تھا۔ آج وہ بیوہ ہیں۔ دنیا کی کوئی مسرت انہیں وہ خوشی نہیں دے سکتی جو وہ کھو چکی ہیں۔ لیکن ایک ”دور یتیم“ ان کے شوہر کی یادگار ان کی گود میں ہے۔ آج مکہ کی وادیاں آفتاب نبوت کی نورانی شعاعوں سے جگمگا رہی ہیں۔ شر مکہ کے اندر خانہ خدا کے پڑوس میں ایک شاندار مکان میں کسی بڑی تقریب کا اہتمام نظر آتا ہے۔ گھر کے بڑے احاطہ میں آگ جل رہی ہے، جس کے اونچے اونچے شعلے ہوا میں بل کھا رہے ہیں۔ نغموں اور قہقروں سے سارا مکان گونج رہا ہے۔ عربی مہمانوں کے قافلے دور دور سے اس تقریب میں شریک ہونے آئے ہیں کیونکہ ان تیز مزاج عربوں کے ہاں ایسی محبت کی دعوتیں کبھی کبھار ہی ہوتی ہیں۔ شر کے مہمان پر تکلف لباس پہنے ایک ایک دو دو کر کے آ رہے ہیں اور آگ کے گرد جمع ہوتے جا رہے ہیں۔ کھانے کے بڑے بڑے طشت مہمانوں کے سامنے چنے جا رہے ہیں۔“ (ع)

شمسی عباد الرحمن کا میلاد نامہ مذہبی معلومات کی حیثیت سے میلاد کی محفلوں میں پڑھنے کے لئے ایک شاندار اضافہ ہے۔ حسن عقیدت کے اظہار اور سادہ و شائستہ انداز بیان نے اسلوب کو موثر بنا دیا ہے۔

ام زہیر

ام زہیر کا میلاد نامہ بعنوان ”میلاد النبی“ ۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اسے ادارہ ”مقبول“ لاہور۔ ۱۹۷۸ء میں شائع کیا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ لیاقت میموریل لائبریری، کراچی میں موجود ہے۔ (۱۸)
اس کے متدرجات عام میلاد ناموں کی طرح سے ہیں لیکن اس میں مستند روایات بیان کی گئی ہیں۔ زبان و بیان کے لحاظ سے سادگی و سلاست کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

سیدہ فاطمہ الزہرا بیکرانی

سیدہ فاطمہ الزہرا بیکرانی علمی و مذہبی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ مسلک کے اعتبار سے اہل سنت والجماعت ہیں۔ اپنے خاوند سید آل احمد عابدی کے ساتھ حمان میں مقیم ہیں۔ اور میلاد زہرا کے ناشر بھی وہی ہیں۔

میلاد زہرا خواشن کی محافل میلاد کے لئے لکھا گیا ہے۔ اس کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے:

”اس میلاد نامے کے لکھنے کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ میلاد النبی سے متعلق

روایات و واقعات کو سادہ، سلیس اور آسان زبان میں بیان کیا جائے اور اس سے نبی

کریمؐ کی سیرت طیبہ کے عام پیلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔ یہ میلاد نامہ میری حضور

پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے دی محبت و عقیدت کا مظہر ہے۔“ (۱۹)

یہ میلاد نامہ عام کتابی سائز کے ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتابت اور طباعت بہت اچھی ہے۔ اور اسے محفل میلاد کی ایک نشست میں یا آسانی پڑھا جاسکتا ہے۔ میلاد زہرا حمد باری تعالیٰ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد فضائل درود شریف، نماز کی اہمیت، سیرت نبویؐ، ولادت نبی کریمؐ، معراج النبیؐ، رمضان المبارک کی فضیلت، ستائیں رمضان المبارک، زکوٰۃ کا بیان اور حقوق العباد کے عنوانات شامل ہیں۔ اس موضوعات کو نثر میں بیان کیا گیا ہے۔ ہر نثری موضوع کے اختتام پر منظوم مدحت خیر الانام ہے۔ میلاد نامہ کے اختتام پر ایک ”مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات“ ہے اور آخر میں درود تاج معہ درود ترجمہ شامل کیا گیا ہے۔

مصنف نے فضائل درود شریف کے بیان میں لکھا ہے:

”اگر کوئی بات بھول جائے یا کوئی چیز غم ہو جائے۔ گھر سے نکلے وقت، خرید و

فروخت کے وقت، دعا مانگتے وقت، بہر حال ہر قدم پر درود پڑھنا بہت ضروری اور

مفید ہے۔ اولاً اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے ساتھ ابتدا کرے ایسی حمد و ثنا جو اس کے

شایان شان ہو۔ پھر رسول مقبولؐ پر درود بھیجے۔ اس کے بعد دعا مانگے، وہ کامیاب ہوگا

اور اپنے مقصد کو پہنچے گا۔ اے میری پیاری بہنو! درود شریف پڑھنے کے بے انتہا

فوائد ہیں۔ نہ معلوم کس وقت کا پڑھا ہوا اور کس محبت کا پڑھا ہوا پسند آ جائے۔ ایک دفعہ بھی پسند آ جائے تو پورا پار ہے۔ ہم سب کا قرض اولین ہے کہ جب حضور پاکؐ کا ذکر آ جائے یا آپؐ کا نام مبارک کسی کی زبان پر آئے تو ہم سب کو چاہئے کہ حضور مقبول پر درود و سلام بھیج کر ثواب دارین حاصل کریں اور نہ پڑھ کر مفت میں تنگوار نہ ہوں۔ غالباً یہاں پر یہ بتا دینا چاہئے کہ ہم خواہ کتنا ہی گناہ کریں۔ ہم کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ایک دفعہ درود پڑھ لینے سے ہماری مغفرت ہو جائے گی اور ہمارے سارے گناہ کبیرہ اور حقوق العباد سب معاف ہو جائیں گے بلکہ یہ سب باتیں ہمارے ایمان اور نیت و عمل سے دیکھے جائیں گے۔ تمام مغفرت کا دار و مدار اس مالکِ حقیقی کے قبول کر لینے پر ہے کیا معلوم کوئی چھوٹی سے چھوٹی نیکی پر وہ اپنے بندوں کے گناہ معاف فرما دے اور کسی کا ایک دفعہ کا درود پڑھنا ہی پسند آ جائے اور وہی درود بندے کی مغفرت کا باعث بن جائے۔ (۲۰)

نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے بیان میں رقم طراز ہیں۔

”عرب کی سرزمین شرمکہ میں حضرت عبداللہ کے گھر ۳۷ ربیع الاول بروز دو شنبہ عالم انسانیت کا وہ نجات دہندہ پیدا ہوا۔ جس کی بشارت تمام انبیاء علیہ السلام دیتے چلے آئے تھے۔ جو فطرت کا بہترین شاہکار تھا۔ جو فخر آدم و حوا اور فخر نوح انسانی تھا۔ جس کا مرتبہ یہ ہے کہ ساری کائنات اس کے نام نامی کی وجہ سے پیدا کی گئی۔ جس ذات کا دنیا کو ایک عرصہ سے انتظار تھا اور جس کی پیدائش کا جن و ملک انسان و حیوان سب انتظار کر رہے تھے جو نہ صرف انسانوں بلکہ تمام کائنات کے لئے رحمت بن کر آیا اور اپنے ساتھ نور ہدایت اور ایک صحیفہ آسمانی لے کر آیا جو ابد الایاد تک دنیا کو صراطِ مستقیم دکھاتا رہے گا۔ جو غریبوں اور یتیموں کا سہارا ہے جو حق و صداقت کا پیکر اور مصلحت و گمراہی کو دور کرنے والا ہے جو اس تاریک دنیا میں ہدایت کی روشن مشعل ہے۔ جو انسانیت کا محسن اعظم ہے۔ جس کی شریعت تا قیامت زندہ رہے گی۔ اور انسانیت کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ حضور پر نور فخر عالم سرور کائنات محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور منصب جلیلہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود اس طرح فرمایا ہے:

”اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اسے ایمان والو تم بھی ان

پر درود و سلام بھیجا کرو۔“ (۲۱)

اس کے بعد سلام ہے جو مصنفہ کا تحریر کردہ ہے بلکہ میلاد زہرا میں جس قدر مدحت خیر الانام شامل ہے۔ وہ سب ان کی اپنی کاوش ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہر مرض کی دوا ہے صل علی محمدؐ

مومن کا حرز جاں ہے صل علی محمدؐ
 دنیا میں شاد ہو گا عقی میں ہو گی بخشش
 جس لب پہ ہو گا جاری صل علی محمدؐ
 ہو مرض کوئی بدنی یا روح کی ہو کلفت
 سب کے لئے ہے شافی صل علی محمدؐ
 ہو رات یا کہ دن ہو اور شام یا سحر ہو
 دردِ ذہلی ہو زہرا صل علی محمدؐ
 (۲۲)

نبی کریمؐ کی ولادت مبارکہ کے سلسلہ میں ایک نظم سے چند اشعار درج ذیل ہیں:

حق کے پیارے نبیؐ آج پیدا ہوئے
 وہ جمیل الشیمؐ آج پیدا ہوئے
 نام لوحِ ازل پر لکھا آپؐ کا
 وہ شفیع الاممؐ آج پیدا ہوئے
 سدرو المنتہیؐ ہے مقام آپؐ کا
 وہ حبیبِ خداؐ آج پیدا ہوئے
 ختم کر دی نبوت تھی محبوب پر
 خاتم المرسلینؐ آج پیدا ہوئے
 بھیج زہراؑ تو ان پر درود و سلام
 فخر جن و بشر آج پیدا ہوئے
 (۲۳)

شاعرانہ طرزِ بیاں اور نزاکتِ تمجیل کے اعتبار سے ان کی منظومات عام فہم اور مقبول خاص و عام ہیں۔
 اشعار میں خلوص کی چاشنی موجود ہے۔ اور محض رسمی طور پر انہیں نظم نہیں کیا گیا۔ چند اشعار ملاحظہ
 ہوں:

تصدیق کر عمل سے زہراؑ تو پانچ وقت
 اور سوچ لے کہ دین کی قوت نماز ہے
 (۲۴)

ہو زہراؑ پہ نظرِ کرم اب خدا را
 کہ ہم بھی ہیں آخر تمہارے محمدؐ

(۲۵)

جمال خدا ہے جمال محمد
ہوا ہے نہ ہوگا مثل محمد

(۲۶)

شافع روز محشر رسول خدا
کاش زہرا کی بخشش ہو روز جزا

(۲۷)

آپ ہی ختم رسل شافع روز محشر
تری زہرا کا یہ ایمان رسول عی

(۲۸)

اب تو مایوس ہے دوری سے بہت ہی زہرا
اپنا دیدار کرا دو شبہ ابرار مجھے

(۲۹)

ہدایت مل گئی ہم کو در پہ کھل گئے دل کے
لیوں پر نام جب آیا تمہارا یا رسول اللہ

(۳۰)

میلاد زہرا میں شامل مضامین اور منظومات بہت آسان اور عام فہم ہیں۔ نبی کریمؐ سے دعا کی طلب و آرزو، ان کی استادِ طلبی کا حاصل ہے۔ فہم نہوت کی تحاریک کے زیر اثر ان کے میلاد نامہ میں خصوصیت سے آپؐ کی ”شان ختم رسل“ کا اظہار جایا جاتا ہے۔ دربار رسالتؐ میں ان کے استقامت و قیام اور موثر ہیں۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے آج بھی میلاد زہرا خواتین میں خاصا مقبول ہے۔ اور خواتین کی محافل میلاد میں ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔

نامعلوم مصنفین کے میلاد نامے اور منظومات

اس حصے میں ان میلاد ناموں کو شامل کیا گیا ہے جن کے مصنفین کے نام نہیں ہیں البتہ ناشرین کے نام اور پتے موجود ہیں۔ یہ میلاد نامے بالعموم کسی کی فرمائش پر لکھے یا شائع کئے گئے تھے۔ زبان و بیان اور زمانی ترتیب کو ملحوظ رکھ کر انہیں یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

نامعلوم مصنف کا میلاد نامہ

کتب خانہ آصفیہ میں قدیم دکنی اردو مخطوطات میں ایک نامعلوم مصنف کا میلاد نامہ موجود ہے۔ کتاب کا نام بھی معلوم نہیں ہو سکا۔ خط نسخ و نستعلیق میں معمولی خوشخط میلاد نامہ ۲۰۸ صفحات پر محیط ہے۔

درمیان میں جانبِ حاجی کریمؒ کی مدح میں میلادِ یہ منقولات ہیں چونکہ یہ کتاب ناقص الآخر ہے اس لئے نام کتاب و مصنف وغیرہ کا پتا نہیں چلا۔ اس کی ابتداء میں ولادت یا سعادت رسالتؐ کے حالات ہیں۔ اس کے بعد آپؐ کی حیات طیبہ کے دیگر واقعات اور معراج شریف کے حالات ہیں۔ اس کی تاریخ تصنیف مابعد ۱۲۵۰ھ ہے۔ آغاز ان سطور سے ہوتا ہے:

”..... بہترین حیات اور خوب ترین طلعات کہ پسندیدہ خالق کائنات اور وسیلہ

حصولِ بہشت و نعمات ہووے“ (۳۱)

اور اختتامی عبارت درج ذیل ہے:

”فرمایا اے جبرئیل حال موت کا معلوم نہیں شاید ایک برس پہلے تو یہ میسر نہ ہو

پھر حکم آیا اگر ایک مہینہ پہلے توبہ کرے۔ فرمایا.....“ (۳۲)

مولود النبیؐ

”مولود النبیؐ“ کے نام سے قدیم و کئی زبان کا ایک مخطوط کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں موجود ہے۔ ناقص الاول ہونے کی وجہ سے پتہ نہ چل سکا کہ اس کا مصنف کون ہے اور کس سنہ میں لکھا گیا ہے۔ عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی عربی رسالہ کا ترجمہ ہے۔ متن اور ترجمہ یا شرح دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ متن سرخ روشنائی میں ہے اور ترجمہ سیاہ روشنائی میں ہے۔ موجودہ رسالہ ورق ۲ سے شروع ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف دو صفحے کم ہیں۔ اس کے آخر میں تحت ”مولود النبیؐ“ (۳۳) اور تاریخ دوازدہم شوال الحکرم و سنہ ۱۲۵۷ ہجریہ (مطابق ۱۸۷۴ء) لکھا گیا ہے۔ (۳۴) اس کے ۱۱۰ صفحات ہیں اور ہر صفحہ پر ۱۳ سطریں ہیں۔

نامعلوم شاعر کا معراج نامہ

دکنی دور کے مخطوطات میں ایک مثنوی ”معراج نامہ“ کا نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں موجود ہے۔ ۲۲ اوراق پر مشتمل اس مثنوی کے قریباً ۳۳۰ اشعار ہیں۔ خط نستعلیق میں اور ناقص الآخر ہے۔ اس کے مصنف کا نام اور تاریخ تصنیف وغیرہ نامعلوم ہے۔ اس کو فارسی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں۔

۔

نیا سون امت سب کوئی ساچی رہو

صدق سات کلمہ نے کا کو

کہ معراج نامہ کے سینو خبر

حکایت جو بولا ہوں میں مختصر

کیا فارسی کو سو دیکھتے غزل

کہ ہر عام ہو خاص جھیں شکل

(۳۵)

اس میں واقعہ معراج النبیؐ کے متعلق نہایت تفصیل سے صراحت و وضاحت ہے۔ ابتدائی کلام کا نمونہ وغیرہ ملاحظہ ہو:

اول نام اللہ جو بولوں اب
 ثنا اور صفت اس کی کر بعد
 ثنا اول اوپر نت سزاوار ہے
 کر نماز قدرت میں کرتا ہے
 کیا چاند سورج ستاری فلک
 زمین آسمان حور جن و ملک
 کہ پہلے سا کے سو دربان کون
 کیا کھول بیگی سو دروازہ تون
 سو دربان بولا کہ توں کون ہے
 کہ آیا آدمی رات کیا کام ہے
 کہا میں ہوں جبریل کچھ کام تھا
 گیا تھا زمیں پر جو فرمان تھا
 کہ دربان بولا دوجا کون ہے
 کہ محبوب حق کا نبی خاص ہے
 کہا مرزا بیگی در کھول کر
 تجھے دیکھنے میں کمرہ شہر
 کہ اپراں پہلے طیق کے ملک
 دیکھے نور کا وان پڑا سب ملک
 کہ صلوات بولے د کئے سلام
 دئے جواب ان کو علیک السلام
 (۳۶)

دکنی دور کا ایک اور معراج نامہ

دکنی دور کے ایک اور معراج نامہ ن بھی یونیورسٹی کے مخطوطات میں نشان دہی کی گئی ہے۔ اس
 مشنوی کی ابتداء ورج ذیل شعر سے ہوتی ہے:

الہی توں قادر ہے بشار کا
 توں آہوار ہے سب نرا دھار کا

(۳۷)

اس مخطوطہ کی کتابت کے بارے میں لکھا گیا ہے :
 "۱۵۔ دسمبر ۱۷۷۷ء کو میلہ پور بندرگاہ میں نقل کی گئی۔" (۳۸)
 اس مثنوی کے مصنف اور صحیح تاریخ تصنیف کی معلومات فراہم نہیں ہو سکیں۔

معجزات نبویؐ

مثنوی معجزات نبویؐ کا ایک مخطوطہ کتب خانہ جامع مسجد بسبی میں موجود ہے۔ یہ مثنوی اول و آخر سے ناقص ہے۔ اس لئے مصنف اور درست سال تصنیف کا پتا نہیں چل سکا۔ اس کا موضوع نبی کریمؐ کے معجزات ہیں۔ موجودہ حالت میں یہ اٹھارہ معجزات پر مشتمل ہے۔ مضمون کی ترتیب سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابتداء میں حمد کا پورا باب اور نعت رسالتؐ کا کچھ حصہ غائب ہے۔ موجودہ نسخہ مناقب خلفائے راشدین سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد منقبت محبوب سبحانی اور پھر مناجات ہے۔ اس کے بعد اصل مضمون شروع ہوتا ہے۔ مناجات کے چند شعر حسب ذیل ہیں :

صحیح رکھ توں ہر آن اعضا مرے
 نہ گردان ناقص کرم سوں ترے
 توں کر غلو ماضی گنہ مجھ تمام
 کرا حال نیکی کے حیری سوں کام
 توں کر مضور غور میرا ضمیر
 نہ کر فعل بد کا توں طرف عذیر؟
 مرا شعر معروف کر مثل دیں
 نہ مجھول و مضال ہویں حرف عینیں
 توں فاعل نہ کر مجھ برے کام پر
 توں مقول مجھ نیک انجام کر

(۳۹)

اس مثنوی کے کل اشعار قریباً ۴۴۰ ہیں۔ اس میں معراج نامہ معظم کی طرح اس کی سرخیاں بھی منظوم ہیں جو بذات خود ایک قصیدہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس میں اس قسم کے سولہ اشعار ہیں۔ اس کا پسلا اور آخری شعر حسب ذیل ہیں :

حمد خدا نعت نبیؐ بولیا جنے سو اس پر
 واجب ہویا کرنا اتے اب مدح چار یاروں کا
 (۴۰)

یو او بیاں یک شخص نے حضرت کے یاراں تے کیا
دھر بنض اپنے دل نے مقتول ہوا تلوار کا
(۳۱)

معراج النبیؐ کے بارے میں اشعار ملاحظہ ہوں:
شہابی تھیں اسوار ہو اس اپ
بلایا ہے تمنا خدا زود تر
محمدؐ نے تب اس پو اسوار ہو
چلے حق کے ملتے کول تیار ہو
محمدؐ کے جبرئیل ہو ہرکب
چلے وہاں تھیں لے کو نئی کول شتاب
(۳۲)

قصیدہ باز و فاختہ

دکن میں دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کے زمانے میں محافل میلاد میں پڑھنے کے لئے نبی کریمؐ کے چند معجزات منظوم ملتے ہیں۔ ان میں جنونی گجراتی اور علی کے منظوم معجزات کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ انہی منظوم معجزات کے ضمن میں ستر اشعار کی ایک مشہور باز و فاختہ ہے۔ اس میں نبی کریمؐ کی سخاوت ایک قصہ کے انداز میں بیان کی گئی ہے کہ ایک روز حضرت جبرئیلؑ اور حضرت عزرائیلؑ باز اور فاختہ کے روپ میں آپؐ کے پاس تشریف لائے۔ فاختہ نے آپؐ کے حضور التجا کی یہ باز مجھے کھانا چاہتا ہے۔ آپؐ نے باز کو منع فرمایا تو باز نے کہا کہ اگر آپؐ مجھے اپنے رخسار مبارک کا گوشت کھائیں تو میں فاختہ کو چھوڑ دوں گا۔ اصحاب رسالتؑ اور اہل بیتؑ نے اپنا گوشت پیش کیا مگر باز نے مول نہ کیا آخر جب آپؐ اپنا گوشت کھائے لگے تو پھر آپؐ کا دست مبارک باز نے تمام کر صحیح صورت حال عرض کی کہ ہم فرشتے ہیں اور صرف آپؐ کی سخاوت آزمانے کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ مشہور کی زبان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ سن ۱۱۱۱ھ سے قبل لکھا گیا تھا۔ قصیدہ کے آخری اشعار ملاحظہ ہوں:

چلے گئے فرشتے یہاں سے مگر
کے جا خدا کو یہ ساری خبر
الہی ہمیں کیا جو تعریف کرے
کہ پیارے حبیبؐ کی صفت کیا کرے
خشن صفت اوس کا سو اثبات ہے
کہ سب حال میں پاک او ذات ہے
کہیں کس زبان سوں جو تعریف ہم

کہ دریا بھرا نور ہے درم
ہزاروں درود اور ہزاروں سلام
نہاں ہے محمد علیہ السلام
(۴۲)

نامعلوم شاعر کا میلاد نامہ

”تولد نامہ منظوم“ کے عنوان سے نامعلوم شاعر کے میلاد نامہ کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور میں موجود ہے۔ یہ مخطوطہ چند دیگر مخطوطات کے ساتھ ایک جلد میں زیر نمبر ۱۹۲۳ پنجاب یونیورسٹی لاہور ورق ۳ تا ۹۶ موجود ہے۔ اس کے عنوانات فارسی میں ہیں اور سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ اس کا کاتب محمد مسلم ہے اور اس کی تاریخ کتابت ربیع الاول ۱۲۵۸ھ ر ۱۸۴۲ء درج ہے۔ چند شعر بطور نمونہ ملاحظہ ہوں:

ہوئی چار سال حضرت کی عمر جب
کنا دانی خوشی کچھ میں کروں اپ
نیا جوڑا شانہ میں پستانوں
جی کو آج میں توشہ پستانوں
منگا کر پھول کے گہرے پستانوں
بتاش شیرینی گھر گھر پستانوں
گرہ جو سال حضرت کے برہاؤں
خوشی کا ڈھول آگئی میں دہراؤں
(۴۳)

وفات نامہ، نامعلوم مصنف

ایک وفات نامہ کا اسرنگرنے ذکر کیا ہے۔ یہ عربی سے رشتہ میں ترجمہ ہے۔ اس کا ابتدائی شعر ہے:

وہی ہے سزاوار حمد و ثنا کا
کہ جس کی نہیں ابتدا انتہا
(۴۵)

اس میں کافی کی ایک غزل بھی موجود ہے مگر حاجی محمد حسین نے اس پر غمر کو بتایا کہ کافی اس مثنوی کا مصنف نہیں ہے۔ یہ وفات نامہ ۲۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور یہ مخطوطہ کانپور میں ۱۳۶۷ھ ر ۱۸۵۱ء میں لکھا گیا تھا۔

وفات نامہ نامعلوم

منظوم ”وفات نامہ“ برہم پریس دہلی کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص ”انجمن ترقی اردو پاکستان“ کراچی میں موجود ہے۔ یہ ۲۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے مصنف اور سال تصنیف کے بارے میں معلومات نہیں مل سکیں۔ اس وفات نامہ کے آخر میں مناجات فقیر ہے اور اس میں کسی فقیر نامی شاعر نے اپنے تخلص کے استعمال سے اس امر کی نشان دہی کی ہے۔ وفات نامہ کے عنوانات غلام امام شہید کے وفات نامہ سے ملتے ہیں۔ ان عنوانات اور اسلوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا سال تصنیف ۱۸۵۷ء کے بعد کا زمانہ ہے۔ اس وفات نامہ کا شمالی ہند کے ابتدائی دور کے فقیر نامی شاعر جس نے نور نامہ لکھا تھا، عنوانات اور زبان و بیان کی وجہ سے اس سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ کتابت میں املاء کی کافی اغلاط ہیں۔

بیان وفات ملاحظہ ہو:

عزیز دُرا کھول کر گوش جان
وفاتِ نئی کا سنو تم بیان
مجر کے غم میں جو آنسو بہیں
وہ آنکھیں نہ دوزخ میں ہرگز جلیں
کما آ کے جبرئیل نے یہ پیغام
کہ بھیجا ہے حق نے درود و سلام
کما ہے پھر اکملت اللہ نے
کہ اوس کو پڑھوں آپ کے سامنے
ہوئیں یعنی اب نعمتیں سب تمام
نہیں ہے قلمی و ختم کلام
خوشی سے ہوا دل سب کا باغِ باغ
ابو بکر کا دل ہوا داغ داغ
ابو بکر کے آنسو بہنے لگے
پھر اتنے میں سب یار کہنے لگے
یہ کیا ہے سب ہو ابو بکر یار
یہ پیغام سن کر ہوا زار زار
عمر نے کہا کچھ تو اسرار ہے
جماعت کا ابو بکر سردار ہے
وہی واقف رازِ خیر البشر
خدا جانے ہے کس طرح کی خبر

رحمت الرحیم فی ان کان میلاد النبی الکریم

میلاد نامہ رحمت الرحیم مطبع ابوالعطائی آگرہ کا مطبوعہ ہے۔ ناقص الآخر ہے اور ۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے مصنف کا نام نہیں مل سکا۔ سرورق پر حسب فرمائش شیخ ریاض الدین تاجر کتب، آگرہ لکھا ہوا ہے۔ قرن قیاس ہے کہ ۱۸۸۰ء اور ۱۸۹۵ء کے درمیانی عرصہ کی تالیف ہے۔ زبان و بیان، کتابت و طباعت اور کلف کی محنتی و پوسیدگی سے بھی ان شواہد کو تقویت ملتی ہے کہ یہ پچھلی صدی کی تصنیف ہے۔ مولوی عبدالرحیم ہادی کے میلاد رحمت الرحیم سے اس میلاد نامہ کا نام تو ضرور ملتا ہے لیکن اس کے عنوانات و بیانات اس سے یکسر مختلف ہیں۔

نور نبوی کے بارے میں ایک روایت ملاحظہ ہو:

”حضرت آدمؑ کے تمام بدن میں نور مچھلایا روشن تھا کہ تمام جسم آدمؑ کا نور کا پتلا بن گیا تھا۔ تمام فرشتے زیارت کرتے تھے۔ اس نور کی برکت سے آدمؑ کو حق تعالیٰ نے سب چیزوں کا علم دیا اور فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ تب آدمؑ علیہ السلام نے بارگاہ احدت میں عرض کی کہ یا رب یہ کس کا نور ہے جو میری پیشانی پر چمکتا ہے حکم آیا کہ یہ ہمارے حبیب محمد رسولہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے جو تیری پیشانی پر جلوہ افروز ہے، آپ کمال مشتاق ہوئے حکم ہوا کہ اپنے انگوٹھے کے ناخن پر دیکھو جب آدمؑ نے دیکھا تو جہاں مبارک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظر آیا۔ آدمؑ نے چوم کر آنکھوں پر رکھا اور درود پڑھا۔“ (۳۷)

فضائل درود شریف کے بارے میں چند شعر ملاحظہ ہو:

ہر مرض کی دوا درود شریف

دافع ہر بلا درود شریف

ورد جس نے کیا درود شریف

اور دل سے پڑھا درود شریف

حاجتیں سب روا ہوئیں اس کی

ہے عجب کیسیا درود شریف

آپ کے ساتھ حشر میں ہو گا

جس نے اکثر پڑھا درود شریف

جس لئے جو پڑھے وہ حاصل ہو

ہے یہ عقدہ کشا درود شریف

اس میلاد نامے میں ہر نثری بیان کے بعد موقع و محل کی مناسبت سے موزوں منظومات موجود ہیں۔ اس اسلوب کی وجہ سے محافل میلاد اور دیگر مذہبی تقریبات میں پڑھنے کے لائق ہے۔

مجموعہ مولود شریف اور وعظ شریف

”مجموعہ مولود شریف اور وعظ شریف اور حالات غوث الثقلین اور کرامات شریف“ اس میلاد نامہ کا پورا نام ہے۔ نام مصنف، سند تصنیف و طباعت درج نہیں۔ حاجی محمد عبدالقیوم تاجر کتب کلکتہ کی فرمائش پر مرتب کیا گیا اور مطبع قیومی کچھور سے طبع ہوا۔ کل صفحات ۱۷۸ ہیں۔ یہ میلاد نامہ دیگر کتب و رسائل میلاد سے بہت حد تک منفرد اور جدت و تنوع کا حامل ہے۔ اس میں ان تمام معاشرتی و سماجی برائیوں کو بیان کیا گیا ہے جن سے مال و دولت اور وقت کا ضیاع ہوتا ہے۔ ابتدائی حصے میں غوث الاعظم کی کرامات اور شرف و فضیلت کا بیان ہے۔ واعظانہ رنگ غالب ہے جس کی وجہ سے یہ میلاد سے زیادہ وعظ کی کتب معلوم ہوتی ہے۔

کش مصطفیٰ

کش مصطفیٰ ایک مختصر میلاد نامہ ہے جو مطبع مرتضائی آگرہ سے ۱۹۲۳ء میں طبع ہوا تھا۔ اس کی روایات کے بیان میں بھی کسی ماخذ کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ اس کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی میلاد خواں نے مختلف میلاد ناموں سے خوشہ چینی کر کے اس کو ترتیب دیا ہے اور اس میں عوام کی پسندیدگی کو بھی مد نظر رکھا ہے۔ اس میلاد نامے کو منشی احمد حسین بیان مسیح ادوی نے طبع کرایا ہے۔

گلدستہ معراج نامہ معلوم مصنف

معراج نامہ ”گلدستہ معراج“ دین محمدی پریس لاہور سے ۳۰ دسمبر ۱۹۳۶ء کو ملک دین محمد تاجر کتب کشمیری بازار لاہور کی فرمائش پر شائع ہوا۔ یہ نظم و نثر کے ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے۔

حضرت جبرئیل شب معراج نبی کریم کے پاس تشریف لا کر آپ کو جگاتے ہیں۔ نمونہ اشعار ملاحظہ ہو:

استراحت میں تھے مصروف شمشاہہ انام
خواب نے نرگسی آنکھوں میں کیا تھا آرام
دل میں کہتے تھے کہ بیچک ہے تروہ کا مقام
ترک آواب ہے کس طرح جگاوے یہ غلام
ہوا جبرئیل کو اس طرح سے واں پر الہام
بہر بیداری محبوب خدا کر یہ کام
اپنا منہ مل قدم پاک سے اے نیک انجام

مٹا جا منہ کو اور اہستہ کے جا یہ کلام
 ہے یہ معراج کی شب اے میرے سرور جاگو
 کیا جبرئیل ہے لینے کو پیغمبر جاگو
 در پہ جبرئیل کھڑا ہے شہ انور جاگو
 لو بلاتا ہے خدا تم کو پیغمبر جاگو
 غیرت مر میر و مد انور جاگو
 بخت پر آپ کے قریاں سکندر جاگو
 چل کے بخشش کرو امت کی بلاتا ہے خدا
 یہ شب قدر ہے اے شافع محشر جاگو
 (۳۹)

نثر کے نمونہ کے لئے براق کی تعریف سے مختصر اقتباس ملاحظہ ہو:

”تفسیر زاد المذکرین میں لکھا ہے کہ سر اس براق کا موتی کا اور کان زمرہ کے اور
 تھا لعل کا۔ جس پر یہ خط نور لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آنکھیں اس کی لعل
 کی، ناک کمریا کی، ہونٹ مونگے کے، دانت موتی کے، گردن یاقوت کی، ایال زعفران
 کی، جب سر کو بلاتا، متک جھنقی، پھیری لینے سے بالوں میں نور لہراتا، بال یال میں
 موتی پروے ہوئے۔ سم جہاں رکھتا زمین روشن ہو جاتی، چیتھ اس کی سونے کی، پیٹ
 چاندی کا، ہاتھ پاؤں زمرہ کے، دم شاخ مرجان کی، دونوں بازو طرح طرح کے جواہرات
 سے جڑے ہوئے۔“ (۵۰)

محدثہ معراج، عام فہم انداز میں لکھا گیا ہے۔ اس وجہ سے کم استعداد کے لوگ بھی اس سے کماحقہ
 استفادہ کرتے رہے۔ اس میں واقعات کی ترتیب اور اسلوب بیان کی خوبی نے زیادہ سے زیادہ عام الناس
 میں معراج النبی کی افادیت اور اہمیت اجاگر کی۔ اس طرح سے ان میلاد ناموں کی بدولت سیرت نبوی کے
 زیادہ سے زیادہ گوشوں کو جاننے اور سمجھنے کا ذوق پیدا ہوا۔

سراج منیری میلاد سید البشیر والنذیر

اس میلاد نامے کا عنوان قرآن کریم سے ماخوذ ہے۔ اس میلاد نامے میں نبی کریم کے صرف انہی
 اوصاف کو بیان کیا گیا ہے جو قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ بشیر و نذیر یعنی بشارت دینے والا اور ڈر سناتے
 والا۔ زبان سلیس و رواں ہے۔

میلاد سعدی

میلاد سعدی، شیخ غلام علی ایڈیٹر، کشمیری بازار لاہور کا مطبوعہ میلاد نامہ ۳۸ صفحات پر محیط ہے۔ سز

تصفیف و طباعت اور نام مرتب درج نہیں۔ اس میلاد نامے کا آغاز ایک حمد سے ہوتا ہے۔ یہ دراصل حمد و نعت کا ایک خوبصورت امتزاج ہے۔ اور پورے میلاد نامہ کا دیباچہ معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بعد آواب محفل میلاد شریف، کثرت درود خوانی کی برکات اور پھر نبی کریمؐ کے اوصاف حمیدہ اور فضائل پاکیزہ کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے انجیاء پر آپؐ کے تقویٰ و فضیلت کا ذکر ہے۔ میلاد سعدی میں مقبول روایات کے لئے کسی مستند کتاب کا حوالہ درج نہیں ہے لیکن بغرض تحقیق اکثر کتب ہائے سیر کے مطالعہ سے پتا چلا کہ یہ تمام مذکورہ روایات من و عن ملتی ہیں۔ کہیں کہیں زور بیان دکھانے کے شوق میں قافیہ آرائی کا التزام کیا ہے یا پھر ایسی روایات ہیں جو دوسری کتابوں سے بیحد نقل کر لی گئی ہیں۔ زبان و بیان عام طور پر وقت و ثقافت سے پاک ہے۔ بطور نمونہ درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

”ولادت نبی کریمؐ کا جب وقت قریب ہوا۔ دن نے آرزوی کہ خداوند تعالیٰ اس نعمت عظمیٰ سے مجھے مشرف فرما۔ رات کی تمنا تھی کہ یہ دولت ہائے سعادت مجھے حاصل ہو۔ اس وقت باری تعالیٰ سے ارشاد ہوا کہ اے لیل و نہار تم ہرگز غم نہ کرو۔ ہم نے تم دونوں کی دعا قبول فرمائی۔ اپنے حبیبؐ کا ہم ایسے وقت ظہور فرمائیں گے جب تم دونوں کے حصے اور جز شامل ہوں گے یعنی صبح صادق کے وقت حضور سرور کائناتؐ رونق افرائے محفل عالم ہوئے۔“ (۵۱)

بحیثیت مجموعی مولود سعدی اپنے طرز نگارش اور روایات کے بیان کے لحاظ سے بہتر میلاد نامہ ہے۔ مولود سعدی کے نام سے مطبع مجتہبی لکھنؤ سے کئی بار چھپا۔ اس کا ایک مطبوعہ نسخہ کتب خانہ خاص ”انجمن ترقی اردو پاکستان“ کراچی میں موجود ہے۔ اس کے عنوانات میں ”معراج“ اور فضائل نماز کا اضافہ ہے۔

نور نامہ رسول مقبولؐ

نور نامہ رسول مقبولؐ رحمن برادر س، شاعرغ لیاقت کراچی کا چچا ہوا ہے۔ اس پر مصنف کا نام اور سال طباعت درج نہیں ہے۔

اس نور نامہ میں بیان ولادت، معراج، معجزات، وفات النبیؐ اور قصہ حلیمہ سعدیہؓ و حضرت بلالؓ بھی شامل ہیں۔

منظوم نور نامہ میں حمد و نعت کے بعد پیدائش نور محمدیؐ رفتن نور پیش آب، باد، آتش و خاک، استاد نور نامہ، شامک النبیؐ، عہد نامہ، مناجات ابو بکر صدیقؓ کے عنوانات ہیں۔ بیان ولادت میں فضائل و مراتب، شرف نسب، ولادت شریفہ، زمانہ طفلی، زمانہ شباب، تائید اور وفات مبارکہ کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ معراج کے بیان میں سارے واقعات منظوم ہیں، اس میں مکالمہ زمین و آسمان، دعاء فلک بجناب باری تعالیٰ، شب معراج، تشریف لے جانا حضورؐ کا عرش پر، قصہ یمودی مگر معراج، قصہ فروزان جابرؓ اور علامات قیامت شامل ہیں۔ وفات نامہ، قصہ حلیمہ سعدیہؓ و حضرت بلالؓ بھی منظوم ہیں۔ معجزات میں معجزہ شق القمر،

’عجروہ درشت‘ ’عجروہ ہرنی‘ ’عجروہ مسجد اور ’عجروہ کھجور منجموم ہیں۔
نور محمدیؑ کے بارے میں چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

نئیؑ اور جبرئیلؑ اک دن تمام
تھے آپس میں یا یکے دگر ہم کلام
مگر فاطمہ بھی تھیں حاضر وہاں
نئیؑ سے کہا یہ کرو تم یہاں
کہ تم ہو بڑے یا کہ میں جبرئیلؑ
مجھے اس کی بتلاؤ اب تم دلیل
یہ جبرئیلؑ بولے نبیؑ سے کلام
بڑے ہو تمہیں اسے نبیؑ ڈوا لکرام
ولیکن تو ہوں عمر میں میں بڑا
کہ سن سال میرا ہے تم سے سوا
نئیؑ نے کہا اے افی! جبرئیلؑ
بتا عمر کی مجھ کو اپنی دلیل
کہا پھر یہ جبرئیلؑ نے اے رسولؑ
خدا کی تو درگاہ میں ہے قبول
مگر مجھ سے آگے تھا اک جگہ
ستارہ جو تھا حق نے پیدا کیا
ہوا قدرت حق سے جب وہ بلند
ستارہ جو تھا نور سے ارجحہ
ہوا وہ پڑا سال ستر ہزار
لیا پھر بلندی پہ اس نے قرار
نئیؑ نے کہا وہ مرا نور تھا
ستارہ جو دیکھا ہے تو نے سدا
سو اس سے پہلے مرا نور تھا
کہ لاکھوں برس پہلے موجود تھا

(or)

نور نامہ کی تمام منقبات میں روانی ہے۔ اس میں ان بحور کی خاص موسیقیت کا بھی عمل دخل ہے جو مجلسی ضروریات کے تحت لکھی جانے والی مثنویوں میں بکثرت استعمال ہوتی ہیں۔

مولود و پسند

مولود و پسند ۱۹۳۹ء میں مطبع مجیدی، کانپور نے شائع کیا۔ اسے حاجی محمد سعید تاجر کتب، کلکتہ کی فرمائش پر مرتب کیا گیا۔ اس کی ابتداء آیات قرآنی اور درود تاج سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد درج ذیل عنوانات ہیں:

فضائل درود شریف، قصیدہ عربی برزنجی شریف، نور نبوی، کابیان، عربی قصیدہ رسالت، نعت بزبان اردو، قصیدہ نبی کریم، بزبان عربی، خمس عربی، قصائد سرور کائنات، بزبان فارسی، روایات ولادت عربی زبان میں، ولادت مقدسہ، بیان تولد منظوم، قصیدہ سلام بزبان عربی، بیان تولد مع بیان وفات حضرت عبداللہ، قصیدہ قیام عربی اور اردو میں، میلاد یہ منظومات، مناجات اردو، مناجات حضرت ابوبکر صدیقؓ عربی میں، اور مناجات در نعت رسالت، از لطف بریلوی۔

فضائل درود شریف سے نثر کا نمونہ ملاحظہ ہو:

”ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول جائے وہ ہشت کے راستے کو بھول جائے اور فرمایا نبی کریمؐ نے کہ تین شخص قیامت کے دن میرا منہ نہیں دیکھیں گے اول نافرمانی کرنے والے ماں باپ کی، دومرے ترک کرنے والے میری سنت کو، تیسرے وہ شخص کہ اس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ وہ دوزخی ہے۔ فرمایا نبی کریمؐ نے جو شخص جمعہ کے دن بعد نماز عصر کے ۸۰ مرتبہ اس درود شریف کو پڑھے۔ اسی برس کے گناہ اس کے معاف کئے جائیں وہ درود شریف یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ“ (۵۳)

اس میلاد نامے میں روایات کے بیان میں قرآن و حدیث کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ نیز نزہت المجالس، بحر الرائق، فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ تہ، تفسیر روح البیان، مدارج النبوت، جمع الجوامع، برزنجی شریف اور روش الاحیاء سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

ان لوگوں کا کیا اچھا نصیب ہے جو محفل میلاد میں شامل ہو کر ذکر خیر سنتے ہیں۔ اور ثواب بے حساب بارگاہ رب العالمین سے پاتے ہیں:

مالک الملک لا شریک لہ

وحدہ لا الہ الا هو

کر کے مالک کا شکر پڑھ کے درود

کرتا ہوں ذکر محفل مولود

مومنو یاں ادب سے آؤ تم

عطر خلت بنا کے لاؤ تم

ذکر خیر الوریٰ کی محفل ہے

مولد مصطفیٰؐ کی محفل ہے

جن کو سب انبیاء نے مانا ہے
ان کے مولد کا شادیانہ ہے
جہاں یہ ذکر خیر پاتے ہیں
لکھے رحمت فرشتے آتے ہیں
پڑھتے کثرت سے ہیں درود اس میں
کیوں نہ رحمت کا ہو درود اس میں
(۵۴)

اس قسم کے میلادِ قصائد و منظومات میں نادر خیالی اور جدت طرازی کا عنصر نمایاں ہے۔ نثر میں بھی زور بیان ہے۔ عربی اور فارسی قصائد میں ایسی علمی اصطلاحات ہیں جن کی صحیح تفہیم سے عام قابلیت کے لوگ محروم رہتے ہیں۔ عربی فارسی کے قصائد میں الفاظ و ترکیب کا شکوہ اور بے پناہ علیت کا اظہار ہے۔

میلادِ دین محمدیؐ

میلادِ دین محمدیؐ کے موافق کا نام نہیں مل سکا۔ یہ میلاد ۱۹۰۵ء میں مجتہبی پریس، دہلی میں طبع ہوا۔ کتابتِ اعلیٰ درجے کی ہے۔ زبان نہایت سادہ و سادہ اور سلیس ہے۔ کتاب کاغذ پر طبع شدہ ہے۔ اس کی ضخامت ۱۳۶ صفحات پر محیط ہے۔ عام میلاد ناموں کی روایات کے بیان کے علاوہ اس میں نبی کریمؐ کا شجرہ طیبہ بھی دیا گیا ہے۔ تاریخی انداز میں اہل عرب کی ایامِ جاہلیت کی بہت سی رسومات قبیحہ قلبند کی گئی ہیں۔ میلادی روایات شواہدِ النبوت اور روضۃ الاحباب سے ماخوذ ہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ مصنف نے سیرت ابن ہشام، مواہب اللدنیہ اور نزہت المجالس سے بھی استفادہ کیا ہے۔ نزہت المجالس سے یہ روایت نقل کی گئی ہے:

”محترمہ آمنہؑ خاتونِ فرماتی ہیں کہ ایامِ مہمل کے پہلے ماہ حضرت آدمؑ نے
دوسرے ماہ حضرت شیثؑ نے، تیسرے ماہ حضرت ادریسؑ نے، چوتھے ماہ حضرت نوحؑ
نے، پانچویں ماہ حضرت ہودؑ نے، چھٹے ماہ حضرت ابراہیمؑ نے، ساتویں ماہ حضرت موسیٰؑ
نے، بشارت تشریف آوری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دی۔“ (۵۵)

ایامِ رضاعت کے حالات اس میلاد نامے میں طبرانی اور بیہقی کے حوالے سے بیان کئے گئے ہیں۔
”علیہؑ فرماتی ہیں کہ میں جس وقت اپنے خاوند کے ہمراہ شیر خوار بچے کو ساتھ
لے کر پرورش اطفال کی خدمت تلاش کرنے کے سلسلے میں اپنے گاؤں سے شرمکہ آتی تو
اس وقت قطہ کا زمانہ تھا۔ میری اونٹنی دو سری اونٹنیوں سے کمزور تھی۔ اس لئے اپنے
ہمراہوں سے میں پیچھے رہ گئی اور میرے ساتھ والیوں نے امراء مکہ کے تمام بچے
پرورش کے لئے لے لئے اور صرف ایک یتیم بچہ رہ گیا جس کو یتیمی کے باعث
پرورش کے لئے کسی نے نہیں لیا۔ آخر جب تمام عورتیں مکہ سے لوٹ گئیں۔ تو میں

نے اپنے خاوند سے مشورہ کیا کہ خالی ہاتھ جانے کی نسبت یہ مناسب ہے کہ ہتیم بچے کو ہی لے لیا جائے۔ میرے خاوند نے بھی یہ مشورہ قبول کر لیا۔ ہم دونوں عبدالمطلب کے گھر آئے اور چاند سے زیادہ خوبصورت بچے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور میں ان کے چہرہ مبارک کو زیادہ دیر تک دیکھنے کی تاب نہ لا سکی۔" (۵۶)

عصر حاضر میں سلیس و سادہ زبان میں شعراء و صوفیاء نے محافل میلاد میں پڑھنے کے لئے بکثرت میلاد نامے لکھے ہوئے اثر و تاثیر کے اعتبار سے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتے تھے۔ ان میں بیشتر میلاد نامے ایسے بھی ہیں جو کسی مطبع کے مالک کی فرمائش پر لکھے گئے اور ان پر کسی بھی مولف یا مصنف کا نام نہیں ہے۔ اس قسم کے میلاد ناموں میں "میلاد دین محمدی" بھی ہے۔

منظوم میلاد رسول مقبولؐ

منظوم میلاد رسول مقبولؐ مطبوعہ رحمان برادر س کراچی ہے۔ سامعین منظومات کو اذہر کر لیتے ہیں۔ اس میلاد نامے میں ترنم "تاثر" صداقت اور موسیقیت مہنود ہے۔ اس میں سے "معجزہ شق القمر" کا ایک ٹکڑا درج ذیل ہے:

"کسی اور راوی نے یوں ہے کہا
ہر اک پارہ مر ہوا جب جدا
ہر اک ٹکڑے میں فرق اتنا ہوا
نظر بچ میں آیا کوہ جدا
پھر اک دم میں ٹکڑا ہر اک آ ملا
قمر جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا
وہاں سب نے دیکھا جو یہ معجزہ
لگا کوئی کہنے کہ صلی علی
مشرف بہ اسلام یعنی ہوئے
بہت لوگ جادو کے دھوکے رہے
خصوصاً ابو جہل نے یوں کہا
ہے جادو صریحاً نہیں معجزہ
یہ دھوکا فقط ہے ہمارے لئے
نہیں ٹکڑے جڑگز ہوئے چاند کے
کہ ہم لوگوں کو ایسا آیا نظر
کہ دو ٹکڑے ہاں ہو گیا ہے قمر
زمین پر تو چلتے ہیں جادو سبھی

نہیں چلا ہے آسمان پر کبھی
 کوئی جادوگر کوئی ساحر ہو مگر
 تا جادو چلے گا کوئی چرخ پہ
 مگر ہے عجز کا جادو بڑا
 کہ بالائے افلاک چلے گا
 ازل سے کیا حق نے جس کو شقی
 بجا لائے کیوں کر وہ قول نبیؐ
 نجل ہو کے انہیں میں پھر یوں کہا
 یوں ہی سحر کرتا ہے وہ برطا
 یہ فرمایا حضرتؑ نے پھر ایک بار
 کرو معجزہ کو نہ جادو شمار
 بس حجت حق ہے تم پر تمام
 تمہیں ہم نے سمجھا دیا والسلام

(۵۷)

اسی طرح دوسرے معجزات بھی نہایت روانی کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ مولف کا نام اور سال تصنیف و
 طباعت کا اس میں کہیں اندراج موجود نہیں۔

غیر مسلم شعراء کی میلادیہ منظومات

نبی کریمؐ سے عشق و محبت ہر مسلمان کے ایمان کی بنیاد و اساس ہے۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی نبی کریمؐ سے والہانہ وابستگی و شیفتگی کا صحیح اندازہ کرتا ہے حد دشوار ہے کیونکہ آج مسلمان یقیناً وہ نہیں ہیں جو کبھی تھے۔ ان کے اوصاف کے جوہر درخشاں ماند پڑ گئے ہیں۔ لیکن اس اعتراف حقیقت کے باوجود مسلمانوں کے سینوں میں حب نبویؐ کا جذبہ بدستور محفوظ ہے بقول اقبال:

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آہوے ما ز نام مصطفیٰ است

مسلمانوں کے اس عشق رسالتؐ کے جذبہ نے لاکھوں غیر مسلموں پر بھی گہرا اثر ڈالا۔ برصغیر میں اسلام ابتداء ہی میں پہنچ گیا تھا۔ یہ ناممکن تھا کہ صدیوں سے یکجہلی اور مخلوط معاشرت کی وجہ سے غیر مسلم اسلام سے متاثر نہ ہوتے۔ اس کے علاوہ نبی کریمؐ کی ذات ستودہ صفات کے حسن اخلاق، انسان دوستی، مومن و کافر سے مساویانہ سلوک، رحم دلی، سخاوت، انصاف اور بنی نوع انسان کی بھلائی پر مبنی تعلیمات و ارشادات اور ان پر عمل ایسے اوصاف حمیدہ ہیں جن کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ نبی کریمؐ کے انہی محلد جیل نے مسلم و غیر مسلم کو یکساں طور پر متاثر کیا۔ ان اثرات کے زیر اثر لاکھوں خوش نصیب مسلمان ہو گئے۔ لاکھوں کے عقائد و نظریات میں بنیادی تعمیر پیدا ہوا۔ سینکڑوں اپنے عقائد پر قائم رہے لیکن نبی کریمؐ کے بارے میں مسلمانوں کی طرح محبت افروز جذبات کا اظہار کرتے رہے۔

جنہوں نے اپنے الفت و محبت کے جذبات کو شعری قالب میں ڈھالا۔ ان کی مدحت خیر الانام کے نمونے دینی دور سے ملتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی نے سیاسی و معاشرتی عوامل کے زیر اثر غیر مسلم شعراء کی مدحت رسالتؐ کی روایت کو مقدار اور معیار کے اعتبار سے آگے بڑھایا۔ جدید علوم اور برصغیر کی سماجی و تمدنی تبدیلیوں نے اہل قلم حلقوں میں رواداری کی فضا کو جنم دیا۔ مذہبی و ثقافتی اجتماعات میں ایک دوسرے کے مشابہت کو خراج تحسین پیش کرنے کا جذبہ فروغ پانے لگا۔ علامہ اقبالؒ کی تھکس سوای رام تیرتھ، نیا شوالہ اور ٹانک وغیرہ اسی جذبے کے تحت لکھی گئی ہیں۔

غیر مسلم شعراء میں مداراجہ سرکشن پر شاہ پنڈت بال مکند عرشی ملیانی، جگن ناتھ کمال کرتار پوری، لالہ مری دھر شاہ دہلوی، چاند ہماری لال، مسیا ماتھر جے پوری، تلوک چند محروم، سردار کتور مندر سنگھ بیدی، سحر، جگن ناتھ آزاد، پنڈت امر ناتھ ساحر دہلوی، لالہ بیلی رام کشمیری، تلینڈ طالب بنارس، منشی شکر لال سلقی، سارنپوری، پنڈت ہری چند اختر، لالہ بھٹی ترائن سحابت پوری، بابو شیم سندھ پاصر کشمیری، چوہدری دلو رام

کوثری، رانا بھگوان واس، سروار گور بخش سنگھ، مخمور جالندھری، بابو روشن لعل نصیم، پنڈت تربھون ناتھ زار دہلوی، بابو کشور شوق رامپوری، لالہ امر چند قیس جالندھری، پنڈت جے نبیو لال قانی، لالہ چندی پرشاد شیدا دہلوی، پنڈت برجموہن لال زبیا امرتسری، لالہ پال گیتا وفا دہلوی، منشی پیارے لال رونق دہلوی، پنڈت جگن ناتھ پرشاد انند، نزدیو سنگھ اشک جالندھری، پنڈت گیشی لال خستہ دہلوی، لالہ چنوں مل نافذ دہلوی، تلیند نیمود دہلوی، لالہ ہمداری لال شانت، پرکاش ناتھ پرویز، رام جی لال گوہدر، بابو برج گوپی ناتھ بیکل امرتسری، چمن لال چمن، پریمو دیال عاشق لکھنوی، پردیسی جی بدھچاری، سندھ لال حمید تھری، سرواد شیر سنگھ غنیم فرخ آبادی، گوری پرشاد ہمد، شریستی رام پیاری دیوی لکھنوی، شریستی بوادتی ایلہ سرواد بوڑ سنگھ ہیر امرتسری، منشی مہا دیو پرشاد سانی، بیلپوری، بیت پال اختر رضوانی، کرشن لال موہن، برہم ناتھ دت قاصر گورو اسپوری، منشی شیشور پرشاد منور لکھنوی، شیش چندر سکینہ طالب دہلوی، پنڈت رام پر تاپ اکمل، شوچن واس اختر بنگالوی، تیج دت رائے ساحر سانی، پنڈت اندر جیت شرما میرٹھی، لالہ سرواری لعل نشتر میرٹھی، لالہ رام سروپ شیدا، ہرگوپال تفت، یوگندر پال صابر، پنڈت آئند موہن گھزار دہلوی، لالہ سالک رام سالک، گوہند پرشاد فقہا، ادوڑہ رائے، پنڈت بٹن زائن حامی بریلوی، راجیندر ہمدور موج، لالہ مدن لال ساحر اور شکر لال سانی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ سینکڑوں وہ شعراء بھی ہیں جن کی منظومات مقامی حلقوں سے باہر نہ آسکیں یا مختلف مقامی اخبارات و رسائل میں طبع تو ضرور ہوئیں لیکن ان کا بکھرا ہوا کلام یکجا نہ ہو سکا۔ ہندو شعراء کے مدحت خیر الانام کے حوالے سے تین مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ ان میں ”آوان بت کدہ“ مرتبہ منشی محمد دین فوق، ”ہندو شاعر اور دیار رسول“ مرتبہ محمد محفوظ الرحمان اور ”ہندو شعراء کا نعتیہ کلام“ مرتبہ قانی مراد آبادی شامل ہیں۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد شاو کے نعتیہ کلام کا مجموعہ پہلی بار ۱۳۳۶ء میں ”ہدیہ شاو“ کے نام سے شائع ہوا۔ عرش ملیانی کا نعتیہ مجموعہ کلام ۱۹۵۳ء میں ”آہنگ تجاز“ کے نام سے چھپا۔

غیر مسلم شعراء نے محسن انسانیت کی اس دنیا میں تشریف آوری پر ہدیہ عقیدت پیش کیا ہے۔ چند شعراء کے کلام سے اشعار ملاحظہ ہوں:

جگن ناتھ کمال کرتار پوری

بڑی ہی منتوں کے بعد شام بکھر آئی
شب اندوہ و غم گزری سہاوت کی سحر آئی
رہن جبر کو تسکین کی صورت نظر آئی
کہ کانوں میں ندائے آمد خیر ابشر آئی
ہر اک بیٹھے ہوئے دل میں خوشی کا ولولہ اٹھا
ہر اک جانب سے شور آمد خیر الوری اٹھا
دعای الاول آتے ہی جہاں میں تازگی آئی
گلستان تمنا میں بہار سردی آئی

اسی کی بارہویں شب بھی بٹان دہری آئی
 نرا یہ غیب سے آئی کہ روح زندگی آئی
 مجسم ہو کے نور سرمدی آیا بشر ہو کر
 جناب آمنہ کی گود میں آیا پسر ہو کر
 غریبوں کے فمال آرزوے دل میں پھل آئے
 گرے مینار کسریٰ کفر و بدعت میں خلل آئے
 بجھا آتش کدہ جب مظہر نور ازل آئے
 زمیں چڑی بتوں نے سجدے میں لات و بیل آئے
 امین آمنہ سے بزم ہستی جگمگا اٹھی
 زمانے بھر میں امیدوں کی کھیتی لہلہا اٹھی
 مبارکباد دینے کے لئے روح الامیں آئے
 مبارک ہو کہ بزم وعر میں خلوت نشیں آئے
 امین جنس وحدت آئے ختم المرسلین آئے
 محمد مصطفیٰ محبوب رب العالمین آئے
 وہ استاد ادب، عالی نسب، ماہ عرب آیا
 وہ مقصود طلب، کل کا سبب، امی لقب آیا
 (۵۸)

لیکن ہاتھ کمال کرتا رہوری کے چند مزید اشعار ملاحظہ ہوں :

دنیا میں جب وہ ساعت اکرام آ گئی
 اپنی جگہ پہ گردش ایام آ گئی
 دن ڈھلتے ڈھلتے دھوپ لب بام آ گئی
 تفسیر والضحیٰ کے لئے شام آ گئی
 واللہ تھی شروع کہ خورشید چھپ گیا
 چھپتا نہ کیوں، یہ مہر رسالت کا وقت تھا
 کیا کیا نہ معجزے ہوئے وقت ورود میں
 مصروف تھے ملاکہ ذکر و درود میں
 مشغول تھے بشر بھی قیام و قہوہ میں
 یعنی کہ ہمت و ہود تھے سجدہ سجود میں
 کہتے تھے سب کہ صل علیٰ کیا ظہور ہے

تو یہ ہے کہ چل علیٰ شع طور ہے
ظاہر جب آنحضورؐ کے انوار ہو گئے
آتشِ کدے تھے جتنے وہ فی النار ہو گئے
کسریٰ محل میں ڈھیرؒ وہ مینار ہو گئے
لات و اہل بھی ساجد سرکار ہو گئے
لگا جب آفتاب وجود حضورؐ کا
گل ہو گیا چراغِ بتوں کے غرور کا
(۵۹)

سرورِ بشتِ شکہ بیکل

اک جہالت کی گھٹا تھی چار سو چھائی ہوئی
ہر طرف غلطِ خدا پھرتی تھی کھیرائی ہوئی
شاخِ وسعہ داری کی تھی بے طرح مرجھائی ہوئی
لہلہا اٹھی تری جب جلوہ آرائی ہوئی
ترے دم سے ہو گئیں تاریکیاں سب منتشر
پا مٹھی راحت ترے آنے سے چشمِ منتظر
(۶۰)

چمن لال چمن

وہ جس کے آنے سے کھلی
دل کے گلستان کی کھلی
پھر پھولنے پھلنے کھلی
جو شاخ تھی سوکھی ہوئی
نئی ہوئی پھوٹی ہوئی (۶۱)

کالی داس گپتا رضا

نعت کے بدلے رضا آج سنائی جو غزل
واقعی یہ تھیں "میلاد" میں سو جی اچھی
(۶۲)

حکمت ہے کالی کالی، مسین پھول پھول ہے
یہ روز بے مثال ہے، ولادتِ رسول ہے

(۶۳)

نوبت رائے شوخ

محمد حبیب خدا بن کے آئے
وہ ہر دل کے دکھ کی دوا بن کے آئے
(۶۳)

چٹ بگن ناتھ آزاد

حقیقت کی خبر دیتے بشیر آیا
شمنشاسی نے جس کے پاؤں چومے وہ فقیر آیا
(۶۴)

سرکشن پر شاو شاو

ملک عرب میں پیدا ہوا سرور ساری خدائی کا
کون ہوا ہے آج تک ایسا سرکاروں میں سرداروں میں
(۶۵)

شیام سندر باصر کاشمیری

دنیا کو تم نے آ کر پر نور کر دیا ہے
اور علمتوں کو یکسر کافور کر دیا ہے
(۶۶)

بگن ناتھ آزاد کی نظم "عید میلاد" سے چند شعر

روئے کیسی سے مٹی کمتر و مہتر کی تمیز
ایک پیغام مساوات ملا آج کے دن
اور صحراؤں کی دنیا میں بہکنے نہ دیا
کارواں! تجھ کو ملا رہتا آج کے دن
عالم قدس سے مہکی ہوئی آئی جو نسیم
غنیچہ انساں کے مقدر کا کھلا آج کے دن
آب و گل ایک زمانے سے تھے مصروف دعا
رب اکبر نے سنی ان کی دعا آج کے دن

اس طرح خاک کی تقدیر کا تارا چمکا
 ذرہ خاک تھا تاروں سے سوا آج کے دن
 (۶۸)

چاند ہماری لال صبا ماتھر

عید میلاد النبیؐ کی بزم ہے آراستہ
 آج ہوتا چاہئے اظہار شان مصطفیٰ
 (۶۹)

چمن سرن ناز ملک پوری

موج بحر روشنی اٹھی، کرن بن کے چلی
 آدمی کی شکل میں نور خدا پیدا ہوا
 جس پر بشر کو ناز ہے ایسا بشر پیدا ہوا
 صاحب خرد پیدا ہوا، صاحب نظر پیدا ہوا
 (۷۰)

ان میلادینہ اشعار کے بعد پنڈت جگن ناتھ آزاد، رانا بھگوان داس بھگوان، لالہ رام سروپ شیدا اور
 کتور مندر سنگھ بیدی بحر کے سلاموں سے اشعار ملاحظہ ہوں، یہ سلام بھی اظہار عقیدت کے و پذیر نمونے
 ہیں:

پنڈت جگن ناتھ آزاد

سلام اے گل بھانی، سلام اے نور ہدائی
 سلام اے وقت کی تقدیر کے ماتھے کی تابانی
 سلام اے نازش و فخر و وقار آدم فانی
 سلام اے بزم تاریک جہاں میں شمع نورانی
 (۷۱)

رانا بھگوان داس بھگوان

السلام اے شمع انوار جہاں
 السلام اے آئینہ دار کن فکاں
 (۷۲)

لالہ رام سروپ شیدا

اے رسول پاک باطن، خوں حق آشنا
پیشوائے دین و ملت، حامی ملک خدا
تیری الفاظ و معانی سے ہے بالاتر ثنا
شکر میں تیری کہا جس الغنی بدرالعی
بھیجتی ہے خلق خدا تجھ پہ یوں صدبا سلام
(سورہ)

کنور مندر سنگھ بیدی سحر

سلام اے رہبر عالم ہنسا ہے
بدنیا و بہ عقی یادشا ہے
سلام اے مظہر انوار ایزد
سلام اے خلقت عالم کے مقصد
سلام اے ناخداے کشتی دین
سلام اے عشق را قانون و آئین
سلام اے رہبر حرم کردہ راہاں
سلام اے مای عیب و گناہاں
سلام اے معرفت کی سے کے ساقی
سلام اے جلوہ انوار باقی
سلام اے دل کے اندر بسنے والے
سلام اے سب حینوں سے نزالے
سلام اے درد پیدا کرنے والے
سلام اے سب کو اپنا کرنے والے
سلام اے مونس اپنے غم زدوں کے
سلام اے مالک اچھوں کے بدوں کے
سلام اے جنت طیبہ کے باشی
سلام اے غمزہ جلوہ پاشی
سلام اے صاحب بود و عطایا
سلام اے سب کے مولیٰ سب کے آقا
سلام اے کہنے والے فقر فخری
سلام اے یکسوں کے یار و حامی

(۷۳)

ان غیر مسلم شعراء کے محبت پرور قلوب پر نظر ڈالئے جنہوں نے نبی کریمؐ کے میلاد و سلام اور مدحت میں ایسے پاکیزہ اور دلولہ انگیز جذبات کا اظہار کیا ہے۔ اس راہ میں شرع، عقل اور جذبات تینوں میں مطابقت رکھنا بڑا کٹھن مرحلہ ہے۔ ہندو اور سکھ شعراء نے اس راہ کی ذمہ داریوں کو کامیابی سے نبھایا ہے۔ کچھی نرائن شفیق نے اپنے معراج نامہ میں معراج کے واقعات شاعرانہ انداز میں بیان کئے ہیں۔ انہوں نے مثنوی کی ہیئت میں شعری التزام اور برجستگی کو ملحوظ رکھا ہے۔ غیر مسلم شعراء نے اپنی میلاد و مدح منکلمات میں قرآن و حدیث کے حوالے دیئے ہیں۔ اسلوب بیان میں عربی و فارسی کے الفاظ و تراکیب کہیں اجنبیت اور غیریت کا احساس نہیں ہونے دیتے۔ ان شعراء کے کلام کی صفائی، برجستگی سلاست و روانی اور فنی مہارت ان کے ہنر و پائیدہ شعور کی روشن دلیل ہے۔ ترنم و موسیقی کے عناصر نے حسن و تاثیر میں کیف اور فضا پیدا کر دی ہے۔

شفیق اورنگ آبادی (م ۱۸۰۸ء)

کچھی نرائن نام، صاحب اور شفیق تخلص کرتے تھے۔ بڑے عالم و فاضل اور قادر الکلام شاعر گذرے ہیں۔ ان کے معراج نامہ کی سب سے بڑی فضیلت و خصوصیت یہ ہے کہ ایک غیر مسلم شاعر کا لکھا ہوا ہے۔ الفاظ کا انتخاب مصرعوں کی برجستگی اور زبان کی صفائی دیکھنے کے لائق ہے۔ شاعر نے شب معراج کی کیفیت بڑے موزوں الفاظ میں بیان کی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

عجائب رات تھی وہ نور افشاں

کہ ہر کوکب تھا اک مہر درخشش

کہوں مگر رات اس کو، ہے تامل

کہوں مگر، دن، تو عالم میں پڑے غل

غرض غفلت، سمجھوں پر چھا رہی تھی

خود، واردئے حیرت کھا رہی تھی

سفیر نیک بچے، پیغام لایا

سلام حق کہا، اور یہ سنایا

در حجرو پہ وہ آجوز کر بات

کہا سرور ترے پر حق کی صلوات

چل اٹھ اے شہرہ کہ ہے معراج تیرا

غنی بھی آج ہے محتاج تیرا

یہ معراج نامہ بڑا مختصر ہے اور صرف ۱۰۳ ابیات پر مشتمل ہے مگر کوزہ میں دریا سا گیا ہے۔ اس کا مخطوط کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی میں موجود ہے۔ (۷۵) انہیں آزاد بلکرائی سے ملنے

کا شرف حاصل تھا۔ تصویر جاننا، ان کی ایک مشہور مثنوی ہے۔ یہ معراج نامہ بھی دراصل ان کی ضخیم مثنوی "آئینہ خانہ ممتاز" کا ایک حصہ ہے۔ یہ مثنوی ۱۷۹۵ء میں لکھی گئی تھی۔ اس معراج نامہ کو مولوی عبدالحق رسالہ اردو میں مع تعارف شائع کر چکے ہیں۔ (۷۶)

دنیاۓ اسلام میں جشن ہائے عید میلاد النبیؐ کا انعقاد

مکہ مکرمہ میں میلاد النبیؐ

روز پیدائش نبی کریمؐ مکہ مکرمہ میں بڑی خوشی منائی جاتی اور اس کو عید یوم ولادت رسول اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا۔ حرم شریف میں حنفی مصلیٰ کے پیچھے مکتب فرش بچھایا جاتا۔ شریف مکہ اور کمانڈر حجاز مع اسٹاف لباس فاخرہ زیب تن کر کے آموہو ہوتے۔ اور نبی کریمؐ کی جائے ولادت پر نعت خوانی کر کے آتے۔ حرم شریف سے مولد النبیؐ تک دورویہ لائینوں کی قطاریں روشن کی جاتیں۔ جائے ولادت اس روز جہ نور بنی ہوتی۔ ۱۱۔ ربیع الاول بعد نماز عشاء حرم شریف میں محفل میلاد منعقد ہوتی۔ ۱۲۔ ربیع الاول کی مغرب سے ۱۳۔ ربیع الاول کی عصر تک ہر نماز کے وقت ۳۱۔ توپ سلامی قلعہ جیاد سے ترکی توپ خانہ سے کرتا۔ مکہ مکرمہ کی تقریب میلاد کے بارے میں ماہنامہ ”طریقہ“ سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”گیارہویں ربیع الاول کو مکہ مکرمہ کے در و دیوار عین اس وقت توپوں کی صدائے بازگشت سے گونج اٹھے جب کہ حرم شریف کے مؤذن نے نماز عصر کے لئے اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدا بلند کی سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مبارکباد دینے لگے۔ مغرب کی نماز ایک بڑے مجمع کے ساتھ شریف حسین نے حنفی مصلیٰ پر ادا کی۔ نماز سے فراغت پانے کے بعد سب سے پہلے قاضی القضاۃ نے حسب دستور شریف صاحب کو عید میلاد کی مبارکباد دی۔ پھر تمام وزراء اور ارکان سلطنت ایک عام مجمع کے ساتھ جس میں دیگر اعیان شہر بھی شامل تھے نبی کریمؐ کے مقام ولادت کی طرف روانہ ہوئے۔ مولد النبیؐ تک راستے میں دو دوریہ اعلیٰ درجے کی روشنی کا انتظام تھا اور خاص کر مولد النبیؐ تو اپنی رنگ برنگ روشنی سے رنگ جنت بنا ہوا تھا۔ زائرین کا یہ مجمع وہاں پہنچ کر مودب کھڑا ہو گیا اور ایک شخص نے نہایت موثر طریقے سے سیرۃ النبیؐ بیان کی جس کو تمام حاضرین نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ سنتے رہے۔ اس کے بعد شیخ فواد نائب وزیر خارجہ نے ایک برجستہ تقریر کی جس میں عالم انسانی کے اس انقلاب عظیم پر روشنی ڈالی کہ جس کا سبب وہ خلاۃ الوجود ذات تھی۔ آخر میں ایک مقرر نے نعتیہ قصیدہ پڑھا۔ اس کے بعد سب نے مقام ولادت کی ایک ایک کر کے زیارت کی پھر واپس ہو کر حرم شریف میں نماز عشاء ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب حرم شریف کے ایک دالان

میں سالانہ بیان میلاد سننے کے لئے جمع ہو گئے۔ یہاں بھی مقرر نے نہایت خوش اسلوبی سے نبی کریمؐ کے اوصاف و شمائل بیان کئے۔ عید میلاد کی خوشی میں تمام بچہریاں، وقار اور مدارس بھی بارہویں ربیع الاول کو ایک دن کے لئے بند کر دیئے گئے۔^{۳۷۷}

مکہ مکرمہ میں مولد النبیؐ پر محفل میلاد کے انعقاد کا ذکر متعدد علماء نے کیا ہے۔ علامہ ابن جوزی (۷۸۰ھ) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۷۹۰ھ) شیخ قطب الدین الغنی (۸۰۰ھ) جمال الدین محمد بن جبار اللہ بن ظہیر (۸۱۰ھ) مفتی عنایت احمد کاکوروی (۸۲۰ھ) اور شیخ محمد رضا مصری (۸۳۰ھ) نے ربیع الاول کو مکہ مکرمہ میں میلاد منائے جانے کے سلسلہ میں اپنی کتب میں نشان دہی کی ہے۔ نیز مولد النبیؐ کی زیارت اہل مکہ کا صدیوں پرانا معمول تھا۔ امام ابو الحسن محمد بن احمد المعروف بہ ابن جبیر اندلسی (المتوفی ۷۳۳ھ) نے اپنے تاریخی سفر نامے میں مولد النبیؐ کی زیارت کے بارے میں لکھا ہے:

”مکہ کی زیارت میں سے ایک مولد پاک بھی ہے۔ اس مقام کی مٹی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے اس کائنات میں سب سے پہلے محبوب خدا کے جسم مقدس کو مس کیا اور اس میں اس ہستی مبارکہ کی ولادت مقدسہ ہوئی جو تمام امت کے لئے رحمت ہے۔ ہم نے مولد پاک میں داخل ہو کر اپنے رخسار اس مقدس مٹی پر رکھ دیئے کیونکہ اس مقدس جگہ کائنات کا سب سے مبارک اور طیب پچہ پیدا ہوا ہم نے اس کی زیارت کے ذریعے خوب برکات حاصل کیں۔“^{۳۷۸}

برکات مولد النبیؐ کے حوالے سے امام قطب الدین حنفی (المتوفی ۹۸۸ھ) رقم طراز ہیں۔

”مولد پاک معروف مشہور جگہ ہے۔ اب تک اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ وہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اہل مکہ وہاں ہر سوموار ذکر کی محفل سجاتے ہیں اور ہر سال بارہ ربیع الاول کی رات اس کی زیارت کی جاتی ہے۔“^{۳۷۹}

مدینہ منورہ میں عید میلاد النبیؐ

بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں محفل میلاد مسجد نبوی میں ہوتی ہے۔ (۸۶۰ھ) سید محمد سلطان شاہ کے پاس مدینہ منورہ کے نور حزیں کی ایک تحریر موجود ہے، جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ مدینہ منورہ میں بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبیؐ اہل محبت اپنے اپنے گھروں میں اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مناتے ہیں۔ (۸۷۰ھ) لوگ حرم نبوی میں جوق در جوق آتے ہیں اور ایام حج کا سا منظر ہوتا ہے۔

حکیم محمد موسیٰ امرتسری بتاتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ شاہ ضیاء الدین احمد مدنی روزانہ محفل میلاد کراتے تھے۔ مولوی نور اللہ بصیر پوری نے بھی اس کی تصدیق میں لکھا ہے کہ مولانا ضیاء الدینؒ نے قریباً ۷۵ سال جنت البقیع میں دفن ہونے کی آرزو میں دیار حرم میں گزار دیئے اور انہوں نے آقاؐ کی محفل میلاد میں کبھی کو تابی نہیں ہوئے دی۔ (حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے چچو مرشد حضرت شاہ ضیاء الدین احمد قادری رضوی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا

ہے۔ موصوف ۱۸۷۸ء میں سیالکوٹ کے قصبہ کھاس والا میں پیدا ہوئے۔ ۵۷ سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ مدینہ منورہ میں جہان کبیر محفل میلاد ہوتی۔ انہیں ضرور دعوت دی جاتی۔ ۲ اکتوبر ۱۹۸۱ء کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ جنت البقیع میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک سے دو گز کے فاصلے پر قبر شریف بنائی گئی، جہاں سے گنبد خضر صاف نظر آتا ہے، وصال کے بعد بھی مید کی آرزو نہ گئی۔) نسیاء الدین احمد قادریؒ کے ہاں محفل میلاد کے بارے میں مولانا حسن الدین خاموش لکھتے ہیں:

”مولانا نسیاء الدین قادری کے یہاں محفل میلاد بھی مدینہ منورہ میں اس قسم کے جلسے میں میری پہلی حاضری تھی۔ یہاں میلاد خواں کتاب لے کر نہیں پڑھتے، بلکہ یوں ہوتا ہے کہ باری باری سے چند لوگ نعتیہ کلام پڑھتے ہیں، اس کے بعد سب کھڑے ہو جاتے ہیں اور سلام پڑھ کر بیٹھ جاتے ہیں، فاتحہ پڑھ کر تبرک تقسیم ہوتا ہے۔ ہماری آج کی محفل خاصی پر کیف تھی کیونکہ حضرت شاہ غلام محمد خاں تشریف فرما تھے اور ان کے قوالوں نے جو ان کے ساتھ یورپ بھی گئے تھے سلام پڑھ کر بہتوں کو بے خود کر دیا، بس یہ محسوس ہو رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ہم غلام سلام عرض کر رہے ہیں، حاضرین کو تبرک کی شیری کی علاوہ نفیس پلاؤ اور زردہ کھلایا گیا، کھانے کے بعد مولانا شاہ نسیاء الدین صاحب نے کھڑکی پاندان سج جملہ لوازمات ہمارے سامنے دھرا، ہم نے پان پنا کر کھائے۔“ (۸۸)

بغداد میں میلاد النبیؐ

بغداد میں میلاد النبیؐ کی ابتداء کے بارے میں مولانا حسن ثنی مدنی لکھتے ہیں:

”عہد عباسی میں جب سلطان ملک شاہ سلجوقی کو عروج ہوا تو اس کے ایک سردار ابن آتق خوارزمی نے ۳۶۸ھ میں دمشق کو فتح کیا اور خلیفہ مقتدی باہرا اللہ اور سلطان ملک شاہ سلجوقی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ یہ وہی خلیفہ ہے جس کے زمانے میں دوسری طرف یوسف بن تاشکین کو عروج ہوا اور اس نے درخواست کی تھی کہ جس قدر ملک میرے قبضہ میں ہے اس کی سند مجھ کو دے کر سلطان کا لقب مرحمت ہو۔ مقتدی نے اسے سند بھیجی۔ سلطان کا لقب اور امیر المومنین کا خطاب عطا کیا۔ اسی یوسف بن تاشکین نے شہر مراکش کی بنیاد رکھی تھی۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی اپنی مہمات سے فارغ ہو کر سالانہ سال کے بعد جب بغداد پہنچا تو یہ ۳۸۳ھ تھا۔ اس نے ۳۸۵ھ میں ایک مجلس مولود و محوم و حام سے بغداد میں منعقد کی۔ اس کا بڑا چرچا ہوا۔ یہ ایک سرکاری اہتمام کی مجلس تھی۔ اس لئے اس کو تاریخ کے صفحات میں جگہ ملی۔ عید میلاد النبیؐ کا آغاز اس سے کہیں پہلے ہو چکا تھا۔“ (۸۹)

جنوبی افریقہ میں عید میلاد النبیؐ

جنوبی افریقہ کے مسلمان بھی عید میلاد النبیؐ پورے مذہبی جوش و خروش اور دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ ابراہیم عمر جیلو نے اپنے ایک مضمون تین عیدیں (THREE EIDS) میں جشن میلاد النبیؐ کا ذکر کیا ہے۔ ان کا یہ مضمون ڈربن (DURBAN) سے شائع ہونے والے ”وی مسلم ڈائجسٹ“ کی اشاعت دسمبر ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا تھا۔ (۹۰)

شہر اربل میں عید میلاد النبیؐ

شہر اربل میں قدیم زمانے میں عید میلاد النبیؐ منائی جاتی تھی۔ اس دن نریاء کو صدقات دیے جاتے تھے اور روماء خیرات دیتے تھے۔ شیخ امام ابو شامہؒ نے لکھا ہے:

”ہمارے زمانے میں شہر اربل میں نبی کریمؐ کی ولادت باسعادت کے دن جو صدقات، اظہارِ زینت اور خوشی کی جاتی ہے اس سے فقراء کی خدمت کے علاوہ نبی کریمؐ کی محبت، جلال اور عظیم کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بصورتِ رستہ للہالین جو عظیم نعمت عطا فرمائی اس پر شکریہ بھی ہے۔“ (۹۱)

ملک مظفر الدین شاہ اربل ہر سال جس محبت و عقیدت سے محاسن میلاد کا اہتمام کرتا تھا۔ اسی کے زیر اثر ۱۳ جنوری فی المولد السرائع المنیرہ بھی شاندار کتاب لکھی گئی۔ اسی کے پیش نظر امام سیوطیؒ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اس کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔ (۹۲) ڈاکٹر صلاح الدین محمد لکھتے ہیں:

”سلطان مظفر الدین ابو سعید کو کبوری بن زین الدین علی بن بکتکین کاکبوری والی اربل، جشن میلاد النبیؐ اتنے عظیم چنانے پر منایا کرتا تھا جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مظفر الدین اس جشن کو دینی اور دنیوی دونوں حیثیت دیتا تھا۔ اندازے کے مطابق یہ جشن جامع مظفری (سرزمین دمشق پر متبادل کی بہت بڑی مسجد جو مظفر الدین نے تعمیر کروائی تھی) میں ہوتا رہا ہو گا۔“ (۹۳)

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے محفل میلاد کے سلسلے میں سلطان مظفر الدین کاکبوری شاہ اربل (۵۳۹ھ - ۵۴۴ھ) کے حسن عقیدت کو سیرۃ النبیؐ میں پوری تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (۹۴)

مصر میں عید میلاد النبیؐ

مصر میں بھی قدیم دور سے سرکاری سطح پر عید میلاد النبیؐ منائی جا رہی ہے۔ شیخ محمد رضا لکھتے ہیں:

”ہمارے زمانے میں بھی مسلمان عالم اپنے اپنے شہروں میں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ مصر کے علاقوں میں یہ محفلیں مسلسل منعقد کی جاتی ہیں اور ان میں برابر میلاد نبویؐ سے متعلق بیانات ہوتے ہیں۔ فقراء و مساکین کو خیرات تقسیم کی جاتی ہے۔ خاص شہر قاہرہ میں اس روز شہر کے بعد ایک پادہ جلوس کشتہ آفس کے سامنے سے گزرتا ہوا عجائب میدان کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ یہ جلوس مقامات غوریہ“

اشراقیہ، کوئلہ بازار اور حسینہ سے گذرتا ہوا عباسیہ میدان میں ختم ہوتا ہے۔ عباسیہ میں دزداء و حکام کے لئے شامیانے نصب کئے جاتے ہیں۔ شاہ وقت یا ان کے نائب جلسہ گاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ شاہ کی آمد پر فوج ملائی دیتی ہے پھر صوفیاء و مشائخ اپنے اپنے جھنڈے لے کر وہاں حاضر ہوتے ہیں جن کا بادشاہ استقبال کرتے ہیں۔ پھر شاہ خود شیخ المشائخ کے شامیانے میں حاضر ہو کر ذکر میلاد النبیؐ سنتا ہے۔ انعام محفل پر مولود خواں کو بادشاہ شاہانہ خلعت عطا کرتا ہے پھر حاضرین میں شیرینی و شربت تقسیم ہوتا ہے۔ اس کے بعد شاہانہ سواری پر بادشاہ کی مراجعت توپوں کی گونج میں ہوتی ہے۔ اس دن تمام دفاتر میں تعطیل ہوتی ہے۔ بہترین آتش بازی چھوڑی جاتی ہے۔ (۹۵)

ایڈورڈ ولیم لین ریح الاول ۱۳۵۰ھ میں قاہرہ گیا۔ اس نے وہاں منائے جانے والے جشن میلاد النبیؐ کا ذکر اپنی کتاب (Modern Egyptians) میں ان الفاظ میں کیا ہے :

(ترجمہ) : ریح الاول کا چاند نظر آتے ہی قاہرہ میں جشن میلاد النبیؐ کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ قاہرہ کے جنوب مغرب کی جانب محلہ یوکنہ الافککہ کے ایک بڑے میدان میں یہ جشن منایا جاتا ہے۔ تماشاخیوں اور خصوصاً درویشوں کے لئے یہاں کئی بڑے بڑے ڈیرے اور شامیانے نصب کر دیئے جاتے ہیں اور بارہویں ریح الاول کے دن تک ذکر و شغل کے لئے ان درویشوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔ (۹۶)

اس سے صدیوں پہلے محفل میلاد پر خرچ ہونے والے اخراجات کے بارے میں ”نوار ساطعہ“ میں ہے کہ ۷۸۶ھ میں مصر کے شہنشاہ نے محفل میلاد کے اہتمام کے لئے دس ہزار مثقال سونا خرچ کیا۔ (۹۷) اس دور کے معروف بین الاقوامی عالم حسن البنا شہید مصری بانی جماعۃ اخوان المسلمون مصر، عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس میں شمولیت کا ایک نہایت ہی پرورد، درج پرورد، ایمان افزوز واقعہ اپنی ڈائری میں درج کرتے ہوئے رقم طراز ہیں، جسے پاکستان میں ابو الاعلیٰ مودودی کے دست راست جناب خلیل احمد حامدی نے عربی سے اردو میں ترجمہ کیا۔

”مجھے یاد ہے کہ جب ریح الاول کا مہینہ آتا ہے تو یکم ریح الاول سے لے کر ۳ ریح الاول تک معمولاً ہر رات ہم مصافی اخوان میں سے کسی ایک کے مکان پر محفل ذکر منعقد کرتے اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوس بنا کر باہر نکلتے، اتفاق سے ایک رات براورم شیخ غلیی الرجال کے مکان پر جمع ہونے کی باری آگئی، ہم عادتاً عشاء کے بعد ان کے مکان پر حاضر ہوئے، دیکھا پورا مکان خوب روشنیوں (چراغوں) سے جگمگا رہا ہے، اسے خوب صاف و شفاف اور آراستہ و پیراستہ کیا جا چکا ہے۔ شیخ غلیی الرجال نے رواج کے مطابق حاضرین کو شربت اور قہوہ اور خوشبو پیش کی اس کے بعد ہم جلوس بنا کر نکلتے اور بڑی مسرت و انبساط کے ساتھ مروجہ مناقب اور نظمیں (میلادیہ نعتیں) پڑھتے رہے۔ جلوس ختم کرنے کے بعد ہم شیخ غلیی الرجال کے مکان پر واپس آگئے اور چند لمحات ان کے پاس بیٹھے رہے جب اٹھنے لگے تو شیخ غلیی الرجال نے

بڑے لطافت آمیز اور ہلکے ہلکے تبسم کے ساتھ اچانک اعلان کیا "انشاء اللہ کل آپ حضرات میرے ہاں علی الصبح تشریف لے آئیں تاکہ "روحہ" کی تدفین کر لی جائے۔"

روحہ شیخ مٹھی کی اکلوتی بیٹی ہے، شادی کے تقریباً گیارہ سال بعد اللہ تعالیٰ نے شیخ کو عطا کی ہے، اس بیٹی کے ساتھ انہیں اس قدر شدید محبت و وابستگی ہے کہ دورانِ کام بھی اسے جدا نہیں کرتے یہ بیٹی نشوونما پا کر اب جوانی کی حدود میں داخل ہو چکی ہے شیخ نے اس کا نام روحہ تجویز کر رکھا ہے کیونکہ شیخ کے دل میں اسے وہی مقام حاصل ہے جو جسم میں روح کو حاصل ہے۔ شیخ کی اس اطلاع پر ہم حیران رہ گئے، عرض کیا:

روحہ کا کب انتقال ہوا! فرمانے لگے آج ہی مغرب سے تھوڑی دیر پہلے، ہم نے کہا آپ نے ہمیں پہلے کیوں نہ اطلاع کر دی کم از کم میلادِ صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوس کسی اور دوست کے گھر سے نکالے؟ کہنے لگے جو کچھ ہوا بستر تھا اس سے ہمارے حزن و غم میں تخفیف ہو گئی اور سوگِ سرت میں تبدیل ہو گیا، اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی کوئی نعت درکار ہے۔ (۹۸)

یمن اور شام میں میلاد النبیؐ

یمن اور شام میں میلاد النبیؐ کے بارے میں علامہ ابن جوزی رقم طراز ہیں:

"میلاد النبیؐ ہمیشہ سے حرمین شریفین یعنی مکہ و مدینہ، مصر و یمن و شام، تمام بلادِ عرب اور مشرق و مغرب ہر جگہ کے رہنے والے مسلمانوں میں جاری ہے۔ میلاد النبیؐ کی محفلیں قائم کرتے ہیں اور ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہی خوشیاں مناتے، عمدہ عمدہ لباس پہنتے، زیب و زینت اور آرائشی کرتے، عطر و گلاب چھڑکتے، سرمہ لگاتے اور ان دنوں خوب خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور جو کچھ میسر ہوتا ہے نقد و جنس و غیرہ میں سے خوب دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اور میلاد مبارک کے سننے اور پڑھنے پر زیادہ نزک و اہتمام کرتے ہیں اور اس اظہارِ مسرت و خوشی کی بدولت خوب اجر و ثواب اور خیر و برکت، سلامتی و عافیت، کشاوگی رزق، مال و دولت، اولاد اور پوتوں نواسوں میں زیاوتی ہوتی ہے اور آبادی و شہروں میں امن و امان اور سلامتی اور گھروں میں سکون و قرار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفلِ میلاد کی برکت سے رہتا ہے۔" (۹۹)

تلمسان میں عید میلاد

شیخ ابو موسیٰ شاہ تلمسان بھی عید میلاد النبیؐ کا عظیم الشان جشن منایا کرتے تھے جیسا کہ ان کے زمانے میں اور ان سے قبل مغرب اقصیٰ و اندلس کے سلاطین بھی منایا کرتے تھے۔ شیخ محمد رضا (مصری) نے شاہ تلمسان کے زیرِ اہتمام ہونے والی مجالسِ میلاد کی تفصیل حافظ سید ابو عبد اللہ تونسہ ثم تلمسانی کی

کتاب کے حوالے سے لکھی ہے :

”سلطان تلمسان شب میلاد النبیؐ ایک دعوت عالم کا اہتمام کرتے تھے۔ جس میں ہر خاص و عام کو شرکت کی اجازت ہوتی تھی۔ اس محفل میں اعلیٰ قسم کے قائلینوں کا فرش اور منقش پھولدار چادریں بچھائی جاتیں۔ بڑے بڑے گول اور خوشنما بخور دانوں میں بخور سلگایا جاتا جو دیکھنے والوں کو یکھلا ہونا سونا لگتا تھا۔ محفل کے اختتام پر حاضرین کے سامنے انواع و اقسام کے کھانے پئے جاتے تھے۔ محفل میلاد میں سامعین نبی کریمؐ کے فضائل و شمائل اور نصائح سننے جو انہیں گناہوں سے توبہ کی طرف راغب کرتے مقررین خطابت کے تنوعات سے سامعین کے قلوب کو گرماتے اور سامعہ کو لذت اندوز کرتے تھے۔“ (۱۰۰)

لیبیا میں میلاد النبیؐ

لیبیا میں ہر سال عید میلاد النبیؐ نہایت بزرگ و احتشام سے منائی جاتی ہے۔ ربیع الاول کا چاند نکلنے ہی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔ کاروباری مراکز میں لوگوں کا ہجوم دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ گھروں اور دکانوں کی آرائش کے لئے خصوصی گلدستے تیار کئے جاتے ہیں۔ ہر شخص اپنے معیار کے مطابق ان کی خریداری ضرور کرتا ہے۔ یہ گلدستے آویزاں کئے جاتے ہیں۔ اور شب میلاد گھروں میں ان کی سجاوٹ عید میلاد کی روایت کا ایک حصہ ہیں۔ پچھلے سال لیبیا میں عید میلاد کا ذکر کرتے ہوئے، ہفت روزہ ”احوال“ کراچی نے طرابلس کے بارے میں لکھا ہے :

”روشنیوں کا موجیں مارتا سمندر لیبیا کی راج دہانی طرابلس کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھا۔ یہ شہر جسے اصحاب رسولؐ کی پابوسی کا شرف حاصل ہے، دل کی آنکھیں اس مادی روشنی کے ساتھ ساتھ نجوم ہدایت کے قدموں کا لمس پائے والے مقدس ذروں کی ضیاء پاشیوں کا مشاہدہ بھی کر رہی تھیں۔ یہ ساری آرائش و زیبائش ربیع الاول کی عید میلاد کے انتظار میں برقرار رکھی گئی تھی چنانچہ لوگوں نے اپنے اپنے گھروں کو طرح طرح کی آرائشی چیزوں پر مبنی لمپٹوں اور روایتی موسیقی شمعوں سے بھی سجا رکھا تھا۔“ (۱۰۱)

سید علیم اشرف جانی نے محافل میلاد اور جلوس جشن عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں اپنے لیبیا کے قیام کے دوران جو مشاہدہ کیا وہ اسے بیان کرتے ہیں :

”شب میلاد ہر طرف صلوٰۃ و سلام کے روح پرور ترانے بلند ہو رہے تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد ہی سے بیشتر مسجدوں میں مولود شریف کی محفلیں جگمگائیں۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا صاحب الذکریٰ اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہؐ کے نعرے ہر چار سو سے سنائی دے رہے تھے۔ وقفہ کی محفلوں کے اختتام پر ذکر میلاد

پر مشتمل قصائد بھی اجتماعی طور پر پڑھے گئے۔ گلیوں میں بچوں کے چھوٹے چھوٹے بہت سے اجتماعات و جلوس نظر آئے۔ بچے رنگ برنگ لباسوں میں ملبوس ہاتھوں میں نئے نئے دف لائے ہوئے جھوم جھوم کر عربی نغمتیں پڑھ رہے تھے۔ ہر طرف سے شیرینی اور مبارک یادوں کا جوالہ ہو رہا تھا۔ درود و سلام کے ساتھ ساتھ لوگوں کے لبوں پر کل عام واہتم بخیر اور عید المولود النبویؐ کے کلمات بھی چل رہے تھے۔ مسجدوں کے علاوہ جگہ جگہ گھروں میں بھی میلاد کی محفلیں منعقد تھیں جہاں عقیدت میں ڈوب کر لوگ قصیدہ بردہ شریف اور مولود برزنجی کے اشعار کا رو کر رہے تھے۔ عشق و محبت کے یہ نعرے دھیرے دھیرے ذکرِ ختم طبعی اور آہ سحرگاہی میں بدل گئے اور نماز فجر کے بعد شہر کے مختلف حصوں سے جلوس نکلتے شروع ہوئے جن میں نوجوانوں نے نغیہ قصائد اور صلوٰۃ و سلام کے جلوں میں شہر کے مختلف راستوں سے گزرتے ہوئے نور و شکست کے یہ قافلے ایک مرکزی میدان میں اکٹھا ہو کر انتقام پذیر ہوئے۔" (۱۳۲)

دکن میں محافل میلاد

قطب شاہی دور میں عید میلاد النبیؐ کی محفلیں جس بزرگ و احتشام سے منعقد ہوتی تھیں ان کے بارے میں ڈاکٹر محی الدین قادری زور لکھتے ہیں:

"محفل قطب شاہ عید میلاد النبیؐ کی بزم آرائی داد محل میں کیا کرتا تھا۔ محل کو بڑے تکلف سے سجایا جاتا۔ محل کے بیچ میں چالیس ستونوں اور چار سو ٹائپوں کا خیمہ کھڑا کیا جاتا جس کا وسطی حصہ منحل اور اطلس سے اور اطراف کا زر و دوزی کے نقش و نگار سے مزین ہوتا۔

دکن کی مسلم ریاستیں نبی کریمؐ کا روز مولود سترہ ربیع الاول شمار کرتی ہیں۔ اس دن دور دور کے امصار و دیار کے صاحبان کمال اور مشاہیر صنایع جمع ہوتے اور اپنے عجیب و غریب کمالات پیش کرتے خاص میلاد النبیؐ کے دن علماء و واعظان عظام کا مجمع ہوتا اور قصر مصور کی چھت پر طرح طرح کے نقوش بنائے جاتے۔ درمیان میں تخت شاہی رکھا جاتا جو تمام و کمال سونے کا ہوتا اور قیمتی جواہرات سے مرصع ہوتا۔" (۱۳۳)

ربیع الاول کی سترہ تاریخ کو نقاروں، دماموں، نفیریوں اور قرناؤں کی آواز سے میدان داد محل کو منجہ احتشام اس کی تفصیلات کے بارے میں حلیقہ السلاطین کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"اس روز بادشاہ وقت تمام جمع شدہ لوگوں کو کھانا کھلاتے، میدان میں چاروں طرف چراغاں کیا جاتا۔ بے حد آتش بازی چلائی جاتی۔ ایران و ہندوستان سے ہر فن کا ماہر، بازی گر، رستم باز اور لعبت باز وغیرہ جمع ہو کر اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے۔

یہ محفل عیش و نشاط شبانہ روز جاری رہتی۔ تیس ہزار روپے سے زائد خرچ ہوتے۔ شعراء قصائد اور میلاد پر منظومات پیش کرتے۔ خود قطب شاہ بھی شاعر تھا اور ہر سال محفل میلاد کے موقع پر اپنی نظمیں پڑھتا۔ اس کی ایک نظم کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ : ”حضورؐ کی ولادت کی خوشی میں عرش و کرسی کو ستوارا جاتا ہے اور فرشتے سات جنوں کو ستاروں سے سجاتے ہیں۔ عرش پر عشرت طبل بجنے لگتے ہیں اور تمام دنیا خوشی کے مارے اپنے اپنے چہرہ میں خیمیں ساتی اور تینوں جگ اپنا تن من نمی کریم پر تار کرتے ہیں۔“ (۱۰۴)

عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں میدان دل کشا کے داد محل کے علاوہ حیدر آباد کی کے دوسرے میدان عالم پناہ (میدان چار کمان) میں بھی ایک بلند اعلیٰ خیمہ کھڑا کیا جاتا اور چوتھے پر مسند ترتیب دے کر بڑے بڑے عہدیدار اس پر بیٹھا کرتے تھے۔ اور تمام خاص و عام کی شاہی دعوت ہوتی تھی۔ بادشاہ کی سواری کے بارے میں ڈاکٹر محمد نصیر الدین ہاشمی لکھتے ہیں :

”اس ماہ کے جشن و میزبانی کے آخر میں بادشاہ کی سواری ٹھکی تھی اور دونوں میدانوں کی سیر کرتی۔ اس موقع کے لئے شاہی ہاتھی کو زعفران اور صندل سے دھو کر طلائی زنجیروں ’موتیوں کی جھول‘ مرصع کلفی اور دوسرے زیوروں سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ عصر کے وقت بادشاہ اس سواری پر میدان کی طرف نکلتا اور جملہ ارکان دولت شاہی سواری کے اطراف پیدل چلتے۔ شاہی جلوس میدان چار کمان سے نکل کر چار میٹار سے ہوتا ہوا داد محل کے میدان دل کشا میں پہنچتا تھا۔ مولود النبیؐ کے آخری دن میدان داد محل ایک طعام خانہ عام کی صورت میں تبدیل کر دیا جاتا اور تمام لوگ خاص و عام ان دسترخوانوں پر کھانا کھاتے تھے۔ اس وقت میدان میں چاروں طرف روشنی کی جاتی جس سے تمام میدان روشنی سے بھگکا اٹھتا۔ غرض میلاد النبیؐ کی خوشی کا یہ جشن بارہ روز تک دن رات جاری رہتا تھا۔“ (۱۰۵)

دور محبوبی اور دور عثمانی میں عید میلاد

عہد آصفی کی عید میلاد میں بارہ ربیع الاول کو تمام حکومت میں عام تعطیل دی جاتی تھی۔ آصف جاہ سادس نواب میر محبوب علی خاں اور آصف جاہ سابع نواب میر عثمان علی خاں کے دور میں بعض مشائخ عظام مثلاً مولانا خیر المصن اور حضرت نور علی شاہ وغیرہ بارہ دن تک وعظ فرماتے اور اس میں میلاد کے واقعات اور بدعتوں سے مسلمانوں کو اجتناب کرنے کی نصیحت فرماتے۔ بڑے بڑے جاگیرداروں کے یہاں روزانہ بریانی اور دیگر لوازمات کے ساتھ فاتحہ ہوتی جس سے سینکڑوں آدمیوں کی شکم سیری ہوتی تھی۔

دور عثمانی میں مولوی انوار اللہ فضیلت جنگ ناظم امور مذہبی مقرر ہوئے ان کے زمانے میں گیارہ ربیع الاول یعنی یارہویں کی شب کو کہ مسجد میں تمام رات روشنی ہوتی اور مقررہ پروگرام کے مطابق وعظ، قصیدہ

برودہ خوانی اور مولود خوانی ہوتی رہتی اور آٹھ نو بجے صبح کو خطیب مکہ مسجد بطور خطبہ میلاد کا بیان فرماتے۔ اس میں آصف چاہ سالخ خود شریک ہوا کرتے تھے۔ دور عثمانی کی محافل میلاد میں جدید تعلیم یافتہ اصحاب بھی شریک ہوتے تھے۔ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی صدر یار جنگ امور مذہبی کے اعلیٰ افسر صدر الصدور کی خدمت پر مامور ہوئے تو میلاد النبی کے جلسے عام طور پر ہونے لگے۔ ہر محلہ ہر دفتر میں جلسہ میلاد منعقد کئے جانے لگے۔ اور ان سے عام و خاص مستفید ہونے لگے۔ اب یہ سلسلہ صرف ماہ ربیع الاول کی بجائے آٹھ نو ماہ تک جلسہ ہائے میلاد رہنے لگا۔ جلسہ ہائے میلاد کے بارے میں ڈاکٹر نصیر الدین باغی لکھتے ہیں:

”جلسہ ہائے میلاد نہ صرف حیدر آباد یا اضلاع میں ہوتے تھے بلکہ تعلقات کے مستقر پر بھی جلسہ میلاد ایک خاص پروگرام کے تحت ہوتے تھے۔ بہادر یار جنگ کی میلاد مبارک کی تقریریں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ایک مفید تحریک کا باعث بنتی تھیں۔ آپ کی تقریر سننے کے لئے ہزاروں اصحاب کا مجمع ہوتا تھا۔ ان کے علاوہ مولانا حسام الدین اور علامہ سید منظر الحسن کی تقاریر کو بھی شوق سے سنا جاتا تھا۔ جامعہ عثمانیہ کے جلسہ میں مقابلوں پر انعام بھی دیا جاتا تھا۔ سکندر آباد میں بھی میلاد کا ایک بڑا جلسہ ہوتا اور اچھے مضمون پر انعام دیا جاتا تھا۔ غرض عید میلاد کے جلسے مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنتے تھے۔ انجمن تعمیر ملت کی جانب سے میلاد کا جلسہ ۱۲۔ ربیع الاول کی صبح کو ہونے لگا ہے اور اس میں بھی خاصا ہجوم ہوتا ہے۔“ (۱۰۶)

عید شاہ جہاں میں میلاد النبیؐ

سلاطین دہلی اور شاہان مغلیہ کے زمانہ میں ۱۲۔ ربیع الاول کو عید میلاد کی تقریب نہایت شان و شوکت سے منائی جاتی تھی۔ یہ دن نبی کریمؐ کی ولادت مقدسہ کی نسبت سے اسلامی ممالک میں عیدین سے بھی زیادہ مذہبی عقیدت و احترام اور نہایت تزک و احتشام سے منایا جاتا چلا آ رہا ہے۔ اس دن ذکر رسولؐ ہوتا تھا۔ مواعد حسنہ کے ذریعے سیرت طیبہ بیان کی جاتی تھی اور عمل کی تلقین کی جاتی تھی۔ اظہار مسرت اور مجلسی تقاضوں کو ٹھوٹ رکھتے ہوئے شرابی اور مٹھائیاں تقسیم کی جاتی تھیں۔ فقراء و غریاء کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ یہ تقریب ہر دور میں منائی جاتی تھی۔ ملا عبد الحمید نے شاہ جہانی عید میں عید میلاد النبیؐ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

”اس مبارک اور سعید مجلس میلاد کو پورے اہتمام سے ترتیب دیا گیا جس میں علماء و مشائخ اور دیگر معززین مدعو کئے گئے۔ شاہ جہاں بذات خود بڑی تعظیم کے ساتھ مسند پر آکر بیٹھا۔ پارہ ہزار روپے تقسیم کئے۔ اور لوگوں کو ان کی حیثیت و مرتبہ کے مطابق شال مرحمت کئے گئے اور ایک بڑی جماعت کو پر تکلف دعوت دی گئی اور عطیات کے علاوہ دیگر اشیاء تقسیم کر کے خوشی کا اظہار کیا گیا۔“ (۱۰۷)

دہلی، آگرہ، لکھنؤ وغیرہ میں عید میلاد النبیؐ

دہلی، آگرہ، لکھنؤ اور برصغیر کے تمام شہروں اور قصبوں میں ہر جگہ محافل میلاد منعقد ہوتی تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ عید کا زمانہ آگیا ہے، مگر گھر، محلے محلے میں یہ محفلیں جہتیں اور ذکروالادت رسولؐ سے تمام فضا گونج اٹھتی۔ ہر سال سیرت پاکؐ کے جاننے والے نئے نئے میلاد نامے لکھتے اور بسترے پر نہ والمانہ عقیدت کے ساتھ محافل میلاد میں آپؐ کی ولادت، سیرت مقدسہ اور شامگل و خصائل بیان کرتے اور ہدیہ درود و سلام پیش کرتے۔

برصغیر میں جشن اور محافل میلاد

برصغیر میں صدیوں سے ربیع الاول کے مہینے میں مسلمانوں کے گھروں میں میلاد النبیؐ کا عام اہتمام ہوتا تھا۔ بچے، بڑے عورتیں اور مرد سب اس میں شمولیت کرتے تھے۔ شمالی ہند، پنجاب، یو۔ پی، دہلی اور بہار میں بالخصوص میلاد نامے پڑھے جاتے تھے۔ نجی کریم کی ولادت و سیرت مبارکہ، حمد و نعت اور درود و سلام پڑھنے اور سننے کے لئے گھروں میں اجتماعات ہوتے تھے۔ یہی وہ سنائی و معاشرتی عوامل تھے جن کے زیر اثر بچپن ہی سے عقائد کی تربیت و ترمیم ہوتی تھی۔ اخلاقیات کی اہمیت اور بدی کا احساس بیدار ہوتا تھا۔ منظوم یا مخلوط میلاد نامے مخصوص انداز میں پڑھے جاتے تھے۔ گھر کی کوئی خاتون یا مرد با آواز بلند پڑھتا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد ساری محفل ذوق و شوق سے با آواز بلند درود پڑھتی تھی۔ چند روایات کے بیان کے بعد ترنم سے خوش الحان حاضرین محفل مل کر منظوم روایت یا میلاد یہ منظومات پڑھتے تھے۔

۱۷۷۰ھ میں سلطان غیاث الدین بلبن کے لڑکے سلطان محمد کے عہد میں ملتان میں جلوس عید میلاد کا آغاز ہوا۔ حاکم ملتان جلوس کی پانچواہ ریشائی کرتا تھا۔ غنائین شہر اور نعت خواں اس میں شامل ہوتے تھے۔ نعت خوانوں کے پیچھے پیچھے مخدوم سادات اور قریش ملتان کا معزز گروہ ہوتا تھا۔ یہ جلوس تمام شہر کا چکر لگا کر قلعے پر جا کر ختم ہوتا اور رات کو شہر میں چراغاں کا خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا۔ (۱۰۸)

بھوپال میں نواب صدیق حسن خان نے محفل میلاد موقوف کرا دی۔ نواب سلطان جمال بیگم کو اس کا بہت افسوس ہوا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی کہ نجی کریم کی ولادت کے دن میرے کوئی خوشی کی تقریب ہو جائے تو اس جیلے سے سیرت ظاہر کرنے کا موقع حاصل ہو۔ ان کے ہاں ساچرادی آصف جہاں مرحومہ کے بعد پندرہ سال تک کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اب اللہ تعالیٰ نے انہیں ۸۔ ربیع الاول کو ساچرادی عطا فرمایا اور اس طرح انہیں میلاد کی خوشی کے اظہار کا موقع مل گیا۔ اب بھوپال میں عید میلاد النبیؐ اس طرح منائی جانے لگی کہ مسجد میں خوب روشنی ہوتی۔ اور سوا لاکھ درود شریف کا ثواب پہنچایا جاتا عہدہ طہار پکا کر غریبوں اور دوستوں میں تقسیم ہوتا۔ (۱۰۹)

۱۸۸۰ء میں مولانا شاہ سلیمان پھلواری نے اپنی بستی پھلواری شریف میں تحریک میلاد کا آغاز کیا۔ اور ماہ ربیع الاول کی چاند رات سے شب دوازدہم تک ہر روز سیرت النبیؐ بیان فرماتے اور ان کا یہ باہرکت سلسلہ آج تک چلا آ رہا ہے، وہاں سے یہ آواز سارے صوبے میں اور پھر خیر سے رنگون تک جا پہنچی۔ انہوں نے انجمن اسلامیہ پنڈ، مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، انجمن حمایت اسلام لاہور اور اجلاس ندوۃ العلماء کو

بھی میلاد و سیرت کا پلیٹ فارم بنا دیا۔ (۱۰)

سید شاہ سلیمان پھلواریؒ کے بعد سید ممتاز علی نے "تمذیب نسواں" میں ۲۵۔ دسمبر ۱۹۴۹ء کے شمارے میں عید میلاد کو باقاعدہ منانے کی تجویز پیش کی۔ (۱۱) البتہ ہفت روزہ "امل حدیث" لاہور کے مطابق متحدہ ہندوستان میں غالباً سب سے پہلے امرتسر میں عید میلاد النبیؐ منائی گئی۔ اس کا انتظام کشمیری بزرگ مولانا عبدالسلام بدائی کرتے تھے۔ اور اس کی غرض و غایت غیر مسلموں کے سامنے مسلمانوں کی دینی و سیاسی شوکت کا اظہار تھا۔ اس کے بعد یہ تقریب اپنی گونا گوں افادیت کے سبب ہندوستان کے دوسرے شہروں میں پھیلنے لگی۔ (۱۲)

لاہور میں تقریبات عید میلاد النبیؐ کے سلسلے میں بعض علماء نے ۱۹۴۶ء میں عام مسلمانوں کو ایک ایچلی جاری کی پھر حزب الاصلاح کے سربراہ مولانا دیدار علی شاہ کی کوشش سے ایک بڑا جلوس مرتب ہونے لگا۔ ۱۹۳۰ء میں انجمن توحید المسلمین موچی و دواڑہ کے زیر اہتمام ایک شاندار جلوس منعقد کیا گیا۔ (۱۳) راولپنڈی میں عید میلاد النبیؐ کی تقریبات کی ابتداء اس زمانے میں ہوئی جب پٹی شائع لاہور سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "ایمان" کے ایڈیٹر مولانا عبدالجید قریشی نے یہ تحریک شروع کی کہ سارے ملک میں سیرۃ النبیؐ کے جلسے منعقد کئے جائیں۔ ان کی اس تحریک پر سارے برصغیر میں سیرت کمیٹیاں قائم ہوئیں اور عید میلاد النبیؐ منانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ (۱۴)

دراصل لاہور میں میلاد شریف کا باقاعدہ اجتماع ۱۹۱۱ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا جس کی صدارت پیر سید جماعت علی شاہ (دربار علی پور سیدان، سیالکوٹ) نے کی۔ مقررین میں علامہ اقبالؒ بھی شامل تھے اور اس جلسہ کی رونماور رسالہ "تمذیب نسواں" میں بھی شائع ہوئی تھی۔ (۱۵) ۱۹۳۵ء کے میلاد النبیؐ کے جلسے اور جلوس چاندھر چھاؤنی میں علامہ اقبالؒ موجود تھے۔ انہوں نے اس میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"چند سال ہوئے میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ خدا تعالیٰ مولود شریف کے ذریعے سے اس امت کو متحد کرے گا۔ مجھے عزم نک حیرت رہی کہ یہ واقعہ کس طرح رونما ہو گا۔ اب تحریک یوم النبیؐ نے اس خواب کی تعبیر کو حقیقی طور پر نمایاں کر دیا ہے۔" (۱۶)

اس سے پہلے ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبالؒ نے دیگر اکابرین ملت کے ساتھ عید میلاد کے جلسے اور جلوسوں کی اہمیت اور انعقاد کی تحریک کی تھی۔ اور اخبارات میں یہ بیان شائع ہوا تھا: "تعالیٰ اسلام کی تقویت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام و اجال، نبی کریمؐ کی سیرت کی اشاعت اور ملک میں بائیان مذاہب کا صحیح احرام قائم کرنے کے لئے ۱۳۔ ربیع الاول کو ہندوستان کے طول و عرض میں ایسے عظیم ترین تبلیغی جلسوں اور مظاہروں کا انتظام کیا جائے جو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت قدر کے شایان شان ہوں۔" (۱۷)

اس ایچلی پر سید غلام بھیک نیرنگ، انبالہ، ۲۔ مولانا غلام مرشد، لاہور، ۳۔ مولانا شوکت علی، بمبئی، ۴۔

مختلف ادارے سیرت و نعت خوانی کے مقابلے کراتے ہیں۔ اخبارات و رسائل کی خصوصی اشاعتیں صحیح ہیں۔ بزرگان دین کی خانقاہوں، مزارات یا دیگر مقامات پر محافل منعقد ہوتی ہیں۔ الغرض جشن میلاد النبیؐ کے دن اس نیت سے قرآن خوانی، نعت خوانی، ختم میلاد، جلسے، جلوس، مشاعرے، محافل منعقد کیے جاتے ہیں اور بزرگان دین کے اجتماعات دعوت الی اللہ کا سب سے بڑا وسیلہ ہیں۔ اکابرین ملت کا فرض ہے کہ وہ ان اجتماعات کے ذریعے نبی اکرمؐ کے میلاد و احوال، خصائص و شمائل اور معاملات و عبادات سے آگاہ کرتے رہیں اور قوم کو خیر و فلاح کی طرف بلائیں۔ یہ امت مسلمہ میں واحد ایسی تقریب ہے کہ جس میں ہر مسلمان بقدر حسبِ نیا اقدار محبت و مسرت کرتا ہے۔ اس لئے اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق لوگوں کو نبی کریمؐ کے احوال زیادہ سے زیادہ اذہر کرا دیئے جائیں جس سے محبت و مسرت تمام مسلمانوں کے سینوں میں فروں تر ہوتی چلی جائے۔

ایک بات جو عام مسلمان کو بری طرح کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ عید میلاد النبیؐ کے دن بیشتر مساجد زیب و زینت سے معمور اور ہتھ نور بنی نظر آتی ہیں اور ان میں سے درود و سلام کی صدائیں سنائی دیتی ہیں اور اس کے برعکس کچھ مساجد مقلل اور سنان نظر آتی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ساری کائنات کے لئے رحمت اور نور ہدایت بنا کر مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ آپؐ کی بعثت اور میلاد کی خوشیوں میں اقدار محبت و عقیدت ہر جگہ نمایاں نظر آنا چاہئے۔

سالانہ تعین سے یوم سیدنا صدیق اکبرؓ، سیدنا عمر فاروقؓ، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام کے دن جس اہتمام سے منائے جاتے ہیں وہ سب جانتے ہیں مگر میلاد النبیؐ اور یوم علی کرم اللہ وجہہ کا دن مٹانا کچھ لوگوں کے نزدیک کیوں بدعت ہے۔ یہ مجمع امت کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

تقسیم برصغیر کے بعد آزادی کے ابتدائی سالوں میں عید میلاد النبیؐ کے جلوسوں میں شرکاء نعت خوانی اور درود و سلام کا ورد کرتے جاتے تھے اور پورا ماحول نبی کریمؐ کی تعظیم کا مظہر اور عقیدت و احترام کے جذبات سے لبریز نظر آتا تھا۔ اب اس قسم کی تڑپ اور روح کا فقدان نظر آتا ہے اور عوامی میلہ کی سی طرز جمعہ لگتی ہے۔ اہل تشیع محرم میں تعزیے لے کر چلتے ہیں۔ اور غالباً اس کے لاشعوری رد عمل کے طور پر ملک بھر کے چند بڑے شہروں میں اور لاہور میں بالخصوص خانہ کعبہ، مسجد نبوی اور روضہ اقدس کے ماڈل اور نمونے بنا کر جلوس کے ہمراہ چلنے کی رسم شروع ہو گئی ہے۔ اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔ لاڈ پیکروں کا بے جھگم شور ہوتا ہے۔ کان پڑی آواز سنائی دیتی ہے۔ اور دیگر کھیل تماشے شروع ہو گئے ہیں۔ مثلاً عورتوں کو بے پردہ گھومنے پھرنے اور مردوں کے ساتھ اختلاط سے روکنا ضروری ہے۔ ریکارڈنگ، بینڈ باج، ڈھول، چنے، طبلے، سارنگی، آتش بازی سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ یہ ہماری اسلامی تہذیب کا حصہ نہیں ہیں۔ اس دن کی تعظیم و تکریم اور تقدس و محبت کے تقاضے بالکل مختلف ہیں۔ اس کی اصلاح کے لئے اکابرین ملت کو بھرپور توجہ دینی چاہئے۔

اس دن کی عظمت سے نئی نسل کو صحیح خطوط پر روشناس کرانا، وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ ذرائع ابلاغ عامہ، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات وغیرہ سے مثبت کام لینا چاہئے۔ جس سے پوری قوم کی

تریت و تمغیب اسلامی خطوط پر ہو سکے۔ نیز اس مقدس اور پاکیزہ قریب کے ثمرات و برکات سے صحیح معنوں میں فائدہ اٹھایا جاسکے۔